فتاویٰ رضویّہ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

۲۴

رضا فاؤنڈیشنؒ

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہورؐ

پاکستان (۵۴۰۰۰)

Contents


www.dawateislami.net
I.T. Majlis of Dawateislami

فتاوٰی رِضویّہ

مع تخریج وترجمہ عرَبی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ



اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

مَنۡ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیۡرًا یُّفَقِّھۡہُ فِی الدِّیۡنِ (الحدیث)

اَلۡعَطَایَا النَّبَوِیَّۃ فِی الۡفَتَاوٰی الرِّضۡوِیَّۃِ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

جلد ۲۴

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز
۱۲۷۲ھ ــــــــــ ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء ــــــــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ، لاہور ۸، پاکستان (۵۴۰۰۰)
فون: ۷۶۵۷۳۱۴

نام کتاب ____________ فتاوی رضویہ جلد ۲۴

تصنیف ____________ شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

ترجمہ عربی عبارات ____________ حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

پیش لفظ ____________ حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

ترتیبِ فہرست ____________ حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

تخریج و تصحیح ____________ مولانا نظیر احمد سعیدی، مولانا محمد اکرم اللہ بٹ، مولانا غلام حسین

باہتمام وسرپرستی ____________ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلٰی تنظیم المدارس اہلسنّت، پاکستان

کتابت ____________ محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)

پیسٹنگ ____________ مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبۂ فارسی جامعہ نظامیہ لاہور

صفحات ____________ ۷۶۸

اشاعت ____________ ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ / فروری ۲۰۰۳ء

مطبع ____________

ناشر ____________ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت ____________

ملنے کے پتے

* رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

۷۶۶۵۷۷۲   ۰۳۰۰/ ۹۴۱۵۳۰۰

* مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

* ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

* شبیر برادرز، ۴۰ بی، اردو بازار، لاہور

اجمالی فہرست

فہرست رسائل

o



بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

پیش لفظ

الحمد للہ! اعلیحضرت امام المسلمین مولانا شاہ احمد رضاخاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزائن علمیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کے لئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضافاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کرچکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویۃ فی الفتاوٰی الرضویہ المعروف بہ فتاوٰی رضویہ کی تخریج وترجمہ کے ساتھ عمدہ وخوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاوٰی مذکورہ کی اشاعت کاآغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ/مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا۔ اور بفضلہ تعالیٰ جل مجدہ وبعنایت رسولہ الکریم تقریباً تیرہ ۱۳ سال کے مختصر عرصہ میں چوبیسویں ۲۴ جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے قبل کتاب الطھارۃ کتاب الصلٰوۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر، کتاب السیر، کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف، کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الشھادۃ، کتاب القضاء والدعاوی، کتاب الوکالۃ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب الامانات، کتاب العاریہ، کتاب الھبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر، کتاب الغصب، کتاب الشفعۃ، کتاب القسمۃ، کتاب المزارعہ، کتاب الصید، کتاب الذبائح، کتاب الاضحیہ اور کتاب الحظروالاباحۃ کے حصہ اول ودوم وسوم پر مشتمل تئیس ۲۳ جلدیں شائع ہوچکی ہیں جن کی تفصیل سنین اشاعت، مشمولات، مجموعی صفحات، اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے۔

جلد	عنوان	جواباتِ اسئلہ	تعدادِ رسائل	سنینِ اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارۃ	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ ____ مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	کتاب الطہارۃ	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ ____ نومبر ۱۹۹۱ء	۷۱۰
۳	کتاب الطہارۃ	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ ____ فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
۴	کتاب الطہارۃ	۱۳۲	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ ____ جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاوّل ۱۴۱۴ ____ ستمبر ۱۹۹۳	۶۹۲
۶	کتاب الصلوٰۃ	۴۵۷	۴	ربیع الاوّل ۱۴۱۵ ____ اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
۷	کتاب الصلوٰۃ	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ ____ دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
۸	کتاب الصلوٰۃ	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ ____ جون ۱۹۹۵	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ ____ اپریل ۱۹۹۶	۹۴۶
۱۰	کتاب زکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاوّل ۱۴۱۷ ____ اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ ____ مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
۱۲	کتاب نکاح، طلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ ____ نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
۱۳	کتاب طلاق، ایمان اور حدود و تعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ ____ مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر (ا)	۳۳۹	۷	جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ ____ ستمبر ۱۹۹۸	۷۱۲
۱۵	کتاب السیر (ب)	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰ ____ اپریل ۱۹۹۹	۷۴۴
۱۶	کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف	۴۳۲	۳	جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ ____ ستمبر ۱۹۹۹	۶۳۲
۱۷	کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الکفالہ	۱۵۳	۲	ذیقعد ۱۴۲۰ ____ فروری ۲۰۰۰	۷۲۶
۱۸	کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء و الدعاوی	۱۵۲	۲	ربیع الثانی ۱۴۲۱ ____ جولائی ۲۰۰۰	۷۴۰
۱۹	کتاب الوکالۃ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربۃ، کتاب الامانات، کتاب العاریۃ، کتاب الھبہ، کتاب الاجارۃ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر، کتاب الغصب	۲۹۶	۳	ذیقعدہ ۱۴۲۱ فروری ۲۰۰۱	۶۹۲

\

۲۰	کتاب الشفعہ، کتاب القسمہ، کتاب المزارعہ، کتاب الصید والذبائح، کتاب الاضحیہ	۳۳۴	۳	صفر المظفر____۱۴۲۲___مئی ۲۰۰۱	۶۳۲
۲۱	کتاب الحظر والاباحۃ (حصہ اول)	۲۹۱	۹	ربیع الاوّل____۱۴۲۳____مئی ۲۰۰۲	۶۷۶
۲۲	کتاب الحظر والاباحۃ (حصہ دوم)	۲۴۱	۶	جمادی الاخری___۱۴۲۳___اگست ۲۰۰۲	۶۹۴
۲۳	کتاب الحظر والاباحۃ (حصہ سوم)			ذوالحجہ____۱۴۲۳____فروری ۲۰۰۳	۷۶۸

فتاوٰی رضویہ قدیم کی پہلی آٹھ جلدوں کے ابواب کی ترتیب وہی ہے جو معروف ومتداول کتب فقہ وفتاوٰی میں مذکور ہے۔ رضا فاؤنڈیشن کی طرف سے شائع ہونے والی بیس ۲۰ جلدوں میں اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ مگر فتاوٰی رضویہ قدیم کی بقیہ چار مطبوعہ (جلد نہم، دہم، یازدہم، دوازدہم) کی ترتیب ابواب فقہ سے عدم مطابقت کی وجہ سے محل نظر ہے۔ چنانچہ ادارہ ہذا کے سرپرست اعلی محسن اہلسنت مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب زید مجدہ اور دیگر اکابر علماء ومشائخ سے استشارہ واستفسار کے بعد اراکین ادارہ نے فیصلہ کیا کہ آئندہ شائع ہونے والی جلدوں میں فتاوٰی رضویہ کی قدیم جلدوں کی ترتیب کے بجائے ابواب فقہ کی معروف ترتیب کو بنیاد بنایا جائے، عام طور پر فقہ وفتاوٰی رضویہ کی کتب میں کتاب الاضحیہ کے بعد کتاب الحضر والاباحۃ کا عنوان ذکر کیا جاتا ہے اور ہمارے ادارے سے شائع شدہ بیسویں جلد کا اختتام چونکہ کتاب الاضحیۃ پر ہوا لہذا اکیسویں ۲۱ جلد سے مسائل حظر واباحت کی اشاعت کا آغاز کیا گیا۔ اس سلسلہ میں بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کی تحقیق انیق کو انتہا قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اس سے بھرپور استفادہ اور راہنمائی حاصل کررہے ہیں۔

یاد رہے کہ فتاوٰی رضویہ قدیم جلد میں کتاب الحظر والاباحۃ کے عنوان پر مشتمل جلد جس کی مکتبہ رضا ایوان عرفان بیسلپور نے جلد دہم اور رضا اکیڈمی بمبئی نے جلد نہم کے شائع کیا ہے وہ غیر مرتب اور غیر مبوب ہے اس میں شامل بعض رسائل کی ابتداء وانتہا ممتاز نہیں، کچھ رسائل بے نام شامل ہیں جبکہ بعض رسالوں کے مندرجات یکجا ہونے کی بجائے متفرق منتشر طور پر مذکور ہیں اس جلد میں شامل دونوں حصوں کے عنوانات ومسائل ایک جیسے ہونے کے باوجود دونوں کی فہرست یکجا نہیں کی گئی۔ لہذا اس کی ترتیب وتبویب خاصا مشکل اور وقت طلب معاملہ تھا۔ راقم نے متوکلا علی اللہ اس پر کام شروع کیا تو اللہ تعالٰی کے فضل وکرم، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نظر عنایت اور اعلحضرت علیہ الرحمۃ کے روحانی تصرف وکرامت کے صدقے میں توقع سے بھی

کم وقت میں یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔ الحمدللہ علی ذٰلک۔

کتاب الحظروالاباحۃ کی ترتیب جدید میں ہم نے جن امور کو بطور خاص ملحوظ رکھا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(ا) حظرواباحت سے متعلق فتاوٰی رضویہ قدیم کے دونوں مطبوعہ حصوں کی (استفتاء میں مذکور) مسائل کے اعتبار سے یکجا تبویب کردی ہے۔

(ب) ایک ہی استفتاء میں مختلف ابواب سے متعلق مسائل مذکور ہونے کی صورت میں ہر مسئلہ کو مستفتی کے نام سمیت متعلقہ باب کے تحت درج کیا ہے۔

(ج) فتاوٰی رضویہ قدیم کی کتاب الحظروالاباحۃ میں شامل مسائل کو ان کے عنوانات کے مطابق متعلقہ ابواب کے تحت داخل کردیا ہے۔

(د) رسائل کی ابتداء وانتہاء کو ممتاز کیا ہے۔

(ھ) بے نام رسائل کے ناموں کو ظاہر کیا ہے۔

(و) جن رسائل کے مندرجہات ومشمولات یکجا نہ تھے ان کو اکٹھا کردیا ہے۔

(ز) حظرواباحت سے متعلقہ بعض رسائل اعلحضرت جو فتاوٰی رضویہ قدیم میں شامل نہ ہوسکے تھے ان کو بھی مناسب جگہ پر شامل اشاعت کردیا ہے۔

(ح) تبویب جدید کے بعد موجودہ ترتیب سابق ترتیب سے مختلف ہوگئی، لہذا پوری کتاب کی مکمل فہرست موجودہ ابواب کے مکمل فہرست موجودہ ابواب کے مطابق نئے سرے سے تیار کرنا پڑی۔

(ط) جلد ہذا میں شامل تمام رسائل کے مندرجات کی مفصل فہرست مرتب کی گئی۔

(ی) اعلحضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بعض مقامات پر گفتگو کرتے ہوئے اپنے تبحر علمی کے پیش نظر ایسے مسائل بھی زیر بحث لے آتے ہیں جو متعلقہ ابواب میں سے کسی کے تحت مندرج نہیں ہوسکے ایسے مسائل کے لئے مفصل فہرست کے بعد ہم نے ضمنی مسائل کے عنوان سے الگ فہرست مرتب کی ہے۔

کتاب الحظروالاباحۃ کے مترجم

سوائے ان رسائل کے جن کو اب فتاوٰی میں نئے سرے سے شامل کیا گیا ہے پوری "کتاب الحظروالاباحۃ" کی عربی اور فارسی عبارات کا مکمل ترجمہ جامع منقول ومعقول، فاضل جلیل، محقق شہیر، مصنف کتب کثیرہ، فخر الدرسین حضرت مولانا علامہ مفتی قاضی محمد سیف الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے کیا ہے جو استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا محمد عبدالسبحان بن مولانا مظہر جمیل بن مولانا مفتی محمد غوث (کھلابٹ، ہزارہ) کے

صاحبزادے اور استاذالاساتذہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد خلیل صاحب محدث ہزاروی کے نواسے ہیں، آپ نے تمام درسیات اپنے والد گرامی سے پڑھیں فارغ التحصیل ہوتے ہی درس وتدریس سے وابستہ ہوگئے اور سالہا سال آپ نے اہلسنت کے معروف ادارے جامعہ رحمانیہ ہری پور میں بطور شیخ الحدیث تدریسی فرائض سرانجام دئے، آپ کے آباء وجداد نے ڈنکے کی چوٹ پر احقاق حق اور ابطال باطل کافریضہ سرانجام دیا، چنانچہ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا قاضی محمد عبد السبحان صاحب اور برادر اکبر حضرت مولانا قاضی غلام محمود صاحب رحمۃاللہ تعالٰی علیہما کی متعدد درسی وغیر درسی تصانیف ارباب علم میں معروف ہیں۔ مناظرہ و ردبدمذہبیاں خصوصاردوہابیہ میں ان بزرگوں کی خدمات کو اہل سنت وجماعت میں انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

چوبیسویں جلد

یہ جلد "کتاب الحظروالاباحۃ" کاچوتھاحصہ ہے جو ۲۸۴ سوالوں کے جوابات اور مجموعی طورپر ۷۲۰ صفحات پر مشتمل ہے، اس جلد میں بنیادی طورپر جن ابواب کو زیر بحث لایاگیاہے وہ یہ ہیں:

لہو ولعب، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، بیماری وعلاج، صحبت وموالات، محبت وعداوت، جھوٹ وغیبت وبدعہدی، ظلم وایذا، ہجران وقطع تعلق، دعوی، قضاء، شہادت، حسن سلوک، حقوق العباد، سوگ ونوحہ وجزع وفزع، تعزیہ داری، تشبّہ بالغیر، حقہ وپان، تصویر، جانوروں کی پرورش، نام رکھنا، خط وکتابت اور سیاسیات۔

دیگر کئی ایک ابواب سے متعلق مسائل کثیرہ پر ضمناً گفتگو واقع ہوئی لہٰذا راقم الحروف نے مسائل ورسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی الگ فہرست بھی قارئین کی سہولت کے لئے تیار کردی ہے نیز اس جلد میں شامل مستقل ابواب سے متعلق مسائل اگر کہیں ایک دوسرے کے تحت ضمناً مندرج تھے توان کی فہرست ہم نے متعلقہ باب کی فہرست کے آخر میں بطور ضمیمہ ذکر کردی ہے تاکہ ان مسائل کی تلاش میں دقت وابہام پیدا نہ ہو۔

انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات وتدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل نو ۹ رسائل بھی اس جلد کی زینت ہیں؛

(۱) الحق المجتلٰی فی حکم المبتلٰی (۱۳۲۴ھ)

جذامی کے پاس اٹھنے بیٹھنے اور اس کی خدمت گزاری وتیمار داری کے باعث ثواب ہونے کا بیان۔

(۲) تیسر الماعون للسکن فی الطاعون (۱۳۲۵ھ)

جہاں طاعون کامرض پیداہوجائے وہاں کے باشندوں سے متعلق حکم شرعی۔

(۳) مشعلة الارشاد الٰی حقوق الاولاد (۱۳۱۰ھ)

والدین پر اولاد کے حقوق کا بیان۔

(۴) اعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد (۱۳۱۰ھ)

حقوق العباد کی تعریف اور ان کی اہمیت کا بیان اور ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کے طریقے۔

(۵) العطایا القدیر فی حکم التصویر (۱۳۳۱ھ)

بزرگوں کی تصاویر بطور تبرک گھر میں رکھنے کا حکم شرعی۔

(۶) مسائل سماع (۱۳۲۰ھ)

متصوفہ زمانہ کی مجلس سماع وسرور کا شرعی حکم جس میں راگ ورقص ومزامیر اور معازف ہر قسم کے ہوتے ہیں۔

(۷) الحقوق لطرح العقوق (۱۳۰۷ھ)

والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق کی تفصیل اور ان کی ادائیگی کے طریقے۔

(۸) اعالی الافادة فی تعزیة الهند وبیان الشهادة (۱۳۲۱ھ)

تعزیہ کی حرمت، سربازار لنگر لٹانے کی ممانعت اور اہل تشیع کی مجالس مرثیہ کے حکم شرعی کا بیان۔

(۹) النور والضیاء فی احکام بعض الاسماء (۱۳۲۰ھ)

اچھے اور برے ناموں کے احکام کا بیان۔

ان میں سے مقدم الذکر پانچ رسالے پہلے سے فتاوٰی رضویہ قدیم کی کتاب الحظر والاباحۃ میں شامل تھے۔ جبکہ باقی رسائل اب شامل کئے گئے ہیں۔

ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ — حافظ محمد عبدالستار سعیدی

فروری ۲۰۰۳ء — ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

فہرست مضامین مفصّل

طاعون سے فرار گناہ کبیرہ ہے۔	۲۸۷	فرار عن الطاعون کو احسن سمجھنے والا اگر احادیث تحریم سے باخبر ہے تو صریح گمراہ ہے۔	۲۹۱
طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہی ہے جیسے جہاد میں کافروں کے مقابلے سے بھاگنے والا۔	۲۸۷	جس امر میں رائے اور اجتہاد کو دخل نہ ہو اس میں قول صحابی دلیل قول رسول ہے۔	۲۹۲
جہاد میں کفار کی پیٹھ دے کر بھاگنے والے کے لئے وعید شدید۔	۲۸۷	صحابی کا قول مخالف حدیث ہو تو تطبیق کی صورتیں۔	۲۹۲
طاعون والی جگہ باہر والوں کو جانا نہیں چاہئے اور طاعونی آبادی والوں کو وہاں سے بھاگنا نہیں چاہئے۔	۲۸۸	حدیث طاعون اس قبیل سے جس کا بعض بلکہ اکثر صحابہ پر مخفی رہنا جائے عجب تھا۔	۲۹۳
صغیرہ پر اصرار اسے کبیرہ کردیتا ہے اور کبیرہ پر اصرار اسے سخت تر کبیرہ کردیتا ہے۔	۲۸۹	امیر المومنین فاروق اعظم کو راہ شام میں خبر ملی کہ وہاں طاعون ہے، آپ نے پہلے مہاجرین پھر انصار پھر مشائخ قریش سے مشورہ کیا، سب نے اپنی اپنی رائے دی، پھر عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سرکار دوعالم علیہ الصلٰوۃ والسلام کی حدیث پیش کی، چنانچہ اسی پر عمل ہوا۔	۲۹۳
کوئی گناہ اصرار کے بعد صغیرہ نہیں رہتا۔	۲۸۹	حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مناقب۔	۲۹۴
طاعون سے فرار کی ترغیب دینے والا فرار کرنے والے سے اشد وبال میں ہے۔	۲۸۹	حضرت فاروق اعظم نے طاعون سے بھاگنے کی تہمت سے براءت فرمائی۔	۲۹۷
نفس گناہ میں احکام الٰہیہ سے معارضہ کی وہ شان نہیں جو برعکس حکم شرع نہی عن المعروف وامر بالمنکر میں ہے۔	۲۸۹	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے طاعون سے بھاگنا حرام فرمایا ہے اس میں کوئی تخصیص شہر وبیرون شہر کی نہیں۔	۲۹۷
نیکی کی دعوت دینے والے کا اجر اور گمراہی کی دعوت والے کا گناہ ووبال۔	۲۹۰	تحقیق مصنف علیہ الرحمہ کہ الفاظ مختلفہ کے باوجود احادیث متعلقہ طاعون میں کوئی تعارض وتخالف نہیں۔	۲۹۹
طاعون سے فرار کبیرہ ہے اور اس کی ترغیب دینا سخت تر کبیرہ، اور دونوں فاسق ہیں۔	۲۹۰	اولاً	۲۹۹
فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔	۲۹۰		

ہر فرد اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر لازم ہے۔	۷۱۸	نامقدور بات پر ابھارنا جو موجب ضرر مسلمین ہو خیر خواہی مسلمین نہیں بد خواہی ہے۔	۷۱۹
ہر فرض بقدر قدرت ہے اور ہر تکلیف بشرط استطاعت۔	۷۱۹		

فہرست ضمنی مسائل



لہوولعب

کھیل، تماشہ، میلہ، مزاح، ناچ، گانا، قوالی، مزامیر، راگ، سماع، موسیقی وغیرہ سے متعلق

مسئلہ ۱: ازفیروزپورہ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گنجفہ، چوسر، شطرنج کھیلنا کیساہےاوران میں کچھ فرق ہے یاسب ایک سے ہیں، اور گناہ صغیرہ ہیں یاکبیرہ؟ یاعبث؟اور فعل عبث کاکیاحکم ہے؟ **بینوا توجروا** (بیان فرمایئے اجر پایئے۔ت)

الجواب:

یہ سب کھیل ممنوع اور ناجائز ہیں اوران میں چوسراور گنجفہ بدتر ہیں، گنجفہ میں تصاویر ہیں اورانھیں عظمت کے ساتھ رکھتے اور وقعت وعزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں یہ امر اس کے سخت گناہ کاموجب ہے۔اورچوسر کی نسبت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا:

من لعب بالنردشیر فکانما صبغ یدہ فی لحم خنزیر و دمہ[1]۔ رواہ مسلم۔	جس نے چوسر کھیلی اس نے گویااپناہاتھ سورکے گوشت خون میں رنگا۔(اسے مسلم نے روایت کیا۔ت)

[1] صحیح مسلم کتاب الشعر باب تحریم اللعب بالنردشیر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۴۰

دوسری حدیث صحیح فرمایا:

من لعب بالنرد فقد عصی اللہ ورسوله اخرجه احمد وابوداؤد وابن ماجه والحاکم عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنه۔[1]	جس نے چوسر کھیلی اس نے خدااور رسول کی نافرمانی کی (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور حاکم نے اسے ابو موسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

چوسر بالاجماع حرام وموجبِ فسق وردِ شہادت ہے فی ردالمحتار عن القھستانی النرد حرام مسقط للعدالة بالاجماع[2] (فتاوٰی شامی میں قہستانی سے نقل کیا گیا ہے کہ چوسر کھیلنا حرام ہے اس سے بالاجماع عدالت ساقط ہو جاتی ہے۔ت) یہی حال گنجفہ کا سمجھنا چاہئے لماذکرنا (اس وجہ سے جس کو ہم نے ذکر کیا ہے۔ت) اور شطرنج کو اگرچہ بعض علمانے بعض روایات میں چند شرطوں کے ساتھ جائز بتایا ہے:

(۱) بدکر نہ ہو۔

(۲) نادرًا کبھی کبھی ہو عادت نہ ڈالیں۔

(۳) اُس کے سبب نماز باجماعت خواہ کسی واجب شرعی میں خلل نہ آئے۔

(۴) اُس پر قسمیں نہ کھایا کریں۔

(۵) فحش نہ بکیں۔

مگر تحقیق یہ کہ مطلقًا منع ہے اور حق یہ ہے کہ ان شرطوں کا نباہ ہر گز نہیں ہوتا خصوصًا شرط دوم وسوم کہ جب اس کا چسکا پڑ جاتا ہے ضرور مداومت کرتے ہیں اور لااقل وقت نماز میں تنگی یا جماعت میں غیر حاضری بیشک ہوتی ہے جیسا کہ تجربہ اس پر شاہد، اور بالفرض ہزار میں ایک آدھ آدمی ایسا نکلے کہ ان شرائط کا پورا لحاظ رکھے تو نادر پر حکم نہیں ہوتا۔

وانما تبتنی الاحکام الفقھیة علی الغالب فلا ینظر الی النادر ولا یحکم الا بالمنع کما افادہ المحقق فی	فقہی احکام غالب حالات پر مبنی ہوتے ہیں لہٰذا نادرالوقوع پر نگاہ نہیں کی جاتی اس لئے ممانعت کا فیصلہ ہی کیا جائے گا جیسا کہ محقق ابن ہمام

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنه المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۳۹۴

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۳

الفتح فی مسئلة مجاورة الحرم وفی الدر فی مسئلة الحمام۔	نے فتح القدیر میں ہمسائیگی حرم کے مسئلہ میں افادہ بخشا۔اور درمختار میں مسئلہ حمام میں یہی فرمایا ہے۔(ت)

تو ٹھیک یہی ہے کہ اس سے مطلقًا ممانعت کی جائے۔درمختار میں ہے:

کرہ تحریماً اللعب بالنرد والشطرنج بکسر اولہ ویھمل ولا یفتح الانادرا واباحہ الشافعی وابو یوسف فی روایة وھذا اذا لم یقامر ولم یخل بواجب والا فحرام۔[1]	چوسر کھیلنا مکروہ تحریمی ہے اور شطرنج بھی۔اور ایک روایت میں امام شافعی اور قاضی ابویوسف نے شطرنج کو مباح قرار دیا ہے،اور یہ اس وقت ہوگا جبکہ جوانہ ہو اور کسی واجب کی ادائیگی میں خلل بھی واقع نہ ہو ورنہ حرام ہوگا(ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھو حرام وکبیرة عندنا وفی اباحتہ اعانة الشیطان علی الاسلام والمسلمین کما فی الکافی قھستانی قولہ فی روایة الخ وکذا اذا لم یکثر الخلف علیہ وبدون ھذہ المعانی لاتسقط عدالتہ للاختلاف فی حرمتہ عبد البر عن ادب القاضی۔[2]	ہمارے نزدیک شطرنج کھیلنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور اس کو مباح قرار دینے میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شیطان کو امداد فراہم کرنا ہے جیسا کہ کافی میں ہے،قہستانی۔قولہ فی روایة الخ اور اسی طرح جبکہ دورانِ کھیل زیادہ قسمیں نہ کھائی جائیں،اور بغیر ان چیزوں کے آدمی کی عدالت ساقط نہیں ہوتی کیونکہ اس کی حرمت میں اہلِ علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے،عبدالبر بحوالہ ادب القاضی۔(ت)

عالمگیری میں ہے:

یکرہ اللعب بالشطرنج والنرد وثلثة عشر واربعة عشر وکل لھو ماسوی	شطرنج اور چوسر اور تیرہ اور چودہ کا کھیل مکروہ ہے اور شطرنج کے علاوہ ہر کھیل بالاتفاق حرام ہے

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۸-۲۴۷

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۳

الشطرنج حرام بالاجماع واما الشطرنج فاللعب به حرام عندنا والذی یلعب ان قامر سقطت عدالته لم تقبل شهادته اھ[1] ملخصًا	اور شطرنج کھیلنا بھی ہمارے نزدیک حرام ہے۔ اور وہ شخص جو کھیلے اگر جوئے کی بازی لگائے تو اس کی عدالت ساقط ہوجائے گی لہٰذا اس کی گواہی قبول نہ ہوگی اھ ملخصًا (ت)

ہاں اتنا ہے کہ اگر بد کرنہ ہو تو ایک آدھ بار کھیل لینا گناہِ صغیرہ ہے اور بد کر ہو یا عادت کی جائے یا اس کے سبب نماز کھوئیں یا جماعتیں فوت کریں تو آپ ہی گناہِ کبیرہ ہوجائے گی۔ اسی طرح ہر کہیل اور عبث فعل جس میں نہ کوئی غرضِ دین نہ کوئی منفعتِ جائزہ دنیوی ہو سب مکروہ وبیجا ہیں کوئی کم کوئی زیادہ۔ درمختار میں ہے:

وکرہ کل لھو لقوله علیه الصلٰوۃ والسلام کل لھو المسلم حرام الاثلثة ملاعبته باھله وتادیبه للفرسه ومناضلته بقوسه۔[2]	ہر کھیل مکروہ ہے اس لئے کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا مسلمان کا ہر کھیل حرام ہے سوائے تین کے، خاوند کا اپنی اہلیہ سے کھیلنا، اپنے گھوڑے کو شائستگی سکھاتے ہوئے اس سے کھیلنا، اپنی کمان کے ساتھ تیر اندازی کرنا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

کل لھو ای کل لعب وعبث فالثلثة بمعنی واحد کما فی شرح التاویلات[3] الخ، واللہ تعالٰی اعلم۔	ہر لھو یعنی کھیل اور بے فائدہ کام۔ پس تینوں ہم معنٰی ہیں، جیسا کہ شرح تاویلات میں ہے الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲: از جالندھر محلّہ راستہ پھگواڑہ دروازہ مرسلہ شیخ محمد شمس الدین صاحب ۲۲ رجب ۱۳۱۰ھ

راگ یا مزامیر کرانا یا سننا گناہ کبیرہ ہے یا صغیرہ؟ اس فعل کا مرتکب فاسق ہے یا نہیں؟

الجواب:

مزامیر یعنی آلات لہو ولعب بروجہ لہو ولعب بلاشبہ حرام ہیں جن کی حرمت اولیاء وعلماء دونوں

---

[1] فتاوٰی ھندیہ کتاب الکراہیۃ الباب السابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۲

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۸

[3] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۳

فریق مقتدا کے کلمات عالیہ میں مصرح، ان کے سننے سنانے کے گناہ ہونے میں شک نہیں کہ بعد اصرار کبیرہ ہے، اور حضرات علیہ سادات بہشت کبرائے سلسلہ عالیہ چشت رضی اللہ تعالٰی عنھم وعنا بھم کی طرف اس کی نسبت محض باطل وافترا ہے، حضرت سیدی فخر الدین زراوی قدس سرہ کہ حضور سیدنا محبوب الٰہی سلطان الاولیاء نظام الحق والدنیا والدین محمد احمد رضی اللہ تعالٰی عنھما کے اجلہ خلفاء سے ہیں جنھوں نے خاص عہد کرامت مہد حضور ممدوح میں بلکہ خود بحکم حضور والا مسئلہ سماع میں رسالہ "کشف القناع عن اصول السماع" تالیف فرمایا، اپنے اسی رسالہ میں فرماتے ہیں:

سمع بعض المغلوبین السماع مع المزامیر فی غلبات الشوق واما سماع مشائخنا رضی اللہ تعالٰی عنھم فبریئ عن ھذہ التھمۃ المشعرۃ من کمال صنعۃ اللہ تعالٰی [1]۔	یعنی بعض مغلوب الحال لوگوں نے اپنے غلبہ حال وشوق میں سماع مع مزامیر سنا اور ہمارے پیران طریقت رضی اللہ تعالٰی عنھم کا سننا اس تہمت سے بری ہے وہ تو صرف قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ جو کمال صنعت الٰہی جل وعلا سے خبر دیتے ہیں انتہی۔ (ت)

بلکہ خود حضور ممدوح رضی اللہ تعالٰی نے اپنے ملفوظات شریفہ فوائد الفواد وغیرہا میں جابجا حرمت مزامیر کی تصریح فرمائی، بلکہ حضور والا صرف تالی کو بھی منع فرماتے کہ مشابہ لہو ہے، بلکہ ایسے افعال میں عذر غلبہ حال کو بھی پسند نہ فرماتے کہ مدعیان باطل کو راہ نہ ملے،

واللہ یعلم المفسد من المصلح فرضی اللہ عن الائمۃ ما انصحھم للامۃ۔	اللہ تعالٰی مفسد اور مصلح یعنی فساد کرنے والے اور اصلاح کرنے والے دونوں کو جانتاہے، پس اللہ تعالٰی ائمہ کرام سے راضی ہو کہ انھوں نے امت کے لیے کتنی خیر خواہی فرمائی۔ (ت)

یہ سب امور ملفوظات اقدس میں مذکور وماثور فوائد الفواد شریف میں صاف تصریح فرمائی ہے کہ مزامیر حرام است [2] (مزامیر یعنی گانے کے آلات کا استعمال حرام ہے۔ ت)

کما نقل عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سیدی الشیخ المحقق مولانا عبدالحق المحدث الدھلوی رحمۃ اللہ	جیسا کہ ان سے نقل کیا ہے اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو میرے آقا شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے

[1] کشف القناع عن اصول السماع

[2] فوائد الفواد

تعالٰی علیھم وعلینا بھم۔ آمین۔	اور ان کی وجہ سے ہم پر بھی اس کی رحمتیں ہوں، اے اللہ ! اس دعا کو شرف قبولیت سے نواز دے۔ (ت)

حضور ممدوح کے یہ ارشادات عالیہ ہمارے لیے سند کافی، اور ان اہل ہوا وہوس مدعیان چشتیت پر حجت کافی۔ ہاں جہاد کا طبل، سحری کا نقارہ، حمام کا بوق، اعلان نکاح کا بے جلاجل دف جائز ہیں کہ یہ آلات لہو ولعب نہیں، یوہیں یہ بھی ممکن کہ بعض بندگان خدا جو ظلمات نفس وکدورات شہوت سے یک لخت بری ومنزہ ہو کر فانی فی اللہ وباقی باللہ ہوگئے کہ:

لایقولون الا اللّٰہ و لایسمعون الا اللّٰہ بل لایعلمون الا اللّٰہ بل لیس ھناك الا اللّٰہ۔	وہ اللہ تعالٰی کے سوا کچھ نہیں کہتے، اللہ تعالٰی کے سوا کچھ نہیں سنتے، بلکہ اللہ تعالٰی کے بغیر کچھ نہیں جانتے بلکہ وہاں صرف اللہ تعالٰی ہی جلوہ گر ہوتا ہے۔ (ت)

ان میں کسی نے بحالت غلبہ حال خواہ عین الشریعۃ الکبرٰی تک پہنچ کر ازانجا کہ ان کی حرمت بعینہا نہیں،

و انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرئ مانوی [1]۔	اعمال کا دار ومدار ارادوں پر ہوتا ہے اور ہر شخص کے لیے وہی کچھ ہے جس کا اس نے ارادہ کیا، (ت)

بعد وثوق تام واطمینان کامل کہ حالًا ومالًا فتنہ منعدم احیانًا اس پر اقدام فرمایا ہو، ولہٰذا افاضل محقق آفندی شامی قدس اللہ تعالٰی سرہ السامی ردالمحتار میں زیر قول درمختار:

ومن ذلک (ای من الملاھی) ضرب النوبۃ للتفاخر فلو للتنبیہ فلا باس بہ کما اذا ضرب فی ثلثۃ اوقات لتذکیر ثلث نفخات الصور [2]۔ الخ	اسی سے یعنی آلات لہو میں سے فخریہ طور پر نوبت بجانا بھی ہے، لیکن اگر ہوشیار کرنے کے لیے بجائی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ تین اوقات میں یا تین دفعہ نوبت بجائی جائے تاکہ صور اسرافیل کے تین دفعہ پھونکنے کی یاد تازہ ہو الخ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۸

فرماتے ہیں:

هذا يفيد ان اٰلة اللهو ليست محرمة لعينهابل لقصد اللهو منها امامن سامعها اومن المشتغل بهاو به تشعر الاضافة الاترى ان ضرب تلك الالة بعينها حل تارة وحرم اخرى باختلاف النية بسماعها و الامور بمقاصدها وفيه دليل لساداتنا الصوفية الذين يقصدون بسماعها امورًا هم اعلم بها فلا يبادر المعترض بالانكار كى لايحرم بركتهم فانهم السادة الاخيار امدنا الله تعالٰى بامدادتهم و اعاد علينامن صالح دعواتهم وبركاتهم[1]۔	یہ بات فائدہ دیتی ہے کہ آلہ لہو بعینہٖ (بالذات) حرام نہیں بلکہ ارادہ وعمل لہو کی وجہ سے حرام ہے خواہ یہ سامع کی طرف سے ہو یا اس سے مشغول ہونے والے کی طرف سے ہو، "اضافت" سے یہی معلوم ہوتا ہے، کیا تم دیکھتے نہیں کہ کبھی اس آلہ لہو کو بعینہٖ بجانا اور استعمال کرنا حلال ہوتا ہے اور کبھی حرام، اور اس کی وجہ اختلاف نیت ہے، پس کاموں کے جائز اور ناجائز ہونے کا دارومدار ان کے مقاصد پر مبنی ہوتا ہے، اس میں ہمارے سادات صوفیہ کی دلیل موجود ہے کہ وہ سماع سے ایسے رموز کا ارادہ رکھتے ہیں کہ جن کو وہ خود بھی اچھی طرح جانتے ہیں لہٰذا اعتراض کرنے والا انکار کرنے میں جلدی نہ کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی برکت سے محروم ہو جائے، کیونکہ وہ پسندیدہ سادات ہیں پس ان کی امداد سے اللہ تعالٰی ہماری مدد فرمائے، اور ان کی نیک دعاؤں اور برکات کا ہم پر اعادہ فرمائے یعنی انھیں ہم پر لوٹادے۔ (ت)

اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) بلکہ یہاں ایک درجہ اور وجہ ادق واعمق ہے صحیح بخاری شریف میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں رب العزت تبارک وتعالٰی فرماتا ہے:

لايزال عبدى يتقرب الى بالنوافل حتى احبه فاذا احببته كنت سمعه الذى يسمع به وبصره الذى يبصر به ويده	یعنی میرا بندہ بذریعہ نوافل میری نزدیکی چاہتا رہتا ہے یہاں تک کہ میرا محبوب ہو جاتا ہے پھر جب میں اسے دوست رکھتا ہوں تو میں خود اس کا وہ کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے

[1] ردالمحتار کتاب الحظروالاباحۃ فصل البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۳

التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا[1]۔	اور اس کی وہ آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے دیکھتا ہے اور اس کا وہ ہاتھ جس سے کوئی چیز پکڑتا ہے اور اس کا وہ پاؤں جس سے وہ چلتا ہے انتھی۔

اب کہئے کون کہتا اور کون سنتا ہے، آواز تو شجرہ طور سے آتی ہے مگر لاواللہ پیڑ نے نہ کہا " اِنِّیۡۤ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیۡنَ ﴿ۙ۳۰﴾ "[2] (یقینًا میں ہی تمام جہانوں کا پروردگار اللہ تعالٰی ہوں۔ت)

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(اس کا ارشاد در حقیقت اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے اگرچہ بظاہر اللہ تعالٰی کے بندے کے منہ سے نکلے۔ت)

یہی حال سننے کا ہے وللہ الحجۃ البالغۃ (اور خدا ہی کے لیے کامل دلیل ہے۔ت) مگر اللہ اللہ یہ عباد اللہ کبریت احمر و کوہ یاقوت ہیں اور نادر احکام شرعیہ کی بنا نہیں تو ان کا حال مفید جواز یا حکم تحریم میں قید نہیں ہو سکتا،

کماافادہ المولی المحقق حیث اطلق سیدی کمال الدین محمد بن الھمام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فی اٰخر الحج من فتح القدیر فی مسئلۃ الجواز۔	جیسا کہ مولی المحقق نے اس کا افادہ بیان کیا چنانچہ میرے آقا ور ہنما کمال الدین محمد بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر بحث حج کے آخر پر مسئلہ جواز میں اس کو مطلق بیان فرمایا (ت)

نہ یہ مدعیان خامکاران کے مثل ہیں نہ بے بلوغ مرتبہ محفوظیت نفس پر اعتماد جائز،

فانھا اکذب مایکون اذا حلفت فکیف اذا وعدت۔	جب تو قسم کھائے تو جھوٹ ہوتا ہے تو تیرے وعدے کا کیا حال ہوگا۔(ت)

رجمًا بالغیب کسی کو ایسا ٹھہرالینا صحیح، ہاں یہ احتمال صرف اتنا کام دے گا کہ جہاں اسکا انتفا معلوم نہ ہو تحسین ظن کو ہاتھ سے نہ دیجئے اور بے ضرورت شرعی ذات فاعل سے بحث نہ کیجئے،

ھذا ھو الانصاف فی امثال الباب واللہ الھادی بالصواب۔	امثال باب میں یہی انصاف ہے، واللہ الہادی بالصواب۔ (ت)

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۶۳

[2] القرآن الکریم ۲۸/ ۳۰

سماع مجرد بے مزامیر، اس کی چند صورتیں ہیں:

اوّل: رنڈیوں، ڈومنیوں، محل فتنہ امردوں کا گانا۔

دوم: جو چیز گائی جائے معصیت پر مشتمل ہو، مثلاً فحش یا کذب یا کسی مسلمان یا ذمی کی ہجو یا شراب وزنا وغیرہ فسقیات کی ترغیب یا کسی زندہ عورت خواہ امرد کی بالیقین تعریف حسن یا کسی معین عورت کا اگرچہ مردہ ہو ایسا ذکر جس سے اس کے اقارب احبا کو حیا وعار آئے۔

سوم: بطور لہو ولعب سنا جائے اگرچہ اس میں کوئی ذکر مذموم نہ ہو۔ تینوں صورتیں ممنوع ہیں الاخیرتان ذاتا والاولی ذریعۃ حقیقۃ (آخری دو بلحاظ ذات اور پہلی درحقیقت ذریعہ ہے۔ ت) ایسا ہی گانا لہو الحدیث ہے اس کی تحریم میں اور کچھ نہ ہو تو صرف حدیث **کل لعب ابن اٰدم حرام الا ثلثة**[1] (ابن آدم کا ہر کھیل حرام ہے سوائے تین کھیلوں کے۔ ت) کافی ہے، ان کے علاوہ وہ گانا جس میں نہ مزامیر ہوں نہ گانے والے محل فتنہ، نہ لہو ولعب مقصود نہ کوئی ناجائز کلام بلکہ سادے عاشقانہ گیت، غزلیں، ذکر باغ وبہار وخط وخال ورخ وزلف وحسن وعشق وہجر ووصل ووفائے عشاق وجفائے معشوق وغیرہا امور عشق وتغزل پر مشتمل سنے جائیں تو فساق وفجار واہل شہوات دنیہ کو اس سے بھی روکا جائے گا،

وذلك من باب الاحتياط القاطع ونصح الناصح وسد الذرائع المخصوص به هذا الشرع البارع والدين الفارغ۔	یہ رکاوٹ یقینی احتیاط کے باب سے ہے اس میں خیر خواہ کی خیر خواہی اور ذرائع کی روک تھام موجود ہے جو اس یکتا وفائق شریعت اور خوبصورت دین سے مخصوص ہے۔ (ت)

اسی طرح حدیث:

الغناء ينبت النفاق فی القلب كما ينبت الماء البقل، ناظر۔ رواه ابن ابی الدنيا فی ذم الملاهی عن ابن مسعود و البيهقی فی شعب الايمان[2] عن جابر	گانا بجانا دل میں اس طرح نفاق اگاتا ہے جس طرح پانی ساگ پات اگاتا ہے، ناظر ہے محدث ابن ابی الدنیا نے اس کو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے اور امام بیہقی نے

[1] جامع الترمذی ابواب الجهاد باب ماجاء فی فضل الرمی فی سبیل اللہ امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۹۷، سنن ابن ماجه ابواب الجهاد باب فی الرمی فی سبیل اللہ ص ۲۰۷

[2] شعب الایمان حدیث ۵۱۰۰ دار الکتب العلمیة بیروت ۴/ ۲۷۹، کنز العمال بحواله ابن ابی الدنیا حدیث ۴۰۶۵۸ مؤسسة الرساله بیروت ۱۵/ ۲۱۸

رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	شعب الایمان میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی۔ت)

اور اہل اللہ کے حق میں یقیناً جائز بلکہ مستحب کہیے تو دور نہیں، گانا کوئی نئی چیز پیدا نہیں کرتا بلکہ دبی بات کو ابھارتا ہے جب دل میں بری خواہش بیہودہ آلائشیں ہوں تو انھیں کو ترقی دے گا اور جو پاک مبارک ستھرے دل شہوات سے خالی اور محبت خدا ورسول سے مملو ہیں ان کے اس شوق محمود وعشق مسعود کو افزائش دے گا وحکم المقدمۃ حکم ماھی مقدمۃ لہ انصافا (مقدمہ کا حکم وہی ہے جو اس چیز کا حکم کہ جس کے لیے مقدمہ وضع کیا گیا۔ت) ان بندگان خدا کے حق میں اسے ایک عظیم دینی کام ٹھہرانا کچھ بے جا نہیں۔ فتاوی خیریہ میں ہے:

لیس فی القدر المذکور من السماع مایحرم بنص ولا اجماع وانما الخلاف فی غیر ماعین والنزاع فی سوی ما بین وقد قال بجواز السماع من الصحابۃ جم غفیر (الی ان قال) اماسماع السادۃ الصوفیۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم فبمعزل عن ھذا الخلاف بل ومرتفع عن درجۃ الاباحۃ الی رتبۃ المستحب کما صرح بہ غیر واحد من المحققین۔[1]	سماع کے متعلق قدر مذکور میں کوئی ایسی چیز نہیں کہ جس کو نص اور اجماع سے حرام ٹھہرائے ہاں البتہ اختلاف اس کے بغیر ہے کہ جس کو معین کیا گیا اور نزاع اس کے علاوہ ہے کہ جس کو بیان کیا گیا اور صحابہ کرام اور تابعین عظام سے اہل علم کے جم غفیر نے سماع کے جواز کا قول نقل کیا ہے (یہاں تک فرمایا) رہا سادات صوفیائے کرام کا سماع تو وہ اس اختلاف سے دور ہے بلکہ وہ درجہ اباحت سے رتبہ استحباب تک پہنچا ہوا ہے جیسا کہ بہت سے اہل تحقیق نے تصریح فرمائی ہے۔ (ت)

یہ اس چیز کا بیان تھا جسے عرف میں گانا کہتے ہیں اور اگر اشعار حمد ونعت ومنقبت ووعظ وپند وذکر آخرت بوڑھے یا جوان مرد خوش الحانی سے پڑھیں اور بہ نیت نیک سنے جائیں کہ اسے عرف میں گانا نہیں بلکہ پڑھنا کہتے ہیں تو اس کے منع پر شرع سے اصلا دلیل نہیں، حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الکراہۃ والاستحسان دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۸۴۔۱۸۳

کا حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لیے خاص مسجد اقدس میں منبر رکھنا اوران کا اس پر کھڑے ہو کر نعت اقدس سنانا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام کا استماع فرمانا خود حدیث صحیح بخاری شریف سے واضح اور عرب کے رسم حدی زمانہ صحابہ وتابعین بلکہ عہد اقدس رسالت میں رائج رہنا خوش الحانی رجال کے جواز پر دلیل لائح، انجشہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حدی پر حضور والا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے انکار فرمایا بلکہ بلحاظ عورات یا انجشه رویدك لاتکسر القواریر[1] ارشاد ہوا کہ ان کی آواز دلکش ودل نواز تھی عورتیں نرم ونازک شیشیاں ہیں جنہیں تھوڑی ٹھیس بہت ہوتی ہے، غرض مدار کار تحقق وتوقع فتنہ ہے، جہاں فتنہ ثابت وہاں حکم حرمت، جہاں توقع واندیشہ وہاں بنظر سد ذریعہ حکم ممانعت، جہاں نہ یہ نہ وہ، نہ یہ نہ وہ بلکہ بہ نیت محمود استحباب موجود۔ بحمد اللہ تعالٰی یہ چند سطروں میں تحقیق نفیس ہے کہ ان شاء اللہ العزیز حق اس سے متجاوز نہیں،

نسأل اللہ سوی الصراط من دون تفریط والافراط، واللہ اعلم بالصواب۔	ہم اللہ تعالٰی سے سیدھی راہ کا سوال کرتے ہیں جوافراط وتفریط سے محفوظ ہو، اللہ تعالٰی راہ صواب کو خوب جاننے والا ہے۔(ت)

مسئلہ ۳: ازملک بنگالہ شہر نصیر آباد قصبہ لاماپڑا مرسلہ محمد علیم الدین صاحب ۵ جمادی الاولی ۱۳۱۴ھ

کار خیر مثل وعظ وغیرہ کے واسطے ڈھل سے خبر کرنا جائز ہے یانہ؟ یعنی ایسا مقام ہو کہ وہاں عوام الناس بہت ہی دین کے مسئلہ سے ناواقف اور وہاں کوئی علیم جاکر ڈھنڈورہ پٹوائے کہ فلاں روز میں وعظ کروں گا بقصد فائدہ عام اس صورت میں جائز ہوگا یا نہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب:

ظاہر جواز ہے اور بذریعہ اشتہار اعلان انسب، درمختار میں ہے:

من ذلك ضرب النوبة للتفاخر للتنبیه فلاباس به[2]۔	اسی لہو میں سے یہ بھی ہے کہ باری پر دف بجانا آپس میں فخر جتانے کے لیے، اور اگر آگاہ اور ہوشیار کرنے کے لیے ہو تو کوئی حرج نہیں۔(ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب القدر باب رحمتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۵۵

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۸

درمنتقی میں ہے:

ینبغی ان یکون بوق الحمام یجوز کضرب النوبۃ [1]۔	مناسب ہے کہ حمام میں حمام کا بگل بجایا جائے کیونکہ یہ جائز باری کے دف کی طرح (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وینبغی ان یکون طبل السحر فی رمضان لایقاظ النائمین للسحور کبوق الحمام تامل [2]۔واللہ تعالٰی اعلم۔	یہ بھی مناسب ہے کہ سحری کرنے والوں کے لیے سحری کے وقت طبل بجانا، سونے والوں کو جگانے کے لیے، حمام کے بگل بجانے کی طرح جائز ہے غور کیجئے۔واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۲تا ۱۲: از الفی ملک مدراس مرسلہ حاجی عبدالرحمٰن خلف حاجی محمد ہاشم ۱۶ربیع الاخر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ گزشتہ ۳ ماہ شوال ۱۳۱۵ھ کو یہاں ایک مسجد میں مولود شریف ہوا،اکثر خاص اور عام اہل اسلام بقصد سماعت مولود شریف حاضر ہوئے،جب میلاد خوانی سے فراغت ہوئی تھوڑے لوگ ان حاضرین سے اٹھ کھڑے ہوئے اور باہم دیگر ہاتھوں کو پکڑ کے حلقہ باندھ گئے اوراس حلقہ کے بیچ میں ایک شخص آکھڑا ہوااور حلقہ والے لوگ رقص اور تمایل کے ساتھ ہاہُو مچاکے بڑے زور سے الااللہ کے طور سے ذکر کرنے کو شروع کئے یہاں رقص اور تمایل کازور اور وہاں تصفیق کا شور یعنی بیچ میں جو شخص کہ کھڑا تھااس نے حلقے والوں کے رقص اور تمایل کے وزن پر تصفیق نہایت موزونیت کے ساتھ کرتا تھاجب یہ غل شروع ہواتو اکثر لوگ اس مجلس کے نکل کر چلے گئے بناءً علیہ اس حلقہ میں ایک شخص:

"وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾" [3] الخ	جس کسی نے میرے ذکر سے منہ پھیرااس کے لیے تنگ گزران ہے اور ہم قیامت کے روز اسے اندھا ہونے کی صورت میں اٹھائیں گے الخ (ت)

اس آیت کو پڑھ کے معنی بیان کیا کہ جو شخص ایسے ذکر کے مجلس سے اٹھ جاتا ہے اس کے حق میں اللہ تعالٰی

---

[1] الدر المنتقی فی شرح الملتقی علی ہامش مجمع الانہر کتاب الکراہیۃ باب فی المتفرقات بیروت ۲/ ۵۵۳

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۳

[3] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۴

فرماتا ہے کہ اس کو قیامت کے روز اندھا کرکے اٹھاؤں گا۔ اس مضمون کو بڑے زور شور سے بیان کیا، دوسرے روز بعض اصحاب علم نے اس شخص سے کہا کہ تو نے جو ذکر سے ہیئت کذائی مذکورہ مراد لیا سو سراسر غلط اور خلاف اصحاب تفسیر ہے دیکھ تفسیر جلالین۔ یہ سنتے ہی اس شخص نے کہا کہ تفسیر جلالین ظاہری تفسیر ہے اہل باطن کے لیے قاعدہ دوسرا ہے، انجام اس نے تفسیر جلالین کو حقارت کاالزام دیا، بنابراس کے دریافت کیا جاتا ہے:

(۱) جو مسلمان اس محفل سے نکل گئے وہ قیامت کے روز اندھے ہوکے اُٹھیں گے۔ یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟

(۲) مذکورہ شخص ذکر سے یہ ہیئت کذائی مراد لیا سو درست ہے یا نہیں؟

(۳) "**وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ**"[1] سے یہاں کیا مراد اور شان نزول اس آیت کا کیا ہے؟

(۴) تفسیر جلالین کی جو حقارت کرے اس کے لئے شرع شریف میں کیا سزا ہے؟

(۵) جو مسلمان اس مجلس سے نکل گئے وہ قیامت کے روز اندھے ہو کر اٹھیں گے، یہ بات صحیح نہیں تو ایسے الفاظ سے مسلمانوں پر تہمت ڈالنے والا شخص ازروئے اسلام کون ہے؟

(۶) تفسیر جلالین کی حقارت کرنے والے پر کفر ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

(۷) ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

(۸) تجدید اسلام یا توبہ لازم ہوتا ہے یا نہیں؟

(۹) ان حلقے والوں کا ذکر جس کی ہیئت اوپر ذکر کی گئی ہے ایسا ذکر اور رقص اور تصفیق (تالی بجانا) شرع شریف میں درست ہے یا نہیں؟ زاور جو شرع کو ایسا ویسا سمجھے اور معرفت کا دعوی کرے لوگوں کو بموجب شرع شریف کیا کہنا چاہئے؟ **بیّنوا اجزا کم اللہ فی الدارین** (بیان فرماؤ کہ اللہ تعالٰی دنیا وآخرت میں تمہیں بہترین عطا فرمائے۔ت)

الجواب:

حلقہ ذکر جبکہ نہ بروجہ ریا وسمعہ بلکہ خالصًا لوجہ اللہ ہو فی نفسہٖ امر محبوب ومندوب ہے اور اس میں حضور شرعًا مامور ومطلوب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **اذامررتم بریاض الجنۃ فارتعوا**۔ جب تم جنت کی کیاریوں پر گزرو تو ان کے پھل پھول سے

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۴

تمتع کرو **قالوا ومارياض الجنّة** صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! وہ جنت کی کیاریاں کیا ہیں؟ فرمایا، ذکر کے حلقے۔

رواه احمد[1] والترمذی والبیهقی فی شعب الایمان عن انس رضی الله تعالٰی عنه بسند جید۔	مسند امام احمد، امام ترمذی اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بہترین سند سے اس کو روایت کیا۔ (ت)

اور یہ رقص اگر معاذاللہ بروجہ تصنّع وریاء ہے حرام قطعی وجریمہ فاحشہ ہے اور بطور لہوولعب بھی ناجائز ومسقط عدالت، اور تمایل کے ساتھ مثل رقص فواحش اشد حرام، نصاب الاحتساب باب سادس پھر تاتارخانیہ پھر فتاوٰی خیریہ میں ہے:

مسئلة هل یجوز الرقص فی السماع الجواب لایجوز و ذکر فی الذخیرة انه کبیرة ومن اباحه من المشائخ فذٰلك الذی صارت حرکاته کحرکات المرتعش[2] الخ	**مسئلہ** کیا سماع (قوالی) میں ناچ جائز ہے؟ **جواب** جائز نہیں، اور ذخیرہ میں ذکر کیا گیا کہ ناچنا کبیرہ گناہ ہے اور مشائخ میں سے جس نے اسے مباح قرار دیا وہ اس کے حق میں ہے جس کی حرکات مثل رعشہ والے کے بے اختیار ہوں الخ (ت)

درمختار میں ہے:

لاتقبل من یلعب بلهو شنیع بین الناس کالطنابیر والمزامیر وان لم یکن شفیعا نحو الحداء فلا الا اذا فحش بان یرقصوا به، خانیة لدخوله فی حد الکبائر بحر اه ملتقطا۔[3]	جو شخص لوگوں میں برا کھیل تماشا کرے جیسے طنبور (ستار) کا استعمال اور مزامیر (بانسری) وغیرہ، آلاتِ راگ وغیرہ کا استعمال تو وہ مردودالشہادۃ ہوگا یعنی اس کی گواہی قابل قبول نہ ہوگی اگر راگ بے حد بُرانہ ہو جیسے عربی گیت مثلاً حدی خوانی تو وہ ممنوع نہیں لیکن اگر اس میں فحش کلام اور ناچ وغیرہ شامل ہوں تو ممنوع ہے، خانیہ، اس لئے کہ وہ کبیرہ گناہوں میں داخل ہوگیا، بحر اھ ملتقطا۔ (ت)

[1] مسند امام احمد بن حنبل مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۳/ ۱۵۰

[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الکراہۃ مطلب فی الرقص فی السماع دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۷۹

[3] درمختار کتاب الشہادات باب القبول مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۵

علامہ برکوی طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

يدخل فيهما مايفعله بعض الصوفية بل هو اشد لانهم يفعلونه على اعتقاد العبادة قال الامام ابو الوفاء بن عقيل رحمه الله قد نص القرأن على النهى عن الرقص فقال و لاتمش فى الارض مرحا وذم المختال بقوله ان الله لايحب كل مختال فخور، والرقص اشد من المرح والبطر وقال ابو بكر الطرطوسى رحمه الله تعالٰى فاول من احدثه اصحاب السامرى لما اتخذ عجلا جسداله خوار قاموا يرقصون عليه ويتواجدون وقال البزازى فى فتاواه قال القرطبى هذا الرقص حرام بالاجماع وسيد الطائفة احمد السنوى صرح بحرمته ورأيت فتوٰى شيخ الاسلام جلال الدين الكيلانى ان مستحل هذا الرقص كافر و للزمخشرى فى كشافه كلمات فيهم تقوم بها عليهم الطامات وللامام المحبوبى اشد	جو کچھ صوفیہ کرتے ہیں وہ اس میں داخل ہے بلکہ زیادہ سخت جرم ہے کیونکہ یہ کام اعتقاد عبادت کی بناپر کرتے ہیں، چنانچہ امام ابوالوفا ابن عقیل رحمۃاللہ علیہ نے فرمایا ناچنے سے منع کرنے پر قرآن مجید کی تصریح موجود ہے۔اللہ تعالٰی کاارشاد ہے زمین پر اترا کرنہ چلو۔اللہ تعالٰی نے اپنے اس ارشاد سے اترانے والے کی مذمت فرمائی بے شک اللہ تعالٰی کسی اترانے والے، فخر کرنے والے کوپسند نہیں کرتا او رناچنا، اترانا، فخر کرنا ایک جیسے اعمال ہیں بلکہ ناچنا اترانے اور فخر کرنے سے بھی بڑاجرم ہے۔ابوبکر طرطوسی رحمۃاللہ علیہ نے فرمایا سب سے پہلے جس نے اس بدعت کوایجاد کیا وہ اصحاب سامری ہیں جب انہوں نے بچھڑے کاایک ڈھانچہ تیار کیاجو گائے جیسی آواز نکالتا تھا یاجس سے گائے کی آواز کی طرح آواز نکلتی تھی تو وہ کھڑے ہوکر اس کے سامنے ناچنے لگے اور وجد کرنے لگے یعنی جھومنے لگے۔امام بزازی نے اپنے فتاوٰی بزازیہ میں فرمایا ناچ بالاجماع حرام ہے۔سیدالطائفہ احمد سنوی نے اس کی حرمت کی صراحت فرمائی ہے، میں نے شیخ الاسلام جلال الدین گیلانی کافتوٰی دیکھا جس میں کہاگیاکہ ناچ کو حلال کرنے والا یعنی جائز قرار دینے والا کافرہے۔علامہ زمخشری نے اپنی تفسیر کشاف میں ان کے متعلق ایسے کلمات

من ذلك انتہٰی قلت من له انصاف اذا راٰی رقص صوفية زماننا فی المساجد والدعوات مختلطا بھم المرد واھل الاھواء والقری من جھال العوام و المبتدعة الطغام لایعرفون الطھارة والقراٰن و الحلال والحرام بل لایعرفون الایمان والاسلام لھم زعیق وزئیرمثل ھائی وھویئ وھیبیئ وھیا یقول لامحالة ھٰؤلاء اتخذوا دینھم لھواولعبا[1] اھ ملخصًا۔	لکھے ہیں کہ جن سے ان پر بڑے مصائب قائم ہوسکتے ہیں اور امام محبوبی کے کلمات ان سے بھی زیادہ سخت ہیں اھ، **میں کہتا ہوں** کہ جس کی طبیعت میں انصاف ہو وہ ذرا ہمارے زمانے کے صوفیا کامساجد میں ناچنا کودنا شور مچانا دیکھے کہ بے ریش لونڈے خواہشات نفسانی کے متوالے، جاہل دیہاتی اور بیوقوف بدعتی ان میں ملے جلے ہوتے ہیں جو طہارت سے ناآشنا، قرآن مجید کے ادب سے ناواقف اور حلال وحرام کی پہچان سے بے بہرہ ہوتے ہیں جو سوائے چیخنے چلّانے کے اور کچھ نہیں جانتے ایمان اوراسلام کی معرفت سے لاعلم ہوتے ہیں، فرمایاان لوگوں نے اپنے دین کو کھیل تماشابنار کھا ہے اھ ملخصا۔(ت)

ردالمحتار میں مختار سے ہے:

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم انه کرہ رفع الصوت عند قراءة القراٰن والجنازة والزحف و التذکیر فماظنك عندالغناء الذی یسمونه وجدا و محبةفانه مکروہ لااصل له فی الدین[2]۔	حضوراکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے تلاوت قرآن، نماز جنازہ، جنگ اور وعظ کے دوران بلند آواز کو ناپسند فرمایا۔ پھر تمہارا کیاخیال ہے اس چیخ وپکار کے بارے میں جو اس راگ کے وقت ہو جس کو یہ لوگ وجد اور محبت کانام دیتے ہیں۔ بلاشبہہ یہ مکروہ ہے، دین میں اس کی کوئی اصل نہیں۔(ت)

یوہیں تالیاں بجانا بھی وجوہ مذکور پر ناجائز وممنوع ہے۔ شامی میں زیر قول شارح:

کرہ کل لھو بقوله علیه الصلٰوة والسلام کل لھو المسلم	ہر کھیل مکروہ ہے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ مسلمان کا ہر کھیل

[1] طریقه محمدیه الصنف التاسع فی آفات بدن الخ مکتبہ حنفیّہ کانسی روڈ کوئٹہ ۲/ ۶۷۔ ۲۶۴

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۵

حرام الا ثلثۃ [1] ۔	سوائے تین کے حرام ہے۔(ت)

علامہ قہستانی سے ہے:

الاطلاق شامل لنفس الفعل واستماعہ کالرقص و السخریۃ والتصفیق فانہا کلہا مکروھۃ لانہا زی الکفار [2] اھمختصرًا	اطلاق (یعنی بلاقید ذکر کرنا) نفس فعل اور اس کی سماعت کو شامل ہے جیسے ناچنا، مذاق کرنا اور تالیاں بجانا۔اس لئے کہ یہ سب مکروہ ہیں کیونکہ یہ عادات کفار ہیں۔اھ مختصرًا (ت)

اقول: تصدیق اس کی کہ تالی بجانا افعال کفار سے ہے، خود قرآن عظیم میں موجود اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً" [3] ۔	نہ تھی ان کی نماز کعبے کے پاس مگر سیٹی اور تالی۔

معالم میں ہے:

قال ابن عباس والحسن، المکاء الصفیر والتصدیۃ التصفیق قال ابن عباس کانت قریش تطوف بالبیت وھم عراۃ یصفرون و یصفقون۔ [4]	عبداللہ ابن عباس اور حسن بصری نے فرمایا قرآن مجید میں جو لفظ "المکاء" آیا ہے اس کے معنی سیٹی بجانا ہے اور تصدیہ کے معنی ہیں تالی بجانا۔ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ قریش کعبہ شریف کا ننگے ہو کر طواف کرتے اور سیٹیاں اور تالیاں بجایا کرتے تھے (ت)

اور جو فعل حرام ہے اس میں شریک ہونا اس کا تماشا دیکھنا بھی حرام ہے۔

کماافادہ فی غیرما مسئلۃ وقدسمعت الاٰن ان الاستماع کالفعل۔	جیسا کہ بہت سے مسائل میں اس کا افادہ کیا اور ابھی آپ نے سنا(پڑھا) کہ سننا فعل کی طرح ہے۔(ت)

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۸

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۳

[3] القرآن الکریم ۸/ ۳۵

[4] معالم التنزیل علی ہامش الخازن تحت وماکان صلاتھم مصطفی البابی حلبی مصر ۳/ ۳۰

جوہرہ نیرہ پھر درمنتقی پھر ردالمحتار میں ہے:

مایفعله متصوفة زماننا حرام لایجوز القصد و الجلوس الیه ومن قبلهم لم یفعل کذٰلک[1]۔	ہمارے زمانے کے نمائشی صوفی جو کچھ کرتے ہیں وہ حرام ہے لہٰذا اس کا ارادہ کرنا اور ایسی مجلس میں بیٹھنا جائز نہیں اور ان سے پہلے کبھی ایسا نہ کیا گیا۔(ت)

ہاں اگر مغلوبین صادقین بے تصنع وبے اختیار یادِ محبوب پر وجد میں آئیں اور ان ماسوی اللّٰه حتی کہ اپنی جان سے بے خبروں کو جام عشق کی پر جوش مستیاں والہ سرگشتہ بنائیں تو یہ دولت عظمٰی ونعمت کبرٰی ہے جسے بخشیں جسے عطافرمائیں، یہ حالت نہ زیر قلم نہ قسم عمل نہ اس پر انکار کا اصلاً محل اگرچہ اصحاب تمکین وجبال شامخین ہداۃ مرشدین وقدوہ فی الدین کہ پہاڑ ٹل جائیں اور جنبش میں نہ آئیں ارفع واعلٰی ہیں خاص وارثان حضرات عالیہ انبیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء ہیں۔

قلت ودون ھٰؤلاء مرتبة الاوساط الصادقین السالکین مسلك الاقتداء بالعاشقین مع الاخلاص المبین کالفجر المبین یریدون القدوۃ لوجدان الطریقة لان التعود ربما جر الی الحقیقة کما اشار الیه الامام حجة الاسلام فی احیاء العلوم علی ان من تشبه بقوم فھو منھم[2] وھذا وعر وبرزخ صعب لایقدر علیه الامن تخلی عن الھوی وقدرعلی نفسه ان یمسك عنانھاعن الطغوی لیس	میں کہتا ہوں کہ مرتبۃ الاوساط یعنی اوسط درجہ کے لوگوں کا درجہ جو سچے ہیں ان سے کم ہے ظاہر اخلاص کے ساتھ، جیسے فجر کا اجالا۔ وہ عشاق کی اقتداء کرتے ہیں ان کے مسلک پر چلتے ہیں حصول طریقہ کے لئے وہ پیشوائی کا ارادہ رکھتے ہیں کیونکہ بعض اوقات عادت حقیقت کی طرف کھینچ لے جاتی ہے جیسا کہ حجۃ الاسلام امام غزالی نے احیاء العلوم میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے علاوہ ازیں جو کسی کی مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے، یہ مسلک مشکل اور برزخ یعنی متوسط درجہ دشوار ہے اس کی قدرت وہی شخص رکھ سکتا ہے جو نفسانی خواہش سے مبرا ہو۔ اور اپنے نفس کے گھوڑے کو لگام دے کر آگے بڑھنے

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۲

[2] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشھرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۳

بینه وبین التصنع المذموم الا کما بین سواد العین وبیاضه اوشفة المرء وفیه من رتع حول الحمی اوشك ان یقع فیه[1]۔ نسأل الله العفو والعافیة۔	سے روکنے اور باز رکھنے پر قادر ہو۔ پس اس کے اور تصنع مذموم کے درمیان اتنی ہی مسافت ہے جتنی آنکھ کی سیاہی اور سفیدی کے درمیان ہے یا جتنی آدمی کے ہونٹ اور زبان کے درمیان ہے، اور جو کوئی چراگاہ کے چاروں اطراف کے ساتھ چرے تو اس چراگاہ میں چلے جانے کا قوی امکان ہے۔ ہم اللہ تعالٰی سے درگزر اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ (ت)

نصاب الاحتساب وتاتارخانیہ وفتاوٰی خیریہ وردالمحتار وغیرہا میں ہے:

له شرائط ان لایقوموا الامغلوبین ولایظهروا وجدا الاصادقین[2]۔	اس کے لئے شرائط ہیں، ایک یہ کہ وہ نہ اٹھیں مگر مغلوب ہو کر اور وجد کا اظہار نہ کریں سوائے سچا ہونے کی حیثیت کے۔ (ت)

منتقٰی شرح ملتقٰی پھر شامیہ میں ہے:

شرط الواجد فی غیبته ان یبلغ الی حدلوضرب وجهه بالسیف لایشعر فیه بوجع[3]۔	وجد کرنے والے کی وجدانی کیفیت گم سم ہو جانے کی حالت کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ اس حد تک حاوی ہو کہ اگر وجد والے کے چہرے پر تلوار کی ضرب (چوٹ) لگائی جائے تو تب بھی اسے درد کا احساس اور شعور نہ ہونے پائے۔ (ت)

خیریہ میں ہے:

فی التتارخانیة مایدل علی جوازہ للمغلوب الذی حرکاته کحرکات المرتعش وبهذا افتی البلقینی و برهان الدین الابناسی وبمثله احباب بعض ائمة	فتاوٰی تتارخانیہ میں ہے کہ مغلوب الحال کے وجد کے جواز پر جو چیز دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کی حرکات رعشہ والے کی حرکات کی مانند ہوں۔ (یعنی بے ساختہ اور بے اختیار ہوں) علامہ بلقینی اور علامہ برہان الدین ابناسی

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع باب الحلال بین والحرام بین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷۵

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۲

[3] ردالمحتار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحة داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۲

الحنفیة والمالکیة وکل ذٰلك اذا خلصت النیة وکانوا صادقین فی الوجد مغلوبین فی القیام والحرکة عند شدة الھیام[1]۔	نے اس پر فتوٰی دیا ہے اور بعض ائمہ حنفیہ اور مالکیہ نے بھی اسی کے مطابق جواب دیا ہے۔اور یہ سب کچھ اس وقت ہے جبکہ نیت خالص ہو اور وجدوالے وجد میں سچے ہوں اور اٹھنے بیٹھنے اور حرکت میں جنون عشق کی شدت سے مغلوب ہوں۔(ت)

مجمع الانہر میں زیر قول مذکور ملتقی الابحر ہے:

فی التسھیل فی الوجد مراتب وبعضه یسلب الاختیار فلاوجه للانکار بلاتفصیل[2]۔	تسہیل میں ہے کہ "وجد"کے کچھ مراتب ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ جن میں اختیار سلب ہو جاتا ہے یعنی اختیار بالکل نہیں رہتا۔پھر بغیر تفصیل جاننے کے بیمار کی صحت یابی کی صورت پیداہونا مشکل ہے۔(ت)

شفاء العلیل علامہ شامی میں ہے:

لاکلام لنامع الصدق من ساداتنا الصوفیة المبرئین عن کل خصلة ردیة فقد سئل امام الطائفتین سیدنا الجنید ان اقواما یتواجدون ویتمایلون فقال دعوھم مع اللہ تعالٰی یفرحون ولوذقت مذاقھم عذرتھم فی صیاحھم وشق ثیابھم اھ،ولاکلام لنا ایضا مع من اقتدی بھم وذاق من مشربھم ووجد من نفسه الشوق	ہمارا کلام سچائی پر مبنی ہے،ہمارے سادات صوفیا گھٹیا عادات سے پاک ہیں پس وہ نمائشی صوفیا سے نہیں،چنانچہ دو گروہوں کے امام سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا گیا کہ کچھ لوگ وجد کرتے اور لڑکھڑاتے ہیں(یعنی ادھر ادھر جھومتے ہیں)اس بارے میں آپ کیافرماتے ہیں؟ارشاد فرمایا کہ ان کو چھوڑدو یہ اللہ تعالٰی سے خوشی پاتے ہیں اگر تجھے بھی ان جیسا ذوق حاصل ہوتاتو ان کو اس چلانے اور گریبان پھاڑنے میں معذور جانتااھ اور ہمارا کلام ان سے بھی نہیں کہ جنہوں نے(مذکورہ

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الکراھة والاستحسان دارالمعرفة بیروت ۲/ ۱۸۲

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الکراہیة فصل فی المتفرقات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۵۲

والهیام فی ذات الملك العلام، بل کلامنا مع هٰؤلاء العوام الفسقة اللئام الذین اتخذوا مجلس الذکر شبکة لصید الدنیا الدنیة وقضاء لشهواتهم الشنیعة الردیة ولسنا نقصد منهم تعیین احد فالله مطلع علی احوالهم [1] اھ مختصرًا۔	بزرگوں کی) اقتداء کی اور ان کے مشرب کا ذائقہ چکھا اور اپنے اندر شوق اور جنون عشق، ملک علام (یعنی اللہ تعالٰی کی ذات ستودہ صفات) میں پایا، بلکہ ہماری گفتگو ان عام لوگوں کے ساتھ ہے جو فاسق اور کمینے ہیں جنہوں نے محفل ذکر کا جال حقیر اور معمولی دنیا کے شکار کے لئے لگا رکھا ہے اور اپنے بد ترین سفلی جذبات کی تسکین کے لئے محفل ذکر کو آڑ بنایا اور ہم اس میں کسی ایک کے تعین کا ارادہ نہیں رکھتے کیونکہ اللہ تعالٰی ہی ان کے حالات سے پوری طرح آگاہ اور واقف ہے اھ مختصرًا (ت)

اسی کی منہیہ میں نور العین فی اصلاح جامع الفصولین سے ہے۔ علامہ ابن کمال باشا نے اس سوال کے جواب میں فرمایا:۔

مافی التواجد ان حققت من حرج ولا فی التمایل ان اخلصت من باس فقمت تسعی علی رجل وحق لمن دعاہ مولاہ ان یسعی علی الراس الرخصة فیما ذکر من الاوضاع عند الذکر والسماع للعارفین الصارفین اوقاتهم الی احسن الاعمال السالکین المالکین لضبط انفسهم من قبائح الاحوال فهم لا یستمعون الا من الاله ولا یشتاقون الا له ان ذکروہ ناحوا وان وجدوہ	جو وجد حقیقت پر مبنی ہو اگر جھومنا اخلاص سے ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، پھر تو کھڑے ہو کر ایک پاؤں پر دوڑنے لگا جسے اس کا مولا بلائے اس پر واجب ہے کہ سر کے بل دوڑ پڑے۔ ذکر اور سماع کے وقت اوضاع مذکورہ کی اجازت ہے ان عارفین کے لئے ہے جو اپنے اوقات بہترین اعمال بجالانے میں صرف کرتے ہیں اللہ تعالٰی کی راہ اختیار کرتے ہیں، اپنے نفس کو قبیح اعمال سے روکنے پر قادر ہوتے ہیں پھر وہ صرف اللہ تعالٰی ہی سے سنتے اور اسی کے مشتاق رہتے ہیں، اگر اس کی یاد میں مصروف ہوں تو نوحہ کرنے لگتے ہیں

[1] شفاء العلیل رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۱۷۲۔۱۷۳

صاحوا،اذا غلب علیهم الوجد فمنهم من طرقته طوارق الهیبة فخروذاب ومنهم من برقت له بوارق اللطف فتحرك وطاب هذا ماعن لی فی الجواب۔واللّٰه اعلم بالصواب[1]۔	اگر اسے پالیں تو چیخنے چلانے لگتے ہیں بشرطیکہ وہ وجد سے مغلوب ہوں، پھر ان میں کوئی وہ ہیں جنہیں مصائب الٰہی نے جھنجھوڑا تو گرپڑے اور پگھل گئے اور ان میں کوئی وہ ہیں جن پر لطف وکرم کانزول ہوا تو خوش ہو کر متحرک ہوگئے۔ میرے لئے یہی جواب ظاہر ہوا۔اور اللہ تعالٰی راہ صواب کو خوب جاننے والا ہے۔(ت)

سیدی عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں زیر کلام مذکور متن فرماتے ہیں:

اعلم ان هذا الذی سبق ذکره فی المتن من عبارات الفقهاء جمیعه فی حق من ذکرناهم من طائفة متصوفة اللّٰه اعلم بعیانهم،والافالوجدوالتواجد الذی تعلمه الفقراء الصادقون فی هذا الزمان وبعده کما کانوا یعلمونه من قبل فی الزمان الماضی نور و هدایة واثرتوفیق من اللّٰه تعالٰی وعنایة قال المناوی فی طبقات الاولیاء قیل للجنید قدس سره ان قوما یتواجدون قال دعوهم مع اللّٰه یفرحون وقال النجم الغزی فی حسن التنبه عند ذکره حال المولهین فی اللّٰه فی باب تشبه العاقل بالمجنون والیه الاشارة بقوله صلی اللّٰه تعالٰی	متن میں تمام فقہاء کرام کی جن عبارات کا پہلے ذکر ہوا یہ ان صوفیا کے حق میں ہے جو مذکور ہوئے اللہ تعالٰی ان کی ذوات سے بخوبی واقف ہے،ورنہ وجد اور تواجد جسے اس زمانے میں سچے فقراء ہی جانتے ہیں اور گزشتہ دور کے فقراء جانتے تھے وہ تو ایک نور ہدایت اور اللہ تعالٰی کی توفیق وعنایت کا ایک اثر ہے۔علامہ مناوی نے طبقات الاولیاء میں فرمایا: حضرت جنید بغدادی قدس سرہ سے عرض کی گئی کہ کچھ لوگ وجد کرتے ہیں توفرمایا انہیں اللہ تعالٰی کے ساتھ چھوڑدو کہ خوش رہیں۔ فرمایا نجم الغزی نے حسن التنبہ میں اللہ تعالٰی کے معاملہ میں لوگوں کا حال ذکر کرتے ہوئے "تشبہ عاقل بالمجنون" کے باب میں کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد سے اسی طرف اشارہ فرمایا

[1] منهیة علی ہذہ العبارت(شفاء العلیل) سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۷۲

| علیه وسلم اکثرواذکر الله حتی یقولوا مجنون رواه الامام احمد وابویعلی وابن حبان والحاکم و صححاه عن ابی سعید الخدری رضی الله تعالٰی عنه، و ربما غلب الوله علی اهل الله تعالٰی والوجد حتی یغیبوا من وجودهم فتبدوا منهم احوال وافعال لو صدرت عن مشاهد الفعل لحکموا علیه انه خرج عن حد العقل کالرقص والدوران وتخریق الاثواب وهی حالة شریفة علامة صحتها ان تحفظ علٰی صاحبها اوقات الصلٰوات وسائر الفرائض فترد علیهم فیها عقولهم وهذا حال جماعة من اولیاء الله تعالٰی منهم الشبلی وابوالحسن النوری وسمنون المحب و سعدون المجنون وامثالهم،
روی ابونعیم فی الحلیة عن یحیی بن معاذ الرازی انه سئل عن الرقص فانشد یقول ؎
دققنا الارض بالرقص
علی لطف معانیکا | کثرت سے اللہ تعالٰی کا ذکر کیا کرو یہاں تک کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہنے لگیں۔امام احمد،ابویعلٰی،ابن حبان اور حاکم نے اس کو روایت کیا اور آخری دو نے اس کو صحیح قرار دیا۔اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے اس کو روایت کیا گیا۔اور بعض اوقات "اہل اللہ" پر حیرت اور وجد کی کیفیت غالب ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ اپنے وجود سے غائب ہوجاتے ہیں یا اپنا وجود کھو بیٹھتے ہیں تو ان سے ایسے حالات ظاہر ہوتے ہیں اگر شاہد فعل سے صادر ہوتے تو اس پر حکم لگاتے کہ یہ حد عقل سے خارج ہے جیسے ناچنا، گھومنا اور کپڑے پھاڑ ڈالنا۔اور یہ ایک شریف حالت ہے اور اس کی صحت کی علامت یہ ہے کہ صاحب حالت پر اوقات نماز اور دیگر فرائض محفوظ ہوتے ہیں پھر اس حالت میں ان کی عقلیں لوٹا دی جاتی ہیں اور یہ حال اولیاء اللہ کی ایک جماعت کا ہے ان میں سے خواجہ شبلی، ابوالحسن نوری، سمنون محب، سعدون مجنون اور ان جیسے دیگر اکابرین امت ہیں،
چنانچہ محدث ابونعیم نے الحلیہ میں یحیٰی بن معاذ رازی سے روایت کی ہے کہ ان سے ناچ کے بارے میں پوچھا گیا تو وہ یہ کہنے لگے: ہم نے ناچ سے زمین کو روندا اور پامال کیا (یہ سب کچھ) تیرے معانی سے لطف اندوز ہونے کے لئے کیا۔ |

ولاعیب علی الرقص
لعبد ھائم فیکا
وھذا دقنا الارض
اذا کنا بنادیکا

واما من اظھر ھذہ الاحوال تعمدا للتوصل الی الدنیا اولیعتقدہ الناس ویتبرکوا بہ فھذا من اقبح الذنوب المھلکات انتھی،

وقال الغزالی فی الاحیاء ان ابا الحسن النوری رحمہ اللہ تعالٰی کان مع جماعۃ فی دعوۃ فجرت بینھم مسألۃ فی العلم وابوالحسن ساکت ثم رفع راسہ وانشدھم یقول ؎

ربّ ورقاء ھتوف فی الضحٰی
ذات شجو ھتفت فی فنن
ذکرت الفا وحزنا صالحا
فبکیت حزنا فھاجت حزنی
فبکائی ربما ارقھا
وبکاھا ربما ارقنی
ولقد تشکو فما افھمھا
ولقد اشکو فما یفھمنی
غیرانی بالجوی اعرفھا
وھی ایضا بالجوی تعرفنی

قال فما بقی احد من القوم الاقام

ناچ کرنے میں کوئی عیب نہیں اس بندہ کے لئے جو تیری ذات میں سرگشتہ اور گم ہوا اور محو ہوا، اور یہ ہمارا زمین کو ناچ کے ذریعے روندنا اور پامال کرنا اس لئے ہے کہ ہم تیرا ارادہ اور قصد کرنے والے ہیں، لیکن جس نے ان حالات کو دانستہ طورپر دنیا تک رسائی کے لئے ظاہر کیا یا اس لئے کہ لوگ اس کے عقیدت مند ہوجائیں اور اس سے تبرک حاصل کریں تو یہ کارروائی مہلک اور تباہ کن گناہوں سے بھی زیادہ قبیح ہے اھ۔

چنانچہ امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کسی دعوت میں ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اچانک ان کے درمیان ایک علمی بحث چھڑ گئی اور حالت یہ تھی کہ ابوالحسن نوری بالکل خاموش بیٹھے تھے پھر اچانک سر اٹھایا اور یہ اشعار پڑھنے لگے، بہت سی کبوتریاں چاشت کے وقت لمبی لمبی آوازیں نکال کر درختوں کی شاخوں پر بولنے لگیں۔ میں نے محبت اور قابل قدر غم کو یاد کیا پھر میں غم کی وجہ سے رو پڑا اور میرے غم میں ابال اور جوش آگیا۔ بسا اوقات میری گریہ وزاری نے انہیں نرم کردیا اور بسا اوقات ان کی آہ وبکا نے مجھے نرم کرڈالا۔ بیشک وہ شکوہ وشکایت کرتی ہیں مگر میں تو انہیں نہیں سمجھاتا۔ اور میں شکایت کرتا ہوں تو وہ مجھے نہیں سمجھاتی مگر میں اپنے اندرونی سوز عشق

الاقام وتواجد ولم یحصل لھم ھذا الوجد من العلم الذی خاضوافیہ وان کان العلم حقا انتھی و لاشك ان التواجد فیہ تشبّہ باھل الوجد الحقیقی وھو جائز بل مطلوب شرعًا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من تشبہ بقوم فھو منھم رواہ الطبرانی فی الاوسط عن حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہ،ھذا اذاکان قصدہ بذلك مجرد التشبہ بھم والتبرك بسیرتھم محبۃ لھم ورغبۃ فی زیادۃ المیل الیھم واما اذاکان مقصدہ ان یعتقدہ الناس و یتبرکون بہ فھوالابس ثوبی زورفھو مذموم ممقوت عنداللہ تعالٰی والناس یحملونہ علی المحامل الحسنۃ واما التواجد علی الوجہ الصحیح فقداشار الیہ الشیخ القشیری فی رسالتہ حیث قال قوم قالوا التواجد غیرمسلم لصاحبہ لمایتضمن من التکلف ویبعد عن التحقیق وقوم قالوا انہ مسلم	کی وجہ سے اسے پہچانتاہوں اور وہ بھی اپنے اندر موجزن سوز عشق کی وجہ سے مجھے پہچانتی ہے۔پھربقول راوی سب کے سب وجد کرنے لگے اور یہ وجد اس علم کی وجہ سے نہ تھا جس میں وہ الجھے ہوئے تھے اگرچہ علم حق ہے انتہی، بلاشبہ اس تواجد میں حقیقی وجد کرنے والوں سے مشابہت ہے اور یہ جائز ہے بلکہ شرعًا مطلوب ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔امام طبرانی نے "الاوسط" میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے، یہ تب ہے کہ جب اس سے اس کا ارادہ محض ان سے تشبہ اور ان کی عادات سے برکت حاصل کرنا ہو،ان سے محبت رکھتے ہوئے او ان کی طرف زیادہ راغب ومائل ہوتے ہوئے۔لیکن اگر اس کامقصد یہ ہو کہ لوگ اس (طریقہ) سے اس کے معتقد ہوجائیں اور اس سے برکت حاصل کریں توپھر وہ جھوٹالباس پہننے والا ہے جو اللہ تعالٰی کے نزدیک مذموم ومغضوب ہے(اس کے باوجود)لوگ اچھے محمل پر محمول اور قیاس کرتے ہیں لیکن صحیح طورپر وجد کرنا تو شیخ قشیری نے اپنے رسالہ میں اس کی طرف اشارہ فرمایا،فرمایا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ باہم وجد کرنا صاحب وجد کے لئے ٹھیک نہیں اس لئے کہ وہ تکلف پر مبنی اور تحقیق سے بعید ہے۔اور کچھ لوگ کہتے

للفقراء المجردین الذین ترصدوا لوجدان ھذہ المعانی واصلھم خبرالرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابکوافان لم تبکوا فتبا کوا انتھٰی وفی شرعۃ الاسلام من السنۃ ان یقرأ القراٰن بحزن ووجدفان القراٰن نزل بحزن فان لم یکن لہ حزن فلیتحازن انتھٰی والحاصل ان تکلف الکمال من جملۃ الکمال والتشبہ بالاولیاء لمن لم یکن منھم امرمطلوب مرغوب فیہ علی کل حال[1] اھ ملتقطا۔	ہیں کہ وہ مجرد فقراء کے لئے ٹھیک ہے جو ان کے معانی کے پانے کے منتظر رہتے ہیں اور اس کی اصل اور بنیاد آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث ہے (چنانچہ آپ نے فرمایا) لوگو! رویا کرو اور اگر رونہ سکو تو رونی صورت بنایا کرو انتہی۔ شرعۃ الاسلام میں ہے سنت یہ ہے کہ غم کے ساتھ جھوم کر قرآن مجید کی تلاوت کی جائے کیونکہ قرآن مجید غم کے ساتھ نازل ہوا ہے اور اگر کسی میں غم کا تاثر نہ ہو تو غمگین صورت بنالیا کرے انتہی۔ خلاصہ یہ کہ کسی کمال میں تکلف (بناوٹ) کمال میں شامل ہوتا ہے اور جو شخص اولیاء اللہ میں سے نہیں مگر ان کی مشابہت اختیار کرتا ہے یہ بھی امر مطلوب اور ہر حال مستحسن ہے اھ ملتقطا۔ (ت)

مگر ظاہر کہ عامہ ناس کا اس میں کچھ نہیں تو صورت مسئولہ میں اس حالت کے شروع ہونے پر لوگوں کا چلانا اصلاً کسی طرح محل طعن نہ تھا بلکہ انہیں یہی چاہئے تھا وحال سے خالی نہیں یہ رقص وتمایل وتصفیق والے محق تھے یا مبطل، اگر محق تھے تو عوام جو ان مناصب عالیہ تک بالغ نہیں ان میں شریک ہونا محض بے معنی تھا، اور مبطل تھے تو ان کی حرکات ذمیمہ کا تماشا دیکھنا خود حرام وناروا تھا، اور جوامر حرام ولغو میں دائر ہو اس سے احتراز ہی طریق صواب ہے آیہ کریمہ "وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِکۡرِیۡ"[2] کا اس پر ورود کیونکر ممکن، جہاں خود بحکم شرع ہی چلا جانا مطلوب ہو، آیہ کریمہ میں اعراض عن الذکر سے ایمان نہ لانا مقصود، خود آیت قرآنیہ اس ارادے پر شاہد عدل موجود، قال اللہ تعالٰی: "فَاِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ مِّنِّیۡ ھُدًی ۬ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ ھُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشۡقٰی ﴿۱۲۳﴾"[3] "وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِکۡرِیۡ"[4] الآیۃ بعد واقعہ ابلیس لعین وتناول شجرہ حضرت آدم وحوا اور ان کے دشمن کو جنت سے اتارتے وقت ارشاد ہوا

---

[1] الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف التاسع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۲۳ تا ۵۲۷

[2] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۴

[3] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۳

[4] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۴

کہ اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے توجو میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ گمراہ نہ ہو نہ سختی جھیلے اور جو میرے ارشاد سے منہ پھیرے اس کے لئے تنگ زندگانی اور اسے ہم روز قیامت اندھا اٹھائیں گے۔اس مضمون کو سورہ بقر میں یوں ادا فرمایا ہے:

"فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ(۳۸) وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ(۳۹)"[1]	اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کریں انہیں کچھ خوف نہیں نہ وہ غمگین ہوں اور جو کفر کریں اور میری آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخی ہیں ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے۔

ایک ہی قصہ ہے ایک ہی ارشاد ہے تو خود قرآن عظیم نے شرح فرمادی ہے کہ اعراض عن الذکر سے کفر مراد ہے، اب نقل اقوال مفسرین کی حاجت نہ رہی، حدیث میں ہے کچھ لوگوں نے چلاچلا کر مسجد میں ذکر کرنا شروع کیا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انہیں نکلوادیا اب خواہ یہ نکلوانا اس بناپر ہو کہ ان کے نزدیک ذکر جہر ممنوع تھا خواہ اس لئے کہ ان کے چلانے سے نمازیوں پر تشویش تھی خواہ کسی وجہ سے ہو بہرحال جب ایسی حالتوں میں خود ذاکرین کو نکلوادینا معیوب نہ ہوا توآپ اُٹھ کر چلاجانا کیونکر محل طعن ہوسکتا ہے، غرض آیت سے نہ یہ ارادہ صحیح نہ ان مسلمانوں پر یہ حکم لگانا درست، حلقے میں کا وہ شخص جواس کا قائل ہوا اگر جاہل ہے تو دو سخت کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہوا:

اولًا: بے علم قرآن عظیم کی تفسیر کرنا، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ رواہ الترمذی[2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما وقال صحیح۔	جو بے علم قرآن میں کچھ بولے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے (امام ترمذی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے اسے روایت کیااور فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔ت)

[1] القرآن الکریم ۲/ ۳۸و۳۹

[2] جامع الترمذی ابواب التفسیر باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برأیہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۹

ثانیًا: بے علم فتوی دینا حکم لگانا، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا۔ رواہ الائمۃ احمد[1] و البخاری ومسلم والترمذی وابن ماجۃ عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	بے علم فتوی دیا تو آپ گمراہ ہوئے اوروں کو گمراہ کیا (ائمہ کرام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کو روایت کیا۔ت)

اور اگر ذی علم ہے اور دانستہ تفسیر غلط کی غلط حکم لگایا تواشد واعظم کبائر کا ارتکاب کیا کہ اللہ عزوجل پر بہتان اٹھایا شریعت مطہرہ پر افترا باندھا، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا"[2]	اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ عزوجل پر جھوٹ افترا کرے۔

اس شخص پر توبہ توہر صورت میں فرض ہے، جب تک توبہ نہ کرے اس کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے اور اسے امام بنانا گناہ،

لانہ فاسق وفی الغنیۃ شرح المنیۃ محتجا بفتاوی الحجۃ انھم لوقدموا فاسقا یاثمون[3]۔	اس لئے کہ وہ فاسق ہے (یعنی حدود شرعیہ سے تجاوز کرنے والا ہے) اور غنیہ شرح منیہ میں فتاوی حجہ سے دلیل لاتے ہوئے فرمایا اگر لوگ فاسق کو امامت کے لئے آگے کریں تو گنہگار ہوں گے۔(ت)

اور برتقدیر علم کہ دانستہ اس کا مرتکب ہوا تجدید اسلام ونکاح کا بھی حکم ہے کہ جان بوجھ کر رب العزۃ عزجلالہ پر افترا کرنے کو اکثر علماء نے کفر ٹھہرایا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"اِنَّمَا يَفْتَرِی الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ	جھوٹ وہ گھڑتے ہیں جو آیات الٰہی پر

[1] جامع الترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی ذھاب العلم امین کمپنی ۲/ ۹۰، صحیح مسلم کتاب العلم ۲/ ۳۴۰ و صحیح البخاری کتاب العلم ۱/ ۲۰، سنن ابن ماجہ باب اجتناب الرای والقیاس ص۶ ومسند امام احمد بن حنبل ۲/ ۱۶۲

[2] القرآن الکریم ۶/ ۲۱

[3] غنیہ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ۚ"[1]	ایمان نہیں رکھتے۔(ت)

موضوعاتِ کبیر میں ہے:

ای الکذب علی الله ورسوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فان الکذب علی غیرهما لایخرجه عن الایمان باجماع اهل السنة والجماعة۔[2]	الله تعالٰی اور اس کے رسول مکرم صلی الله تعالٰی علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کے متعلق جھوٹ کہنا آدمی کو ایمان سے خارج نہیں کرتا، اہلسنت کا اس پر اتفاق ہے۔(ت)

شرح فقہ اکبر میں ہے:

فی الفتاوٰی الصغری من قال یعلم الله انی فعلت هذا وکان لم یفعل کفر ای لانه کذب علی الله تعالٰی[3]۔	فتاوٰی صغرٰی میں ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ الله تعالٰی جانتا ہے کہ میں نے یہ کام کیا ہے حالانکہ اس نے وہ کام نہ کیا ہو تو وہ کافر ہوجاتا ہے، کیوں؟ اس لئے کہ اس نے الله تعالٰی پر جھوٹ باندھا۔(ت)

درمختار میں ہے:

هل یکفر بقوله الله یعلم اویعلم الله انه فعل کذا کاذبا قال الزاهدی الاکثر نعم، وقال الشمنی الاصح لا[4]۔	کیا اپنے اس کہنے سے آدمی کافر ہوجائے گا؟ الله تعالٰی جانتا ہے یا جانتا ہے الله تعالٰی۔ جھوٹا ہونے کی حالت میں کہے کہ اس نے فلاں کام کیا ہے، زاہدی نے کہا اکثر اہل علم نے فرمایا کہ ہاں کافر ہوجائے گا۔ علامہ شمنی نے کہا یہی زیادہ صحیح یہ ہے کہ کافر نہ ہوگا۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

ونقل فی نور العین عن الفتاوٰی	نورالعین میں فتاوٰی سے پہلے قول کی تصحیح

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۵

[2] الاسرار الموضوعة تحت حدیث ۹۷ دارالکتب العلمیه بیروت ص۲۹

[3] منح الروض الازہر شرح الفقه الاکبر فصل فی الکفر صریحًا وکنایةً مصطفی البابی مصر ص۱۹۱

[4] درمختار کتاب الایمان مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۹۲

تصحیح الاول[1]۔	نقل کی گئی۔ (ت)

اور شرع مطہر کو ایسا ویسا یعنی حقیر جاننے والا توقطعًا اجماعًا کافر مرتد زندیق ملحد ہے ایسا کہ **من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر**[2] جو اس کے کافر و مستحق نار ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے، اسی طرح جو تفسیر جلالین شریف خواہ کسی کتاب دینی کی فی نفسہٖ نہ کسی امر خارج عارض کے باعث بلاشبہ وتاویل تحقیر کرے کافر ہے مگر کلام مذکور فی السوال نہ تنقیص شرع مطہر میں صریح ہے نہ تحقیر۔ جلالین شریف میں نص کریمہ مذکورہ کے وہ معنی کہ اس قائل نے بتائے معانی مذکورہ تفاسیر کے منافی نہیں کہ ان کی تصحیح کو ان کا ابطال ضرور ہے بلکہ ایک معنی جداگانہ ہیں تو اس کے قول کا یہی محمل نہیں کہ معانی ظاہرہ معاذاللہ باطل ہیں حق وہ ہے جو اہل باطن ان کے خلاف جانتے ہیں بلکہ اس کا مطلب بننے کو اس قدر کافی کہ جو کچھ ان تفاسیر میں ہے یہ معانی ظاہرہ ہیں اور افادات قرآن عظیم انہیں میں محصور نہیں بلکہ ان کے سوا اور نکات انیقہ ولطائف دقیقہ بھی ہیں جنہیں اہل باطن جانتے ہیں اس میں نہ کوئی توہین ہوئی نہ تحقیر بلکہ یہ حق ہے اگرچہ اس محل پر آیہ کریمہ کا ایراد اور یہ ادعائے مراد باطل ہے تو یہاں معاذاللہ ثبوت کفر کا کوئی محل نہیں، شرح عقائد میں ہے:

| النصوص تحمل علی ظواھرھا والعدول عنھا الی معان یدعیھا الباطنیۃ لادعائھم ان النصوص لیست علی ظواھرھا بل لھا معان باطنیۃ لایعرفھا الا المعلّم وقصدھم بذاك نفی الشریعۃ بالکلیۃ الحاد لکونہ تکذیب للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیما علم مجیئہ بہ بالضرورۃ واما ماذھب الیہ بعض | نصوص اپنے ظاہری معانی پر محمول ہوا کرتے ہیں لیکن ظاہری معانی سے انہیں ایسے معانی کی طرف پھیر دینا کہ جن کا فرقہ باطنیہ والے دعوی کرتے ہیں اس لئے کہ ان کا دعوی یہ ہے کہ نصوص اپنے ظواہر پر نہیں محمول ہوتے بلکہ ان کے لئے باطنی اور پوشیدہ معانی ہوتے ہیں اور انہیں صرف معلم جانتا ہے اس سے ان کا پوری شریعت کی نفی کا ارادہ کرنا کھلا الحاد (بے دینی) ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ان احکام میں تکذیب ہے جن کا لانا آپ سے بالبداہت معلوم ہوگیا ہے۔ رہی یہ بات |

[1] ردالمحتار کتاب الایمان داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۵۶

[2] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

المحققین من ان النصوص علی ظواهرها ومع ذٰلك فیها اشارات خفیة الی دقائق تنکشف علی ارباب السلوك یمکن التطبیق بینها وبین الظواہر المرادة فھو من کمال الایمان ومحض العرفان [1] اھ باختصار۔	کہ جس کی طرف بعض محققین گئے ہیں یعنی انہوں نے اسے اختیار کیا ہے کہ نصوص اپنے ظاہر معانی رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان میں باریک اور مخفی اشارات بھی پائے جاتے ہیں جو اربابِ سلوک پر منکشف ہوتے ہیں کہ ان میں اور ظاہری مراد میں تطبیق ہوسکتی ہے تو یہ کمال ایمان اور خالص عرفان ہے اھ باختصار (ت)

اس بیان سے تمام مراتب سوال کاجواب ہوگیا۔ باقی رہا یہ امر کہ فلاں شخص یا اشخاص خاص کا وجد حق ہے یا باطل، ہیہات اس کے ارادہ کی طرف راہ سخت دشوار والہ سرشار و متصنع ریاکار میں حالت قلب کا تفاوت ہے اور اوساط صادقین متشبہین بالعاشقین واراذل فاسقین مرائین میں فرق اس سے بھی سخت باریک ودقیق تر کہ یہاں صرف نیت کاتغایر ہے اور نیت وقلب دونوں غیب ہیں اور مسلمان پر بدگمانی حرام،

قال اللہ تعالٰی "وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۝۳۶" [2]	(اللہ تعالٰی نے فرمایا) اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان آنکھ دل سب سے سوال ہوتا ہے۔

اور فرماتا ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ" [3]	اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن	گمان سے دور رہو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی

[1] شرح عقائد للنسفی مطبع شوکت اسلام قندھار افغانستان ص ۱۱۹ و ۱۲۰

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۶

[3] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

اکذب الحدیث، رواہ الائمۃ مالک[1] والشیخان وابو داؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	بات ہے(ائمہ کرام مثلاً امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

امام علامہ عارف باللہ ناصح فی اللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے اس بحث میں بالتعیین کسی شخص کی نسبت حکم تصنّع وریاء لگادینے پر ایک طویل وجلیل کلام میں اقامت قیامت فرمائی جس میں سے چند حرف کاخلاصہ یہ کہ سب صوفیہ یکساں نہیں، جیسے سب علماء وفقہاء ومدرسین ایک سے نہیں، جیسے سب قضاۃ واُمراء ووزراء وسلاطین برابر نہیں بلکہ ان میں صالح اصلح فاسد افسد سب طرح کے ہیں، ناقص قاصر جاہل، مسلمانوں کی عیب جوئی کرتے اور کاملوں کو کمال ہی نظر آتا اور عیب پوشی وتاویل فرماتے ہیں؛ پھر فرمایا:

ھذا کلہ فی طائفۃ من المتصوفۃ اوصافھم کذلك و احوالھم اخبث من ذلك وان لم یجز تعیین طائفۃ منھم باعیانھم ولاشخص واحد بعینہ مالم ینکشف فیھم جلیلۃ الامر بالمشاھدۃ والعیان الذی لایحتمل التاویل فی البیان و لایجوز تقلید الناس بعضھم بعضا فی الاخبار عن ذلك مالم یثبت بالبینۃ العادلۃ عندالحاکم	یہ سب کچھ صوفیاء کے اس گروہ سے متعلق ہے جن کے اوصاف اس طرح یااس سے بھی خبیث تر ہیں اگرچہ ان میں سے کسی گروہ کی بلحاظ اشخاص تعیین جائز نہیں اور نہ کسی شخص معین کی، جب تک مشاہدے سے امر واضح نہ ہو اور عیاں بھی ایسا ہوکہ جس کے بیان میں کسی شک اور تاویل کی گنجائش نہ ہو۔اور خبر میں لوگوں کاایک دوسرے کی تقلید کرنا جائز نہیں جب تک حاکم شرع کے روبرو کسی عادل گواہ کے ذریعے کوئی امر ثابت نہ ہو۔علاوہ ازیں

[1] مسند امام احمد بن حنبل مسند ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ دارالفکر بیروت ۲/ ۵۰۴، صحیح البخاری کتاب الفرائض قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۹۵، صحیح مسلم کتاب البر باب تحریم الظن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۶، سنن ابی داؤد کتاب الادب ۲/ ۳۱۷ وجامع الترمذی ابواب البر ۲/ ۲۰

الشرعی علی ان الحاکم ایضا یحکم بالظاهر، و بواطن الامور معلومة عندالله تعالٰی فلاقطع الاظاهرا والله اعلم بالسرائر، واماخبر التواتر من الناس لبعضهم بعضا بذٰلك فهو ممنوع،لاستناد الکل فیه الی الظن والتخمین واستفادة الخبر من بعضهم لبعض بحیث لوسألت کل واحد منهم من رؤیته ذٰلك لقال لم اعاینه انما سمعت ومن قال عاینته تستکشف من حاله فتراه مستندا الی ظنون وامارات وهمیة وربما اذا تأملت وجدت خبر ذلك التواتر مستندا فی الاصل الٰی خبرواحداواثنین والواحد ایضا قوله مبنی علی الظن والتهمة فلایجوز لاحد ان یقول ثبت عندی بالتواتر معصیة فلان لان الناس اخبرونی بذٰلك وهم کثیرون،وانما ذٰلك لغلبة الکذب فی الناس خصوصا فی زماننا،وکثرة الحسد و العداوة وربما یفتری احدهم علی رجل بمالاعلم له به ویخبرالناس بذلك

حاکم بھی ظاہر پر حکم لگاتا ہے اور پوشیدہ و مخفی امور تواللہ تعالٰی ہی کو معلوم ہیں لہٰذا ظاہری محل یقین ہوسکتا ہے اور پوشیدہ بھیدوں کو تو اللہ تعالٰی ہی خوب جانتا ہے۔رہا یہ کہ اس باب میں لوگوں کاایک دوسرے سے خبر تواتر کاوصول،تووہ ممنوع ہے کیونکہ اس میں سب کااستناد گمان اور اندازہ ہے۔لوگوں کا ایک دوسرے سے استفادہ خبر،اس طریقے سے ہرایک نے دوسرے سے اس کی رؤیت (مشاہدے)کا سوال کیا تواس نے کہا میں نے نہیں دیکھا میں نے صرف سنا ہے اور جو یہ کہے میں نے دیکھا ہے اگر تم اس کے حال کاانکشاف کرو یعنی چھان بین کرو تو تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ اس کی سند بھی گمان اور چند وہمی علامات پر ہے خصوصًا جب آپ غور وفکر کریں گے تواس خبر متواتر کو ایک یا دو کی طرف منسوب پائیں گے،اور ایک کا قول بھی ظن اور الزام و تہمت پر مبنی ہوگا لہٰذا کسی شخص کے لئے یہ کہنا جائز نہیں کہ میرے نزدیک فلاں آدمی کاگناہ تواتر سے ثابت ہے اس لئے کہ زیادہ تر لوگوں نے مجھے یہی بتایا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں میں زیادہ تر جھوٹ ہوتا ہے خصوصًا ہمارے دور میں زیادہ حسد اور دشمنی پائی جاتی ہے۔بسااوقات کوئی شخص کسی پر ایسا افترا باندھتا ہے جس کا اسے خود بھی علم نہیں ہوتا اور وہ لوگوں کو اطلاع دیتا ہے

| ويخبرالناس ينقلونه فيصل الخبر الى بعض المغرورين بعلمهم المطرودين عن ابواب فضل الله تعالٰى فيقول وصلنى هذا عن فلان بالتواتر ولايعلم المسكين ان الذى ينقلون اليه الكذب ينقلون عنه ايضاً الكذب لغيره وبعد هذا كله اذا ثبت فعل المعصية من احد بطريق التواتر اوالرواية لم يفد شيئاً لان ذكره بمعصية بين الناس على وجه الذم حرام لان الغيبة صدق محرم اماقصد ان يحذر الناس والخبر شائع فى الناس فغير معتبر نعم قالوا ذٰلك فيما اذالم يكن للناس علم به وهذا انما استفاد العلم به من خبر الناس المتواتر عنده وعلى كل حال فالسترلعورات المسلمين هوالمتعين على صاحب الاستقامة فى الدين،ذكر النجم الغزى رحمه الله تعالٰى فى حسن التنبه فى التشبه،ان من اخلاق اليهود والنصارى الاتهام والوقوع فى عرض من لم يثبت | پھر لوگ وہ بات اس کے حوالے سے بیان کرتے ہیں پھر یہ خبر بعض ایسے لوگوں تک پہنچ جاتی ہے جو اپنے علم پر مغرور اور فریب خوردہ ہوتے ہیں اور فضل خداوندی سے دھتکارے ہوئے ہوتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے کہ مجھے فلاں شخص کی طرف سے بتواتر یہ بات پہنچی ہے حالانکہ اس بیچارے کو معلوم نہیں ہوتا کہ جو اس کی طرف جھوٹ نقل کرتے ہیں وہ اس سے بھی دوسروں تک جھوٹ نقل کرسکتے ہیں۔ان تمام باتوں کے بعد جب کسی شخص سے بطریق تواتر یامشاہدہ گناہ ثابت ہوجائے تو پھر بھی اس کا تذکرہ بند کردے کیونکہ لوگوں میں بطور غیبت کسی کے گناہ کا تذکرہ حرام ہے اس لئے کہ غیبت سچی بھی حرام ہے لیکن اگر اس نے لوگوں کو ڈرانے اور چوکنا کرنے کے لئے ایسے کیا جبکہ خبر لوگوں میں پھیلی ہوئی اور مشہور ہے تو اس کی بات غیر معتبر ہے،ہاں اگر وہ ایسی بات کہیں جس کا لوگوں کو کوئی علم نہیں ہوتا یہ الگ بات ہے، یہ اس وقت ہے جب یہ خبر سے علم کا فائدہ حاصل کرے جب کہ لوگوں کی خبر اس کے نزدیک متواتر ہو، بہر حال مسلمانوں کے عیوب کی پردہ پوشی ان لوگوں پر لازمی ہے جو دین میں استقامت رکھتے ہیں، چنانچہ امام نجم غزی رحمۃ اللہ علیہ تعالٰی علیہ نے "حسن التنبه فى التشبه" میں ذکر کیا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے اخلاق میں سے یہ ہے کہ دوسروں کو الزام |

عنه وھذا من الخوض فیما لایعنیه روی الترمذی وابن ماجة عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من حسن اسلام المرء ترکه مالایعنیه، وروی الطبرانی بسند صحیح عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنه قال اعظم الناس خطایا یوم القیمة اکثرھم خوضا فی الباطل ورواہ ابن ابی الدنیا فی الصمت باسناد رجاله ثقات عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم مرسلا قال فی الاحیاء و الیه الاشارة بقوله تعالٰی "وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَآئِضِينَ ﴿۴۵﴾" وروی البیھقی فی الشعب عن عائشة رضی اللہ تعالٰی عنھا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لایزول المسروق منه فی تھمة حتی یکون اعظم جرما من السارق وروی الامام احمد والشیخان والنسائی	لگائے جائیں اور ان کی عزت میں ہاتھ ڈالا جائے اور لایعنی وبے مقصد باتوں میں غوطہ زنی کی جائے۔ چنانچہ امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی کی اسلامی خوبیوں میں سے ایک یہ ہے کہ لایعنی اور بے مقصد کاموں کو ترک کردے۔ امام طبرانی نے بسند صحیح حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب لوگوں سے بڑا گنہگار وہ شخص ہوگا جو سب سے زیادہ باطل میں گھستا رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیا نے خاموشی کے باب میں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس کو مرسل (یعنی بغیر سند) روایت کیا۔ ایسی اسناد سے کہ رواۃ مستند اور معتبر ہیں۔ اور اللہ تعالٰی کے اس ارشاد میں اسی طرف اشارہ ہے کہ ہم گھسے رہنے والوں کے ساتھ گھسے رہے ہیں۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت فرمائی کہ مائی صاحبہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ مسروق عنہ (وہ شخص جس کا مال چوری ہوا) تہمت میں رہے گا یہاں تک کہ وہ چور سے بڑا مجرم

وابن ماجة عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال رأی عیسٰی ابن مریم علیهما الصلٰوة والسلام رجلا یسرق فقال اسرقت قال کلا والله الذی لااله الاهو فقال عیسٰی اٰمنت بالله وکذبت عینی،وهذا الخلق عزیز جدا انتهی فایاك ان تقع فی حق احد ولو بکلمة واحذر ان تخوض مع الخائضین خصوصا فی حق فقراء الصوفیة[1] اه بالالتقاط تحصیلا للبرکة بکلمات الهداة الناصحین وعدة لنفسی وللمسلمین،والله سبحنه وتعالٰی اعلم۔	بن جائے گا۔امام احمد،بخاری،مسلم،نسائی اور ابن ماجہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بواسطہ ابوہریرہ روایت فرمائی ہے کہ حضرت عیسٰی ابن مریم علیہما الصلٰوۃ والسلام نے ایک شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا توفرمایا کیاتونے چوری کی؟اس نے جھٹ کہاہر گزایسانہیں،اس خداتعالٰی کی قسم جس کے سوا کوئی سچامعبود نہیں۔حضرت عیسٰی نے فرمایا میں اللہ تعالٰی پرایمان لایا اور میں نے اپنی آنکھوں کو جھٹلایا یہ لوگ یقیناً پیارے ہیں اھ کسی کے حق میں شبہہ کرنے سے بچو اگرچہ کسی ایک ہی کلمہ سے ہو۔اوراس بات سے ہوشیار رہو کہ باطل میں شروع ہونے والوں کے ساتھ شروع ہونے لگو خصوصًا فقراء صوفیہ کے حق میں،اھ بالالتقاط۔ہدایت یافتہ خیر خواہوں کے کلمات سے حصول برکت کرتے ہوئے اور گنتی کے چند کلمات میرے نفس اور مسلمانوں کے لئے ایک گونہ وعدہ ہیں۔اللہ تعالٰی پاک اور برتر سب سے بڑا عالم ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۳: مسئولہ مولوی نوشہ علی صاحب ربیع الاول ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثرلوگ جب فصل آم آتی ہے توباغوں کوجاکرآم کھاتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے آموں کی گٹھلیاں مارتے ہیں اور لہوولعب میں مشغول ہوتے ہیں،آیا یہ فعل ان کاکیسا ہے،جائز یاناجائز؟اور برتقدیر عدم جواز کے حرام ہے یابدعت ہے یامکروہ؟اور برتقدیر بدعت کے بدعت حسنہ ہے یاسیئہ؟ **بیّنوا الجواب بحوالة الکتب وتوجروا یوم الحساب**(بحوالہ کتب جواب بیان فرمائیے اور روز حساب اجر پایئے۔ت)

[1] الحدیقة الندیه شرح الطریقة المحمدیة الصنف التاسع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۲۱تا۵۲۳

الجواب:

گٹھلیاں مارنا ناجائز و ممنوع ہے مسند امام احمد و صحیح بخاری و مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

قال نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الخذف وقال انہ لایقتل الصید ولاینکاء العدو وانہ یفقأ العین ویکسر السن [1]۔ فی التیسیر الخذف بمعجمتین وفاءٍ الرمی بحصاۃ اونواۃ لانہ یفقأ العین ولایقتل الصید [2]۔	یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غلایا گٹھلی کنکری پھینک کرمارنے سے منع کیا اور فرمایا اس سے نہ دشمن پر وار ہوسکے نہ جانور کا شکار، اس کا نتیجہ یہی ہے کہ آنکھ پھوڑدے یا دانت توڑدے۔ تیسیر میں ہے "الخذف" میں دو حروف "خ" اور "ذ" دونوں نقطے والے ہیں اور آخر میں حرف "ف" ہے اس پر بھی نقطہ ہے اس کے معنی ہیں گٹھلی وغیرہ پھینکنا۔

اور صرف چھلکوں سے ہم عمر ہم مرتبہ لوگ نادرًا محض تطبیب قلب کی طور پر باہم مزاح دوستانہ کریں جس میں اصلًا کسی حرمت یا حشمت دینی کا ضرر حالًا یا مالًا نہ ہو تو مباح ہے۔ عالمگیری میں ہے:

قال القاضی الامام ملك الملوک، اللعب الذی یلعب الشبان ایام الصیف بالبطیخ بان یضرب بعضھم بعضا مباح غیرمستنکر کذا فی جواھر الفتاوی فی الباب السادس [3]۔	قاضی امام ملک الملوک نے فرمایا وہ کھیل جو موسم گرما میں نوجوان خربوزوں کے ساتھ کھیلتے ہیں ایک دوسرے کو خربوزے مارتے ہیں یہ کھیل مباح ہے گناہ نہیں۔ جواہر الفتاوٰی کے چھٹے باب میں اسی طرح مذکور ہے۔ (ت)

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب الخذف قدیمی کتب خانہ ۲/ ۹۱۹، صحیح مسلم کتاب الصید باب الخذف قدیمی کتب خانہ ۲/ ۱۵۲، سنن ابی داؤد کتاب الادب باب الخذف آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۸

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث نھی عن الخذف مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۴۶۶

[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب السابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۲

عوارف المعارف شریف میں ہے:

روی بکر بن عبداللہ قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتبادحون بالبطیخ فاذا کانت الحقائق کانوا ھم الرجال یقال بدح یبدح اذا رمی ای یترامون بالبطیخ [1] اھ ذکرہ قدس سرہ فی الباب الثلثین۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔	بکر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صحابہ (بطور تفریح وکھیل کود) ایک دوسرے پر خربوزے پھینکا کرتے تھے جب حقائق یہ ہیں تو پھر درحقیقت وہی کامل مرد ہیں۔ جب کوئی چیز پھینکی جائے تو کہا جاتا ہے بَدَحَ یَبْدَحُ یعنی صحابہ کرام ایک دوسرے پر خربوزے پھینکا کرتے تھے اھ اس کو صاحب عوارف المعارف نے تیسویں باب میں ذکر فرمایا۔ اللہ تعالٰی پاک، بلندو بالا اور سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۴: از پیلی بھیت بازار ڈرمنڈ گنج دکان خلیل الرحمٰن عطر فروش مرسلہ محمد مظہر الاسلام صاحب ۲۴ رجب ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ مندرجہ ذیل میں: بزرگان دین کے عرس میں شب کو آتشبازی جلانا اور روشنی بکثرت کرنا بلاحاجت اور جو کھانا بغرض ایصال ثواب پکایا گیا ہو اس کو لٹانا کہ جو لوٹنے والوں کے پیروں میں کئی من خراب ہو کر مٹی میں مل گیا ہو اس فعل کو بانیان عرس موجب فخر اور باعث برکت قیاس کرتے ہیں، شریعت عالی میں اس کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

آتشبازی اسراف ہے اور اسراف حرام، کھانے کا ایسا لٹانا بے ادبی ہے اور بے ادبی محرومی ہے، تضیعِ مال ہے، اور تضیع حرام، روشنی اگر مصالح شرعیہ سے خالی ہو تو وہ بھی اسراف ہے، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵: از بنگالہ ضلع کمرلہ موضع حریمنگل مرسلہ مولوی عبدالحمید صاحب ۲ ربیع الاول شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تاش وشطرنج کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا عنداللہ** (بیان فرماؤ اللہ کے ہاں سے اجروثواب پاؤ۔ ت)

---

[1] عوارف المعارف الباب الثلاثون مکتبۃ المشھد الحسینی القاھرہ ص ۱۴۲

الجواب: دونوں (تاش وشطرنج) ناجائز ہیں اور تاش زیادہ گناہ وحرام کہ اس میں تصاویر بھی ہیں،

ومسألة الشطرنج مبسوطة فی الدر[1] وغیرها من الحظر والشهادات، والصواب اطلاق المنع کما اوضحه فی ردالمحتار[2] والله تعالٰی اعلم وعلمه اتم واحکم۔	شطرنج کامسئلہ بڑی تفصیل کے ساتھ درمختار وغیرہ میں موجود ہے اور صواب (درست اور حقیقت) یہ ہے کہ اس کی مطلقًا ممانعت ہے جیسا کہ فتاوٰی شامی میں اس کی وضاحت فرمائی گئی۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے اور اس کا علم نہایت درجہ تام اور پختہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۶: ۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ مسئولہ شیخ شوکت علی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص میرا دوست آیا اور اس نے مجھ سے کہا چلو ایک جگہ عرس ہے، میں چلا گیا وہاں جاکر دیکھا کہ بہت اشخاص ہیں اور قوالی اس طریقہ سے ہورہی ہے کہ ایک ڈھول او دوسارنگی بج رہی ہے اور چند قوال پیرانِ پیر دستگیر کی شان میں شعر پڑھ رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعت کے اشعار اور اولیاء اللہ کی شان میں اشعار گارہے ہیں اور ڈھول سارنگیاں بج رہی ہیں، یہ باجے مذکورہ توشریعت میں حرام ہیں کیا اس فعل سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور اولیاء اللہ خوش ہوں گے اور یہ اشخاص مذکورہ حاضرین جلسہ گنہگار ہوئے یا نہیں؟ اور ایسی قوالی جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو کس طرح پر؟ **بینوا توجروا فقط۔**

الجواب:

ایسی قوالی حرام ہے، حاضرین سب گنہگار ہیں، اور ان سب کاگناہ ایسا کرنے والوں اور قوالوں پر ہے اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے یا اس کے قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحة مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۷

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۳

سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو، نہیں بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ اور سب حاضرین کے برابر جدا اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ وجہ یہ کہ حاضرین کو عرس کرنے والے نے بلایا اُن کے لئے اس گناہ کا سامان پھیلایا اور قوالوں نے انہیں سنایا اگر وہ سامان نہ کرتا یہ ڈھول سارنگی نہ سناتے تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے اس لئے ان سب کا گناہ ان دونوں پر ہوا پھر قوالوں کے اس گناہ کا باعث وہ عرس کرنے والا ہوا وہ نہ کرتا نہ بلاتا تو یہ کیونکر آتے بجاتے لہٰذا قوالوں کا بھی گناہ اس بلانے والے پر ہوا،

كما قالوا فى سائل قوى ذى مرة سوى ان الاٰخذ والمعطى اٰثما[1] لانهم لولم يعطوالمافعلوا فكان العطاء هوالباعث لهم على الاستر سال فى التكدى و السوال وهذاكله ظاهر على من عرف القواعد الكريمة الشرعية وبالله التوفيق۔	جیسا کہ طاقتور، توانا اور صحت مند سائل کے بارے میں کہتے ہیں کہ لینے اور دینے والا دونوں گنہگار ہیں اس لئے کہ اگر دینے والے نہ دیتے تو مانگنے والے گداگری کو پیشہ نہ بناتے لہٰذا یہ عطاء بخشش ہی ان کے ترک مشقت کا اور مانگنے کا باعث ہوئی اور یہ سب کچھ اس شخص پر ظاہر اور واضح ہے جو قواعد شرعیہ کریمہ کا عارف ہے۔ اور اللہ تعالٰی کے فضل و کرم سے ہی توفیق ملتی ہے۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من دعا الى هدى كان له من الاجر مثل اجور من تبعه لاينقص ذٰلك من اجورهم شيئا ومن دعا الى ضلالة كان عليه من الاثم مثل اٰثام من تبعه لاينقص ذٰلك من اٰثامهم شيئا رواه الائمة احمد[2] ومسلم والاربعة	جو کسی امر ہدایت کی طرف بلائے جتنے اس کا اتباع کریں ان سب کے برابر ثواب پائے اور اس سے ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ آئے اور جو کسی امر ضلالت کی طرف بلائے جتنے اس کے بلانے پر چلیں ان سب کے برابر اس پر گناہ ہو اور اس سے ان کے گناہوں میں کچھ تخفیف نہ ہو۔ (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، مسلم اور دیگر چار ائمہ (ترمذی،

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۷۳

[2] صحیح مسلم کتاب العلم باب من سن سنۃ ۲/ ۳۴۱ و مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ بیروت ۲/ ۳۹۷، سنن ابی داؤد کتاب السنۃ ۲/ ۲۷۹ و سنن ابن ماجہ مقدمۃ الکتاب ص ۱۸

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) نے حضرات ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

مسئلہ نص شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیاجائے گا یا فقہ امام مجتہد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اگر نص شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم درکار ہے تومزامیر کی حرمت میں احادیث کثیرہ بالغ بحد تواتر وارد ہیں ازانجملہ اجل واعلٰی حدیث صحیح بخاری شریف ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیکونن من امتی اقوام لیستحلون الحروالحریر والخمر والمعازف۔[1]	ضرور میری امت میں وہ لوگ ہونے والے ہیں جو حلال ٹھہرائیں گے عورتوں کی شرمگاہ یعنی زنا اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو۔

حدیث صحیح جلیل متصل،

وقد اخرجه ایضا احمد[2] وابوداؤد وابن ماجة والاسمعیلی وابونعیم باسانید صحیحة لامطعن فیھا وصححه جماعة اخرون من الائمة کما قال بعض الحفاظ قاله الامام ابن حجر فی کف الرعاع[3]۔	نیزامام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، محدث اسمٰعیل اور ابونعیم نے اسے صحیح اسناد کے ساتھ کہ جن میں کوئی طعن نہیں اس کی تخریج فرمائی، اور ائمہ کی ایک دوسری جماعت نے اس کو صحیح قرار دیا جیسا کہ بعض حفّاظ نے کہا ہے، چنانچہ امام ابن حجر نے "کف الرعاع" میں فرمایا ہے(ت)

احادیث صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعے یا متشابہ پیش نہیں ہوسکتے ہر عاقل جانتا ہے کہ صحیح کے سامنے ضعیف، متعین کے آگے محتمل، محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے، پھر کہاں قول کہاں حکایت فعل، پھر کجا محرم کجا مبیح، ہر طرح یہی واجب العمل، اسی کو ترجیح، اور اگر فقہ مطلوب ہے تو خود امام مذہب امام اعظم امام الائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد اور ہدایہ جیسی اعلٰی درجہ معتمد کتاب کا ارشاد کافی ووافی:

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاشربہ باب ماجاء فیمن یستحل الخمر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۷

[2] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی امامه المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۵۷ و ۲۶۸

[3] کف الرعاع القسم الثالث عشر تنبیه ثانی دار الکتب العلمیه بیروت ص ۱۳۲ و ۱۳۳

دلت المسألة علی ان الملاھی کلھا حرام حتی التغنی لضرب القضیب وکذا قول ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنہ ابتلیت لان الابتلاء بالمحرم یکون۔[1]	مسئلہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ کھیل کود کے تمام سامان حرام ہیں حتی کہ (کسی چیز پر) کانٹے کی ضرب لگا کر گانا (یہ بھی زمرہ حرمت میں داخل ہے) اور اسی طرح امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا یہ ارشاد کہ میں اس میں مبتلا کیا گیا اس لئے کہ ابتلا حرام میں ہوا کرتی ہے۔(ت)

غرض حدیث وفقہ کا حکم تو یہ ہے ہاں اگر کسی کو قصداً ہوس پرستی منظور ہو تو اس کا علاج کس کے پاس ہے کاش آدمی گناہ کرے اور گناہ جانے اقرار لائے اصرار سے باز آئے لیکن یہ تو اور بھی سخت ہے کہ ہوس بھی پالے اور الزام بھی ٹالے اپنے حرام کو حلال بنالے۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ معاذاللہ اس کی تہمت محبوبان خدا بر سلسلہ عالیہ چشت قدست اسرارہم کے سر دھرتے ہیں نہ خدا سے خوف نہ بندوں سے شرم کرتے ہیں حالانکہ خود حضور محبوب الٰہی سیدی و مولائی نظام الحق والدّین سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم وعنا بہم فوائد شریف میں فرماتے ہیں: مزامیر حرام ست[2] (گانے بجانے کے آلات کا استعمال کرنا حرام ہے۔ت) مولانا فخر الدین زراوی خلیفہ حضور سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالٰی عنہما نے حضور کے زمانہ مبارک میں خود حضور کے حکم احکم سے مسئلہ سماع میں رسالہ کشف القناع عن اصول السماع تحریر فرمایا اس میں صاف ارشاد ہے کہ:

اماسماع مشائخنا رضی اللہ تعالٰی عنھم فبریئ عن ھذہ التھمة وھو مجرد صوت القوال مع الاشعار المشعرة من کمال صنعة اللہ تعالٰی۔[3]	ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا سماع اس مزامیر کے بہتان سے بری ہے وہ صرف قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ جو کمال صنعت الٰہی سے خبر دیتے ہیں۔

للہ انصاف اس امام جلیل خاندان عالی چشت کا یہ ارشاد مقبول ہوگا یا آج کل مدعیان خامکار کی تہمت بے بنیاد ظاہرۃ الفساد ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم (جس کا فساد واضح ہے۔ گناہوں سے

[1] الھدایۃ کتاب الکراھیۃ فصل فی الاکل والشرب مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۵۳

[2] فوائد الفواد

[3] کشف القناع عن اصول السماع

بچنے اور بھلائی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں مگر اللہ تعالٰی بلند مرتبہ بزرگ قدر کی توفیق عطا کرنے سے۔ت) سیدی مولانا محمد بن مبارک بن محمد علوی کرمانی مرید حضور پرنور شیخ العالم فریدالحق والدین گنج شکر و خلیفہ حضور سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالٰی عنہم کتاب مستطاب سیر الاولیاء میں فرماتے ہیں:

حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ العزیز می فرمود کہ چندیں چیزے باید تاسماع مباح شود مسمع و مستمع و مسموع وآلہ سماع مسمع یعنی گویندہ مرد تمام باشد کودک نباشد وعورت نباشد و مستمع آنکہ می شنود از یاد حق خالی نباشد و مسموع آنچہ بگویند فحش و مسخرگی نباشد وآلہ سماع مزامیر ست چوں چنگ ورباب ومثل آں مے باید کہ درمیان نباشد ایں چنیں سماع حلال ست[1]۔	سلطان المشائخ قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا چند اشیاء ہوں تو سماع جائز اور مباح ہوں **(۱)** مُسمع (سنانے والا)، **(۲)** مستمع (سننے والا)، **(۳)** مسموع (جو کچھ سنا جائے)، **(۴)** آلات سماع۔ تفصیل: مسمع یعنی سنانے اور کہنے والا بالغ مرد ہو بچہ اور عورت نہ ہو۔ مستمع یعنی سننے والا جو کچھ سنے یاد حق سے خالی نہ ہو، مسموع، جو کچھ سنیں اور کہیں اس میں فحش گوئی اور مسخرہ پن نہ ہو، اور آلات سماع مزامیر ہیں جیسے سارنگی اور رباب وغیرہ۔ چاہئے یہ کہ وہ درمیان میں نہ ہوں۔ پس اس طرح کی قوالی (سماع) جائز اور حلال ہے۔(ت)

مسلمانو! یہ فتوٰی ہے سرور و سردار سلسلہ عالیہ چشت حضرت سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالٰی عنہ کا۔ کیا اس کے بعد بھی مفتریوں کو منہ دکھانے کی گنجائش ہے۔ نیز سیر الاولیاء شریف میں ہے:

یکے بخدمت حضرت سلطان المشائخ عرضداشت کہ دریں روزہا بعضے از درویشاں آستانہ دار در مجمعے کہ چنگ ورباب ومزامیر بود رقص کردند فرمود نیکونہ کردہ اند آنچہ نامشروع است ناپسندیدہ است بعد ازاں یکے گفت چوں ایں طائفہ ازاں مقام بیروں آمدند باایشاں گفتند کہ شما چہ کردید دراں جمع مزامیر بود سماع	ایک خادم نے سلطان المشائخ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ ان دنوں آستانے کے بعض درویشوں نے اس مجلس اور محفل میں ناچ کیا ہے جہاں آلات سماع چنگ ورباب اور سارنگی ومزامیر وغیرہ تھے تو ارشاد فرمایا انہوں نے اچھا نہیں کیا کیونکہ جو کام ناجائز ہے وہ پسندیدہ نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد ایک کہنے لگا کہ جب یہ لوگ اس حالت سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے ان سے

[1] سیر الاولیاء باب نهم در بیان سماع و وجد مؤسسة انتشارات اسلامی لاہور ص ۵۰۱۔۵۰۲

چگونہ شنید ورقص کردید ایشاں جواب دادند کہ ماچناں مستغرق سماع بودیم کہ ندانستیم کہ ایں جامزامیر ست یانہ، حضرت سلطان المشائخ فرمود ایں جواب ہم چیزے نیست ایں سخن درہمہ معصیتہا بیاید[1]۔	پوچھا کہ یہ تم نے کیا کیا ہے، اس محفل میں تو مزامیر بھی تھے پھر تم نے قوالی بھی سنی اور ناچتے بھی رہے۔ انہوں نے جوابًا بتایا کہ ہم سماع میں اس قدر مستغرق (ڈوبے ہوئے) تھے کہ ہمیں پتہ ہی نہیں چلا کہ مزامیر بھی ہیں یا نہیں۔ اس پر سلطان المشائخ نے فرمایا کہ یہ کوئی معقول جواب نہیں اس لئے کہ یہ بہانہ تو تمام گناہوں میں ملوث ہونے والے کرسکتے ہیں۔ (ت)

مسلمانو! کیسا صاف ارشاد ہے کہ مزامیر ناجائز ہے اور اس عذر کا کہ "ہمیں استغراق کے باعث مزامیر کی خبر نہ ہوئی" کیا مسکت جواب عطا فرمایا کہ ایسا حیلہ ہر گناہ میں چل سکتا ہے۔ شراب پئے اور کہہ دے شدّت استغراق کے باعث ہمیں خبر نہ ہوئی کہ شراب ہے یا پانی۔ زنا کرے اور کہہ دے غلبہ حال کے سبب تمیز نہ ہوئی کہ جروا ہے یا بیگانی۔ اُسی میں ہے:

حضرت سلطان المشائخ فرمود من منع کردہ ام کہ مزامیر ومحرمات درمیان نباشد ودریں باب بسیار غلو کردتا بحدیکہ گفت اگر امام راسہو افتد مرد بتسبیح اعلام دہد وزن سبحان اللہ نگوید زیرا کہ نشاید آوازآں شنودن پس چکند پشت دست برکف دست زند وکف دست برکف دست نزند کہ آں بلہو میماند تا ایں غایت از بلاہی و امثال آں پرہیز آمدہ است پس درسماع طریق اولٰی کہ ازیں بابت نباشد یعنی در منع دستک چندیں احتیاط آمدہ است پس درسماع مزامیر بطریق اولٰی منع است[2] اھ باختصار	حضرت سلطان المشائخ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے منع کیا ہے کہ مزامیر حرمت درمیان میں نہ ہوں اور اس سلسلے میں اس قدر تعدّی (شدت) فرمائی کہ ارشاد فرمایا امام اگر نماز میں بھول جائے تو مرد سبحان اللہ کہہ کر آگاہ کرسکتا ہے مگر عورت کو اس طرح کہنا جائز نہیں کیونکہ اس کی آواز نہیں سنی جانی چاہئے اس کے لئے یہ ہدایت اور حکم ہے کہ وہ اپنے ایک ہاتھ کی پشت پر دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی مارے لیکن ہتھیلی کو ہتھیلی پر نہ مارے کیونکہ یہ عمل لہو میں شمار ہوتا ہے یعنی تالی بجانا، پس اندازہ کرلیا جائے کہ کس حد تک کھیل کود اور لغو کلام سے پرہیز کی ہدایت وارد ہوئی ہے پس سماع میں بطریق اولٰی منع ہے یعنی تالی بجانے سے بھی

[1] سیر الاولیاء باب نہم دربیان سماع ووجد مؤسسۃ انتشارات اسلامی لاہور ص ۵۳۱۔۵۳۰

[2] سیر الاولیاء باب نہم دربیان سماع ووجد مؤسسۃ انتشارات اسلامی لاہور ص ۵۳۲

	ممانعت ہے للذا مزامیر کے ساتھ قوالی کرنا اس سے زیادہ اشد اور ممنوع ہے اھ باختصار (ت)

مسلمانو! جوائمہ طریقت اس درجہ احتیاط فرمائیں کہ تالی کی صورت کو ممنوع بتائیں وہ اور معاذاللہ مزامیر کی تہمت للہ انصاف کیسا ضبط بے ربط ہے۔اللہ تعالٰی اتباع شیطان سے بچائے اور ان سچے محبوبان خدا کا سچا اتباع عطافرمائے **اٰمین اٰلہ الحق اٰمین بجاھھم عندك اٰمین والحمد للہ رب العالمین** (آمین،اے سچے معبود! تیری بارگاہ میں جو ان کا مقام و مرتبہ ہے اس کے طفیل دعا قبول فرما۔اور سب تعریف اس خدا کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ت) کلام یہاں طویل ہے اور انصاف دوست کو اسی قدر کافی،واللہ الھادی،**واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۷: ملک بنگالہ ضلع کھجار ڈاک خانہ لکھی پور بمقام سنگرین مرسلہ جلال الدین

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شادی میں بندوقیں بغرض اعلان چھوڑنا جائز ہے یانہیں؟اور جس شخص نے حرام ثابت کیابلکہ اس کے یہاں کا کھاناتک حرام قطعی ثابت کیااس کے حق میں شرع سے کیاحکم ہے؟

الجواب:

فی الواقع نکاح میں بغرض اعلان بندوقیں چھوڑنے کی ممانعت شرع میں کہیں ثابت نہیں۔ہلال رمضان اور ہلال عید میں صدہا سال سے توپوں کے فائر کئے جاتے ہیں اس سے بھی اعلان ہی مقصود ہوتا ہے اس اعلان پر شرعًا عمل کاجزئیہ ردالمحتار میں مذکور ہے۔نیت ریاوتفاخر نہ فقط شادی کی بندوقوں بلکہ نماز کو حرام کردیتی ہے،رسم کااعتبار جب تک کسی فساد عقیدہ پر مشتمل نہ ہو اصل رسم کے حکم میں رہتاہے اگر رسم محمود ہے محمود ہے،مذموم ہے مذموم ہے،مباح ہے مباح ہے،**واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۸: ازآرہ ضلع شاہ آباد محلّہ ترئی مدرسہ حنفیّہ مرسلہ مولوی ظفرالدین صاحب مدرس ۷ جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ھ

بشرف ملاحظہ آقائے نعمت دریائے رحمت حضور پرنور متع اللہ المسلمین بقائکم السلام علیکم ورحمۃاللہ وبرکاتہ بدعائے والامع الخیر رہ کرخواہان عافیت سرکار مع جملہ خدام ہوں رسالہ مبارک الکشف شافیا میں جوبعد تفصیل اجمال فرمایاگیاہے کہ یہاں تین چیزیں ہیں ممنوعات،معظمات،مباحات۔قسم اول کاحکم ارشاد فرمایاکہ بعینہٖ اصل جیسا ہے۔فونو گراف سے سننا گویانہیں بلکہ بعینہٖ اس مغنیہ کاگانا سننا ہے اس لئے کہ پلیٹ اور گلاس کی آواز نہیں ہوتی اگرچہ اس آواز کا بعینہٖ وہی آواز ہونا متبادر عبدالعقل نہیں مگراس تمام تفصیل کے بعد جوابتدائے رسالہ شریفہ میں

درج ہے کسی کو مجال انکار نہیں، اور بیشک وہ آواز جو فونو گراف سے نکلتی ہے بعینہٖ وہی آواز ہے جو اس عورت کے گانے کی ہے مگر علمائے کرام وصوفیائے عظام نے جب بالمواجہہ کسی کا گانا سننے اور پس پردہ میں فرق فرمایا ہے تو یہاں بدرجہ اولٰی ہونا چاہئے۔ حضرت امام غزالی قدس سرہ حضور پر نور والا برکت سیدی شاہ محمد کالپوری قدسنااللہ باسرارہ الشریف نے کسی جگہ تحریر فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص مغنیہ کی آواز منہ پر کپڑا ڈال کر سنے کہ اس کی صورت نہ دیکھ سکے تو اس میں مضائقہ نہیں، اگرچہ یہ مضمون میں نے خود ان دونوں حضرات قدسنااللہ باسرارہم کی کسی کتاب میں نہیں دیکھا مگر امام غزالی رحمہ اللہ کی نسبت مولوی حکیم عبدالوہاب نے کہا تھا اور حضرت کالپوری قدس سرہ العزیز کی نسبت رجب ۱۳۲۷ھ میں مولوی محمد فاخر صاحب نے مارہرہ شریف میں، اگرچہ اسی وقت سے بارہا خیال اس کے دریافت کا ہوا مگر اتفاق نہ پڑا، خیر پس اگر یہ دونوں مضمون ان حضرات کرام یا اور کسی صاحب نے نہیں تحریر فرمایا جب تو کوئی بات ہی نہیں، اور اگر تحریر فرمایا ہے تو غالبًا اس کی وجہ قلّت مظنہ فتنہ ہے تو یہاں تو اور اقل قلیل ہے خصوصًا اس صورت میں کہ جس کا ریکارڈ بھرا ہوا ہو وہ مرچکی ہو پھر دونوں کا حکم ایک کس طرح ہوسکتا ہے۔ **بینوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب:

یہ مضمون کہ منہ پر کپڑا ڈال کر رنڈیوں ڈومنیوں کا گانا سننا جائز ہے دونوں حضرات ممدوح قدسنااللہ باسرارہما میں کسی سے ثابت نہیں، نہ ہرگز شرع مطہر میں اس کا پتا، نہ اصول شرع اس کی مساعد، نہ ایسی نقول مذہب پر قاضی ہوسکیں۔

(۱) شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جس طرح فتنہ کو حرام فرمایا دواعی فتنہ کو بھی حرام فرمادیا۔

قال اللہ تعالٰی "تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا" [1] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ من رتع حول الحمی اوشك ان یقع فیہ [2]۔	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا یہ اللہ تعالٰی کی حدیں ہیں لہٰذا ان کے پاس نہ جاؤ۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی کسی چراگاہ کے آس پاس جانور چرائے تو قریب ہے کہ چراگاہ میں گھس جائے۔ (ت)

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۷

[2] صحیح البخاری کتاب البیوع ۱/ ۲۷۵ و صحیح مسلم کتاب المساقات ۲/ ۲۸

اجنبیہ سے خلوت، نظر، مس، معانقہ، تقبیل اس لئے حرام ہوئے کہ دواعی ہیں۔

(۲) دواعی کے لئے مستلزم ہونا ضرور نہیں ہزارہا خلوت و نظر بلکہ بوس و کنار واقع ہوتے ہیں اور مدعوالیہ یعنی زنا واقع نہیں ہوتا۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والفرج یصدق ذٰلك اویکذب بہ رواہ الشیخان [1] وابوداود والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشادفرمایا شرمگاہ اس کی تصدیق یاتکذیب کرتی ہے۔اس کو بخاری، مسلم، نسائی اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت سے بیان فرمایا۔(ت)

(۳) نہ حرمت دواعی وقت افضا پر مقصود ورنہ اجنبیہ سے جملہ امور مذکورہ حلال ہوں جبکہ زنا سے اجتناب کریں،

ولایقول بہ احد من المسلمین وانما حرمت الدواعی لکونھا دواعی والدعاء لایستلزم الافضاء۔	اور کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں۔دواعی اس لئے حرام کیا گیا کہ وہ مطلوب کے لئے اسباب دعوت ہیں یعنی اس کام تک پہنچانے کے ذرائع اور وسائل ہیں،اور داعی کے لئے اس تک رسائی لازم نہیں۔(ت)

(۴) شرع مطہر مظنہ پر حکم دائر فرماتی ہے اس کے بعد وجود منشاء حکم پر نظر نہیں رکھتی کما عرف فی رخص السفر وغیرھا (جیسا کہ سفر وغیرہ کی رخصتوں سے معلوم ہوا۔ت)

(۵) احکام فقہیہ میں غالب کالحاظ ہوتا ہے نادر کے لئے کوئی حکم جدا نہیں کیا جاتا،

صرحوا بہ فی مواضع کثیرۃ وقدنقلنا النصوص علیہ فی الکشف شافیا عن فتح القدیر وعن الدرالمختار وعن الدرالمنتقی وھو دوار فی الکتب لامطمع فیہ ان یستقصی۔	ائمہ کرام نے متعدد اور بکثرت مقامات پر اس کی صراحت فرمائی ہے،اور ہم نے "الکشف شافیا" میں اس پر نصوص ذکر کئے ہیں جو فتح القدیر، درمختار اور الدرالمنتقی وغیرہ کی عبارات پر مشتمل ہیں،اور وہ کتب متعددہ میں دائر ہیں پس ان کے لئے یہ توقع نہیں کہ اس کا استقصا کیا جاسکے(ت)

[1] صحیح البخاری کتاب القدر باب قول اللہ وحرام علی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۷۸، صحیح مسلم کتاب القدر باب قدر علی ابن آدم حظہ من الزنا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۳۶

ان فوائد کو ملحوظ رکھ کر مغنیہ اجنبیہ کا گانا سننے کی حرمت میں شبہہ نہیں ہوسکتا بیشک وہ داعی ہے اور داعی حرام حرام اگرچہ مستلزم بلکہ اس وقت مفضی بھی نہ ہوا اگرچہ خصوص محل میں داعی بھی نہ ہو اور بعض نفوس مطمئنہ کہ شہوات سے یکسر خالی ہوگئے ان کے لحاظ سے حکم میں تفصیل ناممکن بلکہ وہی حکم عام جاری رہے گا ورنہ خلوت ومس وتقبیل وامثالہا میں بھی حکم مطلق نہ رکھیں تفصیل لازم ہو کہ قلب شہوانی کے لئے حرام ہیں اور نفوس مطمئنہ کے لئے جائز حالانکہ یہ قطعًا اجماعًا باطل ہے۔

(۶) جبکہ منشاء تحریم داعی ہونا ہے اور اس میں ہر داعی مستقل تو ایک کی تحریم دوسرے کے وجود پر موقوف نہیں ہوسکتی۔

والالم یکن شیئ منھا داعیا بل المجموع اولم یکن داعیا الاشرط وجودہ وکان الآخر لغواساقطامن البین۔	ورنہ ان میں سے کوئی چیز داعی نہ ہو بلکہ مجموعہ یا داعی نہ ہو مگر اس کے پائے جانے کی شرط سے۔اور دوسرا بے فائدہ درمیان سے ساقط ہو۔(ت)

شرع مطہر نے یہاں نفس صوت فتنہ پر حکم فرمایا ہے:

قال اللہ تعالٰی "وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ"[1] و عن انس وعن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوتان ملعونان فی الدنیا والاٰخرۃ مزمار عند نعمۃ ورنۃ عند مصیبۃ[2]۔	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا تو پھسلادے ان میں سے جس کو تو اپنی آواز سے پھسلاسکتا ہے(یہ شیطان سے خطاب فرمایا)اور حدیث میں حضرت انس اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں دو آواز دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں(۱)آسائش کے وقت گانا بجانا (۲)مصیبت کے وقت بین کرنا(ت)

تیسری حدیث میں ہے:

عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال من قعد	حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جو کوئی گانے والی

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۶۴

[2] کنز العمال بحوالہ البزار والضیاء عن انس حدیث ۴۰۶۶۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۲۱۹

الی قینة لیستمع منها صب اللہ فی اذنیه الآنك یوم القیٰمة[1]۔	گویّا کے پاس بیٹھ کر اس کا گانا سنے تو اللہ تعالٰی قیامت کے دن اس کے دونوں کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دے گا۔(ت)

چوتھی اور پانچویں حدیث میں ہے:

عن جابر وعبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنهما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم قال نهیت عن صوتین احمقین فاجرین[2] وقداستقصینا علٰی تخاریجها فی اکثر من خمسین حدیثا اوردناها فی رسالتنا اتم المعارف فی حق المعازف وباللہ التوفیق۔	حضرت جابر اور حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں (اللہ تعالٰی ان دونوں سے راضی ہو) کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "مجھے دو نادان بدکار آوازوں سے روک دیا گیا۔ پچاس سے زائد حدیثوں کی تخریج کرنے میں ہم نے انتہائی کوشش کی جنہیں ہم اپنے رسالہ "اتم المعارف فی حق المعازف" (معرفت کی باتوں کا پورا ہونا آلاتِ ساز کے مٹانے میں) لائے ہیں، اور اللہ تعالٰی ہی بہتر کارساز ہے۔(ت)

تو نظر کی روک، کان کے حرام کو کیونکر حلال کردے گی، اس کی نظیر یہی ہو سکتی ہے کہ کہا جائے اجنبیہ کو گلے لگانا حلال ہے جبکہ بوسہ نہ لے یا محل بوسہ کو رومال سے چھپالے یا اس کا بوسہ لینا جائز ہے جبکہ گلے نہ لگائے۔ صوت فتنہ کی تحریم فتنہ نظر پر موقوف ہو تو مزامیر کا سننا مطلقاً فی نفسہٖ حلال ہو جائے کہ ان کی طرف نظر کسی کے نزدیک منع نہیں بلکہ انصافاً منع نظر کے ساتھ سماع، افساد حال و تشویش خیال میں ابلغ ہوگا فان الانسان حریص علی مامنع (انسان کو جن کاموں سے روکا جائے ان کے کرنے کی وہ حرص رکھتا ہے۔ت) نفس شیئ مبذول کی طرف اتنا نہیں کھنچتا جتنا ممنوع کی جانب، ولہٰذا بندگان نفس کو نظر اجنبیہ میں نظر حلیلہ سے زیادہ لذت آتی ہے اگرچہ حلیلہ احسن و اجمل ہو ولہٰذا زنان فواحش باآنکہ خود امالہ وجذب میں سعی کرتی ہیں بعد انجذاب تمنع وخودداری کا تصنع دکھاتی ہیں کہ منع اجلب للشوق ہے۔ حضرت شیخ سعدی قدس سرہ فرماتے ہیں: ؎

[1] کنزالعمال بحوالہ ابن صغری فی امالیہ حدیث ۴۰۶۶۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۲۲۱،۲۲۰

[2] جامع الترمذی ابواب الجنائز باب ماجاء فی الرخصۃ فی البکاء علی المیت امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۲۰

دیدار می نمائی و پرہیز مے کنی　　　بازار خویش وآتش ماتیز می کنی [1]

(تو دیدار دکھاتا ہے لیکن پرہیز بھی کرتا ہے، لہٰذا اپنے بازار اور ہماری آگ کو تیز کرتا ہے۔ت)

شرع مطہر نے امور محمودہ میں بھی اس حکمت پر لحاظ فرمایا ہے ولہٰذا دن میں تین وقت نماز حرام فرمائی کہ شوق مشتاقان تازہ ہوتا رہے ولہٰذا تجلی کو دوام نہیں ہوتا ولہٰذا ابتداء میں ایک مدت تک وحی روک لی گئی جس پر کفار نے ودع و قلی کیا اور سورہ کریمہ والضحیٰ نے نزول فرما کر ان کا منہ سیاہ کیا تو کپڑا ڈال کر سننا وہی رنگ لائے گا جو حضرت عارف جامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں: ؎

چو یابد بُوئے گل خواہد کہ بیند　　　چو بیند روئے گل خواہد کہ چنید [2]

(جب کوئی پھول کی خوشبو پائے تو چاہتا ہے کہ اس کو دیکھے اور جب پھول کو دیکھ پائے تو چاہتا ہے کہ اسے چنے۔ت)

غرض عارف مصالح شریعت احمدیہ و حکم جلیلہ احکام محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ یقین کرے گا کہ اس کی اباحت سخت بدخواہی امت اور ابلیس لعین کو ان پر بڑی اعانت ہے۔

(۷) اصوات فتنہ کی حرمت اس لئے نہیں کہ وہ خاص مصوت کے ساتھ فجور کی طرف داعی ہیں جس سے مغنیہ مردہ کا بھرا ہوا گانا حلال ہوجائے ورنہ سماع مزامیر مطلقاً حلال ہوتا کہ وہاں مصوت فجور نامتصور، بلکہ اس لئے کہ وہ مفسد قلب و محرک شہوت و منبت نفاق و مثبت غفلت ہیں کما افادہ الائمۃ الاعلام وذکرنا طرفا منہ فی الکشف شافیا (جیسا کہ مشہور ائمہ نے اس کا افادہ بخشا، اور ہم نے اس کا کچھ حصہ اپنے رسالے الکشف شافیا میں بیان کیا ہے۔ت) **واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۹: ازمرادآباد محلّہ مغلپورہ حصہ دوم متصل مکان جناب حکیم سید امیر حسن صاحب　مسئولہ　سید حامد حسین　صاحب ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

علماء متین ومفتیان شرع مبین کی بارگاہ میں عرض ہے کہ اس مسئلہ میں آپ حضرات کا کیا ارشاد ہے کہ سماع کلام حسن منظوم خواہ منثور بالحان بہ لہجہ عربی ہو یا مصری یا ہندی خواہ سوا ان کے ہو باستثناء قرآن مجید وفرقان حمید برعایت قواعد و قوانین موسیقی بلامزامیر مرد صالح معمر یا غیر معمر بلکہ امرد سے جبکہ خوف فتنہ وفساد نہ ہو جائز ہے یا نہیں، چنانچہ علماء وغیرہم مثنوی مولانا روم ونعت وحمد وغیرہم پڑھتے ہیں

---

[1] گلستان سعدی باب دوم مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور ص ۱۱۵

[2] یوسف زلیخا باب گرفتن زلیخا یوسف را الخ مطبع تاجران کتب خانہ لاہور ص ۱۸۹

اگر ناجائز ہے تو کیا علم قوانین موسیقی ناجائز ہے یا بعد حصول علم موسیقی رعایت اس کی معیوب ومقبوح ہے حالانکہ علم کسی امر کا قبیح نہیں کیونکہ حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جمیع امور کا علم بالتفصیل بعطاء الٰہی حاصل تھا اور ہے۔ پھر اگر رعایت اس کی ناجائز ہے تو جمیع علماء کو اپنے کلام (منظوم یا منثور) کو جو بوقت وعظ وغیرہ پڑھتے ہیں اور اس میں موسیقی پائی جاتی ہے امتیاز حاصل کرنے کے لئے موسیقی سے غیر موسیقی کو فن موسیقی معلوم کرنا ضرور ہے تاکہ حق کو باطل سے جدا کرلیں، کیونکہ یہ قاعدہ کلیہ ہے **یعرف الاشیاء باضدادھا** (اشیاء اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں۔ت) تو جب تک کہ غیر موسیقی کی ضد کو یعنی موسیقی حاصل نہ ہو اس وقت تک امتیاز بایں ہمہ غیر متصور، ورنہ اختلاط باوجود قدرت جائز نہ ہوگا والا برعایت موسیقی ہر کلام خواہ نظم ہو یا نثر باستثناء قرآن شریف جائز قرار پائے گا۔ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر وثواب پائیے۔ت)

الجواب:

جب سامع ومسموع ومُسمَع ومِسمع ومَسمع وسماع واسماع سب مفاسد سے پاک ہوں تو سننا سنانا سب جائز ہے اگرچہ بالقصد برعایت قوانین موسیقی ہو، خواہ فارسی یا اردو یا ہندی جو کچھ بھی ہو باستثناء قرآن عظیم موسیقی کی نسبت آواز کی طرف وہ ہے جو عروض کی نسبت کلام کی طرف، کلام جب حسن ہو اوزان عروضیہ پر منظوم کردینے سے قبیح نہ ہوجائے گا۔ یونہیں الحان کہ مباح ہو قوانین موسیقی کی رعایت سے ناجائز نہ ہوجائے گا۔ حدیث میں فرمایا:

الشعر کلام فحسنه حسن وقبیحه قبیح[1]۔	شعر ایک کلام ہے، جو اچھا ہے وہ اچھا ہے، اور جو برا ہے وہ برا ہے۔ (ت)

سامع تو وہ چاہیئے جس کے قلب پر شہوات ردیہ کا استیلا نہ ہو کہ سماع کوئی نئی بات پیدا نہیں کرتا بلکہ اسی کو اُبھارتا ہے جو دل میں دبی ہو، مسموع میں ضرور ہے کہ نہ فحش ہو نہ کوئی کلمہ خلاف شرع مطہر، نہ کسی زندہ امرد کا ذکر ہو نہ کسی زندہ عورت کی تعریف، نہ ایسی قریب مردہ کا نام ہو جس کے اعزّہ زندہ ہوں اور انہیں اس سے عار لاحق ہو، امثال لیلٰے سلمٰے سعاد میں حرج نہیں۔ مُسمِع بالضم یعنی پڑھنے یا گانے والا امرد بوڑھا یا جوان ہو، امرد یا عورت نہ ہو۔ مِسمع بالکسر یعنی آلہ سماع مزامیر نہ ہوں اگر ہو تو صرف دف بے جلاجل جو ہیئات تطرب پر نہ بجایا جائے۔ مَسمع بالفتح جائے سماع مجلس فساق نہ ہو

[1] السنن الکبرٰی للبیھقی کتاب الحج باب لایضیق علی واحد منھما الخ دار الفکر بیروت ۵/ ۶۸

اور اگر حمد و نعت و منقبت کے سوا عاشقانہ غزل، گیت، ٹھمری وغیرہ ہو تو مسجد میں مناسب نہیں۔ سماع یعنی سننا ایسے وقت نہ ہو کہ اس سے نماز باجماعت وغیرہ کسی فرض یا واجب یا امر اہم شرعی میں خلل آئے۔ اِسماع یعنی پڑھنا یا گانا ایسی آواز سے نہ ہو جس سے کسی نمازی کی نماز یا سوتے کی نیند یا مریض کے آرام میں خلل آئے۔ اور حُسن و عشق و وصل و ہجر و شراب و کباب کا ذکر ہو تو عورات تک آواز نہ پہنچے بلکہ اگر گانے والے کی آواز دلکش ہے تو عورات تک پہنچنے کی مطلقاً احتیاط مناسب ہے۔

یاانجشۃ رویدك بالقواریر [1]۔	اے انجشہ! کانچ کی شیشیوں کالحاظ کرکے اپنی آواز آہستہ کیجئے۔ (ت)

ع حسن بلائے چشم ہے نغمہ وبال گوش ہے۔

رہا علم موسیقی، اس کے تعلم میں وقت ضائع کرنا صالحین کا کام نہیں بلکہ کم از کم عبث ہے اور ہر عبث میں تضییع وقت ممنوع۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من حسن اسلام المرء ترکہ مالایعنیہ [2]۔	حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کسی آدمی کے حسن اسلام میں سے یہ ہے کہ جو بے فائدہ اور بے سود کام ہو اسے چھوڑ دے (ت)

اور علم اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر قیاس صحیح نہیں کہ وہ بلا تعلم و بے صرف وقت و بے قصد خاص بفن معین تھا حرج اس میں ہے نفس علم میں کوئی حرج نہیں کہ وہ کمال ہے، ولہذا حضرت عزت جلالہ جس کے لئے ہر کمال واجب اور ہر نقصان بلکہ ہر وہ شَے جو کمال و نقصان دونوں سے خالی ہو محال بکل شیئ علیم ہے ازلًا ابدًا وجوبًا اور کسی شَے کے علم کی اس سے نفی کفر ہے تو ثابت ہوا کہ ہر شَے کا علم مطلقاً کیسی ہی ہو عین کمال ہے، یوہیں بعد تعلم اس کے قوانین کی اپنے الحان میں رعایت اہل شرف وصلاح کے لئے عیب ہے کہ وہ ذلیلوں رذیلوں کا فن ہے اور بالخصوص فاسقین وفاسقات کے ساتھ مشہور ہے، ایسی تخصیص شرعًا شَے کو ممنوع کردیتی ہے اگرچہ فی نفسہٖ اس میں کوئی حرج نہ ہو جیسے جوان یا بوڑھے مرد کو ٹوپی انگرکھے یا پاجامے میں چار انگل یا اس سے کم لچکا گوٹا پٹھا لگانا بلاشبہہ بدوضعی ومعیوب ہے کہ فاسقوں اور فحشوں کی وضع ہے اگرچہ فی نفسہ چار انگل تک کی اجازت ہے اور

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب مایجوز من الشعر الخ قومی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۸

[2] جامع الترمذی کتاب الزھد امین کمپنی دہلی ۲/ ۵۵

منع رعایت موسیقی پر سائل کا وہ شبہہ کہ اس تقدیر پر تعلم موسیقی سب پر واجب ہوگا محض بے اصل و بے معنی ہے آخر اتنا تو مسلّم ہے کہ قرآن عظیم میں اس کی رعایت حرام ہے تو بے تعلم موسیقی اگر اس سے بچنا ناممکن تھا تو خواہی نخواہی اس کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض عین ہوتا تو یہ وہ فرض ہے کہ صحابہ وتابعین وائمہ وعلماء سب اس سے محروم رہے، بات یہ نہیں بلکہ اس کا عکس ہے ممنوع ومعیوب رعایت ہے اور رعایت فعل اختیاری ہے اور فعل اختیاری کو قصد لازم اور قصد بے علم ناممکن تو رعایت جبھی کر سکے گا کہ جانتا ہو نہ جاننے والا کہ نہ اس سے آگاہ نہ اس کا قصد کرتا ہے اگر اتفاقاً اس کا پڑھنا کسی شعبہ موسیقی سے موافق ہو جائے تو نہ اس پر الزام نہ یہ شرعاً ممنوع حتی کہ خود قرآن عظیم میں کمانص علیہ فی الفتاوی الخیریۃ وغیرھا (جیسا کہ فتاوٰی خیریہ وغیرہ میں اس کی تصریح کردی گئی ہے۔ت) بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من لم یتغن بالقراٰن فلیس منّا[1]۔	جو خوش الحانی سے قرآن نہ پڑھے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔

اور خوش الحانی میں کسی شعبہ سے اتفاقیہ موافقت نادر نہیں بلکہ غالب بلکہ اس فن والوں کے نزدیک لازم ہے الحان میں اگرچہ تان گٹکری نہ ہو مگر تال سم سے خالی نہیں ہو سکتا تو ناواقف اپنی سادگی کے ساتھ قصد مفسدہ سے بچا ہوا نکل جائے گا اور واقف احتیاط کرے گا تو قصداً بگاڑے گا اور بنانا چاہے گا تو رعایت کی طرف جائے گا للذا اور بھی ضرور ہوا کہ اس فن سے ناواقف رہیں، وباللہ التوفیق، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰: مرسلہ اراکین بعض انجمن غزہ رجب ۱۳۳۲ھ

کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جبکہ سماع میں یہ بات مقرر ہے کہ اہل کے لئے جائز نااہل کے لئے ناجائز، چنانچہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ؎

نگویم سماع ای برادر کہ چیست مگر مستمع را بدانم کہ کیست[2]

(اے بھائی! میں نہیں کہتا کہ سماع کیسا ہے، جب تک یہ نہ جان لوں کہ سننے والا کون ہے۔ت)

[1] سنن ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلوات والسنۃ الخ باب فی حسن الصوت بالقرآن ص ۹۶

[2] بوستان سعدی باب سوم دانش سعدی تہران ایران ص ۱۸۴

تو آج کل جو مشائخ مزامیر سنتے ہیں ان کے لئے کیوں ناجائز ہوا کیونکہ وہ اس کے اہل ہیں نااہل سنے تو اس پر اعتراض چاہئے یہ تو اُسے غذائے روح سمجھتے اور اپنے لئے عبادت جانتے ہیں۔ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب:

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب (اے اللہ! حق اور ٹھیک راستہ دکھادے۔ ت) اہل نااہل کا تفرقہ سماع مجرد میں ہے۔ شعر حضرت شیخ سعدی قدس سرہ میں اسی کا ذکر ہے۔ مزامیر میں اہل کی اہلیت نہیں، نہ ان کا کوئی اہل نہ وہ کسی کے لئے جائز، مگر مجاذیب اور خودرفتہ کہ عقل تکلیفی نہ رکھتے ہوں اُن پر ایک مزامیر کیا کسی بات کا مواخذہ نہیں کہ ع

سلطان نگیرد خراج از خراب

(کیونکہ بنجر اور ویران زمین سے کوئی بادشاہ (لوگوں سے) ٹیکس وصول نہیں کرتا۔ ت)

ایسی جگہ اہل عقل میں اہل و نااہل کا فرق کرنا ہر کس و ناکس کو گناہ پر جری کرنا اور امت مرحومہ پر مکر شیطان لعین کا دروازہ کھولنا ہے، ہر فاسق اسی کا مدعی ہوگا کہ ہم اہل ہیں ہم کو حلال ہے علانیہ ارتکاب معصیت کرے گا اور حرام خدا کو حلال بتائے گا اور اپنے امثال عوام جہال کو گمراہ بنائے گا، کیا شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسا حکم لاتی ہے، حاش للہ۔ شریعت مطہرہ فتنہ کا دروازہ بند فرماتی ہے اور یہ حکم فتنہ کے روزن کو عظیم پھاٹک کرتا ہے، تو کس قدر مبائن شریعت غرا ہے، اب دیکھ نہ لیجئے کہ آج کل کتنے نامشخص، کتنے بے تمیز، کتنے کندہ ناتراشیدہ، جن کو استنجا کرنے کی تمیز نہیں یہ بھی نہیں جانتے کہ استنجا کرنے میں کیا فرض، واجب، سنت، مکروہ، حرام ہیں۔ وہ گیروا کپڑے رنگ کر یا عورتوں کے سے کاکل بڑھا کر رات دن اسی آواز شیطانی میں منہمک ہیں۔ نمازیں قضا ہوں بلا سے، مگر ڈھولک ٹھنکنا ناغہ نہ ہو، اور پھر وہ پیر و مرشد ہیں ان کے پاؤں پر سجدے ہوتے ہیں۔ اور علانیہ کہتے ہیں کہ ہم کو رواہے، ہماری روح کی پاکیزہ غذا ہے۔ یہ ناپاک نتیجہ اسی اہل و نااہل کے فرق پُر جہل کا ہے۔ اور ان کا کذب صریح یوں آشکار کہ سماع بے مزامیر جس میں اہل و نااہل کا فرق ہے اس کے جواز میں اس کے اہل نے یہ شرط رکھی ہے کہ جلسہ سماع میں کوئی نااہل نہ ہو، یہاں تک کہ قوال بھی اہل باطن ہو، جیسے بارگاہ حضور سیدنا محبوب الٰہی سلطان الاولیاء نظام الحق والدّین محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ میں حضرت سیدنا امیر خسرو وحضرت سیدی میر حسن علی سجزی قدس سرہما۔ بفرض باطل اگر مزامیر میں بھی اہل و نااہل کا فرق ہوتا تو اہل وہ تھا کہ کسی نااہل کے سامنے نہ سنتا، یہ جہل کے اہل عام مجمع کرتے ہیں جس میں فسّاق

فجّار شرابی زناکار سب کا شیطانی بازار لگتا ہے اور مزامیر کھڑکتے ہیں، یہ اہلیت کی شکل ہے، ولاحول ولاقوۃ الاباللّٰہ العلی العظیم (گناہوں سے بچنے اور بھلائی کرنے کی قوت بجزاللہ تعالٰی بلند مرتبہ اور بزرگ قدر کے توفیق دینے کے کسی فرد میں نہیں۔ ت) ان سب کی گمراہی اور عوام کی بربادی تباہی کا وبال انہیں مولویوں کے سر ہے جو اہل ونااہل کا فرق بتاتے اور حرامِ خدا کو حلال کرنے کی کوشش کرتے اور امت کی بھیڑوں کو ابلیس بھیڑیئے کے پنجے میں دیتے ہیں پھر مزامیر کی حالت بالکل شراب کی مثل ہے قلیلھا یدعوالی کثیرھا تھوڑی سے بہت کی خواہش پیدا ہوتی ہے الذنب یجری الی الذنب گناہ گناہ کی طرف کھینچتا ہے ع

تخم فاسد بار فاسد آورد

(ناقص اور ناکارہ بیج بیکار پھل لاتا ہے۔ت)

شدہ شدہ رنڈی کے مجرے تک نوبت پہنچتی ہے پھر حیا یکسر کنارہ کرتی ہے، بھری مجلس میں فاحشہ ناچ رہی ہے اور پیر جی صاحب شیخ المشائخ وپیر مغاں وقطب دوراں بنے ہوئے بیٹھے ہیں اور مریدین ھُوحق مچارہے ہیں، تف بریں اہلیت، یہ سب نتائج ملعونہ اسی مداہنت وتحلیل حرام کے فرق اہل ونااہل کے ہیں، والعیاذباللہ رب العالمین۔ دربارہ شطرنج تو خود روایات وجوہ عدیدہ پر ہیں مگر ناصحان امت نے نظر بعصر یہی فرمایا کہ اس کی اباحت میں امت مرحومہ اور خود دین اسلام پر شیطان کو مدد دینا ہے لہٰذا مطلقاً حرام وگناہ کبیرہ ہے تو مزامیر کہ نفس امارہ کو شیطان لعین کی ان کی طرف رغبت بہ نسبت شطرنج ہزارہا درجہ زائد ہے کیونکر مطلقاً حرام وسخت کبیرہ نہ ہوں گے۔ سَو میں پچانوے وہ ہوں گے جنہیں شطرنج کی طرف التفات بھی نہیں اور سَو میں پانچ بھی نہ نکلیں گے جن کے نفس امارہ کو مزامیر کی شیطانی آواز خوش نہ آتی ہو، اہل تقوی بھی اپنے نفس کو بالجبر اس سے باز رکھتے ہیں ع
حُسن بلائے چشم ہے نغمہ وبالِ گوش ہے۔ کافی شرح وافی للامام حافظ الدین النسفی پھر جامع الرموز پھر ردالمحتار میں ہے:

ھو حرام وکبیرۃ عندنا وفی اباحتہ اعانۃ الشیطان علی الاسلام والمسلمین[1]۔	ہمارے نزدیک وہ حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور اسے مباح قرار دینے میں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف شیطان لعین کی مدد کرنا ہے۔ (ت)

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۵۳، جامع الرموز کتاب الکراھیۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳ /۳۱۹

مسلمانو! زبان اختیار میں ہے شعریات باطلہ میں **العسل مرۃ والخمر یاقوتیۃ** (شہد کڑوا ہے اور شراب یاقوتی ہے، یعنی یوں کہنا حقیقت ثابتہ کے سراسر خلاف ہے۔ت) کہہ دینے کا ہر شخص کو اختیار ہے شرابی شراب کو بھی غذائے روح وجانفزا وجان پرور کہا کرتے ہیں کہنے سے کیا ہوتا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جو فرق بتایا ہے ذرا انصاف وایمان کے ساتھ اُسے سنئے تو خود کھل جائے گا ع

کہ باکہ باختہ عشق در شب دیجور

(اندھیری رات میں تُونے کس کے ساتھ عشق لڑایا۔ت)

ہاں سنئے اور گوش ایمان سے سنئے کہ ارشاد اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کیا ثابت ہے، غذائے روح وہ ہے جس کی طرف شریعت محمدیہ علٰی صاحبہا والہ افضل الصلوۃ والتحیۃ بلاتی ہے اور جس کی طرف شریعت مطہرہ بلاتی ہے اس پر وعدہ جنت ہے اور جنت اُن چیزوں پر موعود ہے جو نفس کو مکروہ ہیں، اور غذائے نفس وہ ہے جس سے شریعت محمدیہ صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلٰی آلہ منع فرماتی ہے اور جس سے شریعت کریمہ منع فرماتی ہے اس پر وعید نار ہے اور نار کی وعید ان چیزوں پر ہے جو نفس کو مرغوب ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حفت الجنۃ بالمکارہ وحفت النار بالشھوات۔ رواہ البخاری[1] فی کتاب الرقاق بلفظ حجبت وتقدیم الجملۃ الاخیرۃ ومسلم باللفظ عن ابی ھریرۃ و احمد[2] ومسلم والترمذی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہما فی صحیحہ۔	جنت ان چیزوں سے گھیر دی گئی ہے جو نفس کو ناگوار ہیں اور دوزخ ان چیزوں سے ڈھانپ دی ہے جو نفس کو پسند ہیں (امام بخاری نے کتاب الرقاق میں ساتھ لفظ حجبت کے اس کو روایت کیا ہے اور آخری جملہ کی تقدیم سے اس کو ذکر فرمایا اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ کے الفاظ سے۔ اور احمد، مسلم اور جامع ترمذی نے حضرت انس سے (اللہ تعالٰی ان دونوں سے راضی ہو) اپنی صحیح میں ذکر فرمایا۔ت)

[1] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب حجبت النار بالشھوات قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۶۰، صحیح مسلم کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۷۸

[2] صحیح مسلم کتاب الجنۃ ۲/ ۳۷۸ و جامع الترمذی ابواب صفۃ الجنۃ ۲/ ۸۰، مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۵۳، ۲۵۴، ۲۸۴

یہ حدیث تو صحیحین کی تھی اور اس کی تفصیل اس حدیث جلیل میں ہے کہ ابوداؤد ونسائی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لما خلق اللہ تعالٰی الجنۃ قال لجبرئیل اذھب فانظر الیھا فذھب فنظر الیھا والی مااعداللہ لاھلھا فیھا ثم جاء فقال ای رب وعزتك لایسمع بھا احدالا دخلھا ثم حفھا بالمکارہ ثم قال یاجبرئیل اذھب فانظر الیھا فذھب فنظر الیھا ثم جاء فقال ای رب وعزتك لقد خشیت ان لایدخلھا احد قال فلما خلق اللہ النار قال یاجبرئیل اذھب فانظر الیھا قال فذھب فنظر الیھا ثم جاء فقال ای رب وعزتك لایسمع بھا احد فیدخلھا فحفھا بالشھوات ثم قال یاجبرئیل اذھب فانظر الیھا قال فذھب فنظر الیھا فقال ای رب و عزتك لقد خشیت ان لایبقی احد الادخلھا[1]۔	جب اللہ عزوجل نے جنت بنائی جبریل امین علیہ الصلوٰۃ و السلام کو حکم فرمایا کہ اسے جاکر دیکھ، جبریل نے اسے اور جو کچھ مولٰی تعالٰی نے اس میں اہل جنت کے لئے تیار فرمایا ہے دیکھا، پھر حاضر ہوکر عرض کی اے میرے رب! تیری عزت کی قسم اسے تو جو کوئی سنے گا بے اس میں جائے نہ رہے گا۔ پھر رب عزوجل نے اسے ان باتوں سے گھیر دیا جو نفس کو ناگوار ہیں۔ پھر جبرئیل کو حکم فرمایا کہ اب جاکر دیکھ۔ جبرئیل نے دیکھا، پھر حاضر ہوکر عرض کی اے میرے رب! تیری عزت کی قسم مجھے ڈر ہے کہ اب تو شاید اس میں کوئی بھی نہ جاسکے۔ پھر جب مولٰی تبارک وتعالٰی نے دوزخ پیدا کی جبرئیل سے فرمایا اسے جاکر دیکھ، جبرئیل نے دیکھا پھر آکر عرض کی اے میرے رب! تیری عزت کی قسم اس کا حال سن کر کوئی بھی اس میں نہ جائے گا۔ مولٰی تعالٰی نے اسے نفس کی خواہشوں سے ڈھانپ دیا، پھر جبرئیل کو اس کے دیکھنے کا حکم فرمایا، جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اسے دیکھ کر عرض کی اے میرے رب! تیری عزت کی قسم مجھے ڈر ہے کہ اب تو شاید ہی کوئی اس میں جانے سے بچے۔

[1] جامع الترمذی ابواب الجنۃ باب ماجاء حفت النار بالشھوات امین کمپنی دہلی ۲ /۸۰، سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی خلق الجنۃ والنار آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۹۶، سنن نسائی کتاب الایمان والنذور باب الحلف لعزۃ اللہ تعالٰی نور محمد کارخانہ کراچی ۲ /۱۴۲-۱۴۱

یہ ہے وہ فرق کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتایا اور خود رب العزۃ جل جلالہ قرآن عظیم میں نماز کو فرماتا ہے:

"وَ اِنَّهَا لَكَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِیْنَ ﴿۴۵﴾ الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ اَنَّهُمْ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾ "[1]	بیشک نماز گراں ہے مگر ان خشوع والوں پر جن کو یقین ہے کہ وہ اپنے رب سے ملیں گے اور انہیں اس کی طرف پھر کر جانا ہے۔

غذائے روح کی یہ پہچان ہے، اب مزامیر کو دیکھئے کفّار، فسّاق، فجّار رات دن ان میں منہمک ہیں تو واضح ہوا کہ وہ شہواتِ نفس ہیں جب تو بندگان نفس امارہ ان پر مٹے ہوئے ہیں غذائے روح ہوتے تو وہ ان کا نام نہ لیتے کہ بندگان نفس غذائے روح کا نام لئے تھراتے ہیں، ہاں وہ عبادت ضرور ہیں مگر کہاں مندروں اور گرجاؤں میں کہ ان کی عبادت مزامیر ہی کے ساتھ ہوتی ہے مگر حاشا وہ مسجد والوں کی عبادت نہیں، مسجد کا رب اس سے پاک ہے کہ شیطانی لذتوں سے جن میں کافروں کا حصہ غالب ہو اس کی عبادت کی جائے۔ یہ عجب عبادت ہے کہ مندروں گرجاؤں میں ہوتی ہے اور مسجدیں اس سے محروم، ہندوؤں نصرانیوں میں دھڑلے سے رائج، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ وائمہ اس سے محفوظ۔ **ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم** (گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں مگر اللہ تعالیٰ بلند اور عظیم الشان کی توفیق دینے سے۔ت) یہ اگر عبادت ہے تو ڈوم ڈومنیاں، رنڈیاں پیر جی سے بڑھ کر عابد ہیں کہ یہ گھنٹہ بھر اس عبادت سے مشرف ہوں تو وہ چوبیس گھنٹے اسی میں ہیں **ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم** جاہلوں کی شکایت نہیں اگرچہ وہ مشائخ بن بیٹھیں اگرچہ اولیاء کرام کا ارشاد ہے کہ:

صوفی بے علم مسخرہ شیطان ست۔	بے علم صوفی شیطان کا مسخرہ ہے۔(ت)

مااتخذ اللہ جاھلا ولیا قط اللہ نے کبھی کسی جاہل کو اپنا ولی نہ کیا ع

بے علم نتواں خدارا شناخت

(بغیر علم کے خدا تعالیٰ کی شناخت نہیں ہو سکتی۔ت)

غضب تو ان مولوی کہلانے والے مشائخ نے ڈھایا ہے کہ اپنے ساتھ عوام کو بھی شریعت پر جری وبیباک کر دیا اہل نااہل کا جھوٹا تفرقہ زبانی کہیں اور جلسے میں دنیا بھر کے نااہل بھریں، ائمہ دین فرماتے ہیں اے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۴۵

گروہ علماء! اگر تم مستحبات چھوڑ کر مباحات کی طرف جھکوگے عوام مکروہات پر گریں گے، اگر تم مکروہ کروگے عوام حرام میں پڑیں گے، اگر تم حرام کے مرتکب ہوگے عوام کفر میں مبتلا ہوں گے۔

بھائیو! لِلّٰہ اپنے اوپر رحم کرو، اپنے اوپر رحم نہ کرو اُمت مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر رحم کرو۔ چرواہے کہلاتے ہو بھیڑیئے نہ بنو۔ اللہ تعالٰی ہدایت دے، آمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰینا محمد واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین، آمین۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱: از شہر بریلی روز سہ شنبہ تاریخ ۲۵ شعبان ۱۳۳۴ھ

اگر کوئی مجلس خلاف شرع ہو یعنی ناچ یا باجا وغیرہ ہو تو اس میں کھانا وغیرہ کھانا چاہئے اور اس میں شرکت کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر اس میں کھانا کھانا چاہئے تو وہ کون سی شکل ہے جو شرع کے موافق جائز ہو جائے؟ فقط

الجواب:

کسی خلافِ شرع مجلس میں شرکت جائز نہیں اور کھانا بھی اسی جگہ جہاں وہ خلاف شرع کام ہورہے ہیں تو اس کھانے میں بھی شرکت جائز نہیں، اور اگر وہ کھانا دوسرے مکان میں ہے وہاں کوئی امر خلاف شرع نہیں تو عام لوگوں کو جانے اور کھانے میں حرج نہیں مگر عالم یا مقتدا وہاں بھی نہ جائے مگر اس صورت میں کہ اس کے جانے سے وہ امور خلاف شرع بند ہوجائیں گے تو ضرور جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲: امام بخش فریدی از جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان دوشنبہ ۳ محرم ۱۳۳۵ھ

سماع فی نفسہ کا قطع نظر اس سے کہ سلسلہ قادریہ اور نقشبندیہ میں نہیں سننے کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

سماع کہ بے مزامیر ہو اور مسمع نہ عورت ہو نہ امرد، اور مسموع نہ فحش نہ باطل، اور سامع نہ فاسق ہو نہ شہوت پر، تو اس کے جواز میں شبہہ نہیں۔ قادریہ وچشتیہ سب کے نزدیک جائز ہے، ورنہ سب کے نزدیک ناجائز۔ والتفصیل فی رسالتنا اجل التحبیر فی حکم السماع والمزامیر (اس کی تفصیل ہمارے رسالے "اجل التحبیر فی حکم السماع والمزامیر" میں ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳: مرسلہ محمد منظور عالم ۲صفر المظفر ۱۳۳۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں، اس ملک کے مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ ہارمونیم بجانا اور سننا اور گراموفون بجانا یاسننا قطعی حرام ہے، اگر درحقیقت حرام ہے تو اکثر بلاد میں بہت سے علماء ہند نے اس کو جائز رکھا ہے او دیدہ دانستہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں اس کی کیاوجہ، کیاوہ لوگ علم دین سے واقف نہیں ہیں یعنی اجمیر شریف، پھلواری شریف، بغداد شریف وغیرہ میں زمانہ عرس میں قوالی سنتے ہیں اس کے سامنے ہارمونیم وستار ضرور ہوتا ہے اس کی کیاوجہ ہے، ازراہ مہربانی اس کے بارہ میں جیسا حکم ہو کس کس طریقہ والے کے نزدیک جائز ہے اور کس کس کے نزدیک ناجائز ہے؟ جواب سے مطلع فرمائیں۔ فقط۔

الجواب:

ہارمونیم ضرور حرام ہے، بغداد شریف میں تواس کا نشان بھی نہیں، نہ اجمیر شریف میں دیکھنے میں آیا، نہ فاسقوں کا فعل حجت ہو سکتا ہے، نہ کسی عالم نے اسے حلال کہا، اگر کسی نے حلال کہا ہو تو وہ عالم نہ ہوگا ظالم ہوگا۔ گراموفون سے قرآن مجید کا سننا ممنوع ہے کہ اسے لہوولعب میں لانا بے ادبی ہے، اور ناچ یا باجے یا ناجائز گانے کی آواز بھی سننا ممنوع ہے، اور اگر جائز آواز ہو کہ نہ اس میں کوئی منکر شرعی نہ وہ کچھ محل ادب، تو اس کے سننے میں فی نفسہٖ حرج نہیں، ہاں لہو کا جلسہ ہو تو اس میں شرکت کی ممانعت ہے، اور تفصیل کامل ہمارے رسالہ **الکشف شافیا** میں ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۴: از فیض آباد مسجد مغل پورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن ومولوی عبدالعلی ۱۹ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

گانا قوالی مع ساز اور نااہل لوگوں کا جمع ہونا جو صوم صلٰوۃ کے پابند نہ ہوں خصوصًا مستورات کا جمع ہونا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب:

گانا مع مزامیر مطلقًا ناجائز ہے نہ کہ ان منکرات کے ساتھ۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۵ تا ۲۷: از کمال پورہ علاقہ جیت پورہ بنارس مرسلہ خدابخش زردوز مالک فلور مل اسلامیہ ۲۰ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل کے بارے میں:

(۱) جس کی بارات میں کثرت سے باجے، روشنی، گھوڑے ہوں اور جابجا بارات کی گشتی کی گئی ہو۔ ان کا نکاح شرعًا ہوتا ہے یا نہیں؟ اور ایسی بارات میں شریک ہونے سے گناہ ہوگا یا نہیں؟

اور شریک ہونے والوں کی دو قسم ہے دونوں کا حکم علیحدہ علیحدہ بیان فرمائیں۔
(۲) بعض تو شرکت میں کوئی حرج یا گناہ نہیں سمجھتے۔
(۳) بعض گناہ تو سمجھتے ہیں مگر اپنے خاص محلّہ یا قرابت دار کی بارات میں اس مجبوری سے شریک ہوتے ہیں کہ نہ شریک ہوں گے تو باعث رنج وملال ہوگا اور آپس میں بے لطفی ہوگی، کیا یہ مجبوری حائل ہوتی ہے؟

الجواب:

روشنی اور گھوڑے ممنوع نہیں، ہاں باجے جیسے رائج ہیں ضرور ممنوع ہیں۔ شرکت دو طرح ایک بارات کے ساتھ جانا اور دوسرے اس مکان میں جانا جہاں بارات ہے اول کسی عالم یا مقتداء کو مطلقًا نہ چاہئے جبکہ اس کے ساتھ باجے یا اور کوئی ممنوع شے ہو،

لان المقتدٰی لاینبغی له الاختلاط مع اهل الباطل کما فی العٰلمگیریة [1] وغیرها ولان ذٰلك یسقط حرمته من الاعین وحرمة تلك المحرمات من القلوب۔	اس لئے کہ کسی قوم کے دینی پیشوا کو اہل باطل کے ساتھ میل ملاپ نہیں رکھنا چاہئے جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری وغیرہ میں مذکور ہے اور اس لئے بھی کہ (عام لوگوں سے اگر میل جول رکھا جائے) تو یہ رویہ عام لوگوں کی نگاہوں سے عزت وحرمت کو ختم کردیتا ہے اور ان حرام کاموں کی حرمت کو دلوں سے محو کردیتا ہے۔ (ت)

اور جو اُن ممنوعات کے استحسان کے ساتھ شریک تو مطلقًا حرام ہے اگرچہ جاہل محض ہو اور عوام میں سے کوئی شخص ہے اور وہ ان ممنوعات کی طرف توجہ نہ کرے اور صلہ رحم یا مراعات دوستی یا محکومی کے سبب اُن ممنوعات سے بچا ہوا برات کے ساتھ ہو تو حرج نہیں،

والله یعلم المفسد من المصلح کما نصوا علیه فی اتباع جنازة معها نائحات بل زیارة قبور عندها منکرات کما فی ردالمحتار وغیره۔	اللہ تعالٰی فساد کرنے والے کو اصلاح کرنے والے سے خوب جانتا ہے جیسا کہ ائمہ کرام نے اس کی تصریح فرمائی کہ اگر جنازہ (میت) کے ساتھ رونے پیٹنے والی عورتیں ہوں تو یہ جنازہ کے ساتھ ضرور جائے بلکہ اہل قبور کی زیارت نہ چھوڑے باوجودیکہ وہاں گناہ اور غیر شرعی کام ہورہے ہوں۔

---

[1] فتاوٰی ہندیة کتاب الکراہیة الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۴۶

جیسا کہ فتاوٰی شامی وغیرہ میں ہے(ت)

اور دوسری صورت یعنی برات کے مکان میں جانا، اگر باجے وغیرہ منکرات دوسرے مکان میں ہوں تو حرج نہیں، اور مقتدا کے لئے تین صورتیں ہیں، اگر جانے کہ میرے جانے سے منکرات بند ہوجائیں گے میرے سامنے نہ کرسکیں گے تو جانا ضرور ہے **لانه ازالة المنکر** (کیونکہ اس طرح کرنے سے گناہ کا ازالہ ہے۔ت) اور اگر جانے کہ میں جانے سے انکار کروں گا تو میری خاطر ان لوگوں کو اتنی عزیز ہے کہ مجھے لے جانے کے لئے منکرات سے باز رہیں گے تو انکار ضرور ہے، پھر اگر وہ اس کے انکار پر باز رہیں تو جانا ضرور ہے اگر نہ جائے گا تو وہ محلی بالطبع ہو کر پھر انہیں افعال کو کریں گے اور اگر نہ مانیں تو نہ جانا ضرور ہے، اور اگر اسی مکان میں ہوں تو ہرگز نہ جائے اور اگر جانے کے بعد شروع ہوں تو فوراً اٹھ آئے، اور عالم کو وہاں جانا اور بھی سخت تر ناجائز ہے مگر اس صورت میں کہ جانے کہ میرا جانا منکرات کو بند کردے گا۔ جن صورتوں میں ہم نے جواز کا حکم دیا اُن میں آپس کی رنجش اور بے لطفی کا لحاظ ضرور چاہئے اور جن صورتوں میں شرکت شرعًا ناجائز ہے ان میں کسی کی رنجش کا لحاظ بھی جائز نہیں۔

"لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ"[1]، **لاطاعة لاحد فی معصیة الله تعالٰی**[2]۔	(اچھے لوگ) کارِ خیر کرنے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے خائف نہیں ہوتے۔ اللہ تعالٰی کی نافرمانی کرنے میں کسی کی اطاعت نہیں۔ (ت)

باقی ان معاصی کی وجہ سے نکاح میں کوئی خلل نہیں آتا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۸: از کمال پورہ علاقہ جیت پورہ بنارس مرسلہ خدا بخش زردوز مالک فلور مل اسلامیہ ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

اگر بارات میں ڈھول تاشہ انگریزی باجانہ ہو صرف دو ایک جوڑ دف بلا بانسری کا ہو تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ یہ واضح رہے کہ دف بجانے والے کاریگری سے بجاتے ہیں جس میں آواز کا نشیب و فراز سر و تال ہوتا ہے۔ **بیّنوا توجروا۔**

---

[1] القرآن الکریم ۵ /۵۴

[2] کنز العمال برمز ق۔د۔ن عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۱۴۸۷۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶ /۶۷، مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث الحکم بن عمرو الغفاری المکتب الاسلامی بیروت ۵ /۶۶ و ۶۷

الجواب:

اوقات سرور میں دف جائز ہے بشرطیکہ اس میں جلاجل یعنی جھانج نہ ہوں، نہ وہ موسیقی کے تال سُر پر بجایا جائے ورنہ وہ بھی ممنوع۔ کما فی ردالمحتار وغیرہ (جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹: از کمال پورہ علاقہ جیت پورہ بنارس مرسلہ خدابخش زردوز مالک فلورمل اسلامیہ ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا قوم کے سردار اور علماء فرض ہے کہ ان مراسم کے مٹانے میں کوشش کریں۔ اگر لوگ نہ مانیں تو برادری ترک کردیں ترک برادری میں جو خرابیاں ہیں وہ بھی ملحوظ رہیں:

(۱) برادرانہ پابندی میں مظلوم کی دادرسی اور ظلم کا تدارک ہوتا ہے۔

(۲) حق ناحق کا فیصلہ آسانی کے ساتھ ہوجاتا ہے۔

(۳) محلّہ میں اگر کوئی شخص عورت سے ناجائز تعلق رکھتا ہے تو پنچ اُسے برادری سے خارج کردیتے ہیں اور اس کی شادی غمی میں شریک نہیں ہوتے، پنچوں اور سرداروں کی عبرت سے۔ بالآخر وہ تائب اور نادم ہوتا ہے اور لوگ اس کو برادری میں شامل کرلیتے ہیں، ترک برادری سے یہ فوائد جاتے رہیں گے، ہر شخص آزاد و مختار ہوجائے گا، ہاں یہ واضح رہے اگر کوئی شخص تاڑی شراب پیئے، بازاری عورتوں سے زنا کرے، جوا کھیلے، اپنے یہاں ناچ کرائے، مگر برادرانہ طرف سے اس کی بازپرس نہیں ہوتی اور نہ سردار یا پنچ اس کو برادرانہ طریق سے بند کرتے ہیں، آیا ایسی برادری کرنا چاہئے؟

الجواب:

علماء اور سرداران پر ہدایت و نصیحت فرض ہے اور اہل معاصی کے ساتھ قطع تعلق میں سلف صالحین کے مسلک مختلف رہے ہیں اور مصالح دینیہ کی رعایت سے دونوں صورتیں جائز ہیں جس میں مصلحت دیکھیں اور ایسی برادری کہ شراب و زنا سے منع نہ کرے اور اپنے ساختہ قانون کی ذرا خلاف ورزی پر سزا دے بہت بیہودہ برادری ہے وہ اگر روک سکتے ہیں تو معاصی پر روکنا فرض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۰: از کمال پورہ علاقہ جیت پورہ بنارس مرسلہ خدا بخش زردوز مالک فلور مل اسلامیہ ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جس جگہ تقریب شادی میں خلاف شرع مراسم کا عام رواج ہوگیا ہو حتی کہ لکھے پڑھے لوگ اس میں مبتلا ہوں باوجودیکہ لوگ علماء سے اس کی مذمت وخرابی وعظ میں سن چکے ہوں ایسی جگہ اگر کوئی عامی مسلمان محض بجوش اسلام وحمایت دین یہ التزام کرے کہ جہاں شادی وغیرہ میں خلاف شرع مراسم ہوں گے وہاں نہ شریک ہوگا گو اپنا عزیز قریب کیوں نہ ہو کیا ایسا شخص شرعًا قابل مدح ہے؟

الجواب:

جو ایسے جلوسوں میں نہ جانے کا التزام کرے شرعًا محمود ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۳۱: از کلکتہ ۱۷ آئس فیکٹری لین ڈاکخانہ انٹالی خانقاہ چشتیہ مرسلہ سید شاہ المبین احمد چشتی نظامی بہاری ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

سماع مزامیر یعنی مروجہ قوالی کا جواز بتحقیق اس امر کے کہ صاحب شرع علیہ التحیات والتسلیمات سے کس قدر صادر ہوا تھا بعد اس کے پچھلے قرنوں کے لوگوں نے کس قدر بڑھایا اب سماع وقوالی کرنے والے کو کون سا طریقہ اختیار کرنا چاہئے؟

الجواب:

مزامیر حرام ہیں، صحیح بخاری شریف کی حدیث صحیح میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قوم کا ذکر فرمایا: **یستحلون الحر والحریر والمعازف**[1] زنا اور ریشمی کپڑوں اور باجوں کو حلال سمجھیں گے۔ اور فرمایا: وہ بندر اور سور ہو جائیں گے۔

ہدایہ وغیرہ کتب معتمدہ میں تصریح ہے کہ مزامیر حرام ہیں۔ حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہی نظام الحق والدّین رضی اللہ تعالٰی عنہ فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں: مزامیر حرام ست[2] (گانے بجانے کے آلات حرام ہیں۔ ت)

حضرت شرف الدین یحیٰی منیری قدس سرہ نے اپنے مکتوبات شریفہ میں مزامیر کو زنا کے ساتھ شمار فرمایا۔ شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صرف روز عید دف کا سننا منقول ہے وہ بھی نہ بالقصد متوجہ ہو کر، اور اوقات سرور میں بے جلاجل کا دف کہ ہیأت تطرب پر نہ بجایا جائے شرعًا جائز ہے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاشربہ باب ماجاء فی من یستحل الخمر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۷

[2] فوائد الفواد

قوالی والوں پر لازم ہے کہ مزامیر قطعاً ترک کریں اور بوڑھے یا جوان مردوں سے صاف و پاک غزلیں سنیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۲: از ضلع سیتاپور محلّہ قضیارہ مرسلہ الیاس حسین ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جب فرائض وواجبات وسنن مؤکدہ کی پابندی لوگوں سے اٹھتی جاتی ہو تو ایسی حالت میں مزامیر کے ساتھ سماع جائز ہے کہ نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

مزامیر حرام ہیں اور حرام ہر حال میں حرام رہے گا، لوگ گناہوں میں مبتلا ہیں اس کے سبب گناہ جائز ہو جائے تو شریعت کا منسوخ کر دینا فاسقوں کے ہاتھ میں رہ جائے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۳۳: از لسبی کوٹلہ ڈاک خانہ خاص ضلع بجنور محلّہ سٹھاشہید مرسلہ محمد عبداللہ خاں ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا ارشاد ہے) اس مسئلہ میں کہ دیکھنا تماشا ٹھیڑ و ناٹک وغیرہ کا کہ جن میں امارد گاتے ہیں اور عورتوں کا لباس پہن کر سوال وجواب عاشقانہ کرتے ہیں اور اس میں تماشا دیکھنے والی عورتیں بھی ہوتی ہیں اور انہیں کے سامنے الفاظ عاشقانہ مستعمل ہوتے ہیں اور اجرت لیتے وقت باجا بجایا جاتا ہے اور ہارمونیم جو ایک باجے کی قسم ہے ہاتھوں سے بجایا جاتا ہے وہ بھی بجتا ہے اور طبلہ بھی بجتا ہے، آیا اس تماشے کا دیکھنا جائز ہے یا ناجائز؟ اور اگر ناجائز ہے تو اس تماشے کا دیکھنے والا کس درجہ کا گناہگار ہے؟ اور اس تماشے کا دیکھنے والا مرید بھی کرتا ہے اس سے مرید ہونا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

حرام حرام حرام بوجوہ حرام،

کمالایخفی علی العوام من اھل الاسلام فضلا عن العلماء بل یعرف حرمتہ فی الاسلام من لہ مخالطۃ بالمسلمین من الکفرۃ البعداً۔	جیسا کہ عوام اہل اسلام پر پوشیدہ نہیں چہ جائیکہ علمائے کرام سے مخفی ہو، بلکہ اسلام میں اس کی حرمت اتنی واضح ہے کہ اس کو وہ دور کے کفار بھی جانتے ہیں جو مسلمانوں سے میل جول رکھتے ہیں۔ (ت)

اس تماشے کا دیکھنے والا فاسق معلن ہے اور اسے پیر بنانا حرام۔ تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق للامام الزیلعی وغیرہ کتب معتبرہ میں ہے:

فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اس کے آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعی طور پر لوگوں کے لئے اس کی توہین وتذلیل واجب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۴: از جے پور بمعرفت حاجی عبدالجبار صاحب ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

کیاحکم ہے شریعت مطہرہ کامسئلہ ذیل میں کہ زید کہتا ہے کہ قوالی مع آلات مزامیر کے جائز ہے اور بکثرت مشائخ کرام نے اسی طرح سنا ہے اور کہتاہے کہ مزامیر ان باجوں کو کہتے ہیں جو منہ سے بجائے جاتے ہیں، ڈھلک، ستار، طبلہ، مجیرے، ہارمونیم، سارنگی مزامیر میں داخل نہیں بلکہ اُن کااور دف کاایک حکم ہے۔ اگر زمانہ اقدس میں یہ چیزیں موجود ہوتیں تو مثل دف کے اس کا بھی حکم فرماتے۔ اور کہتا ہے کہ تم لوگ نااہل ہو رموز مشائخ طریقت سے ناواقف ہو اگر حرام ہو تو تمہارے لئے مگر ہمارے لئے جائز ہے۔ اور کہتاہے کہ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے اس کو صاف جائز بتایا ہے۔

پس سوال یہ ہے کہ باجے مذکور الصدر کے ساتھ قوالی سننا کیاجائز ہے یاحرام؟ اگر حرام ہے تو زید کے لئے کہ وہ حرام کو بالاعلان حلال کہتا ہے بلکہ خود اہتمام والتزام کے ساتھ سننا اور بالعموم ایسی مجالس میں شرکت کرتا ہے کیاحکم ہے اور اس کے پیچھے نماز فریضہ کیسی ہوگی؟ اور مزامیر کی تعریف کیاہے؟ اور باجے مذکور مزامیر ہیں یانہیں؟ جو حکم خدا اور سول جل وعلاو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہو وضاحت سے ارشاد ہو، جزاکم اللہ فی الدارین خیر الجزاء (اللہ تعالٰی تمہیں دنیاوآخرت میں سب سے بہتر بدلہ عطافرمائے۔ت)

الجواب:

زید کاقول باطل ومردود ہے، حدیث صحیح بخاری شریف میں مزامیر کالفظ نہیں بلکہ معازف کہ سب باجوں کوشامل ہے **یستحلون الحروالحریر والمعازف**[2] زنااور ریشمی کپڑوں اور باجوں کوحلال سمجھیں گے۔ت) امام غزالی پر بھی افتراء ہے کہ انہوں نے ان مذکورات خبیثہ کو صاف ناجائز بتایاہے طرفہ یہ کہ انہوں نے نَے کے جواز کی طرف میل کیاجومزامیر سے ہے مشائخ کرام پرافتراہے، حضرت سیّدی فخر الدین زراوی خلیفہ حضرت سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ عنہما نے "**کشف القناع عن اصول السماع**" میں

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ المطبعۃ الکبرٰی مصر ۱/ ۱۳۴

[2] صحیح البخاری کتاب الاشربہ باب ماجاء من یستحل الخمر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۷

کہ بحکم حضور لکھا اس کی تصریح فرمائی کہ باجوں کے ساتھ قوالی سننا ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم پر افترا ہے، اس کا کہنا کہ زمانہ اقدس میں طبلہ سارنگی خاک بلا ہوتے تو حضوران کا بھی حکم فرماتے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر سخت شدید جرأت ہے ایسا شخص سخت نااہل ہے اوروں کو نا اہل کہتا ہے وہ امام بنانے کے قابل نہیں اس کے پیچھے فرض نفل کچھ نہ پڑھا جائے مگر یہاں حکم کفر کی گنجائش نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۳۵: از بنارس مسئولہ جناب مولوی ابراہیم صاحب ۲۷ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بارات کے ساتھ چند دف بجاتے ہوئے لے چلنا جیسا آج کل مروّج ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

شادی میں دف کی اجازت ہے مگر تین شرط سے:

(۱) ہیئات تطرب پر نہ بجایا جائے یعنی رعایت قواعد موسیقی نہ ہو ایک یہی شرط اس مروج کے منع کو بس ہے کہ ضرور تال سم پر بجاتے ہیں۔

(۲) بجانے والے مرد نہ ہوں کہ ان کو مطلقًا مکروہ ہے۔

(۳) عزت دار بیبیاں نہ ہوں، نص علٰی کل ذٰلك فی ردالمحتار (ردالمحتار میں اس سارے مسئلہ کی تصریح کردی گئی ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۳۶: ازالہ آباد مدرسہ سبحانیہ مرسلہ مولوی ابراہیم صاحب ۷ ارمضان ۱۳۳۸ھ

شادی میں ڈھول وغیرہ بجانا اور محرم میں تعزیہ داری کرنا سینہ پیٹنا کیسا ہے؟

الجواب:

ڈھول بجانا ممنوع ہے اور تعزیہ داری وسینہ کوبی حرام، **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۳۷: مولوی عبداللہ صاحب بہاری مدرس مدرسہ منظر الاسلام محلّہ سوداگران بریلی ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گنجفہ، شطرنج، تاش، بھگور کھیلنے والے کے واسطے کیا حکم ہے؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

گنجفہ تاش حرام مطلق ہیں کہ ان میں علاوہ لہو ولعب کے تصویروں کی تعظیم ہے اور بگھور یا جیون کمینوں کا کھیل ہے اور منع اور صحیح یہ ہے کہ شطرنج بھی جائز نہیں مگر چھ شرطوں سے:

اوّلًا: بد کرنہ ہو۔

ثانیًا: اس پر قسم نہ کھائی جائے۔

ثالثًا: فحش نہ بکا جائے۔

رابعًا: اس کے سبب نماز یا جماعت میں تاخیر نہ کی جائے۔

خامسًا: سر راہ نہ ہو گوشے میں ہو۔

سادسًا: نادرًا کبھی کبھی ہو۔

پہلی تین شرطیں تو آسان ہیں مگر پچھلی تین پر عمل نادر ہے بلکہ ششم پر عمل سخت دشوار ہے شوق کے بعد نادرًا ہونا کوئی معنی ہی نہیں لہٰذا راہ سلامت یہ ہے کہ مطلقًا منع ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۸: از موضع رہپورہ تحصیل وضلع بریلی ڈاک خانہ ایزٹ نگر مسئولہ عبدالحمید خاں صاحب ۱۲صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خادم کے موضع سے ایک میل کے فاصلہ پر رام لیلا کا میلہ ہوتا ہے جس میں راون وغیرہ کے بڑے بڑے بت بنائے جاتے ہیں، موضع کے بہت سے آدمی اس ہندوؤں کے میلہ میں اس کو دیکھنے کی غرض سے جاتے ہیں حضور کے یہاں کے ایک طالب علم مسمّٰی مولانا عبداللہ کی زبانی میں نے سنا تھا کہ حضور کا یہ فتوٰی ہے کہ جو کوئی ہندوؤں کے میلہ میں شوقیہ زیبائش اور دیکھنے کی غرض سے جاتا ہے اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے لیکن کبھی حضور سے روبرو نہیں سنا ایک شخص نے جو اکثر جماعت کی نماز پڑھاتا ہے یہ کہا کہ میلے میں جانے سے کچھ حرج نہیں وہاں ہم آریہ وغیرہ کے لکچر سننے جاتے ہیں اور جو ناچ ہوتے ہیں ان میں ناچنے والیاں مسلمان ہیں لہٰذا صرف گناہ ہوتا ہے اور کوئی حرج نہیں ہے نکاح وکاح کچھ نہیں جاتا، ہم تو ایک آدھ پیسہ کی چیز بھی تو خرید لیتے ہیں لہٰذا خرید وفروخت کا بھی بہانا ہو جاتا ہے اس لئے وہ گناہ بھی نہیں ہوتا اور یہ بھی کہتا ہے کہ اگر مقتدیوں کو یہ یقین ہے کہ اس کے پیچھے ہماری نماز ہو جائے گی تو وہ امام چاہے جیسا ہی گنہگار کیوں نہ ہو اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی یہ شخص شوقیہ ہمیشہ تعزیہ وغیرہ بھی دیکھنے جاتا ہے موضع کے تمام لوگ اس کے تابعدار ہیں اور جیسا حضور حکم فرمائیں گے ویسا کریں گے لہٰذا انہوں نے فقیر سے کہا کہ اپنے مرشد قطب العالم امام زمان سے اس میلے اور مذکورہ بالا امام کی بابت دریافت کرو۔ فقیر میں یہ جرأت کہاں کہ حضور کے سامنے اتنا مفصّل قصّہ زبانی بیان کر سکے لہٰذا جواب باصواب ارقام فرمایا جائے۔

الجواب:

ہنود کے میلے میں جانا حرام ہے مگر نکاح نہیں ٹوٹتا جب تک اسے اچھا نہ جانے، اچھا جانے گا

تو بیشک کافر ہو جائے گا اور نکاح ٹوٹ جائے گا ناچ دیکھنا حرام ہے اگرچہ ناچنے والی مسلمان ہو بلکہ اگر مسلمان ہو تو اور سخت تر حرام ہے دو وجہ سے، **اول** اجنبیہ عورت مسلمان کی بے پردگی کافرہ کی بے پردگی سے ہزار درجے سخت تر ہے۔ **دوم** مسلمان عورت کی بے حیائی کافرہ کی بے حیائی سے اور تماشا دیکھنے کے لئے خرید وفروخت کا حیلہ محض جھوٹا ہے خرید وفروخت بازار میں نہیں ہو سکتی اور تعزیہ دیکھنا بھی جائز نہیں اور امام جبکہ فاسق معلن ہو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب مقتدیوں کا اس میں حرج نہ سمجھنا حکم شرعی کو نہ بدل دے گا۔ آریہ کا لکچر سننے جانا اور بھی سخت تر حرام ہے وہ کفر بکتے ہیں اور یہ کفر سننے جاتے ہیں ایسے جلسے میں شریک ہونے کو قرآن عظیم نے فرمایا ہے: "اِنَّکُمۡ اِذًا مِّثۡلُہُمۡ"[1] جب تو تم بھی انہیں جیسے ہو، اور فرمایا:

"اِنَّ اللّٰہَ جَامِعُ الۡمُنٰفِقِیۡنَ وَ الۡکٰفِرِیۡنَ فِیۡ جَہَنَّمَ جَمِیۡعَا"[2]	بیشک اللہ تعالٰی اُن کافروں اور ان نام کے مسلمانوں ان کے جلسے میں شریک ہونے والوں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۹تا۴۱: از قصبہ خداگنج شاہجہانپوری مرسلہ جناب عبدالرزاق صاحب منتظم عشرہ محرم مورخہ ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اس امر کی کوشش کرتا ہے کہ امیر وغریب سب سے چندہ جبرًا وصول کرکے بریلی سے چہلم میں باجا منگوایا جائے جس کا صرفہ سوا سو روپیہ کے قریب ہوگا خواہ فاتحہ امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ ہو یا نہ ہو اور اسی نمود اور شیخی کو ثواب جانتا ہے باوجودیکہ یہاں باجا انگریزی وغیرہ کا موجود ہے۔

(۲) بکر اسی امر کی کوشش کرتا ہے کہ اہل ہنود کو اشتعال دینا نامناسب ہے اس واسطے کہ عشرہ محرم میں منجانب انتظام گورنمنٹ مصالحت ہو چکی ہے علاوہ اس کے ایک مینار عیدگاہ ناتمام پڑا ہوا ہے اور ایک چہار دیواری مسجد قطعی نہیں ہے کتّے وغیرہ گھستے ہیں پس اگر چندہ فراہم کیا جائے تو اوّل سبیل شربت بنام امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ ہو اور اس میں سے یہاں کے باجے والوں کو دیا جائے جو بچے مینار اور مسجد درست کرادیا جائے۔

(۳) زید اجہل اور زبردست ہے اعلان کردیا ہے کہ بکر کا حقہ پانی بند کردیا جائے اس لئے کہ ہمارے

---

[1] القرآن الکریم ۴ /۱۴۰

[2] القرآن الکریم ۴ /۱۴۰

خلاف کرتا ہے پس دونوں کاموں میں سے کون ساکام ضروری اور جائز ہے اور زید کے ذمہ شریعت کا کیاالزام عائد ہوسکتا ہے اور قاضی شرع کو کس طرف شامل ہوناچاہئے؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

باجاانگریزی ہو خواہ ہندوستانی، باجے والے وہاں کے ہوں یا یہاں کے سب حرام اور کار شیطان ہیں، ان کے لئے چندہ لینااور دینا حرام، تخت تعزیہ خود ناجائز ہیں اور ان میں باجے حرام در حرام، جو چندہ دیاجائے فاتحہ ونیاز شہدائے کرام میں صرف کیاجائے جبکہ چندہ دہندوں کی اجازت ہو کہ یہ ضروری چیز ہے، عیدگاہ کا مینار بھی کوئی اہم چیز نہیں، اور اگر چندہ دہندوں کی اجازت نہ ہو توجو بچے ان کو واپس کیاجائے۔ یہ حکم شرع کا ہے اس کے خلاف جو چاہے گا شریعت کا مخالف اور عذاب الٰہی کا مستحق ہوگا وہی حقہ میں بند کرنے کے لائق ہیں بکر کی اس وجہ سے بندش اس پر ظلم ہے اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **الظلم ظلمات یوم القیامۃ**[1] ظلم کرنے والا قیامت کے دن اندھیروں میں ہوگا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

---

[1] صحیح البخاری کتاب المظالم باب الظلم ظلمات یوم القیمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۳۱

رسالہ
مسائل سماع ۱۳۲۰ھ
(قوالی کے مسئلے)

مسئلہ ۴۲تا۴۶: ازریاست ککینہ ضلع رنگ پور ملک بنگالہ مرسلہ مولوی عبداللطیف ہزاری ۳رمضان ۱۳۲۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین مسائل مفصلہ ذیل میں:

(۱) متصوفہ زمانہ جو مجلس سماع وسرود مرتب کرتے ہیں جس میں راگ و رقص ومزامیر ومعازف ہر قسم کے موجود رہتے ہیں اور جھاڑوفانوس وشامیانہ وفرش ودیگر تکلفات چشتیہ واسرافات بے جاکے علاوہ اہل وناہل وصالح وفاسق وعالم وجاہل وہندو اور مسلمان وغیرہ کا کچھ تقید نہیں ہوتا سب کو اذن عام رہتاہے اور اطراف واکناف سے بذریعہ خطوط واشتہارات لوگوں کو بلایا جاتاہے آیا اس کاروائی کی قرآن وحدیث یافقہ وتصوف سے کوئی اصل اور حضرت شارع یاصحابہ یامجتہدین وائمہ شریعت و طریقت سے کوئی نقل قولی خواہ فعلی ثابت ہے یانہ، وبرتقدیر ثانی اگر کوئی شخص اس کو مباح بلکہ مستحب اور مسنون وموجب تقرب الی اللہ سمجھ کر ہمیشہ خود بھی مرتکب رہے اور دوسروں کو بھی راغب کرے حتی کہ اس کی تحریک سے بعض مقامات میں اس فعل کاچرچاشروع ہوجائے اور ہوتاجائے تو ایسا شخص ضال ومضل ٹھہرے گایانہیں؟

(۲) اس فعل کا منسوب کرنا طرف آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور جمیع اکابر صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین ومشائخ طریقت کے نہایت درجہ کی گستاخی اور کذب علی الرسول وعلی الصحابہ العدول وعلی من بعدہم من الاکابر الفحول میں داخل ہے یانہ؟

(۳) جس ملک کے لوگ محض نو مسلم اور احکام وارکان اسلام سے نہایت بے خبر ہوں گویا ابھی تک شریعت میں اُن کی بسم اللہ بھی درست نہیں ہوئی اور بسبب قرب زمانہ جاہلیت وحدیث العہد بالاسلام ہونے اور مجاورت اقوام ہنود کے اکثر حق و باطل کی تمیز نہ رکھتے ہوں اور اعتقادًا وعملًا انواع شرک وبدعت میں گرفتار ہوں تو ایسوں کو اوّلًا عقائد اسلامیہ واحکامات شرعیہ کی تلقین ضرورتر ہے یا سب سے پیشتر فن موسیقی اور حقائق ودقائق تصوّف ومسئلہ وحدۃ الوجود کی تعلیم مناسب ہے؟

(۴) ہرگاہ کہ ہر مسلمان پر بقدر استطاعت امر معروف ونہی منکر عمومًا اور پیر وپیشوائے قوم پر خصوصًا فرض ہے تو جس پیر کے اکثر مرید نامقید، عیاش طبع، نشہ خوار، مونچھیں دراز، ریش ندارد، اور صوم وصلاۃ وغسل وطہارت کے مقدمے میں غایت درجہ کے سست، ہاں ناچ رنگ وسماع وسرود کی خدمت میں چست ہوں اور وہ کسی کی کن ممکن سے غرض نہ رکھے سب کو راضی رکھے اور سب سے راضی رہے، پس ایسا پیر تارک فرض اور عاصی ہے یانہ؟ اور وہ پیر کس قسم کا پیر کہلائے گا ہدایت وارشاد کا یا ضلالت والحاد کا؟

(۵) یہ کہنا کہ وید ہنود میں شرک نہیں ہنود کو بالقطع مشرک کہنا صحیح نہیں، بتوں کو سجدہ کرنا ان کا باعث کفر نہیں ہوسکتا کہ یہ سجدہ تعظیمی ہے جیسے فرشتوں نے آدم کو کیا تھا اور بُتوں سے شفاعت کا امیدوار رہنا ایسا ہے جیسے اہل اسلام کا انبیاء سے امیدوارِ شفاعت رہنا اور مشائخ نے اکثر اذکار وافکار ومراقبات جوگیان ہنود سے لئے ہیں، اس قسم کے ہفوات ہدایت وارشاد کے باب سے ہیں یا در پردہ بیخ کنی اسلام کے اسباب ہیں؟

الجواب:

جواب سوال اوّل:

جھاڑ، فانوس، شامیانہ، فروش وغیرہا مباحات فی انفسہا محظور نہیں جب تک نیۃً یا عملًا منکر شرعی سے منضم نہ ہوں بلکہ ممکن کہ نیت محمودہ سے محل محمود میں محمود ہوجائیں،

فان ذٰلك شان المباح يتبع النية	اس لئے کہ وہ مباح کی صفت ہے کہ وہ اچھی بری

نیت میں اس کے تابع ہوتا ہے اور اس لئے تاکہ اباحت خالص ہوجائے جیسا کہ بحرالرائق وغیرہ میں اس کی تصریح کی گئی ہے اور ہم نے متعدد بار اسے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے اور اس واقع کی طرف رجوع کیا جائے جو حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے احیاء العلوم میں ذکر فرمایا کہ ایک بزرگ نے مجلس ذکر میں ایک ہزار چراغ جلائے اس پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا(یعنی معترض ہوئے کہ یہ اسراف کیا گیا ہے)انہوں نے معترضین سے فرمایا کہ آؤ اور جو چراغ ان میں سے غیر خدا کے لئے ہے اسے بجھادو، چنانچہ وہ ان میں سے کوئی ایک چراغ بھی نہ بجھاسکے۔(ت)	حسنا وقبحا وتمحضا للاباحۃ کما نص علیہ فی البحر وغیرہ وقد بیناہ غیر مرۃ فی فتاوٰنا وراجع ماذکر الامام حجۃ الاسلام فی احیاء العلوم من حکایۃ ایقاد بعض الصالحین الف سرج فی مجلس الذکر فانکرہ بعضھم فقال تعال واطفیئ ماکان منھا لغیر اللہ تعالٰی فلم یستطع اطفاء شیئ منھا[1]۔

زینت مباحہ بہ نیت مباحہ مطلقًا اسراف نہیں، اسراف حرام ہے۔ قال تعالٰی:

بے جا خرچ نہ کیا کرو کیونکہ اللہ تعالٰی فضول خرچی سے کام لینے والوں کو پسند نہیں کرتا۔(ت)	"وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ" [2]

اور زینت جب تک بروجہ قبیح یا بہ نیت قبیحہ نہ ہو حلال ہے، قال تعالٰی:

فرمادیجئے اس زیب وزینت کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی ہے۔(ت)	"قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ" [3]

اور حلال وحرام ایک نہیں ہوسکتے ہمیں شق قلوب وتطلع غیوب واساءت ظنون کا حکم نہیں بل نحسن الظن مھما امکن واللہ سبحٰنہ یعلم الضمائر ویتولی السرائر (بلکہ ہم اچھا گمان کرتے ہیں جب تک ممکن ہو، اور اللہ تعالٰی پاک ہے، دلوں کی پوشیدہ باتیں جانتا ہے اور اچھے رازوں سے آشنا ہے۔ت) کوئی مجلس اگر فی نفسہ منکرات شرعیہ پر مشتمل نہ ہو نہ اس میں وہ باتیں ہوں جو اختلاف مقاصد یا تنوع احوال سے حسن وقبح میں مختلف ہوجائیں جیسے سماع مجرد کہ اہل کو مفید اور نا اہل کو مضر، نہ بوجہ

[1] احیاء العلوم کتاب آداب الاکل فصل یجمع آدابا الخ مطبعۃ المشھد الحسینی القاہرہ ۲/ ۲۰

[2] القرآن الکریم ۷/ ۳۱

[3] القرآن الکریم ۷/ ۳۲

دقت وغموض افہام قاصرہ پر موجب فتنہ ہوں جیسے حقائق ودقائق وحدۃ الوجود ومراتب جمع وفرق وظہور وبطون وبروز ومکون وغیرہا مشکلات تصوف، نہ تعمیم اذن بوجہ تعظیم فجار وتکریم کفار وغیر ذلک افعال واحوال ناہنجار منجر بہ انکار ہو، بالجملہ حالاً ومآلاً جملہ منکرات وفتن سے خالی ہو تو عموم اذن وشمول دعوت میں حرج نہیں بلکہ مجلس وعظ وپند بلحاظ پابندی حدود شرعیہ جس قدر عام ہو نفع تام ہو مگر محفل رقص وسرود اگر بفرض باطل فی نفسہ منکر نہ بھی ہوتی تو یہ تعمیم اسے منکرو ناروا کردیتی سماع مجرد کو ائمہ محققین علمائے عاملین واولیائے کاملین نے صرف اہل پر محدود اور نااہل پر قطعًا مسدود فرمایا ہے، نہ کہ مزامیر محرمہ کہ خود منکر وحرام ہیں، سید مولانا محمد بن مبارک بن محمد علوی کرمانی مرید حضور پر نور شیخ العالم فریدالحق والدّین گنج شکر وخلیفہ حضور سیّدنا محبوب الٰہی نظام الحق والدین سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کتاب مستطاب سیر الاولیاء میں فرماتے ہیں:

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز می فرمود کہ چندیں چیز می باید تا سماع مباح شود مسمع ومستمع ومسموع وآلہ سماع، مسمع یعنی گویندہ مرد تمام باشد کودک نباشد وعورت نباشد ومستمع آنکہ می شنود وازیاد حق خالی نباشد ومسموع انچہ گویند فحش ومسخرگی نباشد، وآلہ سماع مزامیرست چوں چنگ ورباب ومثل آں می باید کہ درمیان نباشد اینچنیں سماع حلال ست[1]۔	حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ فرماتے ہیں چند چیزیں ہوں توسماع مباح ہوگا(۱) مسمع یعنی سنانے والا بالغ مرد ہو بچہ اور عورت نہ ہو(۲) مستمع یعنی سننے والا جو کچھ سنے وہ یاد حق پر مبنی ہو(۳) مسموع (جو کچھ سنا گیا) جو کچھ وہ کہیں وہ بیہودگی اور مذاق ولغو سے پاک ہو(۴) اسباب سماع: گانے بجانے کے آلات سارنگی، رباب وغیرہ، چاہئے کہ وہ مجلس کے درمیان نہ ہوں۔ اگر یہ تمام شرائط پائی جائیں تو سماع (یعنی قوالی) حلال اور جائز ہے۔(ت)

اُسی میں ہے:

یکے بخدمت حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ تعالٰی عنہ عرض داشت کہ دریں روزہا بعضے ازدرویشاں آستانہ دار درمجمع کہ چنگ ورباب ومزامیر بود رقص کردند فرمود نیکو نکردہ اند انچہ نامشروع ست ناپسندیدہ است[2]۔	کسی شخص نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں یہ شکایت پیش کی کہ آستانہ کے بعض درویشوں نے اس محفل میں رقص کیا ہے جس میں چنگ ورباب اور مزامیر استعمال ہوئے آپ نے فرمایا انہوں نے اچھا نہیں کیا کیونکہ جو کام ناجائز ہے اسے پسندیدہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔(ت)

[1] سیر الاولیاء باب نہم در سماع ووجد ورقص مؤسسۃ انتشارات اسلامی لاہور ص ۵۰۲۔۵۰۱

[2] سیر الاولیاء باب نہم در سماع ووجد ورقص مؤسسۃ انتشارات اسلامی لاہور ص ۵۳۰

اسی میں ہے:

حضرت سلطان المشائخ فرمود من منع کردہ ام کہ مزامیر ومحرمات درمیان نباشد[1]۔	حضرت سلطان المشائخ نے ارشاد فرمایا میں نے منع کیا ہے کہ مزامیر اور حرام آلات درمیان میں نہ ہوں۔(ت)

خود حضور پر نور سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ملفوظات طیبات فوائد الفواد شریف میں ہے: مزامیر حرام ست[2] (مزامیر حرام ہیں۔ت) احادیث اس بارے میں حد تواتر پر ہیں، اور کچھ نہ ہو تو حدیث جلیل جمیل رجیح صحیح بخاری شریف کافی ووافی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیکونن من امتی اقوام یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف[3]۔ حدیث صحیح جلیل متصل لامطعن فیه سندا و لامتنا الاعند من هوی فی هوة الهوی کابن حزم و من مثله غوٰی وقد اخرجه ایضا الائمة احمد وابو داؤد و ابن ماجة واسمٰعیل وابونعیم باسانید صحاح لا غبار علیها وصححه جماعة اخرون من الائمة کما قاله بعض الحفاظ قاله الامام ابن حجر المکی فی کف الرعاع[4]۔	ضرور میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہونے والے ہیں کہ حلال ٹھہرائیں گے عورتوں کی شرمگاہ یعنی زنا اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو۔(ت) حدیث صحیح، جلیل القدر اور متصل سند والی ہے اس کی سند اور متن پر کوئی معترض نہیں سوائے اس کے جو خواہش نفس کے گہرے گھڑے میں گر گیا ہو اور بے راہ ہو گیا ہو جیسے ابن حزم اور اس جیسے دیگر لوگ، نیز اسے ائمہ کرام مثلاً امام احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ، اسمٰعیل اور ابونعیم نے ایسی صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے جو شکوک وشبہات سے مبرّا ہیں۔ ان کے علاوہ بعض دیگر ائمہ اور حفّاظ نے بھی اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے، چنانچہ امام ابن حجر مکی نے کف الرعاع میں ارشاد فرمایا۔(ت)

[1] سیر الاولیاء باب نہم در سماع ووجد ورقص مؤسسۃ انتشارات اسلامی لاہور ص ۵۳۲

[2] فوائد الفواد

[3] صحیح البخاری کتاب الاشربہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۷

[4] کفّ الرعاع عن محرمات اللھو والسماع مکتبۃ الحقیقۃ استنبول ترکی ص ۲۷۰

فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اپنے فتاوی میں ثابت کیا ہے کہ ان پیروان ہوائے نفس کا حضرات اکابر چشت قدست اسرار ہم کی طرف سماع مزامیر نسبت کرنا محض دروغ بیفروغ ہے ان کے اعاظم اجلّہ تصریح فرماتے ہیں کہ یہ ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہ پر افترا ہے، نیز ان کے تمام تمسکات واہیہ کا ایک اجمالی جواب موضع صواب ان لفظوں میں گزارش کردیا ہے کہ بعض جہال بدمست یا نیم ملّا ہوس پرست یا جھوٹے صوفی بادبدست کہ احادیث صحیحہ مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصّے یا محتمل واقعے یا متشابہ کلمے پیش کرتے ہیں انہیں اتنی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف، متعین کے آگے محتمل، محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے پھر کہاں حکایت فعل پھر کجا محرم کجا مبیح، ہر طرح یہی واجب العمل، اسی کو ترجیح، مگر ہوس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے، کاش گناہ کرتے اور گناہ جانتے اقرار لاتے، یہ ڈھٹائی اور بھی سخت ہے کہ ہوس بھی پالیں اور الزام بھی ٹالیں، اپنے لئے حرام کو حلال بنالیں میں نے یہ بھی واضح کردیا ہے کہ ایسی محافل میں جتنے لوگ کثرت سے جمع کئے جائیں گے اسی قدر گناہ ووبال صاحب محفل وداعی پر بڑھے گا۔ حضار سب گنہگار اور اُن سب کا گناہ گانے بجانے والوں پر اور اُن کا ان کا سب کا بلانے والوں پر۔ بغیر اس کے کہ اُن میں کسی کے اپنے گناہ میں کچھ کمی ہو مثلاً دس ہزار حضار کا مجمع ہے تو ان میں ہر ایک پر ایک ایک گناہ، اور فرض کیجئے تین اقوال تو اُن میں ہر ایک پر اپنا گناہ اور دس دس ہزار گناہ حاضرین کے، یہ مجموعہ چالیس ہزار چار اور ایک اپنا، کل چالیس ہزار پانچ گناہ داعی وبانی پر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من دعا الی ضلالة کان علیه من الاثم مثل آثام من تبعه لاینقص ذٰلك من اٰثامهم شیئا۔ رواه الائمة احمد[1] والستة الاالبخاری عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه۔	جو کسی امر ضلالت کی طرف بلائے جتنے اس کے بلانے پر چلیں ان سب کے برابر اس پر گناہ ہو اور اس سے ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہ ہو۔ (امام بخاری کے علاوہ امام احمد اور دیگر پانچ ائمہ کرام نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

ایسے محرمات کو معاذاللہ موجب قربت جاننا جہل وضلال اور ان پر اصرار کبیرہ شدید الوبال اور دوسروں

[1] سنن ابی داؤد کتاب السنة ۲/ ۲۷۹، جامع الترمذی ابواب العلم ۲/ ۹۲، سنن ابن ماجه باب من سن سنة حسنة ص۱۹، صحیح مسلم کتاب العلم باب من سنّ حسنة اوسیئة قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۱، مسند احمد بن حنبل عن ابی هریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۹۷

کو ترغیب اشاعت فاحشہ واضلال، **والعیاذ باللہ من سوء الحال** (اللہ تعالٰی کی پناہ بُرے حال سے۔ت) رہا رقص اگر اس سے یہ متعارف ناچ مراد ہو تو مطلقًا ناجائز ہے زنان فواحش کا ناچ ہے اور متصوفہ زمانہ سے بھی بعید نہیں بلکہ معہود و معلوم ومشہور ہے، جب تو بنصوص قطعیہ قرآنیہ حرام ہے **وقد تلوناھا فی فتاوٰنا** (اسے ہم نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیا ہے۔ت) اب اُسے مستحب وقربت جاننا درکنار مباح ہی سمجھنے پر صراحۃً کفر کاالزام ہے اور اگر کنٹھکوں کا ناچ تثنی وتکسُّر یعنی لچکے توڑے کے ساتھ ہے جب بھی حرام و موجب لعن ہے **کما نطقت بہ الاحادیث وصرح بہ شراح الحدیث** (جیسا کہ احادیث اس پر ناطق ہیں اور شارحین حدیث نے اس کی صراحت فرمائی ہے) اور اگر ایسا نہیں بلکہ صرف حرکات مضطربہ ہیں کہ نہ خود موزوں، نہ منکرات پر مشتمل، نہ حالًا یا مآلًا فتنے کی طرف منجر، نہ اس کے فاعلین اہل ہیأت ووقار بلکہ بازاری خفیف الحرکات بے وقر، تو بایںہمہ قیود بھی اس کا اقل مرتبہ یہ ہے کہ ایک قسم لہوولغو ہے اور ہر لہوولغو ردوباطل اور ہر باطل کا ادنٰی درجہ مکروہ وناجائز۔ طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں ہے:

الرقص وھو الحرکۃ الموزونۃ علی میزان نغمۃ مخصوصۃ (والاضطراب وھوالحرکۃ غیرالموزونۃ فکل) واحد منھما (من) جملۃ (لعب غیرمستثنٰی) کل لعب ابن اٰدم حرام الاثلٰثۃ ملاعبۃ الرجل اھلہ وتأدیبہ لفرسہ ومناضلۃ لقوسہ اخرجہ الحاکم فی المستدرک عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وقال صحیح علٰی شرط مسلم[1]۔	رقص، وہ نغمہ مخصوصہ کے ترازو پر ایک موزوں حرکت کا نام ہے۔ اضطراب، غیر موزوں حرکت کو کہا جاتا ہے۔ پھر ان میں سے ہر ایک ان کھیلوں میں سے ہے جن کو شریعت نے مستثنٰی قرار نہیں دیا، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد وفرمان ہے کہ سوائے تین کھیلوں کے آدمی کا ہر کھیل حرام ہے، مشروع تین کھیل یہ ہیں: (۱) شوہر کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا (۲) اپنے گھوڑے کے ساتھ اس کی سکھلائی کرتے اور تیاری کرتے ہوئے کھیلنا (۳) اپنی کمان کے ساتھ تیراندازی کرنا۔ چنانچہ امام حاکم نے مستدرک میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے اس کی تخریج فرمائی اور فرمایا یہ حدیث شرط مسلم کے مطابق صحیح ہے۔ (ت)

اور اگر وجد مراد ہو تو اگر بے اختیار ہے زیر حکم نہیں کہ ع

سلطان نگیرد خراج از خراب

(کیونکہ بادشاہ بنجر اور غیر آباد زمین سے ٹیکس وصول نہیں کرتے۔ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف التاسع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۱۸

بلکہ اگر شوقاً الٰی حضرۃ العزیز الودود جل وعلا ہے تو نعمت کبرٰی ودولت اعلٰی ہے تابکہ بخشند وکرا ارزانی دارند (تاکہ دیکھا جائے کہ وہ کس پر بخشش فرماتے ہیں اور کس کو ارزاں (سستا) دیتے ہیں۔ت) اور اگر باختیار وتصنّع ہو تو مدار نیت پر ہے اگر مجمع یا مرأی العین میں اظہار مشیخت وجلب قلوب کے لئے ہے قطعًا ریا وسمعہ ونفاق وحرام کبیر وشرک صغیر ہے، اب اس کی حرمت بھی ضرور اجماعیہ ہے فقہانے اس پر قیامت کبرٰی قائم کی اور عبادت سمجھنے والے کو کافر لکھا، طریقہ وحدیقہ میں ہے:

ویدخل فیهما ای فی الرقص و الاضطراب(مایفعله بعض الصوفیة)الذین ینسبون انفسهم الی مذهب التصوف وهم مصرون علی انواع الفسوق والفجور بل هو اشد لانهم یفعلونه علی اعتقاد العبادة فیخاف علیهم امر عظیم)وهو الکفر باستحلال الحرام (قال العلامة ابوبکر الطرطوسی رحمه الله تعالٰی اما الرقص والتواجد)الذی یوجب اللهو عن ذکر الله تعالٰی(فاول مااحدثه اصحاب السامری لما اتخذ لهم عجلا جسدا له خوار قاموا یرقصون علیه و یتواجدون)ای یظهرون الوجد بالفعل المحرم و هو عبادة غیرالله کما یفعل هٰؤلاء یاکلون الحشیش و یرقصون من نشاط نفوسهم بالمحرم القطعی والکبر والاعجاب ویتواجدون بالوجد الشیطانی	اور اس رقص واضطراب میں وہ کام بھی داخل اور شامل ہے جو بعض صوفیاء کیا کرتے ہیں جو اپنے آپ کو طریقہ تصوّف کے ساتھ منسلک گردانتے ہیں حالانکہ وہ کئی قسم کے فسق وفجور اور زیادہ سخت قسم کے جرائم پر اصرار کرتے ہیں اس لئے کہ وہ یہ کام عبادت کے اعتقاد کے ساتھ کرتے ہیں لہٰذا (اس عقیدہ کے باعث) ان پر امر عظیم کا خطرہ اور خوف ہے اور حرام کو حلال کہنے کی وجہ سے یہ کفر ہے۔ چنانچہ علامہ ابوبکر طرطوسی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ رقص اور اظہار وجد جو یادالٰہی سے بے خبر اور غافل کر ڈالے اسے سب سے پہلے ایجاد کرنے والے سامری کے احباب تھے۔ جب سامری نے ان کے لئے بچھڑا تیار کیا یعنی بچھڑے کا ڈھانچہ تیار کیا تو اس میں سے بچھڑے کی آواز آنے لگی، وہ آواز سن کر سامری کے ساتھی اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے آگے ناچنے اور جھومنے لگے اور وجد کا اظہار کرنے لگے یعنی حرام فعل سے اظہار وجد کرتے رہے جو کہ غیر خدا کی عبادت ہے اور قطعی حرام، تکبّر وخودپسندی کا طریقہ ہے جیسے یہ لوگ کرتے ہیں، بھنگ پیتے ہیں اور اپنے آپ کو خوش رکھنے کے لئے ناچتے ہیں،

والشهوات النفسانية بين الفسقة المختلطين بالمردان الحسان الوجوه علی سماع الطنابير والزمور فهودين الكفار وفی التاتارخانية الرقص فی السماع)للآلات المذكورة بالحالة المزبورة (لايجوز فعله و لاحضوره(وفی الذخيرة انه كبيرة وقال البزازی قال القرطبی حرام بالاجماع ورأيت فتوی شيخ الاسلام جلال الملة والدّين الكيلانی ان مستحل هذا الرقص)الموصوف بما ذكرنا من المحرمات القطعية (كافر لما علم ان حرمته بالاجماع [1] اھ ملخصين و تمام الكلام فيهما۔	ستار وغیرہ سے راگ سنتے ہیں، فاسقوں کے درمیان شیطانی اور شہوانی جذبات کے ساتھ اظہارِ وجد کرتے ہیں، بے ریش خوبصورت لونڈوں سے اختلاط اور میل جول رکھتے ہیں۔ بس یہ کفار کا طریقہ کار ہے۔ چنانچہ تتارخانیہ میں ہے کہ بیان کردہ حالات کے مطابق آلات راگ کی وجہ سے سماع کے موقع پر ناچ کرنا جائز نہیں اور نہ وہاں حاضر ہونا درست ہے، اور ذخیرہ میں ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے۔ بزازی نے قرطبیؒ کے حوالے سے ذکر کیا کہ یہ قطعی اور بالاتفاق حرام ہے، چنانچہ شیخ الاسلام جلال الملۃ والدّین کیلانی کا میں نے فتوٰی دیکھا وہ فرماتے ہیں اس رقص کو حلال کہنے والا کافر ہے اس لئے کہ یہ ہمارے ذکر کردہ محرمات سے موصوف (اور ان پر مشتمل ہے) کیونکہ یہ معلوم شدہ ہے کہ اس کی حرمت بالاجماع ہے (خلاصہ کرنے والوں کی عبارت پوری ہوگئی) اور پورا کلام اس میں ہے (ت)

اور اگر خلوت و تنہائی محض میں جہاں کوئی دوسرا نہ ہو بہ نیت محمودہ مثل تشبّہ بہ عشاق والہین یا جلب حالات صالحین ہو تو ائمہ شان میں مختلف فیہ بعض ناپسند فرماتے ہیں کہ صدق و حقیقت سے بعید ہے اور ارجح یہ ہے کہ ان نیّتوں کے ساتھ جائز بلکہ حسن ہے کہ من تشبہ بقوم فھو منھم [2] (جب کوئی شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے تو وہ اسی میں شمار ہوتا ہے۔ ت)۔

ان لم تکونوا مثلھم فتشبھوا ان التشبہ بالکرام فلاح [3]

(اگر تم ان جیسے نہیں ہو پھر ان جیسی صورت بناؤ یعنی ان سے مشابہت اختیار کرو کیونکہ شرفاء سے مشابہت اختیار کرنا ذریعہ کامیابی ہے۔ ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف التاسع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۱۹-۵۱۸

[2] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۵۰

[3] الحدیقۃ الندیۃ الصنف التاسع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۲۶

اور سچی نیت سے نیکوں کی حالت بناتے بناتے خدا چاہے تو واقعیت بھی مل جاتی ہے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث سے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان هذا القرٰان نزل بحزن وكابة فاذا قرأتموه فابكوا فان لم تبكوا فتباكوا۔ رواه ابن ماجة[1] ومحمد بن نصر فی الصلٰوۃ والبیهقی فی الشعب۔	بیشک قرآن غم وکرب کے ساتھ اُترا ہے تو جب اسے پڑھو تو روؤ اور اگر رونا نہ آئے تو رونی صورت بناؤ (ابن ماجہ اور محمد بن نصر نے کتاب الصلٰوۃ ار امام بیہقی نے شعب الایمان میں اسے روایت کیا ہے۔ت)

حدیقہ ندیہ میں بعد عبارتِ مذکورہ بیاناتِ نفیسہ ناصحہ مقبولہ ہے:

فان طریق الواجد والتواجد الذی تعلمه الفقراء الصادقون فی هذا الزمان وبعده کما کانوا یعلمونه من قبل فی الزمان الماضی نوروهدایة واثر توفیق من الله تعالٰی وعنایة الی ان نقل عن حسن التنبه للعلامة النجم الغزی انه قال بعد ذکر الوجد والتواجد عن اکابر الائمة واما من اظهر هذه الاحوال تعمدا للتوصل الی الدنیا اولتعتقده الناس ویتبرکوا به فهذا من اقبح الذنوب المهلکات والمعاصی الموبقات[2] اهثم قال فی الحدیقة ولاشك ان التواجد وهو تکلف الوجد واظهاره من غیران	اس لئے کہ وجد اور تواجد کا طریقہ جسے اس زمانہ کے سچے فقراء ہی جانتے ہیں جیسا کہ پہلے زمانہ کے لوگ جانتے تھے ایک نور ہدایت اور اللہ تعالٰی کی توفیق اور اس کی عنایت کا اثر ہوتا ہے یہاں تک کہ حسن التنبہ میں علامہ النجم الغزی سے نقل فرمایا کہ علامہ موصوف نے اکابر ائمہ سے وجد اور تواجد کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا لیکن جس نے ان حالات کو دانستہ دنیا تک رسائی حاصل کرنے اور دنیا طلبی کے لئے ظاہر کیا کہ لوگ اس کے معتقد ہوجائیں اور اس سے برکت حاصل کریں تو یہ رویہ انتہائی قبیح اور مہلک ہے اور تباہ کن جرائم اور گناہوں میں شامل ہے اھ، پھر حدیقہ ندیہ میں فرمایا: بلاشبہ تواجد بناوٹی اور نمائشی وجد ہے بغیر حقیقی وجد کے۔ اور اس میں حقیقی اہل وجد

[1] سنن ابن ماجه ابواب اقامة الصلوٰة باب فی احسن الصوت بالقرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۶، شعب الایمان حدیث ۲۱۴۷ دار الکتب العلمیه بیروت ۲/ ۳۸۸

[2] الحدیقة الندیة الصنف التاسع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۲۳ تا ۵۲۵

يكون له وجد حقيقة فيه تشبه بأهل الوجد الحقيقى وهوجائز بل مطلوب شرعا قال رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم من تشبه بقوم فهو منهم رواه الطبرانى فى الاوسط عن حذيفة بن اليمان رضى الله تعالٰى عنهما وانما كان المتشبه بالقوم منهم لان تشبهه بهم يدل على حبه اياهم ورضاه باحوالهم و افعالهم وقد قال رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم ان الرجل اذا رضى هدى الرجل وعمله فهو مثل عمله رواه الطبرانى من حديث عقبة بن عامر رضى الله تعالٰى عنه(الى ان قال بعد ما اطال واطاب كما هو دابه قدس سره)اما تكلف الوجد على الوجه الصحيح لاجل التشبهه بالصالحين ولغير ذلك من المقاصد الحسنة فقد اشار اليه العلامة الشيخ القشيرى فى اوائل رسالته المشهورة حيث قال التواجد استدعاء الوجد بضرب اختيار وليس لصاحبه كمال الوجد	کے ساتھ تشبہ یعنی مشابہت ہے اور یہ جائز بلکہ شرعًا مطلوب ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کاارشاد ہے کہ جو کوئی کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے اسے روایت فرمایا: کسی قوم سے مشابہت اختیار کرنے والا کیوں اسی قوم میں شمار کیا جاتاہے،اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی شخص کا کسی قوم سے مشابہت اختیار کرنا اس بات پر دلالت کرتاہے کہ اس شخص کی ان لوگوں سے دلی محبت ہے اور یہ ان کے حالات وافعال (اور روش) پر راضی ہے اور حضوراکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مرد کسی شخص کی سیرت اور اس کے عمل سے خوش اور راضی ہو تو وہ ایسے ہے جیسے اس نے بھی وہی عمل کیا۔امام طبرانی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث کے حوالے سے اسے روایت کیاہے یہاں تک کہ اپنی طویل پاکیزہ گفتگو کے بعد جیسا کہ علامہ موصوف کی عادت ہے ارشاد فرمایا رہا یہ کہ وجہ صحیح کے مطابق نمائشی وجد برائے مشابہت صلحاء وبرائے دیگر مقاصد نیک تو یہ ٹھیک اور درست ہے جیسا کہ علامہ شیخ قشیری نے اپنے رسالہ مشہورہ کی ابتداء میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا "تواجد" کسی نوع کے اختیار سے اپنے آپ پر حالت وجد طاری کرنے کا

اذ لو کان لکان واجد اوباب التفاعل اکثرہ علی اظھار الصفة ولیست کذلک،فقوم قالوا التواجد غیر مسلم لصاحبه لما یتضمن من التکلف ویبعد عن التحقیق وقوم قالوا انه مسلم للفقراء المجردین الذین ترصدوالوجد ان ھذہ المعانی واصلھم خبر الرسول صلی الله تعالٰی علیه وسلم ابکوافان لم تبکوافتباکوااھ وفی شرعة الاسلام قال ومن السنة ان یقراء القراٰن بحزن ووجد فان القراٰن نزل بحزن فان لم یکن له حزن فلیتحازن اھ والحاصل ان تکلف الکمال من جملة الکمال والتشبه بالاولیاء لمن لم یکن منھم امرمطلوب مرغوب فیه علی کل حال[1] اھ بالاختصار۔	نام ہے جبکہ صاحب وجد میں کمال وجد نہ ہو(یعنی کماحقہ وجد نہ ہو)اس لئے کہ اگر اس میں حقیقی وجد ہوتا تو وہ واجد(وجد کرنے والا)کہلاتا کیونکہ تواجد باب تفاعل ہے اور یہ زیادہ تر حقیقت کی بنا پر نہیں،بلکہ بناوٹی ونمائشی اظہار صفت کے لئے آتا ہے اسی لئے بعض علم والے کہتے ہیں کہ "تواجد" صاحب تواجد کی طرف سے مسلّم یعنی تسلیم شدہ اور ٹھیک نہیں، کیوں؟ اس لئے کہ یہ تکلف پر مبنی ہوتا ہے اور حقیقت سے بعید ہوتا ہے جبکہ کچھ لوگوں نے فرمایا کہ ان فقراء کے لئے درست ہے جو مجرّد ہوں اور ان معانی کے پالینے کے منتظر اور خواہاں ہوں جو مطلوب ومقصود ہیں اور ان کی دلیل حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ لوگو! کم ہنسو اور زیادہ رویا کرو اور اگر رونا نہ آئے تو کم از کم رونی صورت ہی بنالیا کرو۔ شرعۃ الاسلام میں فرمایا سنّت یہ ہے کہ قرآن مجید غم کے ساتھ وجد سے پڑھے اس لئے کہ قرآن مجید غم کے ساتھ نازل ہوا ہے اور اگر غم کی کیفیت طاری نہ ہو تو غمگین صورت ہی بنالی جائے اھ مختصر یہ کہ تکلفِ کمال بھی منجملہ کمال ہے یعنی کسی کمال میں بناوٹ اور نمائش اختیار کرنا بھی کمال میں شامل ہے اور جو شخص اولیاء اللہ میں سے نہ ہو اس کا اولیاء اللہ سے مشابہت اختیار کرنا ایسا امر مطلوب ہے جو بہرحال لائق توجہ ہے،اختصار سے عبارت مکمل ہوگئی ہے۔(ت)

بالجملہ وجد صوفیہ کرام طالبین صادق اصلا محل طعن نہیں اور دربارہ امر قلب ونیت باطن صادق وکاذب میں تمیز مشکل اور اساءت ظن حرام وباطل "وَاللّٰهُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ"[2] (اللہ تعالٰی

[1] الحدیقۃ الندیۃ الصنف التاسع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۲۵تا ۵۲۷

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۰

فسادی اور مخلص دونوں کو جانتاہے۔ت) ردالمحتار میں نورالعین فی اصلاح جامع الفصولین اور اسی میں علامہ تحریر ابن کمال باشاوزیر سے ہے۔

مافی التواجد ان حققت من حرج	ولاالتمایل ان اخلصت من باس
فقمت تسعی علٰی رجل وحق لمن	دعاہ مولاہ ان یسعی علی الراس[1] الخ

(اگر تواجد سچااور حقیقی ہوتو کوئی حرج نہیں اور اضطراب (لڑکھڑانے) میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ ہو پھر تو پاؤں پر کھڑارہ کر دوڑ لگاتارہ،اوراس کے لئے حق ہے جس کو اس کا مولا بلائے تو وہ اپنے سر کے بل دوڑتا ہوا جائے الخ۔ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

جواب سوال دوم:

اُن محرمات اباطیل کو معاذاللہ حضور پرنور سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت ضرور حضور میں سوئے ادب اور سیّدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افتراء وکذب ہے،

"وَ كَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِیْنًا۠"[2] "اِنَّمَا یَفْتَرِی الْكَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ"[3]	یہی کھلا گناہ ہے اور جھوٹ وہی گھڑتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔(ت)

پھر جمیع صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین کانام لے دینا کیا جائے ادب۔ مشائخ طریقت رضی اللہ تعالٰی عنہم میں زیادہ مہربانی حضرات چشت پر ہے، ان کے ارشادات اوپر گزرے، اور حضرت مولانا فخرالدین زراوی خلیفہ حضور سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالٰی عنہما نے زمانہ حضور میں خود حکم حضور سے رسالہ کشف القناع عن اصول السماع تحریر فرمایا جس میں ارشاد فرماتے ہیں:

اما سماع مشائخنا رضی اللہ تعالٰی عنھم فبریئ عن ھٰذہ التھمۃ وھو مجرد صوت القوال مع الاشعار المشعرۃ من کمال صنعۃ اللہ تعالٰی[4]۔	یعنی ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا سماع اس تہمت مزامیر سے مبرا ہے وہ تو صرف قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ کہ کمال صنع خداوندی جل وعلا پر آگاہ کریں۔(ت)

---

[1] ردالمحتار باب المرتد داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۰۸

[2] القرآن الکریم ۴/ ۵۰

[3] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۵

[4] کشف القناع عن اصول السماع

بالجملہ ائمہ عارفین وارثان انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین ضرور ان بہتانوں سے منزّہ ہیں، حکایت بے سروپا رطب ویابس بے سند معتمد قابل قبول نہیں نہ خلاف بعض مذہب جمہور خصوصًا تحریحات جلیلہ کتب مذہب پر کچھ اثر ڈالے ہاں خواہش نفسانی کی پیروی کو اخذ وتلفیق بے تحقیق کا ہر شخص کو اختیار ہے مغلوبین حال کے افعال، احوال، اقوال، اعمال نہ قابل استناد ہیں نہ لائق تقلید۔ حضرت مولوی معنوی قدس سرہ القوی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

در حق اوشہد ودر حق تو سم در حق اومدح ودر حق تو ذم

در حق او ورد ودر حق تو خار در حق اونور ودر حق تو نار [1]

(اس کے حق میں شہد ہے جبکہ تیرے لئے زہر ہے، اس کے حق میں تعریف ہے جبکہ تیرے حق میں برائی ہے، اس کے لئے تو پھول اور تیرے لئے کانٹا ہے، اس کے حق میں نور ہے جبکہ تیرے حق میں نار (آگ) ہے۔ ت)

بالفرض اگر زید بھی اپنے مغلوب الحال ہونے کا دعوی کرے اور مان بھی لیا جائے تو ایک زید وارفتہ وبیخود سہی یہ جو سیکڑوں ہزاروں عوام کا ہجوم وازدحام کرایا جاتا ہے کیا یہ بھی سب خدار سیدہ مغلوب الحال ہو کر آئے ہیں یا دنیا بھر سے چھانٹ چھانٹ کر پاگل بوہرے بلائے ہیں جن پر شرع کا قلم تکلیف نہیں، اور جب یہ کچھ نہیں تو اس مجمع کی تحریم اور بانی کی تاثیم میں اصلًا شک نہیں **فانما علیك اثم الاریسیسین** (لہٰذا کاشتکاروں کا گناہ تمہارے سر ہے۔ ت) **واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔**

جواب سوال سوم:

بدیہیات دینیہ سے ہے کہ اوّلا عقائد اسلام وسنت پھر احکام صلوٰۃ وطہارت وغیرہا ضروریات شرعیہ سیکھنا سکھانا فرض ہے اور انہیں چھوڑ کر دوسرے کسی مستحب وپسندیدہ علم میں بھی وقت ضائع کرنا حرام نہ کہ موسیقی کہ اس کا ہلکا درجہ لغو وفضول اور بھاری پایہ مخزن آثام۔ وحدۃ الوجود وحقائق ودقائق تصوف جس طرح صوفیہ صادقہ مانتے ہیں (نہ وہ جسے متصوفہ زنادقہ جانتے ہیں) ضرور حق وحقیقت ہے مگر اس میں اکثر ذوق ہے کہ ان مقامات عالیہ پر وصول کے بعد منکشف ہوتا ہے زبانی تعلیم وتعلم سے تعلق نہیں رکھتا اور بہت وہ ہے جسے عوام تو عوام آج کل کے بہت مولوی کہلانے والے بھی نہیں سمجھ سکتے

[1] مثنوی شریف وحی آمد از حق تعالٰی بعتاب موسٰی الخ دفتر دوم نورانی کتب خانہ پشاور ص ۴۴

اور خود اکثر یہ جو پیر ومشائخ بنتے ہیں طوطے کی طرح چند لفظ یاد کرلینے کے سوا معانی کی ہوا سے بھی مس نہیں رکھتے پھر کون سکھائے گا اور کون سیکھے گا۔ ہاں یہ ضرور ہوگا کہ ایک تو ان انگھڑ بتانے والوں کی کج فہمی کہ مطلب کچھ ہے اور سمجھے کچھ، دوسرے ان معانی کے لئے الفاظ کی نایابی کہ وہ اکثر حال ہے نہ قال۔ تیسرے اس پر طرہ کہ ان صاحبوں کی کج مج بیانی کہ جس قدر دونوں پہلو حق وحقیقت کے سنبھالے ہوئے بیان میں لاسکتے تھے یہ بتانے والے حضرات اُتنے پر بھی قدرت نہیں رکھتے اور اگر قدرت ہو بھی تو حفظ دین وایمان کی پرواکسے، چوتھے ان سب پر بالا اُن جاہلوں بے تمیزوں کی کودنی جنہیں یہ حقائق ودقائق سکھائے جائیں گے انہیں ابھی سیدھے سیدھے احکام سمجھنے کے لالے ہیں ان متشابہات کو کون سمجھے گا۔ غرض اس کا اثر ضرور ان کا بگڑنا فتنے میں پڑنا زندیق مرتد یا ادنٰی درجہ گمراہ بددین ہوجانا ہوگا وبس۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماانت محدث قوما حدیثا لاتبلغه عقولهم الاکان علی بعضهم فتنة۔[1] رواہ ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما۔	یعنی جب تو کسی قوم کے آگے وہ بات بیان کرے گا جس تک ان کی عقلیں نہ پہنچیں تو ضرور وہ ان میں کسی پر فتنہ ہوگی (امام ابن عساکر نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا۔ ت)

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی پھر علامہ مناوی شارح جامع صغیر پھر سیّدی عبدالغنی نابلسی حدیقہ میں فرماتے ہیں:

ان العامی اذا زنی او سرق خیراله من ان یتکلم فی العلم باللہ من غیر اتقان فیقع فی الکفر من حیث لا یدری کمن یرکب لجة البحر ولایوف السباحة و مکائد الشیطان فیما یتعلق بالعقائد والمذاهب لا تخفی[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	کوئی عام آدمی بدکاری اور چوری کرے تو باوجود گناہ ہونے کے اس کے لئے یہ عمل اتنا مہلک اور تباہ کن نہیں جتنا بلا تحقیق علم الٰہی کے بارے میں کلام کرنا مہلک ہے کیونکہ بلا تحقیق اور بغیر پختگی علم کے کہیں وہ کفر کا مرتکب ہوجائے گا اور اسے علم بھی نہیں ہوگا اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے تیرنا جانے بغیر دریا کی موجوں اور لہروں پر سوار ہونے کے، اور شیطان کی فریب کاریاں جو عقائد اور مذاہب سے

[1] کنزالعمال بحوالہ ابن عساکر عن ابن عباس حدیث ۲۹۰۱۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۲

[2] الحدیقۃ الندیۃ النوع الحادی والعشرون سؤال وتفتیش العوام عن کنہ ذات اللہ وصفاتہ المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ فیصل آباد ۲/ ۲۷۰

تعلق رکھتی ہیں کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہیں، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ خوب جانتا ہے۔ (ت)

جواب سوال چہارم:

امر بالمعروف و نہی عن المنکر ضرور بنصوص قاطعہ قرآنیہ اہم فرائض دینیہ سے ہے اور بحال وجوب اس کا تارک آثم وعاصی، اور ان نافرمانوں کی طرح خود بھی مستحق عذاب دنیوی واُخروی۔ احادیث کثیرہ اس معنی پر ناطق ہیں اور اہلسنّت وغیر ھم کا واقعہ خود قرآن عظیم میں مذکور۔ قال اللہ تعالیٰ:

"لُعِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ۝۸۷ [1] كَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ۝۷۹ " [2]	بنی اسرائیل کے کافروں پر لعنت پڑی داؤد و عیسٰی بن مریم کی زبان سے، یہ بدلہ تھا ان کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا برے کام سے، ایک دوسرے کو منع نہ کرتے تھے ضرور ان کا یہ فعل سخت برا تھا۔

اصحاب سبت پر داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی: الٰہی! انہیں لعنت کر اور لوگوں کے لئے نشانی بنادے۔ بندر ہوگئے۔ اہل مائدہ پر عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہی دعا کی، سور ہوگئے، والعیاذ باللہ رب العالمین۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کلا واللہ لتأمرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر او لیضربن اللہ بقلوب بعضکم علٰی بعض ثم لیلعننکم کما لعنھم۔ رواہ [3] ابوداؤد عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ھذا مختصر۔	یوں نہیں، خدا کی قسم یا تو تم ضرور امر بالمعروف کروگے اور ضرور نہی عن المنکر کروگے یا ضرور اللہ تعالیٰ تمہارے دل آپس میں ایک دوسرے پر مارے گا پھر تم سب پر اپنی لعنت اتارے گا جیسی ان بنی اسرائیل پر۔ (امام ابوداؤد نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے اسے روایت کیا ہے، یہ مختصر ہے۔ (ت)

مگر یہ امر و نہی نہ ہر شخص پر فرض نہ ہر حال میں واجب، تو بحال عدم وجوب اس کے ترک پر یہ احکام نہیں بلکہ بعض

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۷۸

[2] القرآن الکریم ۵/ ۷۹

[3] سنن ابی داؤد کتاب الملاحم باب الامر والنہی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۴۰

صور میں شرع ہی اسے ترک کی ترغیب دے گی جیسے جبکہ اس سے کوئی فتنہ اشد پیدا ہوتا ہو، یونہی اگر جانے کہ بے سود ہے کارگر نہ ہوگا تو خواہی نخواہی چھیڑنا ضرور نہیں خصوصًا جبکہ کوئی امر اہم اصلاح پارہا ہو، مثلاً کچھ لوگ حریر کے عادی نماز کی طرف جھکے یا عقائد سنت سیکھنے آتے ہیں اور جب حریر و پابندی وضع میں ایسے منہمک ہیں کہ ان پر اصرار کیجئے تو ہرگز نہ مانیں گے غایت یہ کہ آنا چھوڑدیں گے وہ رغبت نماز و تعلم عقائد بھی جائے گی تو ایسی حالت میں بقدر تیسر انہیں ہدایت اور باقی کے لئے انتظار وقت وحالت، ترک امر و نہی نہیں بلکہ اسی کی تدبیر وسعی ہے۔

"وَاللّٰهُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ "[1] "وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾ "[2]	اللہ تعالٰی فسادی اور مصلح دونوں سے واقف ہے اور وہ سینے میں پوشیدہ راز جاننے والا ہے۔(ت)

بستان امام فقیہ سمرقند پھر محیط پھر ہندیہ میں ہے:

ان الامر بالمعروف علی وجوہ ان کان یعلم باکبر رایہ لوامر بالمعروف یقبلون ذٰلك منه ویمتنعون عن المنکر فالامر واجب علیه ولایسعه ترکه ولو علم باکبر رایه انه لوامرهم بذٰلك قذفوه وشتموه فترکه افضل وکذٰلك لو علم انهم یضربونه ولا یصبر علی ذلك ویقع بینهم عداوة ویهیج منه القتال فترکه افضل،ولوعلم انهم لو ضربوه و صبر علی ذٰلك ولایشکو الی	امر بالمعروف کی متعدد قسمیں ہیں، اگر کوئی اپنے غالب گمان کی بناپر سمجھتا ہے کہ اگر اس نے امر بالمعروف کیا تو لوگ اس کی بات تسلیم کریں گے اور گناہ سے باز آجائیں گے تو ایسی صورت میں اس پر امر بالمعروف واجب ہوتا ہے یعنی اسے ترک کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ اس کے امر بالمعروف کاالٹا اثر ہوگا لوگ الزام تراشی اور گالی گلوچ سے کام لیں گے تو اس صورت میں امر بالمعروف نہ کرنا افضل ہے۔اسی طرح اگر جانتا ہے کہ امر بالمعروف کرنے کی صورت میں لوگ زدوکوب کریں گے اور یہ اسے برداشت نہیں کرسکے گا اور باہمی عداوت وخانہ جنگی کی صورت پیدا ہو جائے گی تو ایسی

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۰

[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۵۴

احد فلا بأس بان ینهی عن ذٰلك وهو مجاهد ولو علم انهم لایقبلون منه ولایخاف منه ضربا ولاشتما فهو بالخیار والامر افضل[1]۔	صورت حال میں بھی امر بالمعروف کاترک کردینا افضل ہے۔اور اگراسے معلوم ہے کہ لوگ مشتعل ہوکراسے اذیّت پہنچائیں گے مگر وہ صبر کرلے گا اور سختی برداشت کرلے گا اور کسی سے شکوہ شکایت نہیں کرے گا توپھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ ایسی صورت حال میں اس کا عمل ایک مجاہد کاسا عمل متصور ہوگا،اور اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ لوگ اس کی بات تونہیں مانیں گے البتہ کسی سخت رَدِّ عمل کااظہار بھی نہیں ہوگا(یعنی نہ ماننے کے باوجود مارپٹائی اور گالی گلوچ سے کام نہیں لیں گے)تواس صورت میں اسے اختیار ہے کہ امر بالمعروف سے کام لے یانہ لے البتہ یہاں امر بالمعروف افضل ہے۔(ت)

لیکن پیری مریدی اگر دل سے ہے تو وہاں ایسی صورت کاپیدا ہونا جس میں امر ونہی منجر بضرر ہوں ظاہرًا نادر ہے ایسے متبوعوں مقتداؤں پر اس فرض اہم کی اقامت بقدر قدرت ضرور لازم،اور اسی میں ادنٰی اتباع کے حق سے ادا ہونا ہے جو باوصف قدرت وعدم مضرت ان کے سیاہ وسپید سے کچھ مطلب نہ رکھے بلکہ ہر حال میں خوش گزر ان کی ٹھہرائی خواہ یوں کہ خود ہی احکام شرعیہ کی پروانہ رکھتا ہو جیسے آج کل کے بہت آزاد متصوّف یا کسی دنیوی لحاظ سے پابندی شرع کو نہ کہتا ہو جیسے در صورت امر ونہی اپنے پلاؤ وقورمے یا آؤ بھگت پر خائف تو یہ ضرور پیر غوایت ہے نہ کہ شیخ ہدایت۔واللہ تعالٰی اعلم۔

جواب سوال پنجم:

ہنود قطعًا بت پرست مشرک ہیں وہ یقینا بتوں کو سجدہ عبادت کرتے ہیں اور بالفرض نہ بھی ہو تو بتوں کی ایسی تعظیم پر بھی ضرور حکم کفر ہے اور انہیں بارگاہ عزت میں شفیع جاننا بھی کفر،ان سے شفاعت چاہنا بھی کفر کہ قطعًا اجماعًا یہ افعال واقوال کسی مسلم سے صادر نہیں ہوتے،نہ کوئی مسلمان بلکہ کوئی اہل ملّت بت کی نسبت ایسا اعتقاد رکھے اور اس میں صراحۃً تکذیب قرآن ومضادت رحمٰن ہے۔شرح فقہ اکبر میں ہے:

قال ابن الهمام وبالجملة فقد ضم الی	محقق ابن الہمام نے فرمایا حاصل یہ ہے کہ وجود ایمان

[1] فتاوٰی هندیة کتاب الکراهیة الباب السابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۲-۵۳

تحقیق الایمان اثبات امور الاخلال بها اخلال بالایمان اتفاقا، کترك السجود لصنم وقتل نبی او الاستخفاف به او بالمصحف او الکعبة[1] الخ۔	کے لئے چند امور کے اثبات کا انضمام کیاجائے گا اور ان میں خلل اندازی بالاتفاق ایمان میں خلل اندازی کے مترادف ہوگی جیسے بُت کو سجدہ نہ کرنا، کسی نبی کو قتل نہ کرنا، نبی یا مصحف یابیت اللہ شریف کی توہین نہ کرناالخ۔(ت)

اعلام بقواطع الاسلام میں قواعد امام قرافی سے ہے:

هذا الجنس قدثبت للوالد ولو فی زمن من الازمان وشریعة من الشرائع فکان شبهة دارئة لکفر فاعله بخلاف السجود لنحو الصنم اوالشمس فانه لم یرد هو ولامایشابهه فی التعظیم فی شریعة من الشرائع فلم یکن لفاعل ذٰلك شبهة لاضعیفة و لاقویة فکان کافرا ولانظر لقصد التقرب فیما لم ترد الشریعة بتعظیمه بخلاف من وردت بتعظیمه[2]۔	یہ جنس، والد کے لئے ثابت ہے اگرچہ کسی زمانے یا کسی شریعت میں ہو پس یہ شبہہ کفر فاعل کے لئے دافع ہوگا بخلاف اس کے کہ مثل بت یا سورج کو سجدہ کیاجائے کیونکہ وہ اور جو بھی اس کے مشابہ ہو تعظیم میں، کسی شریعت میں وارد نہیں ہوا لہٰذا اس کام کے کرنے والے کے لئے کوئی ضعیف اور قوی شبہہ نہیں بس کرنے والا کافر ہے اور جس کی تعظیم کے لئے شریعت میں کچھ وارد نہیں ہوا ارادہ تقرب کے لئے اسے نہیں دیکھاجائے گا بخلاف اس کے جس کی تعظیم کے لئے شریعت وارد ہوئی۔(ت)

شفاشریف میں ہے:

کذٰلك نکفر بکل فعل اجمع المسلمون انه لایصدر الامن کافروان کان صاحبه مصرحا بالاسلام مع فعله ذٰلك الفعل السجود للصنم و للشمس	اسی طرح سب ایسے کام جن کا صدور کفار سے ہوتا ہے اگروہ دعوی اسلام کے باوجود وہ کام کرے تو اس کی تکفیر پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اور ہم بھی اس کی تکفیر کرتے ہیں جیسے چاند،

[1] منح الروض الازهر شرح فقه الاکبر استحلال المعصیة ولوصغیرة کفر مطبع مصطفی البابی مصر ص ۱۵۲

[2] الاعلام بقواطع الاسلام لابن حجر مکی الهیتمی مکتبة الحقیقة استنبول ترکی ص ۳۴۸

والقمر والصلیب والنار[1] الخ۔	سورج یا کسی بت یا صلیب اور آگ وغیرہ کے آگے سجدہ کرنا الخ (ت)

اُسی میں ہے:

کل مقالۃ صرحت بنفی الربوبیۃ او الوحدانیۃ او عبادۃ احد غیراللہ او مع اللہ فھی کفر کمقالۃ الدھریۃ والذین اشرکوا بعبادۃ الاوثان من مشرکی العرب واھل الھند والصین[2] اھ مختصرًا۔	ہر ایسی گفتگو جس سے نفی ربوبیت یا نفی الوہیت کی تصریح اور اظہار ہوتا ہو یا اللہ تعالٰی کے سوا کسی کی عبادت یا اللہ تعالٰی کی عبادت کے ساتھ کسی اور کی عبادت کرنا کفر ہے جیسے دہریوں کی گفتگو اور مشرکین عرب میں سے ان لوگوں کی گفتگو جو بت پرستی کی وجہ سے مشرک ہوئے اور اہل ہند اور اہل چین کی گفتگو اھ مختصرًا (ت)

اذکار افکار مراقبات کا جوگیوں سے لیا جانا افترائے بیمزہ ہے اور ممکن وشاید سے کوئی کتاب آسمانی نہیں ٹھہر سکتی نہ لیت ولعل سے کوئی صریح مشرک بت پرست قوم کتابی مشرکین ہنود کے شرک وکفر کا منکر ان اقوال مخذولہ تعظیم وشفاعت اصنام کا مظہر ضرور بددین گمراہ ملحد کافر ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ شفا شریف میں ہے:

ولھذا نکفر من دان بغیر ملۃ المسلمین من الملل او وقف فیھم او شك اوصحح مذھبھم وان اظھر مع ذلك الاسلام واعتقدہ واعتقد ابطال کل مذھب سواہ فھو کافر باظھارہ من خلاف ذٰلک[3]۔	لہٰذا ہم ان لوگوں کی تکفیر فرماتے ہیں جو ملت اسلامیہ نہ رکھنے والوں کا طریقہ اختیار کرتے ہیں یا ان کے معاملہ میں توقف یا شک کرتے ہیں یا ان کے مذہب کو صحیح قرار دیتے ہیں اگرچہ باوجود اس روش کے اسلام کا اظہار کریں اور اس پر عقیدہ رکھیں اور اپنے بغیر ہر مذہب کو باطل یقین کریں یہ لوگ کافر ہیں اس لئے کہ انہوں نے اس چیز کا اظہار کیا جس کے خلاف ان سے ظاہر ہوا۔ (ت)

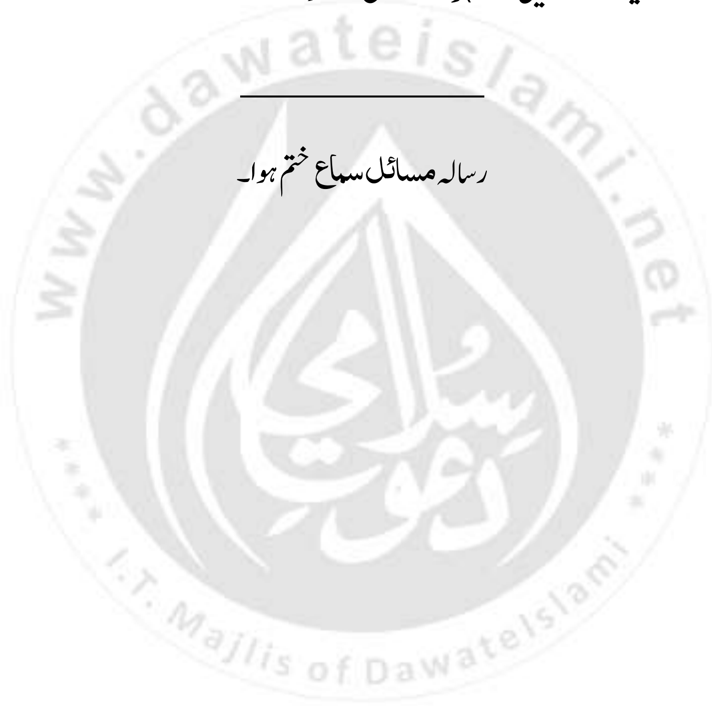
[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ماھو من المقالات المطبعۃ الشرکۃ النعمانیۃ ۲/ ۲۷۲

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ماھو من المقالات المطبعۃ الشرکۃ النعمانیۃ ۲/ ۲۶۸

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ماھو من المقالات المطبعۃ الشرکۃ النعمانیۃ ۲/ ۲۷۱

عجب شان الٰہی ہے یہی ناپاک وبیباک بات یعنی اصنام سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو معاذاللہ ملانا پہلے ایک خبیث نے مسلمانوں کو مشرک بنانے کے لئے لکھی تھی کہ بت پرست بھی شفاعت خواہی اور اس کے مثل افعال ہی بتوں سے کرکے مشرک ہوئے، یہی باتیں یہ لوگ انبیاء اولیاء کے ساتھ کرتے ہیں تو یہ اور ابوجہل شرک میں برابر ہیں، اب یہی مردود وملعون قول دوسرے نے مشرکوں کو مسلمان ٹھہرانے کے لئے کہا کہ بتوں سے شفاعت خواہی ان کی تعظیم حتی کہ انہیں سجدہ کفر نہیں کہ مسلمان بھی تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم کرتے ان سے شفاعت مانگتے ہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم نسأل اللہ العفو والعافیۃ (گناہوں سے بچنے اور نیکی اپنانے کی طاقت بجز اللہ تعالٰی بلند مرتبہ عظیم القدر کی توفیق کے کسی میں نہیں ہم اللہ تعالٰی سے عفو وعافیت مانگتے ہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

رسالہ **مسائل سماع** ختم ہوا۔





امر بالمعروف ونہی عن المنکر

مسئلہ ۷۴: از کٹرہ ڈاکخانہ اوبرہ ضلع گیا مرسلہ مولوی سید کریم خاں صاحب غرہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک زمیندار مسلمان کی کچہری میں ایک کائستھ بذریعہ نوکری اسی زمیندار کے ہاں سکونت گزیں ہے اور اس میں ناقوس بجایا کرتا ہے اور وہ زمیندار ناقوس بجانے سے اس کو نہیں روکتا ہے تو وہ زمیندار رضا بالکفر کے باعث گنہگار ہوگا یانہیں؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب:

بیشک گنہگار اور سخت گنہگار کہ ازالہ منکر بقدر قدرت فرض ہے خصوصًا منکر بھی کیسا کہ شرک کفّار وعبادت بتان ونا ہنجار، **والعیاذ باللہ العزیز الغفار**۔ یہ اگر بفرض غلط اسے نوکر رکھ کر منع پر قادر نہ ہو تو موقوف کرنے پر تو قادر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللہ من اٰوی محدثا۔ رواہ الامام احمد[1] ومسلم فی صحیحہ والنسائی عن علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ کی لعنت اس پر جو کسی شرعی مجرم کو پناہ دے۔ (امام احمد اور مسلم نے اپنی صحیح میں اور نسائی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اسے روایت کیا۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۰۸، صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب تحریم الذبح لغیر اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۱۔۱۶۰

مسئلہ ۴۸: از کلکتہ دھرم تلا ۱۲۴ مرسلہ جناب محمد یونس صاحب ۸ رجب ۱۳۲۷ھ

علمائے دین سے سوال ہے کہ اس شخص کا کیا حال ہے، زید حتی الامکان اوامر الٰہی بجالاتا ہے مگر نواہی کا بھی مرتکب ہوتا ہے اور جو اس سے کہا جاتا ہے تو کہتا ہے: "اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ"[1] (بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹادیتی ہیں۔ت) بیّنوا توجروا۔

الجواب:

معصیّت کے جواب میں اس آیت کریمہ کو دستاویز بنانا جاہل مغرور کا کام ہے۔

قال اللہ تعالٰی "زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ"[2] وقال اللہ تعالٰی "وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝"[3]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: شیطان نے ان کے لئے ان کے کرتوت (برے اعمال) خوشنما بناڈالے ہیں اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: لوگو! تمہیں خدا تعالٰی کے معاملہ میں وہ بڑا فریبی یعنی شیطان دھوکے میں نہ ڈال دے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۹: از بمبئی عطار گلی کاناکہ مرسلہ مولوی ہدایت رسول صاحب ۲۱ جمادی الاخرٰی

کیافرماتے ہیں حضرات علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا یعنی وعظ کہنا اور حاضرین جلسہ کا اس کو خاموشی اور رجوع قلب کے ساتھ ادب سے سننا مذہبی عبادت ہے یا نہیں؟ اور جو اس میں دست اندازی کرے غل مچائے گالیاں بکے اس نے مذہبی توہین کی یا نہیں؟ قرآن وحدیث واقوال علماء سے لکھیں اور اجر دارین حاصل کریں۔

الجواب:

عالم دین کا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا بندگان خدا کو دینی نصیحتیں کرنا جسے وعظ کہتے ہیں ضرور اعلٰی فرائض دین سے ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ"[4]	تم سب امتوں سے بہتر ہو جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں حکم دیتے ہو بھلائی کا اور منع کرتے ہو برائی سے اور ایمان لاتے ہو اللہ پر۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۴

[2] القرآن الکریم ۸/ ۴۸ و ۲۷/ ۲۴

[3] القرآن الکریم ۳۵/ ۵

[4] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۰

اور فرماتا ہے:

"وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ "[1]	لازم ہے کہ تم میں ایک گروہ ایسا رہے کہ نیکی کی طرف بلائے اور بھلائی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اور فرماتا ہے:

"وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ "[2]۔	وعظ کہتا رہ کہ وعظ مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔

اور حاضرین کا ادب وخاموشی ورجوع قلب کے ساتھ اسے سنتے رہنا بھی مذہبی عبادت اور دینی فرض ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ "[3]	خوشخبری دے میرے ان بندوں کو جو متوجہ ہو کر بات سنتے پھر اس کے بہتر پر عمل کرتے ہیں۔

اس میں دست اندازی کرنا غل مچانا گالیاں بکنا ضرور مذہبی توہین اور خاص عادت کفار بے دین ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾ "[4]	کافر بولے اس قرآن کو نہ سنو اور اس کے پڑھے جانے میں غل شور کرو شاید یونہی تم غالب آؤ۔

شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی برادر مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب موضح القرآن میں اس آیت کے نیچے لکھتے ہیں: یہ جاہلوں کا زور ہے شور مچا کر سننے نہ دینا[5]۔

"فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۹﴾ كَاَنَّهُمْ	انہیں کیا ہوا وعظ سے منہ پھیرے ہیں گویا وہ

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۰۴

[2] القرآن الکریم ۵۱/ ۵۵

[3] القرآن الکریم ۳۹/ ۱۷۔۱۸

[4] القرآن الکریم ۴۱/ ۲۶

[5] تفسیر موضح القرآن بر ترجمہ شاہ رفیع الدین تحت آیۃ وقال الذین کفروا لاتسمعوا الخ ممتاز کمپنی لاہور ۵۲۶

"حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿۵۰﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿۵۱﴾"[1]	بھڑکے ہوئے گدھے ہیں کہ شیر سے بھاگے ہیں۔

وعظ سے روگردانی توشیر سے گدھے کا بھڑکنا ٹھہرے اس پر غل مچانا گالیاں بکنا کیا چاند پر کتوں کا بھونکنا نہ ہوگا۔ وعظ تو وعظ کہ وہ بنص صریح قرآن مجید فرض مذہبی ہے کتب دینیہ میں تصریح ہے کہ ہر خطبے حتی کہ خطبہ نکاح وخطبہ ختم قرآن کا سننا بھی فرض ہے اور ان میں غل کرنا حرام حالانکہ خطبہ نکاح صرف سنت ہے اور خطبہ ختم نرا مستحب۔ درمختار میں آیا ہے:

كذا يجب الاستماع لسائر الخطب كخطبة نكاح و خطبة عيد وختم على المعتمد[2]۔	اسی طرح معتمد قول کے مطابق تمام خطبات کا سننا واجب ہے مثلاً خطبہ جمعہ، عیدین، نکاح اور ختم قرآن وغیرہ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله وختم اى ختم القرآن كقولهم الحمد لله رب العلمين حمد الصابرين[3]۔ الخ	صاحب درمختار کا قول وَخَتْمٍ سے مراد ختم قرآن ہے جیسے اس موقع پر ان کا کہنا ہے الحمد للہ رب العلمین حمد الصابرین یعنی تعریف اس خدا کے لئے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے ایسی تعریف جو صبر کرنے والوں کی تعریف جیسی ہو۔ (ت)

طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں انواع کلام ممنوع میں ہے:

النوع الثانی والخمسون قطع كلام الغير من غير ضرورة خصوصاً اذا كان فى مذاكرة العلم) الشرعى (وقدمر ان السلام عليه)اى على الجالس لمذاكرة العلم(اثم)لما فيه من قطع الخير وايذاء المسلم المتكلم والسامع(وكذا تكلم	یعنی کلام کا نوع پنجاہ ودوم بے ضرورت شرعیہ دوسرے کی بات کاٹنا ہے جبکہ وہ علم شرعی کے ذکر میں ہو، اور اوپر گزرچکا کہ اس پر اس وقت سلام کرنا بھی گناہ ہے کہ اس میں اسی نیک کلام کا قطع کرنا اور قائل اور سامعین مسلمانوں کو ایذا دینا ہے یوہیں جو مجلس وعظ میں بیٹھا ہو اسے بھی بات کرنا گناہ ہے اگرچہ آہستہ ہی ہو اسی طرح

[1] القرآن الکریم ۷۴/ ۴۹، ۵۰ و ۵۱

[2] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب الجمعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۳

[3] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب الجمعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۵۱

من ھو)جالس(فی مجلس عظة)ای وعظ وتذکیر(ولو مع الاخفاء وکذا مجرد التفاته وتحرکه)وقیامه و اتکائه (من غیر حاجة وکل ھذا سوء ادب وخفة وعجلة وسفه بل یتعین التوجه الیه والانصات و الاستماع الی ان ینتھی کلامه بلاالتفات ولاتحرك ولا تکلم [1] اھمختصرًا۔	صرف بے ضرورت اِدھر اُدھر دیکھنا یا کوئی حرکت و جنبش کرنا کھڑا ہو جانا یا تکیہ لگالینا اور یہ سب گستاخی وبے ادبی اور ہلکا پن خفیف الحرکاتی اور جلد بازی اور حماقت ہے بلکہ لازم یہی ہے کہ اسی کی طرف توجہ کئے خاموش کان لگائے سنتے رہیں یہاں تک کہ اس کا کلام ختم ہو اس وقت تک نہ اِدھر اُدھر دیکھیں نہ کوئی جنبش نہ اصلاً کچھ بات کریں۔

جب وعظ میں مطلق حرکت اور آہستہ بات بے ضرورت بھی گستاخی وبے ادبی وگناہ ٹھہرے تو غل مچانا گالیاں بکنا کس قدر سخت توہین ہوگا یہ توہین اس عالم دین کی توہین نہ ہوگی جو اس وقت وعظ کرتا ہے بلکہ اصل دین اسلام اور خود ہمارے نبی اکرم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی توہین ٹھہرے گی کہ مسند وعظ اصل مسند حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے۔اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاۙ(۴۵) وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا(۴۶)" [2]	اے نبی! ہم نے تجھے بھیجا خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور آفتاب روشنی پہنچاتا۔

نیکیوں پر مژدہ دیتا، برائیوں پر ڈر سناتا، اللہ کی طرف مطابق شریعت بلاتا۔یہی معنی وعظ ہے اور آیہ کریمہ "وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ(۵۵)" [3] (لوگوں کو نصیحت کیجئے کیونکہ نصیحت کرنا ایمان والوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ت) میں بھی اصل مخاطب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں یہ کام علمائے دین حضور کی وراثت سے کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انّ العلماء ورثة الانبیاء۔رواہ	بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں علیہم الصلوٰۃ

---

[1] الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة النوع الثانی والخمسون قطع کلام الغیر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۳۵۰،الطریقة المحمدیة شرح الطریقة المحمدیة مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور ۲/ ۹۳۔۱۹۲

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۵و۴۶

[3] القرآن الکریم ۵۲/ ۵۵

ابوداؤد[1] والترمذی عن ابی الدرداء رضی الله تعالٰی عنه۔	والسلام (امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے اسے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

اور نائب جب مسند نیابت پر ہو تو اس دربار کی توہین اصل سلطان کی توہین ہے، ہر عاقل جانتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ادنٰی درجے کے اجلاس میں غل کرے گالیاں بکے تو وہ اس ادنٰی ہی کی توہین نہ ہوگی بلکہ اصل بادشاہ کی، **والعیاذ باللہ رب العٰلمین ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم** (اللہ تعالٰی کی پناہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں بجز اللہ تعالٰی بلند و برتر اور بڑی شان رکھنے والے کی توفیق عطا کے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۰: از شہر محلّہ مسئولہ جناب محمد فضل حق صاحب بتاریخ ۸ محرم ۱۳۳۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید خود بھی تحت الم تعزیہ وغیرہ دیکھنا جائز رکھتا ہے اور مستورات کو اس قسم کے ہنگاموں میں جانے سے منع نہیں کرتا بلکہ بچوں کو بھی خواہ بنظر ثواب خواہ بخیال تماشہ اپنے ساتھ لے جاکر دکھاتا ہے علمائے دین متین اور حامیان سنت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کیا فتوٰی دیتے ہیں ایسے لوگوں سے جن کا یہ خیال ہے کہ فقیر بن کر سلسلہ میں شامل ہوجائے اور یہ عقیدہ ہے کہ اس طرح اولاد کا تحفظ اور بیمہ جان کا ہوجاتا ہے، کیا ہونا چاہئے، فقیر مذکور کو بھیک دینے اور پیسہ دینے کا کیا حکم ہے اور عقیدہ اور عمل بالا کو کیسا جاننا چاہئے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

تحت عَلم تعزیے وغیرہ سب ناجائز ہیں اور ناجائز کام کو بطور تماشہ دیکھنا بھی حرام **لان ماحرم فعله حرم التفرح علیه** (اس لئے کہ جس کام کا کرنا حرام ہے اس پر خوشی منانا بھی حرام ہے۔ت) اور بچوں کو دکھانے کا بھی گناہ اسی پر ہے **کما فی الاشباہ وغیرہ** (جیسا کہ اشباہ وغیرہ میں ہے۔ت) اور عورتوں کو ایسے جلسوں میں جانے کی اجازت دینی حرمت کے سوا سخت بے حرمتی اور نہایت بے غیرتی بھی ہے **وفی الخلاصة والدر وغیرهما ان اذن کانا عاصیین**[2] (خلاصہ، درمختار اور ان دو کے علاوہ دوسری کتب فقہ میں مرقوم ہے، اگر مرد نے (اپنی اہلیہ کو ناجائز کام کی) اجازت دی تو میاں بیوی دونوں

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب العلم باب فضل العلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۷

[2] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب النکاح الفصل الخامس عشر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۵۳

گنہگار ہوں گے۔ت) اور اس کو ثواب سمجھنا گناہ کے علاوہ فساد عقیدہ بھی ہے، **والعیاذ باللہ تعالٰی**، سلسلہ اولیائے کرام میں کسی ایسے شیخ کے ہاتھ پر داخل ہونا کہ عالم سنی متصل السند غیر فاسق ہو ضرور برکت عظیمہ ہے دنیاو آخرت میں اس کے منافع بے شمار ہیں اور اس سے زیادت عمر کی امید رکھنا بھی بیجا نہیں کہ وہ بِرّ یعنی نکوئی ہے اور نکوئی سے رزق بڑھتا ہے عمر میں برکت ہوتی ہے اور یہ کوئی جاہل سے جاہل بھی نہ سمجھے گا کہ اب موت محال ہو گئی، ہاں بھیک مانگنے کے لئے فقیر بنانا حرام ہے اور بے ضرورت شرعیہ و مجبوری محض بھیک مانگنا حرام، اور جو بلا ضرورت مانگے اسے دینا بھی حرام **لکونہ اعانۃ علی المعصیۃ کما فی الدر المختار** (اس لئے کہ یہ بھیک دینا (اس لئے حرام ہے کہ) یہ گناہ کے کام پر دوسرے کی مدد کرنا ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۵۱: ایک عالم نے اپنے متعدد وعظوں میں سود خوری، شراب فروشی، شراب نوشی، بیع لحم خنزیر، اکل غیر مذبوح مرغ، زنا کاری، لواطت واغلام کی حرمت قرآن وحدیث سے بیان کی اور میراث کے مسئلے محمدن لاء (شریعت محمدی) کو چھوڑ کر ہندو لاء (ہندو دھرم) قبول کرنے کو کفر صریح بتلایا جس جماعت میں یہ باتیں تھیں بجائے اس کے کہ ان باتوں کو ترک کردیتے اور توبہ واستغفار کرتے اور خدا اور سول کے حکم کے آگے سر جھکا دیتے خلاف اس کے ضد اور نفسانیت میں آن کر اپنی جماعت کو اکٹھا کرکے اتفاق کرلیا کہ جماعت کا کوئی فرد اپنے ہاں اس عالم کے وعظ کی مجلس منعقد نہ کرے اور اگر کیا تو جماعت سے خارج کردیا جائے گا، آیا اس صورت میں شرعًا اس جماعت کا کیا حکم ہے اور دوسرے مسلمانوں کو شرعًا اس جماعت سے قطع تعلق کرنا چاہئے یا نہیں؟ بدلائل شرعیہ جواب لکھ کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب:

اس صورت میں جماعت سخت ظالم اور عذاب شدید کی اور اس آیت کریمہ کی مصداق ہے:

"وَ اِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ" ۔[1]	اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ تعالٰی سے ڈریئے تو اسے گناہ، مزید ضد (اور طیش) پر آمادہ کرے اور اُبھارے، پس (بدنصیب) کے لئے دوزخ ہی کافی ہے۔(ت)

اگر وہ لوگ توبہ نہ کریں تو مسلمانوں کو ان سے قطع تعلق چاہئے ورنہ بحکم احادیث کثیرہ وہ بھی

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۶

ان کے ساتھ شریک عذاب ہوں گے **اوشك ان یعمهم الله بعقاب منه** (قریب ہے کہ اللہ تعالٰی انہیں اس کے عذاب میں شامل اور شریک فرمائے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۵۲: جبلپور متصل کوتوالی بساطی بازار مرسلہ عبدالسبحان سوداگر مورخہ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر ہندو لوگ مساجد کے سامنے سے باجابجاتے ہوئے گزرے توان کو روکنا چاہئے یانہیں؟ اور اگر روکنے میں سرکاری جرم ہو تو ایسی حالت میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے؟ سرکاری طور سے ہندوؤں کو یہ حکم دیا گیاہے کہ صرف جماعت کے وقتوں میں مساجد کے سامنے باجانہ بجے اور دیگر اوقات میں برابر بج سکتاہے اور دیگر اوقات میں اگر کوئی ان کو روکے توسزا کا مستحق ہوگا، چنانچہ چند آدمیوں کو چھ چھ ماہ کہ سزائے قید بھی ہوچکی ہے۔ یہ تو گورنمنٹی حکم ہوگیا اور اب ہندو یہ چاہتے ہیں کہ مصالحت ہوجانا چاہئے اس شرط پر کہ ہم سال بھر میں صرف پانچ یاسات دن کے لئے یعنی جو ہمارے تہوار ہیں اس میں باجابجائیں گے مگر اوقات نماز چھوڑ کر اور سال بھر تک کسی وقت باجانہ بجائیں گے، اب ایسی حالت میں ہم مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

ایسی حالت میں فورًا اس مصالحت کو قبول کرنا واجب ہے کہ اس میں اسلام کا نفع کثیر ہے وہ پانچ سات دن کے استثناء سے تمام سال کے لئے احتراز تام کا وعدہ کرتے ہیں یہ گورنمنٹی فیصلہ سے صدہا درجہ اسلام کے لئے نافع تر ہے۔ فیصلہ میں مسلمانوں کی طرف سے یہ الفاظ ہوں کہ اوقات جماعت میں ہندو کبھی باجانہ بجائیں گے اور غیر اوقات جماعت میں بھی پانچ سات دن معین کے سوا مساجد کے قریب باجابجانے سے ہمیشہ احتراز رکھیں گے، یہ الفاظ نہ ہوں کہ ان معین دنوں میں غیر اوقات جماعت میں بجانے پر ہم راضی ہیں یا اجازت دیتے ہیں اگرچہ حاصل ایک ہی ہے مگر اس عبارت میں معصیت کی اجازت ہے اور معصیت کی اجازت معصیت سے بڑھ کر معصیت ہے اور اس عبارت میں بوجہ استثناء مستثنٰی حکم سکوت میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۳: از فیض آباد مسجد مغل پورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن و مولوی عبدالعلی ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

اگر مسلمان ہو، پابند صوم وصلٰوۃ کا ہو، کسی پیر مولوی کے یہاں نالشی ہو کہ ہمارا معاملہ طے کردو جو ان کے امکان میں ہے اور وہ طے نہ کریں اور نہ سنیں جس کی وجہ سے برباد ہورہاہو۔

الجواب:

یہ بھی محتاج تفصیل ہے کیا معاملہ، اور پیر مولوی پر کتنا اختیار، اور کیوں نہ کیا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۵۴: از موضع خورد مئو ڈاکخانہ زیدو سرائے ضلع بارہ بنکی مرسلہ سید صفدر علی صاحب ۱۲رمضان ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع مبین ہندہ کے دولڑکے زیدوعمرو ہیں زید نے اپنی ماں کو بحکم شرع شریف بجائے کُرتی پہننے کے جس کی آستین صرف شانے تک ہوتی ہے پوراہاتھ بغل تک کھلا رہتا ہے اور لمبائی بالائے یا زیر ناف برائے نام ہوتی ہے کرتا پوری آستین کااور نیچا نصف ران تک پہننے کی ترغیب دی اور افہام وتفہیم کے ساتھ کچھ زبانی سختی بھی کی جس پر ہندہ راغب ہوچکی تھی کہ عمرو نے ہندہ کو صراحۃً، کنایۃً شہہ دی کہ تم اس کے کہنے کی کچھ پرواہ نہ کرومیں تمہارے ساتھ ہوں ہندہ اپنی رغبت سے منحرف ہوگئی۔ زید کا قول کیساتھااور عمرو کی شہہ اور جنبہ داری کیسے ہوئی ہندہ کا عمل کیسا ہے اور آخرت میں اس کی پاداش کیاہے اور ایسی کرتی سے جس کی صراحت کی گئی نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب:

عورت اگر صرف محارم کے سامنے ہوتی اور ایسی کُرتی پہنے جس میں ہاتھ سب کھلے رہتے ہیں مگر پیٹ ڈھکا ہو خواہ اس کُرتی یا دوسرے کپڑے سے، اور نماز کے وقت بازو کلائیاں وغیرہ ستر پورا چھپا رہتا ہو تو ایسی عورت کو وہ کُرتی پہننا جائز ہے اور اسے ترغیب تبدیل کی حاجت نہ تھی اور ماں پر سختی کرنا حرام تھا اور دوسرے بھائی کا اس رغبت سے پھیر دینا اور عورت کا پھر جانا کچھ گناہ نہ ہوا، اور اگر عورت کسی نامحرم کے سامنے بھی ہوتی ہے اور وہی کرتی پہنتی ہے اور بدن اور کپڑے سے نہیں چھپاتی یا محارم کے سامنے پیٹ کا کچھ حصہ کھلا رہتا ہے یا نماز میں بازو یا کلائی کا کوئی حصہ تو بلاشبہہ عورت سخت گنہگار ہے اور جس نے اسے تبدیل کی ترغیب دی تھی بہت اچھا کیا تھا مگر ماں پر سختی جب بھی جائز نہ تھی، اور دوسرے بھائی کا اس ترغیب سے پھیر دینا اور عورت کا پھر جانا سخت گناہ ہوا اُن پر توبہ واجب ہے، **واللہ تعالٰی اعلم**


www.dawateislami.net
I.T. Majlis of DawateIslami

بیماری اور علاج معالجه

بیمار پرسی، تیمارداری، دوا، علاج، جھاڑ پھونک، طبابت، اسقاط حمل، مصنوعی دانت وغیرہ سے متعلق

مسئلہ ۵۵: از کانپور محلّہ بوچڑ خانہ مسجد رنگیان مرسلہ مولوی عبدالرحمٰن حبشانی طالب علم مدرسہ فیض عام ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۴ھ

ماجوابکم ایھا العلماء رحمکم اللہ تعالٰی (اے علمائے کرام! اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے، آپ کا کیا جواب ہے کہ) مریض نے دوانہ کی اور مرگیا گنہگار ہوگا یا نہ؟

الجواب:

وفی الباب عن الصدیق الاکبر وغیرہ من الائمة المتوکلین رضی اللہ تعالٰی عنھم. فی ردّ المحتار یاثم بترك الاکل مع القدرة علیه حتی یموت بخلاف التداوی ولو بغیر محرم فانه لوترکه حتی مات	اس بات میں صدیق اکبر اور دیگر ائمہ متوکلین رضی اللہ تعالٰی عنہم کا طرز عمل (دلیل) ہے۔ فتاوٰی شامی میں ہے: کھانا کھانے پر قدرت رکھنے کے باوجود کوئی شخص اگر کھانا نہ کھائے اور بوجہ بھوک ہلاک ہوجائے تو گنہگار ہوگا۔ جیسا کہ ائمہ کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے کیونکہ علاج سے حیات

لاياثم كما نصوا عليه لانه مظنون[1] اھ واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	یقینی نہیں بلکہ ایک ظنّی چیز ہے اھ اللہ تعالٰی پاک و برتر خوب جانتاہے اور اس عظمت وشان والے کا علم مکمل اور پائدار ہے۔(ت)

مسئلہ ۵۶: ازاٹاوہ مرسلہ مولوی وصی علی صاحب نائب ناظر کلکٹری اٹاوہ ۲ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی جواب ھذا السوال (اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے، اس سوال کے بارے میں آپ کا کیاجواب ہے۔ت) طوائف مریضہ اگرمطب میں آئے تو اس کاعلاج کرنامعصیت ہے یانہیں؟ دوسری صورت میں اعانت بر معصیت ہونے میں کوئی شبہہ ہے؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمایئے اجر پایئے۔ت)

الجواب:

اگر معالجہ زن فاحشہ سے طبیب خود یہی نیت کرے کہ یہ ارتکاب معاصی کے قابل ہوجائے ناسازی طبیعت کہ مانع گناہ ہے زائل ہوجائے جب تو اس کے عاصی ہونے میں کلام نہیں،

فانما الاعمال بالنيات وانما لكل امرئ مانوى[2]۔	کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی(ت)

اور اگراس کی یہ نیت نہیں بلکہ عام معالجے جس نیت محمودہ یا مباحہ سے کرتاہے وہی غرض یہاں بھی ہے تو اگر مرض ایذادہندہ ہے جیسے کہ اکثر امراض یونہی ہوتے ہیں جب تو اصلاً حرج نہیں، نہ اسے اعانت معصیت سے علاقہ بلکہ نفع رسانی مسلمہ، یا دفع ایذائے انسان کی نیت ہے تو اجر پائے گا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی کل کبد حرّاء اجر۔ رواہ الشیخان[3]	(حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:) ہرجگہ گرم یعنی ہرجاندار کی نفع رسانی میں

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۹

[2] صحیح البخاری باب کیف بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

[3] صحیح البخاری کتاب المساقات ۱/ ۳۱۸ و کتاب المظالم ۱/ ۳۳۳ و کتاب الادب ۲/ ۸۸۹، صحیح مسلم کتاب السلام باب فضل سقی البہائم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۷، مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عمرو المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۲۲

عن ابی هریرة واحمد عن ابن عمرو بن العاص وکابن ماجة عن سراقة بن مالك رضی الله تعالٰی عنهم۔	ثواب ہے (بخاری ومسلم نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور امام احمد نے ابن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابن ماجہ نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

اور اگر مرض سے کوئی ایذا نہیں صرف موانع زنا سے ہے جس کے سبب اس کا معالجہ ایک زانیہ عورت کے لئے کوئی نفع رسانی نہ ہوگا بلکہ زنا کا راستہ صاف کرے گا مثلاً عارضہ رتق یا شدّت وسعت (نہ بوجہ سیلان رطوبت) کہ فی نفسہٖ موذی نہیں مگر اس کا اشتہاء باعث سردی بازار زنان زناکار ہے ایسے معالجہ کو جب کہ امور مذکورہ پر طبیب مطلع ہو اگرچہ بر قیاس قول صاحبین من وجہ اعانت کہہ سکیں مگر مذہب امام رضی اللہ عنہ پر یہ بھی داخل ممانعت نہیں کہ یہ تو پاک نیت سے صرف اس کا علاج کرتا ہے گناہ کرنا نہ کرنا اس کا اپنا فعل ہے جیسے راج کا گرجا یا شوالہ بنانا یا مکان رنڈی زانیہ کو کرایہ پر دینا،

فی الخانیة لوآجر نفسه یعمل فی الکنیسة ویعمرها لاباس به لانه لامعصیة فی عین العمل[1]۔	فتاوٰی قاضیخان میں ہے کہ اگر کوئی مزدور گرجے کی تعمیر اور آبادی کے لئے کام کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نفس عمل میں کوئی گناہ نہیں۔(ت)

ہدایہ میں ہے:

من آجر بیتا لیتخذ فیه بیت نار او کنیسة او بیعة او یباع فیه الخمر بالسواد فلاباس به وهذا عند ابی حنیفة رحمه الله تعالٰی[2]. والله تعالٰی اعلم۔	اگر کوئی شخص کرائے پر مکان دے اور وہاں آتشکدہ، گرجا یا کلیسا بنادیا جائے یا وہاں سے عام لوگوں پر شراب فروخت ہونے لگے تو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں کرائے پر مکان دینے والے کے لئے کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۷: از کلکتہ بتوسط قاضی عبدالوحید صاحب عظیم آبادی منتظم تحفہ حنفیہ ۱۴ رجب ۱۳۱۶ھ

کیافرماتے ہیں حضرات علماء دین وحامیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فی زماننا شہر کلکتہ میں

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی التسبیح نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۹۴

[2] الہدایۃ کتاب الکراہیۃ فصل فی الاستبراء مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۷۰

چند دنوں سے یہ امر مروج ہوا ہے کہ برائے دفع وبا اکثر محلوں چند چند لوگ ایک ایک فرقہ ہو کر راتوں کو مع علم ونشان وروشنی وغیرہ نکلتے ہیں اور ہر گلی کوچہ وشارع عام میں آوازیں ملاملا کر باآواز بلند شعر ؎

لی خمسة اطفی بھا حر الوباء الحاطمه　　المصطفٰی والمرتضٰی وابناھما والفاطمه

(میرے لئے پانچ (ہستیاں) ہیں ان کے ذریعے توڑ کر رکھ دینے والی وبا کی گرمی بجھاتا ہوں اور وہ پانچ (ہستیاں) یہ ہیں (۱) حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (۲) حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ (۳و۴) ان کے دونوں صاحبزادے (۵) سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا۔ت)

کو پڑھتے پھرتے ہیں اس فعل کو قطع نظر اہل تشیّع کے حضرات علماء اہلسنت وجماعت سے بھی بعض صاحب جائز بتاتے اور اکثر حضرات ناجائز بتاتے ہیں پس شعر مذکور کو دافع وبا اعتقاد کرکے بہ ہیئت مذکورہ پڑھتے پھرنا ازروئے شریعت غرا عند اہل السنۃ والجماعۃ کیسا ہے؟

الجواب:

مضمون شعر فی نفسہٖ حسن ہے اور محبوبان خدا سے توسّل محمود اور ذکر خمسہ پر شبہہ مردود کہ بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چار میں حصر غیر مقصود، عدد نافی زیادت نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان لی خمسة اسماء ،رواه البخاری[1] عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنه۔	میرے پانچ نام ہیں۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسے بخاری سے روایت کیا ہے۔(ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اعطیت خمسالم یعطھا احد من الانبیاء قبلی رواه الشیخان[2] عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	مجھے پانچ اوصاف عطا ہوئے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے۔ بخاری ومسلم نے اس کو جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔(ت)

مگر علم ونشان مہمل اور ان سے توسل باطل اور ہیأت مذکورہ لہو اشبہ، توسّل دعاء ہے اور دعا کا طریقہ

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الصف قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۲۷

[2] صحیح البخاری کتاب التیمم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸، صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۹

اخفاء۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۸: از ضلع نواکھالی ڈاکخانہ دلال بازار موضع لکھی پورہ مرسلہ عبدالودود صاحب ۱۵ شوال ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی گاؤں میں مرض ہیضہ جاری ہوتو برائے دفع مرض ہیضہ آج اس میدان، کل دوسرے میدان میں سات باراذان کہہ کر ہر روز اس طور پر نماز پڑھنا بہ نیت دفع البلا بہت لوگ جمع ہو کرکے اور شیرینی یا کھیر پکا کرکے اللہ کے واسطے میدان میں لے جا کر کھاتے ہیں اور بکری کے کان میں سورہٰ یسین اور سورۃ تبارک الذی پڑھ کر دم کرکے مکان کے چاروں طرف چکّر دلاتے ہیں پھر اس بکری کو ذبح کرکے سب کو کھلاتے ہیں، آیا یہ باتیں جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب:

اذان ذکرالٰہی ہے اور ذکرالٰہی کے برابر غضب وعذاب الٰہی سے نجات دینے والی بلاء غم وپریشانی کی دفع کرنے والی کوئی چیز نہیں۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

" اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ ۲۸ "[1]	سن لو اللہ تعالٰی کی یاد ہی سے دلوں کو چین ملتا ہے۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماعمل اٰدمی عملا انجاله من عذاب الله من ذکر الله قیل ولاالجهاد فی سبیل الله، قال ولاالجهاد فی سبیل الله الا ان یضرب بسیفه حتی ینقطع۔[2] رواه الطبرانی فی الاوسط والصغیر بسند صحیح عن جابر بن عبد الله رضی الله تعالٰی عنهما ولابن ابی الدنیا والبیهقی	کسی شخص کا کوئی عمل ایسا نہیں جو اللہ تعالٰی کے ذکر سے زیادہ مفید اور عذاب الٰہی سے زیادہ نجات دلانے والا ہو۔ عرض کی گئی کہ کیا خدا کی راہ میں جہاد بھی نہیں۔ فرمایا: اللہ تعالٰی کی راہ میں جہاد بھی بمقابلہ ذکر کے زیادہ مفید اور نجات کا باعث نہیں مگر یہ کہ اپنی تلوار سے (خدا کے دشمنوں پر) اس قدر وار کرے کہ تلوار ٹوٹ جائے۔ اس کو امام طبرانی نے "الاوسط" میں اور معجم صغیر میں صحیح سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کے

[1] القرآن الکریم ۱۳/ ۲۸

[2] المعجم الاوسط حدیث ۲۳۱۷ مکتبۃ المعارف ریاض ۳/ ۱۵۶، الترغیب والترھیب بحولہ المعجم الاوسط والزہد کتاب الذکر والدعاء حدیث ۱۳ مصطفی البابی مصر ۲/ ۳۹۶

عن عبداللّٰه بن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنهما عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ان لکل شیئ صقالة وان صقالة القلوب ذکر اللّٰه وما من شیئ انجا من عذاب اللّٰه من ذکر اللّٰه قال ولاالجهاد فی سبیل اللّٰه قال ولو ان یضرب بسیفه حتی ینقطع[1] ولاحمد وابی بکر بن ابی شیبة و الطبرانی فی الکبیر بسند صحیح عن معاذ بن جبل رضی اللّٰه تعالٰی عنه عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ماعمل آدمی عملا انجی له من عذاب اللّٰه من ذکر اللّٰه قالوا ولاالجهاد فی سبیل اللّٰه قال ولا الجهاد الا ان تضرب بسیفك حتی ینقطع ثم تضرب به حتی ینقطع ثم تضرب به حتی ینقطع[2]۔	حوالہ سے روایت کیا ہے اور ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی سند کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرمائی: ہر شَے کی صفائی کے لئے کوئی نہ کوئی چیز ہے اور دلوں کی صفائی اللہ تعالٰی کے ذکر سے ہوتی ہے کوئی چیز خدا کے عذاب سے نجات کے سلسلے میں ذکرالٰہی سے بڑھ کر مفید نہیں، حتی کہ فرمایا اللہ تعالٰی کی راہ میں جہاد بھی نہیں اگرچہ وہ اپنی تلوار سے اس کے ٹوٹنے تک وار کرتا رہے۔ اور مسند احمد، ابوبکر ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے معجم کبیر میں بسند صحیح حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرمائی کہ انسان کا کوئی عمل خدا کے عذاب سے چھڑانے اور نجات دلانے کے سلسلے میں اس کے ذکر سے بڑھ کر مفید اور نافع نہیں، لوگوں نے عرض کی کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں، فرمایا جہاد بھی ذکر سے بڑھ کر نہیں اِلّا یہ کہ تو اپنی تلوار سے کافروں پر اس حد تک وار کرے کہ تلوار ٹوٹ جائے پھر وار کرے اور وہ ٹوٹ جائے پھر وار کرے اور وہ ٹوٹ جائے۔ (ت)

اور نظر وطلب دفع بلاوذکر خدا کے لئے جنگل کو جانے کی اصل نمازِ استسقاء ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لوتعلمون ما اعلم الٰی قوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم	کاش تم بھی وہ کچھ جانتے جو کچھ میں جانتا ہوں، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی

[1] الترغیب والترہیب بحوالہ ابن ابی الدنیا والبیہقی کتاب الذکر والدعاء حدیث ۱۰ مصطفی البابی مصر ۲/ ۳۹۶، شعب الایمان حدیث ۵۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۹۶

[2] المعجم الکبیر حدیث ۳۵۲ المکتبة الفیصلیة بیروت ۲۰/ ۱۶۷

لخرجتم الی الصعدات تجأرون الی اللہ[1]، رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم والبیہقی فی الشعب بسند صحیح عن ابی الدرداء والحاکم بسند صحیح عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	کہ تم لوگ بلندیوں کی طرف نکل جاتے اللہ تعالٰی کی طرف چیختے چلّاتے ہوئے، امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور حاکم نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کو روایت کیا ہے۔ (ت)

اور سات کے عدد کو دفع ضرر وآفت میں ایک تاثیر خاص ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے مرض وصال شریف میں فرمایا مجھ پر سات مشکوں پر سربستہ کا پانی ڈالو۔ صحیح بخاری شریف میں ہے عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لمادخل بیتی واشتد وجعہ قال اھریقوا علیّ من سبع قرب لم تحلل اوکیتھن لعلی اعھد الی الناس[2]۔	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب میرے گھر تشریف لائے تو آپ کے مرض میں اضافہ ہوگیا۔ فرمایا مجھ پر ایسے سات مشکیزوں کا پانی بہاؤ کہ جن کے بندھن نہ کھولے گئے ہوں (سربستہ مشکیزے ہوں) شاید میں لوگوں سے کوئی عہد لوں۔ (ت)

مواہب شریف میں ہے:

وقد قیل فی الحکمۃ فی ھذا العدد ان لہ خاصیۃ فی دفع ضرر السم والسحر[3]۔	کہا گیا کہ اس سات کے عدد میں حکمت اور راز یہ ہے کہ اس کو زہر اور جادو کا نقصان زائل کرنے میں خاص تاثیر ہے۔ (ت)

شرح زرقانی میں فتح الباری سے ہے:

[1] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی عن ابی الدرداء کتاب الزھد دارالکتب بیروت ۱۰/ ۲۳۰، المستدرک للحاکم کتاب الرقاق ۴/ ۳۲۰، شعب الایمان حدیث ۷۹۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۴۸۷

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۳۹

[3] المواہب اللدنیہ المقصد العاشر الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۵۲۰

وقد ثبت حدیث من تصبح بسبع تمرات عجوۃ لم یضرہ ذٰلك الیوم سمّ ولاسحر وللنسائی فی قرأۃ الفاتحة علی المصاب سبع مرات وسندہ صحیح ولمسلم القول لمن به وجع اعوذ بعزۃ الله وقدرته من شرما اجدواحاذر سبع مرات وفی النسائی من قال عند مریض لم یحضر اجله اسأل الله العظیم رب العرش العظیم ان یشفیك سبع مرات[1]۔	حدیث پاک سے ثابت ہے کہ جو کوئی صبح سویرے سات عجوہ کھجوریں کھالے تو اسے اس دن زہر اور جادو سے نقصان نہیں پہنچے گا۔نسائی شریف میں ہے کہ مصیبت زدہ پر سات مرتبہ فاتحہ پڑھی جائے،اس کی سند صحیح ہے۔مسلم شریف میں ہے کہ جس کو درد کاعارضہ ہواس پر یہ کلمات سات مرتبہ پڑھے جائیں: اَعُوْذُ بِعِزَّۃِ اللهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ یعنی الله تعالٰی کی عزت اور اس کی قدرت سے پناہ لیتاہوں اس کے شر سے جس کو میں پاتا ہوں اور اس سے ڈرتاہوں (چوکنّا رہتا ہوں) سنن نسائی شریف میں ہے کہ جو کوئی ایسے مریض کے پاس،جس کی موت مقدر نہ ہو،ان الفاظ سے سات دفعہ دعا کرے تو وہ صحت یاب ہوجائے گا، کلمات یہ ہیں:اسأل الله العظیم ربّ العرش العظیم ان یشفیك یعنی میں الله عظمت والے سے سوال کرتاہوں جو بڑے عرش کامالک ہے کہ وہ تجھے شفا عطافرمائے (ت)

جماعت میں برکت ہے اور دعائے مجمع مسلمین اقرب بقبول،علمافرماتے ہیں جہاں چالیس مسلمان صالح جمع ہوتے ہیں ان میں ایک ولی الله ضرور ہوتاہے۔حدیث میں ہے:

اذا شھدت امة من الامم وھم اربعون فصاعدا اجاز الله تعالٰی شھادتھم رواہ الطبرانی فی الکبیر[2] والضیاء المقدسی عن والد ابی الملیح۔	جب کوئی جماعت حاضر ہو اور چالیس افراد یا اس سے زیادہ ہوں تو الله تعالٰی ان کی شہادت کو جائز قرار دیتا ہے۔امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور ضیاء مقدسی نے ابوالملیح کے والد کے حوالے سے اس کو روایت کیاہے۔(ت)

تیسیر شرح جامع صغیر میں فرمایا:

قیل وحکمة الاربعین انه لم یجتمع	کہاگیاہے کہ چالیس کے عدد میں حکمت یہ ہے کہ

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة المقصد العاشر الفصل الاول دار المعرفة بیروت ۸/ ۲۵۸

[2] المعجم الکبیر حدیث ۵۰۳ المکتبة الفیصلیة بیروت ۱/ ۱۹۰

هذا العدد الا وفيهم ولی[1]۔	یہ تعداد کبھی پوری نہیں ہوتی بجز اس کے کہ ان میں کوئی نہ کوئی ولی ضرور ہوتا ہے(ت)

مگر یہ نماز فرض ہونا چاہئے، نفل پڑھیں تو الگ الگ، ورنہ نفل جماعت کثیرہ کے ساتھ مکروہ ہے، چار مقتدی ہوں تو بالاتفاق اور تین ہوں تو علی المرجوع۔ در مختار میں ہے:

التطوع بجماعة يكره لوعلی سبيل التداعی بان يقتدی اربعة بواحد كما فی الدرر[2]۔	نوافل باجماعت پڑھنا مکروہ ہے بشرطیکہ بطور تداعی ہو بایں طریقہ کہ چار آدمی ایک کی اقتداء کریں، جیسا کہ درر میں ہے(ت)

ردالمحتار میں ہے:

اما اقتداء واحد بواحد او اثنين بواحد فلايكره و ثلثة بواحد فيه خلاف بحر[3] عن الكافی۔	لیکن ایک کا ایک کی اقتداء کرنا یا دو کا ایک کی اقتداء کرنا مکروہ نہیں اور تین کے ایک کی اقتداء کرنے میں اختلاف ہے۔ البحر الرائق نے الکافی سے نقل کیا(ت)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں زیر قول شارح لواقتدی ثلثة بواحد اختلف فيه (اگر تین شخص ایک کی اقتداء کریں تو اس میں اختلاف کیا گیا ہے۔ت) فرمایا: والاصح عدم الكراهة[4] (زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس میں بھی کراہت نہیں۔ت) شیرینی یا کھانا فقراء کو کھلائیں تو صدقہ ہے اور اقارب کو تو صلہ رحم اور احباب کو تو ضیافت، اور یہ تینوں باتیں موجب نزول رحمت ودفع بلاو مصیبت ہیں۔ ابویعلٰی انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الصدقة وصلة الرحم يزيدالله بهما فی العمر و يدفع بهما ميتة	بیشک صدقہ اور صلہ رحم ان دونوں سے اللہ تعالٰی عمر بڑھاتا ہے اور بری موت کو دفع فرماتا ہے اور

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر حرف الهمزه مکتبة الامام الشافعی الریاض ۱/ ۱۱۰

[2] درمختار کتاب الصلوٰة باب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹

[3] ردالمحتار کتاب الصلوٰة باب الوتر والنوافل داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۷۶

[4] مراقی الفلاح مع شرح الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل بیان النوافل نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۱۱

السوء ویدفع بهما المکروه والمحذور [1]۔	مکروہ واندیشہ کو دور کرتا ہے۔

ابوالشیخ ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الضیف یاتی برزقه ویرتحل بذنوب القوم یمحص عنهم ذنوبهم [2]۔	مہمان اپنا رزق لے کرآتا ہے اور کھلانے والے کے گناہ لے کر جاتا ہے اور ان کے گناہ مٹادیتا ہے۔

نیز امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے راوی کہ وہ فرماتے ہیں:

لان اجمع نفرا من اخوانی علی صاع اوصاعین من طعام احب الی من ان ادخل سوقکم فاشتری رقبة فاعتقها [3]۔	بیشک یہ بات کہ میں اپنے بھائی سے ایک گروہ کو جمع کرکے دو ایک صاع کھانا کھلاؤں مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ تمہارے بازار میں جاؤں اور ایک غلام خرید کر آزاد کردوں۔

یہی حال بکری ذبح کرکے کھلانے کا ہے مگر تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ جان کا صدقہ دینا زیادہ نفع رکھتا ہے اور قرات قرآن کا موجب شفاوبرکت ودافع بلاونقمت ہونا خود قرآن مجید سے ثابت خصوصًا یٰسین شریف کہ قضاء حاجات واجابت دعوات کے لئے تریاق مجرب ہے، رہا بکری کے کان میں پھونکنا اور اسے مکان کے گرد پھرانا اگر کسی صالح معتمد کے قول سے ثابت ہو تو از قبیل اعمال مشائخ ہوگا ورنہ عبث ہے۔ دفع وبا کے لئے اذان کی تحقیق ہمارے رسالہ نسیم الصبا ان فی الاذان یحول الوبا (صبح کی ہوا اس بارے میں کہ اذان وبا کو ٹال دیتی ہے۔ت) اور اسی غرض سے مسلمانوں کو جمع کرکے کھانا کھلانے اور صدقہ وصلہ وضیافت کے فوائد کا بیان ساٹھ حدیثوں سے ہمارے رسالہ مراد القحط والوباء بدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقراء (ہمسایوں کی دعوت اور فقراء سے اظہار ہمدردی قحط اور وباء کو پھیر دینے والے اعمال ہیں۔ت) اور اعمال مشائخ کے جواز کے ساتھ تفصیل ہمارے رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین (انگوٹھے چومنا آنکھوں کی روشنی کا روحانی علاج ہے۔ت) وغیرہا میں ہے۔ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

---

[1] مسند ابی یعلٰی حدیث ۴۰۹۰ مؤسسۃ علوم القرآن ۴/ ۴۷-۱۴۶

[2] کشف الخفاء بحوالہ ابن ابی شیبہ حدیث ۱۶۴۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۳۳

[3] الادب المفرد باب ۲۵۵ حدیث ۵۶۶ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ص ۱۴۸

مسئلہ ۵۹: ۲۰ شوال ۱۳۱۹ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ چوں در محلّہ ازمحلات دہ مرض وبا واقع شود مردمان محلہائے دیگر گوسپندی سیاہ گرفتہ سورہ یسین وتبارک خواندہ درہر دو گوش آں بزدم کردہ باطراف ایں موضعہا بر گردانیدہ باجائے اول آوردہ ذبح کنند واستخوان وپوست رادراں زمین دفن کردہ گوشتہار اپزانیدہ پارہ پارہ ازاں بہریک مردم آں دہ تقسیم کنند وایں نظم ؎ لی خمسۃ اطفی بہاحر الوباء الحاطمہ المصطفٰی والمرتضٰی وابناھما والفاطمہ رابرپرچہ نوشتہ برہر چہار گوشہ آں محلّہ آویزندو ہمچنیں بخوف مرض چیچک انگریزاں قطرہ ریم بر بازوے مردماں زخم کردہ آں نجس رادخل کنند پس ایں ہمہ موافق شرع جائز است یانہ؟ بیّنوا بالکتاب وتوجروا عندالحساب۔	علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کیافرماتے ہیں کہ جب گاؤں کے کسی محلّہ میں مرض بصورت وباپھوٹ پڑے تو دوسرے محلوں والے لوگ ایک سیاہ رنگ کابکرا خرید کرلاتے ہیں اور سورہ یسین وسورہ ملک پڑھ کر اس کے دونوں کانوں میں پھونکتے ہیں ازاں بعد اسے گاؤں کے گرد گھماتے پھراتے ہیں اور پھر پہلے مقام پر لاکر ذبح کردیتے ہیں، اس کی کھال اور ہڈیاں وہیں دفن کردیتے ہیں اور گوشت پکاکر گاؤں کے مردوں میں تھوڑا تھوڑا تقسیم کیاجاتاہے اور یہ شعر چار الگ الگ کاغذوں پر لکھ کر گاؤں کے چاروں کونوں میں ایک ایک کاغذ لٹکادیتے ہیں ؎ لی خمسۃ اطفی بہاحر الوباء الحاطمہ المصطفٰی والمرتضٰی وابناھما والفاطمہ (میرے لئے پانچ نفوس قدسیہ وسیلہ اور سہارا ہیں میں ان کے توسل سے کمرتوڑ وبا کی حرارت اور گرمی کو بجھاتا اور ٹھنڈا کرتاہوں وہ پانچ ہستیاں یہ ہیں: حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ، ان دونوں کے صاحبزادے حضرت حسن اور حضرت حسین علیہما السلام، حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا) اسی طرح مرض چیچک کے ازالہ کے لئے بطور علاج انگریز لوگوں کے بازوؤں کو زخمی کرکے ناپاک پیپ کے قطرات ان کے جسم میں داخل کرتے ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ سب کچھ ازروئے شرع جائز اور درست ہے؟ کتاب اللہ کی روشنی میں وضاحت فرماکر مہربانی فرمائیں تاکہ بوقت حساب عنداللہ اجروثواب پائیں۔(ت)

الجواب:

ذبح جانور لوجہ اللہ تعالٰی وتقسیم لحم اوبہ مسلمین	کسی جانور کو اللہ تعالٰی کی رضاوخوشنودی کے لئے

وقرأت تبارک ویسین ہمہ امر خوب ومحبوب ست ودر دفع بلا باذن اللہ جل وعلا اثرے تمام دارد ودر گوش بُز دمیدن وبہ اطراف موضع گردانیدن از قبیل خصوصیات اعمال مشائخ ست بسیارے ازامثال اینہا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی در قول الجمیل آوردہ اند فاما دفن پوست درزمین تضیع مال است واو روانیست لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ کرہ لکم اضاعۃ المال وکثرۃ السوال وقیل وقال[1]، رواہ آنست کہ پوست بمساکین بخشند وتعلیق آں شعر بز وائے محلّہ نیز جائز و روا واز باب توسل بمحبوبان خداست جل وعلا وعمل ٹیکا در دفع چیچک باذن اللہ تعالٰی نفع میدہد وہمچوں تداوی اگرچہ مشتمل بر چیزے ازالم بود ممنوع نیست مثل داغ نہادن آری متوکلان رانباید الذین لایسترقون ولایکتوون ولا یتطیرون وعلٰی ربھم یتوکلون جعلنا اللہ منھم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	ذبح کرکے اس کا گوشت مسلمانوں میں تقسیم کرنا اور اسی طرح سورۃ یسین اور سورۃ ملک کی تلاوت کرنا بہترین اور مستحسن اعمال ہیں اللہ تعالٰی کے اذن سے بلاومصیبت کو ٹالنے کا مؤثر ذریعہ ہیں، جہاں تک بکرے کے کانوں میں سورتیں پڑھ کر پھونکنے گاؤں کے گرد گھمانے والے عمل کا تعلق ہے تو یہ از قبیل خصوصیات اعمال بزرگان دین ہے، چنانچہ اس نوع کی بہت سی مثالیں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اپنی کتاب "القول الجمیل" میں بیان کی ہیں۔ رہا کھال کو دفن کردینے کا معاملہ، تو یہ مال کو ضائع کردینے کے مترادف ہے جو جائز نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کی وجہ سے کہ "بیشک اللہ تعالٰی نے تمہارے لئے ان تین کاموں کو ناپسند فرمایا (۱) مال ضائع کرنا (۲) زیادہ سوال کرنا (۳) اِدھر اُدھر کی بیہودہ اور لغو باتیں کرنا۔ لہٰذا مناسب یہ ہے کہ بکرے کی کھال محتاجوں، ناداروں کو بطور اعانت وامداد دے دی جائے اور شعر مذکور کا گاؤں کے چاروں اطراف میں لٹکانا روا اور درست ہے اور محبوبان خدا کو وسیلہ بنانے کے باب سے ہے (ان سب پر اللہ تعالٰی کی رحمت اور سلام ہو) نیز مرض چیچک کے دفاع اور ازالہ کے لئے انجکشن لگوانا باذن اللہ تعالٰی نفع بخش ہے، اسی طرح ایسی دوا استعمال کرنا یا طریقہ اپنانا جو بظاہر تکلیف دہ بھی ہو شرعاً منع نہیں جیسا کہ جسم پر گل یعنی داغ لگوانا وغیرہ، ہاں البتہ اصحاب توکل کے لئے ایسا کرنا مناسب نہیں، چنانچہ حدیث پاک میں کچھ محبوب بندوں کے

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن مغیرہ بن شعبہ دارالفکر بیروت ۴/ ۲۹۴، صحیح البخاری کتاب الرقاق باب مایکرہ من قیل وقال قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۵۸

	بارے میں آیا ہے کہ وہ ایسے مقربان بارگاہ ہیں کہ دم اور جھاڑ پھونک نہیں کرواتے نہ داغ لگواتے ہیں اور نہ بدشگونی لیتے ہیں بلکہ اپنے پروردگار پر مکمل بھروسا رکھتے ہیں، اللہ تعالٰی اپنے فضل وکرم سے ہمیں ان پاک لوگوں میں شامل فرمائے۔ اللہ تعالٰی پاک برتر اور سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۶۰: مسئولہ حافظ امیر اللہ صاحب ۲۰ شوال ۱۳۲۲ھ

یہ خط ایک شخص صادق تخلص سیتاپوری کا میرے نام آیا ہے اس کی آخری عبارت ملاحظہ فرمائیں، عبارت یہ ہے:

اگر آں جا ترک کردہ ما بقیے را از یں بلا (یعنی طاعون) حفاظت کنند بعقل نزدیک واز محاظرہ "وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ"[1] دور ست۔	اگر اس جگہ کو چھوڑ دے اور باقیماندہ جگہ کی طاعون کی مصیبت سے حفاظت کی جائے تو یہ عقل کے قریب، اور آیہ مذکورہ کی ممانعت سے بعید ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے: لوگو! اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ (ت)
زیراکہ حدیثے کہ در عدم فرار وارد شدہ مصنف "سکن الشجون فی حکم الفرار عن وباء الطاعون" بدلائل وبراہین ثابت کردہ کہ اوّلاً طرق روایان حدیث بسیار مخدوش ست یعنی دو نفر از انہا مجہول وغیر ثقہ است وثانیًا نفس حدیث مقامی ست زیراکہ در وقتے کہ عسکر اسلامی از برائے حفاظت ثغور مقرر بودند طاعون آمد وآنہا می گریختند حضرت فرمودند کہ نگریزند۔ خلاصہ بخیال من بااینحالت آنجا سکونت جاہلانہ خود را بلا انداختن ست فقط۔	اس لئے کہ جو حدیث طاعون سے نہ بھاگنے کے بارے میں وارد ہوئی ہے مصنف "سکن الشجون فی حکم الفرار عن وباء الطاعون" نے عقلی ونقلی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اوّلاً تو حدیث مذکور کی سند بلحاظ رواۃِ حدیث بہت مخدوش ہے یعنی دو آدمی اس میں مجہول اور غیر ثقہ ہیں، ثانیًا حدیث مذکور اس مقام سے تعلق رکھتی ہے کہ اس وقت اسلامی فوج اسلامی سرحدوں کی حفاظت کے لئے مقرر کی گئی پھر وہاں اچانک طاعون پھیل گیا اور لوگ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: وہ نہ بھاگیں۔ (خلاصہ کلام) میرے خیال میں اس حالت میں اس جگہ ٹھہرنا جہالت اور اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ فقط۔ (ت)

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۵

الجواب:

حدیث فرار عن الطاعون کو مخدوش ومجروح اور اس کے دو راویوں کو مجہول وغیر ثقہ نہ کہے گا مگر جاہل یا گمراہ۔ حدیث صحیح نقی منقی صفی مصفی، صحیحین بخاری ومسلم وموطاء مالک ومسند امام احمد وسنن ابی داؤد وسنن نسائی وغیرہا میں بطریق عدیدہ واسانید جیّدہ صحیحہ حدِ شہرت واستفاضہ پر مروی ہوئی اور اسے مقامی بمعنے مذکور بھی نہ کہے گا مگر وہ کہ ارشاداتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پردہ تاویل باطل وعلیل میں رَد کرنا چاہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو یوں ارشاد فرمائیں:

اذاسمعتم بالطاعون بارض فلاتدخلوا علیه واذا وقع وانتم بارض فلاتخرجوا منها فرارامنه، رواه الشیخان [1] وابوداؤد النسائی ومالك واحمد عن عبدالرحمٰن بن عوف والبخاری ومسلم عن اسامة بن زید رضی الله تعالٰی عنهم۔	جب تم کسی زمین میں طاعون ہونا سنو تو اس پر داخل نہ ہو اور جب وہاں طاعون آئے جہاں تم ہو تو طاعون سے بھاگنے کے لئے وہاں سے نہ نکلو (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، امام مالک اور امام احمد نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے اور بخاری ومسلم نے اسے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہم کی سند کے ساتھ بھی روایت کیا ہے۔ت)

اور اس کے معنی یہ قرار دیئے جائیں کہ کسی جہاد کے وقت طاعون ہوا تھا تو اس جہاد سے بھاگنے کی مخالفت میں فرمائی گئی انا للہ وانّا الیہ راجعون (یقینا ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ت) یہ تاویل نہیں صریح تحریف وتبدیل ہے اور نہ صرف تبدیل بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترا کہ حضور نے اس غرض سے فرمایا، حالانکہ کسی روایت ضعیفہ میں بھی یہ سبب وغرض ارشاد مذکور نہیں محض اختراع وافتراء ہے۔

[1] صحیح البخاری کتاب ۱/ ۴۹۴، وکتاب الطب ۲/ ۸۵۲ قدیمی کتب خانہ کراچی، صحیح مسلم کتاب السلام باب الطاعون والطیرة قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۲۸، سنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب الخروج من الطاعون آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۸۶، موطاالامام مالك باب ماجاء فی الطاعون میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۷۰۰، مسندامام احمد عن عبدالرحمن بن عوف المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۸۲ و۱۹۳ و۱۹۴

وقد قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کذب علیّ متعمدا فلیتبوّأ مقعدہ من النّار[1]۔	بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے عمداً مجھ پر جھوٹ کہا اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں سمجھ لینا چاہئے۔(ت)

سکن الشجون کیا چیز ہے اس کا مصنف کون ہے، کشف الظنون تک تو اس کا پتا نہیں کوئی حال کا جاہل مجہول ہو تو ہوا کرے، القاء بالاید ی الی التہلکۃ (ہاتھوں کو ہلاکت میں ڈالنا۔ت) کیا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے احکام کو نہ ماننا، ورنہ یہ آیت تحریم جہاد کے لئے عمدہ دستاویز ہوجائے گی، جو تہلکہ چمکتی تلواروں اور برستے تیروں اور توپ کے متواتر گولوں کے سامنے ہے طاعون میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں تو جہاد اکبر سے زائد حرام ہوگا اور جہاد سے بھاگنا فرض حالانکہ قرآن نے اس کا عکس فرمایا ہے قرآن عظیم ترک جہاد وفرار عن الجہاد ہی کو تہلکہ فرماتا ہے جسے یہ عبدۃ الھوی ہلاک سمجھیں وہ نجات ہے اور جسے نجات سمجھ رہے ہیں وہ ہلاک ہے۔ ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: " کریمہ لاتلقوا " ہم انصار میں اتری کہ جب دین متین کو اللہ عزوجل نے عزت بخشی اور اسلام پھیل گیا ہم نے کہا اب جہاد کی کیا ضرورت ہے اب خانگی امور جو اتنے روزوں سے خراب پڑے ہیں بنالیں اس پر ارشاد ہوا:

وانفقوا فی سبیل اللہ ولاتلقوا بایدیکم الی التہلکۃ[2]"	اپنی جان اور مال جہاد میں خرچ کرو اور ترک جہاد کرکے اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔(ت)

معالم شریف میں ہے:

فالتہلکۃ الاقامۃ فی الاھل والمال وترك الجہاد[3]۔	"التہلکہ" اہل ومال سے وابستہ رہنا اور جہاد کے لئے نہ نکلنا ہے۔(ت)

امام اجل احمد بن حنبل مسند میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفار من الطاعون کالفار من الزحف	طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسے جہاد میں

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۱

[2] معالم التنزیل علی ہامش الخازن تحت آیہ ۲/ ۱۹۵ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۷۱ و ۱۷۲

[3] معالم التنزیل علی ہامش الخازن تحت آیۃ ولاتلقوا بایدیکم الی التہلکۃ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۷۲

ومن صبر فيه كان له اجر شهيد[1] ۔	کفار کو پیٹھ دے کر بھاگنے والا، اور جو اس میں صبر کئے بیٹھا رہے اس کے لئے شہید کا ثواب ہے۔

اور جہاد سے بھاگنے والے کو اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝۱۶ "[2] ۔	وہ بیشک اللہ کے غضب میں پڑا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور کیا بری بازگشت ہے۔

توثابت ہوا کہ طاعون سے بھاگنے والا اللہ کے غضب میں جاتا ہے اور جہنم اس کا ٹھکانا ہے اسی کو فرمایا کہ:

"لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛۚ "[3]	اپنے ہاتھوں ہلاکت وغضب خدا اور استحقاق جہنم میں نہ پڑو۔

اب بتایئے کہ طاعون سے بھاگنا "تہلکہ" ہے یا اپنے رب عزوجل پر توکل کرکے صابر و مقیم رہنا۔ اللہ تعالٰی توفیق دے کہ احکام محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنے ہوائے نفس سے رد نہ کیا جائے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (گناہ سے بچنے اور نیکی کی قوت وطاقت کسی میں نہیں بجز اللہ تعالٰی بلند مرتبہ اور عظیم الشان کی توفیق کے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۱: ۱۷ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید رہنے والا بدایوں کا ہے اور بریلی میں انگریزی ملازم ہے، بدایوں سے اپنے عیال واطفال کو لانے کا مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ اس عرصہ میں بدایوں میں طاعون شروع ہوگیا، اس وجہ سے نہ لاسکا، اگر شریعت اجازت دے تو زید اپنے متعلقین کو لاکر دنیوی تفکرات اور دوہرے خرچ سے نجات پائے۔

الجواب:

اللہ عزوجل دل کے خطروں کو جانتا ہے اگر واقعی بخوف طاعون وہاں سے ان کا منتقل کرنا

[1] مسند امام احمد بن حنبل مرویات عبداللہ بن جابر انصاری رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۲/ ۳۶۰، کنزالعمال حدیث ۲۸۴۴۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۷۹

[2] القرآن الکریم ۸/ ۱۶

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۵

مقصود نہیں بلکہ محض اپنے آرام ویکجائی کے لئے بلاشبہہ اجازت ہے بشرطیکہ زوجہ اور بالغ بچوں کو خوب سمجھادے کہ یہ انتقال طاعون سے بچنے کے لئے نہیں نہ تم کہیں بھاگ کر موت سے بچ سکتے ہو میرا ارادہ قطعی پہلے سے تمہیں بلانے کا تھا بلکہ طاعون کی وجہ سے اتنی دیر کی شاید تمہارا لے جانا ناجائز ہو اب کے معلوم ہوا کہ خالص نیت سے لے جانے میں شرعاً حرج نہیں تمہیں اسی طرح لے جاتا ہوں جیسا کہ طاعون نہ ہونے کی حالت میں لیجانا، تم پر بھی فرض ہے کہ اپنی نیت صحیح کرو طاعون کا خیال دل میں ہرگز نہ لاؤ جس سے یہ ظاہر ہوگا کہ بوجہ خوف طاعون اس منتقل ہونے کو غنیمت جانے گا میں اسے یہیں چھوڑ دوں گا یہاں تک کہ اللہ عزوجل جس کا ہر جگہ حکم نافذ ہے اپنا جو حکم چاہے نافذ فرمائے، جب یہ تعلیم و تلقین کرے اور ظاہر ہو کہ یہ سچا عقیدہ ان کے دلوں میں جم گیا اور شیطانی خیال نہ رہا اس وقت بے تکلف وہاں سے آئے، اس تعلیم میں سمجھ والے بچوں کو بھی شریک کرے اگرچہ بالغ نہ ہوں کہ تعلیم حق کے وہ بھی محتاج ہیں، حق سبحٰنہ ہر جگہ مسلمانوں کو عافیت بخشے اور اپنے حفظ وامان میں رکھے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلیہم اجمعین۔ واللہ تعالٰی علم۔

مسئلہ ۶۲: ازامروہہ ضلع مرادآباد مرسلہ حکیم ظہور احمد صاحب

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ڈاکٹری دواسیال جس میں شراب کا جُز ہو حکیم مریض کو استعمال کرائے جائز ہے یا ناجائز؟ حکیم پر گناہ ہے یا نہیں؟ یا ایسی ڈاکٹری دوا کہ جس میں شراب کا جُز تو نہیں مگر وہ ایسی تیار کی گئ ہے کہ جیسے عطر بغیر روغن صندل کے تیار نہیں ہوتا۔ برانڈی کا استعمال مریض کو جائز یا ناجائز؟ خشک دوا شیشی یا محذر کا استعمال مریض کو جائز ہے یا نہیں؟ علمائے دیوبند ادویہ ڈاکٹری کا استعمال ممنوع فرماتے ہیں۔ اگر جوابی کارڈ کافی نہ ہو براہ عنایت بیرنگ لفافہ پر جواب عنایت فرمایئے اللہ تعالٰی آپ کو اس کا اجر خیر عطا فرمائے گا **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

شراب کسی قسم کی ہو مطلقاً حرام بھی ہے اور پیشاب کی طرح نجس بھی۔ برانڈی ہو خواہ اسپرٹ خواہ کوئی بلا، جس دوا میں اس کا جز ہو خواہ کسی طرح اس کی آمیزش ہو اس کا کھانا پینا بھی حرام، اس کا لگانا بھی حرام، اس کا بیچنا خریدنا بھی حرام، طبیب کہ اس کا استعمال بتائے مبتلائے گناہ وآثام۔ یہی ہمارے ائمہ کرام کا مذہب صحیح ومعتمد ہے۔ ہاں افیون بھنگ وغیرہ خشک چیزیں کہ نشہ لاتی یا تخذیر وتفتیر کرتی ہیں اُن کا نشہ حرام ہے اور وہ خود ناپاک نہیں تو اُن کا لگانا مطلقاً

جائز اور اگر کسی دوا میں ان کا اتنا جُز ہو کہ نشہ یا تخدیر نہ لائے تو اس کے کھانے میں بھی حرج نہیں ڈاکٹری ٹنچر وغیرہ رقیق دوائیں عموماً اسپرٹ کی آمیزش سے خالی نہیں ہوتیں وہ سب حرام ونجس ہیں، ہاں کونین وغیرہ کی طرح خشک دوا مضائقہ نہیں رکھتی جبکہ اس میں کسی حرام کا خلط نہ ہو، ان مسائل کی تحقیق درمختار وردالمحتار وفتاوٰی فقیر میں بروجہ کافی ہے۔ واﷲ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۳: از بنارس مرسلہ مولوی ممنون حسن خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر ۱۶شعبان معظم ۱۳۳۰ھ

ہادی راہ شریعت جناب مولوی احمد رضاخاں صاحب دامت برکاتہم بعد سلام علیک وآداب عرض ہے کہ عرصہ سے خیریت جناب مقدس کی دریافت نہیں، اس وقت ضرورت التماس یہ ہے کہ ایک مسئلہ دریافت طلب ہے جس کو کئی شق میں کرکے گزارش کرتاہوں امید کہ جواب سے جلد سرفراز فرمایاجائے۔ مصنوعی دانت کااستعمال جائز ہے یانہیں؟ یہ مصنوعی دانت اس طرح بنتے ہیں کہ دانت دیگر ممالک غیر اسلام سے بن کر آتے ہیں مگر اُن کی ترکیب کہ کن کن اجزا سے بنتے ہیں مجھ کو معلوم نہیں ہے مگر تاہم اب تک میرے علم میں کوئی ایسی چیز ان کی ترکیب میں نہیں آئی ہے جس کے داخل ترکیب ہونے کی وجہ سے ان کو میں حرام یاناجائز خیال کروں۔ ان دانتوں کو ہندوستانی کاریگر ہر شخص کے منہ اور تالو کی صورت کے مشابہ تالو بناکر اس میں لگادیتے ہیں جو منہ میں لگالیاجاتاہے اور یہ حقیقت مصنوعی دانتوں کی ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ مندرجہ بالا تالُو اگر سونے کایعنی زرکاہو یاکسی اور معدنیات کا مثل ایلومینیم کے تو مردوں کے لگانے کے واسطے کہاں تک جائز ہے، ایلومینیم وہ معدنیات میں سے ہے جس کے زمانہ حال میں ہلکی ہلکی دیگچیاں اور ظروف وغیرہ بنتے ہیں۔ مردوں اور عورتوں کے واسطے اور زر اور ایلومینیم کے واسطے اگر شریعت کا حکم جداجدا ہے تو مفصل جواب سے مطلع فرمایئے چونکہ ضرورت اشد ہے اس لئے جواب سے جلد مطلع فرمایا جائے۔

الجواب:

بوالاملاحظہ جناب گرامی القاب فضائل نصاب جناب مولوی محمد ممنون حسن خاں صاحب بہادر بالقابہ دام مجدہ السامی، بعد اہدائے ہدیہ سنۃ سنیہ ملتمس، بنے ہوئے دانت لگانے میں حرج نہیں۔ طاہر قدوس عزّجلالہ نے ہر چیز اصل میں پاک بنائی ہے جب تک کسی شے میں کسی نجاست کا خلط ثابت نہ ہو پاک ہی مانی جائے گی۔ ردالمحتار میں ہے:

لایحکم بنجاستھا قبل العلم	کسی چیز کی نجاست کا حکم نہیں دیا جاسکتا

بحقیقتها[1]۔	جب تک کہ اس کی حقیقت معلوم نہ ہو۔(ت)

سونے کا تالو عورتوں کو مطلقاً جائز ہے اور مردوں کو بضرورت یعنی جبکہ سونے میں کوئی خصوصیت محتاج الیہا ایسی ہو کہ چاندی وغیرہ سے حاصل نہ ہوسکتی ہو ورنہ دوسری دھات اختیار کریں چاندی کی حاجت ہو تو وہ ورنہ ایلومینیم یا جو مناسب ہو۔ درمختار میں ہے:

لایشد سنه المتحرك بذهب بل بفضة ویتخذ انفا منه لان الفضة تنتنه[2]۔	ہلنے والے دانت کو سونے کے تاروں سے مضبوط نہ کیا جائے بلکہ چاندی استعمال کی جائے، ہاں البتہ سونے کی مصنوعی ناک بنا کر لگائی جاسکتی ہے کیونکہ چاندی میں بدبو پیدا ہوجاتی ہے۔(ت)

ہدایہ میں ہے:

الاصل فیه التحریم والاباحة للضرورة وقد اندفعت بالفضة وهی الادنی فبقی الذهب علی التحریم والضرورة لم تندفع فی الانف دونه حیث انتن[3] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔	سونے کے استعمال میں اصل حرمت ہے اور اس کا مباح ہونا ضرورت کی وجہ سے ہے کیونکہ چاندی سے یہ ضرورت پوری ہوجاتی ہے اور اس کا استعمال بنسبت سونے کے قریب ہے، لہٰذا سونا اپنی حرمت پر باقی رہے گا، اور یہ ضرورت ناک لگانے میں بغیر سونے کے پوری نہیں ہوسکتی (لہٰذا سونے کی مصنوعی ناک لگانا جائز ہے) کیونکہ سونے کے علاوہ باقی دھاتوں میں بدبو پیدا ہوجاتی ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۴: از سرنیان ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۴/ رجب ۱۳۳۱ھ

شفاخانہ کی دوا استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

انگریزی دوا جس میں شراب پڑتی ہے جیسے ٹنکچر، وہ مطلقاً ناجائز ہے، اور جس دوا میں کوئی ناپاک یا حرام چیز معلوم نہ ہو اس سے بچنا بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] ردالمحتار کتاب الطهارت باب الانجاس داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۲۰

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۰

[3] الهدایة کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۵۵

مسئلہ ۶۵: اہل ہنود سے بیماری کی دوا کرانا کیسا ہے؟

الجواب:

طبیب اگر کوئی ناجائز چیز دوامیں بتائے جب تو جائز نہیں اگرچہ طبیب مسلمان ہو اور جائز چیز میں حرج نہیں اگرچہ کافر ہو مگر ہندوؤں کی طلب عقلی اصول کے خلاف اور اکثر مضر ہوتی ہے لہٰذا بچنا چاہئے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۶۶: از قصبہ بشارت گنج ضلع بریلی متصل بڑی مسجد مرسلہ نجو خاں فوجدار یعنی باتی والہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عملیات یعنی تعویذ وغیرہ کتابوں سے کرنا حق ہے یا باطل؟ کس طور سے جواز اور کس طریق سے ناجائز؟ رقم فرمائیں۔

الجواب:

عملیات و تعویذ اسمائے الٰہی و کلام الٰہی سے ضرور جائز ہیں جبکہ ان میں کوئی طریقہ خلاف شرع نہ ہو مثلاً کوئی لفظ غیر معلوم المعنی جیسے حفیظی، رمضان، کعسلھون اور اور دعائے طاعون میں طاسوسا، عاسوسا، ماسوسا، ایسے الفاظ کی اجازت نہیں جب تک حدیث یا آثار یا اقوال مشائخ معتمدین سے ثابت نہ ہو، یونہی دفع صرع وغیرہ کے تعویذ کہ مرغ کے خون سے لکھتے ہیں یہ بھی ناجائز ہے اس کے عوض مشک سے لکھیں کہ وہ بھی اصل میں خون ہے، یونہی حب و تسخیر کے لئے بعض تعویذات دروازہ کی چوکھٹ میں دفن کرتے ہیں کہ آتے جاتے اس پر پاؤں پڑیں یہ بھی ممنوع وخلاف ادب ہے، اسی طرح وہ مقصود جس کے لئے وہ تعویذ یا عمل کیاجائے اگر خلاف شرع ہو ناجائز ہوجائے گا جیسے عورتیں تسخیر شوہر کے لئے تعویذ کراتی ہیں، یہ حکم شرع کا عکس ہے۔ اللہ عزّوجل نے شوہر کو حاکم بنایاہے اسے محکوم بنانا عورت پر حرام ہے۔ یونہی تفریق وعداوت کے عمل و تعویذ کہ محارم میں کئے جائیں مثلاً بھائی کو بھائی سے جدا کرنا یہ قطع رحم ہے اور قطع رحم حرام، یونہی زن و شو میں نفاق ڈلوانا۔ حدیث میں فرمایا:

لیس منّا من خبب امرأۃ علٰی زوجھا[1]۔	جو کسی عورت کو اس کے شوہر سے بگاڑ دے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطلاق باب فی من خبب امرأۃ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۶

بلکہ مطلقًا دو مسلمانوں میں تفریق بلاضرورت شرعی ناجائز ہے۔ حدیث میں فرمایا:

لاتباغضوا ولاتدابروا الٰی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وکونوا عباداللہ اخوانا[1]۔	(لوگو) ایک دوسرے سے عداوت نہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد گرامی تک "اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی ہوجاؤ"۔ (ت)

غرض نفس عمل یا تعویذ میں کوئی امر خلاف شرع ہو یا مقصود میں تو ناجائز ہے ورنہ جائز بلکہ نفع رسانی مسلم کی غرض سے محمود وموجب اجر۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ۔ رواہ مسلم[2] عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	تم میں جس سے ہوسکے کہ اپنے بھائی مسلمان کو کوئی نفع پہنچائے تو پہنچائے۔ (امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۷: مسئولہ مسلمانان جام جودھپور کاٹھیاواڑ معرفت شیخ عبدالستار صاحب پوربندر کاٹھیاوار متصل قندیل ۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

ہندو کو شفاء بیماری کے واسطے تعویذ دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس کا طریقہ کیا ہے؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

کافر کو اگر تعویذ دیا جائے تو مضمر جس میں ہندسے ہوتے ہیں نہ کہ مظہر جس میں کلام الٰہی واسمائے الٰہی کے حروف ہوتے ہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۶۸: مرسلہ عبدالستار بن اسمٰعیل صاحب از گونڈل کاٹھیاواڑ یکم صفر ۱۳۳۵ھ

(۱) کیافرماتے ہیں علمائے اہلسنت اس مسئلہ میں، شراب افیون یا ہر وہ چیز جو شرعًا حرام یا ناپاک ہو اس کا کسی مرض میں خارجًا ضمادًا استعمال کرنا کیسا ہے؟

(۲) اسی طرح بچوں کو نیند لانے یا رونے سے روکنے کی غرض سے دوا میں قدرے افیون کا کھلانا

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب ماینھی عن التحاسد والتدابر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۹۶

[2] صحیح مسلم کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ من العین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۲۴

جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

(۱) شراب بھی حرام ہے اور نجس بھی، اس کا خارج بدن پر بھی لگانا جائز نہیں۔ اور افیون حرام ہے نجس نہیں، خارج بدن پر اس کا استعمال جائز ہے۔

(۲) بچے کو سلانا یا رونے سے باز رکھنے کے لئے افیون دینا حرام ہے اور اس کا گناہ اس دینے والے پر ہے بچے پر نہیں، **ماحرام اخذہ حرام اعطاؤہ**[1] (جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۷۰: مرسلہ سیّد ولی اللہ از موضع لوڑ سرا ڈاکخانہ بھدورا ضلع غازیپور ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں باب کہ جن مواضعات میں کہ عارضہ طاعون کی شکایت ہو قبل اس کے کہ لوگ مرنے لگیں یعنی معًا ابتداء علامات وبا مثل مرنا حشرات الارض وغیرہ کا وگندگی وتعفن کا ہونا کہ مقدمہ اس عارضہ مکروہہ کا ہے، خدا کی پناہ یا بوقت ابتدا تعداد اموات صاحبان دیہہ اپنے اپنے مکانوں سے باہر ہوجائیں یا نہ ہوجائیں، شرع شریف اس امر میں کیا اجازت دیتی ہے اگر اجازت ہے تو کس وقت اور کس شرط کے ساتھ باہر ہونا چاہئے اور اگر شریعت اجازت نہیں دیتی تو باہر کے نکلنے والے لوگ کس گناہ کے مرتکب ہوں گے مع ثبوت حدیث ونص قرآنی کے مطلع کیا جائے۔

(۲) حکمائے اہل فرنگ جو عام طور سے اعلام در بارہ چھوڑنے مکانوں کے کرتے ہیں اور خود باہر نکل جاتے ہیں اور نیز اہل اسلام کا بہت سا حصہ ان کے تبعیت کرتے ہیں اور یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جس طرح دوا کرنا بحالت مرض سنت ہے اسی طرح بحالت خرابی آب وہوا جگہ کا نقل کرنا بھی ایک گونہ علاج ہے تبدیل آب وہوا بھی داخل سنت ہے تو ان لوگوں کی رائے کی تابعداری کرنا ہم سب کو مناسب ہے یا نہیں، اور بعضے اشخاص کا یہ خیال ہے کہ اس میں بلاموت بھی لوگ مرجاتے ہیں چونکہ کثرت سے لوگ مرتے ہیں اور بیمار پڑتے ہیں تو یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کیا یکبارگی اتنے لوگوں کی موت ایک ہی بار تھی خیر ہر ایک سوال کی طرف سے معقول تسلی بخش جواب سے اطلاع دیں۔ **(۳)** کتنے میت تک کا جنازہ اکٹھا ہوسکتا ہے اور نابالغ لڑکی اور لڑکے کا جنازہ بالغ کے ساتھ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوسکتا ہے تو دعا پہلے بالغ کی پڑھی جائے یا نابالغ کی؟ یا محض بالغ کی دعا نابالغ کے لئے کافی ہوسکتی ہے؟ جواب شافی سے ممنون ومشکور کیا جاؤں، مع حوالہ حدیث۔ **(۴)** لڑکا اور لڑکی نابالغ ہے اس کی شادی ہوگئی ہے بعد شادی کے لڑکی بیوہ ہوگئی تو عقد ثانی کے بارہ میں عدّت لیا جائے گا کہ نہیں؟ اگر عدّت لیا جائے تو کب تک؟

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۸۹

(۵) اپنی بیوی میت کا جنازہ شوہر لیجاسکتا ہے کہ نہیں؟ جواب شافی سے ممنون فرمایا جائے۔ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمایئے اجر پایئے۔ت)

الجواب:

(۱) طاعون سے بھاگنا حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفار من الطاعون کالفار من الزحف[1]۔	طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہی ہے جیسے کہ جہاد میں کافروں کو پیٹھ دے کر بھاگنے والا۔

جسے اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝۱۶"[2]	وہ بیشک اللہ کے غضب میں پڑا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور بہت ہی بری جگہ پھرنے کی۔

(۲) کیا ایسی چیز دوا کے حکم میں آسکتی ہے نہ کہ معاذاللہ سنت ہونا جس پر اللہ کا غضب ہو اور جہنم ٹھکانا۔ جو لوگ اس سے بھاگ کر کہیں بھی جاتے ہیں سب گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں، اس کی تفصیل ہمارے رسالہ تیسیر الماعون میں ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ لوگ اس میں بے موت مرجاتے ہیں وہ گمراہ ہیں، اس میں قرآن عظیم کا انکار ہے ان پر توبہ فرض ہے اور تجدید اسلام وتجدید نکاح چاہئے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ"[3]۔	کون جان بے حکمِ خدا نہیں مرسکتی لکھا ہوا حکم ہے وقت باندھا ہوا۔

پیڑ سے ایک آدھ پھل ٹپکتا رہتا ہے اسی کا ٹپکنا لکھا تھا اور ایک آندھی آتی ہے کہ ہزاروں پھل ایک ساتھ جھڑ پڑتے ہین ان کا ساتھ ہونا ہی لکھا تھا۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

"وَكُلُّ صَغِیْرٍ وَّ كَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝۵۳"[4]	ہر چھوٹی بڑی بات سب لکھی ہوئی ہے۔

(۳) سو دو سو جتنے جنازے جمع ہوں سب پر ایک ساتھ ایک نماز ہوسکتی ہے۔

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۱۵۵، ۱۴۵، ۸۲

[2] القرآن الکریم ۸/ ۱۶

[3] القرآن الکریم ۳/ ۱۴۵

[4] القرآن الکریم ۵۴/ ۵۳

(۴) بالغوں کے ساتھ نابالغوں کی نماز بھی ہوسکتی ہے۔

دونوں دعائیں پڑھی جائیں، پہلے بالغوں کی پھر نابالغوں کی۔ اور بہرحال اگر وقت تنگ نہ ہو تو ہر جنازے پر جدا نماز بہتر ہے۔ درمختار میں ہے:

اذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلٰوۃ علی کل واحدۃ اولٰی وان جمع جاز وراعی الترتیب المعھود خلفہ الرجل ممایلیہ فالصبی فالبالغۃ فالمراھقۃ[1] ملتقطا۔	جب متعدد جنازے (میّت) جمع ہوجائیں یعنی وہ لائے جائیں تو ہر ایک پر الگ الگ نماز پڑھنی بہتر ہے۔ اور اگر سب پر اکٹھی نماز پڑھ لے تو یہ بھی جائز ہے۔ لیکن صفوف کی ترتیب میں مقرر متعارف کی رعایت کرے (اور وہ یہ ہے کہ) امام کے متصل اس کے پیچھے بالغ مرد ہوں پھر نابالغ بچے پھر بالغہ عورتیں اور ازیں بعد قریب البلوغ لڑکیاں ہوں بیوہ پر موت شوہر کی عدت ضروری ہے اگرچہ وہ خود ایک دن کی بچی اور اس کا شوہر بھی کہ مرگیا ایک دن کا بچہ ہو۔

درمختار میں ہے:

العدۃ للموت اربعۃ اشھر وعشر مطلقا وطئت اولا ولو صغیرۃ وفی حق الحامل مطلقا وضع حملھا ولوکان زوجھا المیت صغیرا[2]۔	عدّتِ وفات چار مہینے اور دس دن علی الاطلاق بغیر کسی قید کے، خواہ ہمبستری ہوئی ہو یا نہ، اگرچہ چھوٹی بچی ہو۔ حاملہ کی عدت علی الاطلاق وضع حمل ہے اگرچہ مرنے والا اس کا زوج چھوٹا ہو (ت)

چار مہینے دس دن عدت کرے گی۔

(۵) مرد اپنی زوجہ کا جنازہ اٹھاسکتا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۷۱: از گونڈل کاٹھیاواڑ۔ مرسلہ عبدالستار بن اسمٰعیل سنّی حنفی قادری ۲۲ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے اہلسنّت خصوصًا امام اہلسنّت مجدّد مائۃ حاضرہ صاحب حجت قاہرہ محی الاسلام والمسلمین مولانا مفتی قاری شاہ محمد احمد رضاخان صاحب مدظلہ، اس مسئلہ میں ایک شخص مسلمان یاغیر مسلمان ایک حکیم یا غیر حکیم کے پاس اس لئے آیا کہ اس کے کسی رشتہ دار عورت کے کسی طور سے حمل رہ گیا حمل کے ظاہر ہونے سے اس عورت نیز خویش واقارب کی سخت بے عزتی

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۲

[2] درمختار کتاب الطلاق باب العدّۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۶

ہونے والی ہے اس لئے خواستگار ہے ایسی دعا کا جس سے حمل ساقط ہو جائے نیز شخص مذکور اس دوا کے عوض میں کچھ رقم بھی پیش کرنا چاہتا ہے، اب عرض یہ ہے کہ اس قسم کا دوا دینا اور اس کا معاوضہ لینا اہل سنت وجماعت کے لئے جائز ہے یا نہیں خصوصًا ایسی حالت میں جبکہ کسی سنی مسلمان کی بے عزتی ہونے والی ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

اگرابھی بچہ نہیں بنا جائز ہے ورنہ ناجائز کہ بے گناہ کا قتل ہے اور چار مہینے میں بچہ بن جاتا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۷۲: از موضع چوپرا ڈاکخانہ بالسی ضلع پورنیہ مرسلہ کلیم الدین صاحب ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کھانے پر فاتحہ شریف یا کوئی آیت قرآن کی پڑھ کر دم کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو کس طرح سے پڑھنا چاہئے؟

الجواب:

بہ نیت شفاء سورہ فاتحہ یا اور کوئی آیت پڑھ کر دم کی جائے تو حرج نہیں مگر اس کھانے کی احتیاط اور دوچند ہو جائے گی کہ اس کا کوئی دانہ یا قطرہ گرنے نہ پائے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۷۳: از موضع گھورنی ڈاکخانہ کرشنگڑھ ضلع ندیا مرسلہ نذیر احمد صاحب ۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

نوشیدن دوائے انگریزی کہ دراں اسپرٹ می ماند وحقیقت ایں اسپرٹ نمی دانم رواست یانہ ودریں دیارماہمہ بایں مبتلا ایذا الاماشاء اللہ کہ رواج طب یونانی ازبس قلیل قیمتش نیز گراں ست کہ ہر کس برآں قادر نمی شود۔	انگریزی دوائی پینا کہ اس میں اسپرٹ کی ملاوٹ ہوتی ہے، اور میں اسپرٹ کی حقیقت سے واقف نہیں۔ کیا اس کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ لیکن ہمارے ان شہروں میں سب اس مرض میں مبتلا ہیں الاماشاء اللہ، اس لئے کہ طب یونانی کا رواج بہت کم ہے اور وہ زیادہ قیمتی بھی ہے کہ ہر ایک اس علاج کی طاقت نہیں رکھتا۔ (ت)

الجواب:

اسپرٹ قسمے از شراب ست بغایت تند کہ بہ تیزی خود تنہائی قابل نوشیدن نماندہ است شرابہا کہ ازانگلستان آرند ہمہ راباآمیزش	"اسپرٹ" شراب کی ایک قسم ہے جو انتہائی تیز ہونے کی وجہ سے تنہا پینے کے قابل نہیں۔ پس جو شرابیں برطانیہ سے منگوائی جاتی ہیں اُن

قطرات او تیزمی کنند کہ درفلاں شراب در نود ہ قطرہ یک قطرہ اسپرٹ است ودرفلاں در صد قطرہ یک قطرہ، ہمہ شرابہا بآشامیدن نشہ آرد وایں بمجرد شمیدن کہ بوئے اومسکرست لاجرم ہمچو جملہ خمورہم حرام ست وہم نجس ہردوائیکہ درو آمیزش او باشد بریدن طلائے او کردن یک حرام ست ونوشیدن دوحرام بلکہ اوسہ حرام فراہم کردن حرام خریدنش حرام برداشتنش حرام وبدن باو آلودنش حرام وانیجا حرام چہارم خوردن، سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم درشراب، دہ کس رالعنت فرمودہ است از انان فروشندہ وخریدہ وبردہ اندہ وآنکہ بہ سوئے اوبرداشتہ شود بالجملہ ہرکہ بہیچ گونہ باوتلبس دارد بحرام وخبیث تلوث دہ وہرکہ مسلمان را از من بلاباز دارد برائے اواجر صد شہیدست قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من تمسك بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهید[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	سب میں اس کے قطروں کی ملاوٹ انہیں تیز کرنے کے لئے کی جاتی ہے کہ فلاں شراب کے نودس قطروں میں ایک قطرہ اسپرٹ ہے، اور فلاں شراب کے سو قطروں میں ایک قطرہ اسپرٹ کی ملاوٹ ہے۔ اور سب شرابیں پینے سے نشہ لاتی ہیں، اور یہ صرف سونگھنے سے نشہ لاتی ہے اس لئے کہ اس کی "بُو" نشہ آور ہے۔ بلاشبہہ تمام شرابوں کی طرح یہ حرام ہونے کے علاوہ ناپاک بھی ہے لہٰذا جس دوائی میں اس کی ملاوٹ ہو اس کا جسم پر ملنا پہلا حرام ہے اور پینا دوسرا حرام بلکہ تیسرا حرام ہے۔ اس کا حاصل کرنا حرام۔ اس کا خریدنا، اٹھانا اور جسم کو اس سے آلودہ کرنا یہ سب کام حرام ہیں۔ اور یہاں چوتھا حرام اسے پینا ہے۔ سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شراب کے دس افراد پر لعنت فرمائی ان میں سے یہ لوگ ہیں (۱) فروخت کرنے والا (۲) خریدنے والا (۳) اٹھانے والا (۴) وہ جس تک اٹھا کر لے جائے۔ حاصل یہ ہے کہ جو کوئی کسی طرح بھی اس سے وابستہ ہو وہ ایک حرام اور ناپاک چیز سے آلودگی رکھتا ہے۔ اور جو کوئی کسی مسلمان کو اس مصیبت سے چھڑائے اور اسے روکے اسے سو شہیدوں کا اجر و ثواب ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس خوش نصیب نے میری سنت کو اس وقت تھاما کہ جب میری امت میں فساد پھیل گیا تو اسے سو شہیدوں کا ثواب عطا ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۰، الترغیب والترہیب الترغیب فی اتباع الکتاب والسنۃ حدیث ۵ مصطفی البابی مصر ۱/ ۸۰

مسئلہ ۷۴: از چھپّرہ محلّہ دھیانوان مرسلہ محمد نبی جان دوافروش ۵ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

زید کے پاس ایک نسخہ مردانگی کا ایک ہندو فقیر کا دیا ہوا ہے زید اسے بنا کر دینے سے بھی عذر کرتا ہے نسخہ بتانے سے بھی خیال اس کا ایسا ہے کہ لوگ حرام کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں اس وجہ سے کسی کو نہیں دیتا ہوں کہ اگر وہ حرام کریں گے تو میرے نامہ اعمال میں درج ہوں گے اور عمرو نے یہ سوال کیا کہ مجھے نسخہ بتادو اور جو قسم شرعی لینا چاہو لے لو کیونکہ میں بسبب مرض بواسیر کے سخت پریشان ہوں کہ نامردی کے درجہ پر پہنچا ہوں میری شادی عنقریب ہونے والی ہے اگر آپ نسخہ نہیں دیتے ہیں تو مجھے بنا کر دے دو اگر نہ دوگے تو میں اپنا دلی راز کہہ کر تمہاری آنکھ میں ذلیل ہوا ڈوب مرنے کے سوا اور مجھے کچھ بن نہیں آتا ہے تو یہ خیال زید کا موجب شرع شریف غلط یا صحیح ہے اور عمرو ایک مرد مسلمان نمازی بھی ہے۔

الجواب:

اگر وہ نسخہ نہ بتائے اسے دوا بنا کر دے جبکہ اس میں کوئی ناجائز چیز نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعه[1]۔	جو کوئی تم میں سے اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو تو اسے نفع پہنچانا چاہئے۔(ت)

اور اس کا یہ خیال کہ لوگ حرام کریں گے اور اس پر وبال محض غلط ہے مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ"[2]۔	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچتے رہو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں۔(ت)

اور جب اس کی نیت نفع رسانی مسلم ہے تو دوسرا گناہ کرے بھی تو اس کا مواخذہ اس پر نہیں ہو سکتا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: "لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی"[3] (کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ

[1] صحیح مسلم کتاب السلام باب استحباب الرقیه من العین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۲۴

[2] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[3] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

نہ اٹھائے گی۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۵: ازاردہ نگلہ ڈاکخانہ اچھنیرا ضلع آگرہ مرسلہ صادق علی خانصاحب ۲۵ شوال ۱۳۳۶ھ

جس محلّہ یا جس شہر میں طاعون ہو وہاں کے باشندے کسی دوسرے مقام پر نفرمن قضأاللّٰہ الٰی قضاء اللّٰہ کے خیال سے جاسکتے ہیں یانہیں، طاعون وغیرہ میں حضرت عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کا کیاارشاد ہے؟ جولوگ اس خیال سے اپنے اپنے مکانات چھوڑ کر چلے جاتے ہیں وہ اہل بدعت ہیں یانہیں؟ اور ان کے ساتھ بدعتیوں کاسابرتاؤ کرنا چاہئے یانہیں؟

الجواب:

طاعون کے خوف سے شہر یامحلّہ یاگھر چھوڑ کر بھاگنا حرام وگناہ کبیرہ ہے، اس کاکافی بیان ہمارے رسالہ **تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون** میں ہے۔رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفار من الطاعون کالفار من الزحف[1]۔	طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسا کفار کو پیٹھ دے کر بھاگنے والا۔

جس کے لئے قرآن عظیم میں فرمایا کہ اس کا ٹھکانا جہنم ہے، ایسا نفرمن قدراللّٰہ الی قدراللّٰہ جہاد سے بھاگنے والا بھی کہہ سکتاہے وہ بھی بھاگ کر تقدیر ہی میں جائے گامگر اس بھاگنے کامنتہی جہنم ہے، طاعون عمواس شام میں تھا امیر المومنین رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ وہاں کے عزم سے روانہ ہوچکے تھے جب سرحد شام وحجاز موضع سرغ پر پہنچے ہیں خبر پائی کہ شام میں بشدّت طاعون ہے امیر المومنین نے مہاجرین کرام رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم سے مشورہ کیا بعض نے کہا حضرت کام کے لئے چلے ہیں رجوع نہ چاہئے بعض نے کہا حضرت کے ساتھ بقیہ اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم میں ہماری رائے نہیں کہ انہیں وبا پر پیش کریں، پھر انصارِ کرام رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم کو بلایا وہ بھی یوہیں مختلف ہوئے پھر اکابر مومنین فتح کو بلایا انہوں نے بالاتفاق نہ جانے کی رائے دی امیر المومنین نے واپسی کی ندا کردی، اس پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ نے کہا: اِفرار من قدراللّٰہ کیا تقدیر الٰہی سے بھاگنا، امیر المومنین نے فرمایا: کاش کوئی اور ایسا کہتا نعم نفر من قدراللّٰہ الٰی قدراللّٰہ ہاں ہم

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۲۵۵، ۱۴۵، ۸۲ الزواجر الکبیرۃ التاسعۃ والتسعون بعد الثلاثمائۃ دارالفکر بیروت ۲/ ۲۸۷۔۸۸

تقدیر الٰہی سے تقدیر الٰہی کی طرف بھاگتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کسی کام کو گئے ہوئے تھے جب واپس آئے انہوں نے کہا مجھے اس مسئلہ کے حکم کا علم ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

اذا سمعتم بہ بارض فلاتقدموا علیہ واذا وقع بارض وانتم بہا فلاتخرجوا فرارا منہ۔	جب تم کسی زمین میں طاعون ہونا سنو تو وہاں طاعون کے سامنے نہ جاؤ اور جب تمہاری جگہ واقع ہو تو اس سے بھاگنے کو نہ نکلو۔

اس پر امیر المومنین حمد الٰہی بجالائے کہ ان کا اجتہاد موافق ارشاد واقع ہوا اور واپس ہوگئے[1]۔ ایسی جگہ نفر من قدر اللہ الٰی قدر اللہ کہنا ٹھیک ہے کہ موافق حکم ہے، طاعون سے بھاگنا فسق ہے بھاگنے والوں سے فاسقوں کا سا برتاؤ چاہئے، بدعت بمعنی بدمذہبی نہیں، ہاں اگر احادیث صحیحہ مشہورہ میں ارشاد اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم معلوم ہے اور انہیں رَد کرتا اور اپنی نامرادی و بزدلی کے حکم کو اُن پر ترجیح دیتا ہے تو ضرور بدمذہب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۶: از شہر جبلپور محلّہ کوتوالی مسئولہ حکیم عبدالرحیم صاحب ۹ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حامدا ومصلیا ومسلما، ایک طبیب جس نے علم طب باقاعدہ حاصل کیا ہے اور نظری و عملی طریقہ مروجہ سے پوری تکمیل کرچکا ہے مگر ان وجوہات سے اپنے پیشے سے ہمیشہ دل برداشتہ اور متفکر اور وبال اُخروی سے خائف رہتا ہے کہ دقائق وجزئیات فن کا ہمیشہ بالکلیہ مستحضر فی الذہن رہنا مشکل بلکہ غیر ممکن ہے اور جب یہ نہیں تو تشخیص کا صحیح نہ ہونا معلوم۔ نیز چونکہ یہ فن ظنی ہے اور ظن غالب وگمان راجح پر علاج ہوتا ہے اگرچہ بتائید حکیم مطلق جل وعلا اکثر تشخیص مطابق واقع ہوتی ہے تاہم غلطی کا اندیشہ لگا رہتا ہے کیونکہ مجربین کا مقولہ ہے العلاج رمی السھم فی الظلمات (علاج اندھیروں میں تیر اندازی ہے۔ ت) نیز عقل، حافظہ، استحضار ذہانت طباعی بلکہ جو آلات تشخیص مرض ہیں حسب قوائے دماغی مختلف ہیں اسی وجہ سے مریض واحد کی تشخیص میں اطبائے متعدد متحد الرائے بہت کم دیکھے جاتے ہیں اگرچہ سب اپنی تشخیص کو صحیح سمجھے ہوئے ہیں مگر فی الواقع کسی ایک ہی کی رائے صحیح ہوگی اور کبھی طبیب علاج کے غیر مفید پڑنے سے اپنی خطا فی التشخیص سے واقف ہوکر سنبھل جاتا ہے اور علاج میں فوراً ترمیم کردیتا ہے مگر کبھی اتنے پر بھی اس کو یہ معالجہ اسی علاج پر برقرار رکھتا ہے کہ تیری تشخیص اور علاج دونوں صحیح ہیں مگر خدا کی طرف سے ابھی صحت کا وقت نہیں آیا ہے، اس کے علاوہ بھی اور بہت سے وجوہات ہیں جن کے سبب سے وہ اپنے پیشہ طبابت سے تنگ ہے، اس صورت

---
[1] صحیح البخاری کتاب الطب باب مایذکر فی الطاعون قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۵۳

میں یہ پیشہ اگر کیا جائے تو از روئے شرع شریف اس کے ذمے کیا وبال ہے اور وہ اس کا اہل ہے یا نہیں اور اگر اہل ہے بھی اور پھر ترک کردے تو کوئی شرعی قباحت تو لازم نہیں آتی؟ بلا دلیل صرف حکم تحریر فرمادیا جائے۔

الجواب:

اہل کو اس کا ترک بلا مضائقہ جائز ہے جبکہ وہاں اور طبیب اہل موجود ہو اور نااہل کو اس میں ہاتھ ڈالنا حرام ہے اور اس کا ترک فرض۔ جس نے اس فن کے باقاعدہ نظریات و عملیات حاصل کئے اور ایک کافی مدت تک کسی طبیب حاذق کے مطب میں رہ کر کام کیا اور تجربہ حاصل ہوا اکثر مرضی اس کے ہاتھ پر شفا پاتے ہوں کم حصہ ناکامیاب رہتا ہو فاحش غلطیاں جیسے بے علم ناتجربہ کار کیا کرتے ہیں تشخیص وعلاج میں نہ کیا کرتا ہو وہ اہل ہے اور اسے بنظر نفع رسانی خلائق و مسلمین اس سے دست کش ہونا نہ چاہئے خصوصًا جبکہ دوسرا ایسا وہاں نہ ہو۔ بعض اوقات تشخیص یا علاج میں غلطی واقع ہونا منافی اہلیت نہیں کہ غلطی سے انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسلام معصوم ہیں وبس۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۷۷: از میرٹھ مرسلہ مولوی محمد حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ۔

بانجھ وہ ہوتی ہے جس کے کبھی بچہ نہ ہوا ہو بعضوں کے ایک یا دو بچہ ہو کر بند ہو جاتے ہیں ان کا علاج بانجھ کا سا ہی کیا جائے یا اور طرح۔

الجواب:

ہاں وہی اعمال کافی ہیں کہ جو اقوی کی مدافعت کریں اضعف کی بدرجہ اولٰی۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۷۸: از میرٹھ مرسلہ مولوی محمد حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ

رجعت عمل کیا چیز ہے، کیا عمل کا لوٹ جانا کسی بے احتیاطی وغیرہ سے ممکن ہے؟

الجواب:

ہاں ممکن ہے اور بارہا واقع ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۷۹: از لکھنؤ کارلٹن ہوٹل بتوسط عبدالمجید خانصاحب مرسلہ ننھے موٹر ڈریور ۱۵ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر علماء یا مولوی صاحب کسی حاجتمند کو خالصًا للہ کوئی تعویذ یا نقش دے دیتے ہیں اور اس سے بفضلہ تعالٰی نفع ہو جاتا ہے تو اس پر اعتقاد واجب ہے یا نہیں؟ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ تعویذات وغیرہ کا ثبوت کہیں قرآن شریف یا حدیث شریف سے

نہیں ہے واللہ تعالٰی اعلم یہ کہاں تک صحیح ہے؟اس لئے حضور کو تکلیف دی گئی کہ حضور تحریر فرمائیں کہ آیا اُس شخص کے مطابق عمل کیاجائے یانہیں؟

الجواب:

تعویذات بیشک احادیث اور ائمہ قدیم وحدیث سے ثابت،اور اس کی تفصیل ہمارے فتاوٰی افریقہ میں ہے، تعویذات اسماء الٰہی وکلام الٰہی وذکرالٰہی سے ہوتے ہیں ان میں اثر نہ ماننے کاجواب وہی بہتر ہے جو حضرت شیخ ابوسعید الخیر قدس سرہ العزیز نے ایک ملحد کو دیا جس نے تعویذات کے اثر میں کلام کیا حضرت قدس سرہ نے فرمایا: توعجیب گدھاہے۔ وہ دنیوی بڑامغرور تھا یہ لفظ سنتے ہی اس کا چہرہ سُرخ ہوگیا اور گردن کی رگیں پھول گئیں اور بدن غلیظ سے کانپنے لگا اور حضرت سے اس فرمانے کاشاکی ہوا،فرمایامیں نے تمہارے سوال کاجواب دیا ہے گدھے کے نام کااثر تم نے مشاہدہ کرلیاکہ تمہارے اتنے بڑے جسم کی کیاحالت کردی لیکن مولٰی عزوجل کے نام پاک میں اثر سے منکر ہو۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۸۰: از موضع ہری پور مرسلہ شوکت علی خاں بتاریخ ۱۹رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید غیر تعلیم یافتہ کسی قریہ میں اپنے آپ کو حکیم مشہور کرے اور وہ اس قسم کی ادویات جانتاہے کہ اسقاط حمل ہوجائے اور وہ کسی عورت حاملہ کو عورت کی خواہش پر یاغیر خواہش پر ذریعہ ادویات اسقاط حمل کرائے اور اسقاط عمل میں آئے توکیاوہ شخص قاتل ہے اور اس کے لئے کیاحکم ہے؟**بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

جاہل کو طبیب بنناحرام ہے، جان پڑ جانے کے بعد اسقاط حمل حرام ہے،اور ایسا کرنے والا گویا قاتل ہے،اور جان پڑنے سے پہلے اگر کوئی ضرورت ہے توحرج نہیں۔**واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۸۱: از نیوریا ضلع پیلی بھیت مسئولہ اکبر حسین ۱۴رمضان ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ عورت کو بانجھ کرنا کس قدر گناہ ہے اور اس گناہ کی معافی ہے یانہیں؟حکم شرع بیان فرمایئے۔فقط والسلام

الجواب:

بانجھ کرنانہ کرنااللہ عزوجل کے اختیار میں ہے بشر کی طاقت نہیں "**یَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا**ؕ"[1] (اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۴۲ / ۵۰

تعالٰی جس کو چاہے بانجھ کردے۔ت) ہاں ایسی دوا کا استعمال جس سے حمل نہ ہونے پائے اگر کسی ضرورت شدیدہ قابل قبول شرع کے سبب ہے حرج نہیں ورنہ سخت شنیع ومعیوب ہے اور شرعًا ایسا قصد ناجائز وحرام۔

وقد نھی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الخصاء وعن التبتل والرھبانیۃ وھذا بمعناھا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خصی کرنے اور الگ تھلگ کٹ کر رہنے اور رہبانیت اختیار کرنے سے منع فرمایا، اور مانع حمل دوا کا استعمال انہی کے معنٰی میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۸۲: از شہر محلّہ ملوکپور مسئولہ سراج علی خاں صاحب رضوی ۱۴ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ سرطان یا کسی قسم کی شراب کوئی مریض کسی حالت میں استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص اس کو پوشیدہ طور پر کھلائے یا پلائے تو ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟ اور مریض اس سے بری الذمہ ہے یا نہیں؟ اگر ایسی ادویات سے جن میں مذکورہ بالا اشیاء کا میل ہو، جان بچنے کا خیال ہو تو اس کا استعمال کسی طرح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

سرطان کھانا حرام ہے اور شراب بدن پر لگانا بھی حرام ہے۔ جان حلال دواؤں سے بھی بچ سکتی ہے اگر اسے بچانا منظور ہے ورنہ حرام دوائیں سوائے گناہ کچھ اضافہ نہ کریں گی جو پوشیدہ طور پر مسلمان کو حرام چیز کھلائے یا پلائے سخت حرام کا مرتکب اور شدید سزا کا مستوجب ہے مریض پر الزام نہیں اگر اسے خبر نہ تھی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۳: (پورا سوال دستیاب نہیں ہوسکا)

۔۔۔۔۔ کہ جو طاعون سے مرتا ہے وہ کافر ہے اور دلیل میں زمانہ موسٰی علیہ السلام کا واقعہ پیش کرتا ہے اس قول سے بکر مخالف حدیث صحیح ہو کر کافر ہوا یا نہیں اور اس کی زوجہ نکاح سے باہر ہوئی یا نہیں؟ اور بصورت توبہ تجدید نکاح لازم ہے یا نہیں؟

الجواب:

متواتر حدیثوں سے ثابت ہے کہ طاعون مسلمان کے لئے شہادت ورحمت ہے اور جو مسلمان طاعون میں مرے شہید ہے۔

حدیث ۱: صحیح بخاری و صحیح مسلم و مسند امام احمد بن حنبل میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الطاعون شهادة لكل مسلم[1]۔	طاعون ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے۔

حدیث ۲: صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مات في الطاعون فهو شهيد[2]۔	طاعون میں مرنے والا شہید ہے۔

حدیث ۳: مسند امام احمد و معجم کبیر طبرانی و صحیح مختارہ میں صفوان بن امیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے[3]۔

حدیث ۴: طبرانی نے معجم اوسط اور ابونعیم نے فوائد ابوبکر بن خلاد میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **الطاعون شهادة لامتي**[4] طاعون میری امت کے لئے شہادت ہے۔

حدیث ۵: امام احمد بسند صحیح راشد بن جیش سے[5]۔

حدیث ۶: طبرانی وابن قانع ربیع بن ایاس انصاری سے[6]۔

حدیث ۷: احمد وابوداؤد طیالسی وسمویہ وضیاء عبادہ بن صامت سے[7]۔

حدیث ۸: طبرانی کبیر میں سلمان فارسی سے[8]۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجهاد باب الشهادة سبع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۹۷

[2] صحیح مسلم کتاب الامارة باب بیان الشهداء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۴۳

[3] المعجم الکبیر حدیث ۷۳۳۰ المکتبة الفیصلیة بیروت ۸/ ۵۶، کنز العمال حدیث ۱۱۱۸۸ مؤسسة الرسالہ بیروت ۴/ ۴۱۸

[4] المعجم الاوسط حدیث ۵۵۲۷ مکتبہ المعارف ریاض ۶/ ۲۴۹

[5] مسند احمد بن حنبل عن راشد بن جیش المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۸۹

[6] لمعجم الکبیر عن ربیع الانصاری حدیث ۴۶۰۷ المکتبة الفیصلیة بیروت ۵/ ۶۸

[7] مسند احمد بن حنبل عن عبادہ بن صامت المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۱۴ و ۳۲۳، مسند ابی داؤد الطیالسی احادیث عبادہ بن صامت حدیث ۵۸۲ دار المعرفة بیروت ص ۷۹، کنز العمال بحوالہ سمویہ عن عبادہ بن صامت حدیث ۱۱۲۲۰ موسسة الرسالہ بیروت ۴/ ۴۲۳

[8] المعجم الکبیر عن سلمان رضی اللہ عنہ حدیث ۶۱۱۴ المکتبة الفیصلیة بیروت ۶/ ۲۴۷

حدیث ۹: احمد ودارمی وسعید بن منصور وبغوی وابن قانع صفوان بن امیہ سے[1]۔

حدیث ۱۰: احمد ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے۔

ان چھ حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **الطاعون شھادۃ**[2]۔ طاعون شہادت ہے۔

حدیث ۱۱: امام مالک وامام احمد وابوداؤد وامام نسائی وابن حبان وحاکم جابر بن عتیک سے[3]۔

حدیث ۱۲: ابن ماجہ ابوہریرہ سے[4]۔

حدیث ۱۳: طبرانی کبیر میں عبداللہ بن بُسر سے[5]۔

حدیث ۱۴: عبدالرزاق مصنف میں عبادہ بن صامت سے[6]۔

حدیث ۱۵: ابن سعد طبقات میں ابوعبیدہ بن الجراح سے[7]۔

حدیث ۱۶: ابن شاہین علی بن ارقم وہ اپنے والد سے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ ان چھ حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **المطعون شھید**[8]۔ جس مسلمان کو طاعون ہوا وہ شہید مرا۔

حدیث ۱۷: احمد وابن سعد عسیب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الطاعون شھادۃ لامّتی ورحمۃ لھم	طاعون میری اُمّت کے لئے شہادت اور رحمت

[1] کنزالعمال حدیث ۱۱۲۲۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۴۲۳

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۱۰

[3] کنزالعمال بحوالہ مالک، حم، د، ن حب، ك عن جابر بن عیتك حدیث ۱۱۱۸۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۴۱۷

[4] سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد باب مایرجی فیہ الشہادۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۶

[5] کنزالعمال بحوالہ طب حدیث ۱۱۱۹۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۴۱۸

[6] المصنف لعبدالرزاق حدیث ۶۶۹۵ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۵۶۲، کنزالعمال بحوالہ عب عبادہ بن صامت حدیث ۱۱۲۱۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۴۲۳

[7] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ترجمہ ابی عبیدہ بن الجراح دار صادر بیروت ۳/ ۴۱۴

[8] کنزالعمال بحوالہ ابن شاہین عن علی ابن الارقم حدیث ۱۱۲۲۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۴۲۴

ورجس علی الکافرین[1]۔	ہے اور کافروں پر عذاب ہے۔

حدیث ۱۸: صحیح بخاری ومسند احمد وابوداؤد طیالسی میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الطاعون کان عذابا یبعثہ اللہ تعالٰی علی من یشاء وان اللہ تعالٰی جعلہ رحمۃ للمؤمنین[2]۔	طاعون ایک عذاب تھا کہ اللہ عزوجل جن پر چاہتا بھیجتا اور بیشک اللہ تعالٰی نے اسے مسلمانوں کے لئے رحمت کردیا۔

حدیث ۱۹: امام احمد وحاکم کُنٰے میں اور بغوی اور حاکم مستدرک اور طبرانی کبیر میں ابوبردہ اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دعا کی:

اللھم اجعل فناء امّتی قتلا فی سبیلك بالطعن والطاعون[3]۔	الٰہی میری اُمت کو اپنی راہ میں شہادت نصیب کر دشمنوں کے نیزوں اور طاعون سے۔

حدیث ۲۰: باوردی ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دعا کی:

اللھم اجعل فناء امتی بالطعن والطاعون[4]۔	الٰہی میری امت کو دشمن کے نیزوں اور طاعون سے وفات نصیب کر۔

حدیث ۲۱: طبرانی اوسط میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتفنی امتی الابالطعن والطاعون	میری اُمت کا خاتمہ دشمن کے نیزوں اور طاعون

[1] کنزالعمال بحوالہ حم وابن سعد حدیث ۲۸۴۳۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۷۶

[2] صحیح البخاری کتاب الطب باب اجر الصابر فی الطاعون قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۵۳، کنزالعمال بحوالہ ط، حم، خ عن عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث ۲۸۴۳۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۷۷

[3] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی بردہ الاشعری المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۳۸، المستدرك للحاکم کتاب الجہاد دار الفکر بیروت ۲/ ۹۳، کنزالعمال بحوالہ حم والحاکم فی الکُنٰی حدیث ۲۸۴۴۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۸۰

[4] کنزالعمال بحوالہ الباوردی عن ابی موسٰی الاشعری حدیث ۲۸۴۴۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۸۰

غدة کغدة الابل، المقیم فیها کالشهید والفار منها کالفار من الزحف[1]۔	سے ہی ہوگا اونٹ کی سی گلٹی ہے جو اس میں ٹھہرا رہے وہ شہید کے مانند ہے اور جو اس سے بھاگ جائے وہ ایسا ہو جیسا کفار کو پیٹھ دے کر جہاد سے بھاگنے والا۔

حدیث ۲۲: صحیح مستدرک میں ابو موسٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الطاعون وخز اعدائکم من الجن وهو لکم شهادة[2]۔	طاعون تمہارے دشمن جنوں کا چوکا ہے اور وہ تمہارے لئے شہادت ہے۔

حدیث ۲۳: مسند احمد و معجم کبیر میں ابو موسٰی اور اوسط میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فناء امتی بالطعن والطاعون وخز اعد ائکم من الجن وفی کل شهادة[3]۔	میری امت کا خاتمہ جہاد وطاعون سے ہے کہ تمہارے دشمن جنوں کا چوکا ہے اور دونوں میں شہادت ہے۔

حدیث ۲۴: ابن خزیمہ وابن عساکر شرحبیل حسنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے[4]۔

حدیث ۲۵: ابن عساکر معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے[5] دونوں وقفًا۔

حدیث ۲۶: شیرازی القاب میں معاذ سے رفعًا راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الطاعون رحمة ربّکم ودعوة نبیکم وموت الصالحین قبلکم وهو شهادة[6]۔	بیشک طاعون تمہارے رب کی رحمت اور تمہارے نبی کی دعا اور اگلے نیکوں کی موت ہے اور وہ شہادت ہے۔

[1] کنز العمال بحوالہ طس عن عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حدیث ۲۸۴۵۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۸۰

[2] المستدرك للحاکم کتاب الایمان الطاعون شهادة دار الفکر بیروت ۱/ ۵۰

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابو موسٰی اشعری رضی اللہ عنہ المکتب اسلامی بیروت ۴/ ۳۹۵، معجم الاوسط للطبرانی حدیث ۸۵۰۷ مکتبہ المعارف ریاض ۹/ ۲۳۳

[4] تهذیب تاریخ دمشق ابن عساکر ترجمہ شرحبیل بن عبداللہ حدیث فی طاعون عمواس دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۳۰۳

[5] تهذیب تاریخ دمشق ابن عساکر ترجمہ شرحبیل بن عبداللہ حدیث فی طاعون عمواس دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۳۰۳

[6] کنز العمال بحوالہ الشیرازی فی الالقاب حدیث ۲۸۴۴۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۷۹

حدیث ۲۷: احمد وطبرانی وابن عساکر انہیں سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یشھد اللہ بہ انفسکم وذراریکم ویزکی بہ اعمالکم[1]۔	اللہ تعالٰی طاعون سے تمہیں اور تمہارے بچوں کو شہادت دے گا اور اس کے سبب تمہارے اعمال ستھرے کرے گا۔

حدیث ۲۸: امام مالک ودارقطنی ابوہریرہ سے[2]۔

حدیث ۲۹: نسائی عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہما رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرماتے ہیں:

الشھداء خمسۃ المطعون والمبطون والغریق وصاحب الھدم والشھید فی سبیل اللہ[3]۔	شہید پانچ ہیں طاعون زدہ اور جو پیٹ کی بیماری سے مرا ہو اور جو ڈوبے اور جس پر مکان یا دیوار گرے اور وہ کہ جہاد میں شہید ہو۔

حدیث ۳۰: ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ میں غار میں حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ تھا حضور نے دعا کی: اللھم طعنا وطاعونا[4] الٰہی دشمنوں کے نیزے اور طاعون۔ میں نے جانا کہ حضور ان سے اپنی امت کی موت مانگتے ہیں۔

حدیث ۳۱: احمد وطبرانی عتبہ بن عبد سلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت میں شہید اور طاعون زدہ حاضر آئیں گے طاعون والے کہیں گے ہم شہید ہیں، حکم ہوگا:

انظروا فان کانت جراحتھم کجراحۃ الشھداء تسیل دما کریح المسک فھم شھداء۔	دیکھو اگر ان کا زخم شہیدوں کی مثل ہے خون رواں اور مشک کی خوشبو تو یہ بھی شہید ہیں۔

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن معاذ بن جبل المکتب اسلامی بیروت ۵/ ۲۴۱، تہذیب تاریخ دمشق کبیر باب تبشیر المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۹۰، ۶/ ۳۰۳

[2] کنز العمال بحوالہ مالک، قط حدیث ۱۱۱۸۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۴۱۷

[3] سنن نسائی کتاب الجہاد باب مسئلۃ الشہادۃ نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۶۲

[4] کنز العمال عن ابی بکر الصدیق حدیث ۱۱۷۴۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۵۹۸

فیجدونھم کذٰلک[1] توانہیں ایسا ہی پائیں گے۔

حدیث ۳۲: احمد ونسائی عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: روز قیامت شہداء اور وہ جو بچھونے پر مرے طاعون والوں کے بارے میں جھگڑیں گے شہداء کہیں گے کہ یہ ہمارے بھائی ہیں ہماری طرح مقتول ہوئے، بچھونے والے کہیں گے ہمارے بھائی ہیں۔ رب عزوجل فیصلہ کے لئے فرمائے گا:

انظروا الٰی جراحھم فان اشبہ جراحھم جراح المقتولین فانھم منھم ومعھم۔	ان کے زخم دیکھو اگر شہیدوں کے سے ہیں تو وہ انہیں میں سے ہیں اور ان کے ساتھ ہیں۔

دیکھیں گے تو اُن کے زخم انہیں کے سے ہوں گے **فیلحقون بھم**[2] یہ شہیدوں میں ملادیئے جائیں گے، متواتر ارشاد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کارَد کفر ہے، اور دانستہ ہو تو صریح کفر، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توان کو شہید فرمائیں اور یہ شخص کافر کہے، اس سے بڑھ کر اور کیارَد ہوگا، اس شخص پر لازم ہے کہ تائب ہو کلمہ پڑھے اپنی عورت سے نکاح جدید کرے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عتبہ بن عبد ۴/ ۱۸۵ والمعجم الکبیر عن عتبہ حدیث ۲۹۲ ۷/ ۱۱۹

[2] سنن النسائی کتاب الجہاد باب مسألۃ الشہادۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۶۲، مسند احمد بن حنبل عن العرباض بن ساریۃ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۲۹۔۱۲۸

الحق المجتلٰی فی حکم المبتلٰی ۱۳۲۴ھ

(بیماری کے شکار شخص کے حکم سے متعلق واضح وروشن حق)

مسئلہ ۸۴: از گونڈا ملک اودھ مرسلہ مسلمانان گونڈا عموماً وحافظ عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسہ انجمن اسلامیہ گونڈا ذوالحجہ ۱۳۲۴ھ

زید کا خون جوش کھارہا ہے بلکہ ایک دو اعضاء جسم کے بگڑ گئے اور احتمال ہوتا ہے کہ آئندہ بھی بگڑ جائیں گے، ایسے شخص کی نسبت اطبّا حکم دیتے ہیں کہ اس کے ساتھ کھانا پینا اور نشست وبرخاست بھی قطعی منع ہے بلکہ اطباء شرع شریف کا بھی ایسا ہی حوالہ دیتے ہیں، دریافت طلب یہ امر ہے کہ شرع شریف کا کیا حکم ہے اور ایسے شخص سے اجتناب لازم ہے یا کیا؟ مدلّل ومفصّل زیب قلم ہو۔

الجواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ علی دین الاسلام والصلٰوۃ والسلام علٰی افضل ھادالی سبیل السلام وعلٰی اٰلہ وصحبہ الٰی یوم القیام بہ نسأل السلام والسلامۃ عن	دین اسلام (کی عطاء وبخشش) پر اللہ تعالٰی کی تعریف کرتے ہیں اور درود وسلام بھیجتے ہیں اس ہستی پر جو سب سے بہتر اور راہ سلامتی دکھانے والی ہے اور درود وسلام ہو قیامت تک ان کی آل اور ان کے

سیئ الاسقام۔	صحابہ پر، اور ہم بری بیماریوں سے سلامتی اور حفاظت کے لئے اسی سے درخواست کرتے ہیں۔(ت)

احادیث اس باب میں بظاہر مختلف آئیں، ہم **اوّلاً** انہیں ذکر کریں پھر ان کے شرعی معنٰی کی طرف متوجہ ہوں کہ بتوفیقہ تعالٰی اس مسئلہ میں حق تحقیق ادا ہو۔

حدیث اول: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتقوا المجذوم کمایتقی الاسد۔رواہ البخاری فی التاریخ[1] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جذامی سے بچو جیسا شیر سے بچتے ہیں(امام بخاری نے تاریخ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ت)

روایت ابن جریر کے لفظ یہ ہیں:

فرمن المجذوم کفرارك من الاسد[2]۔رمزالامام الجلیل السیوطی حسنہ علی ما فی التیسیر[3] اوصحتہ علی ما فی فیض القدیر[4] وذکرہ باللفظ الاول فی الجامع الصغیر وباللفظ الاخیر فی الکبیر۔ **اقول:** وفی کلیھما ظاھرا ابوھریرۃ فالحدیث عنہ فی صحیح البخاری بلفظ فرمن المجزوم کما تفرمن الاسد[5] وسیأتی والجواب ان العزو یتبع اللفظ لاسیما وھو فی البخاری	جذامی سے بھاگ جیسا شیر سے بھاگتاہے۔ جلیل القدر امام سیوطی (رحمۃ اللہ علیہ) نے جیسا کہ تیسیر میں ہے اس کی تحسین فرمائی اور فیض القدیر میں اس کی صحت بیان فرمائی۔ پہلے لفظ سے جامع صغیر میں اس کا ذکر کیا جبکہ آخری لفظ سے جامع کبیر میں اسے ذکر کیا۔**اقول:** (میں کہتاہوں کہ) بظاہر دونوں میں ابوہریرہ ہے، صحیح بخاری میں اس کی حدیث (روایت) فرمن المجذوم کماتفرمن الاسد کے الفاظ سے ہے (یعنی جذامی سے اس طرح بھاگو

[1] الجامع الصغیر بحوالہ تاریخ بخاری عن ابی ھریرۃ حدیث ۱۴۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۵، التاریخ الکبیر حدیث ۴۶۰ دارالباز مکۃ المکرمہ ۱/ ۱۵۵

[2] الجامع الکبیر للسیوطی بحوالہ ابن جریر حدیث ۱۴۷۵۶ دارالفکر بیروت ۶/ ۲۶۵

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر حرف الھمزۃ تحت حدیث المذکور مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۱/ ۳۰

[4] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۱۴۱ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۳۸

[5] صحیح البخاری کتاب الطب باب الجذام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۸۵۰

مع زیادات معنی۔	جس طرح تم شیر سے بھاگتے ہو) عنقریب آئے گی اور جواب یہ ہے کہ نسبت کرنا لفظ کے تابع ہوتا ہے خصوصًا جبکہ وہ بخاری میں معنوی اضافہ کے ساتھ مروی ہے۔(ت)

دوسری حدیث: میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتقوا صاحب الجذام کما یتقی السبع اذا ھبط وادیا فاھبطوا غیرہ۔ رواہ ابن سعد فی الطبقات[1] عن عبد اللہ بن جعفر الطیار رضی اللہ تعالٰی عنھما بسند ضعیف۔	جذامی سے بچو جیسا درندے سے بچتے ہیں، وہ ایک نالے میں اُترے تو تم دوسرے میں اترو۔(ابن سعد نے ''طبقات'' میں حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سند ضعیف کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔ت)

تیسری حدیث: میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کَلِّمِ المجزوم وبینك وبینه قدر رمح او رمحین۔ رواہ ابن السنی[2] وابو نعیم فی الطب عن عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ تعالٰی عنھما بسند واہ **قلت** لکن له شاھد یاتی۔	مجذوم سے اس طور پر بات کر کہ تجھ میں اس میں ایک دو نیزے کا فاصلہ ہو(ابن سنی اور ابو نعیم نے باب طب میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے کمزور سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ **میں کہتا ہوں** کہ اس کے لئے شاہد (تائید کنندہ) آگے آئے گا۔ت)

چوتھی حدیث: میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتدیموا النظر الی المجذومین۔ رواہ ابن ماجة[3] و ابن جریر **قلت** وسندہ حسن صالح۔	مجذوموں کی طرف نگاہ جما کر نہ دیکھو(ابن ماجہ اور ابن جریر نے اسے روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند صالح ہے۔ت)

---

[1] الطبقات الکبرٰی ترجمہ معیقیب بن ابی فاطمہ دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۷، کنز العمال بحوالہ ابن سعد عن عبداللہ بن جعفر حدیث ۲۸۳۳۲ موسسة الرسالہ بیروت ۱۰/ ۵۴

[2] کنز العمال بحوالہ ابن السنی وابو نعیم فی الطب حدیث ۲۸۳۲۹ موسسة الرسالہ بیروت ۱۰/ ۵۴

[3] سنن ابن ماجہ کتاب الطب باب الجذام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۱

دوسری روایت میں ہے:

لاتحدوا النظر الی المجذومین۔رواہ ابوداؤد الطیالسی والبیہقی[1] فی السنن بسند حسن ایضاً کلھم عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	جذامیوں کی طرف پوری نگاہ نہ کرو(ابوداؤد طیالسی اور بیہقی نے السنن میں سند حسن کے ساتھ اسے روایت کیا ہے اور ان سب نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے اسے روایت کیا ہے۔ت)

پانچویں حدیث: میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتدیموا النظر الی المجذومین اذا کلمتموھم فلیکن بینکم وبینھم قدر رمح۔رواہ احمد وابویعلٰی[2] والطبرانی فی الکبیر وابن جریر عن فاطمۃ الصغرٰی عن ابیھا السید الشھید الریحانۃ الاصغر وابن عساکر عنھا عنہ وعن ابن عباس معًارضی اللہ تعالٰی عنھم جمیعاً۔	جذامیوں کی طرف نظر نہ جماؤ ان سے بات کرو تو تم میں ان میں ایک ایک نیزے کا فاصلہ ہو۔(امام احمد، ابویعلٰی اور طبرانی نے "الکبیر" میں اور ابن جریر نے سیدہ فاطمہ صغرٰی سے، انہوں نے اپنے والد بزرگوار سید شہید ریحانہ اصغر سے اسے روایت کیا ہے، اور ابن عساکر نے ان سے انہوں نے اپنے والد اور ابن عباس سے بھی اسے روایت کیا ہے۔اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو۔ت)

چھٹی حدیث: میں ہے جب وفد ثقیف حاضر بارگاہ اقدس ہوئے اور دست انور پر بیعتیں کیں اُن میں ایک صاحب کو یہ عارضہ تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے فرما بھیجا:

ارجع فقد بایعناک۔رواہ ابن ماجۃ[3]	واپس جاؤ تمہاری بیعت ہو گئی یعنی زبانی کافی ہے

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب النکاح باب لایورد ممرض علی مصح الخ دارالمعرفۃ بیروت ۷/ ۲۱۸، مسند ابی داؤد الطیالسی حدیث ۲۶۰۱ دارالمعرفۃ بیروت ص۳۳۹

[2] مسند امام احمد بن حنبل عن علی کرم اللہ وجہہ دارالفکر بیروت ۱/ ۷۸، المعجم الکبیر حدیث ۲۸۹۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/ ۱۳۱۔۳۲، کنزالعمال بحوالہ حم ع طب وابن جریر عن فاطمہ الخ حدیث ۲۸۳۳۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۵۵۔۵۶

[3] سنن ابن ماجہ کتاب الطب باب الجذام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۲۶۱

قلت بسند حسن عن رجل من اٰل الشرید یقال له عمرو عن ابیه رضی الله تعالٰی عنه ورواه ابن جریر فسمی اباه الشرید وهو الشرید بن سوید الثقفی ذکر الامام الجلیل السیوطی بالتخریج الاول فی اول الجامع الکبیر وبالاٰخر فی مسانید جمع الجوامع اقول: بل الحدیث فی صحیح مسلم بلفظ انا قد بایعناك فارجع[1] کما هو لفظ ابن جریر سواء بسواء وقد جربت مثله کثیرا علی هذا الامام فی کثیر من تصانیفه الشریفة کالجوامع الثلثه والخصائص الکبرٰی وغیرها وکان مقصوده رحمه الله تعالٰی ان یجمع لامثالنا القاصرین ماقلما تصل الیه ایدینا فان اقتصرنا علی ماافادوذهلنا عن المتداولات فالقصور منالامنه رحمه الله تعالٰی۔	مصافحہ نہ ہونا مانع بیعت نہیں۔ (محدّث ابن ماجہ نے اسے روایت کیاہے۔ **میں کہتاہوں** کہ سند حسن کے ساتھ آل شرید کے ایک شخص سے اسے روایت کیاہے اور اس کو عمرو کہاجاتا ہے اس نے اپنے باپ سے روایت کی (اللہ تعالٰی اس سے راضی ہو) اور ابن جریر نے اسے روایت کیااور شرید کے باپ کانام بھی ذکر کیا یعنی شرید بن سوید ثقفی، جلیل الشان امام، امام سیوطی نے پہلی تخریج میں جامع کبیر کی ابتداء میں اور دوسری تخریج میں جمع الجوامع کے مسانید میں اس کو ذکرفرمایاہے۔ **میں کہتاہوں** بلکہ صحیح مسلم کی حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ واپس ہوجاؤ بیشک ہم نے تمہیں بیعت کرلیا، جیسا کہ ابن جریر کے الفاظ ہیں، دونوں کے الفاظ یکساں ہیں (کوئی خاص فرق نہیں پایاجاتا) ہم نے اس امام پر ان کی بہت سی تصانیف شریفہ میں اس طرح کی بہت سی مثالیں دیکھی ہیں اور تجربہ کیاہے جیساکہ ان کی تینوں جوامع، خصائص کبرٰی اور ان کے علاوہ دوسری تصانیف، پس اس سے امام موصوف رحمہ اللہ تعالٰی کامقصد ان سب چیزوں کوجمع کر دینا ہے (یکجا کرنا) کہ جن تک ہم جیسے کوتاہ نظرلوگوں کے ہاتھوں کی بہت کم رسائی ہوتی ہے۔ پھر اگرہم نے ان کے افادہ پراکتفاء کیا، اور ہم متداولات کو بھول گئے تو یہ ہمارا قصور ہوگا نہ کہ علامہ موصوف کا، اللہ تعالٰی ان پر رحم فرمائے۔ت)

ساتویں حدیث: میں ہے حضوراکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک مجذوم کوآتے دیکھاانس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:

یاانس اثن البساط لایطأ علیه	اے انس! بچھونا الٹ دو کہیں یہ اس پراپنا

[1] صحیح مسلم کتاب السلام باب اجتناب المجذوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۳

بقدمه۔رواه الخطیب[1] عنه رضی الله تعالٰی عنه وفی القلب منه شیئ۔والله تعالٰی اعلم۔	پاؤں نہ رکھ دے(خطیب بغدادی نے ان سے یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے اور اس سے بچھونا الٹ دینے کے متعلق کچھ بات ہے اور اللہ تعالٰی ہی (تمام معاملات کو) بہتر جانتا ہے۔(ت)

آٹھویں حدیث: میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مکہ معظّمہ ومدینہ منورہ کے درمیان وادی عسفان پر گزرے وہاں کچھ لوگ مجذوم پائے مرکب کو تیز چلا کر وہاں سے تشریف لے گئے اور فرمایا:

ان کان شیئ من الداء یعدی فهو هذا۔رواه ابن النجار عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما والمرفوع منه عنه ابن عدی فی الکامل[2] من دون ذکر القصة وهو ضعیف۔	اگر کوئی بیماری اڑ کر لگتی ہے تو وہ یہی ہے(ابن نجار نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے اور ابن عدی کے نزدیک "الکامل" میں واقعہ ذکر کئے بغیر یہ مرفوع ہے اور وہ ضعیف ہے۔(ت)

نویں حدیث: میں ہے ایک جذامی عورت کعبہ معظّمہ کا طواف کررہی تھی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس سے فرمایا:

یاأمة الله لاتؤذی الناس لوجلست فی بیتک۔رواه مالك والخرائطی فی اعتلال[3] القلوب عن ابن ابی ملیکة۔	اے اللہ کی لونڈی! لوگوں کو ایذا نہ دے اچھا ہو کہ تم اپنے گھر میں بیٹھی رہو، پھر وہ گھر سے نہ نکلیں(امام مالک اور الخرائطی نے اعتلال القلوب میں حضرت ابن ابی ملیکہ سے اسے روایت کیا ہے۔ت)

دسویں حدیث میں ہے:

ان عمر بن الخطاب قال للمعیقیب رضی الله تعالٰی عنهما اجلس منی قید رمح وکان	معیقیب رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اہل بدر (ومہاجرین سابقین اوّلین رضی اللہ تعالٰی عنہم) سے ہیں انہیں یہ مرض تھا امیر المومنین عمر فاروق

[1] تاریخ بغداد للخطیب ترجمه عبدالرحمن بن العباس ۵۴۳۲ دارالکتب العربی بیروت ۱۰/ ۲۹۶

[2] کنزالعمال بحواله ابن عدی حدیث ۲۸۳۳۳ مؤسسة الرساله بیروت ۱۰/ ۵۴

[3] کنزالعمال بحواله مالك والخرائطی فی اعتلال القلوب حدیث ۲۸۵۰۴ مؤسسة الرساله بیروت ۱۰/ ۹۶

به ذلك الداء وكان بدريا۔رواہ ابن جرير[1]عن الزھری قلت مرسل ولایصح۔	اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان سے فرمایا: مجھ سے ایک نیزے کے فاصلے پر بیٹھئے (امام ابن جریر نے زہری سے اسے روایت کیاہے، میں کہتاہوں کہ یہ مرسل ہے اور صحیح نہیں۔ت)

آئندہ حدیثیں اس کے خلاف ہیں۔

گیارہویں حدیث: میں ہے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے صبح کو کچھ لوگوں کی دعوت کی ان میں معیقیب رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی تھے وہ سب کے ساتھ کھانے میں شریک کئے گئے اور امیر المومنین نے اُن سے فرمایا:

خذمما یلیك ومن شقك فلوكان غیرك مااكلنی فی صحفة ولكان بینی وبینه قید رمح۔رواہ ابن سعد[2] و ابن جریر عن فقیه المدینة خارجة بن زید رضی اللہ تعالٰی عنهما۔	اپنے قریب سے اپنی طرف سے لیجئے اگر آپ کے سوا کوئی اور اس مرض کا ہوتا تو میرے ساتھ ایک رکابی میں نہ کھاتا اور مجھ میں اور اس میں ایک نیزے کا فاصلہ ہوتا (ابن سعد اور ابن جریر نے فقیہ مدینہ خارجہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیاہے۔ت)

بارہویں حدیث: میں ہے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دستر خوان پر شام کو کھانا رکھاگیا لوگ حاضر تھے امیر المومنین برآمد ہوئے کہ ان کے ساتھ کھانا تناول فرمائیں، معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی صحابی مہاجر حبشہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:

ادن فاجلس وایم اللہ لوكان غیرك به الذی بك لما جلس منی ادنی من قید رمح[3]۔رویاہ	قریب آئیے بیٹھئے خدا کی قسم دوسرا ہوتا تو ایک نیزے سے کم فاصلے پر میرے پاس نہ بیٹھتا۔(ابن سعد اور ابن جریر نے اسے فقیہ مدینہ خارجہ بن

[1] کنزالعمال بحوالہ ابن جریر حدیث ۲۸۴۹۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۹۴

[2] کنزالعمال بحوالہ ابن سعد وابن جریر حدیث ۲۸۵۰۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۹۵، الطبقات الکبرٰی ترجمہ معیقیب بن ابی فاطمہ الدوسی دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۸

[3] الطبقات الکبرٰی ترجمہ معیقیب بن ابی فاطمہ الدوسی دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۸، کنزالعمال بحوالہ ابن سعد وابن جریر حدیث ۲۸۵۰۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۹۶

عنه ذلك في الغداء وهذا في العشاء۔	زید سے صبح کے کھانے کے بارے میں روایت کیا ہے۔ جبکہ یہ حدیث رات کے کھانے کے بارے میں مروی ہے۔ت)

تیرہویں حدیث: میں ہے محمود بن لبید انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بعض ساکنان موضع جرش نے بیان کیا کہ عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالٰی عنہما نے حدیث بیان کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "جذامی سے بچو جیسا درندے سے بچتے ہیں وہ ایک نالے میں اُترے تو تم دوسرے میں اترو"۔ میں نے کہا واللہ! اگر عبداللہ بن جعفر نے یہ حدیث بیان کی تو غلط نہ کہا جب میں مدینہ طیبہ آیا ان سے ملا اور اس حدیث کا حال پوچھا کہ اہل جرش آپ سے یوں ناقل تھے، فرمایا:

كذبوا والله ماحدثتهم هذا ولقد رأيت عمر بن الخطاب يؤتى بالاناء فيه الماء فيعطيه معيقيبا فيشرب منه ثم يتناوله عمر من يده فيضع فمه موضع فمه حتى يشرب منه فعرفت انما يصنع عمر ذلك فرارا من ان يدخله شيئ من العدوى۔ رواه عن محمود[1] رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	واللہ انہوں نے غلط نقل کی میں نے یہ حدیث ان سے نہ بیان کی میں نے تو امیر المومنین عمر کو یہ دیکھا ہے کہ پانی اُن کے پاس لایا جاتا وہ معیقیب رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دیتے معیقیب پی کر اپنے ہاتھ سے امیر المومنین کو دیتے امیر المومنین ان کے منہ رکھنے کی جگہ اپنا منہ رکھ کر پانی پیتے میں سمجھتا کہ امیر المومنین یہ اس لئے کرتے ہیں کہ بیماری اُڑ کر لگنے کا خطرہ ان کے دل میں نہ آنے پائے (ابن سعد اور ابن جریر دونوں نے محمود بن لبید انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ت)

ابن سعد کی روایت میں ایک مفید بات زائد ہے کہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا امیر المومنین فاروق اعظم جسے طبیب سنتے معیقیب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے اس سے علاج چاہتے، دو حکیم یمن سے آئے ان سے بھی فرمایا، وہ بولے جاتا رہے یہ تو ہم سے ہو نہیں سکتا ہاں ایسی دوا کردیں گے کہ بیماری ٹھہر جائے بڑھنے نہ پائے۔ امیر المومنین نے فرمایا: عافیة عظیمة ان یقف فلا یزید بڑی تندرستی ہے کہ مرض ٹھہر جائے بڑھنے نہ پائے۔ انہوں نے دو بڑی زنبیلیں بھروا کر اندرائن کے تازہ پھل منگوائے جو

[1] الطبقات الکبرٰی ترجمہ معیقیب بن ابی فاطمہ الدوسی دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۷، کنز العمال بحوالہ ابن سعد وابن جریر حدیث ۲۸۵۰۰ موسسة الرسالہ بیروت ۱۰/ ۹۴

خربوزے کی شکل اور نہایت تلخ ہوتے ہیں، پھر ہر پھل کے دو دو ٹکڑے اور معیقیب رضی اللہ تعالٰی عنہ کو لٹا کر دونوں طبیبوں نے ایک ایک تلوے پر ایک ایک ٹکڑا ملنا شروع کیا، جب وہ ختم ہوگیا، دوسرا ٹکڑا لیا، یہاں تک کہ معیقیب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے منہ اور ناک سے سبز رنگ کی کڑوی رطوبت نکلنے لگی، اس وقت چھوڑ کر دونوں حکیموں نے کہا اب یہ بیماری کبھی ترقی نہ کرے گی۔ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں:

فواللہ مازال معیقیب متماسکا لایزید وجعه حتی مات[1]۔	واللہ! معیقیب اس کے بعد ہمیشہ ایک ٹھہری حالت میں رہے تادمِ مرگ مرض کی زیادتی نہ ہوئی۔

چودھویں حدیث: میں ہے امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دربار میں قوم ثقیف کی سفیر حاضر ہوئے، کھانا حاضر لایا گیا، وہ نزدیک آئے مگر ایک صاحب کہ اس مرض میں مبتلا تھے الگ ہوگئے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: قریب آؤ، قریب آئے۔ فرمایا: کھانا کھاؤ۔ حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں:

وجعل ابوبکر یضع یدہ موضع یدہ فیاکل ممایاکل منه المجذوم۔ رواہ[2] ابوبکر بن ابی شیبة وابن جریر عن القاسم۔	صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ شروع کیا کہ جہاں سے وہ مجذوم نوالہ لیتے، وہیں سے صدیق نوالہ لے کر نوش فرماتے رضی اللہ تعالٰی عنہ (ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابن جریر نے حضرت قاسم بن محمد سے اسے روایت کیا۔ ت)

غالبًا یہ وہی مریض ہیں جن سے زبانی بیعت پر اکتفا فرمائی گئی تھی۔

پندرہویں حدیث: جلیل میں ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اخذ بید رجل مجذوم فادخلها معه فی القصعة ثم قال کل ثقة باللہ وتوکلا علی اللہ۔ رواہ ابوداؤد والترمذی[3] وابن ماجة	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک جذامی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ پیالے میں رکھا اور فرمایا اللہ پر تکیہ ہے اور اللہ پر بھروسا۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، عبد بن حمید، ابن خزیمہ، ابن ابی عاصم

[1] الطبقات الکبرٰی ترجمہ معیقیب بن ابی فاطمہ الدوسی دار صادر بیروت ۴/ ۱۸۔۱۱۷

[2] المصنّف لابن ابی شیبہ کتاب العقیقہ حدیث ۴۵۸۷ ادارۃ القرآن کراچی ۸/ ۱۲۹، کنز العمال بحوالہ ابن ابی شیبہ و ابن جریر حدیث ۲۸۴۹۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۹۴

[3] جامع الترمذی ابواب الاطعمہ باب ماجاء فی الاکل مع المجذوم امین کمپنی دہلی ۲/ ۴، سنن ابن ماجہ کتاب الطب باب الجذام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۱

وعبد بن حمید وابن خزیمة وابن ابی عاصم وابن السنی فی عمل الیوم واللیلة وابو یعلٰی وابن حبان و الحاکم فی المستدرك والبیھقی فی السنن والضیاء فی المختارة وابن جریر والامام الطحاوی کلھم من جابر بن عبدالله رضی الله تعالٰی عنھما کذا ذکر الامام الجلیل الجلال السیوطی فی اول قسمی جامعه الکبیر و زدت انا ابن جریر والطحاوی قلت وبه علم ان قصر المشکوٰة علی ابن ماجة لیس فی موضعه ثم الحدیث سکت علیه وصححه ابن خزیمة وابن حبان والحاکم والضیاء وقال المناوی فی التیسیر باسناد حسن وتصحیح ابن حبان والحاکم۔قال ابن حجر فیه نظر[1] اھ۔**اقول**:لکن فیه مفضل بن فضالة البصری بالباء اخومبارك قال فی التقریب ضعیف[2] وقال الترمذی ھذا حدیث غریب لانعرفه الامن حدیث یونس بن محمد عن المفضّل بن فضالة والمفضّل بن فضالة ھذا شیخ بصری و المفضّل بن فضالة شیخ آخر مصری اوثق من ھذا واشھر

اور ابن السنی نے عمل اللیل والیوم میں ابویعلٰی، ابن حبان اور حاکم نے المستدرک میں، امام بیہقی نے السنن میں، ضیاء نے المختارہ میں ابن جریر اور امام طحاوی ان سب نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا ہے چنانچہ جلیل القدر امام جلال الدین سیوطی نے اپنی جامع کبیر کی پہلی قسم میں اسے ذکر فرمایا اور ابن جریر اور امام طحاوی کا میں نے اضافہ کیا ہے **قلت** (میں کہتا ہوں کہ) اس سے معلوم ہوا کہ صاحب مشکوٰۃ کا صرف ابن ماجہ پر اکتفاء کرنا بے محل ہے پھر حدیث مذکور پر سکوت کیا گیا لیکن ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم اور ضیاء نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔علامہ مناوی نے التیسیر میں اسناد حسن اور ابن حبان اور حاکم کی تصحیح کا قول ذکر کیا ہے۔علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس پر اعتراض ہے اھ، **اقول**: (میں کہتا ہوں) لیکن اس میں مفضل بن فضالہ بصری (حرف باء کے ساتھ) مبارک کا بھائی ہے چنانچہ التقریب میں کہا کہ وہ ضعیف ہے امام ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے ہم اس کو صرف یونس بن محمد بواسطہ مفضل بن فضالہ پہچانتے ہیں اور یہ مفضل بن فضالہ شیخ بصری ہے جبکہ اسی نام کا ایک دوسرا مفضل بن فضالہ شیخ مصری ہے جو اس پہلے سے زیادہ ثقہ اور زیادہ مشہور ہے۔

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث کل معی بسم الله ثقه بالله مکتبہ امام شافعی الریاض ۲/ ۲۲۰

[2] تقریب التھذیب لابن حجر عسقلانی ترجمہ ۶۸۸۱ دار الکتب العلمیه بیروت ۲/ ۲۰۹

وروی شعبة هذا الحدیث عن حبیب بن الشهید عن ابن بریدة قال ابن عمر اخذ بید مجذوم "وحدیث شعبة اشبه عندی واصح [1] اهـ واخرج ابن عدی [2] فی الکامل هٰذا الحدیث للمفضل المذکور وقال لم ارفی حدیثه انکر من الحدیث قال ورواه شعبة عن حبیب عن ابن بریدة ان عمر اخذ بید مجذوم الحدیث [3] اهـ ولم یذکر الذهبی فی المیزان فی المفضل هذا جرحا مفسرا بل ولاغیر مفسر مما یبلغ درجة التضعیف البتة انما نقل عن یحیٰی [4] انه قال لیس هو بذاك وعن الترمذی [5] ماقدمنا ان المصری اوثق منه وعن النسائی [6] انه قال لیس بالقوی۔ **اقول:** ولا یخفی علیك البون البین بین لیس بالقوی و لیس بقوی وقد روی عنه ذاك المؤدب الثقة الثبت	محدّث شعبہ نے اس حدیث کو حبیب بن شہید بواسطہ ابن بریدہ روایت کیاہے اور کہاہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک جذامی کاہاتھ پکڑا، میرے نزدیک محدّث شعبہ کی روایت زیادہ ثابت اور زیادہ صحیح ہےاھ۔ محدّث ابن عدی نے الکامل میں اس حدیث کو مفضل مذکور کے حوالہ سے اس کی تخریج کی اور کہاہے کہ میں نے اس سے زیادہ منکر کوئی حدیث نہیں دیکھی، پھر اس نے کہا شعبہ نے حبیب سے بواسطہ ابن بریدہ اس حدیث کو روایت کیاہے کہ حضرت عمر فاروق نے ایک جذامی کاہاتھ پکڑا (الحدیث) اھ، علامہ ذہبی نے المیزان میں اس مفضل کے بارے میں کوئی مفصل یا غیر مفصل جرح ذکر نہیں کی بلاشبہہ جو درجہ تضعیف تک پہنچتی ہے، اور یحیٰی سے نقل کیاگیاکہ اس نے کہاکہ یہ اس درجہ کی حدیث نہیں، امام ترمذی کے حوالے سے ہم پہلے بیان کرآئے ہیں کہ شیخ مصری، شیخ بصری سے زیادہ ثقہ (مستند ومعتبر) ہے۔ امام نسائی سے مروی ہے کہ وہ قوی نہیں۔ **اقول:** (میں کہتاہوں کہ) تم پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ لیس بالقوی اور لیس بقوی دونوں میں واضح اور کھلافرق ہے بلا شبہہ اس مؤدب ثقہ مثبت نے اس سے روایت

[1] جامع الترمذی کتاب الاطعمه باب ماجاء فی الاکل مع المجذوم امین کمپنی دہلی ۲/ ۴

[2] الکامل لابن عدی ترجمه مفضل بن فضاله مصری دار الفکر بیروت ۶/ ۲۴۰۴

[3] میزان الاعتدال للذہبی حدیث ۸۷۳۲ دار المعرفة بیروت ۴/ ۱۶۹

[4] میزان الاعتدال للذہبی حدیث ۸۷۳۲ دار المعرفة بیروت ۴/ ۱۶۹

[5] میزان الاعتدال للذہبی حدیث ۸۷۳۲ دار المعرفة بیروت ۴/ ۱۶۹

[6] میزان الاعتدال للذہبی حدیث ۸۷۳۲ دار المعرفة بیروت ۴/ ۱۶۹

وعبدالرحمٰن بن مهدی ذاك الجبل الشامخ الامام الحافظ قال البخاری فی علی بن عبدالله المعروف بابن المدینی مااستصغرت نفسی الاعنده وقال ابن المدینی فی عبدالرحمٰن هذا مارأیت اعلم منه و کذٰلك موسٰی بن اسمٰعیل ذاك الثقة الثبت وجماعة لاجرم حسنه الحافظ واطلاق الصحیح علی الحسن غیرمستنکر وقدصححه امام الائمة ابن خزیمة و من تبعه وقد وجدت له متابعا فان الامام الاجل اباجعفر الطحاوی اخرجه اولابالطریق المذکور فقال حدثنا فهد(یعنی ابن سلیمٰن بن یحیٰی)ثنا ابوبکر بن ابی شیبة ثنا یونس بن محمد الحدیث ثم قال حدثنا ابن مرزوق ثنا محمد بن عبدالله الانصاری ثنا اسمٰعیل بن مسلم عن ابی الزبیر عن جابر عن رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم مثله[1] اھ قلت وبه یعلم مافی کلام الامام الترمذی والله تعالٰی اعلم ،ثم اعلم انه	کی ہے۔عبدالرحمٰن ابن مہدی جو فن حدیث میں کوہ گراں ہے امام اور حافظ ہے امام بخاری نے علی بن عبداللہ جو ابن المدینی کے نام سے مشہور ہے کے متعلق فرمایا کہ میں نے صرف اس کے سامنے اپنے آپ کو چھوٹا سمجھا۔چنانچہ ابن المدینی نے عبدالرحمٰن کے بارے میں فرمایا میں نے اس سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا اور اسی طرح موسٰی بن اسمٰعیل ثقہ، ثبت ہے۔اور ایک جماعت بلاشبہہ حافظ نے اس کی تحسین فرمائی اور حسن پر صحیح کا اطلاق غیر معروف نہیں۔امام الائمہ ابن خزیمہ اوران کے ہمنوا ائمہ نے اس کی تصحیح فرمائی اور بلاشبہہ میں نے اس کا متابع پایاہے کیونکہ جلیل الشان امام ابو جعفر طحاوی نے اوّلاً طریق مذکور سے اس کی تخریج فرمائی چنانچہ فرمایا ہم سے فہد یعنی ابن سلیمان بن یحیٰی نے بیان کیا،اس نے کہا ہم سے ابوبکر بن ابی شیبہ نے بیان کیااس نے کہاہم سے یونس بن محمد نے بیان کیا،الحدیث۔پھر فرمایا ہم سے ابن مرزوق نے بیان کیا اس سے محمد بن عبداللہ انصاری نے اس سے اسمٰعیل بن مسلم نے بیان کیا،اس نے ابوالزبیر سے اس نے جابر سے،انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اسی حدیث مذکور کی مثل روایت فرمائی اھ **قلت** (میں کہتاہوں کہ)اس سے امام ترمذی کے کلام کاحال معلوم کیاجاسکتاہے اور درحقیقت اللہ تعالٰی ہی سب کچھ اچھی طرح

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراھة باب الاجتناب من ذی داء الطاعون وغیرہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۱۷

وقع فی الجامع الصغیر لهذا الحدیث رمز حب.ك **اقول**: ولم اره فی المجتبی بل لیس فیه لان مداره علی ماذکر الترمذی علی المفضل کما علمت والمفضل هذا لیس من رواة النسائی اصلا وقد سقط الحدیث من نسخة سیدی علی المتقی قدس سره ولذا اورده من القسم الاوّل للجامع الکبیر وقد رمزله فیه د.ت.ه الخ وهو الصحیح الا ان یکون النسائی رواه فی الکبری فبالنظر الیه یقال ع وهو بعید ثم الواقع فی المشکٰوة[1] معزیا لابن ماجة ماذکرنا اعنی کل ثقة بالله وفی جامع الترمذی ثم قال کل بسم الله ثقة بالله وتوکلا علیه[2].قال العلامة علی القاری اما ترك المؤلف البسملة مع وجودها فی الاصول فاما محمولة علی روایة منفردة غریبة لابن ماجة اوعلی غفلة من صاحب المشکٰوة	پھر جان لیجئے کہ جامع الصغیر میں اس حدیث کے لئے یہ رمز (حب، ک) ہے **اقول**: (میں کہتاہوں کہ) میں نے اس کو مجتبٰی میں نہیں دیکھا بلکہ اس میں موجود ہی نہیں اس لئے کہ حدیث مذکور کامدار جیسا کہ امام ترمذی نے ذکرکیا مفضل پر ہے جیسا کہ آپ جانتے ہیں اور یہ مفضّل بالکل رواۃ نسائی میں سے نہیں۔ میرے آقا علی متقی قدس سرہ کے نسخہ سے حدیث مذکور ساقط ہو گئی ہے اس لئے امام سیوطی جامع کبیر کی پہلی قسم میں اسے لائے ہیں اور اس کے لئے یہ رمز (د، ت،ہ) پیش فرمائی الخ۔اور وہ صحیح ہے ہاں البتہ امام نسائی نے الکبرٰی میں اسے روایت فرمایا تو پھر اس کے پیش نظر (ع) کہاجائے گا لیکن وہ بعید ہے پھر مشکٰوۃ میں ابن ماجہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے وہی الفاظ واقع ہوئے جو ہم نے ذکر کئے ہیں، میری مراد "کل ثقة بالله"کے الفاظ سے ہے۔ اور جامع ترمذی کے الفاظ یہ ہیں، پھر حضوراقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کل بسم الله ثقةً بالله توکلا علیه (اللہ کا نام لے کر کھائیں اللہ تعالٰی پر اعتماد و بھروسا کرتے ہوئے)۔ علامہ علی قاری نے فرمایا مصنف علیہ الرحمۃ کابسم اللہ چھوڑ دینا باوجودیکہ وہ اصول میں مذکور ہے یاتو اس لئے ہے کہ یہ ابن ماجہ

[1] مشکٰوۃ المصابیح کتاب الطب باب الفال والطیرۃ مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۹۲

[2] جامع الترمذی ابواب الاطعمه باب ماجاء فی الاکل مع المجذوم امین کمپنی دہلی ۲/ ۴

او المصابیح[1] اھ۔**اقول**:سبحٰن اللہ ھو انما نقلہ عن ابن ماجۃ فلوزاد البسملۃ نسب الی الفضلۃ ثم لم یتفرد ابن ماجۃ بترك البسملۃ بل ھو کذٰلك عند ابی داؤد ایضا رواہ عن عثمٰن بن ابی شیبۃ عن یونس بن محمد وابن ماجۃ عن ابی بکر بن ابی شیبہ ومجاھد ابن موسٰی ومحمد بن خلف العسقلانی کلھم عن یونس بترك البسملۃ والترمذی عن احمد بن سعید الاشقر وابراھیم بن یعقوب کلاھما عن یونس مع البسملۃ فافھم۔	جانتاہے، کی منفرد غریب روایت پر محمول ہے یاصاحب مشکٰوۃ یاصاحب مصابیح کی غفلت کانتیجہ ہےاھ **اقول:** (میں کہتاہوں)اللہ تعالٰی (عیوب ونقائص سے) پاک ہے(یعنی بڑا تعجب ہے)اس لئے کہ صاحب مشکٰوۃ نے اسے ابن ماجہ سے نقل فرمایاہے اگربسم اللہ شریف کااضافہ کرتے توزیادتی کی طرف منسوب ہوتے اور ترک بسم اللہ کے معاملہ میں ابن ماجہ ہی منفرد نہیں بلکہ ابوداؤد کے نسخہ میں بھی یونہی بسم اللہ متروک ہے چنانچہ امام ابوداؤد نے عثمان ابن ابی شیبہ سے بواسطہ یونس بن محمد اس کوروایت کیاہے اور ابن ماجہ نے ابوبکر بن ابی شیبہ، مجاہد بن موسٰی اور محمد بن خلف عسقلانی کے حوالہ سے اسے روایت کیاہے،سب نے بواسطہ یونس بسم اللہ کے بغیر روایت کی اور امام ترمذی نے بواسطہ احمد بن سعید اشقراور ابراہیم بن یعقوب بحوالہ یونس "بسم اللہ"سمیت اس کو روایت کیاہے۔اس مقام کو سمجھ لیجئے۔(ت)

سولھویں حدیث: میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کل مع صاحب البلاء تواضعا لربك وایمانا۔رواہ الامام الاجل الطحاوی[2] عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ **قلت** ھکذا اوردہ فی الجامع کل باللام والذی رایتہ الامام الطحاوی کن بالنون،واللہ تعالٰی اعلم۔	بلاء والے کے ساتھ کھانا کھااپنے رب کے لئے تواضع اور اس پر سچے یقین کی راہ سے۔(جلیل القدر امام طحاوی نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیاہے۔ **میں کہتاہوں** اسی طرح الجامع میں لفظ کل(حرف لام کے ساتھ) ہے لیکن میں نے امام طحاوی کے نسخہ میں کن(حرف نون کے ساتھ) دیکھاہے۔اور اللہ تعالٰی سب سے بہتر جانتاہے۔(ت)

[1] مرقات المفاتیح کتاب الطب والرقی الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۵۱

[2] شرح معانی الآثار کتاب الکراھۃ باب الاجتناب من ذی داء الطاعون الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۱۷

سترہویں حدیث: میں ہے کہ ایک بی بی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مجذوموں کے حق میں فرماتے:

فروامنھم کفرارکم من الاسد۔	ان سے ایسا بھاگو جیسا شیر سے بھاگتے ہو۔

ام المومنین (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا:

کلا ولکنه لاعدوی فمن عادی الاول۔ رواہ ابن جریر عن نافع بن القاسم عن جدته فطیمة۔[1]	ہرگز نہیں، بلکہ یہ فرماتے تھے کہ بیماری اُڑ کر نہیں لگتی جسے پہلے ہوئی اسے کس کی اُڑ کر لگی۔ (ابن جریر نے حضرت نافع بن قاسم سے بحوالہ اس کی دادی فطیمہ کے اسے روایت کیا ہے۔ت)

اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) ام المومنین کا یہ انکار اپنے علم کی بناء پر ہے یعنی میرے سامنے ایسا نہ فرمایا بلکہ یوں فرمایا اور ہے یہ کہ دونوں ارشاد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بصحت کافیہ ثابت ہیں۔

اٹھارہویں سے تیس: تک حدیث جلیل عظیم صحیح مشہور بلکہ متواتر جس سے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے استدلال کیا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لاعدوی۔ رواہ الائمة احمد والشیخان[2] وابوداؤد وابن ماجة عن ابی ھریرةعـــہ	بیماری اُڑ کر نہیں لگتی (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، بخاری و مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ اس کو حضرت ابوہریرہ

عـــہ: رواہ عنه بطریق کثیرة شتی ھم والامام الطحاوی والدارقطنی فی المتفق والخطیب والبیھقی وابن جریر واٰخرون وان نسیه ابوھریرة رضی اللہ تعالٰی عنه من بعد کما رواہ البخاری والطحاوی وابن جریر وغیرھم ۱۲منه۔	متعدد و مختلف طریقوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے حدیث مذکور کو ان ائمہ مذکورین امام طحاوی اور امام دارقطنی نے متفق میں، خطیب، بیہقی، ابن جریر اور کچھ دوسروں نے اسے روایت کیا ہے اگرچہ بعد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اسے بھول گئے تھے جیسا کہ بخاری، طحاوی اور ابن جریر وغیرہ نے اسے روایت کیا ہے ۱۲منہ (ت)

[1] کنزالعمال بحوالہ ابن جریر حدیث ۲۸۵۰۷ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱۰/ ۹۷

[2] صحیح البخاری کتاب الطب باب الجذام ۲/ ۸۵۹ و صحیح مسلم کتاب السلام باب لاعدوٰی ۲/ ۲۳۰، سنن ابی داؤد کتاب الکھانة والتطیر ۲/ ۱۹۰ و مسند احمد بن حنبل عن ابی ھریرہ ۲/ ۲۶۷ و ۳۲۷

واحمد والستة الاالنسائی[1] عن انس واحمد و الشیخان وابن ماجة[2] والطحاوی عن ابن عمر و احمد ومسلم والطحاوی عن السائب[3] بن یزید و هم وابن جریر جمیعا عن جابر[4] واحمد والترمذی و الطحاوی[5] عن ابن مسعود واحمد وابن ماجة و الطحاوی والطبرانی و ابن جریر عن ابن عباس[6] والثلثة الاخیرة عن	رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، نیز امام احمد اور دیگر چھ ائمہ نے سوائے امام نسائی کے سب نے اس کو روایت کیا ہے اور ان پانچ ائمہ نے حضرت انس سے روایت کی ہے۔امام احمد، بخاری، مسلم، ابن ماجہ اور امام طحاوی نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت فرمائی نیزامام احمد، مسلم اور طحاوی نے حضرت سائب بن یزید سے روایت کی۔ابن جریر اور ان سب نے حضرت جابر سے روایت کی۔ امام احمد، ترمذی اور طحاوی نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی۔امام احمد، ابن ماجہ، طحاوی، طبرانی

[1] صحیح البخاری کتاب الطب باب لاعدوٰی ۲/ ۸۵۹ و صحیح مسلم باب الطیرۃ والفال ۲/ ۲۳۱، سنن ابی داؤد کتاب الکھانة والتطیر ۲/ ۱۹۰ و سنن ابن ماجه ابواب الطب ص۲۶۱، مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه ۳/ ۱۳۰و ۱۵۴

[2] صحیح البخاری کتاب الطب ۲/ ۸۵۹ و کنزالعمال بحواله حم وابن ماجه ۱۰/ ۱۱۸ سنن ابن ماجه ابواب الطب ۲۶۱

[3] صحیح مسلم کتاب السلام باب لاعدوٰی ۲/ ۲۳۰ و مسند احمد بن حنبل عن السائب بن یزید ۳/ ۴۵۰ شرح معانی الآثار ۲/ ۴۱۶

[4] صحیح مسلم کتاب السلام باب لاعدوٰی ۲/ ۲۳۱ و مسند احمد بن حنبل عن جابر ۳/ ۲۹۳ شرح معانی الآثار ۲/ ۴۱۷

[5] جامع الترمذی ابواب القدر ۲/ ۳۷ و مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود ۱/ ۴۴۰ شرح معانی الآثار ۲/ ۴۱۶

[6] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس ۱/ ۲۶۹ و سنن ابن ماجه ابواب الطب ص۲۶۱ شرح معانی الآثار ۲/ ۴۱۶

ابی امامة[1] وابن خزیمة والطحاوی وابن حبان وابن جریر عن سعد[2] بن ابی وقاص والامام الطحاوی[3] عن ابی سعید الخدری والشیرازی فی الالقاب و الطبرانی فی الکبیر والحاکم وابونعیم فی الحلیة عن عمیر[4] بن سعد الانصاری والطبرانی وابن عساکر عن عبدالرحمٰن[5] بن ابی عمیرة المزنی و ابن جریر عن ام المومنین[6] وایضا صححه والقاضی محمد ابن عبدالباقی الانصاری فی جزئه الحدیثی عن امیر المؤمنین علی کرم الله وجهه الکریم بلفظ لایعدی سقیم صحیحا[7] لخصناه عن الجامع الکبیر مع جمع وزیادات۔	اور ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور آخری تین ائمہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی نیز ابن خزیمہ، طحاوی، ابن حبان اور ابن جریر نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ اور امام طحاوی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، نیز شیرازی نے القاب میں طبرانی نے الکبیر میں حاکم اور ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ طبرانی اور ابن عساکر نے حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی عمیرہ مزنی سے روایت کی، ابن جریر نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کرکے اس کی تصحیح فرمائی اور قاضی محمد ابن عبدالباقی انصاری نے اپنے جزء الحدیثی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان الفاظ سے روایت فرمائی کسی بیمار سے بیماری اُڑ کر کسی تندرست کو نہیں لگتی، یہ ہم نے جامع کبیر سے جمع کیا اور اضافوں کے ساتھ اس کا ملخص پیش کیا ہے۔ (ت)

[1] شرح معانی الآثار کتاب الکراھة ۲/ ۳۱۷ و المعجم الکبیر حدیث ۷۷۶۲، ۷۷۶۱ /۸ ۲۱۶

[2] الجامع الکبیر بحواله ابن خزیمه والطحاوی وابن حبان عن سعد بن ابی وقاص حدیث ۲۶۱۸۴ بیروت ۸/ ۲۹۹

[3] الجامع الکبیر بحواله ابن جریر والطحاوی والشیرازی فی الالقاب عن ابی سعد حدیث ۲۶۱۸۵ بیروت ۸/ ۲۹۹

[4] الجامع الکبیر بحواله الشیرازی فی الالقاب(طب، حل، کر) عن عمیر بن سعد حدیث ۲۶۱۸۶ بیروت ۸/ ۲۹۹

[5] کنزالعمال بحواله کر عن عبدالرحمن حدیث ۲۸۶۰۸ مؤسسة الرساله بیروت ۱۰/ ۱۲۰

[6]

[7] کنزالعمال بحواله ابن جریر عن علی حدیث ۲۸۶۳۶ موسسة الرساله بیروت ۱۰/ ۱۲۶، سنن ابی داؤد کتاب الکهانة ۲/ ۱۹۰ و شرح معانی الآثار ۲/ ۳۱۶

اسی حدیث کے متعدد طرق میں وہ جواب قاطع ہر شک وارتیاب ارشاد ہوا جسے ام المومنین نے اپنے استدلال میں روایت فرمایا صحیحین وسنن ابی داؤد وشرح معانی الآثار امام طحاوی وغیرہا میں حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ بیماری اُڑ کر نہیں لگتی، ایک بادیہ نشین نے عرض کی: یارسول اللہ! پھر اونٹوں کا یہ کیا حال ہے کہ وہ ریتی میں ہوتے ہیں جیسے ہرن یعنی صاف شفاف بدن ایک اُونٹ خارش والا آکر اُن میں داخل ہوتا ہے جس سے خارش ہوجاتی ہے۔ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: **فمن اعدی الاول**[1] اس پہلے کو کس کی اُڑ کر لگی، احمد و مسلم وابوداؤد، وابن ماجہ کے یہاں حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے ارشاد فرمایا: **ذٰلکم القدر فمن اجرب الاول**[2] یہ تقدیری باتیں ہیں بھلا پہلے کو کس نے کھجلی لگادی، یہی ارشاد احادیث مذکورہ عبداللہ بن مسعود وعبداللہ بن عباس وابوامامہ وعمیر بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہم میں مروی ہوا، حدیث اخیر میں اس توضیح کے ساتھ ہے کہ فرمایا:

الم تروا الی البعیر یکون فی الصحراء فیصبح وفی کرکرتہ اوفی مراق بطنہ نکتۃ من جرب لم تکن قبل ذٰلك فمن اعدی الاول[3]۔	کیا دیکھتے نہیں کہ اونٹ جنگل میں ہوتا ہے یعنی الگ تھلگ کہ اس کے پاس کوئی بیمار اونٹ نہیں صبح کو دیکھو تو اس کے بیچ سینے یا پیٹ کے نرم جگہ میں کھجلی کا دانہ موجود ہے بھلا اس پہلے کو کس کی اُڑ کر لگ گئی۔

اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) حاصل ارشاد یہ ہے کہ قطع تسلسل کے لئے ابتداءً بغیر دوسرے سے منتقل ہوئے خود اس میں بیماری پیدا ہونے کا ماننا لازم ہے تو حجت قاطعہ سے ثابت ہوا کہ بیماری خود بخود بھی حادث ہوجاتی ہے اور جب یہ مسلم ہے تو دوسرے میں انتقال کے سبب پیدا ہونا محض وہم علیل وادعائے بے دلیل رہا، جب ایک میں خود پیدا ہوسکتی ہے تو یوہیں ہزار میں:

فلایوسوسن العدو الرجیم فی قلب مریض	مردود دشمن (شیطان) کہیں مریض کے دل میں

---

[1] صحیح البخاری باب لاعدوی ۲/ ۸۵۹ و صحیح مسلم باب لاعدوٰی ۲/ ۲۳۰، سنن ابی داؤد کتاب الکھانۃ ۲/ ۱۹۰ و شرح معانی الآثار ۲/ ۴۱۶

[2] کنز العمال بحوالہ حم وابن ماجہ حدیث ۲۸۵۹۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۱۸ سنن ابن ماجہ ابواب الطب ص ۲۶۱

[3] کنز العمال بحوالہ طب. حل. ك عن عمیر بن سعد حدیث ۲۸۶۱۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۲۱

ان القائلین بالاعداء لایحصرون المرض فیه حتی یلزمهم اعداء الاول فافهم وتثبت۔	یہ وسوسہ نہ ڈال دے کہ تجاوزِ مرض کے قائل مرض کو اس تعدیہ میں بند تونہیں کرتے کہ ان پر یہ الزام ہو کہ پہلے مریض کو مرض کیسے لگ گیا، پس سمجھ لیجئے اور ثابت رہئے۔ (ت)

اکتیسویں حدیث: کہ امام احمد وبخاری ومسلم وابوداؤد وابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسی قدر روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لایوردن ممرض علی مصح[1]۔	ہرگز بیمار جانور تندرست جانوروں کے پاس پانی پلانے کو نہ لائے جائیں۔

بیہقی نے سنن میں یوں مطولاً تخریج کی کہ ارشاد فرمایا:

لاعدوی ولایحل الممرض علی المصح ولیحل المصح حیث شاء فقیل یارسول اللہ ولم ذٰلك قال لانه اذی[2]۔واللہ تعالٰی اعلم۔	بیماری اڑ کر نہیں لگتی اور تندرست جانوروں کے پاس بیمار جانور نہ لائیں اور تندرست جانور والا جہاں چاہے لے جائے، عرض کی گئی یہ کس لئے؟ فرمایا: اس لئے کہ اس میں اذیت ہے یعنی لوگ بُرا مانیں گے انہیں ایذا ہوگی۔واللہ تعالٰی اعلم
قلت وقد رواہ مالك فی مؤطاہ انه بلغه عن بکیر بن عبداللہ بن الاشج عن ابن عطیة ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلّم	**قلت** (میں کہتا ہوں) امام مالک نے اپنی مؤطا میں اسے یوں روایت کیا کہ حدیث مذکور انہیں بکیر بن عبداللہ بن اشج سے بواسطہ ابن عطیہ اس طرح پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

[1] صحیح مسلم کتاب السلام باب لاعدوی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۰، سنن ابی داؤد کتاب الکهانة باب فی الطیرۃ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۹۰، سنن ابن ماجہ ابواب الطب باب الجذام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۲۶۱، صحیح البخاری کتاب الطب قدیمی کتب خانہ ۲/ ۸۵۹، مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ دار الفکر بیروت ۲/ ۴۰۶ و ۴۳۴

[2] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب النکاح باب لایورد ممرض علی مصح دار صادر بیروت ۷/ ۲۱۷

قال لاعدوی ولاھام ولاصفر ولایحل الممرض علی المصح ولیحلل المصح حیث شاء فقالوا یارسول اللہ وماذاك فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ اذی [1]،ھکذا رواہ یحیی مرسلا وتابعہ جماعۃ من رواۃ المؤطا وخالفھم القعنبی وعبداللہ بن یوسف وابومصعب ویحیی بن بکیر فجعلوہ عن ابی عطیۃ عن ابی ھریرۃ موصولا غیران ابن بکیر قال عن ابی عطیۃ ولاخلف فھو عبداللہ بن عطیۃ الاشجعی ویکنی اباعطیۃ ووھم بعض رواۃ المؤطا فی جعلہ عن ابی عطیۃ عن ابی برزۃ وانما ھو عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما افادہ الزرقانی [2]۔	ارشاد فرمایا: کسی مرض میں تعدیہ نہیں (کہ مرض اُڑ کر دوسرے تندرست آدمی کو لگ جائے) اور اُلّو وغیرہ میں نحوست نہیں، ماہ صفر کی آمد میں نحوست نہیں۔ بیمار جانور کو تندرست جانور کے پاس نہ لائیں بلکہ تندرست جانور کو جہاں چاہیں لے جائیں۔ لوگوں نے عرض کیا یہ کیوں یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس میں اذیت ہے یعنی لوگوں کو ایذا ہوگی۔ یحیٰی نے بطور ارسال (ذکر سند کے بغیر) اس کو روایت کیا اور مؤطا کے راویوں کی جماعت نے اس کی متابعت کی۔ قعنبی، عبداللہ بن یوسف، ابومصعب اور یحیٰی بن بکیر نے ان کی مخالفت کی۔ لہٰذا ابواسطہ ابن عطیہ حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے اسے موصول قرار دیا مگر یہ کہ ابن بکیر نے ابن عطیہ سے کہا اور اس میں کوئی خلاف نہیں اس لئے کہ وہ عبداللہ بن عطیہ اشجعی ہے البتہ اس کی کنیت ابو عطیہ ہے، بعض رواۃ مؤطا کو یہ وہم ہوا کہ انہوں نے اس حدیث کو عن ابی عطیہ عن ابی برزہ کی سند سے ذکر کیا حالانکہ یہ حضرت ابوہریرہ کی سند سے مروی ہے (اللہ تعالٰی ان دونوں سے راضی ہو) علامہ زرقانی نے اس کا افادہ کیا۔ (ت)

یہ حدیث دونوں مضمون کی جامع ہے۔

بتیسویں حدیث: صحیح جلیل کہ ایسا ہی رنگ جامعیت رکھتی ہے صحیح بخاری شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاعدوی وفرمن الجذوم کما تفر من الاسد [3]،اوردہ الامام الجلیل الجلال السیوطی	بیماری اُڑ کر نہیں لگتی اور جذامی سے بھاگ جیسا شیر سے بھاگتا ہے۔ جلیل القدر امام جلال الدین سیوطی

[1] مؤطا امام مالك کتاب الجامع باب عیادۃ المریض والطیرۃ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۱ ۷

[2] شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالك کتاب الجامع باب عیادۃ المریض والطیرۃ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۳۳۳

[3] صحیح البخاری کتاب الطب باب الجذام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۵۰

فی جامعه الکبیر بهٰذا اللفظ عازیا لابن جریر عن ابی قلابة[1] وفی قسمه الاوّل بلفظ لاعدوی ولاطیرة ولاھامة ولاصفر واتقوا المجذوم کما تتقوا الاسد عازیا[2] لسنن البیهقی عن ابی هریرة،و اورده فی اول الجامع ایضا بلفظ لاعدوی ولاطیرة ولاھامة ولا صفروفرمن المجذوم کما تفرمن الاسد عازیا لاحمد[3] والبخاری عن ابی هریرة،وهو کذٰلك فی الجامع الصحیح وبه ظهر ماقدمنا ان العزو یتبع اللفظ فبالنظر الی حدیث ابی قلابة عددناه بحیاله ولذا اوردناه بلفظه وهو بعینه لفظ البخاری وان اشتمل علی زیادات لاتوقف لهذا المعنی علیها،**اقول:** وابوقلابة هذا هو عبدالله بن زید الجرمی	اپنی جامع کبیر میں ابوقلابہ کے حوالہ سے امام ابن جریر کی طرف سے نسبت کرتے ہوئے اس لفظ سے لائے ہیں اور اس کی پہلی قسم میں ان الفاظ سے لائے ہیں "لاعدوی" یعنی کوئی مرض اُڑ کر نہیں لگتا،"ولاھامة" نہ اُلّو میں نحوست ہے، "ولاصفر" نہ ماہ صفر کی آمد میں کوئی نحوست ہے۔جذامی سے اس طرح بچو جس طرح شیروں سے بچتے ہو (یعنی بھاگتے ہو) بواسطہ ابوہریرہ سنن بیہقی کی طرف نسبت کرتے ہوئے۔ نیز جامع کی ابتداء میں امام سیوطی ان الفاظ سے لائے ہیں کسی مرض میں تجاوز نہیں نہ الّو میں نحوست ہے نہ ماہ صفر میں،جذامی سے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔ مسند احمد اور بخاری کی طرف نسبت کرتے ہوئے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے۔اور وہ جامع صحیح میں اسی طرح ہے۔اس سے ظاہر ہوگیا کہ جو کچھ ہم پہلے بیان کرآئے ہیں کہ نسبت کرنی لفظ کے تابع ہوتی ہے پھر ابوقلابہ کی حدیث کے پیش نظر ہم نے اس کے مقابل سے اس کا شمار کیا ہے اس لئے ہم اسے اسی لفظ سے لائے ہیں اور وہ بعینہٖ بخاری کے الفاظ ہیں اگرچہ وہ کچھ اضافوں پر شامل ہے پس اس معنی کا ان پر

[1] جامع الاحادیث للسیوطی مسند ابی قلابہ حدیث ۱۰۱۴۶ دارالفکر بیروت ۱۷/ ۳۱۴

[2] جامع الاحادیث للسیوطی حدیث ۲۶۱۹۱ دارالفکر بیروت ۸/ ۳۰۰

[3] جامع الاحادیث للسیوطی حدیث ۲۶۱۶۸ دارالفکر بیروت ۸/ ۲۹۷

من ثقات التابعین وعلمائهم کثیرالارسال وکان الاولی ان ینبه علیه ثم ان العلامة الشمس السخاوی قال فی حدیث اتقوا ذوی العاهات المعنی فرمن المجذوم فرارك من الاسد کما ورد فی بعض الفاظ الحدیث وهو متفق علیه عن ابی هریرة مرفوعا بمعناه[1] اھ ورأیتنی کتبت علیه مانصه اقول:لم اره لمسلم انما فیه قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لمجذوم انا قد بایعناك فارجع[2] نعم هو فی حدیث البخاری بلفظ فر من المجذوم کما تفر من الاسد[3] والیه وحده عزاه فی المشکٰوة[4] وکذا الامام النووی فی شرح مسلم تحت حدیثه المذکور[5] وکذا الامام السیوطی فی اول جامعه الکبیر[6]،فالله تعالٰی اعلم۔	توقف نہیں(یہ معنی ان پر موقوف نہیں)**اقول**:(میں کہتا ہوں کہ) یہ ابوقلابہ عبداللہ ابن زید جرمی ہے جو ثقات تابعین اور ان کے علماء میں سے ہے یہ کثیرالارسال ہے، بہتر تو یہ تھا کہ وہ اس پر آگاہ(تنبیہ) کرتا۔علامہ شمس الدین سخاوی نے فرمایا کہ حدیث اتقوا ذوی العاھات کا معنی فرمن المجذوم فرارک من الاسد(یعنی جذامی آدمی سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو) جیسا کہ حدیث کے بعض الفاظ میں وارد ہوا ہے اور وہ بواسطہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ متفق علیہ مرفوع بالمعنٰی روایت ہے اھ مجھے یاد ہے میں نے اسی پر حاشیہ لکھا ہے عبارت یہ ہے **اقول**:(میں کہتا ہوں) میں نے اسے صحیح مسلم میں نہیں دیکھا،اس میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جذامی شخص کے بارے میں صرف یہی ارشاد مذکور ہے کہ ہم نے تمہیں(زبانی) بیعت کرلیا لہٰذا واپس چلے جاؤ،ہاں البتہ بخاری شریف کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں" جذامی شخص سے اس طرح بھاگو جس طرح تو

[1] المقاصد الحسنه حرف الهمزه حدیث ۲۱ دار الکتب العلمیه بیروت ص ۱۸

[2] صحیح مسلم کتاب السلام باب اجتناب المجذوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۳

[3] صحیح البخاری کتاب الطب باب الجذام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۵۰

[4] مشکٰوة المصابیح کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرة مجتبائی دہلی بھارت ص ۳۹۱

[5] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب السلام باب اجتناب المجذوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۳

[6] جامع الاحادیث للسیوطی حدیث ۲۶۱۶۸ دار الفکر بیروت ۸/ ۲۹۷

	شیر سے بھاگتا ہے" صرف اکیلے بخاری ہی کی طرف مشکوٰۃ میں اس کی نسبت کی گئی ہے۔اسی طرح امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کے ذیل میں لکھا ہے اور اسی طرح اپنی جامع کبیر میں ابتداءً امام سیوطی نے فرمایا: درحقیقت اللہ تعالٰی ہی سب کچھ جانتا ہے۔(ت)

اب بتوفیق اللہ تعالٰی تحقیق حکم سنئے **اقول**:**وباللہ التوفیق** (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ت) احادیث قسم ثانی تو اپنے افادہ میں صاف صریح ہیں کہ بیماری اُڑ کر نہیں لگتی، کوئی مرض ایک سے دوسرے کی طرف سرایت نہیں کرتا، کوئی تندرست بیمار کے قریب واختلاط سے بیمار نہیں ہوجاتا، جسے پہلے شروع ہوئی اسے کس کی اُڑ کر لگی۔ان متواتر وروشن وظاہر ارشادات عالیہ کو سن کر یہ خیال کسی طرح گنجائش نہیں پاتا کہ واقع میں تو بیماری اُڑ کر لگتی ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کا وسوسہ اٹھانے کے لئے مطلقًا اس کی نفی فرمائی، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واجلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی عملی کارروائی مجذوموں کو اپنے ساتھ کھلانا، ان کا جھوٹا پانی پینا، ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے پکڑ کر برتن میں رکھنا، خاص ان کے کھانے کی جگہ سے نوالہ اُٹھا کر کھانا جہاں منہ لگا کر انھوں نے پیا بالقصد اسی جگہ منہ رکھ کر خود نوش کرنا یہ اور بھی واضح کررہی ہے کہ عدوٰی یعنی ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جانا محض خیال باطل ہے ورنہ اپنے آپ کو بلا کے لئے پیش کرنا شرع ہرگز روا نہیں رکھتی،

قال اللہ تعالٰی "وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ"[1]۔	(اللہ تعالٰی نے فرمایا) آپ اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

رہیں قسم اول کی حدیثیں، وہ اس درجہ عالیہ صحت پر نہیں جس پر احادیث نفی ہیں ان میں اکثر ضعیف ہیں جیسا کہ ہم بیان و اشارہ کر آئے اور بعض غایت درجہ حسن ہیں، صرف حدیث اول کی تصحیح ہوسکتی ہے مگر وہی حدیث اس سے اعلٰی وجہ پر جو صحیح بخاری میں آئی خود اسی میں ابطال عدوٰی موجود کہ مجذوم سے بھاگو اور بیماری اُڑ کر نہیں لگتی، تو یہ حدیث خود واضح فرمارہی ہے کہ بھاگنے کا حکم اس وسوسہ واندیشہ کی بناء پر نہیں، معہذا صحت میں اس کا پایہ بھی دیگر احادیث نفی سے گرا ہوا ہے کہ اسے امام بخاری نے مسندًا روایت نہ کیا بلکہ بطور تعلیق،

حیث قال قال عفان وعفان ھذا	چنانچہ امام بخاری نے فرمایا عفان نے کہا یہ عفان

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۵

وان کان من شیوخ البخاری فکثیراما یروی عنه بالواسطة کما فی فتح الباری[1] وعدوله عن حدثنا المعتادله فی جمیع کتابه الی قال لایکون الا لوجه وھذا وان کان وصلا علٰی طریق ابن الصلاح فلیس المختلف فیه کالمتفق علیه وقدجزم المحقق علی الاطلاق فی باب العنین من فتح القدیر ان البخاری رواہ معلقا[2] ثم لعلك تقول مالك حصرت الصحة فی الحدیث الاوّل الیس فیما ذکرت حدیث انا قد بایعناك فارجع [3] **اقول:** انما یرویه مسلم، ھٰکذا حدثنا یحیٰی بن یحیٰی انا ھشیم ح قال وثنا ابوبکر بن ابی شیبه قال نا شریك بن عبدالله وھشیم بن بشیر عن یعلی بن عطاء عن عمرو بن الشرید عن ابیه رضی الله تعالٰی عنه[4]	اگرچہ شیوخ بخاری (اساتذہ بخاری) میں سے ہے تاہم اس سے بسا اوقات بالواسطہ روایت کرتے ہیں جیسا کہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے، امام بخاری کا حدثنا (جو تمام کتب میں حسب معمول وحسب عادت ہے) چھوڑ کر لفظ قال اختیار کرنا بغیر کسی وجہ کے نہیں ہوسکتا، اگرچہ علامہ ابن الصلاح کے طریقے پر یہ صورت وصل ہے تاہم مختلف فیہ، متفق علیہ کی طرح نہیں۔ محقق علی الاطلاق (ابن ہمام) نے فتح القدیر باب عنین میں اس پر یقین اور وثوق کیا کہ امام بخاری نے اسے معلق روایت کیا ہے پھر شاید آپ کہیں کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم نے پہلی حدیث میں صحت کو منحصر (بند) کردیا حالانکہ جو کچھ آپ نے ذکر کیا اس میں یہ حدیث ہے انا قد بایعناك فارجع واپس ہوجاؤ ہم نے تمہیں زبانی بیعت کرلیا۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں) امام مسلم اسے اس سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں ہم سے یحیٰی بن یحیٰی نے بیان کیا اسے ہشیم نے بتایا، "ح" ہم سے ابوبکر بن شیبہ نے بیان کیا اس نے کہا ہم سے شریک بن عبداللہ اور ہشیم بن بشیر نے بیان کیا اس نے یعلٰی بن عطاء اس نے عمرو بن شرید اس نے اپنے باپ سے روایت کیا

[1] فتح الباری شرح البخاری کتاب الطب باب الجذام مصطفی البابی مصر ۱۲ /۲۶۴

[2] فتح القدیر کتاب الطلاق باب العنین مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴ /۱۳۳

[3] صحیح مسلم کتاب السلام باب اجتناب المجذوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۲۳۳

[4] صحیح مسلم کتاب السلام باب اجتناب المجذوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۲۳۳

وقال ابن ماجة حدثنا عمرو بن رافع ثنا هشيم عن يعلى بن عطاء[1] الخ وهشيم بن شريك كلاهما مدلس وقد عنعنا قال فی التقريب هشيم بن بشير ثقة ثبت كثير التدليس والارسال الخفی[2] وقال فی شريك صدوق يخطیٔ كثيرا تغير حفظه منذ ولی القضاء بالكوفة[3] وقال فی تهذيب التهذيب قال عبدالحق الاشبيلی كان يدلس و قال ابن القطان كان مشهورا بالتدليس[4] اھ قال و يروی له مسلم فی المتابعات[5] اھ كما ھھنا اخرج له بمتابعة هشيم اما قول من قال ان عنعنة المدلسين فی الصحيحين محمول علی السماع فاقول: تقليد جامد ولاننكر تحسين الظن فليس التخمين كالتبيين اصلا۔	رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ محدّث ابن ماجہ نے فرمایا ہم سے عمرو بن رافع نے بیان کیا اس نے کہا ہم سے ہشیم نے بواسطہ یعلٰی بن عطاء بیان کیا الخ ہشیم اور شریک دونوں مُدلس ہیں اور دونوں نے عن عن کے الفاظ سے روایت کی ہے، چنانچہ التقریب میں فرمایا: ہشیم بن بشیر ثقہ، ثبت ہے مگر بہت زیادہ تدلیس اور ارسال خفی کرنے والا ہے۔ اور شریک کے متعلق فرمایا: سچا ہے لیکن کثیر الخطا ہے اس کے حافظہ میں تبدیلی آگئی تھی جب سے وہ کوفہ میں قاضی مقرر ہوا۔ تہذیب التہذیب میں کہا کہ عبدالحق اشبیلی نے فرمایا: وہ تدلیس کیا کرتا تھا۔ اور ابن القطان نے فرمایا: وہ تدلیس میں مشہور تھا اھ۔ فرمایا: امام مسلم اس سے متابعات میں روایت کرتے تھے اھ۔ جیسا کہ یہاں ہشیم کی متابعت میں اس سے تخریج فرمائی۔ لیکن جس نے یہ کہا کہ تدلیس کرنے والوں کا بخاری و مسلم میں عن عن کہنا سماع پر محمول ہے **فاقول:** (تو میں کہتا ہوں کہ) یہ محض اندھی تقلید ہے اگرچہ ہم حسن ظن کے منکر نہیں تاہم تخمین (اٹکل پچّو سے کچھ کہنا) بالکل صاف بیان کرنے کی طرح نہیں ہوسکتا۔ (ت)

کوئی حدیث ثبوت عدوٰی میں نص نہیں، یہ تو متواتر حدیثوں میں فرمایا کہ بیماری اُڑ کر نہیں لگتی، اور یہ ایک حدیث میں بھی نہیں آیا کہ عادی طور پر اُڑ کر لگ جاتی ہے۔ حدیث چہارم کہ "جذامیوں کو نظر جما کر نہ دیکھو ان کی طرف تیز نگاہ نہ کرو" صاف یہ محمل رکھتی ہے کہ ادھر زیادہ دیکھنے سے تمہیں گھِن آئے گی نفرت پیدا ہوگی ان

[1] سنن ابن ماجه ابواب الطب باب الجذام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۱

[2] تقریب التهذیب لابن حجر عسقلانی تحت حرف الهاء ترجمہ ۷۳۳۸ دار الکتب العلمیه بیروت ۲/ ۲۶۹

[3] تقریب التهذیب لابن حجر عسقلانی تحت حرف الشین المعجمه ترجمہ ۲۷۹۵ دار الکتب العلمیه بیروت ۱/ ۴۱۷

[4] تهذیب التهذیب من اسمه شریك ترجمه شریك بن عبدالله ۵۷۷ دائرة المعارف النظامیه حیدر آباد دکن بھارت ۴/ ۳۳۷

[5] تهذیب التهذیب من اسمه شریك ترجمه شریك بن عبدالله ۵۷۷ دائرة المعارف النظامیه حیدر آباد دکن بھارت ۴/ ۳۳۷

مصیبت زدوں کو حقیر سمجھوگے، ایک تو یہ خود حضرت عزّت کو پسند نہیں پھر اس سے ان گرفتاران بلا کو ناحق ایذا پہنچے گی، اور یہ روا نہیں۔ علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

(لاتحدوا النظر) لانه اذی ان لاتعافوهم فتزدروهم اوتحتقروهم [1]۔	(نظریں جماکر جذامیوں کو نہ دیکھو) اس لئے کہ یہ ایذا ہے کہیں تم ان سے گھن نہ کرنے لگو اور ان کو عیب دار سمجھتے ہوئے تحقیر نہ کرنے لگو۔ (ت)

علامہ فتنی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

لاتدیموا النظر الی المجذومین لانه اذا ادامه حقره و تاذّی به المجذوم [2]۔	نگاہ جما کر جذامیوں کو نہ دیکھو اس لئے کہ یہ ایذا ہے جب کوئی نگاہ جما کر انہیں دیکھے تو انہیں حقیر سمجھے گا اور جذامیوں کو اس طرح تکلیف ہوگی۔ (ت)

حدیث ششم میں کہ ان ثقفی سے فرمایا: "پلٹ جاؤ تمہاری بیعت ہوگئی" متعدد وجوہ ہیں:

(۱) انہیں مجلس اقدس میں نہ بلایا کہ حاضرین دیکھ کر حقیر نہ سمجھیں۔

(۲) حضار میں کسی کو دیکھ کر یہ خیال نہ پیدا ہو کہ ہم ان سے بہتر ہیں، خود بینی اس مرض سے بھی سخت تر بیماری ہے۔

(۳) مریض اہل مجمع کو دیکھ کر غمگین نہ ہو کہ یہ سب ایسے چین میں ہیں اور وہ بلا میں، تو اس کے قلب میں تقدیر کی شکایت پیدا ہوگی۔

(۴) حاضرین کا لحاظ خاطر فرمایا کہ عرب بلکہ عرب وعجم جمہور بنی آدم بالطبع ایسے مریض کی قربت سے بُرا مانتے ہیں نفرت لاتے ہیں۔

(۵) اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) ممکن کہ خاطر مریض کا لحاظ فرمایا کہ ایسا مریض خصوصًا نو مبتلا خصوصًا ذی وجاہت مجمع میں آتے ہوئے شرماتا ہے۔

(۶) اقول: ممکن کہ مریض رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاتھوں سے رطوبت نکلتی تھی تو نہ چاہا کہ مصافحہ فرمائیں، غرض واقعہ حال محل صد گونہ احتمال ہوتا ہے حجت عام نہیں ہوسکتا۔ مجمع البحار میں ہے:

ارجع فقد بایعناك انمارده	واپس چلے جاؤ بے شک میں نے تمہیں (زبانی)

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث لاتحدوا النظر الی مجذومین مکتبہ امام شافعی الریاض ۲/ ۴۹۱

[2] مجمع بحار الانوار تحت حرف الجیم تحت لفظ "جذام" مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۱/ ۳۳۶

لئلا ینظر الیه اصحابه صلی الله تعالٰی علیه وسلم فیزدرونه ویرون لانفسهم علیه فضلا فیدخلهم العجب اولئلا یحزن المجذوم برؤیة النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم واصحابه ومافضلوا به فیقل شکره علی بلاء الله تعالٰی[1]۔	بیعت کرلیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جذامی شخص کو لوٹادیا تاکہ حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام اسے دیکھ کر کہیں حقیر اور گھٹیانہ سمجھنے لگیں اور اپنے آپ کو اس پر ترجیح نہ دینے لگیں۔ اس طرح ان میں خود بینی پیدا ہو جائے گی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ ذی شان کو اور ان کے فضل و شرف کو دیکھنے سے کہیں جذامی غمگین نہ ہو، پھر اللہ تعالٰی کی مصیبت اور بلا پر اس کے جذبات شکر میں کمی نہ آجائے۔ (ت)

حدیث ہفتم کہ بچھونا لپیٹنے کو فرمایا **اقول:** (میں کہتا ہوں۔ت) ممکن کہ اس لئے فرمایا ہو کہ مریض کے پاؤں سے رطوبت نہ ٹپکے۔

حدیث ہشتم کہ اگر کوئی بیماری اُڑ کر لگتی ہو تو جذام ہے۔ "اگر" کا لفظ خود بتارہا ہے کہ اُڑ کر لگنا ثابت نہیں۔ تیسیر میں ہے:

قوله ان کان، دلیل علی ان هذا الامر غیر محقق عنده[2] اھ **اقول:** حمله علی الشك وماکان ینبغی وانّما حقه ان نقول قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان کان فی شیئ من ادویتکم خیر ففی شرطة محجم او شربة من عسل الحدیث رواه احمد[3] والشیخان والنسائی عن جابر	گزشتہ حدیث میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد حرف "اِنْ" اس بات کی دلیل ہے کہ یہ امر آپ کے نزدیک ثابت اور محقق نہیں اھ۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں۔ت) اس کو شک پر محمول کرنا ہر گز مناسب نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ ہم یوں کہیں کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: (لوگو!) اگر تمہاری کسی دوا اور علاج میں خیر ہو تو پچھنے لگوانے اور شہد پینے میں ہے (الحدیث) امام احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے حضرت جابر

[1] مجمع بحارالانوار حرف الجیم تحت لفظ "جذام" مکتبہ دارالایمان مدینہ منورہ ۱/ ۳۳۶

[2] تیسیر شرح جامع صغیر تحت حدیث ان کان شیئ من الداء الخ مکتبہ امام شافعی ریاض ۱/ ۳۷۳

[3] صحیح بخاری کتاب الطب باب الدواء بالعسل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۴۸، صحیح مسلم کتاب السلام باب لکل داء دواء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۲۵

رضی اللہ تعالٰی عنہ ولاشك ان فی العسل خیرا کما نطق بہ القراٰن العزیز وفی الحجامۃ ایضا کما دل علیہ المستفیض من الاحادیث القولیۃ و الفعلیۃ وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لوکان شیئ سابق القدر لسبقتہ العین رواہ احمد[1] ومسلم و الترمذی عن ابن عباس واحمد والترمذی وابن ماجۃ بسند صحیح عن اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالٰی عنہم لاشك ان القدر لایسبقہ شیئ فاذا ثبت الوجہان فی امثال المقال جاء الاحتمال فبطل الاستدلال۔	رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ بلاشبہہ شہد کے استعمال کرنے میں خیر ہے جیسا کہ قرآن عزیز اس پر ناطق ہے اور پچھنے لگانے میں بھی خیر ہے جیسا کہ مشہور قولی اور فعلی حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی چیز قضاوقدر سے آگے بڑھ جاتی تو نظر بد آگے بڑھ جاتی۔ امام احمد، مسلم، ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عباس سے اس کو روایت کیا، نیز امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے بسند صحیح اسماء دختر عمیس، سے اسے روایت کیا ہے (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو) اس میں کوئی شک وشبہہ نہیں کہ تقدیر سے کوئی چیز آگے نہیں ہو سکتی، پھر جب وہ وجوہات اس قسم کی گفتگو میں ثابت ہوگئیں تو کلام میں احتمال پیدا ہوگیا (لہٰذا احتمال کے ہوتے ہوئے) استدلال باطل ہوگیا۔ (ت)

رہا اس وادی سے جلد گزر جانا **اقول:** (میں کہتا ہوں۔ ت) اس میں وہ پانچ وجوہ پیشین جاگزیں جو حدیث ششم کے بارہ میں گزریں **فافہم** (لہٰذا اس کو اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ ت) حدیث نہم کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُن بی بی کو منع فرمایا **اقول:** وہاں بھی چاروجہ اولیں جاری **کمالایخفی بادنٰی تأمل** (جیسا کہ معمولی غور وفکر کرنے سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہتی۔ ت) حدیث یازدہم ودوازدہم کا فقرہ کہ امیر المومنین نے معیقیب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے فرمایا دوسرا ہوتا تو مجھ سے ایک نیزے کے فاصلہ پر بیٹھتا اقول: انہیں حدیثوں میں ہے کہ اُن کو اپنے ساتھ کھلایا، اگر یہ امر عدوٰی کا سبب عادی ہوتا تو اہل فضل کی خاطر سے اپنے آپ کو معرض بلا میں ڈالنا روانہ ہوتا۔ اور تیرہویں حدیث نے تو خوب

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن اسماء بنت عمیس المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۴۳۸، صحیح مسلم کتاب السلام باب الطب والمرض الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۲۰، سنن ابن ماجہ ابواب الطب باب من استرقی الھین ص ۲۵۹

ظاہر کر دیا کہ امیر المومنین خیال عدوٰی کی بیخ کنی فرماتے تھے، نری خاطر منظور تھی تو اس شدت مبالغہ کی کیاحاجت ہوتی کہ پانی انہیں پلاکر اُن کے ہاتھ سے لے کر خاص اُن کے منہ رکھنے کی جگہ پر منہ لگاکر خود پیتے، معلوم ہوا کہ عدوٰی بے اصل ہے تو اس فرمانے کا منشاء مثلاً یہ ہو کہ ایسے مریض سے تنفر انسان کاایک طبعی امر ہے آپ کا فضل اس پر حامل ہے کہ وہ تنفر مضمحل وزائل ہوگیا دوسرا ہوتا تو ایسا نہ ہوتا۔ حدیث سی ویکم کہ تندرست جانوروں کے پاس بیمار نہ لائے جائیں **اقول:** (میں کہتاہوں۔ت) اس کی وجہ خود حدیث مؤطائے امام مالک وسنن بیہقی نے ظاہر کردی کہ یہ صرف لوگوں کے بُرا ماننے کے لحاظ سے ہے ورنہ بیماری اُڑ کر نہیں لگتی، وللہذا ہم نے اس حدیث کو احادیث قسم اول میں شمار بھی نہ کیا۔ اب نہ رہیں مگر پانچ حدیثیں اول دوم سوم پنجم دہم اقول: قطع نظر اس سے کہ ان میں دوم کی سند واہی اور سوم کی خود حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے جن کی طرف وہ نسبت کی جاتی تھی تکذیب فرمائی، اور دہم کہ امیر المومنین سے ایک صحابی جلیل القدر منجملہ اصحاب بدر ومہاجرین سابقین اوّلین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کی نسبت اس کا صدور سخت مستبعد تھا، متعدد حدیثوں نے اس کا خلاف ثابت کردیا جیساکہ امیر المومنین سے مظنون تھا کماسبق ذٰلك کله فهذا منقطع باطنا ومعلول غیرمقبول (یہ سب کچھ پہلے گزرچکا ہے لہٰذا یہ اندرونی طور پر منقطع، معلول غیر مقبول ہے۔ت) اُن میں کسی کا حاصل حدیث اول کے حاصل سے کچھ زائد نہیں اور اُن میں وہی صحیح یا حسن ہے تو اسی کی طرف توجہ کافی۔ علماء کے لئے یہاں متعدد طریقے ہیں:

اوّل: اس کے ثبوت میں کلام بہ طریقہ امّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا ہے جیساکہ حدیث ہفدہم میں گزرا۔

اقول: طریقتها رضی الله تعالٰی عنها معروفة فی امثال الاحادیث التی ترد علی خلاف ماعندها من العلم القطعی المستند الی القراٰن العظیم اوالسماع الشفاهی من حبیب الکریم صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان تنسب راویها الی السهو والوهم فی السماع والفهم کما قالت فی حدیث امیرالمومنین عمر	**اقول:** (میں کہتاہوں) سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا طریقہ کار اس قسم کی حدیثوں کے رَد میں جو اس علم قطعی کی بناء پر جو ان کے نزدیک ثابت شدہ ہے یہ ہے کہ جس کی سند قرآن عظیم یا حضور کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے بالمشافہ سماع پر ہے مشہور ومعروف ہے کہ سماع وفہم میں راوی کی طرف سہوووہم کی نسبت کرتی ہیں جیساکہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے

رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلّی اللہ تعالٰی علیہ و سلم ان المیت لیعذب ببعض بکاء اھلہ علیہ، یرحم اللہ عمر لاواللہ ماحدث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ یعذب المومن ببکاء اھلہ ولکن اللہ تعالٰی یزید الکافر عذابا ببکاء اھلہ علیہ وقالت حسبکم القراٰن "وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی" رواہ الشیخان[1] وقالت یغفر اللہ لابی عبدالرحمٰن ترید ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھم فانہ ایضا روی الحدیث کابیہ اما انہ لم یکذب ولکنہ نسی انما مر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی یھودیۃ یبکی علیھا فقال انھم لیبکون علیھا وانھا لتعذب فی قبرھا[2] رویاہ ایضا۔ وفی لفظ اَمَ واللہ ماتحدّثون ھذا الحدیث عن الکاذبین ولکن السمع یخطی وان لکم	حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ روایت فرمائی کہ آپ نے ارشاد فرمایا بعض دفعہ میت پر گھر والوں کے رونے سے اسے عذاب دیا جاتا ہے۔ مائی صاحبہ نے فرمایا اللہ تعالٰی عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) پر رحم فرمائے خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں یہ ارشاد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نہیں کہ گھر والوں کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے بلکہ حدیث یوں ہے کہ اللہ تعالٰی کافر کے عذاب میں اضافہ فرمادیتا ہے جبکہ اس کے گھر والے اس پر روئیں۔ چنانچہ مائی صاحبہ نے فرمایا اس بارے میں تمہیں قرآن مجید کافی ہے (چنانچہ ارشاد ربانی ہے) کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ بخاری و مسلم نے اسے روایت کیا ہے، اور ام المومنین نے ارشاد فرمایا اللہ تعالٰی ابو عبدالرحمٰن یعنی عبداللہ ابن عمر کو معاف کرے کہ انہوں نے بھی اپنے والد گرامی کی طرح حدیث روایت کردی۔ سن لو انہوں نے جھوٹ نہیں کیا البتہ وہ بھول گئے (اصل واقعہ) یہ تھا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک مردہ یہودیہ کے پاس سے گزرے کہ جس پر رویا جارہا تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ اس پر گریہ وبکا کررہے ہیں مگر اس کو قبر میں عذاب دیا جارہا ہے۔ بخاری و مسلم دونوں نے اس کو روایت

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعذب المیت الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷۲، صحیح مسلم کتاب الجنائز قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۰۳

[2] صحیح البخاری کتاب الجنائز ۱/ ۱۷۲ و صحیح مسلم کتاب الجنائز ۱/ ۳۰۳

فی القراٰن مایشفیکم ان لاتزر وازرۃ وزراخرٰی ولکن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان اللہ عزوجل لیزید الکافر عذابا ببعض بکاء اھلہ علیہ رواہ الامام الطحاوی[1] وقالت فی حدیثھما ایضًا اعنی امیر المؤمنین وابنہ عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھم ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فی نتنی بدر والذی نفسی بیدہ ماانتم باسمع لما اقول منھم[2]، رویاہ ایضا انما قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھم لیعلمون الان ما کنت اقول لھم حق و قد قال اللہ تعالٰی "اِنَّکَ لَاتُسْمِعُ الْمَوْتٰی" رواہ البخاری[3] ولما بلغھا حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان

کیا ہے۔ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں: سنو لو، خدا کی قسم یہ حدیث تم جھوٹوں سے نہیں روایت کرتے لیکن سننے میں بھی غلطی لگ جاتی ہے اور تمہارے لئے قرآن مجید میں تمہاری شفاء کے اسباب موجود ہیں کہ کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی لیکن حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰی (مرنے والے) کافر کے عذاب کو اس کے بعض گھر والوں کے رونے کی وجہ سے بڑھا دیتا ہے۔ امام طحاوی نے اسے روایت کیا ہے،ام المومنین نے ان دونوں کی حدیث کے متعلق ارشاد فرمایا (ان دونوں سے مراد امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں) حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بدبودار کفار مقتولین بدر کے متعلق ارشاد فرمایا اس پروردگار کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے جو کچھ میں ان سے فرمارہا ہوں تم ان سے زیادہ نہیں سنتے، نیز دونوں نے اس کو روایت فرمایا (یہاں بھی ام المومنین نے یہ ارشاد فرمایا) نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تو یہ ارشاد فرمایا تھا۔اب وہ بخوبی جانتے ہیں کہ وہ حق ہے جو میں ان سے کہتا تھا۔حالانکہ بلاشبہہ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا یقیناآپ مُردوں کو

---

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراہۃ باب البکاء علی المیت الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۰۶

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جھل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۵۶۶

[3] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۳

النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم قال ان الطیرة فی المرأة والدار والفرس فغضبت غضبا شدیدا وقالت والذی نزل القراٰن علٰی محمد صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ماقالها رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم انما قال اهل الجاهلیة کانوا یتطیرون من ذٰلك رواه الطحاوی[1] وابن جریر عن قتادة عن ابی حسان ورواه ایضا الحاکم والبیهقی وماذٰلك الا لان العلم عندها من النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم علی خلاف ذٰلك فقد قالت کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یبغض الطیرة ویکرهها رواه الامام الطحاوی[2] وروی ایضا انه قیل لعائشة ان اباهریرة یقول لان یمتلی جوف احدکم قیحا خیرله من ان یمتلیٔ شعرا فقالت یرحم اللہ اباهریرہ حفظ اول الحدیث	نہیں سنا سکتے۔امام بخاری نے اس کو روایت کیا ہے۔(یونہی) جب ام المومنین کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی یہ حدیث پہنچی کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت، گھر اور گھوڑے میں نحوست ہے۔تو آپ بہت زیادہ غضبناک ہوئیں اور فرمایا: اس خدا بزرگ وبرتر کی قسم جس نے محمد کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر مقدس قرآن نازل فرمایا کہ حضور پاک نے اس طرح نہیں ارشاد فرمایا بلکہ یوں ارشاد فرمایا کہ دور جاہلیت والے ان چیزوں سے نحوست اور بدشگونی لیتے تھے۔امام طحاوی وابن جریر نے بواسطہ قتادہ بواسطہ ابوحسان اسے روایت کیا ہے نیز حاکم اور بیہقی نے اسے روایت کیا ہے۔رہا یہ کہ ام المومنین ایسا کیوں کرتی تھیں،اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے انہیں جو یقینی علم حاصل تھا وہ مذکورہ روایتی الفاظ کے خلاف تھا۔بلاشبہہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم بدشگونی اور نحوست کے تصور کو مبغوض خیال فرماتے اور ناپسند کرتے تھے۔امام طحاوی نے اسے روایت فرمایا اور یہ بھی روایت فرمایا کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ سے کہا گیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں تم میں سے کسی کے پیٹ کا پیپ سے بھر جانا بنسبت اشعار سے بھر جانے کے بہتر ہے،

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراهة باب الاجتناب من ذی داء الطاعون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۱۹

[2] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراهة باب الاجتناب من ذی داء الطاعون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۱۸

ولم یحفظ اٰخرہ ان المشرکین کانوا یھاجون رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال لان یمتلیئ جوف احدکم قیحا خیرلہ من ان یمتلیئ شعرا من مھاجاۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1] اھ ذٰلك لانھا سمعت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول ان من الشعر لحکمۃ[2] وسمعتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتمثل بشعر ابن رواحۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وربما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھذا البیت ویأتیك بالاخبار من لم تزود روی الکل الطحاوی[3] کذٰلك قالت ھھنا لسماعھا منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا عدوٰی فمن اعدی الاول والسبب فی ذٰلك ما اشرنا	تو ام المومنین نے یہاں بھی فرمایا اللہ تعالٰی ابوہریرہ پر رحم فرمائے کہ انہیں حدیث کا پہلا حصہ یادرہا اور آخری حصہ محفوظ نہ رہا (اصل واقعہ یہ تھا) مشرکین رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مذمت کیا کرتے اور آپ کے خلاف بدگوئی سے کام لیتے تھے تو اس بارے میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جاتا تو اس کے لئے بہتر تھا بنسبت حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی ہجو اور مذمت والے اشعار سے بھرنے کے اھ، اور یہ اس لئے فرمایا کہ ام المومنین نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خود سنا تھا کہ آپ نے فرمایا بعض اشعار حکمت پر مبنی ہوتے ہیں یا حکمت والے ہوتے ہیں، اور یہ بھی سنا تھا کہ آپ ابن رواحہ کے اشعار پڑھا کرتے تھے (اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو) اور کبھی آپ نے یہ شعر بھی پڑھا ویأتیک بالاخبار من لم تزود یعنی تیرے پاس وہ شخص خبریں لائے گا جس کو تو نے توشہ نہ دیا، سب کو امام طحاوی نے روایت کیا ہے، یہاں بھی اسی طرح مائی صاحبہ نے ارشاد فرمایا اس لئے کہ خود حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ سنا تھا کسی مرض میں تعدیہ اور تجاوز نہیں ورنہ پہلے مریض کو

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراھۃ باب روایۃ الشعر الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۰۸

[2] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراھۃ باب روایۃ الشعر الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۰۹

[3] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراھۃ باب روایۃ الشعر الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۰۹

الیه من ان اخبار الاحاد لاتعارض ماعندها من القطعی فما وقع من العلامة ابی الفرج ابن الجوزی حیث ذکر فی حدیث الشوم فی ثلث، ان عائشة رضی الله تعالٰی عنها قد غلظت علی من روی هذا الحدیث وقالت انما کان اهل الجاهلیة یقولون الطیرة فی المرأة والدار والدابة ثم قال وهذا رد لصریح خبررواته ثقات الخ کما نقله الامام العینی فی عمدة القاری[1] منشؤة الغفلة عن النکتة التی ذکرتها ثم قوله وقالت انما کان اهل الجاهلیة یقولون الخ **اقول:** ماقالته بل رواته عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم کما هو صریح نص روایة الطحاوی ومن ذکرنا جمیعا وای ثقة اوثق منها رضی الله تعالٰی عنها۔	کیسے اُڑ کر لگ گیا اور اس کا سبب وہی ہے جس کی طرف ہم اشارہ کر آئے ہیں کہ اخبار احاد اس علم قطعی کا تعارض نہیں کرسکتیں جو مائی صاحبہ کے پاس تھا علامہ ابوالفرج ابن جوزی سے (مائی صاحبہ کے متعلق) جو کچھ واقع ہوا اس کا منشاء اس نکتہ سے غفلت ہے جو مائی صاحبہ نے ذکر فرمایا (اس کی تفصیل یہ ہے) چنانچہ علامہ ابن جوزی نے ذکر فرمایا کہ حدیث میں تین چیزوں کی نحوست کا ذکر آیا ہے: عورت، گھر، چوپایہ۔ اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس پر شدّت اختیار کی جس نے یہ روایت حدیث بیان کی، اور فرمایا کہ اہل جاہلیت یہ کہا کرتے تھے کہ عورت، گھر اور چوپائے میں نحوست ہوا کرتی ہے۔ پھر ابن جوزی نے کہا لیکن یہ تو اس حدیث کا صراحتًا رَد ہے کہ جس کو ثقہ اور مستند راویوں نے روایت کیا ہے، جیسا کہ امام عینی نے اس کو نقل فرمایا ہے، پھر علامہ ابن جوزی کا یہ کہنا کہ مائی صاحبہ نے فرمایا اہل جاہلیت کہا کرتے تھے الخ **اقول:** (میں کہتا ہوں) مائی صاحبہ نے خود تو یہ نہیں فرمایا خود حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرمائی جیسا کہ وہ روایت طحاوی اور ہمارے ذکر کردہ ان سب لوگوں کی صریح نص ہے۔ اور کون سا ثقہ مائی صاحبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے زیادہ ثقاہت رکھتا ہے۔ (ت)

دوم مجذوم وغیرہ سے بھاگنے کی حدیثیں منسوخ ہیں، احادیث نفی عدوٰی نے انہیں نسخ کردیا، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں امام قاضی عیاض سے منقول:

ذهب عمر رضی الله تعالٰی عنه وجماعة من	حضرت عمر فاروق اور سلف کا ایک گروہ اس طرف

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری بحوالہ ابن الجوزی کتاب الطب باب الطیرۃ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/ ۲۷۳

السلف الی الاکل معه وان الامر باجتنابه منسوخ وممن قال بذٰلك عیسٰی بن دینار من المالکیة[1] اھ وردہ الامام النووی بوجھین احدھما ان النسخ یشترط فیه تعذر الجمع بین الحدیثین ولم یتعذر بل قدجمعنا بینھما والثانی انه یشترط فیه معرفة التاریخ ولیس ذٰلك موجودا ھٰھنا[2] **اقول:** نص القاضی ان امیرالمومنین کان یراہ منسوخا فانکان ھذا عن روایة کما ھو ظاھر اللفظ لم یرد علیه شیئ من الوجھین لان الامیرالمومنین لایقول به الاعن علم وبعدہ لامساغ للجمع وان امکن باسھل وجه نعم ان ذکرہ القاضی ظنا منه فالوجھان وجیھان اقول: وثالثھما ماروینا فی الحدیث الثانی والثلثین حیث جمع صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کلا الکلامین فی نسق واحد فاین النسخ لاسیما	گئے ہیں کہ جذامی شخص کے ساتھ کھانا جائز ہے اور اس سے بچنے کا حکم منسوخ ہے۔اور جن لوگوں نے یہ کہا ان میں عیسٰی ابن دینار مالکی ہیں اھ لیکن امام نووی نے اسے دووجہوں سے رَد کیا ہے، ایک وجہ یہ ہے کہ نسخ کے لئے شرط یہ ہے کہ دو حدیثیں جمع نہ ہوسکیں اور یہاں جمع میں کوئی دشواری نہیں بلکہ ہم نے دونوں حدیثوں کو جمع کردیا ہے، دوسری وجہ یہ کہ نسخ میں شرط ہے کہ تاریخ معلوم ہو(تاکہ پہلی کو منسوخ اور دوسری کوناسخ قراردیں)اور یہاں یہ موجود نہیں **اقول:** (میں کہتاہوں)امام قاضی عیاض نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ امیرالمومنین حدیث مذکور کو منسوخ سمجھتے تھے۔اگریہ بات روایت ہے جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے توپھر دونوں وجہیں اس پر وارد نہیں ہوسکتیں اس لئے کہ امیرالمومنین بغیر علم کے ایسا نہیں فرماسکتے۔اور نسخ کے بعد جمع کی گنجائش نہیں اگرچہ کسی زیادہ آسان وجہ سے ممکن ہو۔ہاں اگر قاضی عیاض نے یہ(دعوی نسخ)اپنے گمان سے ذکرکیاہو تو پھر دونوں وجہیں وجیہہ ہیں، اور ان دونوں کے علاوہ تیسری وجہ وہ جس کو ہم نے بتیسویں حدیث میں روایت کیاہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دونوں کلاموں کو ایک ترتیب (نسق واحد) میں جمع فرمایا پھر نسخ کہاں ہے، چنانچہ

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری بحوالہ ابن الجوزی کتاب الطب باب الجذام ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/ ۲۴۷

[2] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب السلام باب لاعدوٰی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۰

وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاعدوی مقدم فیہ علی وفر من الجذوم وماکان لصدر الکلام ان ینسخ اٰخرہ۔	خصوصًا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کاارشاد "لاعدوٰی" "وفر من الجذوم" سے مقدم ہے اور صدر کلام کے لئے یہ گنجائش نہیں کہ وہ آخر کلام کو منسوخ کردے۔(ت)

سوم بھاگنے کاحکم اس لئے ہے کہ وہاں ٹھہریں گے توان پر نظرپڑے گی اور اس سے وہ مفاسد عُجب وتحقیر وایذا پیداہوں گے جن کاذکر گزرا۔ عمدۃ القاری میں ہے:

قال بعضھم الخبر صحیح وامرہ بالفرار منہ لنھیہ عن النظر الیہ [1]اھ مافی العینی **اقول:** ولایحتملہ الحدیث الخامس ونظراؤہ ممافیہ الامران یکونوا فیھم بفصل رمح اورمحین۔	بعض اہل علم نے فرمایا حدیث صحیح ہے اور جذامی آدمی سے دور بھاگنے کاحکم اس لئے دیاگیا کہ اس کی طرف دیکھنے کی ممانعت ہے۔جو کچھ عینی میں ہے وہ پورا ہوگیاہے **اقول:** (میں کہتاہوں) پانچویں حدیث اور اس کی امثال اس کا احتمال نہیں رکھتیں اس لئے کہ ان میں یہ امر ہے کہ ان جذامیوں سے ایک یا دو نیزے دور رہیں۔(ت)

چہارم: امر فرار اس لئے ہے کہ اس کی بدبو وغیرہ سے ایذا نہ پائیں۔شرح صحیح مسلم للنووی میں ہے:

قیل النھی لیس للعدوٰی بل للتاذی بالرائحۃ الکریھۃ ونحوھا[2] اھ**اقول:** وھذا ظاھر البعد فافھم۔	کہا گیاکہ نہی تعدیہ مرض کے لئے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ ان کی بدبو وغیرہ سے ایذا نہ ہو اھ **اقول:** (میں کہتاہوں کہ) یہ بظاہر بعید ہے لہٰذا اس کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔(ت)

پنجم: قول مشہور ومذہب جمہور ومشرب منصور کہ دوری وفرار کاحکم اس لئے ہے کہ اگر قرب واختلاط رہا اور معاذاللہ قضاوقدر سے کچھ مرض اسے بھی حادث ہوگیا تو ابلیس لعین اس کے دل میں وسوسہ ڈالے گا کہ دیکھ بیماری اُڑ کر لگ گئی۔یہ اول تو ایک امر باطل کااعتقاد ہوگا اسی قدر فساد کے لئے کیا کم تھا پھر متواتر حدیثوں میں سن کر کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صاف فرمایاہے بیماری اُڑ کر نہیں لگتی، یہ وسوسہ دل میں جمنا سخت خطرناک وہائل ہوگا، لہٰذا ضعیف الیقین لوگوں کو اپنادین بچانے کے لئے دوری

---

[1] عمدۃ القاری کتاب الطب باب الجذام ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/ ۲۴۷

[2] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب السلام باب لاعدوٰی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۰

بہتر ہے، ہاں کامل الایمان وہ کرے جو صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما نے کیا اور کس قدر مبالغہ کے ساتھ کیا اگر عیاذًا باللہ کچھ حادث ہوتا ان کے خواب میں بھی خیال نہ گزرتا کہ یہ عدوائے باطلہ سے پیدا ہوا ان کے دلوں میں کوہ گراں شکوہ سے زیادہ مستقر تھا کہ "لَّنۡ یُّصِیۡبَنَاۤ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰهُ لَنَا"[1] (ہمیں ہر گز کچھ پہنچتا (یا پہنچ سکتا) سوائے اس کے جو اللہ تعالٰی نے ہمارے مقدر میں لکھ دیا ہے۔ت) بے تقدیر الٰہی کچھ نہ ہوسکے گا، اسی طرف اس قول وفعل حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ اپنے ساتھ کھلایا اور کل ثقۃ باللہ وتوکلا علیہ (ایک جذامی سے آپ نے فرمایا) اللہ تعالٰی پر اعتماد اور بھروسا کرتے ہوئے (ہمارے ساتھ) کھایئے۔ت) فرمایا۔ امام اجل امین، امام الفقہاء وامام المحدثین، وامام اہل الجرح والتعدیل، وامام اہل التصحیح والتعلیل، حدیث وفقہ دونوں کے حاوی سیدنا امام ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار شریف میں در بارہ نفی عدوٰی احادیث سعد بن مالک وعلی مرتضٰی وعبداللہ بن عباس وابی ہریرہ وعبداللہ بن مسعود وعبداللہ بن عمر وجابر بن عبداللہ وانس بن مالک وسائب بن یزید وابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہم روایت کرکے فرماتے ہیں:

فقد نفی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم العدوٰی وفی ھذہ الاثار وقد قال فمن اعدی الاول ای لما کان مااصاب الاول انما کان بقدر اللہ عزوجل کان ما اصاب الثانی کذٰلک، فان قال قائل فنجعل ھذا مضادا لما روی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یورد ممرض علی مصح کما جعلہ ابوھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ **قلت** لا ولکن یجعل قولہ لاعدوی کما قال النبی صلی اللہ	بیشک حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان آثار میں (احادیث) تعدیہ مرض کی نفی فرمائی، چنانچہ آپ کا ارشاد ہے کہ پہلے مریض کو کیسے تعدیہ مرض ہوا بلکہ اللہ تعالٰی عزوجل کی تقدیر سے لاحق ہوا۔ اس لئے دوسرے کو بھی جو کچھ پہنچا اسی طرح پہنچا، اگر کوئی قائل یوں کہے کہ ہم اس کو اس حدیث کے متضاد قرار دیتے ہیں جو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہے کہ کوئی مریض کسی تندرست آدمی کے پاس نہ جائے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہی کہا ہے۔ **قلت** (میں کہتا ہوں کہ) ہم ایسا نہیں کرتے بلکہ ان کے ارشاد لاعدوٰی کو لیتے ہیں جیسا کہ

[1] القرآن الکریم ۹/ ۵۱

تعالٰی علیہ وسلم نفی العدوی ان یکون ابدا ویجعل قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایورد ممرض علی مصح علی الخوف منہ ان یورد علیہ فیصیبہ بقدر اللہ تعالٰی مااصاب الاول فیقول الناس اعداہ الاول فکرہ ایراد المصح علی الممرض خوف ھذا القول،وقد روینا عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی ھذہ الاٰثار ایضاً وضعہ ید المجذوم فی القصعۃ فدل فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایضاً علی نفی الاعداء لانہ لوکان الاعداء مما یجوزان یکون اذا لما فعل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مایخاف ذٰلک منہ لان فی ذٰلک جر التلف الیہ وقد نھی اللہ عزوجل عن ذٰلک فقال ولاتقتلوا انفسکم ومررسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھدف مائل فاسرع فاذا کان یسرع من الھدف المائل مخافۃ الموت فکیف یجوز علیہ ان یفعل مایخاف منہ الاعداء،فھذا معنی ھذہ الاٰثار عندنا واللہ تعالٰی اعلم[1] ملتقطاً۔

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو تعدیہ مرض کی ہمیشہ نفی ہوگی اور ہم حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد "کوئی مریض کسی تندرست پر نہ وارد ہو" کی بنیاد اس اندیشہ پر رکھتے ہیں کہ مریض کبھی کبھار صحت مند اور تندرست کے پاس جائے اور پھر تندرست کو تقدیرالٰہی سے وہی مرض لاحق ہوجائے جس میں مریض مبتلا ہوچکا ہو تو لوگ کہیں گے کہ پہلے کا مرض (بطور تجاوز) اس میں سرایت کرگیاہے تو پھر اس کہنے کے اندیشہ سے کسی تندرست کا مریض کے پاس جانا یا اس کاالٹ ناپسند کیاگیااور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے ان آثار میں روایت کی کہ آپ نے خود جذامی کاہاتھ پکڑ کر کھانے کے پیالے میں رکھا،اس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا اپنا مبارک عمل بھی تعدیہ مرض کی نفی کی دلیل ہے۔اگر تعدیہ مرض کسی طرح امکان رکھتا تو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کبھی ایسا خطرناک کام (جذامی کو اپنے ساتھ کھانا کھلانے والا) نہ کرتے کیونکہ اس میں ایذا کو اپنی طرف کھینچ کرلانا ہے حالانکہ اللہ تعالٰی بزرگ وبرتر نے اس سے منع فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے: (لوگو!) اپنے آپ کو قتل نہ کرو،رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک جھکے ہوئے (گرنے والے) ٹیلے کے پاس سے گزرے تو گزرنے میں جلدی سے کام لیا،جب آپ نے گرنے والے ٹیلے سے گزرتے ہوئے اس

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراھۃ باب الاجتناب من ذی داء الطاعون الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۱۷

	خطرے کے پیش نظر کہ کہیں اس کے گرپڑنے سے ہلاکت نہ ہوجائے آپ نے جلدی فرمائی، تو پھر آپ کے لئے کیسے روا ہے کہ آپ وہ کام کریں کہ جس سے تعدیہ مرض کا اندیشہ اور خطرہ رہے۔ پھر ہمارے نزدیک ان آثار کا یہ مفہوم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم ملتقطا۔ (ت)

عمدۃ القاری میں ہے:

التوفیق بین الحدیثین بماقالہ ابن بطال و ھو ان لا عدوی اعلام بانھا لاحقیقۃ لھاواما النھی فلئلا یتوھم المصح ان مرضھا من اجل ورود المرضی علیھا فیکون داخلا بتوھمہ ذٰلك فی تصحیح ماابطلہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من العدوٰی[1]۔	دونوں حدیثوں میں موافقت ابن بطال کے قول کے مطابق یہ ہے کہ لاعدوٰی کسی مرض میں تجاوز کے لئے نہیں بلکہ اس بات کا اعلان ہے کہ تعدیہ مرض کی کوئی حقیقت نہیں، رہا یہ کہ پھر ایسے مریضوں کے ساتھ میل جول سے کیوں روکا گیا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تندرست آدمی کو اگر مریض کے پاس آمد و رفت کے دوران وہی مرض لگ گیا تو اس کے دل میں وہم پیدا ہوجائے گا کہ اسے یہ مرض مریض ہی سے لگا ہے اور پھر وہ اس وہم سے تعدیہ مرض کی صحت کا قائل ہوجائے گا کہ جس کا خود حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابطال فرمایا (ت)

ماثبت بالسنۃ میں جامع الاصول سے ہے:

یقال اعدی المرض اذا اصابہ مثلہ لمقارنتہ و مجاورتہ اومؤاکلتہ ومباشرتہ وقد ابطلہ الاسلام[2]	کہا جاتا ہے اعدی المرض یعنی مرض تجاوز کرگیا جبکہ کسی مریض کے ساتھ میل جول اور اس کے ساتھ کھانے پینے اور مباشرت سے کسی تندرست آدمی کو اسی جیسا مرض لگ جائے (تو اس وقت یہ کہا جاتا ہے کہ مریض کا مرض اُڑ کر فلاں تندرست آدمی کو لاحق ہوگیا ہے) حالانکہ اسلام نے تعدیہ مرض کا ابطال کیا ہے۔ (ت)

اسی میں مشارق الانوار امام قاضی عیاض سے ہے:

العدوی ماکانت تعتقدہ الجاھلیۃ من تعدی داء ذی الداء الی من یجاورہ	تعدیہ مرض جس کا اعتقاد اہل جاہلیت رکھتے تھے کہ کسی مریض کا مرض اس شخص تک تجاوز کرجاتا

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری کتاب الطب باب لاھامۃ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/ ۲۸۸

[2] ماثبت بالسنۃ مترجم ذکر شہر صفر ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم لاہور ص ۵۲

ویلاصقه ممن لیس به داء فنفاه الشرع وقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لاعدوی یحتمل النهی عن قول ذٰلك واعتقادہ و النفی لحقیقة ذٰلك کما قال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لایعدی شیئ شیئا وقوله فمن اعدی الاول وکلاهما مفهوم من الشرع[1]۔	اور پہنچ جاتا ہے جو اس مریض سے قرب اور اتصال رکھے باوجودیکہ اس میں پہلے کوئی مرض نہ تھا پس شریعت نے اس اعتقاد کی نفی فرمائی ہے، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد لاعدوٰی یہ احتمال رکھتا ہے کہ اس کہنے اور اعتقاد رکھنے سے نہی ہو اور اس کی حقیقت کی نفی ہو۔ جیسا کہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی چیز کسی دوسری چیز کی طرف تجاوز نہیں کرتی، اور آپ کا ارشاد گرامی ہے پھر پہلے مریض میں کیسے تعدیہ مرض پیدا ہوا۔ اور یہ دونوں باتیں شریعت سے سمجھی گئیں۔ (ت)

اُسی میں نزہۃ النظر للحافظ ابن حجر سے ہے:

الاولی فی الجمع ان یقال ان نفیه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم للعدوی باق علی عمومه و قد صح قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لایعدی شیئ شیئا وقوله فمن اعدی الاول یعنی ان اللہ سبحٰنه وتعالٰی ابتدأ ذالك فی الثانی کما ابتدأہ فی الاول واما الامر بالفرار من المجذوم فمن باب سد الذرائع لئلا یتفق للشخص الذی یخالطه شیئ من ذٰلك بقدر اللہ تعالٰی ابتداء لابالعدوی المنفیة فیظن ان ذٰلك بسبب مخالطة فیعتقد صحة العدوی فیقع فی الحرج فامر بتجنبه حسما للمادة[2]، واللہ تعالٰی اعلم۔	دونوں حدیثوں کو جمع کرنے میں بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تعدیہ مرض کی نفی کرنا اپنے عموم پر باقی ہے اور بلاشبہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی صحیح ہے کہ کوئی چیز کسی دوسری چیز کی طرف تجاوز نہیں کرتی، اور آپ کا یہ ارشاد مبارک کہ پہلے میں کیسے مرض ہوا۔ اللہ تعالٰی پاک وبرتر نے ہی دوسرے مریض کو بھی مرض لاحق کیا جس طرح اس نے پہلے مریض کو لاحق کیا تھا۔ جہاں تک جذامی سے دور بھاگنے اور دور رہنے کے حکم کا تعلق ہے تو یہ ذرائع اور وسائل کو بند کرنے کے باب سے ہے، یعنی جو شخص تندرست حالت میں جذامی آدمی کے ساتھ اختلاط اور میل جول رکھے اور اتفاقاً اسے اللہ تعالٰی

[1] ماثبت بالسنۃ مترجم ذکر شہر صفر ادارہ نعیمیہ سواد اعظم لاہور ص ۵۲

[2] ماثبت بالسنۃ مترجم ذکر شہر صفر ادارہ نعیمیہ سواد اعظم لاہور ص ۸۴

	کی قضاؤ قدر سے وہی مرض لاحق ہو جائے تو وہ یہ کہنے لگے گا کہ یہ مرض اس مریض سے میل جول اور اختلاط کی وجہ سے پیدا ہوگیا ہے پھر وہ صحت تعدیہ کا اعتقاد رکھنے لگے گا اور حرج میں پڑ جائے گا بایں وجہ اسے جذامی آدمی سے دور رہنے اور بچنے کا حکم دیا گیا تاکہ شکوک وشبہات پیدا ہی نہ ہونے پائیں اور مادہ ہی کٹ جائے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

شرح مصابیح امام تورپشتی وشرح مشکوٰۃ علامہ طیبی و مرقاۃ علامہ قاری وشرح المؤطا للعلامہ محمد الزرقانی وغیرہا میں ہے:

واللفظ للزرقانی الاکثر ان المراد نفی ذٰلك وابطاله کما دلّ علیه ظاهر الحدیث[1]۔	علامہ زرقانی کے الفاظ یہ ہیں اکثر کی رائے یہ ہے کہ اس نفی سے اس کا ابطال مراد ہے جیسا کہ اس پر ظاہر حدیث دلالت کرتی ہے (ت)

اشعۃ اللمعات شیخ محقق میں ہے:

اکثر برآنند کہ مراد نفی عدوٰی وابطال اوست مطلقًا چنانچہ ظاہر احادیث درآن ست[2]۔	اکثر اہل علم اس نظریہ پر قائم ہیں کہ نفی تعدیہ سے اس کا مطلقًا ابطال مراد ہے جیسا کہ ظاہر احادیث اس پر دال ہیں (ت)

اسی میں ہے:

اعتقاد جاہلیت آں بود کہ بیمارے کہ درپہلوئے بیمارے نشیند یاہمراہ وے بخورد سرایت کند بیماری او بوے گفتہ اند کہ بزعم اطبا ایں سرایت درہفت مرض است جذام وجرب وجدری وحصبہ وبخرو رمد وامراض وبائیہ پس شارع آنرا نفی کرد وابطال نمود یعنی سرایت نمی باشد بلکہ قادر مطلق ہمچناں کہ اورا بیمار کرد ایں را	اہل جاہلیت کا اعتقاد یہ تھا کہ اگر کوئی تندرست آدمی کسی بیمار کے پہلو میں بیٹھے یا اس کے ساتھ کھانے پینے میں شریک ہو تو اس مریض کا مرض تندرست آدمی میں سرایت کرجاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اطبّاء کے خیال میں متعدی امراض سات ہیں اور وہ یہ ہیں: (۱) کوڑھ (۲) خارش (۳) چیچک (۴) خسرہ (۵) گندہ دہن ہونا (۶) آنکھوں کی بیماری (۷) وبائی امراض (یعنی

---

[1] شرح الزرقانی علی مؤطا امام مالك باب عیادۃ المریض والطیرۃ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۳۳۳

[2] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ باب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۶۲۲

نیز کرد[1]۔	ہیضہ، طاعون وغیرہ) شارع نے ان سب کے تعدیہ کی نفی فرمائی اور اس کا ابطال کیا، پس شارع کی مراد یہ ہے کہ کسی مرض میں سرایت اور تجاوز نہیں (کہ ایک کا مرض بوجہ اختلاط دوسرے کو لگ جائے) بلکہ قادر مطلق نے جس طرح ایک کو بیمار کیا اسی طرح دوسرے کو بھی بیماری لاحق کردی۔ (ت)

بالجملہ ان پانچوں اقوال پر عدوٰی باطل محض ہے یہی مذہب ہے حضرت افضل الاولیاء الاولین والآخرین سیدنا صدیق اکبر و حضرت سیدنا فاروق اعظم و حضرت سلمان فارسی و حضرت ام المومنین صدیقہ و حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم اجلہ صحابہ کرام کا، اور اسی کو اختیار فرمایا امام اجل طحاوی سید الحنفیہ و امام یحیٰی بن یحیٰی مالکی و امام عیسٰی بن دینار مالکی و امام ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف مغربی مالکی و امام ابن حجر عسقلانی شافعی و علامہ طاہر حنفی و شیخ محقق عبدالحق محدث حنفی وغیرہم جمہور علمائے کرام رحمہم اللہ تعالٰی نے عمدۃ القاری میں طبری سے ہے:

کان ابن عمر وسلمان رضی اللہ تعالٰی عنہم یصنعان الطعام للمجذومین ویاکلان معھم وعن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا قالت کان مولی لنا اصحابہ ذٰلك الداء فکان یاکل فی صحافی ویشرب فی اقداحی وینام علٰی فراشی[2]۔	یعنی عبداللہ بن عمر و سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہم مجذومین کے لئے کھانا تیار فرماتے اور ان کے ساتھ کھاتے اور ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہوا کہ ہمارے ایک غلام آزاد شدہ کو یہ مرض ہوگیا تھا وہ میرے برتنوں میں کھاتا میرے پیالوں میں پیتا بچھونوں پر سوتا۔

زرقانی علی المؤطا میں زیر حدیث انہ اذی (بیشک وہ ایذا ہے۔ت) فرمایا:

قال یحیی بن یحیی سمعت ان تفسیرہ فی رجل یکون بہ الجذام فلاینبغی لہ ان ینزل علی الصحیح یؤذیہ لانہ وان کان لایعدی فالانفس تکرھہ وقد قال	یحیٰی بن یحیٰی نے فرمایا کہ میں نے سنا کہ اس کی تفسیر اس شخص کے بارے میں ہے جس کو مرض جذام ہوجائے تو اسے مناسب نہیں کہ کسی تندرست آدمی کے پاس آئے کہ اسے ایذا ہوگی اس لئے کہ اگرچہ تعدیہ مرض کا اعتقاد

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۶۲۰

[2] عمدۃ القاری شرح بخاری کتاب الطب باب الجذام ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/ ۲۴۷

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ اذی یعنی لاللعدوٰی[1]۔	نہ ہوتے ہوئے بھی نفوس پر ایسی تکلیف دہ حالت کو دیکھنا گراں گزرتا ہے اور بیشک حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ ایذا ہے یعنی اس کا سبب تعدیہ مرض نہیں۔(ت)

غرض مذہب یہ ہے اور وہ وجوہ تاویل میں اصح واجمع وجہ پنجم،

| وھٰھنا ثلثة وجوہ اُخر لبعض العلماء **فالسادس** ان الجذام مستثنی من قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاعدوی ان لایعدی شیئ شیئا الاھذا وعزاہ فی اشعة اللمعات الی الکرمانی الشافعی صاحب الکوکب الدراری فی شرح صحیح البخاری اقول: لم یقلہ بل نقلہ ومارضیہ بل مرضہ فانما حکاہ بقیل کما نقل عنہ فی مجمع البحار بل والشیخ نفسہ فی ماثبت بالسنة فماھٰھنا سبق قلم ثم ھذا القیل لم یعرف لہ قائل ولم یمل الیہ مائل ولایؤیدہ شیئ من الدلائل **والسابع** قال البغوی قیل ان الجذام ذورائحة تسقم من اطال صحبتہ ومؤاکلتہ اومضاجعتہ ولیس من العدوٰی بل | بعض علماء کے نزدیک یہاں تین اور وجوہ ہیں **چھٹی وجہ** حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد عالی لاعدوٰی سے مرض جذام مستثنٰی ہے یعنی اس مرض کے ماسوا کوئی شے کسی دوسری شَے کی طرف تجاوز نہیں کرتی، چنانچہ اشعۃ اللمعات میں شیخ محقق نے علامہ کرمانی شافعی مصنف الکوکب الدراری شرح صحیح بخاری کی طرف اس کو منسوب کیا ہے **اقول:** (میں کہتا ہوں) اس نے یہ نہیں کہا بلکہ اس کو نقل کیا ہے لیکن وہ اس پر راضی نہیں ہوا بلکہ اس نے توصیغہ تمریض یعنی صیغہ ضُعف سے اسے ذکر کیا اور لفظ قیل سے اس کی حکایت کی ہے جیسا کہ اس سے مجمع البحار میں نقل کیا گیا ہے بلکہ خود شیخ محقق نے ماثبت بالسنۃ میں اسے نقل کیا ہے لیکن یہاں ان سے سبقت قلم (بھول) ہوگئی پھر اس قیل کا قائل معلوم نہ ہو سکا اور کوئی میلان رکھنے والا اس کی طرف مائل نہ ہوا اور نہ کسی دلیل سے اس کی تائید کی۔ **ساتویں وجہ** امام بغوی نے کہا: کہا گیا ہے کہ جذام بدبودار بیماری ہے جو کوئی ایسے بیمار سے طویل صحبت رکھے اس کے ساتھ |

[1] شرح الزرقانی علی المؤطا لامام مالک باب عیادۃ المریض والطیرۃ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۳۳۴

من باب الطب کما یتضرر باکل مایعاف وشم مایکرہ والمقام فی مقام لایوافق ھواہ وکلہ باذن اللہ وماھم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ نقلہ فی المجمع[1] و عزاہ فی الاشعۃ للامام النووی اقول: لعل ھذا ایضاً لذاك فان الذی رأیت فی منھاجہ تصویب الوجہ الثامن الاٰتی ولم یعرج علی ذکر ھذا فاللہ تعالٰی اعلم وظنی ان الذی فی نسختی الاشعۃ تصحیف من البغوی فان الذی نقلہ ترجمۃ کلام البغوی سواء بسواء غیران البغوی ایضاً لم یقل بہ وانما نقلہ بقیل ممرضاً ثم اقول: لاادری ماالتنافی بین بابی العدوٰی والطب فالطب قائل فی ھذا المرض بالعدوی کما	کھائے پئے اور لیٹے تو یہ بیماری اس کو بھی لاحق ہو جاتی ہے اور یہ عدوٰی میں سے نہیں بلکہ باب طب سے ہے جیسے گھِن والی ناپسندیدہ چیز کھانے سے نقصان اور ضرر ہوتا ہے اور اسی طرح ناگوار چیز سونگھنے سے اور ناموافق ہوا والی جگہ (یعنی آلودگی والی فضا) میں ٹھہرنے سے ضرر ہوتا ہے (بس یہاں بھی یہی مراد ہے) اور درحقیقت یہ سب کچھ باذن الٰہی ہوتا ہے (چنانچہ) وہ اس سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر اللہ تعالٰی کے اذن ومشیّت سے۔ چنانچہ مجمع البحار میں اس کو نقل کیا ہے اور شیخ محقق نے اشعۃ اللمعات میں اس کو امام نووی کی طرف منسوب کیا ہے **اقول:** (میں کہتا ہوں) شاید یہ بھی اسی طرح ہے کیونکہ میں نے جو کچھ امام نووی کی منہاج میں دیکھا ہے وہ آنے والی آٹھویں وجہ کی تصویب ہے اور اس کے ذکر پر اس نے عروج یعنی موافقت نہیں کی اور حقیقت حال کو اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ اشعۃ اللمعات کا جو نسخہ میرے پاس ہے میرا خیال ہے کہ اس میں بغوی کی عبارت میں تبدیلی ہو گئی ہے کیونکہ شیخ نے بغوی کے کلام کا ہو بہو ترجمہ نقل کیا ہے، اس کے باوجود بغوی نے بھی یہ نہیں کہا بلکہ اس نے کلمہ تمریض کے ساتھ اسے نقل کیا ہے۔ **ثم اقول:** (پھر میں کہتا ہوں) میں یہ نہیں جانتا کہ عدوٰی اور طب کے

[1] مجمع بحار الانوار تحت لفظ عدا مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۳/ ۵۴۴

نقل التورپشتی والطیبی والقاری والزرقانی والشیخ المحقق وغیرهم ان العدوی بزعم الطب فی سبع کما تقدم عن الشیخ ویستوی فی ذٰلك کونها الکیفیة فیه اوالخاصیة فان کلا الفصلین من مسائل الطب ولیس بها انما یعتقدون ان العدوی انما تکون اذا کانت لابسبب یعقل والقائلون الاعداء ولانظر لهم الی انه بالکیفیة اوبالخاصیة فمن قال بالاعداء ولولرائحة فقد قال بالعدوی۔ **والثامن** ان النفی اعداء المرض من دون اذن الله تعالٰی کمازعمه اهل الجاهلیة اما الاعداء عادة باذن الله تعالٰی فثابت ولذا امر بالفرار ونهی عن ایراد الممرض ولااعلمه اعنی اثبات العدوی العادیة ثابتا عن الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم الامایفیده کلام الامام الطحاوی رحمه الله تعالٰی فیماتقدم من انکار ابی هریرة	باب میں کیامنافات اور تضاد ہے کیونکہ طب اس مرض میں تعدیہ کی قائل ہے جیسا کہ تور پشتی، طیبی، ملا علی قاری، زرقانی اور شیخ محقق اور ان کے علاوہ دوسروں نے کہاہے کہ اطبا کے خیال میں تعدیہ مرض سات قسم کی امراض میں ہوتا ہے جیسا کہ شیخ کے حوالہ سے پہلے مذکور ہوا۔ تعدیہ مرض خواہ کسی کیفیت سے ہو یا کسی خاصیت سے، **اس میں** دونوں برابر اور مساوی ہیں کیونکہ دونوں فصلیں طب کے مسائل میں سے ہیں، اور یوں نہیں کہ عدوٰی بغیر کسی معقول سبب کے ہوجائے اس لئے کہ جولوگ تعدیہ امراض کے قائل ہیں وہ تعدیہ پر اعتقاد رکھتے ہیں باوجودیکہ وہ اس پر نگاہ نہیں رکھتے کہ وہ کس کیفیت سے ہوا ہے یا کس خاصیت سے، لہٰذا جو شخص تجاوز مرض کا قائل ہو خواہ بدبو ہی کے سبب سے کیوں نہ ہو وہ درحقیقت تعدیہ مرض کا قائل ہے۔ **آٹھویں وجہ** تعدیہ مرض کی نفی اس صورت میں ہے کہ اسے اللہ تعالٰی کے اذن اور ارادہ کے بغیر تسلیم کیاجائے جیسا کہ دور جاہلیت والوں کاخیال اور زعم تھا، لیکن اگر اللہ تعالٰی کے اذن اور ارادہ سے عادتًا ماناجائے (توپھر خلاف شریعت نہ ہونے کی وجہ سے) ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے بھاگنے کاحکم دیاگیا اور اس مرض کے مریض کو تندرست آدمی کے پاس جانے سے منع کیاگیاہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ عدوٰی عادیہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ثابت ہے۔ ہاں مگر امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا گزشتہ کلام اس بات کو تقویت پہنچاتا ہے کہ

رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث لاعدوی واقامتہ علی روایۃ لایوردن ان ذٰلک کان ظنہ التضاد بینھما، **اقول:** لیس لمثلی الکلام مع مثل الامام رحمہ اللہ لکن الذی یعرفہ قاصر مثلی ان انکار الروایۃ لاینحصر فی ظن التضاد بل نسی عنہ سمعہ من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فما وسعہ الا انکارہ حتی لوفرض مودی الحدیثین واحدا من کل جھۃ وانما الالفاظ غیر الالفاظ ونسی سماع احدھما وقیل لہ رویت ھذا الحدیث ھٰکذا لم یسعہ الا الاباء، نعم ھو مذھب الامام المطلبی محمد بن ادریس الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال المناوی فی فیض القدیر (اتقوا المجذوم) ای اجتنبوا مخالطتہ فانہ یعدی المعاشر کما جزم بہ الشافعی فی موضع وحکاہ عن الاطباء	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس حدیث لاعدوی کا انکار کیا تھا اور لایوردن والی حدیث کو اس کے مقابل پیش کیا تھا درحقیقت وہ اپنے گمان کے مطابق ان دونوں کے درمیان تضاد سمجھتے تھے، **اقول:** (میں کہتاہوں کہ) مجھ جیسے ناقص شخص کے لئے امام رحمہ اللہ تعالٰی جیسی بلند پایہ شخصیت کے ساتھ ہمکلام ہونا زیب نہیں دیتا سوائے اس کے جو اسے پہچانتاہے، مجھ جیسے تو اس کی معرفت سے قاصر ہیں البتہ کسی روایت سے انکار کرنا تضاد کے گمان پر منحصر نہیں بلکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اس حدیث کا سماع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بھول گئے، اس لئے ان کے لئے سوائے انکار کے کوئی گنجائش نہ رہی لیکن اگر یہ فرض کرلیا جاتا کہ ہر جہت سے دونوں کا مفہوم (مودّی) ایک ہے البتہ دونوں کے الفاظ مغایر اور الگ الگ ہیں اور جبکہ وہ ایک کا سماع بھول گئے، چنانچہ ان سے کہا گیا آپ نے اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے تو انہیں سوائے انکار کے کوئی اور گنجائش نہ رہی۔ ہاں وہ امام مطلبی محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے، چنانچہ علامہ مناوی نے فیض القدیر (شرح جامع صغیر) میں فرمایا حدیث "جذامی سے بچو اور پرہیز کرو" یعنی اس کے میل جول اور اختلاط سے اجتناب کرو، اس لئے میل ملاپ کرنے والے میں مرض سرایت کرتاہے، جیسا کہ امام شافعی نے ایک جگہ اس پر اظہار یقین کیا

والمجربین فی اخرونقله غیره من افاضل الاطباء [1] اھ.**اقول:** وطریقته رضی الله تعالٰی عنه فی امثال المقام معروفة من الاعتماد علی التجارب حتی قال بالقیافة وجعلها حجة فی الاحکام الشرعیة و حکایاته رضی الله تعالٰی عنه فیها مشهورة فی مقاصد السخاوی وغیرها ماثورة وتبعه علیه احد شیخی مذهبه الامام ابوزکریا النووی ومن قبله الامام ابو عمرو بن الصلاح ومن بعدهما الکرمانی والطیبی و کذا ابن الاثیر فیما ذکر القاری وکذا السخاوی علی شبهته فی عبارة الموجودة فی نسختی المقاصد و وافقهم من علمائنا التورپشتی والقاری کما وافقنا من ائمتهم العسقلانی.واضطرب ظاهرا کلام المناوی فقال تحت حدیث اتقوا المجذوم	اور ایک دوسری جگہ اطباء اور تجربہ کارلوگوں سے اس کی حکایت بیان فرمائی، اور دیگر اہل علم نے طب کے فاضلوں سے اسے نقل کیاہے اھ۔**اقول:** (میں کہتاہوں) امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا طریقہ کار اور دستور اس نوع کے مقامات میں مشہور ومعروف ہے کہ مختلف تجربوں پر اعتماد ہے یہاں تک کہ موصوف نے قیافہ شناسی اور اسے احکام شریعت میں حجت قرار دینے کا قول پیش کیا ہے اور اس سلسلے میں موصوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کے واقعات وحکایات مشہور ہیں چنانچہ مقاصد حسنہ میں امام سخاوی اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کی کتابوں میں منقول ہیں ان کے مذہب والوں میں سے ایک شیخ ابوزکریا نووی نے اس سلسلے میں ان کا اتباع کیاہے اور ان سے پہلے امام ابوعمرو بن صلاح اور ان دونوں کے بعد کرمانی، طیبی اور اسی طرح ابن اثیر جیسا کہ ملاعلی قاری نے ذکر فرمایاہے اور اسی طرح امام سخاوی نے ذکر کیامگر میرے پاس مقاصد حسنہ کاجو نسخہ ہے اس کی موجودہ عبارت میں کچھ اشتباہ پایاجاتاہے اور ہمارے علماء میں سے ان کی موافقت تورپشتی اور ملاعلی قاری نے کی جیسا کہ ان کے ائمہ میں سے ہماری موافقت علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمائی، بظاہر علامہ مناوی کاکلام مضطرب (ناقابل اعتماد) ہے چنانچہ اس حدیث "جذامی سے بچو" کے ذیل میں کہا

[1] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر حدیث ۱۴۱ دار المعرفة بیروت ۱/ ۱۳۷

ماقال قال ولایناقضہ خبر لاعدوی لانہ نفی لاعتقاد الجاھلیۃ نسبۃ الفعل لغیر اللہ تعالٰی[1] الخ وقال تحت حدیث کلم المجذوم ،لئلا یعرض لك جذام فتظن انہ اعداك مع ان ذٰلك لایکون الا بتقدیر اللہ تعالٰی وھذا خطاب لمن ضعف یقینہ ووقف نظرہ عند الاسباب[2] اھ ففی ھٰذا نوع میل الی ماعلیہ الجمھور ووقع نحوہ لعلامۃ الزرقانی فی شرح المؤطا فی موضع واحد فقال تحت قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایحل الممرض علی المصح،فربما یصاب بذٰلك فیقول لوانی ماحللتہ لم یصبہ والواقع انہ لو لم یحلہ لاصابہ لان اللہ تعالٰی قدرہ فنھی عنہ لھذہ العلۃ التی لایؤمن غالبا من وقوعھا فی طبع الانسان وھو قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمن المجذوم فرارك من	جو کچھ کہا، پھر فرمایا کہ یہ حدیث لاعدوٰی کے مناقض نہیں اس لئے کہ اس میں اعتقاد جاہلیت کی نفی ہے کیونکہ اس میں غیراللہ کی طرف فعل کی نسبت ہے الخ اور حدیث "کلّم المجذوم یعنی مجذوم کے ساتھ دور سے کلام کرو" کے ذیل میں فرمایا ایسا نہ ہو کہ کہیں تجھے مرض جذام لگ جائے اور تو یہ سمجھنے لگے کہ مریض کی بیماری اُڑ کر تمہیں لگ گئی حالانکہ تقدیرالٰہی کے بغیر اس طرح نہیں ہوسکتا۔اور یہ اس کو خطاب ہے جو یقین میں کمزور ہو،اور اس کی نظر صرف ظاہری اسباب پر ہی ٹھہرتی ہو اھ،اس میں جمہور کے مذہب کی طرف ایک طرح میلان پایا جاتا ہے،اور اسی نوع کا وقوع علامہ زرقانی سے شرح مؤطا میں ایک جگہ ہوا ہے چنانچہ علامہ موصوف نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ارشاد "کوئی مریض کسی تندرست آدمی کے پاس نہ جائے" اس لئے کہ اگر اسے مرض لگ جاتا ہے تو پھر وہ مریض یوں کہنے لگتا ہے کہ کاش میں اس کے ہاں نہ جاتا یا اس سے نہ ملتا تو مجھے یہ مرض نہ لگتا، حالانکہ فی الواقع اگر یہ مریض کے پاس نہ جاتا تب بھی اس کو یہ مرض لگ جاتا کیونکہ اللہ تعالٰی نے اس کے مقدر میں ایسا لکھ دیا تھا پس اس علت کی وجہ سے اسے روک دیا گیا کیونکہ طبیعت انسانی غالبًا اس کے وقوع سے لاپروا اور بے فکر نہیں

[1] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۱۴۱ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۳۷

[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۶۳۸۰ دارالمعرفۃ بیروت ۵/ ۴۱

الاسد، وان کنا نعتقد ان الجذام لایعدی لکنا نجد فی انفسنا نفرۃ وکراھیۃ لمخالطته[1] اھ فھٰذا صریح فی وفاق الجمھور، ثم قال اما النھی عن ایراد الممرض فی باب اجتناب الاسباب التی خلقھا اللہ وجعلھا اسبابا للھلاك اوالاذی والعبد مامور اتقاء اسباب البلاء اذا کان فی عافیۃ منھا وفی حدیث مرسل عند ابی داؤد انه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم مر بحائط مائل فقال اخاف موت الفوات[2] اھ ففیه میل ما الی القول الاٰخر بل کان جزما به لولا قوله "او الاذی" ثم عاد فقال تحت قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم انه اذی ای یتاذی به لا انه یعدی[3]	ہو سکتی۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد "جذامی سے تم اس طرح بھاگو جیسے بوقت خوف شیر سے بھاگتے ہو" کا یہی مفہوم ہے، اگرچہ ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مرض جذام متعدی نہیں ہوتا لیکن اپنے دلوں میں جذامی سے میل جول رکھنے سے نفرت اور کراہت پاتے ہیں اھ، اور یہ صراحۃً مذہب جمہور سے اتفاق ہے۔ پھر فرمایا لیکن مریض کے پاس جانے سے ممانعت کرنا ان اسباب سے بچنے کے باب سے ہے جنہیں اللہ تعالٰی نے پیدا فرمایا اور انہیں ہلاکت اور تباہی کے اسباب بنایا یا ممانعت ایذا رسانی کے باعث ہے اور بندہ کو اسباب بلا سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ وہ ان سے بچ سکے، چنانچہ ابوداؤد کی ایک مرسل (بلاسند) روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک مائل بانہدام (جھکی ہوئی) دیوار کے قریب سے گزرے تو ارشاد فرمایا میں موت فوات سے ڈرتا ہوں اھ پس اس میں دوسرے قول کی طرف تھوڑا سا میلان ہے بلکہ اس پر اظہار یقین ہے بشرطیکہ اوالاذی کا قول متصل نہ ہوتا، پھر سابق کلام کی طرف رجوع کرتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد انه اذی (وہ ایذا ہے) کے ذیل میں فرمایا یعنی اذیت ہوگی (مریض اور تندرست کے لئے)

[1] شرح الزرقانی علی موطا امام مالك باب عیادۃ المریض والطیرۃ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۳۳۳

[2] شرح الزرقانی علی موطا امام مالك باب عیادۃ المریض والطیرۃ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۳۴۔۳۳۳

[3] شرح الزرقانی علی موطا امام مالك باب عیادۃ المریض والطیرۃ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۳۳۴

ثم نقل عن یحیی بن یحیی ماقدمناه وقد اذناك ان المائلین الی هذا القول كالتور پشتی والطیبی والقاری قداعترفوا جمیعا كنص الشیخ المحقق و الزرقانی ان ابطال العدوٰی راسا هوالذی علیه الاكثرون، **اقول:** وارجوان لاینكر علیه بما قال الامام النووی فی شرح مسلم قال جمهور العلماء یجب الجمع بین هٰذین الحدیثین وهما صحیحان قالوا وطریق الجمع ان حدیث لاعدوٰی المراد به نفی ماكانت علیه الجاهلیة تزعمه وتعتقده ان المرض و العاهة تعدی بطبعها لایفعل الله تعالٰی واما حدیث لا یورد ممرض علی مصح، فارشد فیه الی مجانبة مایحصل الضرر عنده فی العادة بفعل الله تعالٰی وقدره قال فهذا الذی ذكرناه من تصحیح الحدیثین والجمع بینهما هو الصواب الذی علیه جمهور العلماء ویتعین المصیر الیه[1] اھفقدیكون المعزوالی جمهور	نہ کہ مرض میں تجاوز ہے۔ پھر انہوں نے یحیٰی بن یحیٰی سے وہی نقل کیا جو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں اور بلاشبہہ ہم نے تمہیں آگاہ کر دیا ہے کہ جو لوگ اس قول کی طرف مائل ہیں جیسے تورپشتی، طیبی اور ملا علی قاری شیخ محقق اور زرقانی کی تصریح کی طرح وہ سب اس بات کے معترف ہیں کہ بالکلیہ تعدیہ مرض کے ابطال کا موقف زیادہ تر اہل علم رکھتے ہیں۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں) میں اُمید رکھتا ہوں کہ جو کچھ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا اس کا انکار نہیں کیا جائے گا (اور وہ یہ ہے) جمہور علماء نے فرمایا ان دو حدیثوں کو جمع کرنا ضروری ہے اور وہ دونوں صحیح ہیں، جمہور فرماتے ہیں دونوں کو جمع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ حدیث "لاعدوٰی" سے اس چیز کی نفی مراد ہے کہ جس پر اہل جاہلیت قائم تھے چنانچہ وہ گمان اور اعتقاد رکھتے تھے کہ مرض اور آفت اپنی طبعی حالت سے تجاوز کرتے ہیں نہ کہ اللہ تعالٰی کی کارکردگی سے۔ (رہی حدیث کہ) "مریض تندرست کے پاس نہ جائے" اس میں اس چیز سے بچنے کی راہنمائی فرمائی ہے کہ جس سے بطور عادت اللہ تعالٰی کے فضل اور قضاء وقدر سے ضرر حاصل ہوتا ہے۔ امام نووی نے فرمایا یہ وہی ہے جس کو ہم نے بیان کیا ہے (یعنی) دو حدیثوں کی تصحیح اور ان دونوں کو جمع کرنا یہی وہ راہ صواب ہے کہ جس پر جمہور علماء قائم ہیں اور اس کی طرف رجوع کرنا متعین ہے اھ لہٰذا جمہور علماء کی

[1] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب السلام باب لاعدوٰی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۰

العلماء وجوب الجمع وتصحیح الحدیثین لا خصوص ھذا الجمع وربما یشیر الیه انه بعد ذکر ھذا الجمع لم یقل ان ھذا الذی ذکرناہ ھو الصواب الذی علیه الجمھور بل فسرالمذکور بقوله من تصحیح الحدیثین والجمع بینھما ولواراد خصوص الجمع لم تکن حاجة الی التفسیر اصلا لکون الاشارۃ متصلة بذٰلك الجمع من دون فصل فضلا عن یفسرہ بالاعم وحینئذ یکون قوله ھذا احترازا عن الوجھین الاولین الذین قدمناھما ان احد الحدیثین غیرثابت لومنسوخ فیکون مثل مانقل ھو فیما بعد عن الامام القاضی عیاض انه قال وقد ذھب عمر رضی اللہ تعالٰی عنه وغیرہ من السلف الی الاکل معه و راوا ان الامر باجتنابه منسوخ و الصحیح الذی قاله الاکثرون ویتعین المصیر الیه انه لانسخ بل یجب الجمع بین الحدیثین وحمل الامر باجتنابه والفرار منه علی الاستحباب و الاحتیاط لاللوجوب واما الاکل	طرف دو چیزیں منسوب ہیں ایک وجوب جمع اور دوسری چیز دوحدیثوں کی تصحیح نہ کہ اس جمع کا خصوص کبھی اس کی طرف اشارہ یہ چیز کرتی ہے کہ اس جمع کے ذکر کرنے کے بعد یہ نہیں فرمایا کہ جس کو ہم نے ذکر کیاہے وہی صواب ہے کہ جس پر جمہوراہل علم قائم ہیں بلکہ مذکور کی اپنے قول "دو حدیثوں کی تصحیح اور انہیں جمع کرنے" سے تفسیر فرمائی۔ لہٰذا اگر خصوص جمع کاارادہ کرتے تو اس تفسیر کی بالکل ضرورت اور حاجت نہ تھی اس لئے کہ اشارہ اس جمع سے پیوستہ یاوابستہ تھا نہ کہ الگ وجدا، چہ جائیکہ اس اعم سے اس کی تفسیر کرتے پھر اس صورت میں موصوف کا قول "ھذا" پہلی دو وجوہات سے جن کو ہم پہلے بیان کرچکے ہیں، احتراز ہے، ایک یہ کہ دونوں حدیثوں میں سے ایک ثابت نہیں یا وہ منسوخ ہے پھر یہ کلام اسی جیسا ہوگا کہ جس کو اس کے بعد امام قاضی عیاض سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ اور دوسرے اسلاف مریض کے ساتھ کھانا کھانے کے جواز کی طرف گئے ہیں اور اس سے مراد یہ ہے کہ "امر بالاجتناب" (ان سے الگ رہنے کاحکم) منسوخ ہے پس صحیح وہی ہے جو اکثر اہل علم نے فرمایا لہٰذا اس کی طرف رجوع متعین ہے کہ یہاں کوئی نسخ نہیں بلکہ دوحدیثوں کو جمع کرنا واجب (ضروری) ہے، لہٰذا ان سے الگ اور کنارہ کش رہنے کاامر اور ان سے بھاگنے کاحکم استحبابی اور احتیاطی ہے۔

معه ففعله لبیان الجواز[1] اھ، واذن یکون قوله قالوا وطریق الجمع الخ علی ماھو المتعارف بین العلماء من نقل اقوال جمع، بلفظة قالوا الا ان مرجعه جمھور العلماء کیلا یخالف نقل الاکثرین عن الاکثرین منھم التورپشتی والقاری انفسھما واللّٰه تعالٰی اعلم، ثم من الحجة لنا علیھم، اوّلًا ظاھر الاحادیث المتواترة کما اعترفوا به ولامعدل عن ظاھر الابدلیل واین الدلیل وثانیًا ماقدمنا عن الامام الطحاوی ان لوکان ذٰلك من اسباب الھلاك العادیة لم یفعله النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ولاالخلفاء الراشدون ولاامر بالاکل معھم تواضعاوایمانا فان مجانبته حینئذ مامورہ شرعا لقوله تعالٰی "وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ"[2] وقوله تعالٰی "وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚۖۛ"[3] وکان کالجدار المائل	وجوبی نہیں۔ رہا یہ کہ ان کے ساتھ کھانا پینا، تو ایسا کرنا بیان جواز کے لئے ہے اھ پھر تو موصوف کا قول قالوا وطریق الجمع الخ اس پر مبنی ہے کہ جو علماء کے درمیان متعارف ہے کہ وہ ایک جماعت کے اقوال کو لفظ قالوا سے نقل کرتے ہیں ہاں مگر اس کا مرجع جمہور علماء ہیں تاکہ اکثر کی نقل اکثر کے مخالف نہ ہو، ان میں خود تورپشتی اور ملا علی قاری شامل ہیں اور اللہ تعالٰی ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے۔ پھر ہماری دلیل ان کے خلاف متعدد وجوہ سے ہے اوّل متواتر حدیثوں کے ظاہر کی دلالت، جیسا کہ خود مخالفین کو اس بات کا اعتراف ہے، اور ظاہر ہے بغیر دلیل عدول نہیں ہوسکتا اور یہاں دلیل کہاں، دوم ہم امام طحاوی کے حوالہ سے پہلے نقل کرچکے ہیں اگر وہ "اختلاط مرض" ہلاکت عادیہ کے اسباب میں سے ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور خلفاء راشدین ہرگز ایسا نہ کرتے (اقدام اختلاط) اور نہ ان کے ساتھ (یعنی مریضوں کے ساتھ) بر بنائے تواضع اور ایمان کھانے پینے کا حکم فرماتے کیونکہ پھر تو ان سے علیحدگی اور کنارہ کشی شرعًا مامور بہ ہے اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی وجہ سے "اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو" یا" اپنے آپ کو

---

[1] شرح مسلم للنووی بحوالہ قاضی عیاض باب السلام باب لاعدوٰی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴-۲۳۳

[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۹

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۵

والسفینة المکسورة وقداعترف به هؤلاء المثبتون للعدوی کما ستقف،**اقول:** ولیس من التوکل، المعارضة مع الاسباب والهجوم علی ماجرت العادة بافضائه الی التباب ولایحل لاحد ان یلقی نفسه من فوق جبل توکلا علی ربه عزوجل وایقانا بانه لایضره ان لم یشاء وقد حکی ان الشیطان سال ذلك سیدنا عیسٰی کلمة الله علی نبینا الکریم وعلیه الصلٰوة والتسلیم فقال لااختبر ربی ونصوا بما نعة رکوب البحر عندهیجانه وبه ظهر الجواب عن حمل مثبتی العدوی حدیث کل ثقة بالله وامثاله علی التوکل ومتارکة الاسباب وقد ذکرمن فعل الصدیق الاکبر والفاروق الاعظم ومبالغتهما فی ذلك مایرشدك انه نص فی ردما ذهبوا الیه،ولنذکر ههنا	مت قتل کرو"اور یہ گرنے والی دیوار اور ٹوٹی ہوئی کشتی کی طرح ہوگا،اور اثبات تعدیہ کرنے والے حضرات بھی اس کے قائل اور معترف ہیں جیسا کہ عنقریب آپ آگاہ اور واقف ہو جائیں گے،**اقول:** (میں کہتاہوں) یہ توکّل نہیں کہ اسباب کے ساتھ معارضہ (مقابلہ) کیاجائے۔اور جو چیز تباہی وہلاکت تک لے جائے بے سوچے اس میں پڑجانا ہر گز جائز نہیں، نیز کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے آپ کو پہاڑ کے اُوپر سے گرائے،اللہ تعالٰی پر توکل کا نام لیتے ہوئے اور اس یقین و بھروسے کے ساتھ کہ اگر اللہ تعالٰی نہ چاہے تو کوئی چیز نقصان نہیں دے سکتی ایسا کرنا جائز نہیں۔چنانچہ حکایت بیان کی گئی ہے کہ سیدنا حضرت عیسٰی کلمۃ اللہ علیہ وعلٰی نبینا الصلٰوۃ والسلام سے یہی سوال شیطان نے کیاتھا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں اپنے پروردگار کا امتحان نہیں کرتا اور اسے نہیں آزماتا۔اہل علم نے صراحت فرمائی کہ سمندر میں جوش اور طوفان آنے کے وقت بحری سفر نہ کیاجائے،اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ قائلین بالتعدیہ حدیث کل ثقۃً باللہ اور اس جیسی دوسری حدیثوں کو عمل توکل اور ترک اسباب پر محمول کرتے ہیں۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فعل سے یہ بیان کیا گیا اور اس باب میں ان دونوں کے مبالغہ کرنے میں تمہارے لئے ایسی راہنمائی ہے

كلام العلامة على القارى عليه رحمة البارى فانه جمع مااتى به المثبتون وزاد ونذكر فى خلاله مافتح الله تعالٰى علينا من وجوه اختلاله قال رحمه الله تعالٰى قد عــــہ اختلف العلماء فى التاويل فمنهم من يقول المراد منه نفى ذٰلك وابطاله على مايدل عليه ظاهر الحديث وهم الاكثرون ومنهم من يرى انه لم يرد ابطالها فقد قال صلى الله تعالٰى عليه وسلم فرمن المجذوم فرارك من الاسد[1] **اقول:** ارادة الابطال هو الظاهر كما اقربه وماذكر لايصلح صارفا له لما علمت من وجوه التاويل۔قال وقال صلى الله تعالٰى

جو ان لوگوں کے مذہب کے رَد کرنے کے لئے (واضح) نص ہے۔ہمیں یہاں ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا کلام ذکر کرنا چاہئے کیونکہ اہل اثبات جوکچھ لائے ہیں اس سب کو بمع اضافہ انہوں نے یکجا کیاہے اور ان کی خلل پذیر وجوہات کے بارے میں جو اللہ تعالٰی نے ہم پر منکشف فرمائیں اس دوران ہم ان کا بھی ذکر کریں گے۔چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا اہل علم کا اس مسئلہ کی تاویل میں اختلاف ہے ان میں بعض وہ ہیں جو فرماتے ہیں اس سے نفی اور اس کا ابطال مراد ہے اس بناپر کہ ظاہر حدیث اس پر دلالت کرتی ہے،اور وہ اہل علم اکثر یعنی (کثیر تعداد میں ہیں اور کچھ دوسرے وہ ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ بطلان (تعدیہ) مراد نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جذامی سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو"۔ اقول:(میں کہتاہوں) ارادہ ابطال ہی ظاہر ہے جیسا کہ خود موصوف نے اس کا اقرار کیا اور جوکچھ (اس کے خلاف) ذکر کیا گیا وہ اس کے لئے دافع نہیں جیسا کہ وجوہ تاویل سے تمہیں معلوم ہوگیا، علامہ موصوف

عــــہ:هذا كله كلام التورپشتى سوى مازاد من شرح المنحة ۱۲منه

یہ سب تورپشتی کاکلام ہے ماسوائے اس چیز کے جو شرح المنحہ سے زائد کیاہے ۱۲منہ (ت)

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۴۳

علیه وسلم لایوردن ذوعاهة علی مصح[1] **اقول:** هذا اضعف وابعد بعد ماروینا عن المؤطا انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم لما نفی العدوی ونهی عن ایراد الممرض قالوا وماذاك قال وانما اراد بذٰلك نفی ماکان یعتقده اصحاب الطبعیة فانهم کانوا یرون العلل المعدیة موثرة لامحالة، فاعلمهم ان لیس الامر علی مایتوهمون بل هو معلق بالمشیة ان شاء کان وان لم یشاء لم یکن[2]۔ **اقول:** کل شیئ کذٰلك و جمیع الاسباب متساویة الاقدام فی ذٰلك ولم یات الشرع بنفی الاسباب بل اثبتها وارشد الی نفی تاثیرها واعتقاد اصحاب الطبعیة فی العین لیس بادون من اعتقادهم فی العدوی ثمّ لم یات الشرع بنفیها بل قال العین حق، قال ویشیر الی هذا المعنی قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم "فمن اعدی الاول"	نے فرمایا حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آفت ومصیبت والے کسی تندرست کے پاس نہ جائیں۔ **اقول:** (میں کہتاہوں) یہ زیادہ ضعف اور زیادہ بعید ہے بعد اس کے کہ ہم نے مؤطا کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب تعدیہ مرض کی نفی فرمائی اور لوگوں کو مریض کے پاس جانے سے منع فرمایا تو لوگوں نے استفسار کیا کہ یہ کیوں۔۔۔۔۔۔۔ موصوف نے فرمایا کہ اس سے آپ کاارادہ نفی کرنے کاتھا جس کا ارباب طبعیت اعتقاد رکھتے ہیں کیونکہ وہ بلاشبہہ علل متعدیہ کو مؤثر سمجھتے تھے اس لئے آپ نے ان لوگوں کو اس بات پر آگاہ فرمایا کہ وہ معاملہ جس کا انہیں وہم ہے وہ اللہ تعالٰی کی مشیت سے معلق ہے اگر وہ چاہے تو مرض لاحق ہوگا نہ چاہے تو نہیں ہوگا **اقول:** (میں کہتاہوں) ہر شے اسی طرح ہے اور تمام اسباب اس میں متساوی اقدام ہیں اور شریعت نے اسباب کی نفی نہیں کی بلکہ انہیں ثابت کیاہے اور ان کی نفی تاثیر کی راہنمائی فرمائی ہے اور نظربد میں اصحاب طبعیت کااعتقاد اس سے کم نہیں جتنا تعدیہ مرض میں ہے۔اور شریعت نے اس کی نفی بھی نہیں فرمائی بلکہ فرمایا: نظر حق ہے۔علامہ موصوف نے فرمایا اور اسی معنی کی طرف حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد فمن اعدی الاوّل

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۴۳

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۴۳

ای ان کنتم ترون ان السبب فی ذٰلك العدوی لا غیرفمن اعدی الاول، **اقول:** اوّلًا بون بیّن بین ان یعتقدوا العلل موثرۃ فی العدوی وان یعتقدوا العدوی ھی الموثرۃ وحدھا والثابت عنھم ذٰلك لاھذا وقد وقع مثل ھذا للمناوی فی التیسیر فقال ھو من الاجوبۃ المسکتۃ اذ لو جلبت الادواء بعضھا بعضاً لزم فقد الدواء الاول لفقد الجالب[1] اھ وانت تعلم انہ غیر لازم اصلا مالم یقولوا بالسبب عند سلب الجلب ولیس ھذا زعمھم ولالازم زعمھم و الرجیح الفصیح فی تفسیر الحدیث ماقدمت والیہ جنح الامام الطحاوی کما علمت ذکرہ بلسان المتکلم الامام العینی فی شرح البخاری[2] فقال ای من اجرب البعیر الاول یعنی ممن سری الیہ الجرب فان قلت من بعیر اٰخر یلزم التسلسل	یعنی پہلے آدمی تک کس سے مرض پہنچا یعنی اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس میں سبب مرض تعدیہ ہے تو پہلے مریض تک کیسے تعدیہ ہوا، **اقول: اولًا** (میں اولًا کہتاہوں) دونوں میں فرق ظاہر اور واضح ہے وہ یہ کہ تعدیہ میں علل کے مؤثر ہونے کا اعتقاد رکھیں اور صرف تعدیہ ہی کو مؤثر سمجھیں، پس ان سے پہلی شق ثابت ہے نہ کہ دوسری۔ اسی کی مثل علامہ مناوی سے تیسیر میں مذکور ہوا ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ یہ مسکت جوابات میں سے ہے اس لئے کہ اگر امراض میں ایک دوسرے سے کشید ہو تو پھر پہلے مریض کا مرض مفقود ہو جانا چاہئے اس لئے کہ اس کے لئے کوئی جالب نہیں اھ تم جانتے ہو کہ یہ قطعًا لازم نہیں آتا جب تک وہ سلب جلب کے علاوہ کسی سبب کا قول نہ کریں حالانکہ ان کا یہ خیال (زعم) نہیں اور نہ ان کے زعم سے یہ لازم آتا ہے لہٰذا صحیح، راجح قول وہی ہے جو میں نے پہلے بیان کر دیا ہے اور امام طحاوی اسی طرف مائل ہیں جیسا کہ آپ جانتے ہیں، امام عینی نے شرح بخاری میں متکلم کی زبان میں ذکر کیا ہے، چنانچہ فرمایا یعنی پہلے اونٹ کو کس طرح خارش ہوئی، اگر تم کہو کہ دوسرے اونٹ سے، تو تسلسل لازم آئے گا، اگر تم کہو کہ کسی دوسرے سبب سے مرض منتقل ہوا تو اس کا بیان تمہارے

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال الطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۴۳

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث فمن اعدی الاول مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/ ۱۷۳

وان قلت بسبب اٰخر فعلیك بیانه وان قلت ان الذی فعله فی الاول هو الذی فعله فی الثانی ثبت المدعی وهو ان الذی فعل فی الجمیع ذٰلك هو الله الخالق القادر علی کل شیئ وهذا جواب من النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی غایة البلاغة والرشاقة [1] اھ اقول: کل کلامه صلی الله تعالٰی علیه وسلم کذٰلك کیف وقداوتی جوامع الکلم ولاحاجة فی تفسیر الی ماذکرتم من الشق الثانی فانه اذا اعترف انه لیس بالعدوی بل بسبب اٰخر فقد انقطع لثبوت ان للمرض سببا اٰخر فلیکن الثانی ایضا بذٰلك السبب فلم تثبت العدوی لعدم الدلیل علی الدعوی و **اقول:** ثانیا علٰی کل فای اشارة فی من اعدی الاول الی اثبات العدوی عادة لاتاثیرا ،قال وبین بقوله فرمن المجذوم وبقوله فرمن المجذوم وبقوله لایوردن ذوعاهة علی مصح ان	ذمّے ہے، اگر تم یہ کہو کہ جس نے پہلے کو مرض لگایا اسی نے دوسرے کو بھی مرض میں مبتلا کیا، تو پھر اس صورت میں ہمارا دعوی ثابت ہوگا۔اور وہ یہ ہے کہ جو سب میں یہ کچھ کرتا ہے وہی اللہ تعالٰی ہے جو خالق ہے ہر چیز پر قادر ہے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ جواب انتہائی درجہ بلیغ اور خوب صورت انداز میں سنا گیا اھ۔**اقول:** (میں کہتا ہوں) حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا ہر کلام اسی طرح فصیح و بلیغ اور جامع ہے، اور یہ کیونکر نہ ہو جبکہ آپ کو جوامع الکلم یعنی جامع کلمات سے نوازا گیا۔اور تفسیر میں تمہاری بیان کردہ دوسری شق کی کوئی ضرورت اور حاجت نہیں کیونکہ جب اعتراف ہوگیا کہ یہ اثر عدوٰی سے نہیں بلکہ کسی دوسرے سبب سے ہے تو پھر بات ہی ختم ہو گئی اس ثبوت کی وجہ سے کہ مرض کا کوئی دوسرا سبب ہے تو پھر ہو سکتا ہے کہ دوسرے مریض کو بھی اسی سبب سے مرض لاحق ہوگیا ہو، نتیجہ یہ کہ اس صورت میں تعدیہ مرض (مجذومی) ثابت نہ ہوا کیونکہ اس دعوی پر کوئی دلیل موجود نہیں۔و **اقول:** ثانیًا (اور میں ثانیًا کہتا ہوں کہ) ہر تقدیر پر متن اعدی الاول میں کونسا اشارہ ہے کہ تعدیہ بطور تاثیر تو ثابت نہیں ہاں البتہ بطور

[1] عمدۃ القاری کتاب الطب باب لاہامۃ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/ ۲۸۸

مدا ناۃ ذٰلك سبب العلة فليتقه اتقائه من الجدار المائل والسفينة المعيوبة [1] **اقول**: فاذن كان يجب التباعد عنه على الخواص والعوام وينافيه ماثبت من فعله صلى الله تعالٰى عليه وسلم وفعل الخلفاء الراشدين وحديث كل مع صاحب البلاء، **قال** وقد رد الفرقة الاولى على الثانية فی استدلالهم بالحديثين ان النهی فيهما انما جاء شفقا على مباشرة احد الامرين فتصيبه علة فی نفسه اوعاهة فی ابله فيعتقد ان العدوٰی حق اھ قلت وقد اختاره العسقلانی فی شرح النخبة وبسطنا الكلام معه فی شرح الشرح ومجمله انه يرد عليه اجتنابه عليه الصلٰوة والسلام عن المجذوم

عادت ثابت ہے۔علامہ موصوف نے فرمایا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے ارشاد "جذامی سے دور بھاگو" اور اپنے ارشاد "مصیبت بیماری والے کسی صحتمند تندرست آدمی کے پاس نہ جائیں" میں بیان فرمایا کہ اس کا قرب سبب مرض ہے لہٰذا اس سے اس طرح بچے جیسے گرنے والی دیوار اور ٹوٹ پھوٹی کشتی سے بچتا ہے **اقول**: (میں کہتا ہوں کہ) پھر تو اس سے عوام وخواص سب کو دور رہنا چاہئے حالانکہ یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے فعل کے منافی اور خلاف ہے اور حدیث کل مع صاحب البلاء (صاحب مصیبت کے ساتھ کھانا کھاؤ) کے خلاف ہے۔علامہ موصوف نے فرمایا پہلے فرقہ نے دوسرے فرقہ پر دو حدیثوں کے حوالے سے ان کے استدلال کرنے پر رَد کیا ہے کہ دونوں میں نہی اس شفقت پر مبنی ہے کہ کہیں دو باتوں میں سے ایک سے مباشرت ہوجائے کہ وہ خود بیمار ہوجائے یا اس کے اونٹوں پر کوئی آفت آجائے پھر اس کا یہ اعتقاد ہوجائے کہ تعدیہ مرض حق ہے اھ چنانچہ ابن حجر عسقلانی نے اسے شرح النخبہ میں اختیار کیا ہے اور ہم نے شرح الشرح میں پوری تفصیل سے اس بارے میں کلام کیا ہے۔اس کا مجمل بیان یہ ہے کہ ان پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۴۳

عند ارادة المبايعة [1] **اقول**:قدمر فيه من الوجوه مايكفي ويشفي ولايثبت معها اجتنابه صلى الله تعالٰى وسلم عنه بالمعنى الذى رقم ،على انه صلى الله تعالٰى عليه وسلم ربما كان يتنزل من مرتبته ليستن به، قال مع ان منصب النبوة بعيد من ان يوردلحسم مادة ظن العدوٰى كلاما يكون مادة لظنها ايضا،فان الامر بالتجنب اظهر فى فتح مادة ظن ان العدوى لها تاثير بالطبع[2] **اقول**: اولا قدقدمنا فى تقرير كلام النفأة السراة مايرشدك الى الجواب الم تر ان النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم قد نفى العدوى جهارا واعلن به مرارا وقطع عرقه بقوله فمن اعدى الاول وقوله فمن اجرب الاول وقوله ذٰلكم القدر	علیہ وآلہ وسلم نے اس جذامی سے ارادہ بیعت کے وقت اجتناب فرمایا **اقول**: (میں کہتا ہوں کہ) اس میں اتنی وجوہات بیان ہوئیں کہ جوکافی وشافی ہیں لہٰذا ان کی موجودگی میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا اس جذامی سے اجتناب اس معنی میں ثابت نہیں جو تحریر کیاگیا،علاوہ ازیں یہ بات ملحوظ رہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی کبھی اپنے مقام رفیع سے تنزل فرماکر کوئی ایسا رویہ بھی اختیار فرماتے ہیں کہ اس سے آپ کی سنت قائم ہو اور اس کی اقتداء کی جائے۔علامہ موصوف نے فرمایا اس کے باوجود منصب نبوت سے بعید ہے کہ وہ ظن عدوٰی کے مادہ کو قطع کرنے کے لئے ایسا کلام فرمائیں جوخود ظن عدوٰی کے لئے مادہ بن جائے کیونکہ عدوٰی سے بچنے کا حکم دینا خود مادہ ظن کے انکشاف کوزیادہ کرتاہے کہ عدوٰی کے لئے طبعی تاثیر ہے **اقول**: (میں کہتاہوں) اوّلاً بیشک ہم نے نفی کرنے والے افتخار کرنے والے اکابرین کی تقریر کلام میں جو کچھ بیان کیاہے وہ تمہارے لئے جواب کی راہنمائی اور نشان دہی کرتاہے کیاتم نہیں دیکھتے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نفی عدوٰی برسر عام (کھلم کھلا) فرمائی اور متعدد بار اس کا اعلان فرمایا اور اپنے ان ارشادات سے اعدی الاول،فمن اجرب الاوّل،ذلکم القدر (یعنی پہلے

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۴۳

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۴۳

وقد بلغه تبليغا واضحا معروفا عند الكل حتى تواتر عنه صلى الله تعالٰى عليه وسلم وشاع وذاع ملأ الاسماع والبقاع فاىّ مثار لهذا الظن بعد كل هذا الشدد الشن بيد انه اذقد ازيدت هذه الوسوسة من قلوب المؤمنين بقيت خشية انهم لانتفاء هذا التوهم يخالطون المبتلين ولايتحامونهم وفيهم ضعفاء اليقين بل هم الاكثرون والشيطان يجرى من الانسان مجرى الدم وكان امر الله قدرا مقدورا فان اصاب احدا شيئ يلقى العدو فى قلبه ان هذا للعدوى فيفر هذا بدينه اشد مما كان يفر لولم يعلم ان النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم قدنفاها، فحملته رحمته صلى الله تعالٰى عليه وسلم من رؤف بالمومنين رحيم ان نهاهم عن المخالطة اذبدونها ان حدث	میں کیسے تعدیہ مرض ہوا، پہلے کو کس نے خارش لگائی، یہ تقدیر کی باتیں ہیں)اس کی جڑکاٹ دی اور اس کی ایسی تبلیغ فرمائی جو سب کے ہاں مشہور ومعروف ہے یہاں تک کہ یہ مسئلہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے تواتر (تسلسل) کی حد تک پہنچ گیا ہے اور لوگوں میں پھیلا اور شائع ہوا، اس کی خوب اور بار بار سماعت ہوئی پھر اس شدت بندش کے بعد اس گمان کے لئے کون سی گنجائش باقی رہ جاتی ہے بغیر اس کے کہ جب اہل ایمان کے دلوں سے اس وسوسے کا ازالہ کردیا گیا تو یہ خدشہ باقی رہ گیا کہ وہ اس انتفائے وہم کے باعث مصیبت زدہ لوگوں سے اختلاط (میل جول) رکھنے لگیں گے اور ان سے احتراز نہ کریں گے حالانکہ ان میں ضعیف الاعتقاد لوگ کثرت سے ہیں (اور حال یہ ہے) شیطان انسانی جسم میں خون کی طرح چلتا ہے۔ اللہ تعالٰی کا حکم ہو کر رہتا ہے لہٰذا اگر کسی کو کوئی مصیبت پہنچ گئی تو یہ دشمن (شیطان) اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالے گا کہ یہ سب کچھ متعدی اثرات کا نتیجہ ہے یعنی تعدیہ مرض اس کا سبب بنا تو یہ شخص اپنے دین سے زیادہ دور ہوجائے گا بنسبت مصیبت زدہ سے دور ہونے کے۔ اگر اسے یہ علم نہ ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس عدوٰی کی نفی فرمائی ہے، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو مومنوں کے لئے رؤوف اور رحیم ہیں کی رحمت اس سبب سے ہوئی کہ لوگوں کو مریضوں

شیئ والعیاذ باللہ تعالٰی لایحدث فساد اعتقاد و اذا کان الامر فی ھذا الباب کما وصفنا لك فھل کان لسد ھذا الباب طریق غیرھذا الطریق الانیق الذی سبلکه الحکیم الرحیم صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم و اذا کان الامر بالتجنب عندکم شفقا علی ابدانھم فما لکم لاتجیزونه شفقا علی ایمانھم علیك بالانصاب، **ثانیًا** یاسبحٰن اللہ من این جاء ظن التاثیر بالطبع الیس قد نھی الشارع عن اقتحام اسباب الھلاك واسرع صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم حین مر بھدف مائل فھل فیه فتح باب ظن انھا تؤثر بذاتھا، قال وعلٰی کل تقدیر فلادلالة اصلا علی نفی العدوی مبنیًا واللہ تعالٰی اعلم [1] **اقول: اوّلًا** ان لم یدل نفی الجنس والنکرۃ الداخلة فی خیرالنفی علی عموم النفی فماذا یدل بل لادلالة علی تخصیص النفی بکونھا بالطبع، واللہ تعالٰی اعلم، **وثانیا** لم یظھر لی	کے ساتھ اختلاط سے منع فرمایا کیونکہ اگر کوئی حادثہ ہوگیا تو فسادِ اعتقاد نہ ہو اور جب اس باب میں معاملہ یہ ہے جیسا کہ ہم نے تمہارے لئے بیان کردیا تو اس باب کو بند کرنے کے لئے کوئی اور پسندیدہ اور خوبصورت طریقہ ہے جو حکیم ورحیم نے وضع فرماکر لوگوں کے لئے پیش کیا ہو۔ جب تمہارے نزدیک الگ رہنے کا حکم شفقت علی الاجسام کی بدولت ہے تو پھر تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ لوگوں کے ایمان پر رحم کھاتے ہوئے اسے کیوں جائز نہیں قرار دیتے ہو، پس انصاف تمہارے ہاتھ ہے۔ **ثانیًا** اے اللہ پاک تاثیر طبعی کا گمان کہاں سے آگیا۔ کیا شارع نے اسباب ہلاکت میں گھسنے سے منع نہیں فرمایا، خود حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم ایک گرنے والی دیوار کے پاس سے جلدی گزرے تو کیا اس میں بابِ ظن کھلتا ہے کہ تعدیہ مرض بالذات موثر ہوتا ہے۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں) اولًا اگر نفی جنس اور نکرہ جو محل نفی میں داخل ہے (اگر یہ دونوں) عموم نفی پر دلالت نہ کریں تو پھر عموم نفی پر کون سی چیز دلالت کرے گی، بلکہ عدوٰی طبعی کی نفی کی تخصیص پر کوئی دلالت نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔ **وثانیًا** علامہ موصوف کے اس قول

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۴۳

معنی قولہ علی کل تقدیر فان علی تقدیر تعمیم النفی الدلالۃ علیہ فی غایۃ الظھور فلیتأمل، قال قال الشیخ التورپشتی واری القول الثانی اولی التاویلین لمافیہ من التوفیق بین الاحادیث الواردۃ فیہ[1] **اقول: اولا** التوفیق حاصل علی القول الاول ایضا کما بینا ولعلہ لھذا عدل الطیبی عن ھذا التعلیل الی قولہ اری القول الثانی اولیٰ لمافیہ من التوفیق بین الاحادیث و الاصول الطبیۃ التی ورد الشرع باعتبارھا علی وجہ لا یناقض اصول التوحید[2]اھ.**اقول**: لاحاجۃ بنا الی تطبیق الشرع باصول الطب الفلسی بل نؤمن بالشرع ونجری نصوصہ علی ظواھرھا فان وافقھا الطب وغیرہ فذاک والارمینا المخالف بالجدار کائنا ماکان والحمدﷲ رب العٰلمین	علامہ موصوف نے فرمایا بہر تقدیر عدوٰی کے سبب ہونے کی نفی پر اصلاً کوئی دلالت نہیں اور اللہ تعالیٰ بخوبی سب کچھ جانتا ہے۔"علیٰ کل تقدیر"کے معنی مجھ پر ظاہر اور واضح نہیں ہوئے، کیونکہ تعیم نفی کی تقدیر پر تو اس معنی میں بہت واضح اور جلی دلالت موجود ہے پس غور کرو، موصوف نے فرمایا شیخ تورپشتی نے کہا میں دوسرے قول کو دو تاویلوں میں سے زیادہ بہتر خیال کرتا ہوں کیونکہ اس کو اختیار کرنے سے احادیث واردہ فی الباب میں موافقت اور مطابقت ہو جاتی ہے **اقول**: اوّلاً (میں اوّلاً کہتاہوں کہ) قول اول پر بھی دونوں میں موافقت موجود ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے اور شاید اسی وجہ سے علامہ طیبّی نے اس تعلیل سے اس قول کی طرف عدول فرمایا کہ میں دوسرے قول کو زیادہ بہتر خیال کرتاہوں کیونکہ اس میں احادیث واردہ اور قواعد طبیّہ میں موافقت اور مطابقت ہوجاتی ہے کیونکہ علم طب کے اصول وقواعد کا شریعت نے ایسی وجہ پر اعتبار کیاہے کہ وہ اصول توحید کے مناقض اور خلاف نہ ہوں اھ **اقول**: (میں کہتاہوں) شریعت اور طب فلسفی کے اصول و قواعد میں ہمیں مطابقت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ ہم شریعت پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے نصوص کو ظاہر پر جاری کرتے ہیں پس اگر طب وغیرہ شرعی اصولوں کی موافقت کرے تو ٹھیک ہے

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۴۳

[2] شرح الطیبی لمشکوٰۃ المصابیح کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول ادارۃ القرآن کراچی ۸/ ۳۱۴

و اقول: **ثانیا** بل التوفیق علی القول الاول اظھر وازھر فان منصب النبوۃ اجل من ان یبالغ فی نفی امر حق ھٰذہ المبالغۃ ولایرشد الی اثباتہ الابامر محتمل غیر بین **وثالثا** بل حق التوفیق منحصر فیما اختارہ الجمھور لانہ لیس فیہ صرف شیئ من الاحادیث عن الظاھر و ارتکاب تخصیص من دون ملجیئ ظاھر ،قال ثم لان القول الاول یفضی الی تعطیل الاصول الطبیۃ ولم یرد الشرع بتعطیلھا بل ورد باثباتھا والعبرۃ بھا علی الوجہ الذی ذکرناہ [1] **اقول:** لانسلم ان الشرع سلم الطب بتفاصیلھا و الافاضل الثلثۃ التورپشتی والطیبی والقاری ھم الناقلون کغیرھم ان الاطباء یعتقدون الاعداء فی الطاعون والوباء فلوصدقھم الشرع	ورنہ مخالف چیز خواہ کوئی بھی ہو اسے پھینک دیں گے،اور تمام خوبیاں خدا کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے **اقول:** **ثانیًا**(میں دوبارہ کہتاہوں) بلکہ قول اوّل پر موافقت ومطابقت زیادہ ظاہر اور روشن ہے اس لئے کہ مقام نبوت اس سے کہیں زیادہ عظیم وجلیل ہے کہ کسی امر حق کی نفی میں وہ اس قدر مبالغہ آمیزی کرے جبکہ اس کے اثبات میں صرف ایسے امر سے راہنمائی ہوسکتی ہو جو محتمل غیر واضح ہے۔ **وثالثًا** (تیسری بات) بلکہ حق توفیق اس میں منحصر ہے کہ جس کو جمہور اہل علم نے اختیار فرمایا کیونکہ اس میں احادیث کو اپنے ظاہری مفہوم سے پھیرنا نہیں پڑتا اور اضطرار ظاہری کے بغیر ارتکاب تخصیص نہیں کرناپڑتا۔علامہ موصوف نے فرمایا اس لئے کہ قول اول اصول طبیہ کے معطل کردینے تک پہنچا دیتاہے حالانکہ شریعت میں ان کا تعطل وارد نہیں بلکہ ان کا اثبات وارد ہے ان کا اعتبار اس طریقے پر ہوسکتاہے جس کو ہم نے بیان کردیاہے **اقول:** (میں کہتاہوں) ہم یہ نہیں مانتے کہ شریعت نے علم طب کی تمام تفصیلات کو تسلیم کیاہے تین فضلاء تورپشتی طیبّی اور ملا علی قاری تو دوسروں کی طرح ناقل ہیں کہ اطباء طاعون اور وبا میں تعدیہ کا اعتقاد رکھتے ہیں اگر شریعت اس بارے میں ان کی تصدیق کرتی تو پھر جہاں

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۴۳

فی ذٰلك لم یامر بالثبات وعدم الخروج من حیث وقع لکونه اذ ذاك القاء بالایدی الی التهلکة ولم یجعل الفار منه کالفار من الزحف بل کان کالفار من جدار یرید ان ینقض مع ان هذا الامر متواتر عنه صلی الله تعالٰی علیه وسلم وقد وعد علیه الاجر العظیم فعلم ان مزعومهم هذا باطل عند الشرع وانما نهی عن الدخول علیه کما امر بالفرار من المجذوم لانه عسی ان یدخل فیبتلی بالقدر فیقول اُعدیت اویقول لولاالدخول لما ابتلیت ومثل "لو" هذہ تفتح عمل الشیطان والعیاذبالله تعالٰی. قال ویدل علی صحة ماذکرنا قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم قد بایعناك فارجع وقوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کل ثقة بالله ولاسبیل الی التوفیق بین هٰذین الحدیثین الامن هذاالوجه، بین بالاول التوقی من اسباب التلف، وبالثانی التوکل علی الله جل جلاله	طاعون واقع ہوجائے، وہاں لوگوں کو ٹھہرنے اور کہیں باہر نہ جانے کا حکم نہ دیتی کیونکہ پھر تو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں پڑنا ہوتا، اور طاعون سے بھاگنے والے کو جنگ سے بھاگنے والے کی طرح قرار نہ دیتی بلکہ وہ گرنے والی دیوار کے پاس سے بعجلت گزرنے کی طرح ہوتا باوجودیکہ یہ حکم آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر منقول ہے اور اس پر اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا ہے، پس معلوم ہوا کہ شریعت میں ان کا یہ خیال باطل ہے لہٰذا جہاں طاعون پھوٹ پڑے وہاں اسی طرح جانا منع ہے جس طرح جذامی کے پاس جانا ممنوع ہے اور اس سے بھاگنے کا حکم ہے اس لئے کہ اگر وہاں جانے کی صورت میں بقضاء وقدر مبتلائے مصیبت ہوگیا تو کہنے لگے گا کہ مجھ پر تعدیہ مرض ہوگیا یا یوں کہنے لگے گا کہ اگر وہاں نہ جاتا تو مبتلائے مرض نہ ہوتا، اور یہ حرفِ "لو" شیطانی عمل کا دروازہ کھولتا ہے، اللہ تعالٰی کی پناہ۔ علامہ موصوف نے فرمایا اس کی صحت پر جو کچھ ہم نے بیان کیا حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے کہ لوٹ جاؤ ہم نے تمہیں (زبانی) بیعت کرلیا ہے، اور آپ کا یہ ارشاد "اللہ تعالٰی پر بھروسہ کرتے ہوئے (میرے ساتھ) کھاؤ" پس ان دو حدیثوں میں موافقت کی اس طریقہ کے سوا اور کوئی صورت نہیں (اور وہ یہ ہے کہ) پہلی حدیث میں اسباب ہلاکت سے بچنے کی تلقین

ولاالله غيره فی متارکة الاسباب وهو حاله عـــه اھ(ای کلام التورپشتی قال القاری)هو جمع حسن فی غاية التحقيق والله ولی التوفيق [1] **اقول**: رحمك الله لقد حجرت واسعا فقد بان وظهر جمع صاف شاف لمع وزهر وقدمنا وجوه ترجيحه وماذکر من الجمع ففيه مافيه کما اسلفنا، فان التوقی من	فرمائی گئی اور دوسری میں اسباب کو چھوڑ کر محض اللہ تعالٰی پر بھروسہ اور توکل کرنے کا طریقہ سکھایا گیا ہے وہ اللہ تعالٰی کہ جس کی بزرگی بہت بڑی ہے اور اس کے بغیر کوئی اور معبود برحق نہیں، اور وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ایک خصوصی حال ہے اھ یعنی تورپشتی کا کلام مکمل ہوگیا۔ ملا علی قاری نے فرمایا وہ ایک خوبصورت انتہائی تحقیقی کام جمع ہے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے اقول: (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائے تم نے توکشادہ کو تنگ کرڈالا اور اس میں رکاوٹ ڈال دی بلاشبہہ ایسی جمع ظاہر اور واضح ہے جو صاف، شفاف، روشن اور چمکدار ہے اور ہم نے پہلے ہی اس کی وجوہ ترجیح بیان کردی ہیں،

عـــه: کذا فی نسختی المرقاة وعليه فالضمير لرسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم اما کلام التورپشتی فهکذا بعد قوله متارکة الاسباب يثبت بالاول التعرض للاسباب وهو سنة وبالثانی ترك الاسباب وهو حالة اھ فالحالة بتاء التانيث لابهاء الضمير ۱۲منہ۔	میرے پاس جو مرقاۃ کا نسخہ ہے اس میں عبارت اسی طرح درج ہے پس اس کی بناپر حالہ کی ضمیر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف لوٹتی ہے، رہا تورپشتی کا کلام تو وہ اس کے قول متارکۃ الاسباب کے بعد اس طرح ہے۔۔۔۔۔۔ پس حدیث اول سے اسباب کا استعمال ثابت ہوا اور وہ سنت ہے جبکہ دوسری حدیث سے ترک اسباب کا ثبوت ملا اور وہ ایک حالت ہے اھ، پس لفظ حالۃ صرف "تا" تانیث کے ساتھ ہے نہ کہ "ہ" ضمیر کے ساتھ ۱۲منہ۔ (ت)

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۴۳

اسباب التلف واجب علی الناس جمیعا لایستثنٰی من الخواص ولیس التوکل ترك الاسباب ولامضادة الحکمة ولاالاجتراء علیها بل اخراج الاسباب عن القلب مع تعاطی النافع وتحاصی الضار وقصر النظر علی المسبب جل وعلا قیدها وتوکل علی الله. ثم قال القاری تحت قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم وفرّ من المجذوم وقد تقدم ان هذا رخصة للضعفاء وترکه جائز للاقویاء بناء علی ان الجذام من الامراض المعدیة[1] الخ **اقول:** اری کلمات النافین والمثبتین جمیعا مطبقة علی ان الامر بالتوقی لضعفاء الیقین و حدیث کل ثقة بالله وکل مع صاحب البلاء و امثالهما للکاملین صرح به ایضا فی المقاصد الحسنة و التیسیر وغیرهما وهذا ایضا من اول دلیل علی صحة	رہی وہ جمع جس کا یہاں ذکر کیا گیا تو اس میں وہ کچھ ہے جو ہے جیسا کہ ہم نے بیان کردیا کیونکہ اسباب ہلاکت سے بچنا سب لوگوں پر واجب ہے لہٰذا اس سے خواص مستثنٰی نہیں اور توکل ترک اسباب اور ان پر جرات کرنا نہیں اور نہ وہ حکمت کے خلاف ہے بلکہ اسباب کو دل سے نکال دینا اور فائدہ بخش چیز کو لینا اور ضرررساں امور سے بچنا اور نگاہ کو صرف اللہ تعالٰی جل وعلا (جو مسبّب الاسباب ہے) پر روک رکھنا اس کی قیود کو ملحوظ رکھنا توکل علی اللہ ہے پھر ملا علی قاری نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد گرامی "مجذوم سے بھاگو" کے ذیل میں فرمایا بلاشبہہ پہلے گزرچکا ہے کہ یہ کمزوروں کے لئے رخصت ہے جبکہ قوی حضرات کے لئے اس کا چھوڑنا جائز ہے اس بناپر کہ مرض جذام متعدی امراض میں سے ہے الخ **اقول:** (میں کہتاہوں) نفی اور اثبات کرنے والوں کے کلمات اس پر متفق ہیں کہ بچنے اور پرہیز کرنے کا حکم ضعیف الاعتقاد لوگوں کے لئے ہے اور حدیث "اللہ تعالٰی پر اعتماد وبھروسہ رکھتے ہوئے کھاؤ" اور "صاحب مصیبت کے ساتھ کھاؤ پیو" ان دو حدیثوں اور ان جیسی دیگر حدیثوں کا بیان کاملین کے لئے ہے۔ چنانچہ مقاصد حسنہ، تیسیر اور ان دو کے علاوہ دیگر کتب میں اس بات کی تصریح کردی گئی ہے اور یہ بھی نفی کرنے

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۴۵

قول النفاۃ فان الاسباب العادیۃ یستوی فیہا الاقویاء والضعفاء فلایلتئم ھذا علی قول المثبتین اما علی قول النفاۃ واضح انہ لاعدوی حقیقۃ وانما الخشیۃ ان یتوھمہا من ابتلی بقدر وھذا لایخشی منہ علی الذین اٰمنوا وعلی ربھم یتوکّلون جعلنا اللہ تعالٰی منھم بفضل رحمتہ بھم اٰمین!	والوں کے قول کی صحت پر پہلی دلیل ہے کیونکہ عادی اسباب میں قوی اور ضعیف برابر اور مساوی ہوتے ہیں لہٰذا اثبات کرنے والوں کے قول سے یہ موافقت اور مطابقت واضح ہے کیونکہ ان کے نزدیک تو درحقیقت کسی مرض میں تعدیہ ہے ہی نہیں، ہاں البتہ اس بات کا خطرہ واندیشہ رکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تقدیر الٰہی کی بناپر مرض میں مبتلا ہوجائے تو اسے تعدیہ کا وہم ہوجائے گا۔ (رہا ان حضرات کا معاملہ) جو سچے مومن اور اپنے پروردگار پر کامل یقین و بھروسہ رکھتے ہیں تو ان سے اس قسم کا خوف اور خدشہ نہیں۔ اللہ تعالٰی اپنے فضل ورحمت سے جو ان پر ہے ہمیں بھی نوازے اور ان لوگوں میں شامل فرمائے، آمین! (ت)

بالجملہ مذہب معتمد و صحیح ورجیح و نجیح یہ ہے کہ جذام، کھجلی، چیچک، طاعون وغیرہا اصلاً کوئی بیماری ایک کی دوسرے کو ہرگز ہرگز اُڑ کر نہیں لگتی، یہ محض اوہام بے اصل ہیں کوئی وہم پکائے جائے تو کبھی اصل بھی ہوجاتا ہے کہ ارشاد ہوا ہے: انا عند ظن عبدی بی[1] (میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اس کے پاس ہوتا ہوں۔ ت) وہ اس دوسرے کی بیماری اسے نہ لگی بلکہ خود اسی کی باطنی بیماری کہ وہم پرورده تھی صورت پکڑ کر ظاہر ہوگئی۔ فیض القدیر میں ہے:

بل الوھم وحدہ من اکبر اسباب الاصابۃ[2]۔	بلکہ اکیلا وہم، اسباب رسائی میں سے سب سے بڑا سبب ہے۔ (ت)

اس لئے اور نیز کراہت واذیت وخود بینی و تحقیر مجذوم سے بچنے کے واسطے اور نیز اس دور اندیشی سے کہ مبادا اسے کچھ پیدا ہو اور ابلیس لعین وسوسہ ڈالے کہ دیکھ بیماری اُڑ کر لگ گئی اور اب معاذاللہ اس امر کی حقانیت اس کے خطرہ میں گزرے گی جسے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باطل فرماچکے یہ اس مرض سے بھی بدتر مرض ہوگا ان وجوہ سے شرع حکیم ورحیم نے ضعیف الیقین لوگوں کو حکم استحبابی دیا ہے کہ اس سے دور رہیں۔

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۱۵

[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۱۴۱ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۳۷

اور کامل ایمان بندگان خدا کے لئے کچھ حرج نہیں کہ وہ ان سب مفاسد سے پاک ہیں۔ خوب سمجھ لیا جائے کہ دور ہونے کا حکم ان حکمتوں کی وجہ سے ہے نہ یہ کہ معاذاللہ بیماری اُڑ کر لگ جائے گی، اسے تو اللہ و رسول رَد فرما چکے جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں) پھر ازانجاکہ یہ حکم ایک احتیاطی استحبابی ہے واجب نہیں، کما قدمنا عن النووی عن القاضی عن جمہور العلماء (جیسا کہ امام نووی بواسطہ قاضی عیاض ہم جمہور علماء کا قول پہلے بیان کرآئے ہیں۔ت) ہرگز کسی واجب شرعی کا معارضہ نہ کرے گا مثلاً معاذاللہ جسے یہ عارضہ ہو اس کے اولاد واقارب وزوجہ سب اس احتیاط کے باعث اس سے دور بھاگیں اور اسے تنہا وضائع چھوڑدیں یہ ہرگز حلال نہیں بلکہ زوجہ ہرگز اسے ہمبستری سے بھی منع نہیں کرسکتی، ولہٰذا ہمارے شیخین مذہب امام اعظم وامام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک جذام شوہر سے عورت کو درخواست فسخ نکاح کا اختیار نہیں، اور خداترس بندے تو ہر بیکس بے یار کی اعانت اپنے ذمہ لازم سمجھتے ہیں۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اللہ اللہ فی من لیس لہ الا اللہ۔ رواہ ابن عدی[1] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	اللہ سے ڈرو اس کے بارے میں جس کا کوئی نہیں سوا اللہ کے۔ (محدث ابن عدی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ت)

لاجرم امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

اما الثانی (ای قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرّ من المجذوم) فظاھرہ غیر مراد للاتفاق علی اباحۃ القرب منہ ویثاب بخدمتہ وتمریضہ وعلی القیام بمصالحہ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ واذ خرجت المقالۃ فی صورۃ رسالۃ ناسب ان نسمھا الحق المجتلٰی	(لیکن دوسری حدیث یعنی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد "مجذوم سے بھاگو") تو اس کا ظاہر مراد نہیں، یعنی علماء کا اتفاق ہے کہ مجذوم کے پاس اُٹھنا بیٹھنا مباح ہے اور اس کی خدمت گزاری وتیمارداری موجب ثواب۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ اچانک مقالہ رسالہ کی شکل میں ظاہر ہوا لہٰذا مناسب ہے کہ ہم اس کا نام الحق المجتلٰی

[1] کشف الخفاء بحوالہ ابن عدی عن ابی ہریرۃ حرف الھمزہ رشدین حدیث ۵۸۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۷۳

[2] فتح القدیر باب العنین وغیرہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۱۳۳

فی حکم المبتلٰی، والحمدللّٰہ علٰی ما انعم وعلم وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی سیّدنا ومولانا محمّد واٰلہٖ وصحبہٖ وسلّم۔	فی حکم المبتلٰی رکھیں (یعنی مصیبت زدہ کا حکم بیان کرنے میں بالکل واضح اور روشن حق) سب تعریف اس اللہ تعالٰی کے لئے ہے جس نے انعام فرمایا اور علم سکھایا، درود وسلام ہو ہمارے آقا و مولٰی حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اور اُن کی آل اور اصحاب پر۔ (ت)



رسالہ

الحق المجتلٰی فی حکم المبتلٰی

ختم ہوا



تیسر الماعون للسکن فی الطاعون ۱۳۲۵ھ

(طاعون کے دوران گھر میں ٹھہرنے والوں کے لئے بھلائی کو آسان کرنا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مسئلہ ۸۵تا۹۳: از قصبہ نگرام ضلع لکھنو مرسلہ مولوی محمد نفیس صاحب ولد جناب محمد ادریس صاحب ۶صفر ۱۳۲۵ھ

علمائے شریعت محمدیہ کا مسائل ذیل میں کیا حکم ہے:

(۱) طاعون کے خوف سے مقام خوف سے فرار کرنا کیسا ہے؟

(۲) درصورت جواز فرار، حدیث فرار عن الطاعون (جو بخاری میں عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہے) کے کیا معنی ہوں گے؟

(۳) درصورت عدم جواز، فرار عن الطاعون کس درجے کی معصیت ہے، کبیرہ یا صغیرہ؟

(۴) گناہ کبیرہ یا صغیرہ پر اصرار کرنے والا شرعاً کیسا ہے؟

(۵) طاعون سے جان کے خوف سے فرار کرنے والے یا فرار کی ترغیب دینے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۶) درصورت عدم جواز فرار عن الطاعون، سے فرار کرنے والا اور ترغیب دینے والا ایک درجہ میں معصیت کے مرتکب ہوں گے یا کم زیادہ؟

(۷) مسمّی ناقل، طاعون سے فرار کو بمقابلۂ حدیث حرمت فرار عن الطاعون، جائز ہی نہیں بلکہ بلادلیل شرعی احسن سمجھتا ہے شرعًا وہ کیسا ہے؟

(۸) بمقابلہ حدیث صحیح کے کسی صحابی کا قول یا فعل جو مخالف حدیث صحیح کے ہو کیا اصول احکام شریعت کے اعتبار سے قابل تقلید یا عمل ہوگا، قولی حدیث کے مقابلہ میں کیا صحابی کے فعل کو ترجیح دی جائے گی؟

(۹) بخیال حفظ صحت بخوف طاعون طاعونی آبادی سے فرار کرکے اسی کے مضافات میں یعنی آبادی سے کم وبیش ایک میل کے ایسے فاصلے پر چلاجانا جو آبادی کے اکثر ضروریات کو پوری کرتا ہو جس کو فنا کہتے ہیں کیا داخل فرار عن الطاعون ہوگا جس کی ممانعت وحرمت حدیث عبدالرحمٰن بن عوف سے جو بخاری جلد رابع باب مایذ کر فی الطاعون میں مروی ثابت ہے، اگر یہ خروج داخل فرار عن الطاعون ہوگا تو کیوں، جبکہ بخاری جلد رابع باب اجر الصابر فی الطاعون میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ اگر کسی کے گاؤں میں طاعون ہو اور وہ اپنے شہر میں استقلال سے ٹھہرا رہے تو اس کو اجر شہید کا ہوگا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبدالرحمٰن بن عوف کی حدیث میں شہر طاعون سے فرار کی ممانعت ہے نہ یہ کہ شہر طاعون کے اندر خروج نہ کیا جائے کیونکہ اگر شہر کے اندر بھی خروج کی ممانعت ہوتی تو حدیث عائشہ میں صرف استقلال فی البلد سے اجر شہادت نہ ہوتا بلکہ استقلال فی البیت سے ہوتا، اور فنا میں نماز جمعہ کی اجازت سے معلوم ہوتا ہے کہ فنائے شہر بھی شہر ہے پس شہر میں خروج کرنا کیونکر داخل فرار ہوگا کیونکہ بدلیل اجازت جمعہ در فنائے شہر شہر ثابت ہوچکا ہے اور فحوائے حدیث عائشہ سے شہر کے اندر خروج کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی اور اگر یہ خروج میں داخل نہ ہوگا تو کیوں؟ جبکہ مسافر کو موضع اقامت کی عمارات سے نکلنے پر فورًا قصر واجب ہوجاتا ہے جیسا کہ کتب فقہ سے ثابت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ شہر کا اطلاق محض عمارات پر ہوتا ہے نہ کہ فنائے عمارات پر، اور اس صورت میں حدیث عائشہ کا یہ مفہوم ہوگا کہ شہر کی عمارات سے خروج نہ کیا جائے۔ پس احد الامرین کے اختیار کرنے سے دوسرے کا کیا جواب ہوگا، حدیث عائشہ کا صحیح مفہوم کیا ہوگا، صورت اول یا آخر، ہر ایک سوال کا جواب نمبروار مدلل ومفصل مع حوالہ کتب عنایت فرمائیے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	اللہ تعالٰی کے بابرکت نام سے شروع جو نہایت رحم کرنے والا
الحمدللہ الذی حمدہ للنجاۃ	وبے حد مہربان ہے، تمام خوبیاں اللہ تعالٰی

من البلایاخیر ماعون * وافضل الصلوٰۃ والسلام علی من جعلت شہادۃ امتہ فی الطعن والطاعون * وعلٰی اٰلہ وصحبہ الذین ھم لاماناتھم وعھدھم راعون * فلایفرون اذا لاقوا وھم فی اعلاء کلمۃ اللہ ساعون * وللہ ورسولہ طواعون، الی المعروف داعون * وعن المنکر مناعون ÷	کے لئے ہیں کہ جس کی تعریف مصائب سے چھڑانے کے لئے زیادہ مفید ہے۔افضل درودوسلام اس ہستی پر کہ جس کی امت کی گواہی (بطور سند) طعن اور طاعون میں رکھی گئی اور اس کی تمام آل اور تمام صحابہ پر جو اپنی امانتوں اور عہد کی رعایت کرنے والے ہیں اور وہ بھاگتے نہیں جبکہ دشمن سے ان کا آمنا سامنا ہو اور وہ اللہ کے کلمے کو بلند کرنے میں کوشاں رہتے ہیں اللہ تعالٰی اور اس کے رسول کے بہت فرمانبردار ہیں اور بھلائی کی دعوت دینے والے اور برائی سے روکنے والے ہیں۔(ت)

طاعون سے فرار گناہ کبیرہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفار من الطاعون کالفار من الزحف۔رواہ الامام احمد[1] بسند حسن والترمذی وقال حسن غریب و ابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحھما والبزار و الطبرانی وعبدبن حمید عن جابر بن عبداللہ و احمد بسند صحیح وابن سعد وابو یعلٰی والطبرانی فی الکبیر وفی الاوسط وابونعیم فی فوائد ابی بکر بن خلاد عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم۔	طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسے جہاد میں کافروں کے مقابلے سے بھاگ جانے والا۔(امام احمد نے سند حسن سے اور امام ترمذی نے اس کو روایت کیا اور فرمایا حدیث حسن غریب ہے۔ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحاح میں اس کو روایت کیا ہے۔بزار، طبرانی اور عبد بن حمید نے حضرت جابر بن عبداللہ کے حوالے سے، نیز امام احمد نے سند حسن سے، ابن سعد، ابویعلٰی اور طبرانی نے الکبیر اور الاوسط میں اور ابو نعیم نے ابو بکر بن خلاد کے فوائد میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حوالہ سے اسے روایت کیا ہے۔ت)

اور اللہ عزوجل جہاد میں کفّار کو پیٹھ دے کر بھاگنے والے کی نسبت فرماتا ہے:

"فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَمَاْوٰىہُ جَہَنَّمُ ؕ	وہ بیشک اللہ کے غضب میں پڑا اور اس کا ٹھکانا

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنھا المکتب الاسلامی بیروت ۶ /۲۵۵، ۱۴۵، ۸۲، الزواجر عن اقتراف الکبائر الکبیرۃ التاسعۃ والتسعون بعد الثلاثمأتہ دارالفکر بیروت ۲ /۸۸۔۲۸۷

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ "[1]	دوزخ ہے اور کیا بری جائے بازگشت ہے۔

امام ابن حجر مکی زواجر عن اقتراف الکبائر میں فرماتے ہیں:

الکبیرة التاسعة والتسعون بعد الثلثمائة الفرار من الطاعون[2]۔	تین سو کبیرہ گناہوں کے بعد ننانوے نمبر پر طاعون سے بھاگنا کبیرہ گناہ ہے۔ (ت)

اسی میں بعد ذکر حدیث مذکور بتخریج ترمذی وابن حبان وغیرہما فرمایا:

القصد بھٰذا التشبیه انما ھو زجرالفار والتغلیظ علیه حتی ینزجرولایتم ذٰلك الا ان کان کبیرة کالفرار من الزحف[3]۔	اس تشبیہ سے مقصود طاعون سے بھاگنے والے کی سرزنش اور اس پر سختی کرنا ہے تاکہ وہ اس سے باز آجائے، اور یہ بات اس کے کبیرہ گناہ ہونے کے بغیر پوری نہیں ہوسکتی جیسے جنگ سے بھاگنا۔ (ت)

مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ضابطہ در وباء ہمیں ست کہ درانجاکہ ہست نباید رفت و ازانجاکہ باشد نباید گریخت اگرچہ گریختن در بعض مواضع مثل خانہ کہ دروے زلزلہ شدہ یاآتش گرفتہ یا نشستن در زیر دیوارے کم خم شدہ نزد غلبہ ظن بہلاک آمدہ است امادر باب طاعون جزصبر نیامدہ مگر گریختن تجویز نیافتہ وقیاس ایں برآں مردود وفاسد است کہ آنہا از قبیل اسباب عادیہ اند وایں از اسباب وہمی وبرہر تقدیر گریختن ازانجاجائز نیست وہیچ جا وارد نشدہ وہرکہ بگریز وعاصی ومرتکب کبیرہ ومردودست نسأل اللہ العافیة[4]۔	وباء میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جہاں ہو (یعنی جہاں وباء پھوٹ پڑے) وہاں نہ جائے اور جس جگہ بندہ موجود ہو اور وہاں وباء کی صورت بن جائے تو وہاں سے نہ بھاگے اگرچہ بعض مقامات مثلاً وہ گھر جو زلزلے کا شکار ہورہا ہو یا جس میں آگ لگ گئی ہو یا گرنے والی دیوار کے نیچے کھڑا ہو تو ان تمام مقامات سے ہلاکت کے غالب گمان وامکان کے پیش نظر بھاگ جانے کی اجازت ہے۔ لیکن طاعون کے باب میں سوائے صبر کے کچھ نہیں کرنا چاہئے، للہذا وہاں سے بھاگنے کی تجویز نہیں دی گئی۔ پس اس کو اس پر قیاس کرنا مردود اور فاسد ہے کہ وہ اسباب عادیہ کے قبیل سے ہے اور یہ اسباب توہم سے ہے

[1] القرآن الکریم ۸/ ۱۶

[2] الزواجر لابن حجر مکی الکبیرة التاسعة والتسعون بعد الثلاثمائة دارالفکر بیروت ۲/ ۲۸۵

[3] الزواجر لابن حجر مکی الکبیرة التاسعة والتسعون بعد الثلاثمائة دارالفکر بیروت ۲/ ۲۸۸

[4] اشعة اللمعات شرح المشکوٰة کتاب الجنائز باب عیادة المریض مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۳۹

	بہر حال اس جگہ سے بھاگنا جائز نہیں اور یہ کسی جگہ وارد نہیں ہوا، لٰہذا جو کوئی (اس سے) بھاگے توگناہگار ہوگا اور مرتکب کبیرہ اور مردود ہوگا۔ ہم اللہ تعالٰی سے عافیت چاہتے ہیں۔ (ت)

شرح مشکٰوۃ علامہ طیبی میں زیر حدیث مذکور ہے:

شبہ بہ ای بالفرار من الزحف فی ارتکاب الکبیرۃ[1]۔	جنگ سے بھاگ جانے کے ساتھ طاعون سے بھاگ جانے کو تشبیہ ارتکاب کبیرہ کی وجہ دی گئی (ت)

شرح مؤطا میں ہے:

قال ابن خزیمۃ انہ من الکبائر التی یعاقب اللہ تعالٰی علیہا ان لم یعف[2]۔	محدث ابن خزیمہ نے فرمایا: طاعون سے بھاگ جانا ان کبیرہ گناہوں میں سے ہے کہ جن پر اللہ تعالٰی عذاب دیتا ہے جبکہ وہ معاف نہ فرمائے۔ (ت)

صغیرہ پر اصرار اسے کبیرہ کردیتا ہے اور کبیرہ پر اصرار اور سخت تر کبیرہ۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاصغیرۃ مع الاصرار۔ رواہ فی مسند[3] الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	کوئی گناہ اصرار کے بعد صغیرہ نہیں رہتا (محدث دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

فرار کی ترغیب دینے والا فرار کرنے والے سے اشد وبال میں ہے نفس گناہ میں احکام الٰہیہ سے معارضہ ومخالفت کی وہ شان نہیں جو بر عکس حکم شرع نہی عن المعروف وامر بالمنکر میں ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُھُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ"[4] الی قولہ عزوجل "وَالْمُؤْمِنُوْنَ	منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں ایک ہیں برائی کا حکم دیتے اور بھلائی سے منع کرتے ہیں اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں دینی

[1] شرح الطیبی علی مشکٰوۃ المصابیح کتاب الجنائز عیادۃ المریض ادارۃ القرآن کراچی ۳ /۳۲۲

[2] شرح الزرقانی مؤطا الامام مالك باب ماجاء فی الطاعون تحت حدیث ۱۷۲۲ دار المعرفۃ بیروت ۴ /۲۴۲

[3] الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۷۹۴۴ عن ابن عباس دار الکتب العلمیہ بیروت ۵ /۱۹۹

[4] القرآن الکریم ۹ /۶۷

وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ "[1]	بات پر ایک دوسرے کے مددگار ہیں بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔

گنہگار اپنی جان کو گرفتار عذاب کرتا ہے اور گناہ کی ترغیب دینے والا خود عذاب میں پڑا اور دوسرے کو بھی عذاب میں ڈالنا چاہتا ہے جتنے اس کی بات پر چلتے ہیں سب کا وبال اُن سب پر اور اُن کے برابر اس اکیلے پر ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من دعا الی هدی کان له من الاجر مثل اجور من اتبعه لاینقص ذٰلك م اجورهم شیئا ومن دعا الی ضلالة کان علیه من الاثم مثل اثام من اتبعه لاینقص ذٰلك من اٰثامهم شیئا۔رواہ الائمة احمد[2] والستة الاالبخاری عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه۔	جو سیدھے راستے کی طرف بلائے جتنے اس کی پیروی کریں سب کے برابر ثواب پائے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو، اور جو گمراہی کی طرف بلائے جتنے اس کے کہے پر چلیں سب کے برابر اس پر گناہ ہو اور ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہ ہو (ائمہ کرام مثلًا امام احمد نے اور بخاری کے علاوہ ائمہ ستہ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی) نے اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے روایت کیا ہے۔ت)

اور جب طاعون سے فرار کبیرہ ہے تو لوگوں کو اس کی ترغیب دینی سخت ترکبیرہ، اور دونوں فاسق ہیں، اور غالبًا اعلان بھی نقد وقت اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ غنیہ میں ہے:

لوقدموا فاسقا یاثمون[3]۔	اگر لوگ فاسق کو (امامت کے لئے) آگے کریں تو سب گناہگار ہوں گے۔ (ت)

[1] القرآن الکریم ۹ /۷۱

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲ /۳۹۷، صحیح مسلم کتاب العلم باب من سنّ سنۃ حسنۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۱، سنن ابی داؤد کتاب السنۃ ۲ /۲۷۹ و جامع الترمذی ابواب العلم ۲ /۹۲، سنن ابن ماجہ باب من سنّ سنۃ الخ ص۱۹

[3] غنیہ المستملی شرح منیۃ المصلّی فصل فی الامامۃ وفیہا مباحث سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

ردالمحتار میں ہے:

فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا فهو کالمبتدع تکره امامته بکل حال بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم لماذ کرنا [1]۔	اس لئے کہ اس کو امامت کے لئے آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ لوگوں پر شرعًا اس کی توہین وتذلیل واجب ہے لہٰذا وہ بدعتی کی طرح ہے ہر حال میں اس کی امامت مکروہ ہے بلکہ شرح منیہ میں یہ بیان کیا گیا کہ اس کے آگے کرنے میں جو کراہت ہے وہ کراہت تحریمی ہے اس وجہ سے جو ہم نے بیان کردی۔(ت)

طاعون سے فرار کو جو احسن سمجھتا ہے اگر جاہل ہے اور اسے معلوم نہیں کہ احادیث صحیحہ اس کی تحریم میں وارد ہیں اسے تفہیم کی جائے اور اگر دانستہ حدیثوں کا انکار کرتا ہے تو صریح گمراہ ہے۔ شرح موطاللعلامۃ الزرقانی میں زیر حدیث عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ دربارہ طاعون ہے:

فیه دلیل قوی علی وجوب العمل بخبر الواحد لانه کان بمحضر جمع عظیم من الصحابة فلم یقولوا لعبد الرحمٰن انت واحد وانما یجب قبول خبر الکافة.ماضل من قال بهذا والله تعالٰی یقول ان جاءکم فاسق بنبا فتبیّنوا وقریٔ فتثبتوا فلوکان العدل اذاجاء بنبأ تثبت فی خبره ولم ینفذ لاستوی مع الفاسق وهذا خلاف القراٰن ام نجعل المتقین کالفجار قاله ابن عبدالبر [2]۔	اس میں قوی دلیل ہے کہ خبر واحد پر عمل کرنا واجب ہے (کیونکہ عبدالرحمٰن ابن عوف کا حدیث طاعون بیان فرمانا) صحابہ کرام کی ایک عظیم جماعت کی موجودگی میں تھا، پھر کسی نے حضرت عبد الرحمٰن سے یہ نہیں کہا کہ تم ایک اکیلے بیان کررہے ہو (لہٰذا تمہارے اکیلے پن کے باعث تمہاری بات پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا) لہٰذا پوری جماعت کی خبر قبول کرنا واجب اور ضروری ہے، پس جس کسی نے یہ کہا وہ کس قدر بھٹک گیا، اور اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے کہ اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کرلیا کرو، اور یوں بھی پڑھا گیا فتثبتوا یعنی ثابت قدم اور مضبوط ہوجایا کرو (یعنی اس کی خبر میں توقف کیا کرو تاکہ پتہ چل جائے) پھر اگر کوئی عادل خبر لائے تو تو اس خبر میں ثابت قدم رہے لیکن اس کی خبر نافذ نہ ہو تو وہ فاسق (غیر معتبر) کے

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب الامامة داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۷۶

[2] شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالك باب ماجاء فی الطاعون دارالمعرفة بیروت ۴/ ۲۳۸

	ساتھ برابر ہو جائے گا حالانکہ یہ بات نص قرآن کے خلاف ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: "کیاہم پرہیزگاروں کو فاجروں کے برابر کردیں گے؟" چنانچہ علامہ ابن عبدالبر نے یہی فرمایا ہے۔(ت)

جس امر میں رائے واجتہاد کو دخل نہ ہو اس میں قول صحابی دلیل قول رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے ورنہ جس حدیث کی مخالفت کی اگر اس کے راوی خود یہ صحابی ہیں اور مخالفت صرف ظاہر نص کی ہے مثلا عام کی تخصیص یا مطلق کی تقیید تو یہ اثر صحابی اس حدیث مرفوع کی تفسیر ٹھہرے گا اور اسے اسی خلاف ظاہر پر محمول سمجھا جائے گا اور مخالفت مفسر کی ہے تو صریح دلیل ہے کہ وہ حدیث منسوخ ہو چکی صحابی کو اس کا ناسخ معلوم تھا، اور اگر یہ خود اس کے راوی نہیں تو یہ معاملہ اگر اس قابل نہ تھا کہ ان صحابی پر مخفی رہتا تو ان کی مخالفت اس روایت مرفوعہ کے قبول میں شبہہ ڈالے گی ورنہ حدیث ہی مرجح ہے جیسا کہ غیر صحابہ کے قول وفعل پر مطلقاً جب تک حد اجماع تک نہ پہنچے۔ مسلم الثبوت میں ہے:

روی الصحابی وحمل ظاھرا علی غیرہ کتخصیص العام فالحنفیۃ علی ماحمل لان ترك الظاھر بلاموجب حرام فلایترکہ الابدلیل قطعا ولوترك نصًا مفسرا تعین علمہ بالناسخ فیجب اتباعہ وان عمل بخلاف خبرہ غیرہ فان کان صحابیا فالحنفیۃ ان کان ممایحتمل الخفاء لایضر او لا فیقدح وان کان غیر صحابی ولواکثر الامۃ فالعمل بالخبر[1] اھ مختصرًا۔	اگر خود صحابی نے روایت کی اور حدیث کے ظاہر کو غیر ظاہر پر حمل کیا جیسے عام کی تخصیص، تو اس صورت میں حنفیّہ کی رائے وہی ہے جس پر اس نے حدیث کو حمل کیا ہے کیونکہ ظاہر کو بغیر کسی سبب چھوڑ دینا حرام ہے لہٰذا بغیر کسی قطعی دلیل کے وہ اسے نہیں چھوڑتا۔ اگر کسی نص مفسر کو چھوڑ دے (تو اس کا مفہوم یہ ہوگا) کہ حدیث اس کے نزدیک منسوخ ہے اور اس کے علم میں اس کا ناسخ متعین ہے تو اس کی اتباع ضروری ہے اور اگر اس نے کسی دوسرے کی روایت کے خلاف عمل کیا۔ اگر یہ خود صحابی ہیں تو اگر معاملہ خفاء کا احتمال رکھتا ہے تو اول کچھ مضر ہی نہیں کہ قدح پیدا کرے گا اور اگر یہ صحابی نہیں اگرچہ اکثر افراد امت ہوں، تو پھر عمل صرف حدیث پر ہوگا اھ مختصرًا۔(ت)

اُسی میں ہے:

الرازی مناوالبردعی والبزدوی والسرخسی	ہم میں سے رازی، بردعی، بزدوی، سرخسی اور

[1] مسلم الثبوت الاصل الثانی السنۃ مسئلہ وی الصحابی المجمل مطبع انصاری دہلی ص ۱۹۶-۱۹۷

واتباعهم قول الصحابي فيما يمكن فيه الرأي ملحق بالسنة لغيره لابمثله ونفاه الكرخي و جماعة وفيما لا يدرك بالرأي فعند اصحابنا اتفاق فله حكم الرفع[1] اهملتقطا۔	ان کے تابعین (موافقین) فرماتے ہیں کسی صحابی کا قول اگر ایسے معاملہ میں ہو جس میں رائے ممکن ہو تو وہ دوسروں کے لئے سنت سے ملحق ہے نہ کہ خود اس کے لئے، لیکن امام کرخی اور ایک گروہ نے اس کی نفی کی، اور اگر کسی معاملہ کا ادراک رائے کے ساتھ نہ ہوسکے تو اس پر ہمارے اصحاب کا اتفاق ہے یہ کہ وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے اھ ملتقطا (ت)

یہ اجمالی کلام ہے اور نظر مجتہد کے لئے ہے اور حدیث طاعون اسی قبیل سے ہے جس کا بعض بلکہ اکثر صحابہ پر بھی مخفی رہنا جائے عجب نہ تھا جیسا کہ حدیث صحیحین سے ثابت ہے کہ جب امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو راہ شام میں خبر ملی کہ وہاں طاعون ہے صحابہ کرام میں پہلے مہاجرین عظام پھر انصار کرام پھر مشائخ قریش مہاجرین فتح مکہ کو بلا کر مشورے لئے سب نے اپنی اپنی رائے ظاہر کی مگر کسی کو اس بارے میں ارشاد اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم معلوم نہ تھا، نہ خود امیر المومنین کے علم میں تھا یہاں تک کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اس وقت اپنے کسی کام کو تشریف لے گئے تھے انہوں نے آکر ارشاد والا بیان کیا اور اسی پر عمل کیا گیا[2]۔ یونہی صحیحین کی حدیث سے ثابت کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ احد العشرۃ المبشرہ کو یہ ارشاد اقدس کہ جب دوسری جگہ طاعون ہونا سنو وہاں نہ جاؤ اور جب تمہارے یہاں پیدا ہو تو وہاں سے نہ بھاگو، معلوم نہ تھا، یہاں تک کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے محبوب ابن المحبوب اور سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سامنے کے بچے ہیں انہیں یہ حدیث سنائی بلکہ صحیحین سے یہ بھی ثابت کہ سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان سے سوال کرکے اس کا علم حاصل فرمایا۔

فقد اخرجا عن عامر بن سعد بن ابی وقاص عن ابیه انه سمعه یسأل اسامة بن زید ماذا سمعت	بخاری و مسلم نے عامر بن سعد عن ابیہ سے تخریج فرمائی ہے کہ انہوں نے اپنے والد بزرگوار حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے خود سنا کہ

[1] مسلم الثبوت الاصل الثانی السنة مسئله قول الصحابی فیما یمکن فیه الرأی انصاری دہلی ص ۲۰۷۔۰۸

[2] صحیح البخاری کتاب الطب باب مایذکر فی الطاعون قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۸۵۳، صحیح مسلم کتاب السلام باب الطاعون والطیرۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۲۲۸

من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الطاعون رجز ارسل علی بن اسرائیل اوعلی من کان قبلکم فاذا سمعتم بہ بارض فلاتقدموا علیہ واذ وقع بارض وانتم بہافلاتخرجوا فرارمنہ[1]۔	وہ حضرات اسامہ بن زید سے پوچھ رہے تھے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق کیا سنا، یہ کہ طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل یا ان سے پہلے لوگوں پر بھیجا گیا لٰہذا جب تم اس کے بارے میں سنو کہ فلاں زمین میں پھیل گیا ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جس جگہ تم مقیم ہو وہاں طاعون پیدا ہوجائے تو اس سے بھاگتے ہوئے وہاں سے باہر نہ جاؤ اور (جگہ قیام) نہ چھوڑو۔(ت)

اور اس کے بعد خود اسے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

ای یرسل ارسالا ثقۃ بروایۃ اسامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	یعنی ارسال فرماتے ہوئے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت پر اعتماد کرتے ہوئے (ت)

صحیح مسلم شریف میں بعد ذکر حدیث اسامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے:

وحدثنیہ وھب بن بقیۃ فذکر بسندہ عن ابراھیم بن سعد بن مالك عن ابیہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بنحو حدیثھم[2]۔	مجھ سے وہب بن بقیہ نے بیان کیا پھر اس نے اپنی سند سے ان کی حدیث کی طرح حدیث بیان کی (اور سند یہ ہے) ابراہیم بن سعد بن مالک کے حوالہ سے اس نے اپنے والد گرامی سعد بن مالک کے حوالہ سے انہوں نے خود حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت فرمائی۔(ت)

تو دو ایک صحابہ سے جو اس کا خلاف مروی ہوا اطلاع حدیث سے پہلے تھا جیسے عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ طاعون سے بہت خوب کرتے لوگوں کو متفرق ہوجانے کی رائے دی معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہ اعلم الناس بالحلال والحرام وامام العلماء یوم القیام (جو سب لوگوں سے زیادہ حلال وحرام کو جاننے والے ہیں اور قیامت کے دن علمائے کرام کے امام ہوں گے۔ت) ہیں ان کا رَدّ شدید کیا اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث بیان کی اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کاتب وحی نے نہایت شدت سے رَد کیا اور فرار عن الطاعون سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا منع فرمانا روایت کیا، عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ

[1] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب منہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۴، صحیح مسلم کتاب السلام باب الطاعن والطیرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۲۸

[2] صحیح مسلم کتاب السلام باب الطاعن والطیرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۲۸

نے فوراً رجوع فرمائی اور ان کی تصدیق کی۔

اخرج ابن خزیمة فی صحیحه عن عبدالرحمٰن بن غنم قال وقع الطاعون بالشام فقال عمروبن العاص رضی الله تعالٰی عنه ان هذا الطاعون رجس ففروا منه فی الاودیة والشعاب، فبلغ ذٰلك شرحبیل بن حسنة رضی الله تعالٰی عنه فغضب وقال کذب عمروبن العاص فقد صحبت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم وعمرواضل من جمل اهله، ان هذا الطاعون دعوة نبیکم ورحمة ربکم ووفاة الصالحین قبلکم[1] الحدیث ولفظ ابن عساکر عن عبدالرحمٰن بن غنم قال کان عمروبن العاص رضی الله تعالٰی عنه حین احس بالطاعون فرق فرقاً شدیدا فقال یا ایها الناس تبددوا فی هذه الشعاب وتفرقوا فانه قد نزل بکم امر من الله تعالٰی لا اراه الا رجزا اوالطوفان قال شرحبیل بن حسنة رضی الله تعالٰی عنه قد صحابنا رسول الله	ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں حضرت عبدالرحمٰن ابن غنم کے حوالے سے تخریج فرمائی، فرمایا ملک شام میں طاعون کا مرض پھوٹ پڑا تو حضرت عمروبن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا (لوگو!) یہ طاعون اللہ تعالٰی کا عذاب ہے لہٰذا اس سے بھاگ کر وادیوں اور پہاڑی گھاٹیوں میں چلے جاؤ، پھر شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یہ اطلاع پہنچی تو غضبناک ہوئے اور فرمایا عمروبن عاص نے غلط کہا ہے کیونکہ میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں لیکن عمرو تو زیادہ بھٹکا ہوا ہے اپنے گھر کے اونٹ سے، بلاشبہہ یہ طاعون تمہارے نبی کی دعوت ہے اور تمہارے پروردگار کی رحمت اور تم سے پہلے نیک لوگوں کی وفات ہے (الحدیث) ابن عساکر حضرت عبدالرحمٰن بن غنم کے حوالے سے یوں کہتے ہیں اس نے فرمایا حضرت عمروبن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جب طاعون محسوس ہوا تو وہ انتہائی خوفزدہ ہوئے اور فرمایا (لوگو!) ان گھاٹیوں میں الگ الگ اور منتشر ہوجاؤ کیونکہ تم پر اللہ تعالٰی کا امر (عذاب) نازل ہوگیا ہے اور میں اس کو عذاب یا طوفان ہی خیال کرتا ہوں، حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

[1] کنزالعمال بحوالہ ابن خزیمہ کر حدیث ۲۸۷۵۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴ /۶۰۳

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و انت اضل من حمار اھلك قال عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ صدقت قال معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ لعمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کذبت لیس بالطوفان ولابالرجز ولکنھا رحمۃ ربکم ودعوۃ نبیکم وقبض الصالحین قبلکم[1] الحدیث ورواہ الامام الطحاوی فی شرح معانی الاثار من حدیث شعبۃ عن یزید بن حمیر قال سمعت شرحبیل بن حسنۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ یحدث عن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ ان الطاعون وقع بالشام فقال عمرو تفرقوا عنہ فانہ رجز فبلغ ذٰلك شرحبیل بن حسنۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فقال قد صحبت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فسمعتہ یقول انھا رحمۃ ربکم ودعوۃ نبیکم وموت الصالحین قبلکم فاجتمعوا لہ ولاتفرقوا علیہ فقال عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ صدق[2] وللحدیث طریق اخری عن شھر	کے ساتھ وقت گزارا ہے تم تو اپنے گھر والوں کے گدھے سے بھ زیادہ بھٹکے ہوئے ہو۔ حضرت عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا آپ نے سچ کہا ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا آپ نے غلط کہا نہ یہ طوفان ہے اور نہ عذاب بلکہ یہ تمہارے پروردگار کی رحمت اور تمہارے نبی کی دعا ہے اور تم سے پہلے نیک لوگوں کی موت ہے (الحدیث) امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں شعبہ کی حدیث یزید بن حمیر کے حوالے سے روایت فرمائی، فرمایا میں نے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سنا کہ وہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے بیان کرتے تھے، ملک شام میں طاعون واقع ہوا تو حضرت عمرو بن عاص نے لوگوں سے فرمایا کہ اس سے منتشر ہوجاؤ اور بکھر جاؤ کیونکہ یہ عذاب ہے، جب شرحبیل بن حسنہ تک یہ خبر پہنچی تو ارشاد فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت میں رہا ہوں میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ تمہارے رب کی رحمت، تمہارے نبی کی دعا اور تم سے پہلے نیک لوگوں کی موت ہے لہذا اس کے لئے جمع ہوجاؤ اور اس سے متفرق و منتشر نہ ہو۔ اس پر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا سچ ہے۔ حدیث

[1] کنزالعمال بحوالہ کر حدیث ۲۸۷۵۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۲۰۴۔۲۰۵

[2] شرح معانی الآثار کتاب الکراھۃ باب الاجتناب من ذی الطاعون الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۱۵

بن حوشب قال فیھا فقام شر حبیل بن حسنۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فقال واللہ لقد اسلمت وان امیرکم ھذا اضل من جمل اھلہ فانظروا مایقول قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا وقع بارض وانتم بھا فلاتھربوا فان الموت فی اعناقکم واذا کان بارض فلاتدخلوھا فانہ یحرق القلوب[1]۔	کے لئے ایک دوسرا طریق شہر بن حوشب کے حوالے سے ہے چنانچہ اس میں فرمایا پھر شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا خدا کی قسم میں اسلام لایا جبکہ تمہارا یہ امیر اپنے گھر کے اونٹ سے بھی زیادہ بھٹکا ہوا ہے پھر دیکھو وہ کیا کہتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب طاعون کسی جگہ واقع ہوجائے اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے نہ بھاگو کیونکہ موت تمہاری گردنوں میں لٹک رہی ہے، اور جب طاعون کہیں پھوٹ پڑے تو وہاں نہ جاؤ کیوں وہ دلوں کو جلادیتا ہے(ت)

بعض لوگ اسے امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف نسبت کردیتے ہیں مگر امیر المومنین خود فرماتے ہیں کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ میں طاعون سے بھاگا، الٰہی! میں اس تہمت سے تیرے ہاں براءت کرتا ہوں۔ امام اجل طحاوی روایت فرماتے ہیں:

عن زید بن اسلم عن ابیہ قال قال عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ اللّٰھم ان الناس زعموا انی فررت من الطاعون وانا ابرأ الیك من ذٰلك ھذا[2] مختصر۔	اسلم کے بیٹے زید نے اپنے والد اسلم سے روایت کی، اس نے کہا امیر المومنین جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: "یااللہ! لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ میں طاعون سے بھاگا ہوں، میں اس الزام سے تیری بارگاہ میں براءت کا اعلان کرتا ہوں"۔ یہ مختصر ہے۔(ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے طاعون سے بھاگنا حرام فرمایا اس میں کوئی تخصیص شہر و بیرون شہر کی نہیں، جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث امام احمد وامام الائمہ ابن خزیمہ کے یہاں یوں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفار من الطاعون کالفار من الزحف	طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسا جہاد میں

---

[1] کنز العمال حدیث ۲۸۷۵۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۸۰

[2] شرح معانی الآثار کتاب الکراھۃ باب الاجتناب من ذی الطاعون الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۱۸

والصابر فيه كالصابر فى الزحف [1]۔	کفار کے سامنے سے بھاگنے والا اور طاعون میں ٹھہرنے والا ایسا ہے جیسا جہاد میں صبر واستقلال کرنے والا۔

انہیں کی دوسری روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفار من الطاعون كالفار من الزحف ومن صبر فيه كان له اجر شهيد [2]۔	طاعون سے بھاگنے والا جہاد سے بھاگنے والے کی طرح ہے اور جو اس میں صبر میں کئے رہے اس کے لئے شہید کا ثواب ہے۔

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث امام احمد کی مسند میں مثل پارہ اول حدیث جابر ہے اور ابن سعد کے یہاں یوں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفار من الطاعون كالفرار من الزحف [3]۔	طاعون سے بھاگنا جہاد سے بھاگ جانے کے مثل ہے۔

احمد کی دوسری روایت یوں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الطاعون غدة كغدة البعير المقيم بها كالشهيد والفار منها كالفار من الزحف [4]۔	طاعون ایک گلٹی ہے جس طرح اونٹ کی وبا میں اس کے نکلتی ہے جو اس میں ٹھہرا رہے وہ شہید کے مثل ہے اور اس سے بھاگنے والا جہاد سے بھاگ جانے والے کی طرح ہے۔

مسند ابویعلٰی کے لفظ یوں ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

وخزة تصيب امتى من اعدائهم من الجن كغدة الابل من اقام عليها كان مرابطا ومن اصيب به كان	طاعون ایک کونچا ہے کہ میری امت کو ان کے دشمن جنوں کی طرف سے پہنچے گا جیسے اونٹ کی گلٹی، جو مسلمان اس پر صبر کئے ٹھہرا رہے وہ ان میں سے ہو

[1] مسند احمد بن حنبل عن جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳ /۳۲۵۔۳۲۴

[2] مسند احمد بن حنبل عن جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳ /۳۶۰

[3] الدر المنثور بحوالہ احمد وعبدبن حمید والبزار وابن خزیمہ عن جابر آیۃ الم تر الی الذین خرجوا عن دیارھم الخ ۱ /۳۱۲

[4] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶ /۱۴۵

شهيدا والفار منه كالفار من الزحف[1]۔	جو راہ خدا میں سرحد کفار پر بلاد اسلام کی حفاظت کے لئے اقامت کرتے ہیں اور جو مسلمان اس میں مرے وہ شہید ہوا اور جو اس سے بھاگے وہ کافروں کو پیٹھ دے کر بھاگنے والے کی مانند ہو۔

معجم اوسط کی روایت یوں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الطاعون شهادة لامتی و وخز اعدائكم من الجن، غدة كغدة البعير تخرج فی الاباط والمراق من مات فيه مات شهيدا ومن اقام فيه كان كالمرابط فی سبيل الله ومن فر منه كان كالفار من الزحف[2]۔	طاعون میری امت کے لئے شہادت ہے اور وہ تمہارے دشمن جنوں کا کونچا ہے اونٹ کے غدود کی طرح گلٹی ہے کہ بغلوں اور نرم جگہوں میں نکلتی ہے جو اس میں مرے شہید مرے اور جو ٹھہرے وہ راہ خدا میں سرحد کفار پر بانتظار جہاد اقامت کرنے والے کی مانند ہے اور جو اس سے بھاگ جائے جہاد سے بھاگ جانے کے مثل ہو۔

اقول: (میں کہتا ہوں) **اوّلاً:** ان تمام الفاظ حدیث میں صرف طاعون سے بھاگنے پر وعید شدید اور صبر کئے ٹھہرے رہنے کی ترغیب وتاکید ہے، شہر یا محلے یا حوالی شہر وغیرہ کی کچھ قید نہیں، تو جو نقل وحرکت طاعون سے بھاگنے کے لئے ہوگی اگرچہ شہر ہی کے محلوں میں وہ بلاشبہہ اس وعید وتہدید کے نیچے داخل ہے۔

ثانیاً: حدیث ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی صحیح بخاری شریف، مسند امام احمد رحمہ اللہ تعالٰی میں بسند صحیح برشرط بخاری ومسلم برجال بخاری جلد ششم آخر ص ۲۵۱ واول ۲۵۲ میں یوں ہے:

حدثنا عبدالصمد ثنا داؤد يعنی ابن ابی الفرات ثنا عبدالله بن بريدة^{عـــه} عن يحيى بن يعمر	(ہم سے عبدالصمد نے بیان کیا (اس نے کہا) ہم سے داؤد ابن ابی الفرات نے بیان کیا (اس نے کہا) ہم سے عبداللہ بن ابی بریدہ نے

عـــه: وقع ههنا فی نسخة المسند المطبوعة ابن ابی بريده والصواب ابن بريدة كما ذكرنا ۱۲ منه۔	مسند احمد کے مطبوعہ نسخہ میں ابن ابی بریدہ لکھا ہے مگر درست ابن بریدہ ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] الترغيب والترهيب الترهيب من ان يموت الانسان الاسنان الخ حديث ۲۵ مصطفى البابی مصر ۲ /۳۳۸، مجمع الزوائد كتاب الجنائز باب فی الطاعون والثابت دار الكتب بيروت ۲ /۳۱۵

[2] المعجم الاوسط حديث ۵۵۲۷ مكتبة المعارف الرياض ۶ /۲۴۹، كنز العمال بحواله طس حديث ۲۸۴۳۷ مؤسسة الرسالة بيروت ۱۰ /۸۷ و۸۸، جامع الصغير بحواله طس حديث ۵۳۳۳ دار الكتب العلميه بيروت ۲ /۳۲۹

عن عائشة رضی الله تعالٰی عنها انها قالت سألت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم عن الطاعون فاخبرنی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم انه کان عذابا یبعثه الله تعالٰی علی من یشاء فجعله رحمة للمؤمنین، فلیس من رجل یقع الطاعون فیمکث فی بیته صابرًا محتسبًا یعلم انه لایصیبه الاما کتب الله له الاکان له مثل اجر الشهید[1]۔	بیان کیا اس نے یحیٰی بن یعمر سے اس نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی انہوں نے فرمایا میں آنخضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے طاعون کے بارے میں دریافت کیا۔ت) تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا طاعون ایک عذاب تھا کہ اللہ تعالٰی جس پر چاہتا بھیجتا اور اس امت کے لئے اسے رحمت کردیا ہے تو جو شخص زمانہ طاعون میں اپنے گھر میں صبر کئے طلب ثواب کے لئے اس اعتقاد کے ساتھ ٹھہرا رہے کہ اسے وہی پہنچے گا جو خدا نے لکھ دیا ہے اس کے لئے شہید کا ثواب ہے۔

اس حدیث صحیح میں خاص اپنے گھر میں ٹھہرے رہنے کی تصریح ہے۔

ثالثًا: ذرا غور کیجئے تو اس حدیث اور حدیث بخاری میں اصلًا اختلاف نہیں، صحیح بخاری کتاب الطب کے لفظ یہ ہیں:

لیس من عبد یقع الطاعون فیمکث فی بلده صابرا[2]۔	کوئی ایسا بندہ نہیں کہ طاعون واقع ہو اور وہ اپنے شہر میں صبر کے ساتھ ٹھہرا رہے(ت)

اور ذکر بنی اسرائیل میں:

لیس من احد یقع الطاعون فیمکث فی بلده صابرا محتسبا[3]۔	کوئی ایسا شخص نہیں کہ طاعون واقع ہو پھر وہ اپنے شہر میں صبر کرتے ہوئے ثواب کی خاطر ٹھہرا رہے۔(ت)

اور بداہۃً معلوم ہے کہ مطلقًا روئے زمین میں سے کسی جگہ وقوع طاعون مراد نہیں تو

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۵۲_۲۵۱

[2] صحیح البخاری کتاب الطب باب اجر الصابرین فی الطاعون قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۵۳

[3] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب حدیث الغار قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۴

حدیث بخاری میں فی بلدہ اور حدیث احمد میں فی بیتہ بر سبیل تنازع یمکث ویقع دونوں سے متعلق ہیں امام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں:

قولہ فی بلدہ ماتنازع الفعلان فیہ اعنی قولہ یقع وقولہ فیمکث[1]۔	ان کاارشاد "فی بلدہ"اس میں تنازع فعلین (یعنی یمکث اور یقع جو دو فعل ہیں)ان کافی بلدہ جار مجرور میں تنازع ہے اس ہر ایک چاہتاہے کہ وہ میرے ساتھ متعلق ہو۔(ت)

تو دونوں روایتوں کامطلب یہ ہوا کہ جس کے شہر میں طاعون واقع ہو وہ شہر سے نہ بھاگے اور جس کے خود گھر میں واقع ہو وہ اپنے گھر سے نہ بھاگے اور حاصل اسی طرف رجوع کرگیا کہ طاعون سے نہ بھاگے، شہر یا گھر سے بھاگنا لذاتہ ممنوع نہیں، اگر کوئی ظالم جبّار شہر میں ظلماً اس کی گرفتاری کو آیا اور یہ اس سے بچنے کو شہر سے بھاگ گیا ہرگز مواخذہ نہیں اگرچہ زمانہ طاعون ہی کا ہو کہ یہ بھاگنا طاعون سے نہ تھا بلکہ ظلم ظالم سے، اور اللہ عزوجل نیت کو جانتاہے، ولہٰذا حدیث عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ارشاد ہوا:

اذاوقع بارض وانتم بہافلاتخرجوافرارامنہ[2]۔	جب کسی جگہ طاعون واقع ہو اور تم وہاں موجود ہو توطاعون سے بھاگ کر کہیں باہر دوسری جگہ نہ جاؤ۔(ت) نہ کہ منہا (یعنی جائے طاعون سے۔ت)

اور حدیث اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت تامہ شیخین میں اس کے مثل اور روایت مسلم میں یوں آئی:

فلاتخرجوافرارامنہ[3]۔	جائے طاعون سے باہر نہ جاؤ اس سے بھاگتے ہوئے(ت)

لاجرم شرح صحیح مسلم میں ہے:

اتفقواعلٰی جوازالخروج بشغل وغرض غیر الفرارو دلیلہ صریح الاحادیث[4]۔	اہل علم کا اس پر اتفاق ہے، بھاگنے کے علاوہ کسی دوسرے شغل اور غرض کے لئے مقام طاعون سے باہر نکلنا جائز ہے اور اس کے ثبوت میں صریح احادیث ہیں۔(ت)

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری کتاب الطب باب اجر الصابرین فی الطاعون ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۶/۲۱

[2] صحیح البخاری کتاب الطب باب مایذکر فی الطاعون قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۵۳/۲

[3] صحیح مسلم کتاب السلام باب الطاعون والطیرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۸/۲

[4] شرح مسلم للنووی کتاب السلام باب الطاعون والطیرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۹/۲

اسی طرح حدیقہ ندیہ میں نقل فرمایا اور مقرر رکھا، اور جب مطمح نظر فرار عن الطاعون ہے نہ کہ عن البلد تو یہ بحث کہ فنائے شہر بھی مثل جمعہ اس حکم میں داخل ہے یا مثل سفر خارج محض طاعون سے بھاگنے کے لئے جو نقل و حرکت ہو سب زیر نہی ہے اگرچہ مضافات خواہ فنا خواہ شہر کی شہر میں۔

رابعًا: نظر کیجئے تو خود یہی حدیث فیمکث فی بلدہ (پھر وہ اپنے شہر میں ٹھہرا رہے۔ت) محلات شہر ہی میں تجویز فرار سے صریح ابا فرما رہی ہے اس میں فقط اتنا ہی نہ فرمایا کہ شہر میں رہے بلکہ صاف ارشاد ہوا:

یمکث فی بلدہ صابرا محتسبا یعلم انہ لایصیبہ الا ما کتب اللہ لہ[1]۔	وہ اپنے شہر میں اللہ تعالٰی سے اجر و ثواب کی امید رکھتے ہوئے اور یہ جانتے ہوئے کہ اسے وہی کچھ پہنچے گا جو اللہ تعالٰی نے اس کے مقدر میں لکھ دیا ہے، صبر کا دامن تھامے ہوئے ٹھہرا رہے (ت)

اپنے شہر میں تین وصفوں کے ساتھ ٹھہرے: **اوّل** صبر واستقلال، **دوم** تسلیم و تفویض و رضا بالقضاء پر طلب ثواب، **سوم** یہ سچا اعتقاد کہ بے تقدیر الٰہی کوئی بلا نہیں پہنچ سکتی۔ اب اس کے حال کو اندازہ کیجئے جس کے شہر کے ایک کنارے میں طاعون واقع ہو اور وہ اس کے خوف سے گھر چھوڑ کر دوسرے کنارے کو بھاگ گیا کیا اسے ثابت قدم و صابر و مستقل و راضی بالقضاء کہا جائے گا، وہ ایسا ہوتا تو کیوں بھاگتا، شہر میں اس کا قیام صبر و رضا کے لئے نہیں بلکہ اس لئے کہ یہ کنارۂ شہر ہنوز محفوظ ہے کل اگر یہاں بھی طاعون آیا تو اسے یہاں سے بھی بھاگتے دیکھ لینا، اگر اب بیرون شہر جا کر پڑا اور وہاں بھی وبا پہنچی تو مضافات کو بھی چھوڑ کر دوسری ہی بستی میں دم لے گا پھر صابرًا محتسبًا کہاں صادق آیا۔

خامسًا: سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرار عن الطاعون کو جس کا مماثل فرمایا یعنی جہاد سے بھاگنا اسی کے ملاحظہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ شہر چھوڑ کر دوسرے شہر کو چلے جانے ہی پر فرار محصور نہیں کیا اگر امام مسلمانان بیرون شہر کفار سے جہاد کر رہا ہو اور کچھ لوگ مقابلہ سے بھاگ کر اپنے گھروں میں جا بیٹھیں تو فرار نہ ہوگا ضرور ہوگا بلکہ گھروں میں جا بیٹھنا درکنار اگر معرکہ سے بھاگ کر اسی میدان کے کسی پہاڑ یا غار میں جا چھپے ضرور عار فرار نقد وقت ہو گی کہ میدان کارزار تو ہر طرح چھوڑا اور مقابلہ کفار سے منہ موڑا، نص قرآنی اس پر دلیل صریح ہے:

قال اللہ عزوجل " اِنَّ الَّذِیۡنَ	اللہ تعالٰی غالب اور بڑی ذات کا ارشاد ہے بیشک تم

[1] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب حدیث الغار قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۴

"تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾" [1] وقال جل من قائل "وَ لَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾" "اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَ لَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّ الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ" [2] الآیۃ۔	میں سے جن لوگوں نے دو جماعتوں کے (جنگ کیلئے) آمنے سامنے آجانے والے دن منہ پھیرا۔ ان کے بعض افعال کی وجہ سے شیطان نے انہیں پھسلادیا بے شک اللہ تعالٰی نے انہیں معاف کردیا کیونکہ اللہ تعالٰی معاف فرمانے والا بردبار ہے، اور اس نے ارشاد فرمایا جو کہنے والوں سے بڑی شان رکھتا ہے، بے شک اللہ تعالٰی نے تمہیں معاف فرمادیا اور اللہ تعالٰی مومنوں پر احسان فرمانے والا ہے، اور یاد کرو جب تم اوپر چڑھ رہے تھے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے اور رسول مکرم تمہیں آوازیں دے کر بلارہے تھے پھر تمہیں غم پر غم نے آلیا الآیۃ (ت)

معالم میں ہے:

قرأ ابوعبدالرحمٰن السلمی وقتادۃ تصعدون بفتح التاء والعین والقراءۃ المعروفۃ بضم التاء وکسر العین والاصعاد السیر فی الارض والصعود الارتفاع علی الجبال والسطوح وکلیتا القراء تین صواب فقد کان یومئذ من المنھزمین مصعد وصاعد [3] اھ باختصار۔	ابوعبدالرحمٰن سلمی اور قتادہ نے اس لفظ تصعدون کے حرف تاء اور عین کو زبر سے پڑھا ہے جبکہ مشہور قرأت تاء کی پیش اور عین کی زیر کے ساتھ ہے، پھر وہ اس طور پر ابواب مزید باب افعال سے ہونے کی وجہ سے "اَلْاِصْعَاد" سے بنا ہے جس کے معنی "زمین میں چلنا" ہے جبکہ پہلے طور پر مجرد ہونے کی وجہ سے لفظ "صعود" سے بنا ہے جس کے معنی "اوپر چڑھنا، بلندی پر جانا" ہے خواہ چھتوں پر ہو یا پہاڑوں پر۔ اور دونوں قرائتیں درست اور صحیح ہیں۔ پس اس دن کچھ شکست خوردہ لوگ منہ اٹھائے بھاگے جارہے تھے اور کچھ قریبی پہاڑی پر چڑھ رہے تھے اھ باختصار (ت)

سادسًا: جن حکمتوں کی بناپر حکیم کریم رؤف رحیم علیہ وعلٰی آلہ الصلٰوۃ والتسلیم نے طاعون سے

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۵۵

[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۵۲

[3] معالم التنزیل علی ہامش الخازن تحت آیۃ ولقد عفاعنکم الخ مصطفی البابی الحلبی مصر ۱/ ۴۳۴

فرار حرام فرمایا ان میں ایک حکمت یہ ہے کہ اگر تندرست بھاگ جائیں گے بیمار ضائع رہ جائیں گے ان کا کوئی تیمار دار ہوگا نہ خبر گیراں، پھر جو مریں گے ان کی تجہیز و تکفین کون کرے گا، جس طرح خود آج کل ہمارے شہر اور گردونواح کے ہنود میں مشہور ہورہاہے کہ اولاد کو ماں باپ، ماں باپ کو اولاد نے چھوڑ کر اپنا راستہ لیا۔بڑوں بڑوں کی لاشیں مزدوروں نے ٹھیلے پر ڈال کر جہنم پہنچائیں، اگر شرع مطہر مسلمانوں کو بھی بھاگنے کا حکم دیتی تو معاذاللہ یہی بے بسی بیکسی ان کے مریضوں میتوں کو بھی گھیرتی جسے شرع قطعًا حرام فرماتی ہے۔ارشاد الساری شرح صحیح البخاری میں ہے:

(لاتخرجوا فرارا منه)فأنه فرارمن القدر ولئلا تضيع المرضى لعدم من يتعهدهم والموتى ممن يجهزهم [1]۔	(مقام طاعون سے بھاگ کر کہیں باہر نہ جاؤ) کیونکہ یہ تقدیر الٰہی سے بھاگنے کے مترادف ہے اور تاکہ بیمار ضائع نہ ہونے پائیں اس لئے کہ اس افراتفری کے باعث مریضوں کی نگہبانی اور حفاظت کے لئے کوئی نہیں ہوگا اور مرنے والوں کی تجہیز و تکفین اور تدفین کے لئے بھی کوئی نہ ہوگا۔(ت)

اسی طرح زرقانی [2]شرح علی مؤطا میں ہے۔عینی [3]شرح بخاری میں بھی اسے نقل کرکے مقرر رکھا۔ظاہر یہ ہے کہ علت جس طرح غیر شہر کو بھاگ جانے میں ہے یوہیں بیرون شہر جاپڑنے بلکہ محلّہ مریضان چھوڑ کر محلّہ صحیحان میں جابسنے میں بھی، تو حق یہ کہ بہ نیت فرار مطلقًا نقل وحرکت حرام ہے نیز یہ علت موجب ہے کہ نہ صرف طاعون بلکہ ہر وبا کا یہی حکم ہے اھ، ولہٰذا شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی نے اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

انچہ دراحادیث مذکور شدہ وبرگریختن ازاں وبیرون رفتن ازشہرے کہ واقع شدہ اشد دراں نہی کردہ ووعید نمودہ وتشبیہ بفرار از زحف دادہ برصبر براں بشادت حکم کردہ مراد وباوموت عام ومرض عام ست ومخصوص بانچہ اطبا تعیین	جو کچھ حدیثوں میں ذکر کیا گیا کہ طاعون سے بھاگنا اور شہر سے باہر چلے جانا تو اس سے منع فرمایا گیا اور اس پر عذاب کی دھمکی دی گئی اور اسے جنگ سے بھاگنے کے مترادف قرار دیا گیا اور قدم جما کر وہیں ٹھہرے رہنے پر شہادت کا حکم سنایا گیا لہٰذا اس سے وبا اور عام موت کا

[1] ارشاد الساری شرح البخاری کتاب الطب باب مایذکر فی الطاعون دارالکتاب العربی بیروت ۸ /۳۸۵

[2] شرح الزرقانی علی مؤطا امام مالك تحت حدیث ۱۷۲۱ دارالمعرفۃ بیروت ۴ /۲۴۰

[3] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الانبیاء ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۶ /۵۹

نمودہ اندنیست وللذا دراحادیث بہ لفظ وبا وموت عام مذکورشدہ واگرچہ بلفظ طاعون نیز واقع شدہ امامراد معنی وباست وغلط کردہ کہ طاعون رابر مصطلح اطباء حمل کردہ ودر غیرآں فرار مباح داشتہ واگر فرضا برہمیں معنی محمول باشد فردے ازوبا خواہد بود نہ مخصوص بآں وایں قائل آں احادیث راکہ دروے لفظ وبا وموت عام واقع شدہ چہ خواہد گفت۔ نسأل اللہ العافیۃ[1]۔	ذکر کیا گیا اگرچہ لفظ طاعون بھی وارد ہوا ہے لیکن اس میں بھی وبا کے معنی مراد ہیں۔لہٰذا یہ غلطی ہو گئی کہ طاعون کو طبیبوں کی خصوصی اصطلاح پر قیاس کرلیا گیا اس لئے دوسری وبائی امراض سے بھاگنا مباح سمجھا گیا،اگر بالفرض اسی معنی پر بھی کلام کو محمول کیا جائے تو پھر وہ از قسم وبا ہو جائے گا نہ کہ اس معنی کے ساتھ مخصوص۔لہٰذا یہ قائل ان حدیثوں کے متعلق کیا کہے گا کہ جن میں لفظ وبا اور موت عام کے الفاظ مذکور ہوئے ہیں۔ہم اللہ تعالٰی سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔(ت)

فائدہ: امام احمد مسند اور ابن سعد طبقات میں ابوعسیب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند صحیح روایت کرتے ہیں،رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتانی جبرئیل بالحمی والطاعون فامسکت الحمی بالمدینۃ وارسلت الطاعون الی الشام فالطاعون شھادۃ لامتی ورحمۃ لھم ورجس علی الکافرین[2]۔	میرے پاس جبرئیل امی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بخار اور طاعون لے کر حاضر ہوئے میں نے بخار مدینہ طیبہ میں رہنے دیا اور طاعون ملک شام کو بھیج دیا،تو طاعون میری امت کے لئے شہادت ورحمت اور کافروں پر عذاب و نقمت ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو معلوم تھا کہ طاعون کو ملک شام کا حکم ہوا ہے اور بلاد شام فتح کرنے تھے لہٰذا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ جو لشکر ملک شام کو روانہ فرماتے اس سے دونوں باتوں پر یکساں بیعت وعہد و پیمان لیتے،ایک یہ کہ دشمنوں کے نیزوں سے نہ بھاگنا،دوسرے یہ کہ طاعون سے نہ بھاگنا،امام مسدد استاذ امام بخاری ومسلم اپنی مسند میں ابوالسفر سے روایت کرتے ہیں:

قال کان ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ اذا بعث الی الشام بایعھم علی	ابوالسفر نے کہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ جب کوئی لشکر ملک شام روانہ فرماتے تو ان سے

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الجنائز باب عیادۃ المریض الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۸-۷۶۳

[2] مسند امام احمد عن ابی عسیب رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۸۱

الطعن والطاعون [1]۔	یہ بیعت (عہد وپیمان) لیتے کہ ایک تو دشمن کے نیزوں سے نہ بھاگنا دوسرے مقام طاعون سے نہ بھاگنا۔ (ت)

یہاں سے خوب ثابت وظاہر ہوا کہ مسلمانوں کو فرار عن الطاعون کی ترغیب دینے والا ان کا خیر خواہ نہیں بدخواہ ہے اور طبیبوں ڈاکٹروں کا اس میں صبر واستقلال سے منع کرنا خیر وصلاح کے خلاف باطل راہ ہے، اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سارے جہاں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا اور مسلمانوں پر بالتخصیص رؤف رحیم بنایا اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ارحم امتی بامتی ابوبکر [2] (میری امت میں میری امت کے ساتھ سب سے بڑے مہربان ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔ت) حدیث میں آیا یعنی جو رافت ورحمت میری امت کے حال پر ابوبکر کو ہے اتنی تمام امت میں کسی کو نہیں، اگر طاعون سے بھاگنے میں بھلائی اور ٹھہرنے میں برائی ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ اپنی امت پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہیں کیوں ٹھہرنے کی ترغیب دیتے اور بھاگنے سے اس قدر تاکید شدید کے ساتھ منع فرماتے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ تمام امت میں سب سے بڑھ کر خیر خواہ امت ہیں کیوں اس سے نہ بھاگنے کا عہد وپیمان لیتے، معلوم ہوا کہ طاعون سے بھاگنے کی ترغیب دینے والے ہی حقیقۃً امت کے بدخواہ اور الٹی مت سمجھانے والے ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ، جیسے کوئی بدعقل بے تمیز کج فہم عورت پڑھنے کی محنت استاذ کی شدت دیکھ کر اپنے بچے کو مکتب سے بھاگ آنے کی ترغیب دے وہ اپنے خیال باطل میں اسے محبت سمجھتی ہے حالانکہ صریح دشمنی ہے ع

دوستی بیخرداں دشمنی ست

(بیوقوفوں کی دوستی درحقیقت دشمنی ہوتی ہے۔ت)

بدنصیب وہ بچہ کہ اس کے کہنے میں آجائے اور مہربان باپ کی تاکید وتہدید خیال میں نہ لائے بلکہ انصافاً یہ حالت اس مثال سے بھی بدتر ہے مکتب میں پڑھنے کی محنت سبھی پر ہوتی ہے اور شدت بھی غالب واکثری ہے اور جہاں طاعون پھوٹے وہاں سب یا اکثر کا مبتلا ہونا کچھ ضرور نہیں بلکہ باذنہ تعالیٰ محفوظ ہی رہنے والوں کا شمار زائد ہوتا ہے ولہذا آگ اور زلزلے پر اس کا قیاس باطل "وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ" [3] (لوگو! اپنے ہاتھوں ہلاک میں نہ پڑو۔ت) کے نیچے سمجھنا محض وسوسہ ہے کہ ان میں ہلاک غالب ہے جیسا کہ کلام حضرت

1

[2] مسند امام احمد عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۸۱

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۵

شیخ محقق قدس سرہ، سے گزرا او رسچا ہلاک تو یہ ہے کہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد اقدس کو کہ عین رحمت وخیر خواہی امت ہے معاذاللہ مضرّت رساں خیال کیاجائے اور اس کے مقابل طبیبوں اور ڈاکٹروں کی بات کو اپنے لئے نافع سمجھاجائے۔ع

ببیں کہ از کہ بریدی وباکہ پیوستی

(دیکھو تو سہی کہ تم نے کس سے رشتہ کاٹااور کس سے رشتہ جوڑااور ملایا۔ت)

ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم (کسی کی کوئی طاقت اور قوت نہیں مگر اللہ تعالٰی کی عطاء وبخشش سے ہے جو بلند مرتبہ اور عظیم الشان ہے۔ت) ولہذا سلف صالح کاداب یہی رہا کہ طاعون میں صبر واستقلال سے کام لیتے۔امام ابوعمر بن عبدالبر فرماتے ہیں:

لم یبلغنی عن احد من حملۃ العلم انہ فر منہ الا ما ذکر المداینی ان علی بن زید بن جدعان ھرب منہ الی السیالۃ فکان یجمع کل جمعۃ ویرجع اذا جمع صاحوا بہ فر من الطاعون فطعن فمات بالسیالہ[1]۔	یعنی مجھے کسی کی نسبت یہ روایت نہ پہنچی کہ وہ طاعون سے بھاگا ہو مگر وہ جو مدائنی نے ذکر کیا کہ علی بن زید بن جدعان طاعون میں شہر سے بھاگ کر سیالہ کو چلے گئے تھے ہر جمعہ کو شہر میں آکر نماز پڑھتے اور پلٹ جاتے جب پلٹتے لوگ شور مچاتے طاعون سے بھاگا ہے آخر سیالہ میں طاعون ہی میں مبتلا ہو کر مرے۔

یہ علی بن زید کچھ ایسے مستند علما سے نہ تھے امام سفیان بن عیینہ وامام حماد بن زید وامام احمد بن حنبل وامام یحیٰی بن معین وامام بخاری وامام ابوحاتم وامام ابن خزیمہ وامام عجلی وامام دار قطنی وغیر ھم عامہ ائمہ جرح وتعدیل نے ان کی تضعیف کی، اور مذہب کے بھی کچھ ٹھیک نہ تھے، عجلی نے کہا شیعی تھا بلکہ امام یزید بن زریع سے مروی ہوا رافضی تھا، پھر اس کا یہ فعل زمانہ سلامت عقل وصحت حواس کا بھی نہ تھا،آخر عمر میں عقل صحیح نہ رہی تھی، امام شعبہ بن الحجاج نے فرمایا: حدثنا علی قبل ان یختلط[2] (ہم سے علی بن زید نے زمانہ اختلاط عقل سے پہلے بیان کیا ہے۔ت) فسوی نے کہا: اختلط فی کبرہ[3] (اس کو بڑھاپے میں اختلاط ہو گیا تھا۔ت) پھر ہر جمعہ کو نماز کے لئے شہر یعنی بصرہ میں آنا اور نماز پڑھ کر پلٹ جانا دلیل واضح ہے

[1] التمہید لابن عبدالبر عبداللہ بن عامر بن ربیعۃ رقم ۱ المکتبۃ القدوسیہ لاہور ۶ /۱۵۔ ۲۱۴

[2] میزان الاعتدال ترجمہ علی بن زید ۵۸۴۴ دار المعرفۃ بیروت ۳ /۱۲۷

[3] میزان الاعتدال ترجمہ علی بن زید ۵۸۴۴ دار المعرفۃ بیروت ۳ /۱۲۸

کہ سیالہ کوئی ایسی ہی قریب جگہ بصرہ سے تھی علی بن زید کا انتقال ۱۳۱ھ میں ہے وہ زمانہ تابعین کا تھا، توثابت ہوا کہ مضافات شہر میں چلاجانا بھی اسی فرار حرام میں داخل ہے جس پر یہ شخص تمام شہر میں مطعون وانگشت نما ہوا ہر جمعہ کو اس کے پلٹتے وقت اہل شہر میں کہ تابعین وتبع تابعین ہی تھے غل پڑ جاتا کہ وہ طاعون سے بھاگا۔ **والعیاذ باللہ تعالٰی۔**

تنبیہ نبیہ: جس طرح طاعون سے بھاگنا حرام ہے اور اس کے لئے وہاں جانا بھی ناجائز وگناہ ہے، احادیث صریحہ میں دونوں سے ممانعت فرمائی، پہلے میں تقدیر الٰہی سے بھاگنا ہے تو دوسرے میں بلائے الٰہی سے مقابلہ کرنا ہے اور اس کے لئے اظہار توکل کا عذر محض سفاہت۔ توکل معارضہ اسباب کا نام نہیں۔ امام اجل ابن دقیق العید رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

الاقدام علیه تعرض للبلاء ولعله لایصبر علیه و ربما کان فیه ضرب من الدعوی لمقام الصبر او التوکل فمنع ذٰلك لاغترار النفس ودعوٰها مالاتثبت علیه عند التحقیق [1]۔	اس پر اقدام کرنا اپنے آپ کو مصیبت اور بلاء پر پیش کرنا ہے اور وہ اس پر صبر نہ کرسکے گا اور کبھی اس میں ایک قسم کی شان دعوی پیدا ہوجاتی ہے صبر اور توکل کے مقام کی، پس اس لئے اس سے روک دیا گیا فریب نفس سے بچاؤ کی خاطر اور نفس کے دعووں سے بچاؤ کی خاطر کہ جس پر درحقیقت کوئی استقرار اور ثبات نہیں۔ (ت)

اس قدر کی ممانعت میں ہرگز گنجائش سخن نہیں، اب رہا یہ کہ جب طاعون سے بھاگنے یا اس کے مقابلہ کی نیت نہ ہو تو شہر طاعونی سے نکلنا یا دوسری جگہ سے اس میں جانا فی نفسہٖ کیسا ہے، اس میں ہمارے علماء کی تحقیق یہ ہے کہ بجائے خود حرام نہیں مگر نظر بہ پیش بینی یہاں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ انسان کامل الایمان ہے "لَّنۡ یُّصِیۡبَنَاۤ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا ۚ" [2] (ہمیں ہرگز کچھ نہیں پہنچ سکتا سوائے اس کے جو اللہ تعالٰی نے ہمارے لئے لکھ دیا ہے۔ ت) کی بشاشت ونورانیت اس کے دل کے اندر سرایت کئے ہوئے ہے اگر طاعونی شہر میں کسی کام کو جائے اور مبتلا ہوجائے تو اسے یہ پشیمانی عارض نہ ہوگی کہ ناحق آیا کہ بلاء نے لے لیا یا کسی کام کو باہر جائے تو یہ خیال نہ کرے گا کہ خوب ہوا کہ اس بلا سے نکل آیا، خلاصہ یہ کہ اس کا آنا جانا بالکل ایسا ہو جیسا طاعون نہ ہونے کے زمانہ میں ہوتا تو اسے خالص اجازت ہے

[1] شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالك باب ماجاء فی الطاعون تحت حدیث ۱۷۲۰ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۲۳۸

[2] القرآن الکریم ۹/ ۵۱

اپنے کاموں کو آئے جائے جو چاہے کرے کہ نہ فی الحال نیت فاسدہ ہے نہ آئندہ فساد فکر کا اندیشہ ہے اور جو ایسا نہ ہو اسے مکروہ ہے کہ اگرچہ فی الحال نیت فاسدہ نہیں کہ حکم حرمت ہو مگر آئندہ فساد پیدا ہونے کا اندیشہ ہے لہٰذا کراہت ہے وہ حدیثیں جن میں خود شہر طاعونی سے نکلنے اور اس میں جانے کی ممانعت مروی ہوئی جیسے ایک روایت حدیث اسامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے الفاظ:

اذا سمعتم بالطاعون بارض فلاتدخلوھا واذاوقع بارض وانتم بھا فلاتخرجوا منھا رواہ الشیخان[1]۔	جب کسی سرزمین میں طاعون واقع ہوجائے تو وہاں نہ جاؤ اور اگر طاعون پھوٹ پڑنے والی جگہ تم موجود ہو تو پھر وہاں سے نہ نکلو۔ بخاری و مسلم نے اسے روایت کیا ہے۔(ت)

یا ایک روایت حدیث عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لفظ:

فاذا سمعتم بہ فی ارض فلاتدخلوھا رواہ الطبرانی فی الکبیر[2]۔	اگر کسی جگہ طاعون کے ظاہر ہونے کے متعلق سنو تو پھر وہاں ہرگز نہ جاؤ۔ امام طبرانی نے معجم کبیر میں اسے روایت کیا ہے۔(ت)

یا حدیث عکرمہ بن خالد المخزومی عن ابیہ وعمہ عن جدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ:

اذا وقع الطاعون فی ارض وانتم بھا فلاتخرجوا منھا وان کنتم بغیرھا فلاتقدموا علیھا رواہ احمد و الطحاوی والطبرانی والبغوی وابن قانع[3]۔	جب کسی خطہ زمین پر طاعون پھیل جائے اور تم پہلے سے وہاں اقامت پذیر ہو تو پھر وہاں سے نہ نکلو، اور اگر تم کسی دوسری جگہ ہو تو مقام طاعون پر نہ جاؤ۔ امام احمد، طحاوی، طبرانی، بغوی اور ابن قانع نے اسے روایت کیا ہے۔(ت)

یہ اگر اپنے اطلاق پر رکھی جائیں یعنی نیت فرار و مقابلہ سے مقید نہ کی جائیں۔

بناء علی ماحقق الامام ابن الھمام	اس بناپر کہ شیخ محقق امام ابن ہمام نے یہ تحقیق

---

[1] صحیح البخاری کتاب الطب باب مایذکر فی الطاعون قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۵۳، صحیح مسلم کتاب السلام باب الطاعون والطیرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۲۸

[2] المعجم الکبیر حدیث ۲۶۸ و ۲۷۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/ ۱۳۰ و ۱۳۱

[3] شرح معانی الآثار کتاب الکراھۃ باب الاجتناب من ذی داء الطاعون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۱۵، المعجم الکبیر حدیث ۲۱ ۱۸/ ۱۵ و کنزالعمال حدیث ۲۸۴۶۱ ۱۰/ ۸۲ و مسند احمد بن حنبل ۳/ ۴۱۶

ان المطلق لایحمل علی المقید وان اتحد الحکم والحادثة مالم تدع الیه ضرورة کمافی الفتح[1]۔	فرمائی ہے کہ حکم مطلق کسی مقید پر محمول نہیں کیا جائے گا اگرچہ حکم اور حادثہ ایک ہوں جب تک کہ کوئی ضرورت داعی نہ ہو جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔(ت)

توان کا محمل یہی صورت کراہت ہے جو ابھی مذکور ہوئی اور اطلاق اس بناء پر کہ اکثر لوگ اسی قسم کے ہوتے ہیں اور احکام کی بناء کثیر وغالب پر ہے۔ درمختار میں ہے:

اذا خرج من بلدة بها الطاعون فان علم ان کل شیئ بقدر الله تعالٰی فلا بأس بان یخرج ویدخل وان کان عندہ انه لو خرج نجا ولو دخل ابتلی به کرہ له ذٰلك فلایدخل ولایخرج صیانة لاعتقادہ و علیه حمل النهی فی الحدیث الشریف۔ مجمع الفتاوٰی[2] اھ۔	جب کوئی کسی ایسے شہر سے نکلے جہاں طاعون پھیلا ہوا ہو اگر وہ جانتا اور پختہ یقین رکھتا ہو کہ ہر چیز الله تعالٰی کی قضا و قدر سے وقوع پذیر ہوتی ہے تو اس کی آمد و رفت، دخول و خروج میں کوئی حرج نہیں اور اگر اس کے خیال میں یہ ہو کہ اگر یہاں سے باہر چلا گیا تو بچ جاؤں گا اور یہاں سے نہ نکلا تو مرض میں مبتلا ہو جاؤں گا تو ایسے شخص کے لئے نقل و حرکت مکروہ ہے لہٰذا نہ مقام طاعون پر جائے اور نہ مقام طاعون سے نکلے اپنے اعتقاد کو بچانے اور محفوظ رکھنے کے لئے۔ پس اسی حدیث شریف کی نہی محمول ہے اھ۔(ت)

اسی طرح فتاوٰی ظہیریہ میں ہے وتمام تحقیقه فی ماعلقناہ علی ردالمحتار (اس کی پوری تحقیق ہم نے ردالمحتار (فتاوٰی شامی) کے حواشی پر چڑھادی ہے۔ت) والله تعالٰی اعلم۔

رسالہ

تیسر الماعون للسکن فی الطاعون

ختم ہوا

---

[1] فتح القدیر باب الظهار فصل فی الکفّارة مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۱۰۸

[2] درمختار مسائل شتّٰی قبیل کتاب الفرائض مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۵۱

صحبت وموالات ومحبت وعداوت

مسئلہ ۹۴: از ریاست بھوپال ۱۳۰۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہر بھوپال میں کچھ فرانسیسی کفار رہتے ہیں، بعض اہل اسلام بے تکلف ان کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں یہ فعل شرعًا کیسا ہے اور یہ مسلمان اگر منع کئے سے نہ مانیں اور باقی مسلمان اس وجہ سے ان کے ساتھ کھانے سے احتراز کریں تو بجا ہے یا بے جا؟ **بیّنوا توجروا** (بیان کروتاکہ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

بیشک کفار سے ایسی مخالطت اور ان کے ساتھ ہم پیالہ وہم نوالہ ہونے سے بہت ضرور احتراز کرنا چاہئے خصوصًا جہاں اسلام ضعیف ہو شرع مطہر سے بہت دلائل اس پر قائم جن کے بعض کہ اس وقت کی نظر میں ذہن فقیر میں مستحضر ہوئے مذکور ہوتے ہیں:

اوّل: قال اللہ عزوجل:

"وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾"[1]	اور اگر شیطان تجھے بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

اور کافر سے بڑھ کر ظالم کون ہے۔ قال اللہ جل جلالہ:

"فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ کَذَبَ عَلَی اللّٰہِ وَ کَذَّبَ بِالصِّدۡقِ اِذۡ جَآءَہٗ ؕ اَلَیۡسَ فِیۡ جَہَنَّمَ مَثۡوًی لِّلۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۳۲﴾ "[1]	اس سے بڑھ کر ظالم جس نے خدا پر جھوٹ باندھا اور سچ کو جھٹلایا جب وہ اس کے پاس آیا کیا نہیں ہے دوزخ میں کافروں کا ٹھکانا۔ جب کافر حد درجہ کا ظالم ہو اور ظالم کے پاس بیٹھنے سے منع فرمایا تو شیر و شکر و ہمکاسہ ہونا تو اور بدتر ہے۔

دوم: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من جامع المشرك وسكن معه فانه مثله۔ رواہ ابو داؤد[2] عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ باسناد حسن وعلقہ عنہ الترمذی۔	جو مشرک سے یکجا ہو اور اس کے ساتھ رہے وہ اسی مشرک کی مانند ہے۔ (امام ابوداؤد نے سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے سند حسن کے ساتھ اسے روایت کیا۔ لیکن امام ترمذی نے ابوداؤد کے حوالے سے اسے معلق ذکر کیا۔ت)

سوم: فرماتے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

انا برئ من كل مسلم مع مشرك لاترٰی ناراھما، اوردہ فی النھایۃ[3] **قلت** والحدیث نحوہ عند ابی داؤد والترمذی بسند رجالہ ثقات۔	میں بیزار ہوں اس مسلمان سے جو مشرکوں کے ساتھ ہو مسلمان اور کافر کی آگ آمنے سامنے نہ ہونا چاہئے یعنی دوری لازم ہے (علامہ ابن اثیر نہایہ میں اسے لائے ہیں، **میں کہتا ہوں** اسی جیسی حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں ایسی سند سے مذکور ہے کہ جس کے تمام راوی مستند ہیں۔ت)

چہارم: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۳۲

[2] سنن ابی داؤد کتاب الجهاد باب فی الاقامة بارض الشرك آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۹

[3] سنن ابی داؤد کتاب الجهاد باب النهی عن قتل من اعتصم بالسجود آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۵۶

لاتصاحب الامؤمنا ولایاکل طعامك الا تقی۔رواہ احمدوابوداؤد [1] والترمذی وابن حبان والحاکم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ باسانید صحاح۔	صحبت نہ رکھ مگرایمان والوں سے اور تیرا کھانانہ کھائیں مگرپرہیزگار(امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے صحیح سندوں کے ساتھ اسے روایت کیا۔ت)

پنجم: فرماتے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

انما مثل الجلیس الصالح وجلیس السوء کحامل المسك ونافخ الکیر فحامل المسك اما ان یحذیك واما ان تبتاع منہ واما ان تجد منہ ریحا طیبۃ ونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابك اما ان تجد منہ ریحا خبیثۃ۔رواہ الشیخان [2] عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	نیک ہم نشین اور بد جلیس کی مثال یوں ہے جیسے ایک کے پاس مشک ہے اور دوسرا دھونکنی دھونک رہاہے مشک والا یا تو تجھے مشک ویسے ہی دے گا یاتو اس سے مول لے گا، اور کچھ نہ سہی تو خوشبو تو آئے گی اور وہ دوسرا تیرے کپڑے جلادے گا یا تو اس سے بدبو پائے گا۔(بخاری ومسلم نے ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ت)

انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مثل جلیس السوء کمثل صاحب الکیر ان لم یصبك من سوادہ اصابك من دخانہ۔رواہ ابوداؤد [3] والنسائی۔	یعنی بدوں کی صحبت ایسی ہے جیسے لوہار کی بھٹی کہ کپڑے کالے نہ ہوئے تو دھواں جب بھی پہنچے گا(ابوداؤد اور نسائی نے اسے روایت کیا۔ت)

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۳/ ۳۸، سنن ابی داؤد کتاب الادب باب من یومر ان یجالس الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۸، جامع الترمذی ابواب الزھد امین کمپنی دہلی ۲/ ۶۲

[2] صحیح البخاری کتاب الذبائح باب المسك قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۰، صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب استحباب مجالسۃ الصالحین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۳۰

[3] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب من یومر ان یجالس الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۸

حاصل یہ ہے کہ اشرار کے پاس بیٹھنے سے آدمی نقصان اُٹھاتا ہے۔

ششم: حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاك وقرین السوء فانك به تعرف۔رواہ ابن عساکر[1] عن انس بن مالك رضی الله تعالٰی عنه۔	بُرے مصاحب سے بچ کہ تو اسی کے ساتھ پہچانا جائے گا(ابن عساکر نے حضرت انس بن مالک کے حوالے سے اسے روایت کیا۔ت)

یعنی جیسے لوگوں کے پاس آدمی کی نشست و برخاست ہوتی ہے لوگ اسے ویسا ہی جانتے ہیں۔

ہفتم: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اعتبروا الصاحب بالصاحب۔رواہ ابن عدی[2] عن ابن مسعود رضی الله تعالٰی عنه۔	آدمی کو اس کے ہمنشین پر قیاس کرو(ابن عدی نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی سند سے اسے روایت کیا۔ت)

ہشتم: حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتجالسوا اهل القدر ولاتفاتحوهم۔رواہ احمد[3] و ابوداؤد والحاکم۔	منکران تقدیر کے پاس نہ بیٹھو،نہ انہیں اپنے پاس بٹھاؤ نہ ان سے سلام کلام کی ابتدا کرو(امام احمد،ابوداؤد اور حاکم نے اسے روایت کیا ہے۔ت)

نہم: حدیث میں ہے سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الله اختارنی واختارلی اصحابه واصهارا وسیاتی قوم یسبّونهم وینتقصونهم فلاتجالسوهم ولاتشاربوهم ولاتواکلوهم ولاتناکحوهم۔	بیشک اللہ تعالٰی نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے اصحاب و اصہار پسند کئے،اور قریب ایک قوم آئے گی کہ انہیں برا کہے گی اور ان کی شان

[1] تهذیب تاریخ ابن عساکر ترجمه العنزی الجرجانی الفقیه دار احیاء التراث العربی بیروت ۴ /۲۹۲

[2] کنز العمال بحواله عد عن ابن مسعود حدیث ۳۰۷۳۴ موسسة الرسالة بیروت ۱۱/ ۸۹

[3] سنن ابی داؤد کتاب السنة باب فی ذراری المشرکین آفتاب عالم پریس لاہور ۲ /۲۹۳، سنن امام احمد بن حنبل ترجمه عمر بن خطاب رضی الله عنه دار الفکر بیروت ۱ /۳۰

رواہ ابن حبان والعقیلی [1] واللفظ له عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	گھٹائے گی، تم اُن کے پاس مت بیٹھنا، نہ ان کے ساتھ پانی پینا، نہ کھانا کھانا، نہ شادی بیاہت کرنا(ابن حبان اور عُقَیلی نے اسے روایت کیاہے،اور عقیلی کے الفاظ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے یہی ہیں۔ت)

جب اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بُرا کہنے والوں کے لئے یہ حکم ہیں تو اہل کفر اور عیاذًا باللہ خدا ورسول کی جناب میں صریح گستاخیاں کرنے والوں کی نسبت کس قدر سخت حکم چاہئے۔

دہم: حدیث میں ہے سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تقربوا الی اللہ ببغض اہل المعاصی و القوھم بوجوہ مکفھرۃ التمسوا رضا اللہ بسخطھم وتقربوا الی اللہ بالتباعد عنھم۔رواہ ابن شاہین فی الافراد [2] عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	اللہ تعالٰی کی طرف تقرب کرو اہل معاصی کے بغض سے اور اُن سے ترش روئی کے ساتھ ملو اور اللہ تعالٰی کی رضامندی اُن کی خفگی میں ڈھونڈو اور اللہ کی نزدیکی اُن کی دوری سے چاہو۔(ابن شاہین نے کتاب الافراد میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیاہے۔ت)

کافروں سے بڑھ کر اہل معاصی کون ہے جو سراپا معصیت ہیں اور ان کے پاس حسنہ کا نام ہونا محال۔

یازدہم: تجربہ شاہد کہ ساتھ کھانا مورث محبت و وداد ہوتاہے اور کفار کی موالات سم قاتل ہے، **قال اللہ تعالٰی:**

"وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ" [3]	جو تم میں اُن سے دوستی رکھے گا انہیں میں سے شمار کیاجائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المرء مع من احب۔رواہ احمد والبخاری [4]۔	آدمی اپنے دوست کے ساتھ ہے، یعنی حشر میں۔

[1] الضعفاء الکبیر للعقیلی ترجمہ ۱۵۳ احمد بن عمران الاخنس دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۲۶

[2] کنز العمال بحوالہ ابن شاہین حدیث ۵۵۱۱و ۵۵۸۵ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۳/ ۸۱، ۶۷

[3] القرآن الکریم ۵/ ۵۱

[4] صحیح البخاری کتاب الادب باب علامۃ الحب فی اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۱

ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی عن انس والشیخان عن ابن مسعود، احمد ومسلم عن جابر والترمذی عن صفوان بن عسال وابوداؤد نحوہ عن ابی ذر وفی الباب عن علی وابی ھریرۃ و ابی موسٰی رضی اللہ تعالٰی عنھم۔	(احمد، بخاری، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت انس کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے۔ نیز بخاری اور مسلم نے عبداللہ ابن مسعود سے، مسند احمد اور مسلم نے حضرت جابر سے، اور ترمذی نے حضرت صفوان بن عسال کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ ابوداؤد اور اس جیسے دوسرے محدثین نے حضرت ابوذر سے روایت کی، اور اس باب میں جناب علی، ابو ہریرہ اور ابو موسٰی اشعری سے روایت ہے، اللہ تعالٰی سب سے راضی ہو۔ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ثلث احلف علیھن وعد منھا لایحب رجل قوما الا جعلہ اللہ معھم۔ رواہ احمد والنسائی[1] والحاکم و البیھقی عن ام المومنین الصدیقۃ والطبرانی فی الکبیر وابویعلٰی عن ابن مسعود وایضا فی الکبیر عن ابی امامۃ وفی الاوسط والصغیر عن امیر المومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنھم باسانید جیاد۔	میں قسم کھا کر فرماتا ہوں کہ جو شخص کسی قوم سے دوستی کرے گا اللہ تعالٰی اسے انہیں کا ساتھی بنائے گا (مسند احمد، نسائی حاکم اور امام بیہقی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ سے اور امام طبرانی نے کبیر میں، اور ابویعلٰی نے عبداللہ ابن مسعود سے، نیز کبیر میں حضرت ابوامامہ او راوسط اور صغیر میں امیر المومنین حضرت علی کرم وجہہ سے جید سندوں کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ اللہ تعالٰی سب سے راضی ہو۔ت)

ابو قرصافہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احب قوما حشرہ اللہ فی زمرتھم۔ رواہ الضیأ فی المختارۃ والطبرانی[2] فی الکبیر۔	ہر قوم کے دوستوں کو اللہ تعالٰی انہیں کے گروہ میں اٹھائے گا (ضیاء نے مختارہ اور طبرانی نے الکبیر میں اسے روایت کیا ہے۔ت)

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا دار الفکر بیروت ۶/ ۱۴۵

[2] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۲۵۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/ ۱۹

دوازدہم: بیشک یہ حرکت مسلمانوں کے لئے موجب نفرت ہوگی اور بلاوجہ شرعی مسلمانوں کو تنفر کرنا جائز نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بشّروا ولاتنفّروا۔رواہ الائمۃ احمد والبخاری[1] ومسلم والنسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	دل خوش کرنے والی بات کہو اور نفرت نہ دلاؤ(ائمہ مثلاً امام احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے حضرت انس کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے۔اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو۔ت)

سیزدہم: اقل درجہ اتنا تو ہے کہ یہ بات سننے والوں کے کانوں کو خوش نہ آئے گی اور ایسے فعل سے شرع میں ممانعت ہے، حدیث میں آیا سیدالکونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ایاك ومایسوء الاذن۔رواہ احمد[2] عن ابی الغادیۃ و الطبرانی فی الکبیر وابن سعد فی الطبقات والعسکری فی الامثال وابن مندۃ فی المعرفۃ و الخطیب فی المؤتلف عن ام الغادیۃ وابونعیم فی المعرفۃ عن حبیب بن الحارث رضی اللہ تعالٰی عنہم وعبداللہ بن احمد فی الزوئد عن العاص بن عمر و الغفاری مرسلا۔	بچ اس بات سے جو کان کو بری لگے (امام احمد نے ابوالغادیہ سے اور طبرانی نے الکبیر میں اور ابن سعد نے طبقات میں اور العسکری نے امثال میں اور ابن مندہ نے المعرفۃ میں اور خطیب نے المؤتلف میں ام الغادیہ سے،ابونعیم نے المعرفۃ میں حبیب بن حارث سے (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو) عبداللہ بن احمد نے زوائد میں عاص بن عمرو غفاری سے بغیر کسی سند کے روایت کیا ہے (العکرۃ،اس لفظ کی صحیح سمجھ میں آئی)۔(ت)

چہاردہم: مسلمانوں کے آگے معذرت کی طرف محتاج کرے گی اور عاقل کا کام نہیں کہ ایسی بات کا مرتکب ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاك وکل امر یعتذر منہ۔رواہ ایضًا الدیلمی[3] بسند حسن عن انس رضی اللہ	اس بات سے بچ جس میں عذر کرنے کی حاجت پڑے۔(دیلمی نے سند حسن کے ساتھ حضرت

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

[2] مسند امام احمد بن حنبل ترجمہ ابوالغاویۃ دارالفکر بیروت ۴/ ۷۶

[3] الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۱۷۵۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۴۳۱، اتحاف السادۃ المتقین الفصل الثانی فی مراتب الناس دارالفکر بیروت ۱۰/ ۲۵۱

تعالٰی عنہ قلت فی الباب عن سعد بن ابی وقاص وعن ابی ایوب وعن جابر بن عبداللہ وعن ابن عمرو عن سعد بن عمارۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم کما فصلناہ فی کمال الاکمال۔	انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا۔ میں کہتا ہوں اس باب میں سعد بن ابی وقاص، ابوایوب، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن عمراور سعد بن عمارہ (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو) سے روایات موجود ہیں جیسا کہ ہم نے کمال الاکمال میں اس کو مفصل بیان کیا ہے۔ت)

پانزدہم صحبت قطعًا مؤثر ہے اور طبیعتیں سراقہ اور قلوب متقلب، والعیاذباللہ رب العالمین۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما سمی القلب من تقلبہ انما مثل القلب مثل ریشۃ بالفلاۃ تعلقت فی اصل شجرۃ تقلبھا الریاح ظھر البطن، رواہ الطبرانی [1] فی الکبیر بسند حسن عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ وھو عند ابن ماجۃ بسند جیّد مختصرًا۔	دل کو قلب اس لئے کہتے ہیں کہ وہ انقلاب کرتا ہے، دل کی کہاوت ایسی ہے جیسے جنگل میں کسی پیڑ کی جڑ سے ایک پَر لپٹا ہے کہ ہوائیں اسے پلٹی دے رہی ہیں کبھی سیدھا کبھی اُلٹا (امام طبرانی نے الکبیر میں سند حسن کے ساتھ اس کو حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے اور ابن ماجہ میں عمدہ سند کے ساتھ مختصرًا موجود ہے۔ت)

اسی لئے مولوی معنوی قدس سرّہ، فرماتے ہیں: ؎

صحبت صالح ترا صالح کند　　صحبت طالح ترا طالح کند [2]

دور شو از اختلاط یارِ بد　　یارِ بد بدتر از مارِ بد [3]

مارِ بد تنہا ہمیں بر جاں زند یارِ　　بد بر جان و بر ایماں زند [4]

---

[1] کنزالعمال بحوالہ الطبرانی فی الکبیر حدیث ۱۲۱۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۲۴۱

[2] مثنوی ولوی معنوی منازعت کردن امراء بایکدیگر نورانی کتب خانہ پشاور دفتر اول ص ۲۲

[3] گلدستہ مثنوی بکھرے موتی نذیر سنز اردو بازار لاہور ص ۹۴

[4] مثنوی مولوی معنوی دفتر پنجم نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۶۷

(اچھے آدمی کی مجلس تجھے اچھا کردے گی، اور بُرے کی مجلس تجھے برا بنادے گی
جب تک ہوسکے برے ساتھی سے دور رہ کیونکہ براساتھی برے سانپ سے بھی براہے
کیونکہ براسانپ صرف جان کو ڈستاہے جبکہ براساتھی جان وایمان دونوں پر ضرب لگاتاہے۔ت)

یہ آفت سب سے اشد ہے والعیاذباللّٰه ولاحول ولاقوۃ الاباللّٰه (اور اللہ تعالٰی کی پناہ، نیکی کرنے کی طاقت اور برائی سے بچنے کی قوت اللہ تعالٰی کی توفیق کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ت)

بالجملہ بلاضرورت شرعیہ اس امر کامرتکب نہ ہوگا مگر دین میں مداہن یا عقل سے مبائن، سبحان اللہ کتنے شرم کی بات ہے کہ آدمی کے ماں باپ کو اگر کوئی گالی دے اس کی صورت دیکھنے کو روادار نہ رہے اور خدا ورسول کو براکہنے والوں کو ایسا یارِغار بنائے انّاللّٰه وانا الیه راجعون (بیشک ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ت) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من ولدہ و والدہ والناس اجمعین۔رواہ احمدوالبخاری[1] ومسلم ونسائی وابن ماجة عن انس بن مالك رضی الله تعالٰی عنه۔	تم میں کوئی مسلمان نہیں ہوتا جب تک میں اسے اس کی اولاد اور ماں باپ اور تمام آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔(امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ت)

دلائل کثیر ہیں اور گوش شنوا کو اسی قدر کافی، پھر جو نہ مانے سنگدل ہے اور کافر آگ، آگ کا ساتھ جو پتھر دے گا وہ خود اتنا گرم ہوجائے گا کہ آدمی کو اس سے بچنا چاہئے، پس اگر اہل اسلام ان لوگوں سے احتراز کریں کچھ بے جانہ کریں گے۔واللّٰه تعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم (اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے اور اس شرف وبزرگی والے کا علم زیادہ تام اور زیادہ پختہ ہے۔ت)

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول من الایمان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷

مسئلہ ۹۵: از گلگت چھاؤنی جو ئنال مرسلہ سید محمد یوسف علی شعبان ۱۳۱۲ھ

جناب مولوی صاحب مخدوم مکرم سلامت بعد آداب تسلیمات کے گزارش یہ ہے کہ شیعہ کے ساتھ برتاؤ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

رافضی وغیرہ بدمذہبوں میں جس کی بدعت حد کفر تک پہنچی ہو وہ تو مرتد ہے اس کے ساتھ کوئی معاملہ مسلمان بلکہ کافر ذمی کے مانند بھی برتاؤ جائز نہیں، مسلمانوں پر لازم ہے کہ اُٹھنے بیٹھنے کھانے پینے وغیرہا تمام معاملات میں اسے بعینہٖ مثل سوئر کے سمجھیں اور جس کی بدعت اس حد تک نہ ہو اس سے بھی دوستی محبت تو مطلقاً نہ کریں۔

قال اللہ تعالٰی "وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ"[1]۔	اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے جو کوئی تم میں سے ان سے دوستی رکھے گا تو وہ یقینا انہی میں سے ہوگا (ت)

اور بے ضرورت و مجبوری محض کے خالی میل جول بھی نہ رکھیں کہ بدمذہب کی محبت آگ ہے اور صحبت ناگ اور دونوں سے پوری لاگ۔ رب عزوجل فرماتا ہے:

"وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾"[2]	اگر تجھے شیطان بھلاڈالے تو یاد آجانے کے بعد ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو۔ (ت)

جاہل کو ان کی صحبت سے یوں اجتناب ضرور ہے کہ اس پر اثر بد کا زیادہ اندیشہ ہے اور عام مقتدا، یوں بچے کہ جہال اسے دیکھ کو خود بھی اس بلا میں نہ پڑیں بلکہ عجب نہیں کہ اسے ان سے ملتا دیکھ کر ان کے مذہب کی شناعت ان کی نظروں میں ہلکی ہوجائے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

یکرہ للمشھور المقتدٰی بہ الاختلاط الی رجل من اھل الباطل والشر الابقدر الضرورۃ لانہ یعظم امرہ بین یدی الناس ولوکان رجل لایعرف یداریہ لیدفع الظلم عن نفسہ من غیراثم فلاباس بہ کذا فی الملتقط[3]۔	مشہور پیشوا کے لئے ایسے شخص سے میل جول رکھنا جو اہل باطل اور اہل شر میں سے ہو مکروہ ہے مگر ضرورت کی حد تک جائز ہے (یہ ممانعت اس لئے ہے کہ) کہ لوگوں میں اس کا چرچا ہوجائے گا (جس کے بُرے اثرات مرتب ہوں گے) اور اگر غیر معروف شخص ان میں محض اپنے دفاع اور ظلم سے بچاؤ کے لئے گھومے پھرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ الملتقط میں یونہی مذکور ہے۔ (ت)

[1] القرآن الکریم ۵ /۵۱

[2] القرآن الکریم ۶ /۶۸

[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۴۶

ابن حبان عقیلی انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ اختارنی واختارلی اصحابا واصھارا وسیأتی قوم یسبونھم وینتقصونھم فلاتجالسوھم ولا تشاربوھم ولاتواکلوھم ولاتناکحوھم [1]۔	بیشک اللہ عزوجل نے مجھے چن لیا اور میرے لئے یار اور خسرال کے رشتہ دار پسند فرمائے اور عنقریب کچھ لوگ آئیں گے کہ انہیں برا کہیں گے اور ان کی شان گھٹائیں گے تم ان کے پاس نہ بیٹھنا نہ ان کے ساتھ پانی پینا نہ کھانا کھانا نہ شادی بیاہت کرنا (ت)۔

یہ حدیث نص صریح ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق عمل بخشے۔آمین! **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

مسئلہ ۹۶: از موضع نگریا کلاں ضلع بریلی مرسلہ وزیر خاں دوم صفر ۱۳۲۱ھ

زید نے بیان کیا کہ میں سید ہوں اور سنت جماعت ہوں اور عید کی نماز بھی زید نے پڑھائی بعد کو معلوم ہوا کہ زید رافضی ہے اور نماز ہاتھ چھوڑ کر پڑھتا ہے اور وضو بھی رافضیوں کا کرتا ہے ایسی حالت میں سنت جماعت کے واسطے زید کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اور کھانا کھانا زید کے یہاں کا سنت جماعت کو جائز ہے یا نہیں؟ لڑکوں کے واسطے تعلیم زید کی جائز ہے یا نہیں؟ زید بیان کرتا ہے کہ میں قرآن شریف گیارہ میں پڑھا سکتا ہوں فاتحہ گیارہویں شریف کی زید سے دلانا جائز ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب:

رافضی کے پیچھے نماز محض باطل ہے، ہوتی ہی نہیں، فرض سر پر ویسا ہی رہے گا اور گناہ علاوہ، رافضی کی امامت ایسی ہی ہے جیسی کسی ہندو یا یہودی کی امامت۔ آج کل کے رافضی عموماً مرتد ہیں ان کے یہاں کا کھانا یا ان کے ساتھ کھانا یا ان سے کسی قسم کا میل جول رکھنا گناہ ہے سب عذاب کے مستحق ہوں گے اور بچوں اس سے پڑھوانا سخت حرام اور نری گمراہی ہے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ رافضی کو جدا کردیں رافضی سے گیارہویں شریف کی فاتحہ دلانا سخت حماقت ہے اور ایک یہی کیا کسی قسم کی فاتحہ رافضی سے ہرگز نہ دلائی جائے کہ فاتحہ ثواب پہنچانے کے لئے ہے اور رافضی کے پڑھنے سے ثواب نہیں پہنچتا کیونکہ

---

[1] الضعفاء للعقیلی ترجمہ ۱۵۳ احمد بن عمران الاخنسی دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۲۶

روافض انکار ضروریات دین کے باعث مرتد ہیں، پھر یہ بھی اس وقت ہے کہ فاتحہ میں رافضی کچھ قرآن پڑھے مگر سنیوں کے لئے فاتحہ میں رافضی سے بھی امید نہیں خدا جانے کیا کچھ ناپاک کلمے بکے گا ان کا ثواب پہنچے گا یا اور عذاب ہوگا۔اللہ تعالٰی سنیوں کی آنکھیں کھولے اور انہیں توفیق دے کہ گمراہوں سے دور رہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صاف حکم فرمایا ہے کہ ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم[1] بدمذہبوں سے دور رہو اور ان کو اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں، قرآن شریف میں فرمایا:

"وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۶۸﴾"[2]	اور تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر پاس نہ بیٹھ ظالم لوگوں کے۔

اور بدمذہب لوگ خصوصًا رافضیوں کے یہاں تقیہ بہت ہے یہ بہت اپنے مذہب کو چھپاتے ہیں ان کی بات پر ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہئے جہاں نفع نقصان کچھ نہ ہو وہاں سنی بن جانا ان کا ادنٰی شعبدہ ہے تو جہاں دو پیسے کا نفع ہو وہاں سنی بنتے ہوئے انہیں کیا لگتا ہے۔واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۷: از قصبہ ٹسوا موضع فرید پور مرسلہ مہدی حسن صاحب

کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں اہل سنت وجماعت کو سادات اہل تشیعہ کے یہاں کی علاوہ نیاز آٹھویں تاریخ حضرت عباس علمدار کے نیاز حسین کی مثلًا شربت وملیدہ و روٹی ولنگر وتبرک مجلس کا اہلسنت وجماعت صاحبان کر لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

حدیث میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس قوم کی نسبت فرماتے ہیں:

لاتجالسوھم ولاتواکلوھم ولاتشاربوھم[3]۔	ان کے پاس نہ بیٹھو اور ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ اور ان کے ساتھ پانی نہ پیو۔

لہٰذا ان کی مجالس میں جانا مطلقًا حرام کہ وہ قرآن مجید کی توہین کرتے ہیں اور اسے ناقص جانتے ہیں اور

---

[1] صحیح مسلم مقدمۃ الکتاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

[2] القرآن الکریم ۷/ ۶۷

[3] الضعفاء الکبیر ترجمہ ۱۵۳ احمد بن عمران الاخنس دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۲۶، کنز العمال برمز عق عن انس حدیث ۳۲۴۶۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۲۹

اُن کے یہاں سے شربت، ملیدہ، لنگر کوئی چیز نہ لی جائے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۸: از قصبہ ٹسوا موضع فریدپور مرسلہ مہدی حسن صاحب

کیاارشاد فرماتے ہیں علمائے دین اہل سنت وجماعت اس شخص کی نسبت کہ جو شخص سادات اہل تشیعہ کے یہاں کی نیاز حسین علیہ السلام کے لینے سے لوگوں کو منع کرے اور کہے یہ نیاز حرام ہے۔ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

مندرجہ بالا سوال کے جواب سے معلوم ہوگیا کہ منع کرنے والا ٹھیک منع کرتا ہے اور اس کا منع کرنا بیجا نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۹: از جادوپور تھانہ بھوجی پورہ تحصیل وضلع بریلی مسئولہ شمشاد علی صاحب ۱۲رجب ۱۳۲۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ جس میں ہمیشہ سے گاؤ کشی ہوتی آئی اس سال اس کے ہنود نے مسلمانوں سے نزاع کیا اس گاؤں میں بازار ہوتا تھا وہ لوگوں کو ورغلا کر دوسرے گاؤں اٹھوادیا کہ ان لوگوں کا نفع جاتا رہے، ہندوتو ہندوؤں کے کہنے سے چلے ہی گئے بعض مسلمان بھی انہیں کے شریک ہوئے ان سے کہا بھی گیا کہ جس طرح ہنود نے اپنا بازار الگ کر لیا ہے تم بھی الگ بازار مسلمانوں کا کرو اور اس میں شریک ہو اور ہندوؤں کی شرکت نہ کرو مگر وہ نہیں مانتے، اس صورت میں ایسے لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

افسوس ہے ان مسلمانوں پر جو مسلمانوں کی مخالفت میں ہندوؤں کا ساتھ دیں اور ان کی جماعت بڑھائیں ان کا نفع چاہیں مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں خصوصًا وہ بھی ایسی بات میں جس کی بنا مذہبی کام پر ہو ان کو توبہ کرنا چاہئے ورنہ اندیشہ کریں کہ اسی حالت میں موت آگئی تو حشر بھی ہندوؤں ہی کے ساتھ ہوگا۔ **حدیث** میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جامع المشرك وسكن معه فانه مثله[1] وفی لفظ لا تساكنوا المشركين ولاتجامعوهم فمن ساكنهم او جامعهم فهو	جو کوئی کسی شرک کرنے والے کے ساتھ جمع ہو اور اس کے ساتھ رہنا سہنا اختیار کرے تو وہ مسلمان بھی اسی کی طرح ہے۔اور بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں: شرک کرنے والوں کے ساتھ

[1] سنن ابی داؤد کتاب الجهاد باب فی الاقامة ارض الشرك آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۹

مثلھم [1] رواہ بالاول ابوداؤد عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن وبالاٰخر الترمذی عنہ تعلیقا۔	رہائش اختیار نہ کرو اور نہ ان کے ساتھ اجتماع رکھو پھر جو کوئی ان کے ساتھ سکونت اختیار کرے یا ان کے ساتھ جمع ہو تو وہ ان ہی کی طرح ہے۔ **پہلی حدیث** کو امام ابوداؤد نے سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے سند حسن کے ساتھ روایت کیاہے جبکہ دوسری حدیث کو امام ترمذی نے اسی مذکور صحابی سے بطور تعلیق روایت کیاہے۔(ت)

دوسری حدیث ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من کثر سواد قوم فھو منھم [2]۔	جو کسی گروہ کی جماعت بڑھائے وہ انہیں میں سے ہے۔

تیسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من اعان علی خصومۃ بغیر حق لم یزل فی سخط اللہ حتی ینزع۔ رواہ ابن ماجۃ [3] والحاکم عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن۔	جو کسی جھگڑے میں ناحق والوں کو مدد دے ہمیشہ خدا کے غضب میں رہے جب تک اس سے باز آئے (ابن ماجہ اور حاکم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسند حسن اسے روایت کیاہے۔ت)

چوتھی حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من مات علی شیئ بعثہ اللہ علیہ۔ رواہ احمد [4] والحاکم عن جابر بن عبداللہ	جو جس حال میں مرے گا اللہ تعالٰی اسی حال پر اسے اٹھائے گا (امام احمد و حاکم نے جابر بن عبداللہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب السیر باب ماجاء فی کراھیۃ المقام الخ امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۹۴

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۵۶۲۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۵۱۹، کنز العمال حدیث ۲۴۷۳۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۲۲

[3] سنن ابن ماجہ کتاب الاحکام باب من ادعی مالیس لہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۶۹، المستدرک للحاکم کتاب الاحکام دار الفکر بیروت ۴/ ۹۹

[4] مسند امام احمد بن حنبل عن جابر رضی اللہ عنہ دار الکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۳۱۴، المستدرک للحاکم کتاب الرقاق دار الفکر بیروت ۴/ ۳۱۳

رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن واللہ تعالٰی اعلم۔	رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسند حسن اس کو روایت کیا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰: از موضع سرنیاں مسئولہ امیر علی صاحب ۱۱ جمادی الاولٰی ۱۳۳۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید چند بار اہل ہنود کی برات میں شریک ہوا ہے اور اہر ایک غمی شادی میں شریک ہوتا ہے اب زید کے یہاں شادی ہے بہت ہنود شامل برات ہوں گے اور زید کے یہاں عورات ڈھول بجائیں گی اور ناچ بھی برات میں ہوگا تو زید کے لئے کیا حکم ہے اور سائل کو کھانے میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا۔**

دیگر عمر دریافت کرتا ہے اہل ہنود مزدوری میں لیا اس کو مزدوری خوراک دینا جو کہ رسم مزدوری کی ہے۔

دیگر عمر دریافت کرتا ہے کہ میرے کھیت کے پاس ہنود کا کھیت ہے اور اکثر ایسا بھی ہے ایک کھیت کے درمیان ایک کھیت ہے اور کام کاشتکاری میں بضرورت کسی کام کے کچھ کہنا پڑتا ہے اور بغیر ضرورت کے نہیں۔

دیگر کسی ہنود سے کوئی میل کھانے سے نکلتا ہو تو انسیت پیدا کرے یا نہیں؟ فقط۔ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

اس صورت میں ظاہر ہے کہ زید فاسق فاجر ہے، سائل اگر اس پر ایسا دباؤ رکھتا ہے کہ اسے روک سے گا تو ضرور شریک ہو کر روکے، اور اگر اسے اتنا عزیز ہے کہ اس کا شریک نہ ہونا اسے گوارا نہ ہوگا اور اس کی شرکت کی غرض سے وہ ناجائز باتیں اُٹھادے گا تو سائل پر لازم ہے کہ شرکت سے صاف انکار کردے جب تک وہ ان ناپاکیوں سے باز نہ رہے، اور اگر یہ دونوں باتیں نہیں تو سائل اگر قوم کا پیشوا ہے تو ہرگز ہرگز شریک نہ ہو، اور اگر عوام میں سے ہے اور وہ حرام جلسہ جلسہ طعام کے مکان میں کھانے والوں کے سامنے ہوگا جب بھی ہرگز نہ جائے، اور اگر حرام جلسہ الگ ہے اور کھانے کا مکان الگ تو اختیار ہے اور بہتر یہی ہے کہ کوئی مسلمان شریک نہ ہو۔ ہندو کو مزدوری میں لینا اور مزدوری کی خوراک دینا جائز ہے۔ ضرورت کے سبب کوئی بات ہندو سے کرلینے میں حرج نہیں جبکہ وہ بات خود ایک جائز امر ہو۔ دلی انس کسی کافر سے کرنا حرام ہے، اور ظاہر میل جس میں نہ کافر کی تعظیم ہو نہ مسلمان کی ذلت نہ کوئی طریقہ ناجائز برتا جائے کسی جائز کام کے سبب ہندو سے کرلینے میں حرج نہیں، بلا ضرورت اس سے بھی بچے کہ آپس میں راہ و رسم بڑھ کر اکثر ناجائز باتوں

تک پہنچا کرتے ہیں،

ومن ارتع حول الحمٰی اوشك ان یقع فیه[1]. واللّٰه تعالٰی اعلم۔	جو شخص کسی چراگاہ کے آس پاس جانور چرائے تو ہو سکتا ہے کہ اس کے اندر گھسے اور چلا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۱: از لکھنو احاطہ محمد خاں متصل دکان ظہور بخش مسئولہ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب دامت برکاتہم بروز شنبہ ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

کافر مرتد مبتدع بدمذہب کو فاسق معلن یا اس کو جس کا ان جیسا ہونا قائل کے نزدیک متردد ہو کوئی رشتہ مثل باپ دادا نانا بھائی بیٹا وغیرہ خود اپنا کہنا یا کسی اور مسلم کا کہنا حالانکہ ان کو کافر مرتد وغیرہ جیسے ہیں ویسے ہی مانے یہ کیسا ہے یا ایسے لوگوں کو ابتداءً سلام کہنا یا ان سے بخندہ پیشانی پیش آنا ہنسنا بولنا ایسی دوستی رکھنا جیسے دنیادار ہنسنے بولنے کھیلنے کی رکھتے ہیں اور اسی سلسلہ میں انہیں تحائف روانہ کرنا یا ان کی ایسی تعظیم کرنا کہ وہ آئیں تو کھڑے ہوگئے تحریرًا یا تقریرًا انہیں عنایت فرمایا کرم فرمایا مشفق مہربان یا جناب صاحب لکھنا یا اسی طرح کے اور برتاؤان سے برتنا جیسے آج کل شائع ہیں کثرت سے خصوصًا ایسوں میں کے دنیاوی با اثر لوگوں سے، خلاصہ کلام یہ کہ ایسے لوگوں سے ایسا برتاؤ جس سے وہ خوش ہوں یا اس میں اپنی تعظیم جانیں اگرچہ فاعل کی نیت اس خوش یا تعظیم کی ہو یا نہ ہو جبکہ مذہبی نقطہ نظر سے انہیں ان کے لائق قبیح ہی سمجھیں جائز ہیں یا ناجائز؟ ناجائز تو کس درجہ کی؟ غرض کہاں تک اس حد تک نہیں پہنچتیں کہ فاعل پر بھی خود ان کی طرح حکم کفر یا بدعت وغیرہ عائد ہو، اور اگر یہ باتیں کسی دینی یا دنیاوی غرض کے لئے کریں تو کیا حکم ہے؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

ان لوگوں کو بے ضرورت و مجبوری ابتدا بسلام حرام اور بلاوجہ شرعی ان سے مخالطت اور ظاہری ملاطفت بھی حرام، قرآن عظیم میں قعود معہم سے نہی صریح موجود، اور حدیث میں ان سے بخندہ پیشانی ملنے پر قلب سے نور ایمان نکل جانے کی وعید، افعال تعظیمی مثل قیام تو اور سخت تر ہیں تو یوہیں کلمات مدح، **حدیث** میں ہے:

---

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع باب الحلال بین والحرام بین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷۵، صحیح مسلم کتاب المساقات باب اخذ الحلال وترك الشبهات قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۸

اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتزله عرش الرحمٰن[1]۔	جب کسی فاسق (مرتکب گناہ کبیرہ) کی تعریف کی جائے تو اللہ تعالٰی غضبناک ہوجاتا ہے اور اس کی اس حرکت سے عرش رحمان لرز جاتا ہے (ت)

دوسری حدیث میں ہے ان میں فاسق کا حکم آسان ہے مطلّقاحرج نہیں اور مصالح دینیہ پر نظر کی جائے گی اور مرتد مبتدع داعیہ سے بالکل ممانعت اور ضروریات شرعیہ ہر جگہ مستثنٰی **فان الضرورات تبیح المحظورات** (اس لئے کہ ضرورتیں ممنوع کاموں کو مباح کردیتی ہیں۔ت) رشتہ بتانے میں مطلقًا حرج نہیں جیسے عمر بن الخطاب وعلی بن ابی طالب مع ان الخطاب واباطالب لم یسلما (حضرت عمر خطاب کے بیٹے اور حضرت علی ابوطالب کے فرزند حالانکہ خطاب اور ابوطالب دونوں مسلمان نہ تھے۔ت) ان کے ساتھ جو برتاؤ قولاً فعلاً ممنوع ہے بے ضرورت ان کا مرتکب عاصی ہے ان کا مثل نہیں جب تک ان کے کفر وبدعت وفسق کو اچھا یا جائز نہ جانے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۲: مرسلہ مصاحب علی طالب علم ۱۴ صفر المظفر ۱۳۳۵ھ

ایک شخص نے زنا وشراب وسود وغیرہ گناہ کبیرہ کاارتکاب کیا ہے اور نماز وروزہ وزکوہ وغیرہ افعال نیک بھی کرتا ہے اور علماء ومشائخ سے محبت رکھتا ہے تو اگر بہ سبب افعال نیک کے ایسے شخص سے محبت ودوستی ومیل جول رکھا جائے تو ان آیات اور احادیث کاخلاف لازم آتا ہے جس میں فاسق سے بچنے اور دور رہنے اور بغض رکھنے کا حکم ہے اور اگر بسبب افعال بد کے ایسے شخص سے پرہیز کیا جائے تو ان احادیث اور آیات کاخلاف لازم آتا ہے جس میں مسلمانوں سے میل جول رکھنے اور اچھا برتاؤ کرنے کاحکم ہے تو ایسے شخص سے کیسا برتاؤ کیا جائے؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

دو وجہ سے محبت وبغض جمع ہوسکتے ہیں بلکہ فاسق سے بغض حقیقۃً اس کے فعل کی طرف راجح ہے، نہ ذات کی طرف۔ ایسے شخص سے برتاؤ میں طریقہ سلف مختلف رہا اس کا مبنٰی اختلاف احوال ہے جس فاسق کو یہ جانے کہ نرمی وایتلاف سے روبراہ ہوجائے گا وہاں یہی چاہئے جسے یہ جانے کہ شدت واعراض سے متاثر ہوکر افعال قبیحہ چھوڑدے گا وہاں یہی چاہئے اور جس سے کسی طرح امید نہ ہو اس سے مطلقًا احتراز چاہئے خصوصًا دو شخصوں کو، ایک وہ جو اس کی صحبت بد سے متاثر ہونے کا اندیشہ رکھے

[1] شعب الایمان حدیث ۴۸۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴ /۲۳۰

دوسرا وہ کہ عالم و مقتداء ہو کہ اسے اس سے میل جول کرتا ہوا دیکھ کر قلوب عوام سے فسق کی شناعت کم ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳: مرسلہ دوست خان فیلبان ریاست سکیت ضلع کانگڑہ پنجاب ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

ایک قوم پہاڑ میں چنڈیل کہلاتی ہے اس میں ان کے بڑے مسلمانوں سے ملتے جلتے تھے مگر اب یہ لوگ نہ ملتے ہیں نہ مردہ کی تجہیز و تکفین میں مسلمانوں کو بلاتے ہیں بلکہ مثل ہنود کے داڑھی مونچھ منڈواتے ہیں، نہ کسی مسلمان سے سلام علیک لیتے ہیں نہ کبھی نماز روزہ ہوتا ہے۔ اب بعض مسلمان ان سے ملتے ہیں، جو ان سے ملتے ہیں ان کے واسطے کیا حکم ہے؟ فقط

الجواب:

یہ لوگ اگر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور پھر کفر کرتے ہیں تو مرتد ہیں اور ان سے ملنا جلنا مسلمان کو حرام ہے، جو مسلمان ان سے ملتے ہیں مستحق عذاب ہیں، اور اگر یہ لوگ سرے سے ہندو ہیں مسلمان ہو کر کافر نہ ہوئے تو ان سے کسی دنیا کے لین دین خرید و فروخت میں اُتنا ملنا جائز ہے جتنا ہندو سے، اور اگر اس سے زائد ملیں اور اپنا دوست ولی بنائیں تو پھر مستحق عذاب ہیں بلکہ سخت تر، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴: بخدمت شمس العلماء رأس الفقہاء اعنی جناب مولانا مولوی حاجی و مفتی اعلٰحضرت مدظلہ العالی!

حضور کی خدمت اقدس میں دست بستہ عرض ہے کہ اگر کوئی قادیانی مسجد کے خرچ کے واسطے روپیہ وغیرہ دے یا کسی طالب علم یا اور شخص کو مکان پر بلا کر کھانا کھلائے یا بھیج دے، ان دونوں صورتوں میں کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ یا وہ روپیہ مسجد میں لگانا کیسا ہے؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

نہ وہ روپے لئے جائیں، نہ کھانا کھایا جائے، اور اس کے یہاں جا کر کھانا سخت حرام ہے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۵: از موضع سرنیا ضلع بریلی مرسلہ شیخ امیر علی رضوی ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ایک پٹرول آبپاشی نہر پر وہابی ہے اور ایک ڈاکیا خط تقسیم کرنے والا بھی شیعہ ہے، ان شخصوں سے بات چیت کرنا پڑتی ہے کبھی روٹی کا بھی اتفاق اپنے مطلوب کی غرض سے ہوتا ہے اور ان کو اپنا دشمن ہی سمجھا جاتا ہے میل جول کچھ نہیں کیا جاتا ہے جہاں تک ممکن ہوتا ہے بچتے ہیں اور کام کے وقت بات کرنا ضرور ہوتی ہے۔

الجواب:

اگر یہ امر واقعی ہے کہ قلب میں ان سے نفرت وعداوت واقعی ہے اور کوئی میل جول نہیں رکھا جاتا نہ یا خط کے متعلق کوئی بات کبھی کرلی جاتی ہے یا کبھی روٹی دے دی جاتی ہے جس میں کوئی مصلحت صحیح خیال کی گئی ہو تو حرج نہیں اور اللہ دلوں کا نور جانتا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۶: از بلرامپور ضلع گونڈہ محلّہ پور نیا تالاب متصل یتیم خانہ مرسلہ نذر محمد آتشباز ۱۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شراب خوروں اور چانڈ بازوں اور غیر مقلدوں کی طرفداری کرنا اور ان کا ساتھ دینا برابر نشست وبرخاست رکھنا کیسا ہے، کچھ گناہ ہے یا نہیں؟

الجواب:

غیر مقلدوں کا ساتھ اور ان کی طرفداری کرنا گمراہی وبددینی ہے اور شراب خوروں اور چانڈو بازوں کی طرف داری اگر ان کے اس گناہ میں ہے تو سخت عظیم کبیرہ ورنہ بیجا وبد۔

قال اللہ تعالٰی "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۝۶۸"[1]۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اگر تمہیں شیطان بھلادے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۷: از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئولہ نعمت شاہ خاکی بوڑاہ

وہابی غیر مقلد کے گھر شادی بیاہ کرنا، اس کے ساتھ نماز پڑھنا، اس کے گھر کھانا کیسا ہے؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

وہابی یا غیر مقلد سے میل جول مطلقاً حرام ہے اور اس کے ساتھ شادی بیاہ خالص زنا، حدیث میں فرمایا:

لاتواکلوھم ولاتشاربوھم ولاتجالسوھم ولاتصلو معھم ولاتصلوعلیھم[2]۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**	نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ ان کے ساتھ پانی پیو، نہ ان کے پاس بیٹھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھو، **واللہ تعالٰی اعلم** (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] کنز العمال حدیث ۳۲۵۲۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۴۰

مسئلہ ۱۰۸: موتی بازار لاہور حاکم علی بی اے ۲۵/اکتوبر ۱۹۲۰ء

(نقل خط) آقائے نامدار مؤید ملت طاہرہ مولانا و بالفضل اولٰنا جناب شاہ احمد رضاخاں صاحب دام ظلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،۔

پشت ہذا پر کا فتوی مطالعہ گرامی کے لئے ارسال کرکے التجا کرتا ہوں کہ دوسری نقل کی پشت پر اس کی تصحیح فرماکر احقر نیاز مند کے نام بواپسی ڈاک اگر ممکن ہوسکے یا کم از کم دوسرے روز بھیج دیں انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس بروز اتوار بتاریخ ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۰ء منعقد ہونا ہے اس میں یہ پیش کرنا ہے، دیوبندیوں اور نیچریوں نے مسلمانوں کو تباہ کرنے میں کوئی تامل نہیں کیا ہے ہندوؤں اور گاندھی کے ساتھ موالات قائم کرلی ہے اور مسلمانوں کے کاموں میں روڑا اٹکانے کی ٹھان لی ہے، اللہ عالم حنفیہ کو ان کے ہاتھوں سے بچائیں اور عنداللہ ماجور ہوں، نیاز مند دعا گو ہے۔

حاکم علی بی اے موتی بازار لاہور

۲۵ اکتوبر ۱۹۲۰ء

اللہ تعالٰی نے ہمیں کافروں اور یہود و نصارٰی کے ساتھ تولی سے منع فرمایا ہے مگر ابوالکلام زبردست تولی کے معنی معاملت اور ترک موالات کو ترک معاملت "نان کوآپریشن" قرار دیتے ہیں اور یہ صریح زبردستی ہے جو اللہ تعالٰی کے کلام پاک کے ساتھ کی جارہی ہے۔ مذکور نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۰ء کی جنرل کونسل کی کمیٹی میں تشریف لاکر اطلاق یہ کردیا کہ جب تک اسلامیہ کالج لاہور کی سرکاری امداد بند نہ کی جائے اور یونیورسٹی سے اس کا قطع الحاق نہ کیا جائے تب تک انگریزوں سے ترک موالات نہیں ہوسکتی اور اسلامیہ کالج کے لڑکوں کو فتوی دے دیا کہ اگر ایسا نہ ہو تو کالج چھوڑ دو، لہٰذا اس طرح سے کالج میں بے چینی پھیلادی کہ پھر پڑھائی کا سخت نقصان ہونا شروع ہوگیا، علامہ مذکور کا یہ فتوی غلط ہے یونیورسٹی کے ساتھ الحاق رہنے سے اور امداد لینے سے معاملت قائم رہتی ہے نہ کہ موالات جن کے معنی محبت کے ہیں نہ کہ کام کے جو کہ معاملت کے معنی ہیں مذکور کی اس زبردستی سے اسلامیہ کالج تباہ ہو رہے ہیں مذکور مولوی محمود حسن صاحب مولوی عبدالحہ صاحب تو دیوبند خیالات کے ہیں زبردستی فتوی اپنے مدعا کے مطابق دیتے ہیں، لہٰذا میں فتوی دیتا ہوں کہ یونیورسٹی کے ساتھ الحاق اور امداد لینا جائز ہے میرے فتوی کی تصحیح ان اصحاب سے کرائیں جو دیوبندی نہیں مثلاً مؤید ملت طاہر حضرت مولٰنا مولوی شاہ احمد رضاخاں صاحب قادری بریلوی علاقہ روہیل کھنڈ، اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی ممالک مغربی وشمالی۔

الجواب: موالات و مجرد معاملہ میں زمین وآسمان کافرق ہے دنیوی معاملت جس سے دین پر ضرر نہ ہو سوا مرتدین مثل وہابیہ دیوبندیہ وامثالہم کے کسی سے ممنوع نہیں ذمی تومعاملت میں مثل مسلم ہے لھم مالنا وعلیھم ماعلینا (ان کے لئے ہے جوکچھ ہمارے لئے ہے، اور ان پر وہی کچھ لازم ہے جوکچھ ہم پر لازم ہے۔ت) اور غیر ذمی سے بھی خرید، فروخت، اجارہ، استجار، ہبہ، استیہاب بشروطہا جائز، خریدنا مطلقاً ہر مال کاہر مسلمان کے حق میں متقوم ہو اور بیچنا ہر جائز چیز کاجس میں اعانت حرب یا اہانت اسلام نہ ہو، اسے نوکر رکھنا جس میں کوئی کام خلاف شرع نہ ہو اس کی جائز نوکری کرنا جس میں مسلم پر اس کا استعلانہ ہو ایسے ہی امور میں اجرت پر اس سے کام لینا یا اس کاکام کرنا بمصلحت شرعی سے ہدیہ دینا جس میں کسی رسم کفر کا اعزاز نہ ہو اس کاہدیہ قبول کرنا جس سے دین پر اعتراض نہ ہو حتی کہ کتابیہ سے نکاح کرنا بھی فی نفسہٖ حلال ہے وہ صلح کی طرف جھکیں تومصالحت کرنا مگروہ صلح کہ حلال حرام کرے یاحرام کو حلال، یونہی ایک حد تک معاہدہ و موادعت کرنا بھی اور جو جائز عہد کرلیا اس کی وفافرض ہے اور عذر حرام الٰی غیر ذٰلک من الاحکام (اور اس کے علاوہ باقی احکام۔ت) درمختار میں ہے:

والمرتدۃ تحبس ابدا ولاتجالس ولاتؤاکل حتی تسلم ولاتقتل[1] اھ قلت وھوالعلۃ فانھا تبقی ولا تفنی وقد شملت المرتد فی اعصارنا وامصارنا فالامتناع القتل۔	(اسلام سے پھر جانے والی) مرتد عورت ہمیشہ قید وبند میں رکھی جائے۔ پس اس کے ساتھ نشست برخاست نہ کی جائے یہاں تک کہ وہ مسلمان ہوجائے لیکن وہ قتل نہ کی جائے اھ میں کہتاہوں یہی وہ علت ہے جو ہمیشہ باقی رہتی ہے کبھی ختم نہیں ہوتی، پس ہمارے زمانے اور ہمارے شہروں میں یہی علت مرتد مرد کو بھی شامل ہے اس لئے کہ اسے قتل نہیں کیاجاسکتا۔(ت)

محیط میں ہے:

اذا اراد الخروج للتجارۃ الی ارض العدو بامان فان کان امیرا لایخاف علیہ منہ وکانوا قومًا یوفون بالعھد	جب دشمن کے ملک میں اجازت نامہ لے کر پُرامن طور پر کاروبار کرنے کے لئے جائے پھر اگر امیر ایسا ہو کر جانے والے کو اس سے کوئی خوف وخطرہ نہ ہو

[1] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۶۰

يعرفون بذلك وله فى ذلك منفعة فلاباس بان يعصيهما[1]۔	اور وہ لوگ بھی وعدہ پورا کرتے ہوں بلکہ ایفائے عہد میں مشہور ومعروف ہوں، اور اس جانے اور سفر کرنے میں اس کا ذاتی فائدہ بھی ہو تو اس کے جانے میں کچھ مضائقہ اور حرج نہیں۔ (ت)

ہندیہ میں ہے:

اذا اراد المسلم ان يدخل دار الحرب بامان للتجارة لم يمنع ذٰلك منه و كذٰلك اذا اراد حمل الامتعة اليهم فى البحر فى السفينة[2]۔	جب کوئی مسلمان دارِ حرب میں امان لے کر تجارت کے لئے داخل ہو تو اسے اس سفر سے نہ روکا جائے اور یہی حکم ہے جب کوئی شخص بحری بیڑے میں سامان لاد کر ان کی طرف جانا چاہے (تو اسے بھی اس سفر سے نہ روکا جائے)۔ (ت)

اسی میں ہے:

قال محمد لاباس بان يحمل المسلم الى اهل الحرب ما شاء الاالكراع والسلاح فان كان خُمرا من باريسم او ثيابا رقاقا من القز فلاباس بادخالها اليهم ولا باس بادخال الصفر والشبهة اليهم لان هذا لا يستعمل للسلاح[3]۔	امام محمد علیہ الرحمۃ نے فرمایا اگر کوئی مسلمان اہل عرب کی طرف جو کچھ اٹھا کر لے جانا چاہے تو اس میں کچھ حرج نہیں مگر یہ کہ گھوڑے اور ہتھیار (نہ لے جائے) پھر اگر خالص ریشم یا سنہری باریک کپڑے ہوں تو انہیں وہاں جانے میں کچھ حرج نہیں نیز سونا، پیتل اور ان جیسی اشیاء کے وہاں لے جانے میں کچھ مضائقہ نہیں، اس لئے کہ اشیاء مذکورہ ہتھیاروں کے لئے استعمال نہیں کی جاتیں۔ (ت)

اسی میں ہے:

لايمنع من ادخال البغال والحمير والثور والبعير[4]۔	خچر، گدھے، بیل اور اونٹ وغیرہ لے جانے سے نہ روکا جائے۔ (ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب السیر الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۱۸۹

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب السیر الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۳۳

[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب السیر الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۳۳

[4] فتاوٰی ہندیہ کتاب السیر الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۳۳

فتاوٰی امام طاہر بخاری میں ہے:

مسلم آجر نفسه من مجوسی لاباس به[1]۔	اگر کوئی مسلمان کسی آتش پرست کی نوکری کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔(ت)

ہدایہ میں ہے:

من ارسل اجیراله مجوسیا اوخادمًا فاشتری لحما فقال اشتریته من یهودی اونصرانی اومسلم واکله[2]۔	اگر کسی نے اپنا آتش پرست مزدور یا خادم بھیجا پھر اس نے گوشت خریدا(پوچھنے پر)اس نے کہا میں نے یہ یہودی یا عیسائی یا مسلمان سے خریدا ہے(تو اسے سچا سمجھ کر)وہ گوشت کھایا جائے گا(ت)

درمختار میں ہے:

الکافر یجوز تقلیده القضاء لیحکم بین اهل الذمة ذکره الزیلعی فی التحکیم[3]۔	اہل ذمہ پر حکم دینے میں کافر کے فیصلہ کی تقلید اور اتباع کرنا جائز ہے، چنانچہ علامہ زیلعی نے بحث تحکیم میں اس کو بیان فرمایا ہے۔(ت)

محیط میں ہے:

قال محمد مایبعثه ملك العدو من الهدیة ان امیر جیش المسلمین او الی الامام الاکبر وهو مع الجیش فانه لاباس بقبولها یصیر فیئًا للمسلمین وکذٰلك اذا اهدی ملکهم الی قائد من قوّاد المسلمین له منعة ولوکان اهدی الی واحد من کبار المسلمین لیس له منعة یختص هو بها[4]۔	امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا دشمن کا بادشاہ اسلامی لشکر کے امیر یا امیر اکبر کو جو کچھ تحفہ وہدیہ بھیجے جبکہ وہ لشکر میں ہو تو اس کو قبول کرنے میں کچھ حرج نہیں، اور وہ اہل اسلام کے لئے مال غنیمت ہو جائے گا، یونہی ان کا بادشاہ مسلمانوں کے کسی ایسے قائد کو ہدیہ بھیجے کہ جس میں قوت وزور ہو(تو اس کو لینے میں بھی کوئی حرج نہیں)اور اگر وہ مسلمانوں کے کسی بڑے فرد کو ہدیہ پیش کرے کہ جس میں قوت دفاع نہ تو وہ پھر اس کے لئے مختص ہوگا۔(ت)

[1] خلاصۃ القاری کتاب الاجارات الفصل العاشر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۱۴۹

[2] الهدایة کتاب الکراهیة فصل فی الاکل والشرب مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۵۱

[3] درمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۷۱

[4] فتاوٰی ہندیة کتاب السیر الباب السادس الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۳۶

اسی میں ہے:

لو ان عسکرا من المسلمین دخلوا دار الحرب فاھدی امیرھم الی ملك العدو ھدیۃ فلا باس بہ وکذلك لوان امیر الثغور اھدی الی ملك العدو ھدیۃ واھدی ملك العدو الیہ ھدیۃ[1]۔ وقال اللہ تعالٰی "وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ"[2] وتمام تحقیقہ فی فتاوٰنا وقال تعالٰی "وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا"[3] وقال تعالٰی اِلَّا الَّذِیْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ثُمَّ لَمْ یَنْقُصُوْكُمْ شَیْـٴًـا وَّ لَمْ یُظَاهِرُوْا عَلَیْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْۤا اِلَیْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ۝[4] وقال تعالٰی "وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـٴُـوْلًا ۝"[5] وعنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الصلح جائز بین المسلمین الاصلحا احل حراما او حرم حلالا[6] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ	اگر اسلامی فوج دار حرب میں داخل ہو، پھر ان کا امیر دشمن کے حکمران کو کوئی ہدیہ پیش کرے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ اور اسی طرح اگر امیر سرحد اسلامی دشمن کے بادشاہ کو کوئی ہدیہ پیش کرے اور دشمن کا بادشاہ اسلامی امیر کو کوئی تحفہ وہدیہ پیش کرے (تو دونوں صورتوں میں کچھ مضائقہ نہیں)، اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا اور مسلمان پارسا عورتیں، اور ان لوگوں کی پارسا عورتیں جن کو تم سے پہلے کتاب عطا ہوئی (یعنی اہل کتاب یہودی اور عیسائی) جب تم انہیں ان کے مہر ادا کردو (تو پھر ان دونوں سے عقد نکاح کرنا جائز ہے) اور اس کی پوری تحقیق ہمارے فتاوٰی میں مذکور ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر وہ صلح کے لئے جھک جائیں تو پھر تم بھی اس کے لئے جھک جاؤ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: مگر وہ شرک کرنے والے کہ جن سے تم نے معاہدہ کیا پھر انہوں نے تم سے کوئی کمی نہ کی اور تم پر کسی کو

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب السیر الباب السادس الفاصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۲ /۲۳۶

[2] القرآن الکریم ۵ /۵

[3] القرآن الکریم ۸ /۶۱

[4] القرآن الکریم ۹ /۴

[5] القرآن الکریم ۱۷ /۳۴

[6] المعجم الکبیر حدیث ۳۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷ /۲۲

وسلم لاتغدروا [1]۔	غلبہ نہ دیا۔پھر ان سے ان کی طے شدہ مدت تک ان سے کیاہوا وعدہ پورا کرو بیشک اللہ تعالٰی ڈرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔اور اللہ تعالٰی نے فرمایا:(لوگو!)وعدہ پورا کرو اس لئے کہ وعدے کے بارے میں (اللہ تعالٰی کے ہاں) بازپرس ہوگی اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت ہے کہ صلح مسلمانوں کے درمیان جائز ہے،مگر وہ صلح جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرائے (ایسی جائز نہیں)اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: (لوگو!)دھوکہ بازی نہ کیا کرو۔(ت)

وہ الحاق واخذ امداد اگرنہ کسی امر خلاف اسلام ومخالف شریعت سے مشروط نہ اس کی طرف منجر،تو اس کے جواز میں کلام نہیں۔ورنہ ضرور ناجائز وحرام ہوگا۔مگر یہ عدم جواز اس شرط یالازم کے سبب سے ہوگانہ بربنائے تحریم،مطلق معاملت جس کے لئے شرع میں اصلًا اصل نہیں اور خود ان مانعین کی طرز عمل ان کے کذب دعوی پر شاہد،ریل،تار،ڈاک سے تمتع کیا معاملت نہیں۔فرق یہ ہے کہ اخذ امداد میں مال لینا ہے اور ان کے استعمال میں دینا،عجب کہ مقاطعت میں مال دیناحلال اور لینا حرام،اس کاجواب یہ دیاجاتاہے کہ ریل تارڈاک ہمارے ہی ملک میں ہمارے ہی روپے سے بنے ہیں،سبحٰن اللہ! امداد تعلیم کا روپیہ کیا انگلستان سے آتاہے وہ بھی یہیں کاہے توحاصل وہی ٹھہراکہ مقاطعت میں اپنے مال سے نفع پہنچانا مشروع اور خود لینا ممنوع۔اس الٹی عقل کا کیاعلاج۔مگر اس قوم سے کیاشکایت جس نے نہ صرف شریعت بلکہ نفس اسلام کو پلٹ دیا۔مشرکین سے وداد بلکہ اتحاد بلکہ غلامہ وانقیاد فرض کیا۔خوشنودی ہنود کے لئے شعار اسلام بند اور شعار کفر کاماتھوں پر عَلم بلند۔مشرکین کی جے پکارنا ان کی حمد کے نعرے مارنا انہیں اپنی اس حاجت دینی میں جسے نہ صرف فرض بلکہ مدار ایمان ٹھہراتے ہیں یہاں تک کہ اس میں شریک نہ ہونے والوں پر حکم کفر لگاتے ہیں اپنامال وہادی بنانا مسجد میں مشرک کو لے جاکر مسلمانوں سے اونچا کھڑا کرکے واعظ مسلمین ٹھہرانا مشرک کی ٹکٹی کندھوں پر اُٹھاکر مرگھٹ میں لے جانا مسجد کو اس کاماتم گاہ بنانا اس کیلئے دعائے مغفرت ونماز جنازہ کے اشتہار لگانا وغیرہ وغیرہ ناگفتہ بہ افعال موجب کفر ومورث ضلال،یہاں تک کہ صاف لکھ دیا کہ اگر اپنے ہندو بھائیوں کو راضی کرلیا تو اپنے خدا کو راضی کرلوگے،صاف لکھ دیا کہ ہم ایسامذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو ومسلم کا امتیاز اٹھادے گا اور سنگم پریاگ کو مقدس علامت ٹھہرادے گا صاف لکھ دیا کہ ہم نے قرآن وحدیث کی تمام عمر بت پرستی

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن بریدۃ الاسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۸/ ۳۵۸

نثار کردی یہ ہے موالات، یہ ہے حرام، یہ ہیں کفریات، یہ ہے ضلال تام فسبحٰن مقلب القلوب والابصار ولاحول ولاقوۃ الاباللہ الواحد القھار (پاک ہے دلوں اور آنکھوں کا پھیرنے والا، گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی قوت کسی میں نہیں بجز اس کے کہ اللہ تعالٰی یکتا اور سب سے زبردست، مدد فرمائے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**



ظلم وایذائے مُسلم وہجران وقطع تعلق

مسئلہ ۱۰۹: ۹ ربیع الآخر ۱۳۰۸ھ از شہر کہنہ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے گھر کسی تقریب میں گائے ذبح کی اور عمرو نے باوجودیکہ مرد مسلمان ہے گائے ذبح کرنے کو منع کیااور جھگڑاکیایہاں تک کہ زید پر نالش کردی یہ فعل عمرو کاموافق شرع شریف کے کیساہے؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب:

شرعًاوہ مرتکب گناہ ہوااور نہ صرف حق اللہ بلکہ حق العبد میں بھی مبتلااس پرفرض ہے کہ اللہ تعالٰی سے توبہ کرےاور زید سے اپنا قصور معاف کرائے۔

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لاضرر ولاضرار فی الاسلام[1]۔	نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اسلام میں نہ کوئی دکھ ہے نہ دوسرے کو دکھ پہنچانا۔(ت)

[1] المعجم الاوسط حدیث ۵۱۸۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۶ /۹۱، نصب الرایۃ باب مایحدثه الرجل فی الطریق المکتبۃ الاسلامیه ریاض ۴ /۳۸۴

سائل مظہر کہ وہ ایسی جگہ نہ تھی جہاں قانوناً گائے ذبح کرنا جرم ہو بلکہ وہاں ہمیشہ سے قربانی ہوتی ہے تو اس صورت میں عمرو کی ممانعت ہرگز اس پر محمول نہیں ہوسکتی کہ اپنے بھائی مسلمان کو حضرت قانونی سے بچانا چاہتا تھا بلکہ محض قصداً ایذاء واضرار تھا اور نالش کرنا اس پر دلیل واضح **کمالایخفی** (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت) **واﷲ تعالٰی علم۔**

مسئلہ ۱۱۰: ۲۱ صفر ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سے محرم کے تخت بنانے میں چندہ کی شرکت کو کہا گیا دس دس آنے سب پر ڈالے تھے اس نے بھی دیئے مگر کہا ہم اپنے ذمہ اس کی کرنہ باندھیں گے اگر چاہیں گے دیں گے اور جتنا چاہیں گے دیں گے، اس پر لوگوں نے اسے برادری سے نکال دیا اور حقہ پانی ڈال دیا اور کھچڑا جو حضرت امام رضی اﷲ تعالٰی عنہ کی نیاز کا اس نے پکا کر مسلمانوں میں تقسیم کیا وہ لوگوں کو نہ لینے دیا اور کہا یہ بھنگی کے یہاں کا ہے، اس صورت میں شرع کا کیا حکم ہے؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمایئے اجر پایئے۔ت)

الجواب:

صورت مذکورہ میں اس شخص کے ذمہ جو الزام برادری والوں نے قائم کیا شرع کی رو سے بالکل باطل ہے وہ اس الزام سے بری ہے بلکہ اس وجہ سے جو لوگ اسے چھوڑے اور برادری سے نکالتے ہیں وہ گنہگار ہیں۔ رسول اﷲ صلی اﷲ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتہاجروا ولاتدابروا ولاتباغضوا ولاتنافسوا وکونوا عباداﷲ اخوانا[1]۔	لوگو! ایک دوسرے کو نہ چھوڑو اور نہ ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو اور نہ آپس میں بغض وکینہ رکھو اور نہ ایک دوسرے پر فخر کرو (اور نہ مقابلہ کرنے کی کوشش کرو۔ اﷲ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ (ت)

دوسرا الزام ان لوگوں پر یہ ہے کہ ایک فضول وبیجا کام میں شرکت سے انکار پر یہ تشدّد کیا اور نیاز میں کہ مقبول ومحمود کام ہے رخنہ ڈالنا۔ **واﷲ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۱۱: از ملک بنگالہ ضلع نواکھالی مرسلہ مولوی عبدالباری صاحب ۲۳ شعبان ۱۳۲۰ھ

ماقولکم رحمکم اﷲ (اﷲ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا فرمان ہے۔ت) کہ

[1] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظن الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۶

ایک شخص مال یتیم زبردستی تمام اپنے صرف وخرچ میں لاتا ہے اور بیچارہ یتیم حالانکہ اس کے پاس اور کچھ نہیں تھا سوائے اس جائداد کے جو اس شخص نے ظلمًا لے لی دوسروں سے مانگ کر کھاتا ہے اور بسر اوقات کرتا ہے اور وہ شخص حیلہ وحوالہ کرتا ہے اور مشہور علم داں ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ حج بھی کیا ہے، یہ اعمال اس کے ایسی حالت میں مقبول ہوں گے یا نہیں و دیگر عبارات بھی؟ اور نیز اس شخص سے سلام کلام یعنی طریقہ اہل اسلام برتنا چاہئے یا نہیں؟ قرآن پاک واحادیث صحیح مع سند بیان فرمائیے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

ایسا شخص سخت ظالم، فاجر، مرتکب کبائر، مستحق عذاب نار وغضب جبّار ہے۔ قال اللہ تعالٰی!

" اِنَّ الَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰی ظُلۡمًا اِنَّمَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ نَارًا ؕ وَ سَیَصۡلَوۡنَ سَعِیۡرًا ﴿۱۰﴾ "[1]	بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور قریب ہے کہ دوزخ کی بھڑکتی آگ میں جائیں گے۔

قبول عمل وعبادت ہر شخص کا حق سبحانہ، وتعالٰی کے اختیار ہے، ہاں اس ناپاک سے جو عبادت مال کرے گا ہرگز قبول نہ ہوگی۔ حدیث میں ہے:

ان اللہ طیّب لایقبل الاالطیب[2]۔	بیشک اللہ تعالٰی پاک ہے اور پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے۔ (ت)

حج بھی اگر اسی روپے سے کیا تو مستحق مردود ہے۔ حدیث میں ہے: جو حرام مال سے حج کو جائے جب لبیک کہے فرشتہ اسے جواب دیتا ہے:

لالبیك ولاسعدیك وحجّك مردود علیك حتی ترد مافی یدیک[3]۔	نہ تیری لبیک قبول، نہ خدمت قبول اور تیرا حج تجھ پر مردود ہے یہاں تک کہ تو یہ مال حرام جو تیرے پاس سے واپس دے۔

[1] القرآن الکریم ۴ /۱۰

[2] سنن الکبرٰی للبیہقی کتاب صلٰوۃ الاستسقاء دارالمعرفۃ بیروت ۳ /۳۴۶

[3] اتحاف السادۃ المتقین کتاب اسرار الحج الباب الثالث دارالمعرفۃ بیروت ۴ /۴۳۱، کنز العمال حدیث ۱۱۸۹۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵ /۲۴، العلل المتناہیۃ حدیث فی الحج بمال حرام حدیث ۹۳۰ دار نشر الکتب الاسلامیہ مصر ۲ /۷۵

ایسے شخص سے ابتدا بسلام ناجائز وگناہ ہے۔ در مختار میں ہے:

یکرہ السلام علی الفاسق لو معلنا [1]۔	جو کوئی اعلانیہ فاسق ہو اسے سلام دینا مکروہ ہے۔ (ت)

مسلمانوں کو ایسے شخص سے میل جول رکھنا، اس کے پاس موافقت کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا نہ چاہئے، کہیں اس کی آگ ان میں بھی سرایت نہ کرے۔ قال اللہ تعالٰی:

"وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۝۶۸" [2]	اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر پاس نہ بیٹھ ظالموں کے۔

وقال تعالٰی:

"وَ لَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُۙ" [3]	ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمہیں آگ چھوئے۔
والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم	

مسئلہ ۱۱۲: مسئولہ فرحت اللہ صاحب از بدایون ۲۹ محرم ۱۳۳۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص معزز باوقعت ہے اور علم بھی رکھتاہے اور نیز روزہ نماز کا بھی پابند ہے، اس کی نسبت چند معزز اشخاص وایک ہندو حکام اعلٰی کے روبرو جن کے نزدیک وہ شخص باوقعت سمجھا گیا یہ لفظ ایک توہین کے ساتھ کہنا کہ یہ شخص قوم کا جولاہہ ہے یہ کہنا بروئے شرع شریف کیسا ہے؟ اور نیز ایسا کہنے والا گنہگار ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس درجہ کا گنہگار ہے؟ جواب سے تشفی بخشئے۔ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

اگر وہ شخص واقع میں قوم کا جولاہہ نہیں تو کذب ہوا، افترا ہوا، مسلمان کی ناحق ایذا ہوئی، کہنے والا متعدد کبائر کا مرتکب ہوا، حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہوا، اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور اس شخص سے اپنی خطا کی معافی چاہے ورنہ طینۃ الخبال میں روکا جائے گا حتی یاتی بنفاد ماقال یہاں تک کہ جو بات کہی اس کا ثبوت لائے: اور جبکہ بات خلاف واقع ہے تو اس کا ثبوت کہاں سے

---

[1] در مختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۲۵۱

[2] القرآن الکریم ۶ /۶۸

[3] القرآن الکریم ۱۱ /۱۱۳

لائے گا، طینۃ الخبال اس آگ سے زیادہ گرم اور کھولتے ہوئے پیپ اور لہو کی نہر کا نام ہے جو دوزخیوں کے منہ سے لے کر جمع ہوگی والعیاذ باللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی کی پناہ۔ت)، اور اگر واقع میں وہ شخص جولاہا تھا مگر اس کے اظہار میں اس وقت کوئی مصلحت شرعی نہ تھی صرف اس کی ایذا و تفضیح مقصود تھی جب بھی یہ شخص گنہگار ہوا، توبہ کرنا اور اس سے معافی چاہنا اب بھی فرض ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ۔ رواہ الطبرانی[1] فی الکبیر عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔	جس نے کسی مسلمان کو بلاوجہ شرعی ایذادی اس نے مجھے ایذادی اور جس نے مجھے ایذادی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی (طبرانی نے کبیر میں اس کو حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔ت)

اور اگر اس کے اظہار میں کوئی مصلحت شرعی تھی اور بات واقعی تھی تو اس قائل پر کوئی الزام نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۳: از لکھنؤ امین آباد مسئولہ سید برکت علی صاحب بریلوی شنبہ ۲۵ شوال ۱۳۳۴ھ

کسی سید کو صحیح النسب سید نہ کہنا بلکہ اس کو ناجائز پیشہ وروں (میراثی وغیرہ) سے مثال دینا کیسا ہے اور اس مثال دینے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور سید کی بے توقیری کرنے والا گمراہ بدمذہب ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب:

سنی سید کی بے توقیری سخت حرام ہے، صحیح حدیث میں ہے:

ستّۃ لعنتھم لعنھم اللہ وکل نبی مجاب الزائد فی کتاب اللہ والمکذب بقدر اللہ والمستحل من عترتی ماحرم اللہ الحدیث[2]۔	چھ شخص ہیں جن پر میں نے لعنت کی اللہ اُن پر لعنت کرے، اور نبی کی دعا قبول ہے ازانجملہ ایک وہ جو کتاب اللہ میں اپنی طرف سے کچھ بڑھائے اور وہ جو خیر و شر سب کچھ اللہ کی تقدیر سے ہونے کا انکار کرے اور وہ جو میری اولاد سے اس چیز کو حلال رکھے جو اللہ نے حرام کیا۔

[1] کنزالعمال حدیث ۴۳۷۰۳ ۱۶/ ۱۰ والمعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ ۴/ ۳۷۳

[2] سنن الترمذی کتاب القدر حدیث ۲۱۶۱ دارالفکر بیروت ۴/ ۶۱

اور ایک حدیث میں کہ ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من لم یعرف حق عترتی فلاحدی ثلث امّا منافق وامّاولدلزانیۃ واماحملتہ امّہ علٰی غیر طھر[1]۔	جو میری اولاد کا حق نہ پہچانے وہ تین باتوں میں سے ایک سے خالی نہیں، یا تو منافق ہے یا حرام یا حیضی بچہ۔

مجمع الانہر میں ہے:

من قال لعالم عویلم اولعلوی علیوی استخفافا فقد کفر[2]۔	جو کسی عالم کو مولویا یا سید کو میرو اس کی تحقیر کے لئے کہے وہ کافر ہے۔

اور اس میں شک نہیں جو سید کی تحقیر بوجہ سیادت کرے وہ مطلقاً کافر ہے اس کے پیچھے نماز محض باطل ہے ورنہ مکروہ، اور جو سید مشہور ہو اگرچہ واقعیت معلوم نہ ہو اسے بلادلیل شرعی کہہ دینا کہ یہ صحیح النسب نہیں اگر شرائط قذف کا جامع ہے توصاف کبیرہ ہے اور ایسا کہنے والا اسّی کوڑوں کا سزاوار، اور اس کے بعد اس کی گواہی ہمیشہ کو مردود، اور اگر شرط قذف نہ ہو تو کم از کم بلاوجہ شرعی ایذائے مسلم ہے اور بلاوجہ شرعی ایذائے مسلم حرام، قال اللہ تعالٰی:

"وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا ﴿۵۸﴾"[3]	جولوگ ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں بغیر اس کے کہ انہوں نے (کوئی معیوب کام) کیا ہو ان کا دل دکھاتے ہیں تو بیشک انہوں نے اپنے سر پر بہتان باندھنے اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھالیا (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ[4]۔ والعیاذ باللہ تعالٰی عنہ۔ واللہ تعالٰی اعلم	جس نے بلاوجہ شرعی سنی مسلمان کو ایذادی اس نے مجھے ایذادی اور جس نے مجھے ایذادی اس نے اللہ عزوجل کو ایذادی۔

[1] کنزالعمال حدیث ۳۴۱۹۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲ /۱۰۴

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد ثم ان الفاظ الکفر انواع دار احیاء التراث العربی بیروت ۱ /۶۹۵

[3] القرآن الکریم ۳۳ /۵۸

[4] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۳۶۳۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۴ /۳۷۳

مسئلہ ۱۱۴: قصبہ سادی آباد ضلع غازیپور مرسلہ شیخ محمد علی حسین صاحب ۲۴ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ ایک شخص مغل خاں نام قوم نٹ کا مسلمان ہوااور بعد مسلمان ہونے کے وہ نماز پڑھتاہے روزہ رکھتاہے کلام مجید کی تلاوت کرتاہے اس نے مسجد بنوائی ہے اس میں نماز پنجگانہ ادا کرتاہے لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کے گھر کی عورتیں گودنا گودتی ہیں مگر اس نٹ نومسلم کو انکار ہے کہ اب کچھ نہیں ہوتا ہے پس ایسے نومسلم کے ساتھ کھانا پینا اور اس کا جھوٹا کھانا اور پانی پیناشرعًا جائز ہے یانہیں؟ اگر جائز ہے توجولوگ ایسے نومسلم کے ساتھ کھانے والوں پر سختی کرتے ہیں ان کو ترک کرتے ہیں اور ان کا فضیحتا کرتے ہیں وہ شرع شریف کا مقابلہ کرتے ہیں یانہیں؟ ایسے لوگوں کے بارے میں شرع کا کیاحکم ہے؟

الجواب:

بدن گودوانا شرعًا حرام ہے، اور مسلمان پر بدگمانی اس سے بڑھ کر حرام، جب وہ انکار کرتاہے اور کوئی ثبوت شرعی کافی نہ ہو تو محض بدگمانی کی بناء پر اسے ذلیل سمجھنا اور تفضیح کرنا سخت حرام ہے، ہاں اگر ثبوت شرعی سے ثابت کہ یہ فعل اس کے یہاں ہوتا ہے تواب دوصورتیں ہیں، یاتو وہ اس پر راضی نہیں منع کرتاہے بقدر ضرورت بندوبست کرتاہے اور عورتیں نہیں مانتیں جب بھی اس پر الزام نہیں،

قال اللہ تعالٰی "لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ؕ"[1]۔	کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ (وزن) نہیں اٹھائے گی۔(ت)

اور اگر یہ ثبوت شرعی ثابت ہو کہ وہ اس فعل شنیع پر راضی ہے تو بلاشبہہ قابل ملامت ولائق ترک ہے کہ یہ نرا گناہ نہیں ہے بلکہ اس میں معاذاللہ بُوئے کفر آتی ہے کہ ابھی انہیں ناپاک عادتوں پر قائم ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۱۵: از سوائی مادھوپور قصبہ سانگوریاست کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ الف خان مہتمم مدرسہ انجمن اسلامیہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

ولدالزنا کے ساتھ کھانا کھانا اور جبکہ وہ عالم ہوجائے تو اس کی امامت درست ہے یانہیں اور کیا اس کو حرامی کہاجائے گا؟

الجواب:

اس کے ساتھ کھانا اور بشرط علم اس کے پیچھے نماز دونوں درست ہیں اور اسے اس طور پر

---

[1] القرآن الکریم ۶ /۶۴

حرامی کہنا کہ جس میں اسے ایذا ہو جائز نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۱۶: از شہر عقب کوتوالی مسئولہ قیصر حسین ۷ شوال ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے ایک تایا ہے اور ایک بہن ہے، زید کے تایا اور زید کے والد میں ہمیشہ رنج رہی یہاں تک کہ زید کے والد کا انتقال ہو گیا مگر زید کے والد اپنے بھائی سے ملے نہیں، زید اپنے والد کے مرنے کے بعد اپنے تایا سے اور اپنی ہمشیر سے ملتا رہا، پھر زید کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا، اس کے بعد زید کی بہن اور تایا کے درمیان سخت رنجش ہو گئی۔ اب زید کی بہن اپنے سگے بھائی زید سے یہ کہتی ہے کہ تم اگر اپنے تایا سے ملوگے تو میں تم سے نہیں ملوں گی اگر تجھ سے ملنا منظور ہے تو اپنے تایا سے مت ملو۔ اب زید کی شادی کا وقت آیا اور زید اپنی بہن کا ایک ہی بھائی ہے اگر زید اپنی بہن کا کہنا نہیں کرتا ہے تو زید کی بہن کو انتہا درجہ کا صدمہ ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے والدین کا انتقال ہو چکا ہے اور یہ ایک ہی اس کے بھائی ہے اور وہ اس کی شادی میں شریک نہیں ہو سکتی بوجہ تایا کی شرکت کے، ایسی حالت میں زید کو کیا کرنا چاہئے یعنی زید کو اپنی بہن کا کہنا اور خوشی کرنا چاہئے اور اپنی بہن کو شادی میں شریک کرنا چاہئے یا اپنے تایا کو، اور اپنی بہن کو چھوڑنا چاہئے یا اپنے تایا کو، کیونکہ زید بغیر اپنے تایا کو چھوڑے ہوئے اپنی بہن کا دل خوش نہیں کر سکتا اور نہ اس کی بہن شادی میں شریک ہو سکتی ہے۔

الجواب:

بہن اور چچا دونوں ذی رحم محرم ہیں کسی سے قطع کرنا اس کو جائز نہیں اسے چاہئے اپنی بہن کو جس طرح ممکن ہو راضی کرے اگرچہ یوں کہ خفیہ اپنے چچا کو شادی میں شریک ہونے کی دعوت دے اور اپنی بہن سے کہہ دے کہ مجھے ہر طرح تیری خاطر منظور ہے نہ ان کو بلاؤں گا نہ شریک کروں گا اتنا تجھ سے چاہتا ہوں کہ وہ اگر اپنے آپ آجائیں تو اس پر مجھ سے ناراض نہ ہو کیونکہ وہ تیرے اور میرے دونوں کے باپ کی جگہ ہیں غیر آدمی بے بلائے ہوئے آجائیں تو ان کو نکالنا بے تہذیبی ہے نہ کہ باپ کو، غرض جھوٹے سچے فقرے ملا کر دونوں کو راضی کر سکے کرے اور اس پر اجر پائے گا میں ان کو نہ بلاؤں گا۔ مراد یہ رکھے کہ مَیں خود ان کو بلانے نہ جاؤں گا اگرچہ آدمی یا رقعہ بھیجوں، آپ چلے آنے سے یہ مراد رکھے کہ وہ اپنے پاؤں سے چلے آئیں نہ یہ کہ میں اٹھا کر لاؤں، غرض پہلو دار بات کہے جھوٹے سچے فقرے سے مراد یہی ہے کہ اس کا ظاہر جھوٹ اور مرادی معنی سچ۔ حدیث میں فرمایا:

ان فی المعاریض لمندوحۃ عن	بیشک اشاروں میں گفتگو کرنے میں سے جھوٹ

الکذب [1] ۔واللہ تعالٰی اعلم۔	سے آزادی ہے۔واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۷تا۱۲۰: ازآگرہ سید باڑھ عالم گنج مرسلہ تاج محمد صاحب ۱۱شوال ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ زید شخص تارک صوم وصلوٰۃ، غاصب، سخت جابر وظالم زبردست قابو یافتہ ہے وہ چاہے جس کامال جبرًا خرید لیتاہے اور پورا روپیہ نہیں دیتاہے ہزارہا روپیہ لوگوں کامار رکھاہے عام لوگ نالاں ہیں اور سخت ظلم یہ ہے کہ جن بندگان خدا کو اپنی مرضی کے خلاف پاتاہے تو اپنے میل کے دس پانچ اشخاص جمع کرکے چاہے جس کاکاروبار بازار نکاح شادی برادری سے خارج کرکے سب بند کردیتاہے کہ جو باعث اشد ایذا رسانی وآبرو ریزی بدنامی تنگی گرسنگی ہتک حرمت کاہوتاہے چونکہ جس شخص کاجوپیشہ ہوتاہے وہ اپنے گزراوقات اس پیشہ سے کرتاہے جب پیشہ بند ہوجاتاہے تو وہ مظلوم مع اپنے متعلقین کے فاقہ کشی کرکے تباہ وبرباد ہوجاتا ہے حالانکہ تمام برادری کے لوگ اس سے نالاں ہیں لیکن بخوف دم نہیں مارتے خاموش ہیں اس لئے کہ سوال یہ ہے کہ:

(۱) یہ کہ ایسا شخص ظالم جابر جہول بحکم خدا اور سول عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کس کس سزاکاسزاوار ہے؟

(۲) یہ کہ جابر ظالم کے مددگار انکہ جن کے زور ظلم ظالم کرتاہے کس کس حکم کے لائق ہیں؟

(۳) دیگر اہل برادری ایمان داران کوظالم جابر کاناحق مانناچاہئے یااس کاحکم بجرم زنا وشراب خوری وجبر و ظلم کے اس کو برادری اسلام سے خارج کرنا اور اس سے سلام میل جول خورد نوش لین دین ترک کرنا واجب تھا یاکیا اور اس کے ساتھی ومددگاران کوظالم سے توبہ کرکے حقارت واجب ہے یاکیا؟

(۴) جولوگ فتوٰی سن کر عمل نہ کریں ضدوہٹ کریں مظلوم کی دادرسی نہ کریں حکم ظالم کو خدا اور سول پر ترجیح دیں ان کے واسطے کیاحکم ہے؟

الجواب:

(۱) جس شخص میں امور مذکورہ سوال ہوں وہ مستحق عذاب نار وغضب جبار ولعنت پروردگار **والعیاذباللہ تعالٰی**، وہ اللہ و رسول کو ایذا دیتاہے اور اللہ ورسول کا ایذا دینے والافلاح نہیں پاتا۔اللہ عزوجل فرماتاہے:

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الشھادات باب المعاریض الخ دارصادر بیروت ۱۰/ ۱۹۹

"اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ لَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ ﴿۱۰﴾ "[1]	بیشک جن لوگوں نے مسلمان مردوں عورتوں کو فتنے میں ڈالا پھر توبہ نہ کی ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے آگ کا عذاب۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی و من اٰذانی فقد اٰذی اللہ[2]۔	جس نے ناحق کسی مسلمان کو ایذا دی بیشک اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۸﴾ "[3]	سنتا ہے اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الظلم ظلمات یوم القیٰمۃ[4]۔	ظلم اندھیریاں ہے قیامت کے دن۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) ظلم کے مددگار ظالم ہین اور اس سے بڑھ کر عذاب و غضب و لعنت کے سزاوار۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ "[5]	تم پر حرام ہے کہ گناہ اور حد سے بڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مشی مع ظالم لیعینه و هو یعلم انه ظالم فقد خرج من الاسلام	جو دیدہ ودانستہ کسی ظالم کے ساتھ اسے مدد دینے چلا وہ اسلام سے نکل گیا (اس کو

[1] القرآن الکریم ۸۵/ ۱۰

[2] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴ /۳۷۳

[3] القرآن الکریم ۱۱ /۱۸

[4] صحیح البخاری کتاب المظالم باب الظلم ظلمات یوم القیٰمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۳۳۱

[5] القرآن الکریم ۶/ ۲

رواہ الطبرانی[1] فی المعجم الکبیر والضیاء فی صحیح المختارۃ عن اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	طبرانی نے معجم کبیر میں اور ضیاء نے صحیح المختارہ میں اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۳) ہاں مددگاروں پر فرض ہے کہ توبہ کریں اور اس کی مدد سے جدا ہوں، اللہ عزوجل قرآن کریم میں کسی مسلمان کے ساتھ مسخرگی کرنے، اس پر طعن کرنے، اس کا برا لقب رکھنے سے منع کرکے فرماتا ہے:

"وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ(۱۱)"[2]	جو ان باتوں سے توبہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔

ان باتوں کو افعال مذکورہ سوال سے کیا نسبت، جو ان میں مدد سے توبہ نہ کریں کیسے سخت درجے کے ظالم ہوں گے، اہل برادری یا کسی مسلمان کو ظالم کا حکم اس کے ظلموں میں ماننا جائز نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی[3]۔	اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔

اور ظالم باز نہ آئے تو مسلمانوں کو چاہئے اسے برادری سے نکال دیں اس سے میل جول چھوڑدیں اس کے پاس نہ بیٹھیں کہ اس کی آگ انہیں بھی نہ پھونک دے۔ اور فرماتا ہے اللہ تبارک وتعالٰی:

"وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ(۶۸)"[4]	اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

(۴) جو مظلوم کی دادرسی پر قادر ہو اور نہ کرے تو اس کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اغتیب عندہ اخوہ المسلم فلم ینصرہ وھو یستطیع نصرہ ادرکہ اللہ تعالٰی فی الدنیا والاٰخرۃ۔ رواہ ابن ابی الدنیا	جس کے سامنے مسلمان بھائی کی غیبت کی جائے اور یہ اس کی مدد پر قادر ہو اور نہ کرے اللہ تعالٰی اسے دنیا وآخرت دونوں میں ذلیل کرے گا۔ اس کو

[1] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۶۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/ ۲۲۷

[2] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۱

[3] المستدرك للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/ ۱۲۳

[4] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

فی ذم الغیبۃ و ابن عدی فی الکامل [1] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	محدث ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ میں اور ابن عدی نے الکامل میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

اور حکم سن کر گناہ پر ہٹ کرنا استحقاق عذاب نار ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَ اِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ " [2]	جب اس سے کہا جائے اللہ سے ڈر تو اسے گناہ کی ضد چڑھے ایسے کو جہنم کافی ہے اور کیا برا ٹھکانا۔

ابلیس کی پیروی سے حکم خدا و رسول پر نہ چلنا اور ظالم کے حکم پر چلنا گناہ ہے کبیرہ ہے استحقاق جہنم ہے مگر کوئی مسلمان کیسا ہی فاسق فاجر ہو یہ خیال نہیں کرتا کہ اللہ ورسول کے حکم پر اس کے حکم کو ترجیح ہے ایسا سمجھے تو آپ ہی کافر ہے۔ **والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۲۱: از ناتھ دوارہ ریاست اودے پور ملک میواڑ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو قطع رحم اپنی اولاد سے رکھنا اس کی بیماری میں اس کی عیادت ونان نفقہ کی خبر وعلاج ومعالجہ کی تدبیر نہ کرنا اور بعد مر جانے کے سامان تجہیز و تکفین میں شریک نہ ہونا اور کفن وغیرہ غیر شخص کا اللہ نام دینا حتی المقدور اپنے پاس ہوتے ہوئے یہ برتاؤ اپنی اولاد سے کرنا، ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے چونکہ یہ شخص علم فقہ وحدیث سے بھی واقفیت رکھتے ہیں اور پند و وعظ کو بھی لوگوں کو کہا کرتے ہیں مگر اپنا عمل خلاف شرع آتا ہے یسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے؟ اس کا جواب باصواب مع حدیث فقہ وآیت کلام کے تحریر فرمائیں خدا تعالٰی آپ کو اجر عظیم عطا فرجائے گا۔

الجواب:

اگر اس کا نفقہ شرعًا باپ پر لازم تھا مثلًا نابالغ بچہ یا لڑکی جس کی شادی نہ ہوئی یا جوان لڑکا کہ کچھ کمانے پر قادر نہیں اس کو نفقہ نہ دیا تو سخت شدید گناہ میں مبتلا ہے، اور اگر شرعًا اس کا نفقہ باپ پر

[1] ذم الغیبۃ مع موسوعہ رسائل ابن ابی الدنیا حدیث ۱۰۸ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ ۲/ ۱۰۰، الکامل لابن عدی ترجمہ ابان بن ابی عیاش دار الفکر بیروت ۱/ ۳۷۷، لمطالب العالیۃ باب الزجر عن الاستطاعۃ فی غرض العلم حدیث ۲۷۰۶ عباس احمد البانی مکۃ المکرمۃ ۳/ ۲

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۶

نہ تھا مثلاً لڑکی کہ شوہر والی یا جوان لڑکا کمائی پر قادر ہے تو اسے نفقہ نہ دینے میں کچھ گناہ نہیں اور علاج ودوا تو کسی پر واجب نہیں خود اپنی واجب نہیں اور اولاد اگر عقوق کرے اور باز نہ آئے یا معاذاللہ بدمذہب ہو جائے اور باپ اسے چھوڑ دے تو یہ قطع رحم اس کی اولاد کی طرف سے ہے باپ کی طرف سے نہیں، وبال اولاد پر ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے ایک لفظ کے سبب اپنے ایک صاحبزادے سے عمر بھر کلام نہ فرمایا، حضرت مولوی معنوی قدس سرہ شریف کے ایک صاحبزادے نے حضرت شمس تبریز قدس سرہ العزیز کی شان میں گستاخی کی، ان کے مرنے پر مولوی بیٹے کے جنازے میں شریک نہ ہوئے۔ ہاں اگر اولاد کا قصور نہیں تو باپ پر قطع رحم کا وبال عظیم ہے، کفن نہ دینے کی وہی دو صورتیں ہیں جو نفقہ میں تھیں، اگر اس کا نفقہ باپ پر تھا اور اس نے کفن نہ دیا گناہگار ہوا اور نہ تھا تو کفن نہ دینے کا کچھ الزام نہیں۔

مسئلہ ۱۲۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمّٰی چھدہ کی بیوی کو اس کے خسر نے روک رکھا ہے اور باوجود تمام اہل محلّہ کے کہنے پر اور خدا اور سول کا واسطہ دینے پر بھی روانہ نہیں کرتا اور تمام اہل محلّہ نے اس امر کا بھی اطمینان دلایا کہ تیری بیٹی کو اگر کسی قسم کی تکلیف ہوگی تو اہل محلّہ ذمہ دار ہیں۔ پس جو شخص اہل محلّہ کے کہنے کو اور خدا اور سول کا واسطہ دینے کو نہ مانے اس کے بارے میں شریعت نبوی کا کیا حکم ہے آیا اس سے تمامی کا میل جول جائز ہے یا ناجائز؟ صاف ارشاد فرمائیں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

سائل کوئی وجہ نہیں لکھتا کہ اس نے کیوں روک رکھا، اگر واقع میں اس کی کوئی وجہ شرع ہو تو اس پر کچھ الزام نہیں، نہ محلّہ والوں کی ضمانت ماننا اسے ضرور، اور واسطہ ان باتوں میں ہوتا ہے جن میں ضرر نہ ہو اور دوسرے کی ضرر کی بات پر واسطہ دیا جائے تو وہ واسطہ دینے والا گنہگار ہوتا ہے، ہاں اگر کوئی وجہ شرعی روکنے کی نہیں ہے محض بلاوجہ روکا تو وہ روکنا ہی ظلم، پھر وہ واسطہ نہ ماننا دوسرا ظلم۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۲۳: از شہر محلّہ گلاب نگر مسئولہ خدا بخش صاحب رضوی صندوق ساز ۲۸ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص زید کو تکلیف دیتا رہتا ہے اور تکلیف دینے پر آمادہ ہے ہر طریق سے تعویذ یا جادو وگیرہا سے، اور زید اب تک خاموش ہے اور سب تکالیف سہہ رہا ہے، ایک دو شخص سے معلوم ہوا ہے کہ وہ اب جان لینے پر آمادہ ہے، قصہ یہ ہے کہ زید کا مکان ہے وہ یہ کہتا ہے کہ مکان مجھ کو مل جائے اور اس کی دلی منشا یہی ہے۔ زید کا ذاتی مکان ہے بلاوجہ مانگتا ہے

اب زید متحمل نہیں ہو سکا اب زید بھی یہ چاہتا ہے کہ میں ہر طریق سے اس کو تکلیف رساہوں شریعت کہاں تک حکم دیتی ہے؟

الجواب:

ایذارسانی کے ارادے پر ایذا نہیں دے سکتا اپنے بچاؤ کی تدبیر کرسکتا ہے جب تک کہ اس کا عزم ایسانہ ثابت ہو کہ بے ایذا دئے اپنا بچاؤنہ ہوسکے گا تو اس وقت صرف اتنی بات جس میں اپنا بچاؤ ہوسکے کرسکتا ہے اور جو ایذا اس نے پہنچائی ہے اس کا عوض اتنا ہی لے سکتا ہے اس سے زیادہ کرے تو اس کا ظلم ہوگا اور اگر صبر کرے تو بہت بہتر۔ **واللہ تعالٰی اعلم**



جھوٹ وغیبت وبدعہدی وغیرہ

مسئلہ ۱۲۴: ۲۰ محرالحرام ۱۳۱۳ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، زید اور عمرو نے مال بشراکت خرید کیا پھر زید نے عمرو سے کہا تم اس کو لو یا مجھے دو۔ زید نے نفع دے کرلے لیا، عمرو سے۔ عمرو نے پھر کہا زید سے، تم نے بدعہدی کی یعنی شرکت نہیں کی۔ آیا یہ بدعہدی ہے یانہیں؟

الجواب:

جبکہ عمرو خود قطع شرکت پر راضی ہوگیا اور نفع لے کر مال دے دیا تو زید کے ذمہ کوئی الزام بدعہدی کا نہیں بلکہ جو شخص کسی سے ایک امر کا وعدہ کرے اور اس وقت اس کی نیت میں فریب نہ ہو بعد کو اس میں کوئی حرج ظاہر ہو اور اس وجہ سے اس امر کو ترک کرے تو اس پر بھی خلاف وعدہ کا الزام نہیں، حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس الخلف ان یعد الرجل ومن نیتہ ان یفی ولکن الخلف ان یعد الرجل ومن نیتہ ان لایفی۔	یہ بدعہدی نہیں کہ آدمی (کسی شخص سے) وعہد کرے اور نیت اسے پورا کرنے کی ہو اور پورا نہ کرسکے، بلکہ بدعہدی یہ ہے کہ آدمی وعدہ کرے اور اسے پورا کرنے کا سرے سے ارادہ ہی نہ ہو۔

رواہ ابو یعلٰی[1] مسندہ عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔واللہ تعالٰی اعلم۔	(ابو یعلٰی نے اپنی مسند میں سند حسن کے ساتھ زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ت)واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵: از شہر کہنہ مرسلہ برکت اللہ خاں صاحب ۲۱ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین وہادیان متین اس مسئلہ میں کہ زید کے حقیت تعدادی ۳بسوہ جس کی قیمت تخمیناً دوہزار روپے کے تھی بعوض مبلغ دوسوبیس روپیہ بابت قرضہ بقال خود ذمہ زید تھا نیلام ہوئی چونکہ بکرایک زبردست اور متمول تھا اس نے بلااطلاع زید کے نیلام حسب قاعدہ انگریزی خرید لیازید کو بسبب خوف آبرو قوت مقابلہ نہ تھی اور بکر نے بزعم زبردستی بجز اس قبضے کے جواز روئے نیلام حاصل ہوا تھا اور کوئی کارروائی مثل داخل خارج وغیرہ نہ کرائی اس لئے نام زید کا کاغذات انگریزی میں بدستور ہے،پس اس صورت میں زید کو اپنے قبضہ کی چارہ جوئی بمقتضائے مصلحت ازروئے دروغ گوئی کہ جس سے زید کو اپنا حق پانے کی قوی امید ہے یانہیں؟ دوسرے یہ کہ زید کو زر نیلام اس وقت بکر کو دینا چاہئے یا جوکچھ بکر نے اس وقت اس جائداد سے تحصیل کیا ہے اس میں محسوب ہونا چاہئے،**بیّنوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب:

اپنا حق مردہ زندہ کرنے کے لئے پہلودار بات کہنا کہ جس کا ظاہر دروغ ہو اور واقع میں اس کے سچے معنے مراد ہوں اگرچہ سننے والا کچھ سمجھے بلاشبہہ باتفاق علمائے دین جائز اور احادیث صحیحہ سے اس کا جواز ثابت ہے جبکہ وہ حق بے اس طریقے کے ملنا میسر نہ ہو،ورنہ یہ بھی جائز نہیں،پہلودار بات یوں کہ مثلاً ظالم نے ظلماً اس کی کسی چیز پر قبضہ مخالفانہ اس مدت تک رکھا جس کے باعث انگریزی قانون میں تمادی عارض ہوکر حق ناحق ہوجاتا ہے مگر مخالف کے پاس اپنے قبضہ کا کاغذی ثبوت نہیں اس کے بیان پر رکھا گیا،اگر یہ اقرار کئے دیتا ہے کہ واقعی مثلاً بارہ برس سے میرا قبضہ نہیں تو حق جاتا اور ظالم فتح پاتا ہے،لہٰذا یوں کہنے کی اجازت ہے کہ ہاں میرا قبضہ رہا ہے یعنی زمانہ گزشتہ میں،اور زیادہ تصریح چاہی جائے تو یوں کہہ سکتا ہے کہ "آج تک میرا قبضہ چلا آیا" اور نیت میں لفظ "آیا" کو کلمہ استفہام لے جیسے کہتے ہیں آیا یہ بات حق ہے یعنی کیا یہ بات حق ہے،تو استفہام انکاری کے طور پر اس کلمے کا یہ مطلب ہوا کہ کیا آج تک میرا قبضہ چلا یعنی ایسا نہ ہوا بلکہ میرا قبضہ منقطع ہوکر مخالف کا قبضہ چلا یعنی ایسا نہ ہوا بلکہ میرا قبضہ منقطع ہوکر مخالف کا قبضہ ہوگیا،یا یوں کہے "کل تک برابر میرا قبضہ رہا آج کا حال نہیں

[1] کنزالعمال بحوالہ ع عن زید بن ارقم حدیث ۱۷۶۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۳۴۷

معلوم کہ کچہری کیا حکم دے"۔اور لفظ "کل" سے زمانہ قریب مراد لے جیسے نوجوان لڑکے کو کہتے ہیں کل کا بچہ، حالانکہ اس کی عمر بیس بائیس سال کی ہے،اس معنی پر قیامت کو "روز فردا" کہتے ہیں کل آنے والی ہے یعنی بہت نزدیک ہے۔ یا مخالف کے قبضے کی نسبت سوال ہو تو کہے "اس کا قبضہ کبھی نہ تھا" یا "کبھی نہ ہوا" اور مراد یہ ہے کہ کبھی وہ وقت بھی تھا کہ اس کا قبضہ نہ تھا۔زیادہ تصریح درکار ہو تو کہے "اس کا قبضہ اصلاً کسی وقت ایک آن کو نہ ہوا نہ ہے" اور معنی یہ لے کہ حقیقی قبضہ ہر شے پر اللہ عزوجل کا ہے دوسرے کا قبضہ ہو نہیں سکتا، غرض جو شخص تصرفات الفاظ ومعانی سے آگاہ ہے سَو پہلے نکال سکتا ہے، مگر ان کا جواز بھی صرف اسی حالت میں ہے جب یہ واقعی مظلوم ہے اور بغیر ایسی پہلودار بات کے ظلم سے نجات نہیں مل سکتی ورنہ اوپر مذکور ہوا کہ یہ بھی ہر گز جائز نہیں۔اب رہی یہ صورت کہ جہاں پہلودار بات سے بھی کام نہ چلے وہاں صریح کذب بھی دفع ظلم واحیائے حق کے لئے جائز ہے اس بارے میں کلمات علماء مختلف ہیں، بہت روایات سے اجازت نکلتی ہے اور بہت اکابر نے منع کی تصریح فرمائی ہے حتی الوسع احتیاط اس سے اجتناب میں ہے اور شاید قول فیصل یہ ہو کہ اس ظلم کی شدت اور کذب کی مصیبت کو عقل سلیم ودین قویم کی میزان میں تولے جدھر کا پلہ غالب پائے اس سے احتراز کرے مثلاً اس کا ذریعہ رزق تمام وکمال کسی ظالم نے چھین لیا اب اگر نہ لے تو یہ اور اس کے اہل وعیال سب فاقے مریں، اور وہ بے کذب صریح نہیں مل سکتا تو اس ناقابل برداشت ظلم اشد کے دفع کو امید ہے کہ غلط بات کہہ دینے کی اجازت ہو اور اگر کسی مالدار شخص کے سَو دوسو روپے کسی نے دبا لئے تو اس کے لئے صریح جھوٹ کی اجازت اسے نہ ہونی چاہئے کہ جھوٹ کا فساد زیادہ ہے اور اتنے ظلم کا تحمل اس مالدار پر ایسا گراں نہیں، حدیث سے ثابت اور فقہ کا قاعدہ مقررہ بلکہ عقل ونقل کا ضابطہ کلیہ ہے کہ من ابتلی بلیتین اختار اھونھما [1] ھذا ماعندی والعلم بالحق عند ربی۔ جو شخص دو بلاؤں میں گرفتار ہو ان میں جو آسان ہے اسے اختیار کرے (یہ وہ کچھ ہے جو میرے پاس تھا اور حق کا پورا پورا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے۔ت) در مختار میں ہے:

الکذب مباح لاحیاء حقه ودفع الظلم عن نفسه و المراد التعریض لان عین الکذب حرام قال وھو الحق قال تعالٰی "قتل الخرّاصون"	جھوٹ حرام ہے اور یہی حق ہے البتہ اپنے حق کے اظہار اور احیاء کے لئے یا اپنی ذات کو ظلم ونقصان سے بچانے کے لئے جھوٹ سے کام لینا مباح ہے بشرطیکہ جھوٹ بصورت تعریض یعنی اشارہ کنایہ یا ذومعانی الفاظ میں ہو اس لئے

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۲۳

الکل عن المجتبٰی وفی الوھبانیة قال ؎ وللصلح جاز الکذب اودفع ظالم واھل لترضی والقتال لیظفروا[1]	کہ صریح جھوٹ حرام ہے۔اللہ تعالٰی کاارشاد ہے مارے جائیں اٹکل پچّو سے کام لینے والے۔یہ سب "المجتبٰی" سے منقول ہے،اور وہبانیہ میں فرمایا: صلح یادفع ظلم کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے بیوی کی رضاجوئی کے لئے اور جنگ میں حوصلہ افزائی کے لئے بھی جھوٹ بولنا مباح ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

الکذب مباح لاحیاء حقه کالشفیع یعلم بالبیع باللیل فاذا اصبح یشھد ویقول علمت الاٰن وکذا الصغیرة تبلغ فی اللیل و تختار نفسھا من الزوج وتقول رأیت الدم الاٰن واعلم ان الکذب قدیباح وقد یجب والضابط فیه کما فی تبیین المحارم وغیرہ عن الاحیاء ان کل مقصود محمود یمکن التوصل الیه بالصدق والکذب جمیعا فالکذب فیه حرام وان امکن التوصل الیه بالکذب وحدہ فمباح ان ابیح تحصیل ذٰلك المقصود و واجب ان وجب کما لو رأی معصوما اختفی من ظالم یرید قتله اوایذائه فالکذب ھنا	اپنا حق ثابت کرنے کے لئے جھوٹ بولنا مباح ہے جیسے شفعہ کرنے والے کو بیع کا علم رات کو ہوا تھا صبح کے وقت یہ گواہی دے کہ مجھے ابھی ابھی سودے کے بارے میں علم ہوا ہے، اسی طرح نابالغہ لڑکی رات کو بالغ ہوئی اور اس نے شوہر سے صبح یہ کہا کہ میں نے ابھی ابھی خون حیض دیکھا ہے، جان لیجئے کہ جھوٹ کبھی مباح اور کبھی واجب ہوتا ہے اس میں ضابطہ جیسا کہ تبیین المحارم وغیرہ میں احیاء العلوم کے حوالہ سے مذکور ہے کہ ہر اچھا مطلوب کہ جس تک صدق وکذب دونوں سے رسائی ہوسکے تو اس صورت میں جھوٹ بولنا حرام ہے اور ہر اچھا مطلوب جس تک رسائی صرف کذب سے ہو سکے تو جھوٹ بولنا مباح ہے جبکہ اس مطلوب کو حاصل کرنا مباح ہو اور اگر مطلوب حاصل کرنا واجب ہو تو پھر جھوٹ بولنا واجب ہے جیسا کہ بے گناہ (معصوم) کو دیکھے جو کسی ایسے ظالم سے روپوش ہو رہا ہے جو اسے مارڈالنے یا ایذا پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہو تو ایسی صورت میں

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۲۵۴

واجب وکذالوسأله عن ودیعة یرید اخذها یجب انکارها ومهما کان لایتم مقصود حرب او اصلاح ذات البین او استمالة قلب المجنی علیه الا بالکذب فیباح ولو سأله سلطان عن فاحشة وقعت منه سرا کزنا اوشرب فله ان یقول مافعلته لان اظهارها فاحشة اخری وله ایضا ان ینکر سر اخیه وینبغی ان یقابل مفسدة الکذب المفسدة المترتبة علی الصدق فان کانت مفسدة الصدق اشد فله الکذب وان بالعکس اوشك حرم وان تعلق بنفسه استحب ان لایکذب وان تعلق بغیرہ لم تجز المسامحة بحق غیرہ والحزم ترکه حیث ابیح [1]۔	(اس مظلوم کو بچانے کے لئے) جھوٹ بولنا اور یہ کہنا کہ میں نے اسے نہیں دیکھا یا مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں، واجب ہے۔ اس طرح اگر کوئی ظالم کسی کی امانت کے متعلق پوچھے جس کے لینے کا وہ ارادہ رکھتا ہو تو اس امانت کے بارے میں لاعلمی کا اظہار اور انکار کر دینا ضروری یعنی واجب ہے حاصل یہ کہ جب کوئی مقصود و مطلوب بغیر جھوٹ کہے پورا نہ ہو اس صورت میں جھوٹ بولنا مباح ہے خواہ اس کا تعلق جنگ سے ہو یا مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے سے ہو یا جس کا نقصان ہوا ہو اس کی دلجوئی کے لئے ہو اور اگر بادشاہ وقت اس سے ایسے گناہ کے بارے میں دریافت کرے جو اس سے ایسے گناہ کے بارے میں دریافت کرے جو اس سے درپردہ سرزد ہوا ہو جیسے بدکاری۔ شراب نوشی وغیرہ تو اس کے لئے روا ہے کہ صاف کہہ دے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا کیونکہ اس کا ظاہر کرنا دوسرا گناہ ہے اور اس کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ کسی اور مسلمان بھائی کے بارے میں دریافت کئے پر بھائی کا بھید ظاہر کرنے سے انکار کر دے، اور مناسب ہے کہ آدمی جھوٹ کے فساد کا سچائی کے نتیجے سے تقابل کرے۔ اگر سچائی سے فساد کا اندیشہ ہو تو جھوٹ کہنا حرام ہے اور اگر اس کا تعلق اس کی اپنی ذات سے ہو تو جھوٹ نہ بولنا مستحب ہے، اور اگر کسی دوسرے سے تعلق ہو تو دوسرے کے حق میں چشم پوشی سے کام لینا یا صرف نظر کرنا جائز نہیں ہے اور ہوشیاری چشم پوشی نہ کرنے میں ہے کیونکہ یہ مباح ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۲۶: از دولت پور ضلع بلند شہر مرسلہ شیر محمد خاں صاحب ۵/ شعبان ۱۳۲۹ھ

کسی امر کا وعدہ مستحکم حلف شرعی محمدیہ سے کرے اس کے خلاف کرنا کیسا ہے؟

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۷۴

الجواب:

اگر وہ امر واجب وفرض تھا تو اس وعدہ کاخلاف کرنا حرام وناجائز ہے اور اگر وہ امر ناجائز وحرام تھا جیسے کسی نے شراب پینے کابحلف مستحکم وعدہ بحلف کیا تو اس کاخلاف کرنا فرض وواجب ہے اور اگر وہ مباح امر تھا اور کوئی عذر پیش آیا تو خلاف وعدہ جائز ہے اور بلاعذر ناپسند ہے ہاں وعدہ کرتے وقت ہی دل میں تھا کہ پورا نہ کرے گا تو ایسا وعدہ کرنا بھی حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس الخلف ان یعد الرجل ومن نیّتہ ان یفی ولکن الخلف ان یعد الرجل ومن نیتہ ان لایفی۔ رواہ ابو یعلٰی[1] فی مسندہ عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	یہ وعدے کی خلاف ورزی نہیں کہ آدمی کسی سے وعدہ کرے اور اس کاارادہ یہ ہو کہ وہ اسے پورا کرے، لیکن خلاف ورزی یہ ہے کہ آدمی کسی سے وعدہ کرے اور نیت یہ ہے کہ وہ اسے پورا نہ کرے گا۔ اس کو ابویعلٰی نے اپنی مسند میں زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے بسند حسن اس کو روایت کیا ہے۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ اچھی طرح جانتاہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۲۷: خود جھوٹ بولنا اور دوسرے شخص کو مجبور کرکے جھوٹ بلوانا کیسا گناہ ہے؟

الجواب:

بلاضرورت شرعی جھوٹ بولنا اور بلوانا کبیرہ گناہ ہے،

قال اللہ تعالٰی "قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ﴿۱۰﴾ "[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: مارے جائیں وہ لوگ جو اٹکل پچّو سے باتیں بنانے والے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۸: مسئولہ محمد قاسم کھوکھر از دہاموکی تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ پنجاب بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۱ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے احناف رحمہم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ جو مقتدی اپنے امام کی نیک نامی کو گزند پہنچانے کی غرض سے بچشم حقارت عوام الناس میں اس کی توہین وہجو کرے حالانکہ اس کو سابقہ کئی

---

[1] کنزالعمال برمز ع عن زید بن ارقم حدیث ۶۸۷۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳ /۳۴۷

[2] القرآن الکریم ۵۱ /۱۰

دفعہ فہمائش بھی کی گئی ہے مگر وہ اپنے ارادہ سے باز نہیں آتا ہے ایسے شخص کے حق میں ازروئے شرع شریف بطور تنبیہ سوائے توبہ کے کچھ کفارہ لازم ہے اگر ہے تو کیا اور کس قدر۔ سابقہ ازیں اس شخص نے ایک شرعی معاملہ میں ناجائز امداد دینے پر کفارہ بھی ادا کیا ہوا ہے، جواب اس کا تفصیل مع اپنے دستخط و مہر ثبت تحریر فرمادیں اللہ تعالٰی آپ کو جزاء خیر عطا فرمائے۔ والسلام

الجواب:

جو الزام وہ امام پر رکھتا ہے اگر جھوٹا ہے تو مفتری اور سخت عذاب کا مستحق صحیح حدیث میں ہے جو کسی مسلمان پر جھوٹا الزام رکھے وہ سخت بدبو اور سخت گرم پیپ جو دوزخیوں کے بدن سے بہہ کر مثل دریا کے ہوجائے گا اس میں ڈالا جائے گا اور حکم دیا جائے گا کہ اسی میں رہ جب تک کہ اپنے کہے ہوئے کا ثبوت نہ دے دے اور کہاں سے دے سکے گا جبکہ جھوٹی بات ہے اور اگر الزام سچا ہے مگر امام ہیں وہ عیب خفیہ ہے جسے وہ چھپاتا ہے اور ظاہر نہیں کرنا چاہتا یہ اس پر مطلع ہوگیا اور اسے شائع کرتا ہے تو تین گناہوں کا مرتکب ہے اشاعت فاحشہ ایک اور امام کے پس پشت کہا تو غیبت جسے صحیح حدیث میں فرمایا:

الغیبۃ اشدّ من الزنا[1]۔	غیبت زنا سے سخت تر ہے۔

اور جو امام کے بر رد کہا تو یہ ایذائے مسلم ہے اور صحیح حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلماً فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ۔ رواہ الطبرانی[2] فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔	جس نے کسی مسلمان کو بلاوجہ شرعی ایذادی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذادی اس نے اللہ کو ایذادی (طبرانی نے اوسط میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن اسے روایت کیا۔ ت)

اس پر توبہ فرض ہے اور امام سے معافی چاہنا اور اسے راضی کرنا بھی کہ حق العبد ہے مگر سوا کوئی مالی کفارہ وغیرہ کچھ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۹: از ضلع خاندیس محلّہ ستارہ مسئولہ حافظ ایس محبوب بھوساول ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

زید ایک دوسرے کی غیبت کرے تو اس کو کیا کرنا چاہئے؟ **بیّنوا توجروا۔**

[1] شعب الایمان حدیث ۶۷۴۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۳۰۶، مجمع الزوائد باب ماجاء فی الغیبۃ الخ دارالکتب بیروت ۸/ ۹۱

[2] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۳۶۳۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/ ۳۷۳

الجواب:

غیبت حرام ہے مگر مواضع استثناء میں، مثلاً فاسق کی غیبت اس کے فسق میں جائز ہے، حدیث میں فرمایا: لاغیبة لفاسق[1] (اگر فاسق کی غیبت کی جائے تو وہ غیبت نہیں۔ت) اور بدمذہب کی برائیاں بیان کرنا بہت ضرور ہے حدیث میں ہے:

اترعوون عن ذکرالفاجر متی یعرفه الناس اذکروا الفاجر بمافیه یحذره الناس[2]	کیا تم بدکار کا ذکر کرنے سے گھبراتے ہو تو پھر کب لوگ اسے پہچانیں گے، لہٰذا بدکار میں جو کچھ نقائص اور خرابیاں ہیں انہیں بیان کرو تاکہ لوگ اس سے بچیں۔(ت)

ہاں جس کی غیبت جائز نہیں وہ سخت کبیرہ، حدیث میں فرمایا: الغیبة اشد من الزنا[3] (غیبت زنا کرنے سے بدتر ہے۔ت) اسے سمجھانا چاہئے توبہ لیناچاہئے، نہ مانے تواسے چھوڑ دیناچاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔



---

[1] کشف الخفاء حدیث ۳۰۸۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲ /۳۳۴

[2] تاریخ بغداد ترجمہ ۳۴۹ محمد بن احمد الرواطی دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۳۸۲، نوادرالاصول للترمذی الاصل السادس والستون والمائة دارصادر بیروت ص۲۱۳

[3] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب حفظ اللسان والغیبة الفصل الثالث مجتبائی دہلی ص۴۱۵، شعب الایمان حدیث ۶۷۴۱ و ۶۷۴۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵ /۳۰۶

دعوٰی وقضاء وشہادۃ

مسئلہ ۱۳۰تا۱۳۵: از مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ مرسلہ صاحبزادہ گرامی قدر مولوی سید محمد میاں صاحب زیدت برکاتہم ۳صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا حکم ہے بروئے شرع مطہر مطابق مذہب حنفی مسائل ذیل میں:

(۱) وہ کچہریاں اور وہ حکام جو اپنے فیصلوں اور کاروائی متعلقہ مثل گواہی گواہان وغیرہ میں پابندی شریعت محمدیہ ملحوظ نہیں رکھتے بلکہ خود ساختہ قواعد پر عمل درآمد کرتے ہیں اگر اتفاق سے کوئی امر شریعت حقہ کے مطابق ہوجائے یہ اور بات ہے ایسی کچہریوں اور ایسے حکاموں کو بالخصوص جبکہ وہ کفار کی ہوں اور وہ حاکم بھی کفار سے ہو عدالت اور حاکم کو عادل یا منصف اور ان کارروائیوں کو فیصلوں کو عادلانہ اور منصفانہ کہنا آیا یہ شرعًا کفر ہے یا کیا؟

(۲) بیان دعوی وجواب وامثالہا جن میں آج کل کے پیروکار وکلا قانونی اپنے حسب عادت ایسے الفاظ استعمال کرتے اور پھر ان کی تصدیق وتسلیم فریقین سے ایسے الفاظ سے کراتے ہیں کہ یہ عرضی دعوی وغیرہ ہم کو تسلیم اور ہمارے نزدیک اور علم میں کل مضمون مندرجہ عرضی دعوی ہذا صحیح ہے بلکہ بعض دفعہ لفظ لفظ صحیح کہلواتے لکھاتے ہیں اب بعض فریقین تو وہ ہیں جو ان الفاظ کی موجودگی پر مطلع پھر ان کو سن بھی لیا ہو جب بھی توجہ ان کی نفس مطلب سے زائد ہونے کی وجہ سے ان پر کچھ لحاظ نہیں کرتے غافلانہ کبھی عرضی دعوی وغیرہ کو تسلیم کرتے ہیں بعض وہ ہیں جو ان الفاظ کو برا جانتے تسلیم نہیں کرتے ہیں مگر

چونکہ اب عادت عام ہے لہٰذا لکھ وہ بھی دیتے ہیں کہ یہ سب عرضی دعوی وغیرہ ہم کو تسلیم ہے یا اور جیسے پیروکار کہتا ہے ویسے بھی لکھ دیتے ہیں اب ان میں سے ہر ہر کا کیا حکم ہے اگر فریق آخر الذکر لفظ سب بلکہ تاکیداً لفظ لفظ بھی تسلیم ہونا لکھ دیں مگر یہ نیت کرے کہ نفس بیان دعوی جو اس عرضی دعوی میں ہے وہ تسلیم ہے، نہ اس کے الفاظ قبیحہ نفس مطلب پر زائد تو کیا حکم ہے؟

(۳) بعض کاغذات ایسے ہوتے ہیں جن میں حکومت کی جانب سے یہ الفاظ لکھے ہوتے ہیں اور ان کی تصدیق وتسلیم منجانب حکومت چاہی جاتی ہے یا فریقین کو اپنے اپنے کاموں میں ان کو جاری کرانے کی ضرورت پڑتی ہے جیسے سمن وغیرہ یا حاکم خود ایسا جملہ کہلواتا ہے جس میں یہ الفاظ آتے ہیں ایسی حالت میں ان تصدیق کرنے والوں سمن اجرا کرنے والوں اور ان الفاظ کہنے والوں کا کیا حکم ہے اور انہیں کیا زیبا ہے؟

(۴) پیروکار قانونی اپنی بحثوں میں حسب عادت خود بلا اجازت صریح مؤکلان ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں اور وہ بحث ہر پیروکار کے اپنے کے اپنے مؤکل کے حق میں حاکم کے یہاں مسلمہ مؤکل ہوتی ہے اور اگر مؤکل موجود ہوں تو اس پر ساکت ہی رہتے ہیں تو اگر وہ دل سے ان الفاظ مخصوصہ کو نہ تسلیم کریں یا ان سے غافل رہیں لحاظ ہی نہ کریں اور اصل مطلب کی بحث کو مانیں تو پیروکار کے ایسے الفاظ استعمال کرنے سے ان پر ان کے سکوت کی وجہ سے کوئی قباحت آتی ہے اگر ہاں تو پیروکار کہنے والے کے برابر یا کم زائد؟

(۵) انگریزی جو کچہری بنام منصفی ہے عام طور پر اس کو منصفی اور اس کے حاکم کو منصف کہتے ہیں اور اس سے مراد وہی مخصوص کچہری اور اس کا حاکم ہوتا ہے انصاف کے اصل معنی سے نیت کا ذہن یہ کہتے وقت خالی ہوتا ہے اس صورت میں یہ اطلاق کیسا ہے؟

(۶) اگر لفظ عدالت سے صرف کچہری حکومت مراد لیا جائے اور عادل منصف سے صرف حاکم تو ان الفاظ کا اطلاق کفار فجّار پر صحیح ہوگا یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب:

سلطنت اگرچہ اسلامیہ ہو اور حاکم مسلم بلکہ خود سلطان اسلام اور حکم خلاف ماانزل اللہ کرے اسے عادل کہنے کو ائمہ نے کفر بتایا۔ ہندیہ میں امام علم الہدٰی ابو منصور ماتریدی قدس سرہ، سے ہے:

من قال لسلطان زماننا	جس نے اپنے زمانے کو سلطان کو عادل

عادل فقد کفر [1]۔	کہا اس نے کفر کیا۔(ت)

امام ممدوح اپنے وقت کے سلطان اسلام کی نسبت ایسا فرمارہے ہیں ان کے وصال کو ۱۰۰ا برس ہوئے، کاغذ دعوی کی تصدیق سے تصدیق مضمون مراد ہوتی ہے اگرچہ یوہیں لکھا ہو کہ لفظ لفظ صحیح ہے اس کا مطلب بھی یہی ہوتا ہے کہ اس کا کوئی ایجاب یا سلب خلاف واقع نہیں تقویت اطلاقات الفاظ کی طرف اصلاً نظر نہیں ہوتی نہ وہ کسی طرح اس سے مفہوم ہو تو خود ان پر کسی صورت میں کچھ الزام نہیں سوا اس کے کہ سکوت علی المنکر ہوا، وہ وقت قدرت وعدم فتنہ وجہل مرتکب و رجائے اجابت حرام والالا۔ شرط سوم کی مثال یہ ہے مثلاً داڑھی منڈانا، ہر مسلمان جانتا ہے کہ شرعاً حرام ہے، تو لازم نہیں کہ یہ داڑھی منڈے سے کہتے پھریئے کہ یہ حرام ہے اسے چھوڑ دے، ہاں جو اپنے قابو کا ہو اس سے کہنا ضرور ہے، یہی صورت تصدیق کاغذات واجراء میں ہے کہ وہاں بھی تصویب اطلاق لفظ نہ مراد نہ مفہوم اور قدرت علی التغیر معدوم، رہا ایسا جملہ کہلوانا اس سے بھی وہ مضمون ادا کرانا مقصود ہوتا ہے نہ کہ نقل باللفظ تو نقل بالمعنی میں وسعت عظیم جو باوصف قدرت تبدیل لفظ نہ کرے وہ ضرور مخالفت شرع کا مرتکب ہے اور اس لفظ کے لائق حکم شرعی کا مستوجب و مستحق ہوا، پیروکار بھ اصل ادائے مطالب میں اس کا وکیل ہے نہ کہ تعبیر اس سے بطور علم بے ارادہ اصل معنی وضع اول اخلاق اس جرم میں نہیں آسکتا جیسے جار عبد العزی الفاظ محرمہ اپنے اصل معنی سے تجرید کرکے کسی معنی جائز پر محمول بنا کر بولنا بھی بلاضرورت ملجیہ حرام ہے کہ لفظ کا اطلاق ہی حرام تھا وہ موجود ہے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۳۶: از سہارنپور مدرسہ مخزن العلوم محلہ لکھی دروازہ مسئولہ محمد اسحٰق ومحمود حسن ۲۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قاضی شہر ترک موالات پر باوجود فرض ہونے مسئلہ مذکورہ کے، عامل نہیں، آنریری مجسٹریٹ بھی ہے خلاف شرع انگریز قانون کے مطابق مقدمات فیصل کرتا ہے مسلمانوں کی شکست پر موجودہ زمانے کی جنگ میں اعدائے اسلام کی خوشی کے جلسہ وجلوس میں شریک ہو، بارہ سال سے مجرد ہو باوجود استطاعت نکاح نہ کرے اور سود دیتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسی حالت میں اس کو قاضی شہر تسلیم کیا جائے یا نہیں؟ اور اس کے لئے کیا حکم ہے؟ **بیّنوا توجروا۔**

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲۸۱/۲

الجواب:

خلاف شرع مقدمہ فیصل کرنا حرام ہے، قرآن عظیم میں اس کے لئے تین لفظ ارشاد ہوئے: فٰسقون، ظٰلمون، کٰفرون۔ اور معاذاللہ شکست اسلام پر اگر دل سے خوشی ہو کفر ورنہ فسق، سود دینا اگر سچی ضرورت و مجبوری و ناچاری سے ہے حرج نہیں ورنہ وہ بھی فسق ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰکل الربا ومؤکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[1]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے اور سود دینے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر، اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔

ایسا شخص امام و قاضی بنانے کے لائق نہیں اگرچہ یہاں قاضی شہر نکاح خواں کو کہتے ہیں کہ اس میں اس کی تعظیم ہے، اور فاسق کی تعظیم منع۔ تبیین الحقائق میں ہے:

لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعًا[2]۔	اس لئے کہ اس کو آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شریعت میں لوگوں پر اس کی توہین واجب ہے (ت)

رہا بارہ برس سے مجرد ہونا یہ کوئی ایسی وجہ نہیں جس پر جزمًا مواخذہ کیا جائے۔ ترک موالات ہر کافر سے مطلقًا فرض ہے اور آج سے نہیں ہمیشہ سے فرض ہے یہود و نصارٰی و مجوس کی طرح بلکہ ان سے بھی زائد ہنود سے بھی اتحاد و موافقت حرام قطعی ہے اور مجرد معاملت جائزہ کسی کافر اصلی سے اصلًا منع نہیں، اس کی تفصیل ہماری کتاب المحجۃ المؤتمنۃ عـــہ میں ہے۔ حکم شرعی کو الٹ دینا اور اسے حکم شرعی ٹھہرانا دوہرا جرم اور سخت ابتداع فی الدین ہے "وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۱۳﴾"[3] (اور اللہ تعالٰی جس کو چاہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۷: ازیونا در علاقہ پران ملک مالوہ مسئولہ قاسم علی ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قاضی تارک نماز پنجگانہ رنڈیوں کو اپنے گھر نچوائیں

عـــہ: کتاب المحجۃ المؤتمنۃ فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور جلد ۱۴ صفحہ ۴۱۹ پر مرقوم ہے۔

[1] صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب الربا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷

[2] تبیین الحقاء باب الامامۃ والحدث فی الصلٰوۃ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/ ۱۳۴

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۱۳

لوگوں کو جمع کرکے، گویا اعلان کے ساتھ بلوا کے شریک معصیت کریں، کیا ایسے کام کی اجازت ہے؟ اور ایسا شخص مسلمانوں کا قاضی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

شرع مطہر میں ایسے ناپاک کام سخت حرام ہیں اور ایسا فاسق فاجر مرتکب کبائر قاضی بنانے کے لائق نہیں، اسے قاضی بنانا حرام ہے۔ تبیین الحقائق میں ہے:

فان فی تقدیمه تعظیمه وقدوجب علیهم اهانته شرعا[1]۔	چونکہ اس کو آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے جبکہ شریعت میں لوگوں پر اس کی توہین وتذلیل واجب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)



[1] تبیین الحقائق باب فی الامامة والحدث فی الصلٰوۃ بولاق مصر ۱/ ۱۳۴



حسن سلوک وحقوق العباد

ہدایا وتحائف وغیرہ کالین دین

مسئلہ ۱۳۸: ازاٹاوہ مرسلہ مولوی وصی علی صاحب نائب ناظم کلکٹری اٹاوہ ۲ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں، اکثر عورات طوائف اپنے باغ کی پیداواری میں سے کبھی کبھی کچھ ترکاری یاپودینہ یااور پھلوں میں سے اور کبھی شیرینی گلگلے کھچڑا وغیرہ بطور ہدیہ وتحفہ کے بھیجا کرتی ہیں ان کالینا عام مسلمانوں کو یا اس کے طبیب معالج کو شرعاً یا حکم رکھتا ہے؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب:

رنڈیوں کے مال پانچ قسم ہیں:

ایک وہ چیز جو انہیں کسی فعل حرام مثلاً زنا یاغنا یارقص کی اجرت یاآشنائی کی رشوت میں دی گئی یہ نقد ہو یاجنس مطلقاً حرام، اور حکم مغصوبہ میں ہے کہ وہ خود اس کی مالک نہیں ہوتیں **کمانص علیہ فی الھندیۃ ودرالمختار وغیرھما** (جیسا کہ فتاوٰی ہندیہ اور درمختار وغیرہ میں صراحتاً فرمایاگیاہے۔ت)

دوسرے وہ چیز جو انہوں نے اس جنس حرام سے حاصل کی مثلاً کسی نے اجرت یارشوت مذکورہ میں کچھ تھان گلبدن کے دیئے رنڈی نے انہیں بیچ کر روپیہ حاصل کیااُن تھانوں سے ناچ وغیرہ خرید کیایہ

بھی مطلقاً حرام ہے فان الحرام اذاکان البدل ایضاً (کیونکہ جب حرام کابدل ہو تو وہ بدل بھی حرام ہے۔ت)

[۳] **تیسرے** وہ چیز جوانہوں نے اسی نقد حرام کے بدلے یوں حاصل کی کہ اس کے نقد پر عقد واقع ہوا اور وہی ادا کیا مثلاً جو روپیہ رنڈی کو رشوت یا اجرت میں ملا یا رشوت واجرت میں ملے ہوئے مثلاً تھانوں کو بیچ کر حاصل کیا اس نے بائع کو وہی روپیہ دکھا کر کہا کہ اس کے عوض شیرینی یاگیہوں یا گوشت یافلاں شیئ کی تخم یادرخت کی قلم دے دے یا روپیہ اس کے سامنے ڈال دیا کہ فلاں فلاں چیز دے اس نے دیں اس نے وہی زرِ حرام ثمن دے دیا اس صورت میں بھی جو کچھ حاصل کیا مذہب صحیح پر سب حرام وغصب ہے،

وقول من قال بحله لعدم تعلق العقد بینه بل مثله لعدم تعینه وان کان قیاسا لکنه خلاف الاستحسان کما افاده فی الفتح۔	اور جس نے اس کے حال ہونے کی بات کی اس لئے کہ عین شیئ کے ساتھ عقد متعلق نہیں بلکہ مثل غیر متعین کے ساتھ متعلق ہے اگرچہ قیاس کا تقاضایہی ہے لیکن خلاف استحسان ہونے کی وجہ سے حرام ہے جیسا کہ فتح القدیر میں (محقق ابن ہمام نے) اس کاافادہ دیا (ت)

[۴] **چوتھی** وہ چیز کہ نقد حرام سے خریدی مگر عقد وادا دونوں مال حرام پر جمع نہ ہوئے مثلاً زرِ حرام کہ خود اُجرت ورشوت میں ملا یا ایسی جنس جو پائی تھی اسے بیچ کر حاصل کیا وہ روپیہ دکھا کر اس کے عوض دے دے جب اس نے دی ثمن میں حلال روپیہ دیا وہ حرام روپیہ الگ کرلیا یہاں عقد حرام پر ہوا مگر ادا اس سے ادا نہ ہوئی یا بغیر روپیہ دکھائے یا اس کی طرف اشارہ کئے یوہیں کہا کہ ایک روپیہ کی فلاں شَے دے اس نے دی اب ثمن میں زرحرام دیا کہ یہاں ادا تو اس سے ہوئی مگر عقد اس پر واقع نہ ہوا تھا اس صورت میں علماء مختلف ہیں بہت سے علماء اسے بھی حرام مطلق بتاتے ہیں،

فان الفساد اذاکان لعدم الملک عمل فیما یتعین ومالا یتعین اصلا وبدلا علی الاطلاق۔	کیونکہ فساد جب عدم ملکیت کی وجہ سے ہو تو پھر متعین، غیر متعین۔ اصل اور بدل سب میں علی الاطلاق کرتا ہے (ت)

اور بہت سے علماء نے امام کرخی رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر فتوٰی کیا کہ یوں جو چیز مول لے وہ حرام نہیں، نقد حرام کی خباثت اس کے بدل میں جبھی آتی ہے کہ عقد وادا دونوں اس پر مجتمع ہوں۔ تنویر الابصار میں ہے:

به یفتی ومثله فی الذخیرة	اسی قول کے مطابق فتوٰی دیا گیا اور اسی کی مثل

وغیرھا کما فی جامع الرموز وعلیه مشت المتون المعتمدۃ النقایۃ والاصلاح والغرر۔	ذخیرہ وغیرہ میں ہے جیسا کہ جامع الرموز میں ہے تمام متون معتبرہ کی یہی روش ہے مثلاً النقایہ، الاصلاح اور الغرر وغیرہ (ت)

۵ **پانچویں** مال مثلاً رنڈی نے کسی سے قرض لیا یا اسے گانے ناچنے زنا وغیرہ محرمات کی اجرت اور آشنائی کی رشوت سے جدا کسی نے ویسے ہی کچھ انعام دیا ہبہ کیا یا سینے پرونے وغیرہا افعال جائزہ کی اُجرت میں لیا کہ یہ سب حلال ہے اور اس سے جو کچھ حاصل کیا جائے گا وہ بھی حلال ہے،

فی فتاوی الامام قاضی خان الرجل اذا کان معربا مغنینان ان اعطی بغیر شرط قالوا یباح وان کان یاخذہ علی شرط ذو المال علی صاحبه ان کان یعرفه و ان لم یعرفه یتصدق به[1] اھ وتفصیل القول فی الحظر من فتاونا۔	فتاوٰی قاضی خان میں ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی مرد گویّا کو بغیر شرط کے کچھ دے دے یا گویّا اس شرط پر لے لے کہ بصورت تعارف اور پہچان کے وہ مال وصول کردہ اصل مالک کو واپس کردے گا اور مالک کا پتا نہ لگ سکنے کی صورت میں وہ مال صدقہ کردے گا اھ اور اس قول کی تفصیل ہمارے فتاوٰی کی بحث حظر میں موجود ہے (ت)

پس اگر معلوم ہو کہ یہ تحفہ جو وہ لائی ہے اگلے تین مالوں سے ہے تو طبیب وغیر طبیب کسی کو لینا جائز نہیں اور اگر معلوم ہو کہ قسم پنجم سے ہے تو سب کو لینا حلال اور قسم چہارم میں لے لے تو گنہگار نہیں، یہ سب اس حال میں ہے کہ تحفہ کا حاصل اس لینے والے کو معلوم ہو کہ کس قسم کا ہے اور بحال عدم علم جب کہ اس کا اکثر مال وجہ حرام سے ہو کہ رنڈیوں میں غالب یہی ہے تو بہت علماء اس کا تحفہ لینا مطلقاً حرام بتاتے ہیں جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ خاص چیز وجہ حلال سے ہے مگر اصل مذہب و قول صحیح و معتمد یہ ہے کہ بحال ناواقفی لینا جائز ہے جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ خاص چیز وجہ حرام سے ہے، محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

به ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینه وھو قول ابی حنیفة	جب تک ہم کسی چیز کو بعینہٖ حرام نہ جانیں تو وہ جائز ہے، ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، اور یہی

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی تسلیم والتسلیم مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۹۴

واصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنھم ،ذکرہ فی الھندیۃ[1] عن الظھیریۃ عن ابی اللیث عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی۔	قول حضرت امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم کا ہے۔اس کو ہندیہ میں بحوالہ ظہیریہ اس نے ابواللیث سے اس نے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت کیا۔(ت)

تاہم شک نہیں کہ اگرچہ فتوٰی جواز ہے تقوٰی احتراز ہے،**وقد فصلنا القول فیہ فی فتاوٰنا** (ہم نے اس کو تفصیل کے ساتھ اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔(ت) **واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۳۹: کیافرماتے ہیں علمائے دین حقیقی مادر اور سوتیلی ماں کے حق حقوق کے بارہ میں، حقیقی اور سوتیلی ماں میں اور ان کے حق میں کیافرق ہے؟ سوتیلی ماں کو مثل حقیقی والدہ کے سمجھنا چاہئے یا حفظ مراتب میں دونوں کے کچھ فرق کرنا چاہئے اور کس قدر؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

حقیقی ماں اور سوتیلی کے حقوق میں زمین آسمان کافرق ہے، حقیقی ماں بذات خود مستحق ہر گونہ خدمت وادب و تعظیم واطاعت کی ہے اور اسے ایذا دینی معاذاللہ ورسول کوایذا دینی ہے،اور سوتیلی ماں کا اپنا ذاتی کوئی حق نہیں جوکچھ ہے باپ کے ذریعہ سے ہے یعنی وہ بات نہ ہوجس میں باپ کوایذاء ہوکہ باپ کی ایذاء اللہ ورسول کی ایذاء ہے جل جلالہ، وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۴۰: از نجیب آباد ضلع بجنور مسئولہ جناب احمد حسین خاں صاحب ۷ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

(۱) مرید کے پیر پر کیا حقوق ہیں؟ **(۲)** پیر کے مرید پر کیاکیا حقوق ہیں؟

الجواب:

(۱) مرید کاپیر پر حق یہ ہے کہ اسے مثل اپنی اولاد کے جانے،جوبات بری دیکھے اس سے منع کرے،روکے، نیکیوں کی ترغیب دے۔حاضر وغائب اس کی خیرخواہی کرے،اپنی دعامیں اسے شریک کرے،اس کی طرف سے براہ نادانی جوگستاخی بے ادبی واقع ہواس سے درگزر کرے،اس پراپنے نفس کے لئے ناراض نہ ہو،اس کی ہدایت کے لئے غصہ ظاہر کرے اور دل میں اس کی بھلائی کاخواستگار رہے،

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۴۲

اس کے مال سے کچھ طلب نہ رہے، تابمقدور اس کی ہر مشکل میں مددگار رہے وغیرہ وغیرہ۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) پیر کے حقوق مرید پر شمار سے افزوں ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ ہو کر رہے، اس کی رضا کو اللہ کی رضا اس کی ناخوشی کو اللہ کی ناخوشی جانے، اسے اپنے حق میں تمام اولیائے زمانہ سے بہتر سمجھے، اگر کوئی نعمت بظاہر دوسرے سے ملے تو اسے بھی پیر ہی کی عطا اور اسی کی نظر توجہ کا صدقہ جانے، مال اولاد جان سب اس پر تصدّق کرنے کو تیار رہے، اس کی جو بات اپنی نظر میں خلاف شرع بلکہ معاذاللہ کبیرہ معلوم ہو اس پر بھی نہ اعتراض کرے، نہ دل میں بدگمانی کو جگہ دے بلکہ یقین جانے کہ میری سمجھ کی غلطی ہے، دوسرے کو اگر آسمان پر اُڑتا دیکھے جب پیر کے سوا دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کو سخت آگ جانے، ایک باپ سے دوسرا باپ نہ بنائے، اس کے حضور بات نہ کرے، ہنسنا تو بڑی چیز ہے، اس کے سامنے آنکھ کان دل ہمہ تن اسی کی طرف مصروف رکھے، جو وہ پوچھے نہایت نرم آواز سے بکمال ادب بتا کر جلد خاموش ہو جائے، اس کے کپڑوں، اس کے بیٹھنے کی جگہ، اس کی اولاد، اس کے مکان، اس کے محلّہ، اس کے شہر کی تعظیم کرے۔ جو وہ حکم دے کیوں نہ کہے دیر نہ کرے، سب کاموں پر اسے تقدیم دے، اس کی غیبت میں بھی اس کے بیٹھنے کی جگہ نہ بیٹھے۔ اس کی موت کے بعد بھی اس کی زوجہ سے نکاح نہ کرے، روزانہ اگر وہ زندہ ہے اس کی سلامت وعافیت کی دعا بکثرت کرتا رہے، اور اگر انتقال ہو گیا تو روزانہ اس کے نام پر فاتحہ ودرود کا ثواب پہنچائے۔ اس کے دوست کا دوست، اس کے دشمن کا دشمن رہے۔ غرض اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد اس کے علاقہ کو تمام جہان کے علاقہ پر دل سے ترجیح دے اور اسی پر کاربند رہے وغیرہ وغیرہ۔ جب یہ ایسا ہوگا تو ہر وقت اللہ عزوجل وسید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحضرات مشائخ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی مدد زندگی میں نزع میں قبر میں حشر میں میزان پر صراط پر حوض پر ہر جگہ اس کے ساتھ رہے گی۔ اس کا پیر اگر خود کچھ نہیں تو اس کا پیر تو کچھ ہے یا پیر کا پیر یہاں تک کہ صاحب سلسلہ حضور پر نور غوث رضی اللہ تعالٰی عنہ پھر یہ سلسلہ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ اور ان سے سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ان سے اللہ رب العلمین تک مسلسل چلا گیا ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ پیر چاروں شرائط بیعت کا جامع ہو، پھر اس کا حسن اعتقاد سب کچھ پھل لا سکتا ہے ان شاء اللہ تعالٰی۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۴۲: از خیر آباد ضلع سیتاپور محلّہ میاں سرائے قدیم مدرسہ عربیہ مرسلہ مولوی سید فخر الحسن صاحب

تفصیل حقوق اللہ وحقوق العباد کے دیکھنے کی خاص ضرورت درپیش ہے اگر کتب دینیہ میں سے کسی کتاب میں مفصلاً حقوق درج ہوں تو نام کتاب سے مع پتہ باب وفصل مشکور فرمائی جائے ورنہ

ایسی کچھ ہدایت فرمائی جائے جس سے پورے طور پر تفصیل حقوق اللہ و حقوق العبد کی دریافت ہو جائے۔

الجواب:

حقوق اللہ و حقوق العباد بیشمار ہیں بلکہ تمام شریعت مطہرہ بلکہ فقہین اکبرواصغر سب انہیں کی تفصیل میں ہیں تمام علوم دینیہ کا کوئی حکم ان سے باہر نہیں۔ فتاوٰی فقیر میں حقوق الوالدین و حقوق زوجین و حقوق اولاد کا قدرے بیان ہے، کتاب مستطاب احیاء العلوم شریف میں زیادہ تفصیل ہے جلد ثانی کتاب آداب الاخوۃ ملاحظہ ہو۔ **واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۴۳ تا ۱۴۴: مستفسرہ محمد میاں طالب علم بہاری، بریلی محلّہ سوداگران

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں:

(۱) والدین کا حق اولاد بالغ کو تنبیہ خیر واجب ہے یافرض؟ **(۲)** حق والدین اولاد پر کس قدر ہے؟

الجواب:

(۱) جو حکم فعل کا ہے وہی اس پر آگاہی دینی ہے فرض پر فرض، واجب پہ واجب، سنت پہ سنت، مستحب پہ مستحب۔ مگر بشرط بقدرت بقدر قدرت بامید منفعت، ورنہ:

" عَلَیۡکُمۡ اَنۡفُسَکُمۡ ۚ لَا یَضُرُّکُمۡ مَّنۡ ضَلَّ اِذَا اهۡتَدَیۡتُمۡ ؕ "[1] ۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**	(لوگو!) اپنی جانوں کی فکر کرو، لہٰذا تمہیں کچھ نقصان نہیں جو بھٹک گیا جبکہ تم ہدایت یافتہ ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم** (ت)

(۲) اتنا ہی کہ ادا نا ممکن ہے مگر یہ کہ وہ مرجائیں اور یہ ان کو از سر نو زندہ کرسکے تو کرے کہ وہ اس کے وجود کا سبب ہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۴۵: از شہر مدرسہ اہلسنّت وجماعت مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی طالبعلم درجہ اول مدرسہ مذکور ۱۶ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

اگر شخصے بچہ کودرا تعلیم علم دین نکرد بغیر انگریزی وناگری وعلم خدا و رسول رابچہ نمی داند کہ چہ امرست وچہ نہی الحال	اگر والد نے اپنے بیٹے کو دین اسلام نہ سکھایا، لہٰذا وہ بچہ انگلش اور ناگری کے بغیر اللہ تعالٰی اور اس کے رسول گرامی کے علم کو نہیں جانتا کہ

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۵

ایں چنیں پدر را بر پسر حق ست یا نہ؟ بیّنوا توجروا۔	ان کا حکم اور نہی کیا ہے؟ لہٰذا اب اس طرح کے والد کا اپنے بیٹے پر کوئی حق ہے یا نہیں؟ بیان فرماؤ اور اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب:

پدر اگر در حق پسر تقصیر کرد حقوق پدر ذمہ پسر ساقط نتواں شد۔ **واللہ تعالٰی اعلم** اگر والد سے بیٹے کا حق ادا کرنے میں کوتاہی اور قصور ہوگیا (تو اس کے باوجود) وال کے حقوق بحال ہیں وہ بیٹے سے کبھی ساقط (اور معاف) نہیں ہوسکتے۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ بخوبی جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۶ و ۱۴۷: مولوی نذیر احمد صاحب ساکن سموہان پرگنہ نواب گنج بریلی ۲۷ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مسائل مفصلہ ذیل میں:

(۱) بی بی کے حقوق شوہر پر کیا ہیں؟ **(۲)** شوہر کے حقوق بی بی پر کیا ہیں؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

(۱) نفقہ سکنٰی، مہر حسن معاشرت، نیک باتوں اور حیاء وحجاب کی تعلیم وتاکید اور اس کے خلاف سے منع التہدید، ہر جائز بات میں اس کی دل جوئی اور مردان خدا کی سنت پر عمل کی توفیق ہو تو ماورائے مناہی شرعیہ میں، اس کی ایذا کا تحمل کمال خیر ہے اگرچہ یہ حق زن نہیں۔

(۲) امور متعلقہ زن شوی میں مطلقًا اس کی اطاعت کہ ان امور میں اس کی اطاعت والدین پر بھی مقدم ہے، اس کے ناموس کی بشدت حفاظت، اس کے مال کی حفاظت، ہر بات میں اس کی خیر خواہی، ہر وقت امور جائز میں اس کی رضا کا طالب رہنا، اسے اپنا مولٰی جاننا، نام لے کر پکارنا، کسی سے اس کی بے جا شکایت نہ کرنا، اور خدا توفیق دے تو بجا سے بھی احتراز کرنا بے اس کی اجازت کے آٹھویں دن سے پہلے والدین یا سال بھر سے پہلے اور محارم کے یہاں جانا وہ ناراض ہو تو اس کی انتہائی خوشامد کرکے اسے منانا اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھ کر کہنا کہ یہ میرا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں ہے یہاں تک کہ تم راضی ہو یعنی میں تمہاری مملوکہ ہوں جو چاہو کرو مگر راضی ہوجاؤ۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۴۸و۱۴۹: از قصبہ حسن پور ضلع مراد آباد تحصیل چنور مرسلہ اشرف علی خاں ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

(۱) ایک شخص کاایک عورت ناکتخدا سے یعنی بلانکاحی کنواری عورت سے باہمی محبت تھی کوئی تعلق ناجائز نہ تھا، پھر اس کا نکاح ایک دوسرے مرد سے ہوگیا، بعد نکاح کے پہلے شخص نے اس عورت سے زنا کیا، اس کے شوہر کو معلوم نہ ہوا، کچھ مدت کے بعد زنا کرنے والے شخص نے اس کے شوہر سے اس طرح معافی چاہی کہ میں نے جو کچھ تمہارا گناہ کیا ہے اس کو معاف کرو یا جو کچھ کہاسنا ہے معاف کرو۔ اس نے کہا کہ معاف کیا۔ پھر وہ عورت مر گئی۔ اب آپ یہ فرمایئے گا کہ آیا یہ معافی جو اوپر تحریر ہے کافی ہے یا نہیں؟ اور اگر ناکافی ہے تو کس طرح معافی لینا چاہیئے تاکہ یہ گناہ عظیم اﷲ تعالٰی معاف کردے۔

(۲) وہ کون کون سے گناہ ہیں جو اﷲ اس وقت معاف کرے گا پیشتر اس کا بندہ جس کے ساتھ گناہ ہوا ہے معاف کرے جیسا کہ شوہر والی عورت کا زنا۔

الجواب:

(۱) یوں کہنا کہ "جو کہاسنا ہے معاف کرو" اصلاً کافی نہیں کہ زنا کہے سنے میں داخل نہیں اور یوں کہنا کہ "میں نے جو تیرا گناہ کیا ہے معاف کردے" یہ اگر ایسی تعمیموں کے ساتھ کہا کہ زنا کو بھی شامل ہوا اور اس نے اسی عموم کے طور پر معاف کیا تو معاف ہوگیا اور اگر اتنی ہی گول مجمل لفظ تھے جس سے اس کا ذہن ایسی بڑی بات کی طرف نہ جاسکے ہلکی باتیں مثلاً برا بھلا کہنا غیبت کرنا یا کچھ مال و بالینا ان کی طرف ذہن جائے تو یہ معافی انہیں باتوں کے لئے خاص رہے گی اور قول اظہر پر زنا کو شامل نہ ہوگی لہذا اسے اس سے یوں کہنا چاہیئے کہ دنیا میں ایک مرد دوسرے کا جس جس قسم کا گناہ کرسکتا ہے جسم یا جان یا مال یا آبرو وغیرہ وغیرہ کے متعلق ان سب میں چھوٹے سے چھوٹا یا بڑے سے بڑا جو کچھ بھی مجھ سے تمہارے حق میں واقع ہوا سب لوجہ اﷲ معاف کردو، اور اس تعمیم کو خوب اس کے ذہن میں کردے اور اس کے بعد وہ صاف معاف کرے تو امید واثق ہے کہ ان شاء اﷲ تعالٰی معاف ہوجائے۔

(۲) تمام حقوق العباد ایسے ہی ہیں کہ جب تک صاحبِ حق معاف نہ کرے معافی نہ ہوگی، **واﷲ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۵۰: از ڈاکخانہ چینگانگ محلّہ میدنگ ضلع اکیاب مرسلہ محمد عمر ۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے ایک غیر عورت سے زنا کیا اور اسی عورت کا والدین اور برادران اور خورداران وغیرہم موجود ہیں اب وہ شخص زناکار اس زانیہ عورت سے معافی لینا چاہتا ہے آیا فقط اس زانیہ سے معافی لینا

چاہئے یاوالدین اور برادران اور خورداران سے بھی معافی لیناضروری ہے اور اگر حقوق العباد معاف ہو تو حقوق اللہ معاف ہوگا یانہیں؟ یاتوبہ استغفار سے ہوگا؟

الجواب:

حقوق اللہ معاف ہونے کی دوصورتیں ہیں:

اوّل: توبہ، قال اللہ تعالٰی:

"هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ"[1]	وہی (اللہ تعالٰی) ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے (ت)

دوم عفوالٰہی، قال اللہ تعالٰی:

"فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ"[2]	اللہ تعالٰی جس کو چاہے معاف فرمادے، اور جس کو چاہے سزا دے۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی:

"اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۵۳﴾"[3]	یقیناً اللہ تعالٰی سب گناہ بخش دیتا ہے کیونکہ وہی گناہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔ (ت)

اور حقوق العباد معاف ہونے کی بھی دو۲ صورتیں ہیں:

(ا) جو قابل ادا ہے ادا کرنا ورنہ ان سے معافی چاہنا، صحیح بخاری شریف میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من کانت له مظلمة لاخیه من عرضه اوشیئ فلیتحلله منه الیوم قبل ان لایکون دینار ولادرهم ان کان له عمل صالح اخذ منه بقدر مظلمة وان لم یکن له حسنات اخذ من سیئات	جس کے ذمہ اپنے بھائی کاآبرو وغیرہ کسی بات کامظلمہ ہو اسے لازم ہے کہ یہیں اس سے معافی چاہ لے قبل اس وقت کے آنے کے کہ وہاں نہ روپیہ ہوگا نہ اشرفی، اگراس کے پاس کچھ نیکیاں ہوں گی توبقدر اس کے حق کے اس سے لے کر اسے دی جائیں گی ورنہ اس کے گناہ اس پر

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۲۵

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۴

[3] القرآن الکریم ۳۹/ ۵۳

صاحبہ فحمل علیہ[1]۔	رکھے جائیں گے۔

(۲) دوسرا طریقہ یہ کہ صاحب حق بلامعاوضہ لئے معاف کردے، **قال تعالٰی:**

"فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا"[2]۔	تم دوسروں کو معاف کردو اور ان سے در گزر کرو۔(ت)

وقال تعالٰی:

"اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ"[3]	کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالٰی تمہیں بخش دے۔(ت)

اور بعض طرق جامعہ جن سے حقوق اللہ وحقوق العباد باذن اللہ تعالٰی سب معاف ہوجاتے جن کی تفصیل ہم نے تعلیقات رد المحتار میں ذکر کی۔

منھا شھادۃ البحر، ومنھا قتل الصبر ومنھا الحج المبرور وغیر ذٰلک۔	ان میں سے دریائی شہادت ہے ان میں سے روک کر نشانہ سے مار ڈالنا ہے، اور اُن میں سے حج مقبول، اور اسی نوع کے دوسرے کام ہیں۔(ت)

عورت اگر معاذاللہ زانیہ ہے یعنی زنا اس کی رضا سے ہوا تو اس میں اس کا کچھ حق نہیں تو اس سے معافی کی حاجت کیا بلکہ خود اوروں کے حق میں گرفتار ہے جبکہ شوہر یا محارم رکھتی ہو زنا کی اطلاع شوہر یا اولیائے زن کو پہنچ گئی تو بلاشبہہ ان سے معافی مانگنا ضرور ہے بے اُن کے معاف کئے معاف نہ ہوگا اور اگر اطلاع نہ پہنچی تو اب بھی ان کا حق متعلق ہوا یا نہیں، در بارہ غیبت علماء نے تصریح فرمائی کہ متعلق نہ ہوگا اور اس وقت ان سے معافی مانگنے کی حاجت نہیں صرف توبہ واستغفار کافی ہے، شرح فقہ اکبر میں ہے:

قال الفقیہ ابواللیث رحمہ اللہ تعالٰی قد تکلم الناس فی توبۃ المغتابین ھل تجوز من غیر ان یستحل من صاحبہ قال	فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا لوگوں نے غیبت کرنے والوں کی توبہ کے بارے میں اختلاف کیا ہے، کیا جس کی غیبت کی اس سے معاف کرائے بغیر توبہ کرنی جائز ہے یا نہیں؟

[1] صحیح البخاری ابواب المظالم والقصاص باب من کانت لہ مظلمۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۳۱

[2] القرآن الکریم ۲/۱۰۹

[3] القرآن الکریم ۲۴/۲۲

بعضھم لایجوز وھو عندنا علی وجھین احدھما ان کان ذٰلک القول قدبلغ الی الذی اغتابہ فتوبتہ ان یستحل منہ وان لم یبلغ الیہ فلیستغفر اللہ سبحٰنہ ویضمر ان لایعود الی مثلہ[1]۔	بعض نے فرمایا کہ جائز نہیں۔اور اس کی ہمارے نزدیک دوصورتیں ہیں،ان میں سے ایک یہ ہے کہ جس شخص کی غیبت کی گئی اس کو غیبت کی اطلاع ہو گئی توپھر توبہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس سے معاف کرائے اور اگر اسے اطلاع نہیں ہوئی تو اس صورت میں صرف اللہ تعالٰی سے معافی مانگے اور اپنے دل میں یہ عہد کرے کہ پھرایسا کبھی نہ کرے گا۔(ت)

درمختار میں ہے:

اذالم تبلغہ یکفیہ الندم[2]۔	اگرغیبت کی اطلاع(جس کی غیبت کی گئی)اس کو نہ ہو تو پھر صرف ندامت کافی ہے۔(ت)

اور دربارہ زنااس کی کوئی تصریح نظرسے نہ گزری،ظاہراًیہاں بھی یہی حکم ہوناچاہئے۔

وقدجاء فی الحدیث الغیبۃ اشدمن الزناء[3]۔	حدیث شریف میں آیاہے کہ غیبت زنا(بدکاری) سے بھی بدتر گناہ ہے۔(ت)

مگر ازاں جاکہ اس بارے میں کوئی تصریح نظرسے نہ گزری معافی چاہنا مناسب معلوم ہوتاہے کہ اگراس نے معاف کردیا تواطمینان کافی ہے مگر طلب معافی میں نہ توصاف تصریح زناہوکہ شایداس کے بعد معافی نہ ہوبلکہ ممکن کہ اس سے فتنہ پیداہو اور نہ اتنی ہی اجمالی پر قناعت کی جائے کہ مجھے اپنے سب حق معاف کردے کہ اس میں عنداللہ اُتنے ہی حقوق معاف ہوں گے جہاں تک اس کاخیال پہنچے لہذا تعمیم عام کے الفاظ ہوناچاہئیں جوہرقسم گناہ کویقینا عام بھی ہوجائیں اور وہ تصریح خاص باعث فتنہ بھی نہ ہومثلاً چھوٹے سے چھوٹابڑے سے بڑاجوگناہ ایک مرددوسرے کاکرسکتاہے جان مال عزت آبرو ہرشَے کے متعلق اس میں سے جوتیرامیں نے گناہ کیاہو سب مجھے معاف کردے۔شرح فقہ اکبر میں ہے:

فی النوازل رجل لہ علی آخر دین	نوازل میں ہے ایک شخص کادوسرامقروض ہواور

[1] منح الروض الازھر شرح فقہ الاکبر مطلب یجب معرفۃ المکفرات الخ مصطفی البابی مصر ص۱۵۹

[2] درمختار کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱

[3] شعب الایمان حدیث۶۷۴۱و۶۷۴۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۳۰۶

وھو لایعلم بجمیع ذٰلک فقال له المدیون ابرأنی مما لک علیّ فقال الدائن ابرأتک قال نصیر لایبرأ الاعن مقدار مایتوھم ای یظن انه علیه وقال محمد بن سلمة یبرأ عن الکل قال الفقیه ابواللیث حکم القضاء ماقاله محمد بن سلمة وحکم الاٰخرة ماقاله نصیر وفی القنیة من علیه حقوق فاستحل صاحبھا ولم یفصلھا فجعله فی حل بعذران علم انه لوفصله یجعله فی حل والا فلا قال بعضھم انه حسن وان روی انه یصیر فی حل مطلقا، وفی الخلاصة رجل قال الاٰخر حللنی من کل حق ھو لک فأبرأه ان کان صاحب الحق عالما به برئ حکماً بالاجماع واما دیانة فعند محمد لایبرأ وعند ابی یوسف یبرأ وعلیه الفتوی اھو فیه انه خلاف ما اختاره ابواللیث و لعل قوله مبنی علی التقوٰی[1]۔	وہ اس کی پوری تفصیل نہ جانتا ہو تو مقروض نے قرضخواہ سے کہا جو کچھ بھی تیرا میرے ذمے ہے اس سے میری براءت کر دے، اس پر قرض خواہ نے کہا میں نے تیری براءت کر دی۔ امام نصیر نے فرمایا اس کی صرف اتنی ہی مقدار سے براءت ہوجائے گی کہ جتنی مقدار کا قرضخواہ کو وہم ہوا ہو کہ اس قدر قرض مقروض پر ہے لیکن محمد بن سلمہ نے فرمایا کہ سب سے اس کی براءت ہوجائے گی۔ فقیہ ابواللیث نے فرمایا قضاء میں تو وہی حکم ہے جو کچھ محمد بن سلمہ نے فرمایا لیکن آخرت کا حکم وہ ہے جو کچھ امام نصیر نے فرمایا۔ اور قنیہ میں ہے اگر کسی پر حقوق ہوں اور اس نے صاحب حقوق سے معاف کردینے کی درخواست کی لیکن اُن کی (اس کے آگے) کچھ تفصیل نہ بیان کیا، اور صاحب حقوق نے انہیں معاف کردیا اس عذر سے کہ وہ جانتا ہے کہ اگر ان کی اس کے سامنے تفصیل پیش کی جاتی تو وہ لامحالہ معاف کردیتا تو اس صورت میں وہ معاف ہوجائیں گے ورنہ بصورت دیگر وہ معاف نہ ہوں گے۔ بعض نے فرمایا کہ یہ اچھی تفصیل ہے۔ اگرچہ یہ بھی مروی ہے کہ وہ حقوق مطلقاً معاف ہوجائیں گے۔ خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہا کہ تیرا جو بھی میرے ذمّے حق ہے وہ مجھے معاف کردے یعنی میرے لئے حلال کر دے، تو اس نے براءت کردی، اگر صاحب حق اُن تمام حقوق کا علم رکھتا ہے تو پھر معاف کرانے والا حکماً بالاتفاق بری ہو جائے گا۔ رہا معاملہ دیانت تو اس میں امام محمد علیہ الرحمۃ

[1] منح الروض الازہر شرح الفقه الاکبر مطلب یجب معرفة المکفرات الخ مصطفی البابی مصر ص ۱۵۹

کے نزدیک بری الذمہ نہ ہوگا لیکن قاضی امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بری الذمہ ہوجائے گا، اور اسی پر فتوٰی ہے اھ۔ اور اس میں یہ اشکال ہے کہ یہ صورت اس کے مخالف ہے جو فقیہ ابواللیث سمرقندی نے اختیار کیا، شاید فقیہ موصوف کا قول تقوٰی پر مبنی ہو۔ (ت)

بالجملہ امر مشکل جو سچے دل سے مولٰی عزوجل کی طرف رجوع لاتا ہے اس کا کرم ضرور اسے قبول فرماتا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۵۱و۱۵۲: از فیض آباد مسجد مغلپورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن و مولوی عبدالعلی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کسی سائل کو یا کسی نالشی کو جو ان کے پاس حاضر ہوا معافی مانگی توبہ کی تو حضور سرورعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کس طرح پیش آئے؟

(۲) کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جو مسافر و مہمان معزز رئیس دنیا جس سے آمدنی ہو ساتھ کھانا کھلایا اور غریبوں پر توجہ نہیں کی، شریعت میں جائز ہے؟

الجواب:

(۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی کسی سائل کو جس کا سوال ناحق نہ تھا زجر نہ فرمایا، نالشیوں کی ہمیشہ بات سنی، اور اگر حق پر تھا تو داد رسی و فریاد رسی فرمائی، جس نے توبہ کی توبہ قبول فرمائی، جس نے معافی مانگی اسے معافی دی اگرچہ بعض مصلحت دینیہ سے بدیر مگر حدود اللہ میں کہ بعد وجوب حد اس سے درگزر کا حکم نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۲) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غریب نوازی ہی کو تشریف لائے ہیں، شبانہ روز سرکار سے غریبوں امیروں سب کی پرورش جاری ہے مگر یہ بھی حکم فرمایا ہے:

انزلوا الناس منازلھم [1]۔	لوگوں کو ان کے مراتب و درجات کے مطابق اتارو (یعنی ان کے مقام کے مطابق ان کی عزت افزائی اور مہمان نوازی کرو)۔ (ت)

اور حدیث میں ہے:

اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ [2]۔	جب کسی قوم کا معزز تمہارے یہاں آئے تو اس کی عزت کرو۔

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب تنزیل الناس منازلھم آفتاب عالم پریس لاہور ۲ /۳۰۹

[2] سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب اذا اتاکم الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۲

ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حضور ایک سائل حاضر ہوا اسے ٹکڑا عطا فرمایا ایک ذی عزت مسافر گھوڑے پر سوار حاضر ہوا اس کی نسبت فرمایا کہ باعزاز اتار کر کھانا کھلایا جائے، سائل کی حاجت اسی قدر تھی اور کسی رئیس کو ٹکڑا دیا جائے تو باعث اس کی سُبکی اور ذلت کا ہو لہٰذا فرق مراتب ضرور ہے اور اصل مدارنیت پر ہے اگر سائل کو بوجہ اس کے فقر کے ذلیل سمجھے اور غنی کو بوجہ اس کی دنیا کے عزت دار جانے تو سخت بیجا سخت شنیع ہے اور اگر ہر ایک کے ساتھ خلق حسن منظور ہے تو جتنا جس کے حال کے مناسب ہے اس پر عمل ضرور ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۵۳ و ۱۵۴: از بلرام پور ضلع گونڈہ محلّہ پورینیا تالاب مرسلہ حافظ محمد عین اللہ صاحب ۱۴ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) ایک شخص عالم ہے اور اس کو اہل اسلام اور برادری پیشوا جانتے ہیں اور وہ عیال دار ہے اگر برادری میں شادی نکاح میں نیوتا مروّجہ لے لے اور کھانا بھی کھائے اور اُن کو بطریق نیوتا کچھ نقد دے اور اپنے یہاں کسی لڑکے کی شادی کرے اور برادری کو نیوتا دے کر مدعو کرے تو وہ برادری میں منسلک ہو جائے گا اور علم کے درجہ سے گر جائے گا اور پیشوا نہ رہے گا اور برادری کے ہر معاملہ جائز و ناجائز میں شریک ہونا اور تسلیم کرنا اس پر واجب ہوگا۔

(۲) ایک شخص قناعت گزیں ہے اور بجز فتوح غیب کوئی وجہ معاش نہیں رکھتا اور قوم اس کو پیشوا جانتی ہے اور مد خیرات سے اس کو دیتی ہے اور عیال دار ہے اگر وہ بلا اکراہ واجبار مثل مذکورہ رسم نیوتا جاری رکھے تو درجہ توکل سے گر جائے گا اور خیرات وغیرہ سے لینا ناجائز ہوگا اور شرکت برادری ہر خیر و شر میں اس پر واجب ہوگی۔

الجواب:

(۱) جو عالم دین اور پیشوائے مسلمین ہو اسے برادری سے میل جول اور ان کی جائز تقریبوں میں شرکت اور جائز رسموں میں موافقت اور اپنی تقریبوں میں انہیں شریک کرنا ہر گز نہ ممنوع ہے نہ اس کو درجہ سے کچھ کم کردے وہ کہ تمام عالم سے افضل و اعلٰی ہیں۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے غلاموں سے ایسے برتاؤ رکھتے۔ ہاں ناجائز تقریبوں میں شریک ہونا، ناجائز رسموں میں ساتھ دینا یہ ضرور ناجائز اور عالم و پیشوا کے لئے سخت تر ناجائز، یہ ضرور درجہ گرادینے والی چیز ہے اور یہ محض غلط ہے کہ برادری سے میل جول ناجائز باتوں میں شرکت پر بھی مجبور کرے گا کیوں مجبور کرے گا جب یہ عالم ہے اور وہ اسے پیشوا مانتے ہیں صاف کہہ دے کہ فلاں بات ناجائز ہے میں اسے نہیں کرسکتا اور تم بھی نہ کرو۔

(۲) شرکت برادری کا جواب اوپر آگیا، اور اگر صاحب نصاب و قادر علی الاکتساب ہے تو اسے اب بھی صدقات واجبہ لینا جائز نہیں۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتحل الصدقۃ لغنی ولذی مرۃ سوی[1]۔	کسی مالدار کسی تندرست اور طاقتور کے لئے صدقہ وخیرات حلال نہیں۔ (ت)

اور نظر مسبّب جل وعلاء پر رکھ کر جائز اسباب رزق کا اختیار کرنا ہرگز منافی توکل نہیں، توکل ترک اسباب کا نام نہیں بلکہ اعتماد علی الاسباب کا ترک ہے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اعقلھا وتوکّل علی اللہ[2]۔	بر توکّل پائے اشتر راببند، واللہ تعالٰی اعلم اونٹ کو باندھ کر اللہ تعالٰی پر بھروسا کیجئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۵: از شہر محلّہ چھوٹا دروازہ مسئولہ شیخ نعیم اللہ صاحب چناں میاں ۴ شوال ۱۳۳۸ھ

ذمہ زید حقوق العباد ہوں تو ان کا کیا کفارہ ہے اور کفارہ نہ ہو تو سبکدوشی کی کیا ضرورت ہے؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

جس کا مال دبایا ہے فرض ہے کہ اُتنا مال اسے دے، وہ نہ رہا ہو اس کے وارث کو دے، وہ نہ ہوں فقیر کو دے، بے اس کے سبکدوش نہیں ہوسکتا، اور جسے علاوہ مال کچھ ایذادی ہو یا بُرا کہا ہو اس سے معافی مانگے یہاں تک کہ وہ معاف کردے، جس طرح ممکن ہو معافی لے، وہ نہ رہا ہو اور تھا مسلمان تو اس کے لئے صدقہ وتلاوت ونوافل کا ثواب پہنچاتا رہے، اور کافر تھا تو کوئی علاج نہیں سوا اس کے کہ اپنے رب کی طرف رجوع اور توبہ واستغفار کرتا رہے وہ مالک وقادر ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۵۶: از شہر محلّہ ذخیرہ مسئولہ منشی شوکت علی صاحب ۲۴ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا ارشاد ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ عورت پر مرد کے اور مرد پر عورت کے کیا کیا حق ہیں؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

مرد پر عورت کا حق نان ونفقہ دینا، رہنے کو مکان دینا، مہر وقت پر ادا کرنا، اس کے ساتھ

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۲/ ۱۹۲

[2] جامع الترمذی ابواب القیامۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۷۴

بھلائی کا برتاؤ رکھنا، اسے خلاف شرع باتوں سے بچانا۔ قال تعالٰی: "وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ"[1] (عورتوں سے اچھی طرح رہنا سہنا کرو۔ت) اور اللہ تعالٰی نے فرمایا:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا"[2]	اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھروالوں کو آگ سے بچاؤ۔(ت)

اور عورت پر مرد کا حق خاص امور متعلقہ زوجیت میں اللہ و رسول کے بعد تمام حقوق حتی کہ ماں باپ کے حق سے زائد ہے ان امور میں اس کے احکام کی اطاعت اور اس کے ناموس کی نگہداشت عورت پر فرض اہم ہے، بے اس کے اذن کے محارم کے سوا کہیں نہیں جاسکتی اور محارم کے یہاں بھی ماں باپ کے یہاں ہر آٹھویں دن وہ بھی صبح سے شام تک کے لئے اور بہن، بھائی، چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی کے یہاں سال بھر بعد اور شب کو کہیں نہیں جاسکتی،

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "اگر میں کسی کو غیر خدا کے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے"[3]

اور ایک حدیث میں ہے: "اگر شوہر کے نتھنوں سے خون اور پیپ بہہ کر اس کی ایڑیوں تک جسم بھر گیا ہو اور عورت اپنی زبان سے چاٹ کر اسے صاف کرے تو اس کا حق ادا نہ ہوگا"[4] **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۵۷: از ریاست بھرت پور شرقی راجپوتانہ ڈیرہ سید بشر الدین احمد عرف سید فقیر احمد صاحب جمعدار ترب پنجم رجمنٹ اول مسئولہ حامد الدین احمد قادری ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

چہ میفرمایند علمائے دین احدی ومفتیان شرع محمدی اندریں مسئلہ کہ اخبار وآثاریکہ	دین الٰہی کے علماء اور شرع محمدی کے مفتی حضرات اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ احادیث

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۹

[2] القرآن الکریم ۶۶/ ۶

[3] جامع الترمذی ابواب الرضاع باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۳۸، کنز العمال برمز حم حدیث ۴۵۸۶۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۵۵۸

[4] مسند امام احمد بن حنبل حدیث معاذ بن جبل المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۳۹، کنز العمال برمز کر حدیث ۴۵۸۶۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۵۵۷

در مواخذہ و تصفیہ حقوق العباد در محشر وارد اند مخصوص بحقوق مومنان بذمہ مومنان ہستند یابعموم بحقوق آدمیان یعنی مؤمن و غیر مومن بذمہ مومن اند۔ بالعموم حقوق مخلوقات بذمہ انسان مؤمن۔ واگر خصمان علاوہ انسان ہم باشند یا انسان زندہ نماندہ باشد یا ازیاد وارفتہ باشد یاقدرت ادائے حقوق نباشد یاگمان عفو از صاحبان حقوق نباشد یاصاحبان حقوق باوجود طلب عفو بحل نسازند۔ پس ازروئے شرع شریف حسب مذہب حنفیّہ ماتریدیہ چارہ برات مؤمن ہست یادخول نارواجب وحرمان نجات لابدست۔ بیّنوا توجروا۔	اور آثار قیامت کے دن حقوق العباد کی صلح وصفائی وگرفت کے بارے میں جو وارد ہیں کیا وہ مومنوں کے حقوق، مومنوں کے ذمے لازم اور مخصوص ہیں یا صرف انسانی حقوق ہیں کہ جس میں مومن اور غیر مومن برابر ہیں۔ البتہ وہ مومنوں کے ذمے لازم ہیں، یاعام طور پر مخلوق الٰہی کے حقوق بندہ مومن کے ذمے لازم ہیں۔ اگر انسان کے علاوہ دوسری مخلوق بھی فریق مخالف ہو، یاانسان زندہ نہ رہے یا اس کی یاد سے یہ بات نکل جائے یا حقوق ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو یا اہل حقوق سے معاف کرنے کی امید نہ ہو یا اہل حقوق معافی طلب کرنے کے باوجود معاف نہ کریں، تو ان تمام صورتوں میں شریعت محمدیہ میں مذہب حنفی ماتریدی کے مطابق مومن کے بری الذمہ ہونے کی کیا صورت ہے، یاآگ میں جانا ضروری اور رہائی پانے سے محروم ہونا لازمی ہے، جو بھی صورت ہو بیان فرماؤ اور اجر و ثواب پاؤ۔ (ت)

الجواب:

اخبار وآثار در مطلق حقوق ست مؤمن راباشد یاکافرذمی را انسان راباشد یاحیوان **وقد نصوا ان خصومة الدابة اشد من خصومة الذمی وخصومة الذمی اشد من خصومة المسلم کما فی الخانیة والدر**[1] **وغیرھما، وباجماع**	اخبار اور آثار مطلق حقوق کے متعلق وارِد ہیں، خواہ مومن ہو یا کافر ذمی، انسان ہو یاحیوان، اس لئے کہ ائمہ کرام نے تصریح فرمائی کہ جانوروں کا جھگڑنا اور فریق مخالف ہونا، ذمی کافر کی مخالفت سے زیادہ سخت ہے، اور ذمی کی مخالفت مسلمان کی مخالفت سے زیادہ سخت ہے جیسا کہ فتاوٰی قاضیخان اور در مختار وغیرہ میں مذکور ہے۔ اور

[1] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۲۴۹

اہلسنّت ہیچ وعید در حق مسلم قطعی نیست قال اللہ تعالٰی ان اللہ تعالٰی "اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ"[1] انچہ دراشدیت خصومت ذمی گفتہ اند انہ لایرجی منه العفو فیبقی فی خصومته فاقول ای یطول خصومته ولیس فیه ان الوعید ینفذ ولابد حقوق واصحاب ہمہ رامالک حقیقی حضرت حق ست عزجلالہ "یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ ﴿۴۰﴾"[2] "یَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ ﴿۱﴾"[3]۔ نسأل اللہ العفو والعافیة۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اہل سنّت کا اتفاق ہے کہ کوئی دھمکی مسلمان کے حق میں قطعی نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالٰی کاارشاد ہے کہ بیشک اللہ تعالٰی اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیاجائے۔ اور اس سے کمتر جس کے لئے چاہیں معاف کر دیتا ہے اور یہ جو وارد ہوا ہے کہ ذمی کی مخالفت زیادہ سخت ہے اس کامطلب یہ ہے کہ اس سے معافی کی امید نہیں۔ پھروہ اپنی مخالفت میں باقی رہے گا۔ میں کہتاہوں کہ اس کی مخالفت طویل ہوجائے گی اور اس میں یہ نہیں کہ عذاب کی دھمکی ضرور نافذ ہوگی، حقوق واصحاب سب کا حقیقی مالک اللہ تعالٰی ہے کہ جس کی عزت بڑی ہے۔ لہٰذا وہ کرتاہے جو چاہے۔ اور فیصلہ کرتاہے جس کاارادہ فرمائے۔ ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت مانگتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۴۸و۱۱۶

[2] القرآن الکریم ۳/ ۴۰و۲۲/ ۱۸

[3] القرآن الکریم ۵/ ۱

رسالہ

الحقوق لطرح العقوق ۱۳۰۷ھ

(نافرمانی کو ختم کرنے کے لئے حقوق کی تفصیل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہ، ونصلی علٰی رسولہ الکریم ط

مسئلہ ۱۵۸تا۱۶۱: ۱۲شعبان ۱۳۱۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں:

مسئلہ اولٰی:

پسر نے اپنے باپ کی نافرمانی اختیار کرکے کل جائداد پدر پر قبضہ کرلیااور باپ کے پاس واسطے اوقات بسری کے کچھ نہ چھوڑا بلکہ درپَے تذلیل وتوہین پدر کے ہے اور اللہ جل شانہ، نے واسطے اطاعت پدر کے کلام اپنے میں فرمایا ہے، صورت ہذا میں اس نے خلاف فرمودہ خدا کیا وہ منکر حکم خداہوا یانہیں؟ اور منکر کلام ربانی کے واسطے کیا حکم شرع شریف ہے؟ اور وہ کہاں تک گنہگار ہے؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرماؤ، اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

پسر مذکور فاسق فاجر مرتکب کبائر عاق ہے اوراسے سخت عذاب وغضب الٰہی کااستحقاق،

باپ کی نافرمانی اللہ جبار وقہار کی نافرمانی ہے اور باپ کی ناراضی اللہ جبار وقہار کی ناراضی ہے، آدمی ماں باپ کو راضی کرے تو وہ اس کے جنت ہیں اور ناراض کرے تو وہی اس کے دوزخ ہیں۔ جب تک باپ کو راضی نہ کرے گا اس کا کوئی فرض، کوئی نفل، کوئی عمل نیک اصلاً قبول نہ ہوگا، عذاب آخرت کے علاوہ دنیا میں ہی جیتے جی سخت بلاء نازل ہوگی مرتے وقت معاذاللہ کلمہ نصیب نہ ہونے کا خوف ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

طاعۃ اللہ طاعۃ الوالد ومعصیۃ اللہ معصیۃ الوالد۔ رواہ الطبرانی[1] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	اللہ کی اطاعت ہے والد کی اطاعت، اور اللہ کی معصیت ہے والد کی معصیت (طبرانی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رضا اللہ فی رضا الوالد وسخط اللہ فی سخط الوالد۔ رواہ الترمذی[2] وابن حبان فی صحیحہ والحاکم عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے (ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا۔ ت)

تیسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ھما جنتك ونارك۔ رواہ ابن ماجۃ[3] عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	ماں باپ تیری جنت اور تیری دوزخ ہیں (ابن ماجہ نے ابی امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الوالد اوسط ابواب الجنۃ فان شئت فاضع ذلك الباب او احفظہ۔ رواہ	والد جنت کے سب دروازوں میں بیچ کا دروازہ ہے اب تو چاہے تو اس دروازے کو اپنے ہاتھ

[1] المعجم الاوسط حدیث ۷۶۲۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۳۴/ ۱۳۴
[2] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۲
[3] سنن ابن ماجہ ابواب الادب باب بر الوالدین ایچ ایم سعید کمپنی دہلی ص ۲۶۹

الترمذی[1] فی صحیحه وابن ماجة وابن حبان عن ابی الدرداء رضی الله تعالٰی عنه۔	سے کھودے خواہ نگاہ رکھ (ترمذی نے اپنی صحیح میں اور ابن ماجہ اور ابن حبان نے ابوالدرداء سے اسے روایت کیا۔ت)

پانچویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لایدخلون الجنة العاق لوالدیه والدیوث و الرجلة من النساء[2]۔رواہ النسائی والبزار باسناد جید والحاکم عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما۔	تین اشخاص جنت میں نہ جائیں گے: ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا اور دیّوث اور وہ عورت کہ مردانی کرنے والا اور دیّوث اور وہ عورت کہ مردانی وضع بنائے۔(نسائی اور بزار نے اسناد جید کے ساتھ اور حاکم نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا۔ت)

چھٹی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لایقبل الله عزوجل منهم صرفا ولا عدلا عاق و منان ومکذب بقدر۔رواہ ابن ابی عاصم فی السنة[3] بسند حسن عن ابی امامة رضی الله تعالٰی عنه۔	تین شخصوں کا کوئی فرض ونفل اللہ تعالٰی قبول نہیں فرماتا: عاق اور صدقہ دے کر احسان جتانے والا اور ہر نیکی وبدی کو تقدیر الٰہی سے نہ ماننے والا(ابن ابی عاصم نے السنۃ میں سند حسن کے ساتھ ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔(ت)

ساتویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کل الذنوب یؤخر منها ماشاء الی یوم القیٰمة الا عقوق الوالدین فان الله یعجله لصاحبه فی الحیاة قبل الممات	سب گناہوں کی سزا اللہ تعالٰی چاہے تو قیامت کے لئے اٹھا رکھتا ہے مگر ماں باپ کی نافرمانی کہ اس کی سزا جیتے جی پہنچاتا ہے۔

[1] جامع الترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۲

[2] سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ باب المنان بما اعطی نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۳۵۷، المستدرك للحاکم کتاب الایمان ثلاثة لایدخلون الجنة دار الفکر بیروت ۱/ ۷۲

[3] العلل المتناہیة باب ذکر القدر والقدریة حدیث ۲۳۹ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۱/ ۱۵۱، مجمع الزوائد باب ماجاء فیمن یکذب بالقدر دار الکتب العربی بیروت ۷/ ۲۰۶

رواہ الحاکم [1] والاصبھانی والطبرانی عن ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	(حاکم اور اصبہانی اور طبرانی نے ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ت)

آٹھویں حدیث میں ہے: ایک جوان نزع میں تھا اسے کلمہ تلقین کرتے تھے، نہ کہا جاتا تھا یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لے گئے اور فرمایا: کہہ لاالٰہ الا اللہ، عرض کی نہیں کہا جاتا، معلوم ہوا کہ ماں ناراض ہے، اسے راضی کیا تو کلمہ زبان سے نکلا۔ رواہ الامام احمد [2] والطبرانی عن عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالٰی عنہ (امام احمد اور طبرانی نے عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ت)

مگر ان امور سے وہ عاصی اور اس کا فعل مخالف حکم خدا ہوا، اس کا منکرِ خدا ہونا لازم نہیں آتا جب تک یہ نہ کہے کہ باپ کی اطاعت شرعًا ضروری نہیں یا معاذاللہ باپ کی توہین وتذلیل جائز ہے جو مطلقًا بلاتاویل ایسا اعتقاد رکھتا ہو وہ بے شک منکرِ الٰہی ہوگا اور اس پر صریح الزام کفر، والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ثانیہ:

سوتی مادر پر تہمت بد طرح طرح کی لگائے اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ اور سوتیلی مادر کا حق پسر علاتی پر ہے یا نہیں؟

الجواب:

حقوق تو مسلمان پر ہر مسلمان رکھتا ہے اور کسی مسلمان کو تہمت لگانی حرام قطعی ہے خصوصًا معاذاللہ اگر تہمت زنا ہو، جس پر قرآن عظیم نے فرمایا:

"یَعِظُکُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ" [3]	اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ اب ایسا نہ کرنا اگر ایمان رکھتے ہو۔

[1] المستدرک للحاکم کتاب البر والصلۃ باب کل الذنوب یؤخر اللہ ماشاء منہا دارالفکر بیروت ۴/ ۱۵۶، کنزالعمال حدیث ۴۵۵۴۵ بیروت والدرالمنثور تحت آیات ۱۷/ ۲۴، ۲۳و ۴/ ۱۷۴

[2] شعب ف الایمان حدیث ۷۸۹۲ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۱۹۸

ف: تلاش کے باوجود احمد وطبرانی سے ان الفاظ کے ساتھ حدیث نہیں مل سکی شعب الایمان میں انہی الفاظ سے ملاحظہ ہو۔

[3] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۷

تہمت زنا لگانے والے کو اسی کوڑے لگتے ہیں اور ہمیشہ کو اس کی گواہی مردود ہوتی ہے اللہ تعالٰی نے اس کا نام فاسق رکھا، یہ سب احکام ہر مسلمان کے معاملے میں ہیں اگرچہ اس سے کوئی رشتہ علاقہ اصلًا نہ ہو، اور سوتیلی ماں تو ایک عظیم وخاص علاقہ اس کے باپ سے رکھتی ہے جس کے باعث اس کی تعظیم وحرمت اس پر بلاشبہ لازم، اسی حرمت کے باعث رب العزت جل وعلا نے اسے حقیقی ماں کی مثل حرام ابدی کیا۔ حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان ابر البر صلة الرجل اهل ود ابیه۔ رواه مسلم[1] عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما۔	بیشک سب نکوکاریوں سے بڑھ کر نکوکاری یہ ہے کہ فرزند اپنے باپ کے دوستوں سے اچھا سلوک کرے (مسلم نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا۔ت)

دوسری حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ **وسلم نے ماں باپ کے ساتھ** نکوکاری کے طریقوں میں یہ بھی شمار فرمایا:

و اکرم صدیقهما۔ ابوداؤد[2] ابن ماجة و ابن حبان فی صحاحهم عن مالك بن ربیعة الساعدی رضی الله تعالٰی عنه۔	ان کے دوست کی عزت کرنا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحاح میں مالک بن ربیعۃ الساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ت)

باپ کے دوستوں کی نسبت یہ احکام تو اس کی منکوحہ اس کی ناموس کی تعظیم وتکریم کیوں نہ احق وآکد ہو گی خصوصًا جبکہ اس کی ناراضی میں باپ کی ناراضی اللہ تعالٰی کی ناراضی ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ثالثہ:

اولاد پر حق پدر زیادہ ہے یا حق مادر؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرماؤ، اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

اولاد پر ماں باپ کا حق نہایت عظیم ہے اور ماں کا حق اس سے اعظم، **قال اللہ تعالٰی:**

---

[1] صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب فضل صلة اصدقاء الاب والام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۳۱۴

[2] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی بر الوالدین آفتاب عالم پریس لاہور ۲ /۳۴۴، سنن ابن ماجه ابواب الادب باب صل من کان ابوك یصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۹

آدمی کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کی، اسے پیٹ میں رکھے رہی اس کی ماں تکلیف سے، اور اسے جنا تکلیف سے، او اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھُٹنا تیس مہینے میں ہے۔	"وَوَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡہِ اِحۡسٰنًا ؕ حَمَلَتۡہُ اُمُّہٗ کُرۡہًا وَّوَضَعَتۡہُ کُرۡہًا ؕ وَحَمۡلُہٗ وَفِصٰلُہٗ ثَلٰثُوۡنَ شَہۡرًا ؕ"[1]

اس آیہ کریمہ میں رب العزت نے ماں باپ دونوں کے حق میں تاکید فرما کر ماں کو پھر خاص الگ کرکے گنا اور اس کی ان سختیوں اور تکلیفوں کو جو اسے حمل وولادت اور دو برس تک اپنے خون کا عطر پلانے میں پیش آئیں جن کے باعث اس کا حق بہت اشد واعظم ہو گیا شمار فرمایا اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

تاکید کی ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے حق میں کہ پیٹ میں رکھا اسے اس کی ماں نے سختی پر سختی اٹھا کر، اور اس کا دودھ چھُٹنا دو برس میں ہے، یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔	"وَوَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡہِ ۚ حَمَلَتۡہُ اُمُّہٗ وَہۡنًا عَلٰی وَہۡنٍ وَّفِصٰلُہٗ فِیۡ عَامَیۡنِ اَنِ اشۡکُرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیۡکَ ؕ"[2]

یہاں ماں باپ کے حق کی کوئی نہایت نہ رکھی کہ انہیں اپنے حق جلیل کے ساتھ شمار کیا، فرماتا ہے: شکر بجالا میرا اور اپنے ماں باپ کا، اللہ اکبر اللہ اکبر وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، یہ دونوں آیتیں اور اسی طرح بہت حدیثیں دلیل ہیں کہ ماں کا حق باپ کے حق سے زائد ہے، ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں:

یعنی میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی عورت پر سب سے بڑا حق کس کا ہے، فرمایا شوہر کا، میں نے عرض کی اور مرد پر سب سے بڑا حق کس کا ہے، فرمایا اس کی ماں کا۔ (بزار نے بسند حسن اور حاکم نے اسے روایت کیا۔ ت)	سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ای الناس اعظم حقا علی المرأۃ قال زوجھا قلت فای الناس اعظم حقا علی الرجل قال امہ۔ رواہ البزار بسند حسن والحاکم[3]۔

[1] القرآن الکریم ۴۶/ ۱۵

[2] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۴

[3] المستدرك للحاکم کتاب البر والصلۃ اعظم الناس حقا علی الرجل امہ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۷۵

ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

جاء رجل الٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من احق الناس بحسن صحابتی قال امك قال ثم من قال امك قال ثم من قال امك قال ثم من قال امك قال ثم من قال ابوک۔ رواہ الشیخان[1] فی صحیحھما۔	ایک شخص نے خدمت اقدس حضور پرنور صلوات اللہ وسلامہ علیہ میں حاضر ہوکر عرض کی یارسول اللہ سب سے زیادہ کون اس کا مستحق ہے کہ میں اس کے ساتھ نیک رفاقت کروں، فرمایا تیری ماں، عرض کی پھر، فرمایا تیرا باپ۔ (امام بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں اسے روایت کیا۔ ت)

تیسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اوصی الرجل بامہ اوصی الرجل بامہ اوصی الرجل بامہ اوصی الرجل بابیہ۔ رواہ الامام احمد وابن ماجۃ والحاکم والبیھقی فی السنن[2] عن ابی سلامۃ۔	میں ایک آدمی کو وصیت کرتا ہوں اس کی ماں کے حق میں، وصیت کرتا ہوں اس کی ماں کے حق میں، وصیت کرتا ہوں اس کی ماں کے حق میں، وصیت کرتا ہوں اس کے باپ کے حق میں۔ (امام احمد اور ابن ماجہ اور حاکم اور بیہقی نے سنن میں ابی سلامہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

مگر اس زیادت کے یہ معنی ہیں کہ خدمت میں دینے میں باپ پر ماں کو ترجیح دے مثلاً سو روپے ہیں اور کوئی خاص وجہ مانع تفصیل مادر نہیں تو باپ کو پچیس ۲۵ دے ماں کو پچھتّر ۷۵، یا ماں باپ دونوں نے ایک ساتھ پانی مانگا تو پہلے ماں کو پلائے پھر باپ کو، یا دونوں سفر سے آئے ہیں پہلے

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب من احق الناس بحسن الصحبۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۳، صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب بر الوالدین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۲

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث خداش ابی سلامہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۳۱۱، سنن ابن ماجہ ابواب الادب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۸، المستدرك للحاکم کتاب البر والصلۃ باب بر امك دار الفکر بیروت ۴/ ۱۵۰، السنن الکبرٰی کتاب الزکوٰۃ باب الاختیار فی صدقۃ التطوع دار صادر بیروت ۴/ ۱۷۹

ماں کے پاؤں دبائے پھر باپ کے، وعلیٰ ہذاالقیاس، نہ یہ کہ اگر والدین میں باہم تنازع ہو تو ماں کا ساتھ دے کر معاذاللہ باپ کے درپے ایذا ہو یا اس پر کسی طرح درشتی کرے یا اسے جواب دے یا بے ادبانہ آنکھ ملا کر بات کرے، یہ سب باتیں حرام اور اللہ عزوجل کی معصیت ہیں، نہ ماں کی اطاعت ہے نہ باپ کی، تو اسے ماں باپ میں سے کسی کا ایسا ساتھ دینا ہرگز جائز نہیں، وہ دونوں اس کی جنت و نار ہیں، جسے ایذا دے گا دوزخ کا مستحق ہوگا والعیاذ باللہ، معصیت خالق میں کسی کی اطاعت نہیں، اگر مثلاً ماں چاہتی ہے کہ یہ باپ کو کسی طرح کا آزار پہنچائے اور یہ نہیں مانتا تو وہ ناراض ہوتی ہے، ہونے دے اور ہرگز نہ مانے، ایسے ہی باپ کی طرف سے ماں کے معاملہ میں، ان کی ایسی ناراضیاں کچھ قابل لحاظ نہ ہوں گی کہ یہ ان کی نری زیادتی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چاہتے ہیں بلکہ ہمارے علمائے کرام نے یوں تقسیم فرمائی ہے کہ خدمت میں ماں کو ترجیح ہے جس کی مثالیں ہم لکھ آئے ہیں، اور تعظیم باپ کی زائد ہے کہ وہ اس کی ماں کا بھی حاکم و آقا ہے، عالمگیری میں ہے:

اذا تعذر علیه جمع مراعاة حق الوالدین بان یتأذی احدهما بمراعاة الاٰخر یرجح حق الاب فیما یرجع الی التعظیم والاحترام وحق الام فیما یرجع الی الخدمة والانعام وعن علاء الائمة الحمامی قال مشائخنا رحمهم الله تعالٰی الاب یقدم علی الام فی الاحترام والام فی الخدمة حتی لو دخلا علیه فی البیت یقوم للاب ولو سألا منه ماء ولم یاخذ من یده احدهما فیبدأ بالام کذا فی القنیة[1]، والله سبحٰنه	جب آدمی کے لئے والدین میں سے ہر ایک کے حق کی رعایت مشکل ہو جائے مثلاً ایک کی رعایت سے دوسرے کو تکلیف پہنچتی ہے تو تعظیم واحترام میں والد کے حق کی رعایت کرے اور خدمت میں والدہ کے حق کی۔ علامہ حمامی نے فرمایا ہمارے امام فرماتے ہیں کہ احترام میں باپ مقدم ہے اور خدمت میں والدہ مقدم ہوگی حتی کہ اگر گھر میں دونوں اس کے پاس آئے ہیں تو باپ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو، اور اگر دونوں نے اس سے پانی مانگا اور کسی نے اس کے ہاتھ سے پانی نہیں پکڑا تو پہلے والدہ کو پیش کرے، اسی طرح قنیہ میں ہے۔ واللہ سبحٰنه

[1] فتاوٰی ہندیہ ہندیة کتاب الکراهیة الباب السادس والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۶۵

وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ احکم۔	وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ احکم۔(ت)

مسئلہ رابعہ:

مابین زن وشوہر حق زیادہ کس کا ہے اور کہاں تک؟

الجواب:

زن وشوہر میں ہر ایک کے دوسرے پر حقوق کثیرہ واجب ہیں ان میں جو بجانہ لائے گا اپنے گناہ میں گرفتار ہوگا، اگر ایک ادائے حق نہ کرے تو دوسرا اسے دستاویز بنا کر اس کے حق کو ساقط نہیں کرسکتا مگر وہ حقوق کہ دوسرے کے کسی حق پر مبنی ہوں اگر یہ اس کا ایسا حق ترک کرے وہ دوسرا اس کے یہ حقوق کہ اس پر مبنی تھے ترک کرسکتا ہے جیسے عورت کا نان ونفقہ کہ شوہر کے یہاں پابند رہنے کا بدلہ ہے، اگر ناحق اس کے یہاں سے چلی جائے گی جب تک واپس نہ آئے گی کچھ نہ پائے گی، غرض واجب ہونے مطالبہ ہونے، بے وجہ شرعی ادانہ کرنے سے گنہگار ہونے میں تو حقوق زن وشوہر برابر ہیں ہاں شوہر کے حقوق عورت پر بکثرت ہیں اور اس پر وجوب بھی اشد وآکد، ہم اس پر حدیث لکھ چکے کہ عورت پر سب سے بڑا حق شوہر کا ہے یعنی ماں باپ سے بھی زیادہ، اور مرد پر سب سے بڑا حق ماں کا ہے یعنی زوجہ کا حق اس سے بلکہ باپ سے بھی کم، ذٰلك بما فضل الله بعضهم علی بعض (یہ اللہ تعالٰی کا بعض پر بعض کا فضل ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۲: مسئولہ منشی شوکت علی صاحب فاروقی ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اندریں مسئلہ (آپ پر اللہ تعالٰی کی رحمت ہو، اس مسئلہ کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے۔ت) کہ بعد فوت ہوجانے والدین کے اولاد پر کیا حق والدین کا رہتا ہے؟ بیّنوا بالکتاب توجروا بالثواب۔

الجواب:

(۱) سب سے پہلا حق بعد موت ان کے جنازے کی تجہیز، غسل وکفن ونماز ودفن ہے اور ان کاموں میں سنن ومستحبات کی رعایت جس سے ان کے لئے ہر خوبی وبرکت ورحمت ووسعت کی امید ہو۔

(۲) ان کے لئے دعاواستغفار ہمیشہ کرتے رہنا اس سے کبھی غفلت نہ کرنا۔

(۳) صدقہ وخیرات واعمال صالحہ کا ثواب انہیں پہنچاتے رہنا، حسب طاقت اس میں کمی نہ کرنا، اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے بھی نماز پڑھنا، اپنے روزوں کے ساتھ ان کے واسطے بھی روزے رکھنا بلکہ جو نیک کام کرے سب کا ثواب انہیں اور سب مسلمانوں کو بخش دینا کہ ان سب کو ثواب

پہنچ جائے گا اور اس کے ثواب میں کمی نہ ہوگی بلکہ بہت ترقیاں پائے گا۔

(۴) ان پر کوئی قرض کسی کا ہو تو اس کے ادا میں حد درجہ کی جلدی و کوشش کرنا اور اپنے مال سے ان کا قرض ادا ہونے کو دونوں جہاں کی سعادت سمجھنا، آپ قدرت نہ ہو تو اور عزیزوں قریبوں پھر باقی اہل خیر سے اس کی ادا میں امداد لینا۔

(۵) ان پر کوئی فرض رہ گیا تو بقدر قدرت اس کے ادا میں سعی بجالانا، حج نہ کیا ہو تو ان کی طرف سے حج کرنا یا حج بدل کرانا، زکوٰۃ یا عشر کا مطالبہ ان پر رہا تو اسے ادا کرنا، نماز یا روزہ باقی ہو تو اس کا کفارہ دینا وعلٰی ہذاالقیاس ہر طرح ان کی برات ذمہ میں جد وجہد کرنا۔

(۶) انہوں نے جو وصیت جائزہ شرعیہ کی ہو حتی الامکان اس کے نفاذ میں سعی کرنا اگرچہ شرعًا اپنے اوپر لازم نہ ہوا گرچہ اپنے نفس پر بار ہو مثلاً وہ نصف جائداد کی وصیت اپنے کسی عزیز غیر وارث یا اجنبی محض کے لئے کرگئے تو شرعًا تہائی مال سے زیادہ میں بے اجازت وارثان نافذ نہیں مگر اولاد کو مناسب ہے کہ ان کی وصیت مانیں اور ان کی خوشخبری پوری کرنے کو اپنی خواہش پر مقدم جانیں۔

(۷) ان کی قسم بعد مرگ بھی سچی ہی رکھنا مثلاً ماں باپ نے قسم کھائی تھی کہ میرا بیٹا فلاں جگہ نہ جائے گا یا فلاں سے نہ ملے گا یا فلاں کام کرے گا تو ان کے بعد یہ خیال نہ کرنا کہ اب وہ تو نہیں ان کی قسم کا خیال نہیں بلکہ اس کا ویسے ہی پابند رہنا جیسا ان کی حیات میں رہتا جب تک کوئی حرج شرعی مانع نہ ہو اور کچھ قسم ہی پر موقوف نہیں ہر طرح امور جائزہ میں بعد مرگ بھی ان کی مرضی کا پابند رہنا۔

(۸) ہر جمعہ کو ان کی زیارت قبر کے لئے جانا، وہاں یٰس شریف پڑھنا ایسی آواز سے کہ وہ سنیں اور اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچانا، راہ میں جب کبھی ان کی قبر آئے بے سلام وفاتحہ نہ گزرنا۔

(۹) ان کے رشتہ داروں کے ساتھ عمر بھر نیک سلوک کئے جانا۔

(۱۰) ان کے دوستوں سے دوستی نباہنا ہمیشہ ان کا اعزاز واکرام رکھنا۔

(۱۱) کبھی کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر جواب میں انہیں برا نہ کہلوانا۔

(۱۲) سب میں سخت تر وعام تر ومدام تر یہ حق ہے کہ کبھی کوئی گناہ کرکے انہیں قبر میں ایذا نہ پہنچانا، اس کے سب اعمال کی خبر ماں باپ کو پہنچتی ہے، نیکیاں دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور ان کا چہرہ فرحت سے چمکتا اور دمکتا ہے، اور گناہ دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں اور ان کے قلب پر صدمہ ہوتا ہے، ماں باپ کا یہ حق نہیں کہ انہیں قبر میں بھی رنج پہنچائے۔

اللہ غفور رحیم عزیز کریم جل جلالہ صدقہ اپنے رؤف رحیم علیہ وعلٰی آلہ افضل والتسلیم کا ہم سب مسلمانوں کو نیکیوں کی توفیق دے گناہوں سے بچائے، ہمارے اکابر کی قبروں میں ہمیشہ نور وسرور پہنچائے کہ وہ قادر ہے اور ہم عاجز، وہ غنی ہے ہم محتاج، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولٰی ونعم النصیر ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، وصلی اللہ تعالٰی علی الشفیع علی الرفیع العفو الکریم الرؤف الرحیم سیّدنا محمّد واٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین اٰمین والحمدللہ ربّ العٰلمین۔

اب وہ حدیثیں جن سے فقیر نے یہ حقوق استخراج کئے ان میں سے بعض بقدر کفایت ذکر کروں:

حدیث ۱: کہ ایک انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خدمت اقدس حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! ماں باپ کے انتقال کے بعد کوئی طریقہ ان کے ساتھ نکوئی کا باقی ہے جسے میں بجالاؤں۔ فرمایا:

نعم اربعة الصلاة علیهما والاستغفار لهما وانفاذ عهدهما من بعدهما واکرام صدیقهما وصلة الرحم التی لارحم لك الا من قبلهما فهذا الذی بقی من برهما بعد موتهما۔ رواه ابن النجار[1] عن ابی اسید الساعدی رضی اللہ تعالٰی عنه مع القصة، ورواه البیهقی[2] فی سننه عنه رضی اللہ تعالٰی عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لایبقی للولد من بر الوالد الا اربع الصلٰوة علیه والدعاء له وانفاذ عهده من بعده وصلة رحمه واکرام صدیقه۔	ہاں چار باتیں ہیں: ان پر نماز، اور ان کے لئے دعاء مغفرت، اور ان کی وصیت نافذ کرنا، اور ان کے دوستوں کی بزرگ داشت، اور جو رشتہ صرف انہیں کی جانب سے ہو نیک برتاؤ سے اس کا قائم رکھنا، یہ وہ نکوئی ہے کہ ان کی موت کے بعد ان کے ساتھ کرنی باقی ہے (ابن نجار نے ابی اسید ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مع قصہ کے روایت کیا۔ اور بیہقی نے اپنی سنن میں انہیں روایت کیا، اور بیہقی نے اپنی سنن میں انہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے: والد کے ساتھ نیکی کی چار باتیں ہیں: اس پر نماز پڑھنا اور اس کے لئے دعا مغفرت کرنا، اس کی وصیت نافذ کرنا، اس کے رشتہ داروں سے نیک برتاؤ کرنا، اس کے دوستوں کا احترام کرنا۔ ت)

[1] کنزالعمال بحوالہ ابن النجار حدیث ۴۵۹۳۴ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/ ۵۷۹

[2] السنن الکبرٰی کتاب الجنائز باب مالا یستحب لولی المیت الخ دار صادر بیروت ۴/ ۶۱ و ۶۲

حدیث ۲: کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

استغفار الولد لابیه من بعد الموت من البر۔رواہ ابن النجار [1] عن ابی اسید بن مالك بن زرارة رضی الله تعالٰی عنه۔	ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک سے یہ بات ہے کہ اولاد ان کے بعد ان کے لئے دعاء مغفرت کرے(ابن النجار نے ابی اسید بن مالک بن زرارہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ت)

حدیث ۳: کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا ترك العبد الدعاء للوالدین فانه ینقطع عنه الرزق۔ رواہ الطبرانی [2] فی التاریخ والدیلمی عن انس بن مالك رضی الله تعالٰی عنه۔	آدمی جب ماں باپ کے لئے دعا چھوڑ دیتا ہے اس کا رزق قطع ہوجاتا ہے(طبرانی نے تاریخ میں اور دیلمی نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ت)

حدیث ۴و۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا تصدق احدکم بصدقة تطوعا فلیجعلها عن ابویه فیکون لهما اجرها ولاینقص من اجره شیئا۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط [3] وابن عساکر [4] عن عبدالله بن عمرو رضی الله تعالٰی عنهما ونحوہ الدیلمی فی مسند الفردوس [5] عن معٰویة ابن حیدة القشیری رضی الله تعالٰی عنه۔	جب تم سے کوئی شخص کچھ نفل خیرات کرے تو چاہئے کہ اسے اپنے ماں باپ کی طرف سے کرے کہ اس کا ثواب انہیں ملے گا اور اس کے ثواب میں سے کچھ نہ گھٹے گا(اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں اور ابن عساکر نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا اور ایسے ہی دیلمی نے مسند الفردوس میں معاویہ ابن حیدہ قشیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

[1] کنز العمال بحوالہ ابن النجار حدیث ۴۵۴۴۹ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/ ۴۶۳

[2] کنز العمال الطبرانی فی التاریخ والدیلمی عن انس حدیث ۴۵۵۵۶ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/ ۴۸۲

[3] المعجم الاوسط حدیث ۷۷۲۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۲۹۲

[4] الجامع الصغیر بحوالہ ابن عساکر حدیث ۷۹۴۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۴۸۵

[5] الفردوس بماثور الخطاب عن معاویہ بن حیدۃ حدیث ۶۳۴۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۱۰۹

حدیث ۶: کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! میں اپنے ماں باپ کے ساتھ زندگی میں نیک سلوک کرتا تھا اب وہ مرگئے ان کے ساتھ نیک سلوک کی کیا راہ ہے؟ فرمایا:

ان من البربعد الموت ان تصلی لهما مع صلٰوتك وتصوم لهما مع صيامك۔ رواه الدار قطنی[1]۔	بعد مرگ نیک سلوک سے یہ ہے کہ تو اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے بھی نماز پڑھے اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لئے روزے رکھے (اسے دار قطنی نے روایت کیا۔ت)

یعنی جب اپنے ثواب ملنے کے لئے کچھ نفلی نماز پڑھے یا روزے رکھے تو کچھ نفل نماز ان کی طرف کہ انہیں ثواب پہنچائے یا نماز روزہ جو نیک عمل کرے ساتھ ہی انہیں ثواب پہنچنے کی بھی نیت کرلے کہ انہیں ثواب ملے گا اور تیرا بھی کم نہ ہوگا،

كما يدل عليه لفظ "مع" انه يحتمل لوجهين بل هذا الصق بالمعية۔	جیسا کہ لفظ "مع" اس پر دال ہے کیونکہ اس میں مذکورہ دونوں احتمال ہیں بلکہ آخری وجہ معیت کو زیادہ مناسب ہے۔(ت)

محیط پھر تاتارخانیہ پھر ردالمحتار میں ہے:

الافضل لمن يتصدق نفلا ان ينوی لجميع المؤمنين والمؤمنات لانها تصل اليهم ولاينقص من اجره شيئ[2]۔	جو شخص نفلی صدقہ دے اس کے لئے افضل یہ ہے کہ تمام ایمان والوں کی نیت کرے کیونکہ انہیں بھی ثواب پہنچے گا اور اس کا ثواب بھی کم نہ ہوگا۔ت)

حدیث ۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من حجّ عن والديه اوقضى عنهما مغرما بعثه الله يوم القيٰمة مع الابرار۔ رواه الطبرانی[3] فی الاوسط و الدار قطنی[4] فی	جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے یا ان کا قرض ادا کرے روز قیامت نیکوں کے ساتھ اُٹھے (اسے طبرانی نے اوسط میں اور دار قطنی نے

[1] ردالمحتار بحوالہ الدار قطنی کتاب الحج باب الحج عن الغیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲ /۲۳۷

[2] ردالمحتار بحوالہ الدار قطنی کتاب الحج باب الحج عن الغیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲ /۲۳۶

[3] المعجم الاوسط حدیث ۷۷۹۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۸ /۳۹۳

[4] سنن الدار قطنی کتاب الحج باب المواقیت حدیث ۱۱۰ نشر السنۃ ملتان ۲ /۲۶۰

السنن عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	سنن میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۸: امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ پر اسی ہزار قرض تھے وقت وفات اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کو بلا کر فرمایا:

بع فیھا اموال عمر فان وفت والا فسل بنی عدی فان وفت والافسل قریشا ولاتعدھم۔	میرے دین (قرض) میں اول تو میرا مال بیچنا اگر کافی ہوجائے فبہا ورنہ میری قوم بنی عدی سے مانگ کر پورا کرنا اگر یوں بھی پورا نہ ہو تو قریش سے مانگنا اور ان کے سوا اوروں سے سوال نہ کرنا۔

پھر صاحبزادہ موصوف سے فرمایا: اضمنھا تم میرے قرض کی ضمانت کرلو، وہ ضامن ہوگئے اور امیر المؤمنین کے دفن سے پہلے اکابر مہاجرین وانصار و گواہ کرلیا کہ وہ اسی ہزار مجھ پر ہیں، ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے وہ سارا قرض ادا فرما دیا۔ رواہ ابن سعد فی الطبقات[1] عن عثمان بن عروۃ (اسے ابن سعد نے طبقات میں عثمان بن عروہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۹: قبیلہ جہینہ سے ایک بی بی رضی اللہ تعالٰی عنہا نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! میری ماں نے حج کرنے کی منت مانی تھی وہ ادا نہ کرسکیں اور ان کا انتقال ہوگیا کیا میں ان کی طرف سے حج کرلوں، فرمایا:

حجی عنھا ارأیت لوکان علی امك دین اکنت قاضیته اقضوا اللہ فاللہ احق بالوفاء۔ رواہ البخاری[2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	ہاں اس کی طرف سے حج کر، بھلا تو دیکھ تو تیری ماں پر اگر دَین ہوتا تو تو ادا کرتی یا نہیں؟ یونہی خدا کا دَین ادا کرو کہ وہ زیادہ حق ادا رکھتا ہے (اسے بخاری نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۰: فرماتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا حج الرجل عن والدیه	انسان جب اپنے والدین کی طرف سے حج کرتا ہے

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر استخلاف عمر رضی اللہ عنہ دار صادر بیروت ۳/ ۳۵۸

[2] صحیح البخاری ابواب العمرۃ باب الحج والنذر عن المیت قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۰، صحیح البخاری کتاب الاعتصام باب شبّہ اصلاً معلومًا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۸۸

تقبل منه ومنهما واستبشرت ارواحهما فی السماء وکتب عند الله برا۔ رواه الدار قطنی [1] عن زید بن ارقم رضی الله تعالٰی عنه۔	وہ حج اس کی اور اس کے والدین کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے اور ان کی روحیں آسمان میں اس سے شاد ہوتی ہیں، اور یہ شخص اللہ عزوجل کے نزدیک ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا لکھاجاتا ہے (اسے دارقطنی نے زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۱: کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من حج عن ابیه وامه فقد قضی عنه حجته فکان له فضل عشر حجج۔ رواه الدارقطنی [2] عن جابر بن عبدالله رضی الله تعالٰی عنهما۔	جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے ان کی طرف سے حج ادا ہوجائے اور اسے دس حج کا ثواب زیادہ ملے۔ (دارقطنی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۲: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من حج عن والدیه بعد وفاتهما کتب له عتقا من النار وکان للمحجوج عنهما اجر حجة تامة من غیران ینقص من اجورهما شیئا۔ رواه الاصبهانی فی الترغیب والبیهقی فی الشعب [3] عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما۔	جو اپنے والدین کی وفات کے بعد ان کی طرف سے حج کرے اللہ تعالٰی اس کے لئے دوزخ سے آزادی لکھے اور ان دونوں کے واسطے پورے حج کا ثواب ہو جس میں اصلاً کمی نہ ہو۔ (اسے اصبہانی نے ترغیب میں اور بیہقی نے شعب میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

[1] سنن الدارقطنی کتاب الحج باب المواقیت حدیث ۱۰۹ نشر السنة ملتان ۲ /۲۶۰

[2] سنن الدارقطنی کتاب الحج باب المواقیت حدیث ۱۱۲ نشر السنة ملتان ۲ /۲۲۰

[3] شعب الایمان حدیث ۷۹۱۲ دار الکتب العلمیة بیروت ۶ /۲۰۵

من بر قسمهما وقضی دینهما ولم یستسب لهما کتب بارا و ان کان عاقا فی حیاته و من لم یبر قسمهما ولم یقض دینهما و استسب لهما کتب عاقا وان کان بارا فی حیاتهما۔ رواه الطبرانی فی الاوسط [1] عن عبدالرحمٰن بن سمرة رضی الله تعالٰی عنه۔	جو شخص اپنے ماں باپ کے بعد ان کی قسم سچی کرے اور ان کا قرض ادا کرے اور کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر انہیں برا نہ کہلوائے وہ والدین کے ساتھ نکوکار لکھاجاتا ہے اگرچہ ان کی زندگی میں نافرمان تھا اور جو ان کی قسم پوری نہ کرے اور ان کا قرض نہ اتارے اوروں کے والدین کو برا کہہ کر انہیں برا کہلوائے وہ عاق لکھاجائے اگرچہ ان کی حیات میں نکوکار تھا (اسے طبرانی نے اوسط میں عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من زارقبر والدیه اواحدهما فی کل یوم جمعة مرة غفر الله له وکتب برا۔ رواه الامام الترمذی العارف بالله الحکیم فی نوادر الاصول [2] عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنهما۔	جو اپنے ماں باپ دونوں یا ایک کی قبر پر ہر جمعہ کے دن زیارت کو حاضر ہو اللہ تعالٰی اس کے گناہ بخش دے اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا لکھاجائے (الامام الحکیم عارف باللہ ترمذی نے نوادر الاصول میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

| من زارقبر ابویه اواحدهما یوم الجمعة فقرأ عنده یٰس غفرله۔ رواه ابن عدی [3] عن الصدیق الاکبر رضی الله تعالٰی عنه وفی لفظ من زار قبروالدیه اواحدهما فی کل جمعة فقرأ عنده یٰس غفر الله له بعدد کل حرف منها۔ رواه هو دالخلیلی | جو شخص روز جمعہ اپنے والدین یا ایک کی زیارت قبر کرے اور اس کے پاس یٰس پڑھے بخش دیا جائے (اسے عدی نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔اور دیگر الفاظ میں۔ت) جو ہر جمعہ والدین یا ایک کی زیارت قبر کرکے وہاں یٰس پڑھے یٰس شریف میں جتنے حرف ہیں ان سب کی |

[1] المعجم الاوسط حدیث ۵۸۱۵ مکتبۃ المعارف ریاض ۶ /۳۸۴

[2] نوادر الاوصول للترمذی الاصل الخامس عشر دار صادر بیروت ص ۲۴

[3] الکامل لابن عدی ترجمہ عمر بن زیاد بن عبدالرحمان بن ثوبان دار الفکر بیروت ۵ /۱۸۰۱

وابو شیخ والدیلمی [1] وابن النجار والرافعی وغیرھم عن ام المؤمنین الصدیقة عن ابیھا الصدیق الاکبر رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	گنتی کے برابر اللہ تعالٰی اس کے لئے مغفرت فرمائے (اسے روایت کیا ترمذی، الخلیلی اور ابوشیخ اور دیلمی اور ابن نجار اور رافعی وغیرھم نے ام المومنین صدیقہ سے انہوں نے اپنے والد گرامی صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے۔ت)

حدیث ۱۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من زار قبر ابویه او احدھما احتسابا کان کعدل حجة مبرورة ومن کان زوارا لھما زارت الملئکة قبرہ۔ رواہ الامام الترمذی [2] الحکیم وابن عدی [3] عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	جو بہ نیت ثواب اپنے والدین دونوں یا ایک کی زیارت قبر کرے حج مقبول کے برابر ثواب پائے، اور جو بکثرت ان کی زیارت قبر کیا کرتا ہو فرشتے اس کی قبر کی زیارت کو آئیں (حکیم ترمذی اور ابن عدی نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا۔ت)

امام ابن الجوزی محدث کتاب عیون الحکایات میں بسند خود محمد ابن العباس وراق سے روایت فرماتے ہیں ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ سفر کو گیا راہ میں باپ کا انتقال ہوگیا وہ جنگل درختان مقل یعنی گوگل کے پیڑوں کا تھا ان کے نیچے دفن کرکے بیٹا جہاں جانا تھا چلا گیا جب پلٹ کر آیا اس منزل میں رات کو پہنچا باپ کی قبر پر نہ گیا تو ناگاہ سنا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے:

رأیتك تطوی الدوم لیلا ولا تری　　علیك باھل الدوم ان تتکلما

وبالدوم ثاو لو ثویت مکانه　　فمر باھل الدوم عاج فسلما [4]

(میں نے تجھے دیکھا کہ تو رات میں اس جنگل کو طے کرتا ہے اور وہ جوان پیڑوں میں ہے

---

[1] اتحاف السادة للمتقین بحواله ابی الشیخ وغیرہ بیان زیارة القبور والدعاء للمیت دار الفکر بیروت ۱۰/ ۳۶۳

[2] نوادر الاصول للترمذی الاصل الخامس عشر دار صادر بیروت ص ۲۴

[3] الکامل لابن عدی ترجمه حفص بن سلمه الخ دار الفکر بیروت ۲/ ۸۰۱

[4] شرح الصدور بحواله عیون الحکایات باب زیارة القبور علم الموتی خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۹۱

اس سے کلام کرنا اپنے اوپر لازم نہیں جانتا حالانکہ ان درختوں میں وہ مقیم ہے کہ اگر اس کی جگہ تو ہوتا اور وہ یہاں گزرتا تو وہ راہ سے پھر کر آتا اور تیری قبر پر سلام کرتا۔ت)

حدیث ۱۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من احب ان یصل اباہ فی قبرہ فلیصل اخوان ابیہ من بعدہ۔رواہ ابو یعلٰی [1] وابن حبان عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	جو چاہے کہ باپ کی قبر میں اس کے ساتھ حسن سلوک کرے وہ باپ کے بعد اس کے عزیزوں دوستوں سے نیک برتاؤ رکھے(ابویعلٰی وابن حبان نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۸: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من البر ان تصل صدیق ابیک،رواہ الطبرانی [2] فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	باپ کے ساتھ نیکوکاری سے ہے یہ کہ تو اس کے دوست سے اچھا برتاؤ کرے۔(طبرانی نے اوسط میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۹: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان البر ان یصل الرجل اھل ود ابیہ بعد ان یولی الاب۔ رواہ الائمۃ احمد والبخاری فی الادب المفرد و مسلم [3] فی صحیحہ وابوداؤد والترمذی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	بے شک باپ کے ساتھ سب نکوکاریوں سے بڑھ کر یہ نکوکاری ہے کہ آدمی باپ کے بعد اس کے دوستوں سے اچھی روش پر نباہے(اسے ائمہ کرام احمد اور بخاری نے ادب المفرد میں اور مسلم نے اپنی صحیح میں اور ابوداؤد اور ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۲۰: کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

احفظ ودّ ابیك لاتقطعه فیطفیٔ الله	اپنے ماں باپ کی دوستی پر نگاہ رکھ اسے قطع

[1] مسند ابو یعلی حدیث ۵۶۴۳ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۵ /۲۶۰

[2] المعجم الاوسط حدیث ۷۲۹۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۸ /۱۴۹

[3] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب فضل صلۃ اصدقاء الاب والام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۳۱۴، کنز العمال بحوالہ حم خذم د ت حدیث ۴۵۴۶۲ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶ /۴۶۵

نورک۔رواہ البخاری فی الادب المفرد والطبرانی فی الاوسط[1] والبیہقی فی الشعب عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	نہ کرنا کہ اللہ تعالٰی نور تیرا بجھادے گا(اسے بخاری نے ادب المفرد میں اور طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے شعب میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۲۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس علی اللہ تعالٰی وتعرض علی الانبیاء وعلی الاباء والامہات یوم الجمعۃ فیفرحون بحسناتھم ویزدادون وجوھھم بیضاء ونزھۃ فاتقوا اللہ ولا توذوا موتا کم۔رواہ الامام الحکیم[2] عن والد عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	ہر دوشنبہ وپنجشنبہ کو اللہ عزوجل کے حضور اعمال پیش ہوتے ہیں اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم اور ماں باپ کے سامنے ہر جمعہ کو،وہ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کی صفائی وتابش بڑھ جاتی ہے،تو اللہ سے ڈرو اور اپنے مردوں کو اپنے گناہوں سے رنج نہ پہنچاؤ(اسے امام حکیم نے اپنے والد عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

بالجملہ والدین کا حق وہ نہیں کہ انسان اس سے کبھی عہدہ برآ ہو وہ اس کے حیات ووجود کے سبب ہیں تو جو کچھ نعمتیں دینی ودنیوی پائے گا سب انہیں کے طفیل میں ہوئیں کہ ہر نعمت وکمال وجود پر موقوف ہے اور وجود کے سبب وہ ہوئے تو صرف ماں باپ ہونا ہی ایسے عظیم حق کا موجب ہے جس سے بری الذمہ کبھی نہیں ہوسکتا نہ کہ اس کے ساتھ اس کی پرورش میں ان کی کوششیں، اس کے آرام کے لئے ان کی تکلیفیں خصوصًا پیٹ میں رکھنے،پیدا ہونے میں،دودھ پلانے میں ماں کی اذیتیں،ان کا شکر کہاں تک ادا ہوسکتا ہے،خلاصہ یہ کہ وہ اس کے لئے اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سائے اور ان کی ربوبیت ورحمت کے مظہر ہیں،ولہذا قرآن عظیم میں اللہ جل جلالہ،نے اپنے حق کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا کہ "اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیْكَؕ"[3] حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۸۶۲۸ مکتبۃ المعارف ریاض ۹/ ۲۸۸، کنزالعمال بحوالہ خد،طس،ھب عن ابن عباس حدیث ۴۵۴۶۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۴۶۴

[2] نوادر الاصول للترمذی الاصل السابع والستون والمائۃ الخ دار صادر بیروت ص ۲۱۳

[3] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۴

حدیث شریف میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! ایک راہ میں ایسے گرم پتھروں پر کہ اگر گوشت ان پر ڈالا جاتا کباب ہو جاتا میں ۶ میل تک اپنی ماں کو گردن پر سوار کرکے لے گیا ہوں کیا میں اب اس کے حق سے بری ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لعله ان یکون بطلقة واحدة۔ رواہ الطبرانی[1] فی الاوسط عن بریدة رضی اللہ تعالٰی عنه۔	تیرے پیدا ہونے میں جس قدر دردوں کے جھٹکے اس نے اٹھائے ہیں شاید ان میں سے ایک جھٹکے کا بدلہ ہو سکے (اسے طبرانی نے اوسط میں بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

اللہ عزوجل عقوق سے بچائے اور ادائے حقوق کی توفیق عطا فرمائے اٰمین اٰمین برحمتك یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیّدنا و مولانا محمد و اٰله وصحبه اجمعین اٰمین والحمد للہ ربّ العٰلمین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۳: از بنگالہ ضلع کمرلا موضع ہر منڈل مرسلہ مولوی عبدالجبار صاحب ۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کچھ لیاقت رکھنے والا اپنے والدین صالحین کے ساتھ جنگ وجدل وزدوضرب و ظلم و ستم کرتا ہے اور خود اپنے والدین کو طعن تشنیع ودشنام کرتا ہے اور لوگوں سے کرواتا ہے اور وہ شخص غاصب وکاذب وسارق کے ساتھ موصوف ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا مکروہ؟ اگر مکروہ ہے تو کون قسم کی مکروہ ہے؟ اور ایسے شخص کے پیچھے جو کوئی بسبب ناواقفی کے نماز پڑھے تو نماز اس کو دوبارہ پڑھنا ہوگی یا نہیں؟ اور ایسے عاق الوالدین کو دعوت کرنا کروانا صدقہ وغیرہ دینا دلوانا درست ہے یا نہیں؟ اور اس کے مکان میں دعوت کھانا کیسی ہے اور وہ شخص از روئے شرع شریف کے کس تعزیر کے لائق ہے اور اس کی تائید کرنے والے پر از روئے شرع شریف کیا حکم ہے بادلائل قرآن وحدیث واقوال ائمہ ارشاد فرمایا جائے۔

الجواب:

ایسا شخص افسق الفاسقین واخبث مہین و مستحق غضب شدید رب العالمین وعذاب عظیم ونار جحیم ہے۔

حدیث ۱: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] کنز العمال بحوالہ طس عن بریدہ حدیث ۴۵۵۰۶ مؤسسة الرسالة بیروت ۱۶/ ۴۷۳، مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی فی الصغیر کتاب البر والصلة باب ماجاء فی البر وحق الوالدین دار الکتب ۸/ ۱۳۷

الا انبئکم باکبر الکبائر، الا انبئکم باکبر الکبائر، الا انبئکم باکبر الکبائر۔	میں تمھیں نہ بتاؤں کہ سب کبیرہ گناہوں سے سخت تر گناہ کیا ہے، کیا نہ بتادوں کہ سب کبائر سے بدتر کیا ہے، کیا نہ بتادوں کہ سب کبیروں سے شدید تر کیا ہے۔

صحابہ نے عرض کی: ارشاد ہو۔ فرمایا:

الاشراك بالله عقوق الوالدین، الحدیث۔ رواہ الشیخان [1] والترمذی [2] عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	اللہ تعالٰی کا شریک ٹھہرانا اور ماں باپ کو ستانا، الحدیث، (اسے امام بخاری و مسلم اور ترمذی نے ابی بکرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۲: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

ثلثۃ لایدخلون الجنۃ العاق لوالدیہ والدیوث و الرجلۃ من النساء۔ رواہ النسائی [3] والبزار بسندین جیدین والحاکم [4] عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	تین شخص جنت میں نہ جائیں گے: ماں باپ کو ستانے والا اور دیّوث اور مردوں کی وضع بنانے والی عورت۔ (نسائی اور بزار نے جید سندوں کے ساتھ اور حاکم نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۳: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لایقبل اللہ عزوجل منہم صرفا ولا عدلا عاق و منان ومکذب بقدر۔ رواہ ابن ابی عاصم [5] فی السنۃ بسند حسن	تین شخص ہیں کہ اللہ تعالٰی نہ ان کے فرض قبول کرے نہ نفل: ماں باپ کو ایذا دینے والا اور صدقہ دے کر فقیر احسان رکھنے والا اور تقدیر کا جھٹلانے والا۔

[1] صحیح بخاری کتاب الشہادات باب ماقیل فی شہادۃ الزور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۶۲، صحیح مسلم کتاب الایمان باب الکبائر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶۴

[2] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ ۲/ ۱۲ ابواب الشہادۃ ۲/ ۵۴ امین کمپنی دہلی

[3] سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ باب المنان بما اعطی نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۳۵۱

[4] المستدرك الحاکم کتاب الایمان ثلثۃ لایدخلون الجنۃ دارالفکر بیروت ۱/ ۷۲

[5] العلل المتناہیۃ باب ذکر القدر والقدریۃ حدیث ۲۳۹ دارنشر الکتب الاسلامیہ ۱/ ۱۵۲، مجمع الزوائد باب ماجاء فیمن یکذب بالقدر دارالکتب العربی بیروت ۷/ ۲۰۶

عن ابی امامة رضی اللہ تعالٰی عنه۔	(اسے عاصم نے السنّۃ میں بسند حسن ابی امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے روایت کیا۔ت)

حدیث ۴: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ملعون من عق والدیه ملعون من عق والدیه ملعون من عق والدیه۔ رواہ الطبرانی والحاکم [1] عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنه۔	ملعون ہے جو اپنے والدین کو ستائے، ملعون ہے جو اپنے والدین کو ستائے، ملعون ہے جو اپنے والدین کو ستائے۔ (اسے طبرانی اور حاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۵: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللہ من سبّ والدیه۔ رواہ ابن حبان [2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنه۔	اللہ کی لعنت اس پر جو اپنے ماں باپ کو گالی دے (ابن حبان نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ت)

حدیث ۶: کہ ایک جوان کو نزع کے وقت کلمہ تلقین کیا، نہ کہہ سکا، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خبر ہوئی تشریف لے گئے، فرمایا کہہ لاالٰہ الااللہ۔ کہا: مجھ سے نہیں کہا جاتا۔ فرمایا کیوں؟ کہا: وہ شخص اپنی ماں کو ستاتا تھا، رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کی ماں کو بلا کر فرمایا: یہ تیرا بیٹا ہے؟ عرض کی: ہاں۔ فرمایا؟

ارأیت لو اججت نار ضخمة فقیل لك ان شفعت له خلیناہ والا حرقناہ اکنت تشفعین له۔	بھلا سن تو اگر ایک عظیم الشان آگ بھڑکائی جائے اور کوئی تجھ سے کہے کہ تو اس کی شفاعت کرے جب تو ہم اسے چھوڑتے ہیں ورنہ جلادیں گے، کیا اس وقت تو اس کی شفاعت کرے گی۔

عرض کی: یارسول اللہ! جب تو شفاعت کروں گی، فرمایا: تو اللہ کو اور مجھے گواہ کرلے کہ تو اس سے راضی ہوگئی۔ اس نے عرض کی: الٰہی! میں تجھے اور تیرے رسول کو گواہ کرتی ہیں کہ میں اپنے بیٹے سے

---

[1] الترغیب والترھیب بحوالہ الطبرانی والحاکم من اللواط حدیث ۴ مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۸۷

[2] موارد الظمأن باب فی الکبائر حدیث ۵۳ المطبعۃ السلفیہ ص ۴۳

راضی ہوئی، اب سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جوان سے فرمایا: اے لڑکے! کہہ **لاالٰہ الااللہ وحدہ لاشریك لہ واشھد ان محمدًا عبدہ ورسولہ۔** جوان نے کلمہ پڑھا اور انتقال کیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الحمدللہ الذی انقذہ بی من النار۔ رواہ الطبرانی[1] عن عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	شکر اس خدا کا جس نے میرے وسیلے سے اس کو دوزخ سے بچالیا۔ (اسے طبرانی نے عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۷: عوّام بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ کو اجلہ ائمہ تبع تابعین سے ہیں ۱۴۸ھ میں انتقال کیا، فرماتے ہیں میں ایک محلے میں گیا اس کے کنارے پر قبرستان تھا عصر کے وقت ایک قبر شق ہوئی اور اس میں سے ایک آدمی نکلا جس کا سر گدھے اور باقی بدن انسان کا، اس نے تین آوازیں گدھے کی طرح کیں پھر قبر بند ہو گئی، ایک بڑھیا بیٹھی کات رہی تھی ایک عورت نے مجھ سے کہا ان بڑی بی کو دیکھتے ہو؟ میں نے کہا: اس کا کیا معاملہ ہے؟ کہا: یہ قبر والے کی ماں ہے وہ شراب پیتا تھا جب شام کو آتا ماں نصیحت کرتی کہ اے بیٹے! خدا سے ڈر کب تک اس ناپاک کو پیئے گا؟ یہ جواب دیتا کہ تو تو گدھے کی طرح چلاتی ہے، یہ شخص عصر کے بعد مرا جب سے ہر روز بعد عصر اس کی قبر شق ہوتی ہے اور یوں تین آوازیں گدھے کی کرکے پھر بند ہو جاتی ہے **رواہ الاصبھانی[2] وغیرہ** (اصبہانی وغیرہ نے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

اسی طرح غصب وکذب وسرقہ کی حرمتیں ضروریات دین سے ہیں ایسے شخص کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے مکروہ تحریمی قریب بحرام اور واجب الاعادہ ہے کہ نادانستہ پڑھ لی ہو تو پھیر ناواجب ہے۔ صغیرہ میں ہے:

یکرہ تقدیم الفاسق کراھۃ تحریم[3]۔	فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے ۱۲ صغیری۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

---

[1] شعب الایمان حدیث ۷۸۹۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۱۹۸

[2] شرح الصدور بحوالہ اصبھانی فی الترغیب باب عذاب القبر خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۷۱ و ۷۲

[3] الصغیری فی شرح منیۃ المصلی مباحث الامامۃ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۶۴

وقدموا فاسقا یأثمون بناء علی ان کراھة تقدیمه کراھة تحریمة[1]۔	فاسق کو امام بنانے والے گنہگار ہوں گے، کیونکہ اسے امام بنانا مکروہ تحریمی ہے ۱۲غنیہ (ت)

درمختار میں ہے:

کل صلٰوۃ ادیت مع کراھة التحریم وجب اعادتھا[2]۔	ہر وہ نماز جو کراہت تحریمہ کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے ۱۲(ت)

ایسے اشد فاسق فاجر سے شرعاً بغض رکھنے کا حکم ہے اور جس بات میں اس کا اعزاز واکرام نکلے بے ضرورت ومجبوری ناجائز وممنوع ہے۔ تبیین الحقائق ومراقی الفلاح وفتح المعین وحاشیہ درمختار للعلامۃ الطحطاوی وغیرہا میں ہے:

الفاسق وجب علیھم اھانته شرعاً[3]۔	شرعی طور پر فاسق کی توہین واجب ہے ۱۲(ت)

اس کی دعوت کرنا کرانا اس کے یہاں دعوت کھانا کچھ نہ چاہئے۔ سنن ابی داؤد وجامع ترمذی میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لما وقعت بنواسرائیل فی المعاصی نھتھم علماؤھم فلم ینتھوا فجالسوھم واٰکلوھم وشاربوھم فضرب اللہ قلوب بعضھم ببعض فلعنھم علٰی لسان داؤد و عیسٰی بن مریم ذٰلك بما عصوا وکانوا یعتدون[4]۔	جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑے ان کے علماء نے منع کیا وہ باز نہ آئے یہ علماء ان کے پاس ان کے جلسوں میں بیٹھے ان کے ساتھ کھانا کھایا پانی پیا تو اللہ تعالٰی نے ان مجرموں کے دلوں پر اثر ان پاس بیٹھنے والوں پر بھی ڈالا کہ سب ایک سے ہوگئے پھر ان سب پر داؤد وعیسٰی بن مریم علیہم الصلٰوۃ والسلام کی زبان سے لعنت فرمائی یہ بدلہ تھا ان کے گناہوں اور حد سے بڑھنے کا۔

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[2] درمختار کتاب الصلٰوۃ باب قضاء الفوائت مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۰

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الصلٰوۃ فصل فی الاجارۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۴۳، تبیین الحقائق باب الامامۃ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/ ۳۴۱، فتح المعین کتاب الصلٰوۃ باب الامامۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۰۸

[4] مشکٰوۃ المصابیح بحوالہ داؤد والترمذی کتاب الادب باب الامر بالمعروف مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۳۸

وہ سخت سے سخت تعزیر کے قابل ہے جس کی مقدار حاکم شرع کی رائے پر سپرد ہے اور اگر سرقہ شہادت شرعیہ سے ثابت ہوجائے تو حاکم شرع اس کا ہاتھ کلائی سے کاٹ دے گا اس کی تائید کرنے والے سب سخت گناہگار ہیں، **قال اللہ تعالٰی**:

"وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" [1]	اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔ (ت)

ابھی حدیث سن چکے کہ پاس بیٹھنے، ساتھ کھانے والوں پر لعنت اُتری۔ پھر تائید کرنے کرانے والوں کا کیا حال ہوگا، اللہ عزوجل پناہ دے اور مسلمانوں کو توفیق توبہ بخشے، آمین!

رہا صدقہ دینا دلانا، اگر اسے محتاج ضرورت مند ننگا بھوکا دیکھیں تو حرج نہیں جبکہ گناہوں میں اس کی تائید واعانت کی نیت نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فی کل ذات کبد حراء اجر۔ رواہ الشیخان [2] عن ابی ھریرۃ وفی الباب عن عبداللہ بن عمرو عن سراقۃ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنھم۔	ہر گرم جگر والی میں ثواب ہے۔ (امام بخاری اور مسلم نے ابو ہریرہ سے اور اس باب میں عبداللہ بن عمرو سے انہوں نے سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اسے روایت کیا۔ ت)

صحیح حدیث میں ہے کہ کُتّے کو بھی پانی پلانا ثواب ہے **حتی غفر اللہ تعالٰی بہ البغی کما فی الصحاح** [3] (حتی کہ اللہ تعالٰی نے اس سبب سے فاحشہ عورت کی مغفرت فرمائی۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۶۴: ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کو جب مرض الموت میں اپنے مرگ کا یقین ہوا تو اپنے شوہر زید کو بمواجہہ موجودیں مخاطب کرکے عفو حقوق و تقصیرات کی مستدعی ہوئی اور اپنے جملہ حقوق زید کو معاف کئے دینِ مہر کو بہ تفصیل علیحدہ معاف کیا زید نے بھی اپنے حقوق و قصور خدمات کی معافی دی اب اس صورت میں کسی قسم کا مواخذہ ایک دوسرے پر عنداللہ باقی تو نہ رہا یا لفظ مجمل جملہ حقوق وقصور کافی

---

[1] القرآن الکریم ۵ /۲

[2] صحیح البخاری، کتاب المساقات ۱ /۳۱۸۔ ابواب المظالم ۱ /۳۳۳۔ کتاب الادب ۲ /۸۸۹ قدیمی کتب خانہ کراچی، صحیح مسلم کتاب قتل الحیّات باب فضل سقی البھائم المحرمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۲۳۷، مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو المکتب الاسلامی بیروت ۲ /۲۲۲

[3] صحیح مسلم کتاب قتل الحیات باب فضل سقی البھائم المحرمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۲۳۷

نہ تھا علیحدہ علیحدہ ہر خطا و حق کی تشریح ضرور تھی اور زید دَین مہر سے بری ہوگیا یا یہ معافی زمانہ مرض الموت کی حکم وصیت میں متصور ہو کر دو ثلث کا مواخذہ دار رہے گا اگرچہ ورثاء دنیا میں شرم یا رسم کے باعث متقاضی نہ ہوں۔ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

عام حقوق کی معافی جو زید نے ہندہ اور ہندہ نے زید کو کی ان میں ہندہ کے حقوق مالیہ مثل مہر و دیگر دُیُون کی معافی تو اجازت وارثان ہندہ پر موقوف رہے گی کما بیّناہ فی الهبة من فتاوٰنا (جیسا کہ ہمارے فتاوٰی میں ہبہ کے باب میں بیان کیا گیا ہے۔ ت) ان کے سوا ہندہ کے حقوق غیر مالیہ اور زید کے حقوق مالیہ وغیر مالیہ جو کچھ معاف کنندہ زید خواہ ہندہ کے علم میں تھا وہ سب معاف ہوگیا اور جو علم میں نہ تھا مگر معمولی حقوق سہل وآسان سے تھا کہ بالخصوص معلوم ہوتا تو معافی میں باک نہ ہوتا وہ بھی معاف ہوگیا اور جو اتنا کثیر یا عظیم یا شدید تھا کہ اگر تفصیلاً بتایا جائے تو صاحب حق معاف نہ کرے ایسے عام مجمل لفظ میں ان حقوق کی معافی ہوجانا علماء میں مختلف فیہ ہے بعض بنظر ظاہر لفظ سب کی معافی مانتے ہیں اور بعض بالخصوص تفصیلاً ان کا بتا کر معافی مانگنا ضروری جانتے ہیں اول اوسع ہے اور ثانی احوط۔ منح الروض الازہر میں ہے:

هل یکفیه ان یقول لك علی دین فاجعلنی فی حل ام لابد ان یعین مقدارہ؟ ففی النوازل رجل له علی اخر دین۔وهو لایعلم بجمیع ذالك فقال له المدیون ابرئنی ممّا لك علی فقال الدائن ابرأتک، فقال نصیر لایبرأ الا مقدار مایتوهم ای یظن انه علیه، وقال محمد بن سلمة یبرأ عن الکل، قال الفقیه ابو اللیث حکم القضاء ماقاله محمد بن سلمة وحکم الاٰخرة ماقاله نصیر، وفی القنیة من علیه	کیا مقروض کے لئے یہ کافی ہے کہ قرض خواہ سے کہے کہ مجھ پر تمہارا قرض ہے مجھے معاف کردے یا ضروری ہے کہ قرض کی مقدار معین کرے؟ نوازل میں ہے کہ ایک آدمی کا دوسرے پر قرض ہے اور اسے تمام قرض کا علم نہیں مقروض اسے کہتا ہے کہ تو مجھے اپنا قرض معاف کردے، اس نے کہا میں نے تجھے معاف کردیا۔ نصیر کہتے ہیں کہ اسی قدر معاف ہوگا جتنا کہ اس کے گمان میں تھا، محمد بن سلمہ کہتے ہیں کہ تمام معاف ہوجائے گا۔ فقیہ ابواللیث نے فرمایا: قاضی کا فیصلہ وہی ہے جو محمد بن سلمہ کا قول ہے، اور آخرت کا حکم وہ ہے جو نصیر نے فرمایا، قنیہ میں ہے کہ جس شخص پر کسی کے،

حقوق فاستحل صاحبها ولم يفصلها فجعله فی حل يعذرُ اِن علم انه فصله يجعله فی حل والا فلا قال بعضهم انه حسن وان روی انه يصير فی حل مطلقا،وفی الخلاصة رجل قال الاٰخر حللنی من کل حق هو لك ففعل فابرأه ان کان صاحب الحق عالما به برئ حکما بالاجماع واما ديانة فعند محمد رحمه الله تعالٰی لايبرأ عند ابی يوسف يبرأ عليه الفتوی انتهی،وفيه انه خلاف ما اختار ابوالليث ولعل قوله مبنی علی التقوٰی [1] اھ مافی منح الروض۔**اقول**:وفی مخالفته لما اختار الفقيه نظر فان الکلام هٰهنا فی البراءة من الحقوق المجهولة لصاحبها اصلا وثمه فيما اذا ظن مقدارا وکان الواقع ازيد وبينهما بون بين فان من	کچھ حق ہوں وہ صاحب حق سے کہے کہ مجھے معاف کردے اور حقوق کی تفصیل نہ کرے صاحب حق اسے معاف کردے، تو اگر یہ معلوم ہو کہ صاحب حق حقوق کی تفصیل کو جان کر بھی معاف کردے گا تو معاف ہوجائیں گے ورنہ نہیں۔بعض علماء نے فرمایا:یہ تفصیل عمدہ ہے۔یہ بھی روایت ہے کہ اسے بہرصورت حقوق معاف ہوجائیں گے۔خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو کہا تم مجھے اپناہر حق معاف کردو،اس نے معاف کردیا،اگر صاحب حق کو علم ہے پھر تو معافی مانگنے والا قضاءً ودیانۃً(یعنی فیصلے کے اعتبار سے بھی اور عنداللہ بھی)بری ہوجائے گا اور اگر اسے علم نہیں تو بالاتفاق یہ فیصلہ ہوگا کہ وہ بری ہوگیا،رہادیانۃً(عنداللہ)تو امام محمد کے نزدیک بری نہیں ہوگا امام ابویوسف کے نزدیک بری ہوجائے گا اسی پر فتوٰی ہے انتہٰی،اس میں اعتراض ہے کہ یہ فقیہ ابواللیث کے مختار کے خلاف ہے ہوسکتاہے ان کا قول تقوٰی پر مبنی ہو۔منح الروض کاکلام ختم ہوا۔**اقول**:(میں کہتاہوں)کہ فقیہ ابواللیث کے مختار کے خلاف ہونے میں کلام ہے کیونکہ خلاصہ میں اس بارے میں گفتگو ہے کہ ایک شخص کو حقوق کا بالکل علم نہیں وہ انہیں معاف کردیتاہے اور فقیہ ابواللیث کی کلام اس میں ہے

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر بحث التوبہ وشرائطہا مصطفی البابی مصر ص۱۵۹

جعل فی حل مطلقا لم یرد خصوص مافی علمه امامن جعل فی حل من حق معلوم له فانما یذھب ذھنه الی قدر مافی علمه، واللّٰه تعالٰی اعلم۔	کہ ایک شخص کے گمان میں حقوق کی ایک مقدار جبکہ وہ در حقیقت زیادہ تھے اور ان دونوں صورتوں میں بہت بڑا فرق ہے کیونکہ جو شخص مطلقًا اپنے حقوق معاف کردیتاہے اس کا ارادہ یہ نہیں ہوتا کہ میں صرف وہ حقوق معاف کررہا ہوں جو میرے علم میں ہیں اور جو شخص کسی معین حق کو معاف کرتا ہے تواس کا ذہن اسی طرف جاتاہے کہ جتنا مجھے علم ہے اسی قدر معاف کررہاہوں۔واللّٰه تعالٰی اعلم (ت)

نیز منح الروض میں ہے:

ھل یکفیه ان یقول اغتبتك فاجعلنی فی حل أم لابد ان یبین مااغتاب؟ ففی منسك ابن العجمی لایعلمه بھا ان علم ان اعلامه یثیر فتنة، ویدل علیه ان الابراء عن الحقوق المجھولة جائز عندنا لکن سبق انه ھل یکفیه حکومة ودیانة[1] اھ مافی منح الروض **اقول:** و فی جریان الخلاف المذکور ھٰھنا نظر فان الغیبة لاتصیر من حقوق العبد مالم تبلغه واذا بلغته لم تکن من الحقوق المجھولة وقد قال فی المنح نفسه یانصه قال الفقیه ابو اللیث	کیایہ کافی ہے کہ ایک آدمی دوسرے سے کہے کہ میں نے تمہاری غیبت کی ہے مجھے معاف کردو، یایہ ضروری ہے کہ یہ بھی بتائے کہ میں نے تمہاری یہ غیبت کی ہے۔ابن العجمی کے منسک میں ہے کہ اگر یہ سمجھتاہے کہ غیبت کے تفصیلًا بتانے سے فتنہ پیداہوگا تو اس کااظہار نہ کرے،ہمارے نزدیک نامعلوم حقوق کے معاف کرنے کاجواز اس پر دلالت کرتاہے لیکن یہ بات گزرچکی ہے کہ آیا فیصلے کے اعتبار سے کافی ہے یا دیانت کے طور پراھ (اعلٰحضرت قدس سرہ، فرماتے ہیں) **اقول:** (میں کہتاہوں کہ) یہاں گزشتہ اختلاف کے جاری ہونے میں کلام ہے کیونکہ غیبت اس وقت تک بندے کا حق نہیں بنتی جب تک اسے نہ پہنچ جائے،جب پہنچ جائے تونامعلوم حقوق میں سے نہ رہے گی،خود منح الروض میں ہے کہ فقیہ ابو اللیث نے فرمایا:

[1] منح الروض الازہر شرح الفقه الاکبر بحث التوبة وشرائطھا مصطفی البابی مصر ص ۱۶۰

قد تکلم الناس فی توبة المغتابین هل تجوز من غیر ان یستحل من صاحبه؟ قال بعضهم یجوز وقال بعضهم لایجوز، وهو عندنا علی وجهین احدهما ان کان ذٰلك القول قد بلغ الی الذی اغتابه فتوبته ان یستحل منه وان لم یبلغ الیه فلیستغفر الله سبحٰنه ویضمر ان لایعود الی مثله، وفی روضة العلماء سألت ابامحمد رحمه الله تعالٰی فقلت له اذا تاب صاحب الغیبة قبل وصولها الی المغتاب عنه هل تنفعه توبة قال نعم فانه تاب قبل ان یصیر الذنب ذنبا ای ذنبا یتعلق به حق العبد لانها انها تصیر ذنبا اذا بلغت الیه، قلت فان بلغت الیه بعد توبته؟ قال لاتبطل توبته بل یغفر الله تعالٰی لهما جمیعا المغتاب بالتوبة والمغتاب عنه بما یلحقه من المشقة، لانه تعالٰی کریم ولایجمل من کرمه رد توبته بعد قبولها بل یعفو عنهما جمیعا[1] انتهی الخ۔	کہ غیبت کرنے والا صاحب غیبت (جس کی غیبت کی گئ) سے معافی مانگے بغیر توبہ کرے تو تو اس میں لوگوں نے مختلف باتیں کہی ہیں، بعض نے کہا جائز ہے اور بعض نے کہانا جائز ہے۔ ہمارے نزدیک اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) وہ بات اس شخص تک پہنچ گئ جس کی غیبت کی گئ تھی تو اس کی توبہ یہ ہے کہ اس شخص سے معافی مانگے۔ (۲) اور اگر غیبت اس شخص تک نہیں پہنچی تو اللہ تعالٰی سے مغفرت کی دعامانگے اور اپنے دل میں یہ عہد کرے کہ پھر غیبت نہیں کروں گا۔ روضۃ العماء میں ہے کہ میں نے ابو محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے پوچھا کہ اگر غیبت اس شخص تک نہیں پہنچی جس کی غیبت کی گئ تھی تو غیبت کرنے والے کے لئے توبہ فائدہ مند ہوگی؟ انہوں نے فرمایا: ہاں کیونکہ اس نے بندے کے حق کے متعلق ہونے سے پہلے توبہ کرلی ہے، غیبت بندے کا حق اس وقت ہوگی جب اس تک پہنچ جائے گی، میں نے کہا کہ اگر توبہ کے بعد اس شخص تک غیبت پہنچ جائے فرمایا کہ اس کی توبہ باطل نہیں ہوگی بلکہ اللہ تعالٰی دونوں کو بخش دے گا غیبت کرنے والے کو توبہ کی وجہ سے اور جس کی غیبت کی گئ اسے اس تکلیف کی وجہ سے جو اسے غیبت سن کر ہوئی ہے کیونکہ اللہ تعالٰی کریم ہے اس کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کسی کی توبہ قبول فرما کر رد فرمابلکہ دونوں کو بخش دے گا انتہی الخ۔ (ت)

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر بحث التوبة وشرائطها مصطفی البابی مصر ص ۱۵۹

فقیر کہتاہے غفراللہ تعالٰی لہ ایسے حقوق عظیمہ شدیدہ جن کی تفصیل بیان ہو تو صاحب حق سے معافی کی امید نہ ہو ظاہرًا مجرد اجمالی الفاظ سے معاف نہ ہو سکیں کہ وہ دلالۃً مخصوص ہیں مگر اگر ان الفاظ سے معافی چاہی کہ "دنیا بھر میں سخت سے سخت جو حق متصور ہو وہ سب میرے لئے فرض کرکے معاف کردے" اور اس نے قبول کیا تو اب ظاہرًا تمام حقوق بلاتفصیل بھی معاف ہو جائیں گے،

للنص علی التعمیم مع التنصیص بالتخصیص علی کل حق شدید عظیم والصریح یفوق الدلالۃ کما نصوا علیہ[1] فی غیر ما مسألۃ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	کیونکہ اس نے کہہ دیا ہے کہ مجھے ہر حق معاف کردے اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا ہے کہ ہر بڑے سے بڑا حق میرے بارے میں فرض کرکے معاف کردے اور تصریح دلالت پر فوقیت رکھتی ہے جیسے کہ علماء نے بہت سے مسائل میں تصریح کی ہے۔واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۶۵: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد حقوق والدین کے استاد کے حقوق کس قدر ہیں، جس استاد نے کچھ علم دینی اور دنیوی کی تعلیم حاصل کی ہو اور ان علوم کے فیضان سے منافع دنیاوی اس کو و نیز دینی حاصل ہوئے ہوں ایسے استاد کے کچھ حقوق از روئے آیہ شریفہ وحدیث صحیح سے بیان فرمائیے گا۔

الجواب:

عالمگیری میں نیز امام حافظ الدین کردری سے ہے:

قال الزندویستی حق العالم علی الجاھل وحق الاستاذ علی التلمیذ واحد علی السواء و ھو ان لا یفتتح بالکلام قبلہ ولایجلس مکانہ وان غاب ولا یرد علی کلامہ ولا یتقدم علیہ فی مشیہ[2]۔	یعنی فرمایا امام زندویستی نے کہ عالم کا حق جاہل اور استاد کا حق شاگرد پر یکساں ہے اور وہ یہ کہ اس سے پہلے بات نہ کرے اور اس کے بیٹھنے کی جگہ اس کی غیبت (عدم موجودگی) میں بھی نہ بیٹھے اور چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے۔

اسی میں غرائب سے ہے:

ینبغی لرجل ان یراعی حقوق استاذہ	آدمی کو چاہئے کہ اپنے استاذ کے حقوق وآداب کا

[1] ردالمحتار کتاب الدعوٰی داراحیاء التراث العربی بیروت ۴ /۴۳۹

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الثلاثون نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۷۳

وآدابه لایضن بشیئ من ماله [1]۔	لحاظ رکھے اپنے مال میں کسی چیز سے اس کے ساتھ بخل نہ کرے یعنی جو کچھ اسے درکار ہو بخوشی خاطر حاضر کرے اور اس کے قبول کرلینے میں اس کا احسان اور اپنی سعادت جانے۔

اسی میں تاتارخانیہ سے ہے:

یقدم حق معلمه علی حق ابویه وسائر المسلمین و یتوضع لمن علّمه خیرا ولو حرفا ولاینبغی ان یخذله ولایساثر علیه احد فان فعل ذٰلك فقد فصم عروۃ من عری الاسلام و من اجلاله ان لایقرع بابه بل ینتظر خروجه [2] اھ مختصر۔ قال الله تعالٰی: "اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُهُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ ﴿۴﴾ وَ لَوۡ اَنَّهُمۡ صَبَرُوۡا حَتّٰی تَخۡرُجَ اِلَیۡهِمۡ لَکَانَ خَیۡرًا لَّهُمۡ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۵﴾" [3]۔	یعنی استاد کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے اور جس نے اسے اچھا علم سکھایا اگرچہ ایک ہی طرف پڑھایا ہو اس کے لئے تواضع کرے اور لائق نہیں کہ کسی وقت اس کی مدد سے باز رہے، اپنے استاد پر کسی کو ترجیح نہ دے، اگر ایسا کرے گا تو اس نے اسلام کی رسیوں سے ایک رسّی کھول دی، استاذ کی تعظیم یہ ہے کہ وہ اندر ہو اور یہ حاضر ہو تو اس کے دروازہ پر ہاتھ نہ مارے بلکہ اس کے باہر آنے کا انتظار کرے اھ مختصراً۔ (اللہ تعالٰی نے فرمایا) بیشک اے حبیب! جو لوگ حجروں سے باہر کھڑے ہو کر تمہیں بلاتے ہیں ان میں سے اکثر بیوقوف ہیں وہ صبر کرتے حتی کہ تم خود بخود باہر آجاتے تو ان کے لئے بہتر تھا اللہ تعالٰی بخشنے والا مہربان ہے۔ (ت)

عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استاد علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصًا نائب حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے، ہاں اگر کسی خلاف شرع بات کا حکم دے ہرگز نہ کرے۔

لاطاعة لاحد فی معصیة الله تعالٰی [4]۔	اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہے۔ (ت)

مگر اس نہ ماننے پر بھی گستاخی وبے ادبی سے پیش نہ آئے فان المنکر لایزال بمنکر (کیونکہ

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراهیة الباب الثلاثون فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۷۸

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراهیة الباب الثلاثون فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۷۸-۳۷۹

[3] القرآن الکریم ۴۹/ ۴ و ۵

[4] مسند احمد بن حنبل بقیه حدیث الحکم بن عمر والغفاری المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۶۶

ناپسندیدہ چیز ناپسند عمل سے زائل نہیں ہوتی۔ت) نافرمانی احکام کاجواب اسی تقریر سے واضح ہوگیااس کاوہ حکم کہ خلاف شرع ہو مستثنٰی کیاجائے گا بکمال عاجزی و زاری معذرت کرے اور بچے اوراگراس کاحکم مباحات میں ہے توحتی الوسع اس کی بجا آوری میں اپنی سعادت جانے اور نافرمانی کاحکم معلوم ہوچکااس نے اسلام کی گرہوں سے ایک گرہ کھول دی۔ علماء فرماتے ہیں جس سے اس کے استاد کو کسی طرح کی ایذا پہنچے وہ علم کی برکت سے محرورم رہے گااور اگراس کے احکام واجبات شرعیہ ہیں جب تو ظاہر ہے کہ ان کالزوم اور زیادہ ہوگیاان میں اس کی نافرمانی صریح راہ جہنم ہے، **والعیاذباللہ، واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۶۶:

چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ در ضلع ہزارہ از اضلاع پنجاب دستور آنچنانست کہ اہل علم و تقوی رادر مساجد بہرامامت معین می کنند کہ ہم بمسجد نشینند واذان گویند و امامت نمایند وہرکہ از طلبہ علم آید او رادرس قرآن عظیم و علوم دینیہ دہند وچوں ایشاں را از اشتغال بحوائج خودہا باز می دارند لاجرم تکفل معیشت آناں می کنند وحسب مقدور ہدایا و نذور بخدمت ایشاں می گزارند ہم بریں معمول مردے شریف النسب کبیر السن عالم دین ورع متقی کہ از نسل پاک حضرات سادات ست بمسجدے از زمانہ دراز مقرر وکارہائے مذکورہ بحسن انتظام انجام میداد وطلبہ راقرآن وفقہ می آموخت مردے از قوم گوجر کہ دریں دیار از اراذل واجلاف معدود شوند پیشہ آبادی ترک گرفتہ راہ تعلم پیش گرفت وبریں سیدقرآن خواند وکنز وقدوری وغیرہما کتب دینیہ نیزباز ہوائے فلسفہ درسرش	کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ضلع ہزارہ میں رواج ہے کہ اہل علم و تقوی کو امامت کے لئے مقرر کرتے ہیں وہ مسجد میں رہتے ہیں، اذان کہتے ہیں امامت کراتے ہیں اور جو طالب علم آئے اسے قرآن مجید اور علوم دینیہ پڑھاتے ہیں، چونکہ وہ اپنی ضروریات پورا کرنے کی طرف توجہ نہیں دے سکتے اس لئے لوگ ان کی ضروریات پورا کرنے کا ذمہ لے لیتے ہیں اور حسب طاقت ہدیے اور نذرانے ان کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اسی طریقے پر ایک شخص شریف النسب، معمر، عالم دین، متقی، پرہیزگار جو سادات کی نسل پاک سے ہے مدت سے ایک مسجد میں مقرر تھااور مذکورہ بالاکام اچھی طرح اداکرتا تھا، طلباء کو قرآن مجید اور فقہ پڑھاتا تھا گوجر قوم (جولوگ اس علاقہ میں کم مرتبہ شمار کئے جاتے ہیں) کے ایک آدمی نے اپنا آبائی پیشہ ترک کرکے علم حاصل کرنا شروع کردیااور انہی سید صاحب سے قرآن مجید، کنز وقدوری وغیرہ کتب دینیہ پڑھیں

جنبید وبر بعضے مردمان چیزے از طبیعیات والٰہیات آناں آنچناں کہ مقرر درس ہندیان ست خواند خود را عالمی کبیر گرفت وباستاذ اول کہ معلم علم دین بود بسر کشتے برآمد و از طمع او را معلوم کہ نصیب ائمہ می شود بروے ثابت شود از منصب امامت برآوردن وخود بجائے او قیام کردن خواست وبربنائے حرفے چند کہ از علوم فلسفیہ آموختہ است خود را براں فقیہ فضل نہاد و اولٰی تر بامامت وانمود حالانکہ زنہار نہ درعلم دین ہمسنگ او بود نہ در ورع وتقوی ہمرنگ او حتی کہ از حق استاذیش منکر شد ودر ابتدائے امر قرآن وغیرہ آموختن را وقعی نہ نہاد وموجب حقوق استاذی ندانست آیا ایں چنیں کس سزائے امامت است یانہ، واگر باشد پس اولٰی بامامت آں سید ست یا ایں کس وبہر حال آیا روا باشد کہ آں پیر فقیہ شریف متقی رابے قصوری از منصب امامت برانداز وایںکس را بجالیش مقرر سازند ومعلوم ست کہ دریں اضلاع آنچنانکہ منصب امامت موجب اعزاز وکرامت ست ہمچناں درمعزولی ازاں تذلیل واہانت اگر کسے بورغلانیدن متصدی ایں کار شد شرعًا خاطی وآثم بود یا نہ؟ **بیّنوا توجروا۔**

پھر اسے فلسفے کا خبط (جنون سوار) ہوا تو کچھ لوگوں نے طبعیات والٰہیات کا ایک حصہ پڑھا جیسے کہ ہندوستان کے مدارس کا طریقہ ہے اور اپنے آپ کو بہت بڑا عالم سمجھنا شروع کردیا اور جس استاذ نے اسے علم دین پڑھایا تھا اس کا مقابلہ شروع کر دیا تھا اور آمدنی کی لالچ میں استاد کو برطرف کرواکر خود اس کی جگہ مقرر ہونے کی کوشش شروع کردی اور فلسفے کے چند مسائل پڑھ لینے کی وجہ سے اس فقیہ پر اپنی فضیلت بگھارنے لگا اور اپنے آپ کو امامت کا زیادہ حقدار دکھانے لگا حالانکہ نہ علم دین میں اس کے برابر ہے نہ تقوی وپرہیزگاری میں، حتی کہ اس کے حق استاذی کا انکار کردیا اور ابتداء میں قرآن مجید وغیرہ پڑھنے کو کچھ اہمیت نہ دی اور نہ ہی اس بناء پر اس کے حق استاذی کو تسلیم کیا، آیا ایسا شخص امامت کے لائق ہے یا نہیں؟ اور اگر امامت کے لائق ہے تو امامت کے لئے زیادہ بہتر وہ سید صاحب ہیں یا یہ شخص؟ بہر حال کیا یہ جائز ہے کہ اس معمر شریف (سید) فقیہ اور متقی کو بلاوجہ امامت سے ہٹادیں اور اس کی جگہ اس شخص کو مقرر کردیں، اور یہ واضح ہے کہ اس علاقے میں جس طرح کسی کو امامت کے لئے مقرر کرنے میں اس کی عزت ہے اسی طرح اسے امامت سے برطرف کرنے میں اس کی توہین اور بے عزتی ہے اگر کوئی شخص بہکانے پر اس کام کے درپے ہوجائے تو شرعًا گنہگار اور مجرم ہوگا یا نہیں؟ بیان فرمائیں اور اللہ تعالٰی سے اجر پائیں۔ (ت)

الجواب:

اے اللہ ! حق اور خالص صواب کی ہدایت فرما۔ جسے کوچہ علم میں گزر اور فقہ وحدیث پر نظر ہے وہ صبح کی سفیدی سے بھی واضح طور پر جانتا ہے کہ اس شخص نے اپنی ان حرکتوں سے نالائقی کا حق ادا کردیا ہے اور بے شمار وجوہ کی بناپر شریعت کے دائرے سے قدم باہر رکھ چکا ہے: **اوّل** استاذ کی ناشکری جو کہ خوفناک بلااور تباہ کن بیماری ہے اور علم کی برکتوں کو ختم کرنے والی (خداکی پناہ) دوجہان کے سردار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے: وہ آدمی اللہ تعالٰی کا شکربجانہیں لاتا جو لوگوں کاشکریہ ادانہیں کرتا (ابوداؤد وترمذی ازابوہریرہ) حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا لم یشکر الناس لم یشکر اللہ جس نے لوگوں کاشکریہ ادانہیں کیا اس نے اللہ تعالٰی کاشکرادا نہیں کیا۔ اس حدیث کوامام احمد نے مسند میں، امام ترمذی نے جامع میں، ضیانے المختارہ میں سند حسن کے ساتھ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور عبداللہ بن احمد نے زوائد المسند میں نعمان بن بشیر سے روایت کیا۔	**اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب** ہر کرا در کوچہ علم گزرے وبرفقہ وحدیث نظرے ست روشن تر از سپیدہ صبح می داند کہ آنکس بایں حرکات خودش دادِ ناحفاظیہا داد بوجوہ چند درچند قدم از دائرہ شرع بیرون نہاد **ویکے** ناسپاسی اوستاذ کہ بلائیست ہائل ودائیست قائل وبرکات علم رامزیل ومبطل والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمودہ است **لایشکر اللہ من لایشکر الناس** خدائے راشکر نہ کند آنکہ مردمان راسپاس نیارد **اخرجہ ابوداؤد و الترمذی**[1] **وصححہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ** وفرمودہ است صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم **من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ** ہر کہ مردمان را شکر نہ کرد خدائے عزوجل راسپاس نیاورد **اخرجہ احمد فی المسند والترمذی**[2] **فی الجامع والضیاء فی المختارۃ بسند حسن عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ وعبداللہ بن احمد فی زوائد المسند عن النعمان بن**

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی شکر المعروف آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۶، جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی الشکر الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۷

[2] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی الشکر الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۷، مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۳۲ و ۴/ ۲۷۸

بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہ، حق عزوجل فرماید: "لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ" [1]۔ ہر آئینہ اگر سپاس آرید بیشک بیفزایم وبیشتر بخشم شمار او اگر ناسپاسی ورزید پس بدرستیکہ عذاب من سخت ست وفرمود جلت عظمتہ "اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ" [2] بدرستیکہ خدائے دوست نمی دارد ہر بسیار واغل سخت ناسپاس را، وفرمود عزشانہ "هَلْ نُجٰزِيْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ" [3] ماکراسزا امید ہم۔ وسرورعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود من اولی معروفا فلم یجد لہ جزاء الا الثنا فقد شکرہ ومن کتمہ فقد کفر ہر کہ بادے احسانے کردہ شد واو را عوض نیافت جز آنکہ برائے محسن ثنائے نیک نمودہ پس بہ تحقیق کہ سپاس او نجا آورد وہر کہ پوشید پس بدرستیکہ کافر نعمت شد اخرجہ البخاری فی الادب المفرد وابوداؤد [4] فی السنن والترمذی فی الجامع وابن حبان فی التقاسیم والانواع والمقدسی فی المختارۃ برواۃ ثقات عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما ولفظت من اثنی فقد شکر ومن کتم فقد کفر [5]۔	اللہ تعالٰی فرماتا ہے: لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید ۝ اگر تم نے شکر ادا کیا تو بے شک میں تمہیں اور زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری اختیار کروگے تو (جان لو کہ) بیشک میرا عذاب سخت ہے۔ نیز ارشاد فرمایا: "اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ" بے شک اللہ تعالٰی ہر اترانے والے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا، یہ بھی فرمایا: "هَلْ نُجٰزِيْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ" ہم ناشکرے ہی کو بدلہ دیں گے۔ سرورعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: من اولی معروفا فلم یجد لہ جزاءً الا الثناء فقد شکرہ ومن کتمہ فقد کفر جس کے ساتھ نیکی کی گئی وہ سوائے تعریف کے محسن کے لئے کچھ نہ کرسکا تو اس نے اس کا شکریہ ادا کردیا اور جس نے اس احسان کو چھپایا وہ کافر نعمت (ناشکرا) ہوا۔ (بخاری (ادب المفرد)، ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان، مقدسی از جابر بن عبداللہ)۔ [2] دوم استاذ کے حقوق کا انکار جو کہ

[1] القرآن الکریم ۱۴/ ۷

[2] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۸

[3] القرآن الکریم ۳۴/ ۱۷

[4] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی شکر المعروف آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۷، الترغیب والترہیب الترغیب فی شکر المعروف مصطفی البابی مصر ۲/ ۷۷

[5] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۴

دوم انکار حقوقش کہ صریح خرق اجماع مسلمین بلکہ کافہ عقلاء ست وھذا غیر الکفران فانہ ترك العمل وھذا جحد الاصل کما لایخفی و تخصیص بتلمذ ابتدائے سودش ندہد کہ اجماع مطلق است و در حدیث مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آمدہ من لم یشکر القلیل لم یشکر الکثیر [1] ہر کہ اندک راشکر نہ کند بسیار راسپاس نیارد اخرجہ عبداللہ بن الامام فی الزوائد [2] باسناد لاباس بہ والبیہقی فی السنن عن نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہ وللحدیث تتمۃ وھو عند البیہقی اتم واوردہ ابن ابن الدنیا فی اصطناع المعروف مختصرا۔	مسلمانوں بلکہ تمام عقل والوں کے اتفاق کے خلاف ہے، یہ بات ناشکری سے جدا ہے کیونکہ ناشکری تو یہ ہے کہ احسان کے بدلے کوئی نیکی نہ کی جائے اور انکار یہ ہے کہ سرے سے احسان ہی کو نہ مانا جائے اور یہ کہنا کہ استاذ نے تو مجھے صرف ابتداء میں پڑھایا تھا اس شخص کے لئے کچھ مفید نہیں کیونکہ اس بات پر اتفاق ہے اور حدیث شریف "من لم یشکر القلیل لم یشکر الکثیر" جس نے تھوڑے احسان کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے زیادہ کا بھی شکر نہیں کیا۔ اس حدیث کو عبداللہ بن امام نے زوائد میں باسناد (اس میں ہرج نہیں) روایت کیا۔ اور امام بیہقی نے سنن میں نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور اس حدیث کا تتمہ ہے کہ امام بیہقی کے نزدیک اتم ہے اس کو ابن ابی الدنیا نے اصطناع المعروف میں مختصر طور پر ذکر کیا ہے۔
سوم آنکہ ایں تحقیر نکوئے واحسان است کہ تعلیم ابتدائی راجوئے تسنجید و مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود لاتحقرن من المعروف شیئا ولو ان تلقی اخاك بوجہ طلیق زنہار ہیچ نکوئے راخوار مپندار اگرچہ ایں قدر کہ برادر خود رابرائے کشادہ پیش آئی۔ اخرجہ مسلم [3] عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	۳سوم اس شخص نے نیکی کو حقیر جانا اور ابتدائی تعلیم کے احسان کی کچھ قدر نہ کی۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: لاتحقرن من المعروف شیئا ولو ان تلقی اخاك بوجہ طلیق ہر گز کوئی شخص نیکی کو معمولی نہ سمجھے گو کہ اتنی ہو کہ تو اپنے بھائی کو مسکرا کر ملے۔ اسے مسلم نے ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

[1] مسند احمد بن حنبل عن نعمان بن بشیر المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۷۸ و ۳۷۵

[2] شعب الایمان حدیث ۹۱۱۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۵۱۶

[3] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب استحباب طلاقۃ الوجہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۲۹

وفرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یانساء المسلمات لاتحقرن جارة لجارتھا ولو فِرسَنَ شاةٍ اے زنان مسلماناں ہرگز خورد وخوار نہ پندارد ہیچ زن ہمسایہ مرزن ہمسایہ خودرا یعنی ہدیہ وتصدق اگرچہ سُمِ گوسپند باشد اخرجہ الشیخان [1] عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنہ ودرحدیث دیگرآمدہ ولو بظلف محرق [2] اگرچہ سمِ سوختہ بود وتخصیص زناں ازبہر آں ست کہ سخط وکفران در طبع ایشاں بیشتر ازمردان ست سبحٰن اللہ مگر درا بتدائے کار تعلیم نصوح وتربیت روح کمتر وحقیر تراز سمِ سوختہ گوسپند ست کہ اوراوقع ندرند وحقے نہ شمارند۔ **چہارم** آنکہ ایں حقیر راجعست والعیاذباللہ تعالٰی بسوئے تحقیر قرآن ومختصرات فقہ کہ ہرکہ اینہا آموخت گویا ہیچ نیاموخت العظمۃ للہ اگر کار بالتزام کشیدی خود کفر قطعی بودے حالانکہ نہ ازاں کہ حرام اشد وخبث ابعد باشد نسأل اللہ العفو والعافیۃ علماء فرمود اند مردے صالح پسرش رامعلّی بمعلوے معین کرد ہمیں کہ فرزند سورہ فاتحہ آموخت پدر چارہزار دینار بشکر فرستاد معلم گفت ہنوز چہ دیدہ اند کہ	آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: یانساء المسلمات لاتحقرن جارة لجارتھا ولو فِرسَنَ شاةٍ اے مسلمان عورتو! کوئی عورت بھی اپنی پڑوسن کے ہدیے کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ بکری کا سُم ہی کیوں نہ ہو (بخاری ومسلم ازابوہریرہ) ایک اور حدیث میں ہے ولو بظلفِ محرق اگرچہ جلاہوا سُم ہی ہو۔ عورتوں کو خاص طور پر اس لئے فرمایا کہ ناپسندیدگی اور ناشکری میں عورتیں مردوں سے بڑھ کر ہوتی ہیں۔ سبحان اللہ! شاید اس شخص نے پرخلوص ابتدائی تعلیم اور روح کی پرورش کو جلے ہوئے سم سے بھی حقیر اور کم مرتبہ جانا کہ اسے کچھ اہمیت ہی نہیں دیتا اور نہ ہی اس کا کوئی حق شمار ہوتا ہے۔ **چہارم** خدا کی پناہ استاذ کی ابتدائی تعلیم کو حقیر جاننا قرآن مجید اور فقہ کی مختصر کتابوں کی بے ادبی کی طرف راجع ہے گویا کہ جس نے انہیں پڑھا اس نے کچھ بھی نہیں پڑھا اگروہ شخص اسے لازم پکڑتا تو معاملہ یقینا کفر کی حد تک پہنچ جاتا اب بھی یہ بات شدید حرام اور بدترین خبیث ہے۔ ہم اللہ تعالٰی سے عفو وعافیت طلب کرتے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں ایک نیک آدمی نے اپنے لڑکے کو ایک استاد کے سپرد کیا ابھی لڑکے نے سورہ فاتحہ

[1] صحیح البخاری کتاب الھبۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۴۹، صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی النفاق قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۳۱

[2] سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ باب ردالسائل نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۳۵۸

اینہا بخشیدہ اند پدر گفت زیں باز پسرم رامعلم نباشی کہ عظمت قرآن در دل نداری،**والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی۔**	پڑھی تھی کہ باپ نے چارہزار دینار شکریے کے طور پر بھیجے، استاد نے کہا ابھی آپ نے کیادیکھا ہے کہ اتنی مہربانی فرمائی، باپ نے کہا اس کے بعد میرے لڑکے کو ہرگزنہ پڑھانا کہ تمہارے دل میں قرآن مجید کی عزت ہی نہیں ہے۔**والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی۔**
پنجم آنکہ باستاذ بمقابلہ برآمدو اینہم زائد ناسپاسی ست زیراکہ اوترک شکرست وایں ایتان خلاف الاتری ان من لم یذکر النعمۃ فقد کفرھا کما اثبتنا بالاحادیث ومن قابلھا باساءۃ فقد زاد وایں در رنگ عقوق باپدرست چراکہ اوستاذ را درو زان پدر نہادہ اند لہذا مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمودہ **انما انا لکم بمنزلۃ الوالد اعلمکم۔** ہمیں ست کہ من شمارا بجائے پدرم علم می آموزم شمارا **اخرجہ احمد والدارمی و ابو داؤد**[1] **والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔** بلکہ علماء گفتہ اند حق استاذ را برحق والدین مقدم دارد کہ ازیشاں حیات بدن ست وایں سبب حیات روح ست	۵**پنجم** استاذ کامقابلہ کرنا یہ بھی ناشکری سے زائد ہے کیونکہ ناشکری تو یہ ہے کہ شکر نہ کیاجائے اور مقابلے کی صورت میں بجائے شکر کے اس کی مخالفت بھی ہے دیکھئے جو شخص احسان کو پیش نظر نہیں رکھتا اس نے احسان کی ناشکری کی ہے جیسے کہ ہم نے احادیث سے ثابت کیا جس نے احسان کے بدلے برائی کی اس لئے تو ناشکری سے بھی بڑاگناہ کیااور یہ اسی طرح ہے کہ جیسے باپ کی نافرمانی کی جائے کیونکہ استاذ کو باپ کے برابر شمار کیاگیاہے،اسی لئے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: **انما انا لکم بمنزلۃ الوالد اعلمکم** میں تمہارے لئے باپ کی حیثیت رکھتاہوں میں تمہیں علم سکھاتا ہوں۔اسے امام احمد، دارمی، ابوداؤد، نسائی،ابن ماجہ اور ابن حبان نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطھارۃ باب کراھیۃ استقبال القبلۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳، سنن النسائی باب النھی عن الاکتفاء فی استطابۃ باقل الخ نور محمد کارخانہ کتب کراچی ۱/ ۱۶، سنن ابن ماجہ باب الاستنجاء بالحجارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷

فی عین العلم یبرالوالدین فالعقوق من الکبائر یقدم حق المعلم علی حقھما فھو سبب حیٰوۃ الروح ھملخصًا[1]۔ علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالٰی در تیسیر شرح جامع صغیرمی آرد۔ من علم الناس ذاك خیر اب ذاك ابو الروح لا ابو النطف[2] وخود پیداست کہ شامت عقوق از کجا تا کجاست تا آنکہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اورا درجنب اشراک باللہ داشت واز سخت ترین کبائر انگاشت فقد اخرج الشیخان و الترمذی عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا انبئکم باکبر الکبائر ثلثا قلنا بلٰی یارسول اللہ قال الاشراك باللہ وعقوق الوالدین[3] الحدیث، وخود اگراحادیث ایں باب شمردن گیریم دفتری بالیست	بلکہ علماء فرماتے ہیں کہ استاذ کے حق کو والدین حق پر مقدم رکھنا چاہئے کیونکہ والدین کے ذریعے بدن کی زندگی ہے اور استاذ روح کی زندگی کا سبب ہے۔ عین العلم میں ہے: والدین کے ساتھ نیکی کرنی چاہئے کیونکہ ان کی نافرمانی بہت بڑا گناہ ہے اور استاذ کے حق کو والدین کے حق پر مقدم رکھنا چاہئے کیونکہ وہ روح کی زندگی کا ذریعہ ہے (ملخصًا) علامہ مناوی جامع صغیر کی شرح تیسیر میں نقل فرماتے ہیں کہ جو شخص لوگوں کو علم سکھائے وہ بہترین باپ ہے کیونکہ وہ بدن کا نہیں روح کا باپ ہے، ظاہر ہے کہ نافرمانی کی شامت کہاں تک ہے، حتی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسے شرک کے پہلو میں شمار کیا اور بدترین کبیرہ گناہ خیال فرمایا۔ امام بخاری، مسلم اور ترمذی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتادوں؟ یہ بات آپ نے تین دفعہ فرمائی۔ صحابہ نے عرض کی: فرمایئے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالٰی کے ساتھ شرک کرنا

[1] عین العلم الباب الثامن امرت پریس لاہور ص ۳۳۴ تا ۳۳۵

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث انما انا لکم بمنزلۃ الوالد مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۳۶۱

[3] صحیح البخاری کتاب الشھادات باب ماقیل فی شھادۃ الزور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۶۲، صحیح مسلم کتاب الایمان باب الکبائر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶۴، جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ ۲/ ۱۲، ابواب الشھادات ۲/ ۵۴ امین کمپنی

املا کرد۔ ششم آنکہ ایں معنی با باق غلام از آقائے خود ماناست طبرانی از ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت دارد کہ مولائے عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود **من عَلَّمَ عبدًا اٰیۃً من کتاب اللہ تعالٰی فھو مولاہُ**[1] ہر کہ بندہ را آیتے از کتاب خدا عزوجل آموخت آقائے او شد، واز امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ تعالٰی می آرند کہ فرمود **من عَلَّمَنی حرفا فقد صیرنی عبدا ان شاء باع وان شاء اعتق**[2] ہر کہ مرا حرفے آموخت پس بہ تحقیق مرا بندہ خود ساخت اگر خواہد فروشد واگر خواہد آزاد کند، وامام شمس الدین سخاوی در مقاصد حسنہ از امیر المومنین فی الحدیث شعبہ بن الحجاج رحمہ اللہ تعالٰی مے آرد کہ گفت من کتبت عنہ اربعۃ احادیث اوخمسۃ فانا عبدہ حتی اموت[3] ہر کہ از وے چار یا پنج حدیث نوشتم بندہ اش شدم تاآنکہ بمیرم بلکہ در لفظ دگر گفت **ما کتبتُ عن احد حدیثا**	اور والدین کی نافرمانی کرنا۔اور اگر اس قسم کی حدیثیں گننا شروع کردی جائیں توان کے لئے دفتر درکار ہوگا۔ **۶ششم:** یہ اسی طرح ہے جس طرح ایک غلام اپنے آقا سے بھاگ جائے، طبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی سے روایت کی کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں "**من علم عبدا اٰیۃ من کتاب اللہ تعالٰی فھو مولاہ**" جس نے کسی آدمی کو قرآن مجید کی ایک آیت پڑھائی وہ اس کاآقا ہے۔امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں **من علمنی حرفا فقد صیرنی عبدا ان شاء باع وان شاء اعتق** جس نے مجھے ایک حرف سکھایااس نے مجھے اپناغلام بنالیاچاہے تو مجھے بیچ دے اور چاہے تو آزاد کر دے۔امام شمس الدین سخاوی حدیث کے امیر المومنین شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا"**من کتبت عنہ اربعۃ احادیث او خمسۃ فانا عبدہ حتی اموت**" جس سے میں نے چار یاپانچ حدیثیں لکھیں میں اس کاتاحیات غلام ہوں بلکہ انہوں نے فرمایا"**ما کتبتُ عن احد حدیثا**

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۵۲۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸ /۱۳۲

[2]

[3] المقاصد الحسنۃ تحت حدیث ۱۱۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۴۲۱

الا و کنت لہ عبدا ماحیی[1] یعنی از ہر کہ یک حدیث نوشتہ ام مدۃ العمر اورا بندہ ام۔ وایں احادیث وروایات آں زعم باطل رانیز از بیخ برمی کند کہ تعلیم ابتدائی راقدرے ندانست وخود معلوم ست کہ اباق از مولی کبیرہ ایست عظمی تا آنکہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آبق راکافر گفتہ است کما رواہ مسلم[2] عن جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ تعالٰی عنہ و ناپذیراشدن نمازش دراحادیث کثیرہ واردست کحدیث مسلم[3] عنہ وحدیث الترمذی عن ابی امامۃ و حدیث الطبرانی وابن خزیمۃ وابن حبان عن جابر و حدیث الحاکم والمعجمین الاوسط والصغیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم کلھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والسردیطول۔ ھفتم خود رابراوستاذ فضل می نہد وایں خلاف ماموراست اخرج الطبرانی فی الاوسط وابن عدی فی الکامل عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تعلموا العلم وتعلموا	الا و کنت لہ عبدا ماحیی" جس سے میں نے ایک حدیث لکھی میں اس کا عمر بھر غلام رہاہوں۔ یہ حدیثیں اور روایتیں اس باطل خیال کو جڑ سے اکھیڑ دیتی ہیں کہ ابتدائی تعلیم کی کیاقدر ہے اور واضح ہے کہ آقا سے بھاگ جانا بہت بڑاگناہ ہے حتی کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بھاگنے والے غلام کو کافر فرمایا ہے جیسے کہ امام مسلم نے جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا بھاگنے والے غلام کی نمازوں کا نامقبول ہونا بہت سی حدیثوں میں وارد ہے جیسے کہ امام مسلم نے جریر بن عبداللہ سے امام ترمذی نے ابوامامہ سے طبرانی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حضرت جابر سے حاکم معجم اوسط اور معجم صغیر نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی تمام روایات کے نقل کرنے سے طوالت پیدا ہوگی۔ ۷ھفتم اپنے آپ کو استاذ سے افضل قرار دیتاہے اور یہ خلاف مامور ہے طبرانی نے اوسط میں اور ابن عدی نے کامل میں ابوہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں تعلموا العلم وتعلموا

[1] المقاصد الحسنۃ تحت حدیث ۱۱۵۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۴۲۱

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب تسمیۃ العبد الآبق کافرًا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۸

[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب تسمیۃ العبد الآبق کافرًا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۸

للعلم السکینة والوقار وتواضعوا لمن تعلمون منه [1] علم آموزید وبہر علم سکون ومہابت آموز وپیش استاذ کہ شمارا تعلیم کردہ است تواضع وفروتنی ورزید بخرداں سعادتمند اگر بر اوستاذ چربند ہم ازبرکت وفیض اوستاذ دانند وبیشتر از پیشتر روئے بر خاک پالیش مالند،

ع کاخرای بادصبا ایں ہمہ آوردہ تست

وبیخرداں شریر دادند چوں سرپنجہ توانائی یابند بر پدر پیر بسرہنگی شتابند وسراز خط فرمانش تابند زود بینی کہ چوں بہ پیری رسند کیفر کفران از دست خود چشند کما تدین تدان ولعذاب الاٰخرة اشد وابقی۔

ہشتم آنکہ علماء فرمودہ اند از حق اوستاذ برشاگرد آنست کہ برفراش او نہ نشیند اگرچہ اوستاذ حاضر نہ باشد، فی ردالمحتار حاشیة الدرالمختار عن منح الغفار عن الفتاوی البزازیة عن الامام الزندویستی قال حق العالم علی الجاھل وحق الاستاذ علی التلمیذ واحد علی السواء وھو ان لایفتتح الکلام قبله ولایجلس مکانه وان غاب

للعلم السکینة والوقار وتواضعوا لمن تعلمون منه علم سیکھو اور علم کے لئے ادب واحترام سیکھو، جس استاذ نے تجھے علم سکھایا ہے اس کے سامنے عاجزی اور انکساری اختیار کرو عقلمند اور سعادت مند اگر استاذ سے بڑے بھی جائیں تو اسے استاذ کا فیض اور اس کی برکت سمجھتے ہیں اور پہلے سے بھی زیادہ استاذ کے پاؤں کی مٹّی پر سر ملتے ہیں ع

آخر اے بادِ صبا! سب تیرا ہی احسان ہے

بے عقل اور شریر اور ناسمجھ جب طاقت وتوانائی حاصل کرلیتے ہیں تو بوڑھے باپ پر ہی زور آزمائی کرتے ہیں اور اس کے حکم کی خلاف ورزی اختیار کرتے ہیں جلد نظر آجائے گا کہ جب خود بوڑھے ہوں گے تو اپنے کئے ہوئے کی جزا اپنے ہاتھ سے چکھیں گے، جیسا کروگے ویسا بھروگے، اور آخرت کا عذاب سخت اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔

۸ **ہشتم** علماء فرماتے ہیں کہ استاذ کا شاگرد پر یہ بھی حق ہے کہ استاذ کے بستر پر نہ بیٹھے اگرچہ استاذ موجود نہ ہو، درمختار کے حاشیہ ردالمحتار میں منح الغفار سے انہوں نے فتاوٰی بزازیہ سے انہوں نے امام زندویستی سے نقل کیا کہ عالم کا حق جاہل پر اور استاذ کا حق شاگرد پر برابر ہے کہ اس سے پہلے بات نہ کرے اس کی جگہ نہ بیٹھے اگرچہ وہ موجود نہ ہو اور اس کی

[1] المعجم الاوسط حدیث ۶۱۸۰ مکتبۃ المعارف ریاض ۷ /۱۰۵، الکامل لابن عدی ترجمہ عباد بن کثیر الثقفی دارالفکر بیروت ۴ /۱۶۴۲

ولایرد علیه کلامه ولایتقدم علیه فی مشیه [1] پس چگونہ روا باشد کہ اوستاذ را بزور از منصبش افگنند وخود بجایش برآمدہ لافہا زنند حالانکہ از مجلس تا معاش واز منصب تا فراش فرقے کہ ہست پیدا است۔	بات کو رَد نہ کرے اور چلنے میں اس سے آگے نہ ہو، لہٰذا کس طرح جائز ہوگا کہ استاذ کو طاقت کے ذریعے اس کے مرتبے سے گرا کر خود اس کی جگہ بیٹھا جائے اور لافیں ماری جائیں حالانکہ بیٹھنے کی جگہ اور معاش میں اسی طرح بستر اور مرتبے میں واضح فرق ہے (یعنی جب استاذ کی جگہ اور اس کے بستر پر بیٹھنا نہیں چاہئیے تو اس کے ذریعہ معاش اور مرتبے کو چھیننا کس طرح درست ہوگا)
نہم ہمچنیں فرمودہ اند کہ تلمیذ را در رفتن وسخن گفتن بر اوستاذ تقدم وسبقت نمی رسد کما سمعت اٰنفا پس چساں گوارا آید کہ اورا بالجبر پستر نمایند وخود پیشی وبیشی گرفتہ بر منصہ امامت برآیند۔	۹نہم اسی طرح علماء نے فرمایا ہے کہ شاگرد کو بات کرنے اور چلنے میں استاذ سے آگے نہیں بڑھنا چاہئے جیسے کہ ابھی گزرا، پھر یہ کس طرح درست ہوگا کہ اوستاذ کو مجبور کرکے پیچھے ہٹادیا جائے اور خود منصب امامت سنبھال لیا جائے۔
دھم آنکہ سید موصوف گو اوستاذ ایں کس مباش اما آخر مسلما نیست وایں کار کہ فلاں خواست بالبداہت موجب ایذائے اوست وایذائے مسلم بے وجہ شرعی حرام قطعی قال اللہ "اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا۝" [2] آنانکہ آزار دہند مردان مومن وزنان مومنہ را بے جرم پس بہ تحقیق کہ	۱۰دھم سید موصوف اگرچہ اس شخص کے استاذ نہ ہوں آخر مسلمان تو ہیں اور یہ کام جو اس شخص نے اختیار کیا ہے واضح ہے اس میں سید صاحب کی تکلیف ہے اور مسلمان کو بغیر کسی شرعی وجہ کے تکلیف دینا قطعی حرام ہے اللہ تعالٰی نے فرمایا: "اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا۝" وہ لوگ جو ایماندار مردوں

[1] ردالمحتار مسائل شتّٰی دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۵۸۱

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷

بہتان وگناہ آشکارا بر خود بر داشتند، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماید **من اٰذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ** ہر کہ مسلمانے را آزار داد مرا اذیت رسانید وہر کہ مرا اذیت رساند حق تعالٰی را ایذا کرد، اے وہر کہ او سبحانہ را ایذا کرد پس سرانجام ست کہ بگیرد او را **اخرجه الطبرانی فی الاوسط**[1] **عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه بسند حسن**، وامام اجل رافعی از سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ روایت کرد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود **لیس منّا من غش مسلما اوضرہ اوما کرہ**[2] از گروہ مانیست آنکہ بدغا بدی مسلمانے خواہد یا باوضررے رساند یا باوے بمکر پیش آید واحادیث دریں باب بسیار است بحیث لا مطمع فی الاستقصاء۔ **یازدھم** آنکہ ایں معنی موجب تذلیل آں مسلمان ست کما بیّن السائل ومصطفٰی فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم **من اذلّ عندہ مؤمن فلم ینصرہ وھو یقدر علی ان ینصرہ اذلّه اللہ علی رؤس الاشھاد یوم القیٰمة** یعنی ہر کہ پیش او	اور عورتوں کو بغیر کسی جرم کے تکلیف دیتے ہیں بے شک انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے ذمّے لے لیا۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ جس نے مسلمان کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالٰی کو تکلیف دی یعنی جس نے اللہ تعالٰی کو تکلیف دی بالآخر اللہ تعالٰی اسے عذاب میں گرفتار فرمائے گا۔ طبرانی نے اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن روایت کیا۔ وامام اجل رافعی نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا **ولیس منّا من غش مسلما اوضرہ اوما کرہ** یعنی وہ شخص ہمارے گروہ میں سے نہیں ہے جو مسلمان کو دھوکا دے یا تکلیف پہنچائے یا اس کے ساتھ مکر کرے، اس بارے میں بے شمار حدیثیں ہیں۔ "**یازدھم** یہ بات اس مسلمان کی بے عزتی کا سبب ہے جیسے کہ سوال کرنے والے نے بیان کیا اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: من اذلّ عندہ مؤمن فلم ینصرہ وھو یقدر علی ان ینصرہ اذلّه اللہ علی رؤس الاشھاد یوم القیامة یعنی جس شخص کے

[1] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴ /۳۷۳

[2] التدوین فی اجناد قزوین باب الشین زیارات حرف ش بیروت ۳ /۸۷

تذلل مسلمانے کردہ شود واو باوصف قدرت قیام بنصرت ننماید حق جل وعلا او را روز قیامت برملا ذلیل ورسوا فرماید اخرجه الامام احمد[1] عن سهل بن حنيف رضی الله تعالٰی عنه باسناد حسن العظمة لله چوں سکوت برتذلیل مسلم باعث چنیں عذاب مولم ست قیاس می باید کرد کہ خود بہ تذلیلش پرداختن ودر وجہ اعزازی کہ او را پیش مسلماناں ست بے وجہ رخنہ انداختن چہ قدر موجب عتاب وغضب رب الارباب باشد والعیاذ باللہ۔	سامنے کسی مسلمان کی بے عزتی کی جائے اور طاقت کے باوجود اس کی امداد نہ کرے تو قیامت کے دن اللہ تعالٰی اسے برملا ذلیل ورسوا کرے گا۔ اسے امام احمد نے سہیل بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا، تمام عظمتیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں۔ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مسلمان کی بے عزتی کو دیکھ کر خاموش رہنا ایسے عذاب کا باعث ہے تو خود اسے ذلیل کرنے کے درپے ہونا اور جس مرتبہ کی وجہ سے اسے مسلمانوں کے نزدیک عزت حاصل ہو اس میں رخنہ اندازی کی کوشش کرنا کس قدر عذاب اور اللہ تعالٰی کے غضب کا سبب ہوگا۔
دوازدھم آنکہ شناعت حسد خود نہ چنانست کہ محتاج بیان ست واگرہیچ نبودے جز آنکہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمودہ است لایجتمع فی جوف عبد الایمان والحسد بهم نشود در دل بندہ ایمان وحسد اخرجه ابن حبان فی صحیحه[2] و من طریقه البیهقی عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه۔ وفرمودہ است صلی الله تعالٰی علیه وسلم ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب او قال	۱۲ **دوازدھم** حسد (یہ کوشش کرنا کہ کسی کا مرتبہ چھن جائے) کی برائی محتاج بیان نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: لایجتمع فی جوف عبد الایمان والحسد آدمی کے دل میں ایمان اور حسد جمع نہیں ہوتے۔ اس ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور بیہقی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب وقال

[1] مسند احمد بن حنبل عن سهل بن حنیف المکتب الاسلامی بیروت ۳ /۴۸۷

[2] موارد الظمأن کتاب الجهاد حدیث ۱۵۹۷ المطبعة السلفیه ص ۳۸۵، شعب الایمان حدیث ۶۶۰۹ دار الکتب العلمیة بیروت ۵ /۲۶۷

العشب دور باشید از حسد کہ می خورد حسنات راچنانکہ میخورد آتش ہیزم رایافرمود گیاہ را۔ اخرجه ابوداؤد والبیهقی[1] عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه، وابن ماجة وغیرہ عن انس رضی الله تعالٰی عنه ولفظه الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب[2] الحدیث۔ ودر مسند الفردوس از معاویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مرویست کہ سیدعالم صلی اللہ تعالٰی عنہ فرمود الحسد یفسد الایمان کما یفسد الصَّبِر العسل[3] حسد تباہ می کند ایمان راچنانکہ تباہ میکند صَبِر شہد را، وصَبِر بفتح صاد کسر باء عصارہ درختیست بہ تلخی معروف باز حسد نیست جزآنکہ از کسے زوال نعمتی خواہند کما عرفه بذٰلك العلماء پس بخودی خود قیام بازالہ آں نمودن پیداست کہ وبال ونکالش تاکجار سیدنی ست۔

سیزدھم آنکہ شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بکمال رحمت وعنایتے کہ برحال مسلمانان دارد روا نداشتہ است کہ خطبہ برخطبہ مسلمانے کنند یاسوم برسوم وے نمایند

العشب حسد سے دور رہو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ ایندھن کو، یافرمایا گھاس کو کھا جاتی ہے (ابوداؤد وبیہقی از ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ ابن ماجہ وغیرہ از انس رضی اللہ تعالٰی عنہما)۔

مسند الفردوس میں معاویہ ابن حیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: الحسد یفسد الایمان کما یفسد الصَّبِر العسل حسد ایمان کو اسی طرح تباہ کردیتا ہے جس طرح صَبِر شہد کو تباہ کردیتا ہے۔ صَبِر، صاد پر فتحہ اور باء کے نیچے کسرہ ایک درخت کا انتہائی کڑوا نچوڑ ہے پھر حسد اسے کہتے ہیں کہ کسی کی نعمت کے چھن جانے کی آرزو کی جائے جیسے کہ علماء نے حسد کی تعریف کی ہے، پھر کسی کی نعمت کو ختم کرکے خود اس کی جگہ پہنچنے کی خواہش کا وبال کہاں تک ہوگا۔

۱۳ **سیزدھم** نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مسلمانوں کے ساتھ بے حد شفقت ہے اس کے باوجود آپ نے اس بات کو جائز نہ رکھا کہ ایک مسلمان نے کسی عورت کو نکاح کا پیغام

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الحسد آفتاب عالم پریس لاہور ۲ /۳۱۶، شعب الایمان حدیث ۶۶۰۸ دار الکتب العلمیة بیروت ۵ /۲۶۶

[2] سنن ابن ماجه ابواب الزهد باب الحسد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۰

[3] کشف الخفاء بحواله الدیلمی عن معاویة بن حیدة حدیث ۱۱۲۹ دار الکتب العلمیة بیروت ۱ /۳۱۷

اخرج الائمة احمد والشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لایخطب الرجل علٰی خطبۃ اخیہ ولایسوم علی سومہ[1]۔وفی الباب عن عقبۃ بن عامر وعن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھم یعنی یکے می خرد وبائع ومشتری برچیزے تراضی کردہ اند دیگرے آید وبہا افزاید وخود ببرد یا یکے مرد زنے را خواستگاری کردہ است ورائے بر تزویج قرار بگرفتہ دیگرے برخیزد وسیبے انگیزد ومخطوبہ او رابحبالہ خود کشید ایں ھمہ ممنوع وناروا است حالانکہ دریں صور تنہا محض قرار داد ست نہ حصول پس چساں حلال باشد کہ بر مسلمانے دست تعدی دراز نمایند وازوے نعمت موجودہ حاصلہ بربایند ایں خود ستم صریح است ومصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود الظلم ظلمۃ یوم القیٰمۃ ستم تاریکیہاست روز قیامت اخرجہ البخاری ومسلم[2]	دے رکھا ہو تو دوسرا بھی دے دے یا ایک آدمی سودا کر رہا ہو دوسرا بھی سودا کرنے لگ جائے (امام احمد، بخاری ومسلم از ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ) حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: لایخطب الرجل علی خطبۃ اخیہ ولایسوم علی سومہ۔اس سلسلہ میں عقبہ بن عامر اور ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی روایت ہے یعنی ایک آدمی کوئی چیز خرید رہا ہے خریدار اور فروخت کنندہ دونوں راضی ہوچکے ہیں ایک اور آدمی زیادہ قیمت دے کر وہ چیز لے جاتا ہے یا ایک مرد نے کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے رکھا ہے اور دونوں رضا مند ہوچکے ہیں ایک اور آدمی کسی طریقے سے اس عورت کے ساتھ نکاح کرلیتا ہے یہ سب ناجائز اور ممنوع ہے حالانکہ ان صورتوں میں صرف رضامندی تھی کچھ حاصل نہ ہوا تھا، جب یہ ناجائز ہے تو یہ کس طرح جائز ہوگا کہ کسی کو ایک نعمت حاصل ہو اور اس پر زیادتی کرکے اس نعمت کو چھین لیا جائے، یہ صریح ظلم ہے۔نبی اکرم

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع ۱/ ۲۸۷ وکتاب الشروط ۱/ ۳۷۶ قدیمی کتب خانہ کراچی، صحیح مسلم کتاب النکاح باب تحریم الجمع بین المرأۃ وعمتھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵۳، مسند احمد بن حنبل عن ابی ھریرۃ المکتب الاسلامیۃ بیروت ۲/ ۵۰۸ و ۵۲۹

[2] صحیح البخاری ابواب المظالم باب الظلم ظلمات یوم القیٰمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۳۱، جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی الظلم امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۴

والترمذی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما وبسندہ است قول او سبحٰنہ وتعالٰی " اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۸﴾ "[1]۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔	صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: الظلم ظلمٰت یوم القیٰمۃ ظلم قیامت کے روز کئی اندھیروں کے برابر ہوگا (بخاری، مسلم، ترمذی از ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما) اس کے لئے اللہ تعالٰی کا یہ فرمان کافی ہے " اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۸﴾ " ظالموں پر خدا کی لعنت۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔
چہاردھم آنکہ ایں مسلمان کہ باوے ایں چنیں بدیہا میرود بالخصوص پیر وکبیر السن ست وسید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود لیس منّا من لم یرحم صغیرنا ویعرف شرف کبیرنا از مانیست ہر کہ مہر نکند برخورد ما وبزرگی نشناسد بہر کلاں مااخرجہ احمد والترمذی والحاکم[2] عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن بل صحیح وفرمودے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیس منّا من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا یعنی بر روش ما نیست ہر کہ برخوردان رحم ومر پیراں راتوقیر نکند اخرجہ الاولان	۱۴ **چہاردھم** خاص طور پر یہ برائیاں جس مسلمان کے ساتھ کی جارہی ہیں بوڑھا اور معمّر ہے، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: لیس منّا من لم یرحم صغیرنا ویعرف شرف کبیرنا وہ ہم میں سے نہیں جو بچوں پر مہربانی نہیں کرتا اور بزرگوں کی عزت کو نہیں پہچانتا (امام احمد، ترمذی، حاکم از عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما) یہ بھی فرمایا: لیس منّا من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا وہ شخص ہمارے طریقے پر نہیں جو بچوں پر مہربانی نہیں کرتا اور بڑوں کی عزت نہیں کرتا (امام احمد، ترمذی،

[1] القرآن الکریم ۱۱ /۱۸

[2] مسند احمد بن حنبل عن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۲ /۱۸۵ و ۲۲۲، جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی رحمۃ الصبیان قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۱۴، المستدرک للحاکم کتاب الایمان دارالفکر بیروت ۱ /۶۲

وابن حبان عن ابن عباس[1] رضی اللہ تعالٰی عنہما و اسنادہ حسن وبنحوہ للطبرانی فی العجم الکبیر عن واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ وفرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیس منّا من لم یرحم صغیرنا ولم یعرف حق کبیرنا ولیس منّا من غشنا ولایکون المؤمن مؤمنا حتی یحب للمؤمنین مایحب لنفسہ یعنی ازمانیست ہرکہ برخورد سالاں شفقت ومرسال خورداں راحق نشناسد ونہ آنکہ مومناں راخیانت کند ومسلمان مسلماں نمی شود تاآنکہ ہمہ مومنین راہماں خواہد کہ از بہرجان خود میخواہد اخرجہ الطبرانی[2] فی الکبیر عن ضمیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ باسناد فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان من اجلال اللہ تعالٰی اکرام الشیبۃ المسلم الحدیث، از تعظیم خداست بزرگ داشتن مسلمان سپید موی اخرجہ ابوداؤد[3] عن ابی موسٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ **پانزدھم** آنکہ پیر بالتخصیص علم دینی دارد وباعلما بد بودن وبدی نمودن	وابن حبان از ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما وطبرانی از واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ) یہ بھی فرمایا: لیس منّا من لم یرحم صغیرنا ولم یعرف حق کبیرنا ولیس منا من غشنا ولایکون المؤمن مؤمنا حتی یحب المؤمنین ما یحب لنفسہ وہ ہم میں سے نہیں جو بچوں پر شفقت نہیں کرتا اور بڑوں کا حق نہیں پہچانتا، اور وہ شخص جو مومنوں کے ساتھ خیانت کرتا ہے اور آدمی اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک دوسروں کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے (طبرانی از ضمیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ) نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ان من اجلال اللہ تعالٰی اکرام ذی الشیبۃ المسلم اللہ تعالٰی کی تعظیم میں سے یہ بھی ہے کہ سفید بالوں والے مسلمان کی عزت کی جائے۔ (ابوداؤد از ابوموسٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ) ۱۵ **پانزدھم** وہ معمر بالخصوص علم دین سے بہرور ہے اور علماء کے ساتھ براہونا اور ان کے

[1] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی رحمۃ الصبیان امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۴، مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۵۷، المعجم الکبیر حدیث ۱۲۲۷۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۴۴۹

[2] المعجم الکبیر عن ضمرہ بن ابی ضمرۃ حدیث ۸۱۵۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۳۰۹

[3] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب تنزیل الناس منازلھم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۹

نچنداں برست کہ بگفتن آید، سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماید لیس من امتی من لم یجل کبیرنا ویرحم صغیرنا ویعرف لعالمنا حقه از امت من نیست آنکہ تعظیم نکند بزرگ مارا و شفقت ننماید خورد مارا و حق نشناسد عالم مارا اخرجه احمد[1] فی المسند والحاکم فی المستدرك و الطبرانی فی الکبیر عن عبادة بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنه بسند حسن، وفرمود صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ثلثة لایستخف بحقهم الا منافق ذوالشیبة فی الاسلام وذوالعلم وامام مقسط سہ کسانند کہ سبک نگیرد حق ایشاں را مگر منافق یکے آنکہ دراسلام مویش سپید شد، دوم عالم، سوم پادشاہ عادل اخرجه الطبرانی[2] عن ابی امامة رضی اللہ تعالیٰ عنه بطریق حسنها الترمذی لغیر هٰذا المتن۔	ساتھ برائی کرنا اتنا برا ہے کہ بیان نہیں کیا جاسکتا سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لیس من امتی من لم یجل کبیرنا ویرحم صغیرنا ویعرف لعالمنا حقه وہ شخص میری امت میں سے نہیں جو ہمارے بڑے کی تعظیم نہیں کرتا او رہمارے بچے پر مہربانی نہیں کرتا اور ہمارے عالم کا حق نہیں پہچانتا (امام احمد، حاکم، طبرانی فی الکبیر از عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ثلثة لایستخف بحقهم الامنافق ذوالشیبة فی الاسلام و ذوالعلم وامام مقسط تین شخص ہیں جن کے حق کو صرف منافق خفیف سمجھتا ہے (۱) وہ مسلمان جس کے بال سفید ہوچکے ہوں (۲) عالم (۳) عادل بادشاہ (طبرانی نے اس حدیث کو ایسی سند سے روایت کیا جسے امام ترمذی نے ایک اور حدیث روایت کرتے ہوئے حسن قرار دیا)
شانزدهم آنکہ ایں ذی علم بالخصوص سیدست و تعظیم ایں نسل طاہر ونسب فاخر از اہم واجبات وایذائے آناں و بدخواہی ایشاں از اشد موبقات در حدیث ابوالشیخ	۱۶ **شانزدھم** بالخصوص وہ عالم سید ہیں او ران کی دشمنی سخت ہلاکت کا سبب ہے ابوالشیخ ابن حبان اور دیلمی کی روایت میں ہے: من لم یعرف حق عترتی والانصار

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبادہ بن الصامت المکتب الاسلامی بیروت ۵ /۳۲۳، الترغیب والترہیب بحوالہ احمد والطبرانی والحاکم الترغیب فی اکرام العلماء المصطفی البابی مصر ۱ /۱۱۴

[2] المعجم الکبیر عن ابی امامة حدیث ۷۸۱۹ المکتبة الفیصلیة بیروت ۸ /۳۳۸

ابن حبان و دیلمی آمدہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود **من لم یعرف حق عترتی و الانصار والعرب فھم لاحدی ثلث اما منافق واما ولد زانیۃ واما اِمرُؤ حملت بہ امہ لغیر طھر**[1]۔ ہر کہ نشناسد حق آل من وحق انصار واہل عرب آن بہر یکے از سہ وجہ است یامنافق ست یاچہ زنا یامردی کہ ماد رش باودر ایام بے نیای بارور شدہ است۔ **واخرج ابن عساکر وابونعیم عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ ایضا یرفعہ الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اٰذی شعرۃ منی فقد اذانی ومن اذانی فقد اٰذی اللہ**[2]، **زاد ابونعیم فعلیہ لعنۃ اللہ ملء السماء وملءالارض**[3] یعنی سید عالم فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر کہ از من موئ (یعنی ادنٰی متعلقے) راایذا داد پس بہ تحقیق مرا آزار رسانید وہر کہ مراآزار رسانید پس بدرستی کہ حق عزوجل را اذیت کرد پس بروئ نفرین خداست بُپری آسمان وبُپری زمین واحادیث درجلال عترت طاھرہ وتاکید حقوق آنہا خیمہ بسرحد تواتر زدہ است، و	والعرب فھم لاحدی ثلث اما منافق واما ولد زانیۃ واما اِمرُؤ حملت بہ امہ لغیر طھر جو شخص میری آل، انصار اور اہل عرب کا حق نہیں پہچانتا وہ یا تومنافق ہے یاحرامزادہ، یااس عورت کا بچہ ہے جو بے نمازی کے دنوں میں حاملہ ہوئی ہو۔ ابن عساکر اور ابونعیم نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں **من اٰذی شورۃ منی فقد اذانی ومن اذانی فقد اٰذی اللہ**، **زاد ابونعیم فعلیہ لعنۃ اللہ ملء السماء وملء الارض** یعنی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میرے ایک بال (یعنی معمولی سا تعلق رکھنے) کو تکلیف دی بے شک اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی اس پر زمین وآسمان کے بھرنے کے برابر خدا کی لعنت، آل پاک کی عترت اور ان کے حقوق کی تاکید کے متعلق حدیثیں حدِ تواتر کو

[1] الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۵۹۵۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۶۲۶

[2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی بن ابی طالب حدیث ۳۴۱۵۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۹۵

[3] کنز العمال بحوالہ کر وابن المغفل حدیث ۳۵۳۵۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۳۴۹

باللہ التوفیق۔ **ہفدھم** آنکہ چوں سید موصوف حسب تصریح سائل ہم بعلم وہم بتقوٰی وہم بسن دہم بنسب اجل وافضل ست مستحق بکرامت امامت وتعظیم تقدیم ہموں است کہ ایں ہرچہار از وجوہ احقیت ست کما صرح بہ فی تنویر الابصار وغیرہ عامۃ الاسفار پس منازعتش باوے صراحۃً برخلاف حکم شرع ست "وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ" [1]۔ **ہژدھم** آنکہ ایں کس میخواہد کہ علم خود را ذریعہ تحصیل دنیا کند ودر حدیث مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آمدہ است من اکل بالعلم طمس اللہ علی وجھہ و ردّہ علی عقبیہ وکانت النار اولٰی بہ یعنی ہرکہ علم راذریعہ جلب مال نماید حق عزوجل روئے اورا مسخ فرماید واُو را برہردو پاشنہ اش، باز گرداند وآتش دوزخ باوسزاوارتر باشد اخرجہ الشیرازی [2] فی الالقاب عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ ودر حدیث دیگرست کہ فرمود صلی اللہ	پہنچی ہوئی ہیں وباللہ التوفیق۔ **ہفدھم** جب سید صاحب موصوف سائل کے کہنے کے مطابق علم وتقوٰی عمراور نسب میں اعلٰی اور افضل ہیں تو وہی امامت کی عزت وتعظیم کے لائق ہے اور یہ چاروں باتیں امامت کے زیادہ حقدار ہونے کا سبب ہیں جیسے کہ تنویرالابصار وغیرہ فقہ کی بڑی بڑی کتابوں میں تصریح ہے پس ایسے شخص کے ساتھ جھگڑا شریعت کے حکم کے خلاف ہے اور جو اللہ تعالٰی کی قائم کی ہوئی حدوں سے پھاند گیا اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ ۱۸ **ہژدھم** یہ شخص چاہتا ہے کہ اپنے علم کو دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ بنائے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث شریف میں ہے: من اکل بالعلم طمس اللہ وجھہ وردّہ علی عقبیہ وکانت النار اولٰی بہ جو شخص علم کو دنیا کمانے کا ذریعہ بناتا ہے اللہ تعالٰی اس کے چہرے کو بگاڑ دے گا اور اسے اس کی ایڑیوں پر واپس لوٹا دے گا اور دوزخ کی آگ اس کے زیادہ لائق ہے (شیرازی نے القاب میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی)۔ دوسری حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۱

[2] کنزالعمال بحوالہ شیرازی فی الالقاب حدیث ۲۹۰۳۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۶

تعالٰی علیه وسلم ومن ازداد علماً ولم یزدد فی الدنیاً زھدا لم یزدد من اللہ الا بعدا ہر کہ در علم افزود ودر دنیا بے رغبتی نیفزود ازخدا نیفزود مگر دوری اخرجه الدیلمی عن علی رضی اللہ تعالٰی عنه[1] واحادیث دریں باب بسیار ست۔	تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: من ازداد علماً ولم یزدد فی الدنیاً زھدا لم یزدد من اللہ الا بُعدا جس شخص نے علم زیادہ حاصل کیا لیکن دنیا سے بے رغبتی زیادہ نہ ہوئی اسے اللہ تعالٰی سے دوری کے سوا کچھ نہ ملا (دیلمی از حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ) اس بارے میں بے شمار حدیثیں وارد ہیں۔
نوزدھم آنکہ حرفے چند از فلسفہ مزخرفہ آموختن واندک فضلہ از کفار سفسطہ بگدیہ اندوختن پیش او گرامی کاریست بدیع ومنیع باعث فخر وشرف رفیع کہ بربنالیش خود راازاں سید فقیہ افضل واولٰی تر بامامت می انگارد حالانکہ ایں علوم فلاسفہ اعنی طبیعیات والٰہیات آنہاکہ مملو ومشحون ست ازضلالاتِ شنیعہ وبطالات فظیعہ تا آنکہ درو ے انبارہاست ازکفر وشرک وانکار ضروریات دین وخروارہا از مضادّت قرآن ومحادّت فرمان انبیاء ومرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین، وقد فصّلنا بعضھا عنقریب فی رسالتنا سمّیناھا "مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید" اقمنا فیھا الطامة الکبرٰی علی المتھورین من متفلسفی الزمان وباللہ التوفیق و	**۱۹نوزدھم** وہ شخص جس کے نزدیک ملمع شدہ فلسفہ سیکھنا اور کافروں کی بیہودگی کے باقیماندہ حصے کو گداگری کے ذریعے جمع کرنا بہت بڑا کام ہے اور فخر و ناز کا باعث ہے جس کی بناپر اپنے آپ کو اس سید فقیہ سے امامت کے زیادہ لائق سمجھتا ہے حالانکہ فلسفیوں کے یہ علوم یعنی طبیعیات اور الٰہیات جو بد ترین گمراہیوں سے پُر ہیں حتی کہ ان میں کفرو شرک اور ضرورت دین کے انکار کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں اور بہت سی باتیں قرآن مجید اور انبیاء ومرسلین کے ارشادات کے مخالف ہیں جیسا کہ ہم نے بعض باتوں کی تفصیل اپنے رسالے "مقامع الحدید علی خدالمنطق الجدید" (جدید منطق کے منہ پر لوہے کے گرز) میں کی ہے ہم نے اس میں اس زمانے کے فلسفے کے دعویداروں پر قیامت قائم کردی ہے ان

[1] الفردوس بمأثور الخطاب عن علی حدیث ۵۸۸۷ دارالکتب العلمیة بیروت ۳ /۶۰۲

علیه التکلان قطعًا ازعلوم محرمه است فی الدر المختار اعلم ان تعلم العلم یکون فرض عین(الی ان قال)وحراما وهو علم الفلسفة والشعبذة و التنجیم والرمل وعلوم الطباعین والسحر [1]۔وعلامہ زین بن نجیم مصری رحمہ اللہ تعالٰی دراشباہ والنظائر فرماید العلم قدیکون حراما وهو علم الفلسفة[2] الخ، علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی در فتاوٰی خودش فرمود ماکان منه (ای من الطبیعی)علی طریق الفلاسفة حرام[3]۔ وہمدران ست اما الاشتغال بالفلسفة والمنطق فقد افتی بتحریمه ابن الصلاح وشنع علی المشتغل بهما واطال فی ذٰلك ویجب علی الامام اخراج اهلهما من مدارس الاسلام وسجنهم وکف شرهم قال وان زعم انه غیر معتقد لعقائدهم فان حاله یکذبه[4] ببیں چساں روشن وسپید میگوید کہ فلسفہ حرام ست وبر بادشاہ اسلام واجب کہ اہل آں را ازمدارس اسلام بیروں کند وزنداں فرماید تاشر آنہا	علوم کا(بغیر تردید کے)پڑھنا قطعًا حرام ہے درمختار میں ہے: بیشک علم کاپڑھنافرض عین ہے، یہاں تک کہ انہوں نے فرمایا اور کبھی علم کاپڑھنا حرام ہوتاہے جیسے کہ علم فلسفہ، شعبدہ، نجوم، رمل، حکمت، طبعیہ اور جادو۔علامہ زین بن نجیم مصری رحمہ اللہ تعالٰی اشباہ والنظائر میں فرماتے ہیں: علم کاپڑھنا کبھی حرام ہوتاہے جیسے کہ فلسفہ،علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں: حکمۃ طبعیہ کاجو حصہ فلاسفہ کے طریقے پر ہو اس کاپڑھنا حرام ہے،اسی میں ہے:ابن صلاح نے فلسفے اور منطق کی حرمت کافتوٰی دیااور انہیں پڑھنے والے پر سخت طعن و تشنیع کی اور اس بارے میں طویل گفتگو کی بادشاہ اسلام پر واجب ہے کہ ایسے لوگوں کواسلامی مدارس سے نکال کرقید کردے اور ان کے شر کے دروازے کوبند کردے اگرچہ ان کاخیال یہ ہوکہ ہم فلاسفہ کے عقائد کے قائل نہیں کیونکہ ان کی حالت خود انہیں جھٹلارہی ہے اگرفلاسفہ کے عقائد کوپسند نہیں کرتا توفلسفے کاپابند کیوں ہے کبھی ایسا بھی دیکھاہے کہ انسان

[1] درمختار مقدمة الکتاب مطبع مجتبائی دہلی ۶/۱

[2] الاشباہ والنظائر الفن الثالث ادارۃ القرآن کراچی ۲۵۸/۲

[3] فتاوٰی حدیثیه مطلب یجوز علم التنجیم مطبعة الجمالیة مصر ص۳۵

[4] الفتاوٰی الفقهیة باب الاستنجاء دار الکتب العلمیة بیروت ۵۰/۱

بسلماناں نرسد ومرد متفلسف کہ دریں جہالات مسمّٰی بعلم توغل دارد وعمری گزارد اگر دعوی کند کہ من بدل عقائد آنہا راجائے ندادہ ام خود حال او بہر تکذیب او بسند ست کہ اگر نہ پسند ست چراپائے بند ست ہیچ دیدہ انساں ہر چیزے راکہ دشمن دارد باختیار خود باوے عمر گزارد وشبہا باوے سحر کند ومدتہا چنگ بدامنش زند وبحصولش غلغلہ تفاخر افگند وکلّہ گو شہا بر آسمان شکند حاش ﷲ ایں ہمہ علامات رضاوایثارست ورنہ با دشمن ساعتی بسر بردن شوارست یاغراب البین لیت بینی و بینك بعد المشرقین ایں ست تقریر کلامش برحسب مرامش رحمہ اللہ تعالٰی وماذکرہ فی الفلسفة صحیح و من ثم قال الاوزاعی رحمہ اللہ تعالٰی تحریمھا ھو الصحیح الصواب واماماذکرہ فی المنطق الفلاسفة ھو الذی یحرم الاشتغال بہ ویدل لذلك قولہ کف شرھم وقولہ ومعتقد لعقائدھم[1] ھ ملتقطا وفیہ طول کثیر۔

ایک چیز کو ناپسند رکھنا جو پھر اپنی مرضی سے اپنی تمام عمر اس میں صرف کردے، راتیں اس کے پیچھے گزار دے اور مدتوں اس کے ساتھ وابستہ رہے اور اس کے حاصل کرنے پر فخر کرے ہر گز نہیں، یہ سب پسندیدگی کی علامتیں ہیں ورنہ دشمن کے ساتھ ایک لحظہ گزارنا بھی مشکل ہوتا ہے جدائی کے کوسے (دین سے دور کرنے والے) کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب کا فاصلہ ہوتا، علامہ نے فلسفہ کے متعلق جو فرمایا وہ صحیح ہے اسی لیے امام اوزاعی نے فرمایا فلسفے کا حرام ہونا درست ہے۔ رہا منطق کا مسئلہ توفلاسفہ کا منطق پڑھنا حرام، علامہ کا کلام خود اس طرف اشارہ کررہی ہے (کیونکہ ان کے منطق میں ان کے مذہب کے مطابق مثالیں درج ہوتی تھیں کچھ دور نہیں تھا کہ ان کے بار بار تکرار سے ذہن میں بیٹھ جائیں ۱۲)

فقیر میگویم واللہ سبحٰنہ یغفرلی از اول دلیل بر تحریم وتفلسف وتقبیح حالش حدیثی ست کہ امام عبدالرحمان دارمی در سنن خودش از سیّدنا

فقیر کہتا ہے کہ فلسفے کے حرام ہونے اور اس کے برائی کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام ابو عبدالرحمان دارمی نے سنن میں سیدنا جابر

[1] الفتاوٰی الفقھیة باب الاستنجاء دارالکتب العلمیة بیروت ۱/ ۵۰

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت کردہ ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بنسخۃ من التوٰرۃ فقال یا رسول اللہ ھذہ نسخۃ من التوٰرۃ فسکت فجعل یقرأ و وجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتغیر فقال ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ ثکلتك الثواکل ماتری مابوجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فنظر عمر الٰی وجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبیا فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والذی نفس محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیدہ لوبدا لکم موسٰی فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولوکان حیاً وادرك نبوتی لاتبعنی[1]۔ یعنی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ پیش سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نسخہ از توریت آورد وعرضداشت کہ یارسول اللہ ایں نسخہ ایست از توریت سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے کہ: ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بنسخۃ من التوٰرۃ فقال یارسول اللہ ھذہ نسخۃ من التوٰرۃ فسکت فجعل یقرأ و وجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتغیر فقال ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ ثکلتك الثواکل ماتری مابوجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فنظر عمر الٰی وجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبیا فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والذی نفس محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیدہ لوبدا لکم موسٰی فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولوکان حیاً وادرك نبوتی لاتبعنی۔ یعنی عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں توراۃ کا ایک نسخہ لائے اور عرض کی: یارسول اللہ! یہ توراۃ کا ایک نسخہ ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی

[1] سنن الدارمی باب مایتقی من تفسیر حدیث النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیث ۴۴۱ نشر السنۃ ملتان ۱/ ۹۵

پاسخ نداد وسکوت فرمود عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ خواندن گرفت وچہرہ مبارک سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم از حالی بحالی گردید بجہت شدت غضب وعمرازیں معنی آگاہی نداشت تا آنکہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ گفت اے عمر ترا بگریند زنان گریہ کنان نمی بینی حالتیکہ در روئے مبارک سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پیداست آنگاہ عمر نظر بالا کرد وجانب چہرہ اقدس دید فورًا گفت بخدا پناہ میبرم از غضب خدا ورسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پسندیدم خدائے را پروردگار واسلام را دین ومحمد را نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وازیں کلمہا غضب سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرو مے نشست پس سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود بخدائے کہ جان محمد بقبضہ قدرت اوست اگر ظاہر شود شما موسٰی علیہ السلام وشما اتباع او کنید ومرا بگزارید ہرآئینہ راہ راست گم کردہ باشید واگر موسٰی بدنیا بودے وزمانہ ظہور نبوتم دریافتی بدرستی کہ مرا پیروی کردی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حالا چشم انصاف کشادنی ست توریت کہ کلام الٰہی ست وقرآن بہ تصدیقش نازل محض بوجہ اختلاط تحریفات کارش بجائے رسید کہ قرائتش چنداں موجب غضب سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایں فلسفہ ملعونہ بکفرو

علیہ وسلم خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا، عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پڑھنا شروع کردیا، سرورعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا چہرہ مبارک شدت غضب کی وجہ سے ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف بدل رہا تھا، حضرت عمر فاروق کو اس کی خبر نہ تھی کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: اے عمر! تجھے رونے والی عورتیں روئیں تم نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چہرہ انور کی حالت نہیں دیکھ رہے۔ تب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور کے چہرہ انور کو دیکھا اور فورًا کہا اللہ تعالٰی اور اس کے رسول کے غضب سے خدا کی پناہ ہم اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم پر موسٰی علیہ السلام ظاہر ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع کرتے تو راہ راست سے بھٹک جاتے اور اگر موسٰی علیہ السلام دنیامیں ہوتے اور میری نبوت کے ظہور کے زمانے کو پاتے تو میری پیروی کرتے۔ اب انصاف کی آنکھ کھولنی چاہئے کہ توراۃ کلام الٰہی ہے اور قرآن مجید نے اس کی تصدیق کی ہے لیکن صرف اس بناء پر کہ اس میں تحریف ہوچکی ہے اس کا پڑھنا سرورعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اس قدر ناراضگی کا سبب بنا، یہ مردود فلسفہ جو کہ کفروضلالت

ضلال مشحونہ کہ جہلی چنداست برہم نستہ وراہ دین برخدامش بستہ دربقہ یقین ازگلوئے شان گسستہ العزۃ للّٰہ چہ جائے آں دارد کہ او را اجر عظیم پندارند وعمرہا نظر بروے گمارند وتخم وداد ش بدلہا کارند با اینہمہ سلامت روند غضب اشد را مستحق نشوند لا واللّٰہ لایکون ولوکرہ المبطلون باز احمد در مسند وبیہقی در شعب الایمان از جابر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ چناں آوردہ اند کہ عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ باقدس بارگاہ عالم پناہ سید عالم صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم حاضر آمد وبعرض قدسی رساند کہ انا نسمع احادیث من یھود تعجبنا افتری ان نکتب بعضھا ما از یہود حدیثہا می شنویم کہ ماراخوش می آید آیا بروانگی باشد کہ چیزے ازانہا بنویسیم سید عالم فرمود صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم امتھوکون انتم کما تھوکت الیھود و النصارٰی آیا متحیر ید در دین اسلام وکمال وتمام واغنائے تام او کہ دراحادیث دیگراں طمع دارید چنانکہ یہود ونصارٰی در دین خود متحیر شدند وبرعلم الٰہی قناعت ناکردہ دراں وآں فتادن ودرقیل وقال زدند لقد جئتکم

سے بھرا ہوا اور جہالتوں کا مجموعہ ہے اور جس نے دین کے خادموں کے لئے دین کا راستہ بند کیا ہوا ہے اور فلسفیوں نے دین کی زنجیر اپنے گلے سے اتار پھینکی ہے وہ کب اس لائق ہے کہ اس کا بہت بڑا ثواب گمان کیا جائے اور عمریں اس پر صرف کردی جائیں اور اس کی محبت کو دل میں جگہ دی جائے اس کے باوجود محفوظ رہیں اور شدید غضب کے مستحق نہ ہوں بخدا اس طرح نہیں ہوسکتا اگرچہ جھوٹے اسے پسند نہ کریں۔امام احمد نے مسند میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت جابر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سرور دوجہاں صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوئے کہ انا نسمع احادیث من یھود تعجبنا افتری ان نکتب بعضھا ہم یہودیوں سے کئی ایسی باتیں سنتے ہیں جو ہمیں اچھی لگتی ہیں کیا ہمیں اجازت ہے کہ ہم ان میں سے کچھ باتیں لکھ لیا کریں، نبی اکرم صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: امتھوکون انتم کما تھوکت الیھود والنصارٰی کیا تم دین اسلام کے مکمل اور کافی ہونے میں متحیر ہو کہ دوسروں کی باتوں کی طرف توجہ دیتے ہو جیسے کہ یہودی اور عیسائی اپنے مذہب میں متحیر ہوگئے اور اللّٰہ تعالٰی کے دئے ہوئے پر اکتفانہ کرکے اِدھر اُدھر مصروف ہوگئے لقد جئتکم

بھا بیضاء ونقیۃ من ایں ملت وشریعت راسپید وروشن وصاف وپاکیزہ آوردہ ام کہ نہ ہیچ شبہہ رادر ودخلی نہ باوے سوئے چیزے دگرحاجتی ولوکان موسٰی حیا ماوسعہ الا اتباعی[1]۔ وخود یہود واحادیث آنہا چہ لائق التفات باشد اگر موسٰی ہم بدنیا بودے اورانیز جزپیری من گنجائش نداشتی صلی اللہ تعالٰی علیک وسلم ومعلوم ست کہ احادیثکہ ہمچو عمرراخوش آید رضی اللہ تعالٰی عنہ زنہار مخالف ملت ومنافی شریعت نباشد با اینہمہ نہی نمودند وامت رابراستغناء بشرع مطہر ازہمہ اغیارش دلالت فرمودند فکیف کہ دامن کفار یونان گیرند وبحر صافی را پس پشت انداختہ درتیہ ضلالت بتلخی میرند لایاتی ذٰلک الامن سفہ نفسہ۔ بالجملہ ضرور فلسفہ وضلال متفلسفہ از شمس ازھر وازامس اظہر پس درتحریمش ارتیاب نکند مگر مریض القلب ضعیف الایمان والعیاذ باللہ وعلیہ التکلان بیاتا عنان بمطلب گردانیم متفلسف مذکوراین حرام علماء راذریعہ تفاخرو	بھا بیضاء نقیۃ میں تمہارے پاس یہ واضح اور پاکیزہ شریعت لایاہوں کہ اس میں نہ تو شک وشبہہ کی گنجائش ہے اور نہ کسی اور چیز کی ضرورت ولوکان موسٰی حیا ما وسعہ الا اتباعی اگر موسٰی علیہ السلام دنیامیں ہوتے توانہیں بھی میری پیروی کے سواچارہ نہ ہوتا۔ظاہر ہے کہ جو باتیں عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ ایسی شخصیت کوپسندآتی ہوں وہ ہرگز شریعت کے مخالف نہ ہوں گی،اس کے باوجود حضور نے منع فرمایااور بتادیا کہ شریعت مطہرہ کے ہوتے ہوئے کسی اور چیز کی ضرورنہیں،یہ کس طرح جائز ہوگا کہ صاف وشفاف دریا (شریعت مقدسہ) کو پس پشت ڈال کر یونان کے کافروں کا دامن تھاما جائے اور گمراہی کے جنگل میں مصیبت کی موت مول لی جائے یہ وہی شخص کرسکتاہے جس نے اپنے آپ کو حقیر و ذلیل بنادیاہو۔الحاصل یہ فلسفے کانقصان اور فلسفے کے دعویداروں کی گمراہی گزشتہ دن اور سورج سے زیادہ ظاہر ہے لہٰذااس کی حرمت میں صرف وہی شخص شک کرے گا جس کادل بیمار اور ایمان کمزور ہو،نعوذ باللہ من ذالک۔آیئے تاکہ اصل مطلب کی طرف

[1] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ احمد و بیہقی فی الشعب باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۰،مسند احمد بن حنبل عن جابر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳ /۳۸۷،شرح السنۃ للبغوی باب حدیث اہل الکتاب المکتب الاسلامی بیروت ۱۰ /۲۷۰

وسیلہ تفضیل وباعث تقدیم درمناجات رب جلیل دانست پیداست کہ کدام تحسین بالاتر ازیں باشد وایں معنی العیاذ باللہ پہلو بکفرزند چنانکہ علماء درفروع کثیرہ تنصیص کردہ اند وامام عبدالرشید بخاری تلمیذ امام اجل ظہیری وامام فقیہ النفس قاضی خان رحمہم اللہ تعالٰی درخلاصہ فرماید **من قال احسنت لماھو قبیح شرعا اوجودت کفر** [1] یارب مگر متفلسفان بر خویشتن نمی بخشایند کہ ہرفعل محرم بس ناکردہ زبان بتکبرو تفاخرے کشایند

"**كَلَّا بَلْ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾**" [2]، **ونسأل اللہ العافیۃ۔**

توجہ دیں کہ مذکورہ بالا شخص، فلسفے کا دعویدار اس چیز پر فخر کرتا ہے کہ بناء بریں اپنے آپ کو فضیلت والا اور امامت کے زیادہ لائق سمجھتا ہے جسے علماء نے حرام کہا ہے واضح ہے کہ اس سے بڑھ کر اس حرام فعل کی تعریف وتحسین اور کیا ہو سکتی ہے **نعوذباللہ من ذٰلك** اس میں تو ایک پہلو کفر کا بھی نکلتا ہے چنانچہ علماء نے بہت سے مسائل میں تصریح کی ہے، امام اجل ظہیری اور امام فقیہ النفس قاضیخاں کے شاگرد امام عبدالرشید بخاری رحمہم اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: خلاصہ میں ہے کہ **من قال احسنت لماھو قبیح شرعا اوجودت کفر** (جس شخص نے شرعی قبیح کے مرتکب کو کہا کہ تونے اچھا کیا تو وہ کافر ہوگیا) بارالٰہا! شاید یہ فلسفے کے دعویدار اپنے اوپر رحم نہیں کرتے کہ حرام فعل کی بناء پر فخر اور تکبر کرتے ہیں، ہاں ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی سیاہی چھاچکی ہے۔

بستم آنکہ فضل تفلسف رابر فضل تفقہ ترجیح دادن کہ ادعائے اولویت بامامت رامنشاء ومنزع ہمون تواند بود متضمن تحقیر علم دین ست **کما لایخفی** وتحقیر بروجہ صریح کفر قطعی ست اینجا چوں

۲۰**بستم** فلسفے کی فضیلت کو ترجیح دینا (فقہ کی فضیلت پر) کیونکہ امامت کے زیادہ لائق ہونے کے دعوٰی کی یہی وجہ ہو سکتی ہے اس میں ضمناً علم دین کی توہین ہے جیسے کہ ظاہر ہے اور علم دین کی صراحۃً توہین کفر ہے یہاں چونکہ

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحا وکنایۃ مصطفی البابی مصر ص۱۸۹

[2] القرآن الکریم ۸۳ /۱۴

پائے تضمن درمیان ست نزاع لزوم والتزام عیان ست کما بیناہ فی مقام الحدید وللہ الهادی الی المسلك السدید۔ این بست وجہ است، نجیح ووجیہ مفید فقیہ ومبید سفیہ کہ بر نہج ارتجال بحال استعجال سپرد خاتمہ نمودہ شد ومانا کہ اگر غوری رود وجوہ دیگر منجلی شود اما ہمیں قدر پسند ست و تطویل ممل نا پسند حالا مسلماناں نگہ کنند کہ شرع مطہر امامت فاسق رانہ پسندیدہ تا آنکہ بسیارے از علماء امامتش رامکروہ تحریمی قریب حرام وآناں راکہ بتقدیمش بردارند مبتلائے اثام گفتہ اند علامہ ابراہیم حلبی رحمہ اللہ تعالٰی درشرح کبیر منیہ عبارت فتاوٰی الحجۃ نقل کردہ میفرماید فیه اشارة الی انهم لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم لعدم اعتنائه بامور دینه وتساهله فی الاتیان بلوازمه فلایبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلٰوة وفعل ماینافیها بل هو الغالب بالنظر الی فسقه ولذا لم تجز الصلٰوة خلفه اصلًا عند مالك وروایة عن احمد[1]، وہمیں است ارشاد امام زیلعی در تبیین الحقائق	یہ بات ضمناً آگئی ہے اس لئے یہی کہا جائے گا کہ علم دین کی توہین لازم آئی ہے اس شخص نے اس کا التزام نہیں کیا (اس لئے کفر کا قول نہیں کیا جائے گا) جیسے کہ ہم نے "مقامع الحدید" میں بیان کیا۔ یہ بیس ۲۰ عمدہ اور بہترین وجہیں فقیہ کے لئے مفید اور بیوقوف کے لئے تباہ کن قلم برداشتہ فی البدیہ لکھ دی گئی ہیں، اگر مزید غور کیا جائے تو اور وجوہ بھی ظاہر ہو سکتی ہیں تاہم انہیں پر اکتفاء کیا جاتا ہے زیادہ کی ضرورت نہیں۔ اب مسلمانوں کو غور کرنا چاہئے کہ شریعت مقدسہ نے فاسق کی امامت کو پسند نہیں کیا حتی کہ بہت سے علماء نے اسے مکروہ تحریمی اور حرام کے قریب فرمایا ہے اور ایسے شخص کو امام بنانے والوں کو گناہ عظیم کا مبتلا قرار دیا ہے، علامہ ابراہیم حلبی کبیر شرح منیہ میں فتاوٰی حجہ سے نقل کرکے فرماتے ہیں: اس میں اشارہ ہے کہ فاسق کو امام بنانے والے گنہ گار ہوں گے، کیونکہ اسے امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ وہ امور دین کا چنداں خیال نہیں کرتا اور شریعت کے لازمی امور کے ادا کرنے میں سستی سے کام لیتا ہے کچھ بعید نہیں کہ وہ نماز کی بعض شرطوں کو بھی ترک کردے اور نماز کے مخالف کوئی کام کر بیٹھے بلکہ اس کے فسق کے پیش نظر غالب یہی گمان ہے اسی لئے امام مالک کے نزدیک اس کے پیچھے نماز بالکل جائز نہیں۔ تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق

[1] غنیة المستملی شرح منیة المصلی فصل فی الامامة سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۴۔ ۵۱۳

شرح کنزالدقائق۔ وعلامہ حسن شرنبلالی در مراقی الفلاح شرح متن خودش نورالایضاح ذکر کردش وعلامہ سید احمد طحطاوی در حاشیہ مراقی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سبحٰن اللہ چوں امامت فاسق بفسق واحدا رانوبت بانیجا رسیدست ایں کسے کہ وجوہ عدیدہ از فسق جمع کردہ کہ ازانہا بعضے روئے بسوئے کفر آوردہ والعیاذ باللہ ہیچ محل آں باشد کہ امام کردن او روا دارند یادرحرمت اقتدایش نزاعی آرند گیرم کہ نماز پس فاسق وجہ حلت دارد اما کسیکہ درنفس اسلامش خلاف راگنجایشے باشد کیست کہ امامت او را حلال انگارد[1] الاتری ان فی تقدیمہ تعظیمہ وھو حرام عند الشرع بالقطع معہذا علماء ما از امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کردہ اند کہ امامت متکلمان جائز نیست اگرچہ باعتقاد صحیح باشند کما نقلہ الامام الاجل الھندوانی والزاھدی صاحب القنیۃ والمجتبٰی والامام البخاری صاحب الخلاصۃ والامام العلامۃ المحقق حیث اطلق فی الفتح[2] وہمیں معنی فتوائے امام اجل شمس الائمہ حلوائی رحمۃ اللہ

میں امام زیلعی کے ارشاد کا بھی یہی مطلب ہے۔ علامہ حسن شرنبلالی نورالایضاح کی شرح مراقی الفلاح میں اور علامہ سید احمد طحطاوی نے حاشیہ مراقی میں بھی اسی طرح فرمایا سبحان اللہ جب اس شخص کی امامت درست نہیں جس میں ایک فسق پایا جاتا ہو تو اس شخص کو امام بنانا کس طرح درست ہوگا جس میں کئی وجہ سے فسق پایا جاتا ہے اور بعض وجہیں کفر تک پہنچاتی ہیں (نعوذ باللہ من ذلک) کیا کچھ گنجائش ہے کہ علماء ایسے شخص کے امام بنانے کو جائز رکھیں یا اس کی اقتداء کے ناجائز ہونے میں کچھ اختلاف کریں یہ درست ہے کہ فاسق کے پیچھے نماز ہونے کی ایک صورت ہے لیکن جس شخص کے اسلام ہی میں اختلاف پایا جاتا ہو اس کی امامت کو کون حلال گمان کرے گا کیا تجھے خبر نہیں کہ اسے امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور وہ شرعاً قطعی طور پر حرام ہے اس کے باوجود ہمارے علماء امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ متکلمین کی امامت جائز نہیں اگرچہ ان کا عقیدہ صحیح ہو جیسے کہ امام اجل ہندوانی زاہدی صاحب قنیہ و مجتبٰی امام بخاری صاحب خلاصہ اور ابن ہمام صاحب فتح القدیر نے نقل کیا، امام الائمہ شمس الائمہ حلوائی کے فتوٰی میں

[1] فتح القدیر کتاب الصلٰوۃ باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۴

[2] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الصلٰوۃ الفصل الخامس مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۱۴۹

تعالٰی علیہ بخط مبارک کش یافتہ اند کما نص علیہ فی الخلاصۃ وایں روایت راہمہ ائمہ ممدوحین بقبول وتقریر گرفتہ اند ودر توضیح مراد وتنقیح مفاد طرق عدیدہ رفتہ محو کلام اکثرے آنست کہ اینجا مراد بمتکلم کسے ست کہ درفنون کلامیہ زائد برحاجت توغل دارد ودر تکثیر شکوک وشقاشق عقلہ عمر عزیز ضایع برد افاد ذٰلك الامام الهندوانی وعلامہ عبدالغنی نابلسی درحدیقہ ندیہ شرح محمدیہ گوید المروی عن ابی یوسف رحمہ اللّٰه تعالٰی ان امامۃ المتکلم وان کان بحق لاتجوز محمول علی الزائد علی قدر الحاجۃ والمتوغل فیہ کما قیل من طلب الدین بالکلام تزندق ولایرید المتکلم علی قانون الفلاسفۃ لانہ لایطلق علی مباحثھم علم الکلام لخروجہ عن قانون الاسلام و ھو من اجزاء الحد، کما فی البزازیۃ[1]، پس امامت متفلسفان اولٰی واجدر بعدم جواز ست کمالایخفٰی، بالجملہ شرع مطہر زنہار نہ پسندد کہ سید موصوف را

جو ان کے خط مبارک سے پایا گیا یہی بات لکھی ہے جیسے کہ خلاصہ میں ہے اس روایت کو تمام ائمہ کاملین نے قبول کیا اور اس کی مراد مختلف طریقوں سے بیان فرمائی ہے، اکثر اس طرف گئے ہیں کہ اس جگہ متکلم سے مراد وہ شخص ہے جو علم کلام کے مختلف فنون میں ضرورت سے زیادہ انہماک رکھتا ہو اور شکوک وشبہات کی کثرت میں عمر عزیز کو ضائع کردے، یہ مطلب امام ہندوانی نے بیان فرمایا، علامہ عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں کہ امام ابویوسف سے جو یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ متکلم اگرچہ صحیح عقائد رکھتا ہو اس کی امامت ناجائز ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ضرورت سے زیادہ علم کلام میں توجہ اور توغل رکھتا ہو اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے جیسے کہا گیا ہے کہ جس نے کلام کے ذریعے علم دین کو طلب کیا وہ زندیق ہوگیا متکلم سے امام ابویوسف کی مراد وہ شخص نہیں جو فلاسفہ کے قانون پر کلام کرتا ہو کیونکہ فلسفیوں کی بحثوں کو علم کلام نہیں کہا جاتا کیونکہ وہ تو قانون اسلام ہی سے خارج ہیں اور یہ اجزاء حد میں سے ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے جب علم کلام میں غلو کرنے والوں کے پیچھے نماز ناجائز ہے تو فلسفے کے دعویداروں کے پیچھے بطریق اولٰی ناجائز ہوگی

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النوع الثانی من الانواع الثلثۃ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۳۲

باوصف چنیں فضائل واستحقاق کل از منصب امامت بہ آرند وایں کس راباآنہمہ معاصی ومناہی وذواہی وتباہی بجایش بردارند لاجرم ہرکہ بایں کار واجب الانکار پردازد شریک آں متفلسف باشد در اثم ومعاونش در ایذا وظلم مستخف بشان سیادت وعلم ومورد بسیاری از شنائع مذکورۃ الصدر کمالایخفی علی المنشرح الصدر واللہ الھادی فی کل ورد وصدر حضرت حق جل وعلافرماید

"وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ"[1] وہمد گرمکنید برگناہ وستم۔ وحاکم وعقیلی وطبرانی وابن عدی وخطیب بغدادی باسانید خود ہا از عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہماروایت کنند کہ جناب سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم می فرمایند من استعمل رجل من عصابۃ وفیھم من ھو ارضی للہ منه فقد خان اللہ ورسوله والمؤمنین[2] یعنی ہرکہ مردی را ازجماعتی برکارے از کارہائے ایشاں نصب کرد ودر ایشاں کسے ست کہ پسندیدہ ترست

جیسا کہ مخفی نہیں۔

الحاصل شریعت مطہرہ ہرگز پسند نہیں کرے گی کہ سید موصوف کو اتنے فضائل اور مستحق ہونے کے باوجود منصب امامت سے برطرف کردیا جائے اور اس شخص کو تمام گناہوں ممنوع حرکتوں کے باوجود ان کی جگہ مقرر کردیا جائے یقینا جو شخص یہ ناپسندیدہ کام کرے گا وہ گناہ اور اس کی امداد، ایذا، ظلم، شان سیادت اور علم کی توہین اور بہت ساری سابقہ قباحتوں میں فلسفے کے اس دعویدار کا شریک ہوگا جیسے کہ صاحب شرح صدر پر مخفی نہیں، اللہ تعالٰی فرماتا ہے "وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" گناہ وظلم میں ایک دوسرے کی امداد نہ کرو۔ حاکم، عقیلی، طبرانی، ابن عدی اور خطیب بغدادی نے اپنی سندوں سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: من استعمل رجلا من عصابته وفیھم من ھو ارضی اللہ منه فقد خان اللہ ورسوله والمؤمنین جو شخص ایک جماعت میں سے کسی آدمی کو ان کے کسی کام پر مقرر کرتا ہے حالانکہ ان لوگوں میں اس سے زیادہ

[1] القرآن الکریم ۵/۲

[2] المستدرك للحاکم کتاب الاحکام دار الفکر بیروت ۴/ ۹۲، الضعفاء الکبیر ترجمہ ۲۹۵ حسین بن قیس دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۴۸

از وے نزد خدا پس تحقیق او خیانت کرد خدا و رسول و مسلماناں را واخرج ابو یعلٰی عن حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہ یرفعہ الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایما رجل استعمل رجلا علی عشرۃ انفس وعلم ان فی العشرۃ افضل ممن استعمل فقد غش اللہ وغش رسول وغش جماعۃ المسلمین [1]۔ علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالٰی در شرح تیسیر شرح جامع صغیر زیر حدیث اول گوید من استعمل رجلا من عصابۃ ای نصبہ علیہم امیرا وقیما او عریفا او اماما للصلٰوۃ [2] امام بخاری در تاریخ وابن عساکر از ابو امامہ باہلی وطبرانی در معجم کبیر از مرثد غنوی رضی اللہ تعالٰی عنہما راویند کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماید (وھذ حدیث ابی امامۃ) ان سرکم ان تقبل صلٰوتکم فلیؤمکم خیارکم [3] اگر شمارا خوش آید کہ نماز شمار مقبول شود باید کہ شمارا بہترین شما امامت کند دارقطنی وبیہقی از عبد اللہ	مقبول بارگاہ الٰہی آدمی موجود ہے تو اس نے اللہ ورسول اور مسلمانوں کی خیانت کی ابو یعلٰی نے حذیفہ بن یمان سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص دس آدمیوں کی جماعت پر ایک شخص کو مقرر کیا حالانکہ اسے علم ہے کہ ان دس آدمیوں میں مقرر شدہ آدمی سے افضل موجود ہے تو اس نے اللہ ورسول اور مسلمانوں سے خیانت کی، علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں سابقہ حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ من استعمل رجلا من عصابتہ یعنی جس شخص نے کسی آدمی کو ایک جماعت کا امیر یا محافظ یا نمائندہ یا نماز کا امام بنادیا حالانکہ اس سے زیادہ مقبول الٰہی موجود تھے تو وہ خائن ہے، امام بخاری نے تاریخ میں، ابن عساکر نے ابو امامہ باہلی سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں مرثد غنوی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان سرکم ان تقبل صلٰوتکم فلیؤمکم خیارکم اگر تمہیں پسند ہے کہ تمہاری نماز مقبول ہو تو ایسا شخص امام بنے جو تم میں سے افضل ہو،

[1] کنز العمال بحوالہ ع عن حذیفہ حدیث ۱۴۶۵۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶ /۱۹

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث من استعمل رجلا الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲ /۳۹۶

[3] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر حدیث ۲۰۴۳۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۷ /۵۹۶، کنز العمال بحوالہ طب حدیث ۲۰۴۳۴ ک ۲۰۴۳۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۷ /۵۹۷، المعجم الکبیر حدیث ۷۷۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۲۰ /۳۲۸

ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت دارند، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماید **اجعلوا ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم**[1] بہتران خودرا امام کنید کہ ایشاں سفیر شمایند میان شما وپروردگار شما عزوجل **وفی الباب عن واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ اخرجہ الطبرانی فی المعجم الکبیر۔**

الحاصل **خلاصہ حکم** آنست کہ ایں کس از بدترین فسّاق وفجّار ست وبوجوہ چند درچند تعزیر شدید راسزوار واماتش ممنوع وناروا بلکہ مسلماناں را از صحبتش احتراز اولٰی وزنہار رخصت نباشد کہ آں سیّد فقیہ را از امامت برانداز ند وایں متفلسف سفیہ رابجایش مقرر وموقر سازند کہ متصدی ایں کار شود خود واجب التعزیر وگنہ گار شود تقدیم کو وامامت از کجابلکہ ایں کس رامی شاید کہ از شناعات مذکورہ خود باز آید داغ کفران از جبینش وفلسفہ ملعونہ راوداع گوید وبر فضل علم وبزرگی حقش ایمان آرد تکلف وتفلسف وتشدق تصلف راقبیح پندارد وشنیع انگارد واز سرنوکلمہ طیبہ اسلام خواند وبعدازاں تجدید نکاح بتقدیم رساند **فان ذٰلک ھو الاحوط کما**

دار قطنی اور بیہقی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **اجعلوا ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم** اپنے بہترین آدمی کو امام بناؤ کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان نمائندے ہیں۔اس بارے میں طبرانی نے معجم کبیر میں واثلہ بن الاسقع سے بھی روایت کی ہے۔

خلاصہ جواب: یہ شخص بدترین فاسق وفاجر ہے اور بے شمار وجوہ کی بناء پر سخت سزا کا مستحق ہے اس کی امامت ناجائز اور ممنوع ہے اور مسلمانوں کو اس کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہئے اور ہرگز اجازت نہیں کہ اس سید فقیہ کو امامت سے برطرف کیا جائے اور فلسفے کے اس دعویدار بیوقوف کو اس کی جگہ مقرر کیا جائے جو شخص اس کام کے درپے ہوگا خود اس کے لئے سزا ضروری ہے بلکہ اس شخص کو چاہئے کہ مذکورہ بالا خرابیوں سے باز آئے اور ناشکری کا داغ اپنے ماتھے سے دھوئے اور مردود فلسفے کو رخصت کرے اور علم دین کی فضیلت اور اس کے حق کی بزرگی پر ایمان لائے فلسفہ پرستی تکلف اور بیہودگی کو برا سمجھے اور ناپسند رکھے اور از سرنو کلمہ طیبہ اسلام پڑھ کر اسلام کی تجدید

---

[1] سنن الدار قطنی باب تخفیف القرأۃ الحاجۃ نشر السنۃ ملتان ۲ /۹۸

يظهر بمراجعة الدر المختار وغيره من اسفار الكملة، والله سبحٰنه وتعالٰى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم فقط۔	اس کے بعد تجدید نکاح کرے، اسی میں احتیاط ہے، جیسے کہ درمختار وغیرہ دیکھنے سے ظاہر ہوجائے گا واللہ سبحانہ، وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم فقط۔

رسالہ

الحقوق لطرح العقوق

ختم ہوا





رسالہ
مشعلۃ الارشاد فی حقوق الاولاد
(والدین پر) اولاد کے حقوق کے بارے میں راہنمائی کی قندیل)

مسئلہ ۱۶۷: از سورون ضلع ایٹہ محلّہ ملک زادگان مرسلہ حامد حسن صاحب ۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ باپ پر بیٹے کا کس قدر حق ہے، اگر ہے اور وہ ادانہ کرے تو اس کے واسطے حکم شرعی کیا ہے؟ مفصل طور پر ارقام فرمائیے۔ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب:

اللہ عزوجل نے اگرچہ والد کا حق ولد پر نہایت اعظم بتایا یہاں تک کہ اپنے حق کے برابر اس کا ذکر فرمایا کہ

"اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیْكَؕ "[1] "حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ مگر ولد کا حق بھی والد پر عظیم رکھا ہے کہ ولد مطلق اسلام، پھر خصوص جوار، پھر خصوص قرابت، پھر خصوص عیال، ان سب حقوق کا جامع ہو کر سب سے زیادہ خصوصیت خاصہ رکھتا ہے، اور جس قدر خصوص بڑھتا جاتا ہے حق اشد وآکد ہوتا جاتا ہے۔ علمائے کرام اپنی کتب جلیلہ مثل احیاء العلوم وعین العلوم و مدخل وکیمیائے سعادت وذخیرۃ الملوک وغیرہا میں حقوق ولد سے نہایت مختصر طور پر کچھ تعرض فرمایا مگر میں صرف احادیث مرفوعہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف توجہ کرتا ہوں فضل الٰہی جل وعلا سے امید کہ فقیر کی یہ چند حرفی تحریر ایسی نافع وجامع واقع ہو

[1] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۴

کہ اس کی نظیر کتب مطولہ میں نہ ملے اس بارہ میں جس قدر حدیثیں بحمد اللہ تعالٰی اس وقت میرے حافظہ و نظر میں ہیں انہیں بالتفصیل مع تخریجات لکھے تو ایک رسالہ ہوتا ہے اور غرض صرف افادہ احکام لہذا سر دست فقط وہ حقوق کہ یہ حدیثیں ارشاد فرمارہی ہیں کمال تلخیص واختصار کے ساتھ شمار کروں، **وباللہ التوفیق**:

(۱) سب سے پہلا حق وجود اولاد سے بھی پہلے یہ ہے کہ آدمی اپنا نکاح کسی رذیل کم قوم سے نہ کرے کہ بُری رگ ضرور رنگ لاتی ہے۔

(۲) دیندار لوگوں میں شادی کرے کہ بچہ پر نانا وماموں کی عادات کا بھی اثر پڑتا ہے۔

(۳) زنگیوں حبشیوں میں قرابت نہ کرے کہ ماں کا سیاہ رنگ بچہ کو بدنمانہ کردے۔

(۴) جماع کی ابتداء بسم اللہ سے کرے ورنہ بچہ میں شیطان شریک ہو جاتا ہے۔

(۵) اس وقت شرمگاہ زن پر نظر نہ کرے کہ بچہ کے اندھے ہونے کا اندیشہ ہے۔

(۶) زیادہ باتیں نہ کرے کہ گونگے یا توتلے ہونے کا خطرہ ہے۔

(۷) مرد وزن کپڑا اوڑھ لیں جانوروں کی طرح برہنہ نہ ہوں کہ بچہ کے بے حیا ہونے کا اندیشہ ہے۔

(۸) جب بچہ پیدا ہو فوراً سیدھے کان میں اذان بائیں میں تکبیر کہے کہ خلل شیطان وام الصبیان سے بچے۔

(۹) چھوہارا وغیرہ کوئی میٹھی چیز چبا کر اس کے منہ میں ڈالے کہ حلاوت اخلاق کی فال حسن ہے۔

(۱۰) ساتویں اور نہ ہوسکے تو چودھویں ورنہ اکیسویں دن عقیقہ کرے، دختر کے لئے ایک پسر کے لئے دو کہ اس میں بچے کا گویا رہن سے چھڑانا ہے۔

(۱۱) ایک ران دائی کو دے کہ بچہ کی طرف سے شکرانہ ہے۔

(۱۲) سر کے بال اُتروائے۔

(۱۳) بالوں کے برابر چاندی تول کر خیرات کرے۔

(۱۴) سر پر زعفران لگائے۔

(۱۵) نام رکھے یہاں تک کہ کچے بچے کا بھی جو کم دنوں کا گر جائے ورنہ اللہ عزوجل کے یہاں شاکی ہوگا۔

(۱۶) برا نام نہ رکھے کہ بدفال بد ہے۔

(۱۷) عبداللہ، عبدالرحمٰن، احمد، حامد وغیرہ باعبادت وحمد کے نام یا انبیاء واولیاء یا اپنے بزرگوں میں جو نیک لوگ گزرے ہوں ان کے نام پر نام رکھے کہ موجب برکت ہے خصوصاً نام پاک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ اس مبارک نام کی بے پایاں برکت بچہ کے دنیا وآخرت میں کام آتی ہے۔

(۱۸) جب محمد نام رکھے تو اس کی تعظیم و تکریم کرے۔

(۱۹) مجلس میں اس کے لئے جگہ چھوڑے۔

(۲۰) مارنے بُرا کہنے میں احتیاط رکھے۔

(۲۱) جو مانگے بروجہ مناسب دے۔

(۲۲) پیار میں چھوٹے لقب بیقدر نام نہ رکھے کہ پڑا ہوا نام مشکل سے چھوٹتا ہے۔

(۲۳) ماں خواہ نیک دایہ نمازی صالحہ شریف القوم سے دو۲ سال تک دودھ پلوائے۔

(۲۴) رذیل یا بدافعال عورت کے دودھ سے بچائے کہ دودھ طبیعت کو بدل دیتا ہے۔

(۲۵) بچے کا نفقہ اس کی حاجت کے سب سامان مہیا کرنا خود واجب ہے جن میں حفاظت بھی داخل۔

(۲۶) اپنے حوائج وادائے واجبات شریعت سے جو کچھ بچے اس میں عزیزوں قریبوں محتاجوں غریبوں سب سے پہلے حق عیال واطفال کا ہے جو ان سے بچے وہ اوروں کو پہنچے۔

(۲۷) بچہ کو پاک کمائی سے روزی دے کہ ناپاک مال ناپاک ہی عادتیں ڈالتا ہے۔

(۲۸) اولاد کے ساتھ تنہاخوری نہ برتے بلکہ اپنی خواہش کو ان کی خواہش کے تابع رکھے جس اچھی چیز کو ان کا جی چاہے انہیں دے کر ان کے طفیل میں آپ بھی کھائے زیادہ نہ ہو تو انہیں کو کھلائے۔

(۲۹) خدا کی ان امانتوں کے ساتھ مہر و لطف کا برتاؤ رکھے۔ انہیں پیار کرے بدن سے لپٹائے کندھے پر چڑھائے۔

(۳۰) ان کے ہنسنے کھیلنے بہلنے کی باتیں کرے ان کی دلجوئی، دلداری، رعایت و محافظت ہر وقت حتی کہ نماز و خطبہ میں بھی ملحوظ رکھے۔

(۳۱) نیا میوہ پھل پہلے انہیں کو دے کہ وہ بھی تازے پھل ہیں نئے کو نیا مناسب ہے۔

(۳۲) کبھی کبھی حسب ضرورت انہیں شیرینی وغیرہ کھانے، پہننے، کھیلنے کی اچھی چیز کہ شرعاً جائز ہے دیتا رہے۔

(۳۳) بہلانے کے لئے جھوٹا وعدہ نہ کرے بلکہ بچے سے بھی وعدہ وہی جائز ہے جس کو پورا کرنے کا قصد رکھتا ہو۔

(۳۴) اپنے چند بچے ہوں تو جو چیز دے سب کو برابر و یکساں دے، ایک کو دوسرے پر بے فضیلت دینی ترجیح نہ دے۔

(۳۵) سفر سے آئے تو ان کے لئے کچھ تحفہ ضرور لائے۔

(۳۶) بیمار ہوں تو علاج کرے۔

(۳۷) حتی الامکان سخت و موذی علاج سے بچائے۔

(۳۸) زبان کھلتے ہی اللہ اللہ پھر پورا کلمہ لاالٰہ الا اللہ پھر پورا کلمہ طیبہ سکھائے۔

(۳۹) جب تمیز آئے ادب سکھائے کھانے، پینے، ہنسنے، بولنے، اٹھنے، بیٹھنے، چلنے، پھرنے، حیا، لحاظ، بزرگوں کی عظیم، ماں باپ، استاذ اور دختر کو شوہر کے بھی اطاعت کے طرق وآداب بتائے۔

(۴۰) قرآن مجید پڑھائے۔

(۴۱) استاذ نیک، صالح، متقی، صحیح العقیدہ، سن رسیدہ کے سپرد کردے، اور دختر کو نیک پارسا عورت سے پڑھوائے۔

(۴۲) بعد ختم قرآن ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔

(۴۳) عقائد اسلام وسنت سکھائے کہ لوح سادہ فطرت اسلامی وقبول حق پر مخلوق ہے اس وقت کا بتایا پتھر کی لکیر ہوگا۔

(۴۴) حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت و تعظیم ان کے دل میں ڈالے کہ اصل ایمان وعین ایمان ہے۔

(۴۵) حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آل واصحاب واولیاء وعلماء کی محبت وعظمت تعلیم کرے کہ اصل سنت وزیور ایمان بلکہ باعث بقائے ایمان ہے۔

(۴۶) سات برس کی عمر سے نماز کی زبانی تاکید شروع کردے۔

(۴۷) علم دین خصوصاً وضو، غسل، نماز وروزہ کے مسائل توکل، قناعت، زہد، اخلاص، تواضع، امانت، صدق، عدل، حیا، سلامت صدور ولسان وغیرہا خوبیوں کے فضائل حرص وطمع، حب دنیا، حب جاہ، ریا، عجب، تکبر، خیانت، کذب، ظلم، فحش، غیبت، حسد، کینہ وغیرہا برائیوں کے رذائل پڑھائے۔

(۴۸) پڑھانے سکھانے میں رفق ونرمی ملحوظ رکھے۔

(۴۹) موقع پر چشم نمائی تنبیہ تہدید کرے مگر کوسنا نہ دے کہ اس کا کوسنا ان کے لئے سبب اصلاح نہ ہوگا بلکہ اور زیادہ افساد کا اندیشہ ہے۔

(۵۰) مارے تو منہ پر نہ مارے۔

(۵۱) اکثر اوقات تہدید وتخویف پر قانع رہے کوڑا قمچی اس کے پیش نظر رکھے کہ دل میں رعب رہے۔

(۵۲) زمانہ تعلیم میں ایک وقت کھیلنے کا بھی کہ طبیعت نشاط پر باقی رہے۔

(۵۳) مگر زنہار زنہار بُری صحبت میں نہ بیٹھنے دے کہ یارِ بد مارِ بد سے بدتر ہے۔

(۵۴) نہ ہرگز ہرگز بہادر دانش، مینا بازار، مثنوی غنیمت وغیرہا کتب عشقیہ وغزلیات فسقیہ دیکھنے دے کہ نرم لکڑی جدھر جھکائے جھک جاتی ہے صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ لڑکیوں کو سورہ یوسف شریف کا ترجمہ نہ پڑھایا جائے کہ اس میں مکرزنان کا ذکر فرمایا ہے، پھر بچوں کو خرافات شاعرانہ میں ڈالنا کب بجا ہوسکتا ہے۔

(۵۵) جب دس برس کا ہو نماز مار کر پڑھائے۔

(۵۶) اس عمر سے اپنے خواہ کسی کے ساتھ نہ سلائے جدا بچھونے جدا پلنگ پر اپنے پاس رکھے۔

(۵۷) جب جوان ہو شادی کردے، شادی میں وہی رعایت قوم ودین وسیرت وصورت ملحوظ رکھے۔

(۵۸) اب جو ایسا کام کہنا ہو جس میں نافرمانی کا احتمال ہو اسے امر وحکم کے صیغہ سے نہ کہے بلکہ برفق ونرمی بطور مشورہ کہے کہ وہ بلائے عقوق میں نہ پڑجائے۔

(۵۹) اسے میراث سے محروم نہ کرے جیسے بعض لوگ اپنے کسی وارث کو نہ پہنچنے کی غرض سے کل جائداد دوسرے وارث یا کسی غیر کے نام لکھ دیتے ہیں۔

(۶۰) اپنے بعد مرگ بھی ان کی فکر رکھے یعنی کم سے کم دوتہائی ترکہ چھوڑ جائے ثلث سے زیادہ خیرات نہ کرے۔

یہ ساٹھ [۶۰] حق تو پسر ودختر سب کے ہیں بلکہ دو [۲] حق اخیر میں سب وارث شریک، اور **خاص پسر** کے حقوق سے ہے کہ اسے [۶۱] لکھنا، [۶۲] پیرنا، [۶۳] سپہگری سکھائے۔ [۶۴] سورۂ مائدہ کی تعلیم دے۔ [۶۵] اعلان کے ساتھ اس کا ختنہ کرے۔ **خاص دختر** کے حقوق سے ہے کہ [۶۶] اس کے پیدا ہونے پر ناخوشی نہ کرے بلکہ نعمت الٰہیہ جانے، [۶۷] اسے سینا پرونا کاتنا کھانا پکانا سکھائے، [۶۸] سورۂ نور کی تعلیم دے، [۶۹] لکھنا ہرگز نہ سکھائے کہ احتمال فتنہ ہے، [۷۰] بیٹوں سے زیادہ دلجوئی رکھے کہ ان کا دل بہت تھوڑا ہوتا ہے، [۷۱] دینے میں انہیں اور بیٹوں کو کانٹے کی تول برابر رکھے، [۷۲] جو چیز دے پہلے انہیں دے کر بیٹوں کو دے، [۷۳] نو برس کی عمر سے نہ اپنے پاس سلائے نہ بھائی وغیرہ کے ساتھ سونے دے، [۷۴] اس عمر سے خاص نگہداشت شروع کرے، [۷۵] شادی برات میں جہاں گانا ناچ ہو ہرگز نہ جانے دے اگرچہ خاص اپنے بھائی کے یہاں ہو کہ گانا سخت سنگین جادو ہے۔ اور [۷۶] ان نازک شیشوں کو تھوڑی ٹھیس بہت ہے، بلکہ ہنگاموں میں جانے کی مطلق بندش کرے گھر کو ان پر زنداں کردے بالاخانوں پر نہ رہنے دے، [۷۷] گھر میں لباس وزیور سے آراستہ کرے کہ پیام رغبت کے ساتھ آئیں، جب کفو ملے نکاح میں دیر نہ کرے، حتی الامکان بارہ برس کی عمر میں بیاہ دے، [۷۸] زنہار کسی فاسق

اجر خصوصاً بدمذہب کے نکاح میں نہ دے۔

یہ اسّی ۸۰ حق ہیں کہ اس وقت کی نظر میں احادیث مرفوعہ سے خیال میں آئے ان میں اکثر تو مستحبات ہیں جن کے ترک پر اصلاً مواخذہ نہیں۔ اور بعض آخرت میں مطالبہ ہو، مگر دنیا میں بیٹے کے لئے باپ پر گرفت وجبر نہیں، نہ بیٹے کو جائز کہ باپ سے جدال ونزاع کرے سوا چند حقوق کے کہ ان میں جبر حاکم وچارہ جوئی واعتراض کو دخل ہے۔

اوّل: نفقہ کہ باپ پر واجب ہو اور وہ نہ دے تو حاکم جبراً مقرر کرے گا، نہ مانے تو قید کیا جائے گا حالانکہ فروع کے اور کسی دین میں اصول محبوس نہیں ہوتے۔

فی ردالمحتار عن الذخیرة لایحبس والد وان علافی دین ولدہ وان سفل الافی النفقة لان فیه اتلاف الصغیر [1]۔	فتاوٰی شامی میں ذخیرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے والد اپنے بیٹے کے قرض کے سلسلے میں قید نہیں کیا جاسکتا خواہ سلسلہ نسب اوپر تک بلحاظ باپ اور نیچے تک بلحاظ بیٹا چلا جائے البتہ نان نفقہ کی عدم ادائیگی کی صورت میں والد کو قید کیا جائے گا کیونکہ اس میں چھوٹے کی حق تلفی ہے۔ (ت)

دوم: رضاعت کہ ماں کے دودھ نہ ہو تو دائی رکھنا، بے تنخواہ نہ ملے تو تنخواہ دینا، واجب نہ دے تو جبراً لی جائے گی جبکہ بچے کا اپنا مال نہ ہو، یونہی ماں بعد طلاق ومرور عدت بے تنخواہ دودھ نہ پلائے تو اسے بھی تنخواہ دی جائے گی کما فی الفتح وردّ المحتار وغیرھما (جیسا کہ فتح اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ت)

سوم: حضانت کہ لڑکا سات برس، لڑکی نو برس کی عمر تک جن عورتوں مثلاً ماں نانی دادی بہن خالہ پھپھی کے پاس رکھے جائیں گے، اگر ان میں کوئی بے تنخواہ نہ مانے اور بچہ فقیر اور باپ غنی ہے تو جبراً تنخواہ دلائی جائے گی کما اوضحه فی ردالمحتار (جیسا کہ ردالمحتار میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ت)

چہارم: بعد انتہائے حضانت بچہ کو اپنی حفظ وصیانت میں لینا باپ پر واجب ہے اگر نہ لے گا حاکم جبر کرے گا کما فی ردالمحتار عن شرح المجمع (جیسا کہ شرح المجمع سے ردالمحتار میں نقل کیا گیا ہے۔ت)

پنجم: ان کے لئے ترکہ باقی رکھنا کہ بعد تعلق حق ورثہ یعنی بحالت مرض الموت مورث اس پر مجبور

---

[1] ردالمحتار کتاب الطلاق باب النفقة داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۷۱

ہوتا ہے یہاں تک کہ ثلث سے زائد میں اس کی وصیت بے اجازت ورثہ نافذ نہیں۔

ششم: اپنے بالغ پسر خواہ دختر کو غیر کفو سے بیاہ دینا یا مہر مثل میں غبن فاحش کے ساتھ مثلاً دختر کا مہر مثل ہزار ہے پانسو پر نکاح کر دیا یا بہو کا مہر مثل پانسو ہے ہزار باندھ لینا یا پسر کا نکاح کسی باندی سے یا دختر کا کسی ایسے شخص سے جو مذہب یا نسب یا پیشہ یا افعال یا مال میں وہ نقص رکھتا ہو جس کے باعث اس سے نکاح موجب عار ہو ایک بار تو ایسا نکاح باپ کا کیا ہوا نافذ ہوتا ہے جبکہ نشہ میں نہ ہو مگر دوبارہ اپنے کسی نابالغ بچے کا ایسا نکاح کرے گا تو اصلاً صحیح نہ ہوگا **کما قدمنا فی النکاح** (جیسا کہ بحث نکاح میں ہم نے اسے پہلے بیان کر دیا ہے۔ت)

ہفتم: ختنہ میں بھی ایک صورت جبر کی ہے کہ اگر کسی شہر کے لوگ چھوڑ دیں سلطان اسلام انہیں مجبور کرے گا نہ مانیں گے تو ان پر جہاد فرمائے گا **کما فی الدر المختار** (جیسا کہ در مختار میں ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

رسالہ

مشعلة الارشاد فی حقوق الاولاد

ختم ہوا



رسالہ

اعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد ۱۳۱۰ھ

(بندوں کے حقوق کا کفارہ ادا کرنے والے امور کے بارے میں انتہائی حیران کن امداد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

مسئلہ ۱۶۸: حق العباد بھی کسی طرح معاف ہوسکتا ہے بغیر اس کے معاف کے جس کا حق ہے صاف ارقام فرمایئے اور حق العباد کس قدر ہیں؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمایئے اجر پایئے۔ت)

الجواب:

حق العبد ہر وہ مطالبہ مالی ہے کہ شرعًا اس کے ذمہ کسی کے لئے ثابت ہو اور ہر وہ نقصان وآزار جو بے اجازت شرعیہ کسی قول فعل ترک سے کسی کے دین، آبرو، جسم، مال یا صرف قلب کو پہنچایا جائے۔ تو یہ دو قسمیں ہوئیں، اول کو دیون، ثانی کو مظالم، اور دونوں کو تبعات اور کبھی دیون بھی کہتے ہیں۔ ان دونوں قسم میں نسبت عموم خصوص من وجہ ہے یعنی کہیں تو دین پایا جاتا ہے مظلمہ نہیں، جیسے خریدی چیز کی قیمت، مزدور کی اجرت، عورت کا مہر وغیرہا دیون کہ عقود جائزہ شرعیہ سے اس کے ذمہ لازم ہوئے اور اس نے ان کی ادا میں کمی وتاخیر ناروانہ برتی یہ حق العبد اس کی گردن پر ہے مگر کوئی ظلم نہیں، اور کہیں مظلمہ پایا جاتا ہے دین نہیں جیسے کسی کو مارا، گالی دی، برا کہا، غیبت کی کہ اس کی خبر اسے پہنچی، یہ سب حقوق العبد وظلم ہیں مگر کوئی دین واجب الادا نہیں، اور کہیں دین اور مظلمہ دونوں ہوتے ہیں جیسے کسی کا مال چرایا، چھینا، لوٹا، رشوت

سود جوئے میں لیا، یہ سب دیون بھی ہیں اور ظلم بھی۔ قسم اول میں تمام صور عقود و مطالبہ مالیہ داخل، دوسری میں قول و فعل وترک کو دین آبرو جان جسم مال قلب میں ضرب دینے سے اٹھارہ انواع حاصل، ہر نوع صدہا صورتوں کو شامل، تو کیونکر گنا سکتے ہیں کہ حقوق العباد کس قدر ہیں، ہاں ان کا ضابطہ کلیہ بتادیا گیا ہے کہ ان دو قسموں سے جو امر جہاں پایا جائے اسے حق العبد جانے پھر حق کس قسم کا ہو جب تک صاحب حق معاف نہ کرے معاف نہیں ہوتا، حقوق اللہ میں تو ظاہر کہ اس کے سوا دوسرا معاف کرنے والا کون "وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ"[1] کون گناہ بخشے اللہ کے سوا۔ **الحمدللہ** کہ معافی کریم غنی قدیر رؤف رحیم کے ہاتھ ہے **والکریم لایأتی منہ الاالکرم** (کریم سے سوائے کرم کے کچھ اور صادر نہیں ہوتا۔ت) اور حقوق العباد میں بھی ملک دیان عزجلالہ نے اپنے دار العدل کا یہی ضابطہ رکھا ہے کہ جب تک وہ بندہ معاف نہ کرے معاف نہ ہوگا اگرچہ مولٰی تعالٰی ہمارا اور ہمارے جان ومال و حقوق سب کا مالک ہے اگر وہ بے ہماری مرضی کے ہمارے حقوق جسے چاہے معاف فرمادے تو بھی عین حق وعدل ہے کہ ہم بھی اسی کے اور ہمارے حقوق بھی اسی کے مقرر فرمائے ہوئے، اگر وہ ہمارے خون ومال وعزت وغیرہا کو معصوم ومحترم نہ کرتا تو ہمیں کوئی کیسا ہی آزار پہنچاتا نام کو بھی ہمارے حق میں گرفتار نہ ہوتا۔ یونہی اب اس حرمت وعصمت کے بعد بھی جسے چاہے ہمارے حقوق چھوڑ دے ہمیں کیا مجال عذر ہے مگر اس کریم رحیم جل وعلا کی رحمت کہ ہمارے حقوق کا اختیار ہمارے ہاتھ رکھا ہے بے ہمارے بخشے معاف ہوجانے کی شکل نہ رکھی کہ کوئی ستم رسیدہ یہ نہ کہے کہ اے مالک میرے! میں اپنی داد کو نہ پہنچا۔ حدیث میں ہے حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الدواوین ثلثۃ فدیوان لایغفر اللہ منہ شیئا ودیوان لایعبأ اللہ بہ شیئا ودیوان لایترك اللہ منہ شیئا فاما الدیوان الذی لایغفر اللہ منہ شیئا فالاشراك باللہ عزوجل واما الدیوان الذی لایعبأ اللہ بہ شیئا فظلم العبد نفسہ فیما بینہ وبین ربہ	یعنی دفتر تین ہیں، ایک دفتر میں اللہ تعالٰی کچھ نہ بخشے گا اور ایک دفتر کی اللہ تعالٰی کو کچھ پروا نہیں اور ایک دفتر میں اللہ تعالٰی کچھ نہ چھوڑے گا، وہ دفتر جس میں اصلاً معافی کی جگہ نہیں وہ تو کفر ہے کہ کسی طرح نہ بخشا جائے گا اور وہ دفتر جس کی اللہ عزوجل کو کچھ پروا نہیں وہ بندے کا گناہ ہے خالص اپنے اور اپنے رب کے معاملہ میں کہ کسی دن کا روزہ

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۳۵

من صوم یوم ترکه اوصلاۃ ترکھا فان اللہ تعالٰی یغفر ذٰلك ان شاء ویتجاوزان شاء و اما الدیوان الذی لایترك اللہ منه شیئا فمظالم العباد بینھم القصاص لامحالة۔رواہ الامام احمد فی المسند و الحاکم فی المستدرک[1] عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنھا۔	ترک کیا یا کوئی نماز چھوڑ دی اللہ تعالٰی چاہے تو اسے معاف کردے اور در گزر فرمائے اور وہ دفتر جس میں سے اللہ تعالٰی کچھ نہ چھوڑے گا وہ بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم ہے کہ اس میں ضرور بدلہ ہونا ہے (امام احمد نے مسند میں اور حاکم نے مستدرک میں ام المومنین سیدعائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اس کی روایت فرمائی۔ت)

یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لتؤدن الحقوق الٰی اھلھا یوم القیمة حتی یقاد للشاۃ الجلحاء من الشاۃ القرناء تنطحھا۔رواہ الائمة احمد فی المسند ومسلم[2] فی صحیحه والبخاری فی الادب المفرد والترمذی فی الجامع عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه۔	بیشک روز قیامت تمہیں اہل حقوق کو ان کے حق ادا کرنے ہوں گے یہاں تک کہ مُنڈی بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا کہ اسے سینگ مارے (ائمہ کرام نے اس کو روایت کیا مثلاً امام احمد نے مسند میں، امام مسلم نے صحیح مسلم میں، امام بخاری نے الادب المفرد میں اور امام ترمذی نے جامع میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

ایک روایت میں فرمایا:

حتی الذرۃ من الذرۃ۔رواہ الامام احمد[3] بسند صحیح۔	یہاں تک کہ چیونٹی سے چیونٹی کا عوض لیا جائے گا۔(اسے امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ت)

پھر وہاں روپے اشرفیاں تو ہیں نہیں کہ معاوضہ حق میں دی جائیں طریقہ ادایہ ہوگا کہ اس کی نیکیاں صاحب حق کو دی جائیں گی اگر ادا ہو گیا غنیمت ورنہ اس کے گناہ اس پر رکھے جائیں گے یہاں تک

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ۲۵۵۰۰ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۳۴۲، المستدرك للحاکم کتاب الاھوال باب جعل اللہ القصاص بین الدواب المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۷۶۔۵۷۵

[2] صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب نصر الاخ ظالمًا او مظلومًا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۲۰، مسند احمد بن حنبل عن ابی ھریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۰۱

[3] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۶۳

کہ ترازوئے عدل میں وزن پورا ہو۔احادیث کثیرہ اس مضمون میں وارد،ازاں جملہ حدیث صحیح مسلم وغیرہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال اتدرون من المفلس قالوا المفلس فینا من لادرھم لہ ولا متاع فقال ان المفلس من امتی من یأتی یوم القیمۃ بصلٰوۃ وصیام وزکوٰۃ ویأتی قدشتم ھذا وقد قذف ھذا واکل مال ھذا وسفك دم ھذا وضرب ھذا فیعطی ھذا من حسناتہ وھذا من حسناتہ فان فنیت حسناتہ قبل ان یقضی ماعلیہ اخذ من خطایاھم فطرحت علیہ ثم طرح فی النار[1]۔والعیاذباللہ سبحٰنہ وتعالٰی۔	یعنی حضوراقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کی ہمارے یہاں تو مفلس وہ ہے جس کے پاس زرومال نہ ہو۔فرمایا میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز،روزے،زکوٰۃ لے کر آئے اور یوں آئے کہ اسے گالی دی اسے زنا کی تہمت لگائی اس کامال کھایا اس کاخون گرایا اسے مارا تو اس کی نیکیاں اسے دی گئیں پھر اگر نیکیاں ختم ہوچکیں اور حق باقی ہیں توان کے گناہ لے کر اس پر ڈالے گئے پھر جہنم میں پھینک دیا۔اللہ تعالٰی پاک اور بلند وبرتر ذات کی پناہ۔(ت)

غرض حقوق العباد بے ان کی معافی کے معاف نہ ہوں گے ولہٰذا مروی ہوا کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:الغیبۃ اشد من الزنا غیبت زنا سے سخت تر ہے۔کسی نے عرض کی:یہ کیونکر؟فرمایا:

الرجل یزنی ثم یتوب فیتوب اللہ علیہ وان صاحب الغیبۃ لایغفر لہ حتی یغفر لہ صاحبہ۔رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ والطبرانی فی الاوسط[2] عن جابر بن عبداللہ	زانی توبہ کرے تو اللہ تعالٰی قبول فرمالے اور غیبت والے کی مغفرت نہ ہوگی جب تک وہ نہ بخشے جس کی غیبت کی ہے(ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ(غیبت کی برائی میں)میں اور امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر بن عبداللہ

[1] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۲۰

[2] المعجم الاوسط حدیث ۶۵۸۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۷/ ۳۰۶

وابی سعید الخدری والبیھقی عنھما وعن انس رضی اللہ تعالٰی عنھم۔	اور حضرت ابو سعید خدری سے اور امام بیہقی نے ان دونوں کے علاوہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اس کی روایت فرمائی۔ت)

پھر یہاں معاف کرالینا سہل ہے قیامت کے دن اس کی امید مشکل کہ وہاں ہر شخص اپنے اپنے حال میں گرفتار نیکیوں کا طلبگار برائیوں سے بیزار ہوگا پرائی نیکیاں اپنے ہاتھ آتے اپنی برائیاں اس کے سر جاتے کسے بری معلوم ہوتی ہیں، یہاں تک کہ حدیث میں آیا ہے کہ ماں باپ کا بیٹے پر کچھ دین آتا ہوگا اسے روز قیامت پیٹیں گے کہ ہمارا دین دے وہ کہے گا میں تمہارا بچہ ہوں، یعنی شاید رحم کریں وہ تمنا کریں گے کاش اور زیادہ ہوتا۔

الطبرانی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول انہ یکون للوالدین علٰی ولدھما دین فاذا کان یوم القیٰمۃ یتعلقان بہ فیقول انا ولدکما فیودان او یتمنیان لوکان اکثر من ذٰلک[1]۔	طبرانی میں ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے کہ والدین کا بیٹے پر دین ہوگا قیامت کے روز والدین بیٹے پر لپکیں گے تو بیٹا کہے گا میں تمہارا بیٹا ہوں تو والدین کو حق دلایا جائے گا اور تمنا کریں گے کاش ہمارا حق اور زائد ہوتا۔(ت)

جب ماں باپ کا یہ حال تو اوروں سے امید خام خیال، ہاں کریم ورحیم مالک ومولٰی جل جلالہ وتبارک وتعالٰی جس پر رحم فرمانا چاہے گا تو یوں کرے گا کہ حق والے کو بے بہا قصور جنت معاوضہ میں عطافرما کر عفو حق پر راضی کردے گا ایک کرشمہ کرم میں دونوں کا بھلا ہوگا نہ اس کی حسنات اسے دی گئیں نہ اس کی سیأت اس کے سر رکھی گئیں نہ اس کا حق ضائع ہونے پایا بلکہ حق سے ہزاروں درجے بہتر افضل پایا رحمت حق کی بندہ نوازی ظالم ناجی مظلوم راضی، فللّٰہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا ویرضٰی (پھر اللہ تعالٰی ہی کے لئے حمد وثنا ہے جس کی ذات بہت زیادہ پاکیزہ اور بابرکت ہے۔ت) حدیث میں ہے:

بینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ	یعنی ایک دن حضور پر نور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی

[1] المعجم الکبیر حدیث المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/ ۲۷۰

وسلم جالس اذ رأیناہ اضحك حتی بدت ثنایاہ فقال لہ عمر ما اضحکك یا رسول اللہ بابی انت وامّی۔	علیہ وسلم تشریف فرماتھے ناگاہ خندہ فرمایا کہ اگلے دندان مبارک ظاہر ہوئے، امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان کس بات پر ہنسی آئی؟

ارشاد فرمایا:

رجلان من امتی جثیا بین یدی رب العزۃ فقال احدھما یارب خذلی مظلمتی من اخی فقال اللہ تعالٰی للطالب کیف تصنع باخیك ولم یبق من حسناتہ شیئ قال یارب فیحمل من اوزاری، وفاضت عینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالبکاء ثم قال ان ذٰلك الیوم عظیم یحتاج الناس ان یحمل عنھم من اوزارھم فقال اللہ للطالب ارفع بصرك فانظر فرفع فقال یارب اری مدائن من ذھب وقصورا من ذب مکللۃ باللؤلؤ لای نبی ھذا اولای صدیق ھذا اولای شھید ھذا قال لمن اعطی الثمن قال یارب ومن یملك ذٰلك قال انت تملکہ قال بماذا قال بعفوك عن اخیك قال یارب فانی قد عفوت عنہ قال اللہ تعالٰی فخذ بید اخیك فادخلہ الجنۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عند	دومرد میری امت سے رب العزت جل جلالہ کے حضور زانوؤں پر کھڑے ہوئے، ایک نے عرض کی: اے رب میرے! میرے اس بھائی نے جو ظلم مجھ پر کیا ہے اس کا عوض میرے لئے لے۔ رب تعالٰی نے فرمایا: اپنے بھائی کے ساتھ کیا کرے گا اس کی نیکیاں تو سب ہوچکیں، مدعی نے عرض کی: اے رب میرے! تو میرے گناہ وہ اٹھالے۔ یہ فرماکر حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آنکھیں گریہ سے بہہ نکلیں، پھر فرمایا: بیشک وہ دن بڑا سخت ہے لوگ اس کے محتاج ہوں گے کہ ان کے گناہوں کا کچھ بوجھ اور لوگ اٹھائیں۔ مولٰی عزوجل نے مدعی سے فرمایا: نظر اٹھاکر دیکھ۔ اس نے نگاہ اٹھائی کہا اے رب میرے! میں کچھ شہر دیکھتا ہوں سونے اور محل سونے کے سراپا موتیوں سے جڑے ہوئے یہ کس نبی کے ہیں یا کس صدیق یا کس شہید کے۔ مولٰی تبارک وتعالٰی نے فرمایا: اس کے ہیں جو قیمت دے کہا: اے رب میرے! بھلا ان کی قیمت کون دے سکتا ہے؟ فرمایا: تو۔ عرض کی: کیوں کر؟

ذٰلك اتقوا الله واصلحوا ذات بینکم فان الله یصلح بین المسلمین یوم القیٰمة۔ رواہ الحاکم فی المستدرک[1] والبیھقی فی کتاب البعث والنشور وابو یعلٰی فی مسندہ وسعید بن منصور فی سننه عن انس بن مالك رضی الله تعالٰی عنه۔	فرمایا: یوں کہ اپنے بھائی کو معاف کردے۔ کہا: اے رب میرے! یہ بات ہے تو میں نے معاف کیا۔ مولٰی جل مجدہ نے فرمایا: اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑلے اور جنت میں لے جا۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسے بیان کرکے فرمایا کہ اللہ تعالٰی سے ڈرو اور آپس میں صلح کرو کہ مولٰی عزوجل قیامت کے دن مسلمانوں میں صلح کرائے گا۔ (حاکم نے مستدرک میں امام بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں ابو یعلٰی نے مسند اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا التقی الخلائق یوم القیٰمة نادی منادیا یااھل الجمع تتارکوا المظالم بینکم و ثوابکم علیّ۔ رواہ الطبرانی[2] عن انس ایضا رضی الله تعالٰی عنه بسند حسن۔	جب مخلوق روز قیامت بہم ہوگی ایک منادی رب العزۃ جل وعلا کی طرف سے ندا کرے گا اے مجمع والو! آپس کے ظلموں کا تدارک کرلو اور تمہارا ثواب میرے ذمہ ہے۔ (امام طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

اور ایک حدیث میں ہے حضور والا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے فرمایا:

ان الله یجمع الاولین والاٰخرین یوم القیٰمة فی صعید واحد ثم ینادی مناد من تحت العرش یااھل التوحید ان الله عزوجل قد عفا عنکم، فیقوم الناس فیتعلق بعضھم ببعض فی ظلامات ثم ینادی منادیا اھل	یعنی بیشک اللہ عزوجل روز قیامت سب اگلوں پچھلوں کو ایک زمین میں جمع فرمائے گا پھر زیر عرش سے منادی ندا کرے گا اے توحید والو! مولٰی تعالٰی نے تمہیں اپنے حقوق معاف فرمائے لوگ کھڑے ہوکر آپ کے دنیاوی مظلموں میں ایک دوسرے سے لپٹیں گے منادی پکارے گا اے توحید والو! ایک دوسرے

[1] مستدرك للحاکم کتاب الاھوال دار لفکر بیروت ۴/ ۵۷۶، الدر المنثور بحوالہ ابن ابی الشیخ وابی یعلی والحاکم مکتبۃ العظمی قم ایران ۳/ ۱۶۱

[2] المعجم الاوسط حدیث ۵۱۴۰ مکتبۃ المعارف الریاض ۶/ ۶۷

کو معاف کردو اور ثواب دنیا میرے ذمہ ہے۔(اسے بھی طبرانی نے سیدہ ام ہانی رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ت)	التوحید لیعف بعضکم عن بعض وعلیّ الثواب۔ رواہ ایضا[1] عن ام ھانی رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

یہ دولت کبرٰی ونعمت عظمٰی کہ اکرم الاکرمین جلت عظمتہ اپنے محض کرم وفضل سے اس ذلیل روسیاہ سراپا گناہ کو بھی عطا فرمائے۔ ع

کہ مستحق کرامت گنہگارانند

(گنہگار شرف وبزرگی (عطاکئے جانے کے لائق ہیں۔ت)

اس وقت کی نظر میں اس کا جلیل وعدہ جمیل مژدہ صاف صریح بالتصریح یاکالتصریح تصریح پانچ فرقوں کے لئے وارد ہوا:

اوّل: حاجی کہ پاک مال، پاک کمائی، پاک نیت سے حج کرے، اور اس میں لڑائی جھگڑے اور عورتوں کے سامنے تذکرہ جماع اور ہر قسم کے گناہ ونافرمانی سے بچے، اس وقت تک جتنے گناہ کئے تے بشرط قبول سب معاف ہوجاتے ہیں، پھر اگر حج کے بعد فورًا مر گیا تو اتنی مہلت نہ ملی کے حقوق اللہ عزوجل یا بندوں کے اس کے ذمہ تھے انہیں ادا یا ادا کی فکر کرتا تو امید واثق ہے کہ مولٰی تعالٰی اپنے تمام حقوق سے مطلقًا درگزر فرمائے یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہا فرائض کہ بجانہ لایا تھا ان کے مطالبہ پر بھی قلم عفوالٰہی پھر جائے اور حقوق العباد ودیون ومظالم مثلًا کسی کا قرض آتا ہو، مال چھینا ہو، برا کہا ہو ان سب کو مولٰی تعالٰی اپنے ذمہ کرم پرلے لے اصحاب حقوق کو روز قیامت راضی فرماکر مطالبہ وخصومت سے نجات بخشے، یوہیں اگر بعد کو زندہ رہا اور بقدر قدرت تدارک حقوق ادا کرلیا یعنی زکوٰۃ دے دی نماز روزہ کی قضا ادا کی جس کا جو مطالبہ آتا تھا دے دیا جسے آزار پہنچا تھا معاف کرالیا جس مطالبہ کا لینے والا نہ رہا یا معلوم نہیں اس کی طرف سے تصدق کردیا بوجہ قلّت مہلت جو حق اللہ عزوجل یا بندہ کا ادا کرتے کرتے رہ گیا اس کی نسبت اپنے مال میں وصیت کردی، غرض جہاں تک طرق برائت پر قدرت ملی تقصیر نہ کی تو اس کے لئے امید اور زیادہ قوی کہ اصل حقوق کی یہ تدبیر ہوگئی اور اثم مخالفت حج سے دھل چکا تھا، ہاں اگر بعد حج باوصف قدرت ان امور میں قاصر رہا تو یہ سب گناہ از سر نو اس کے سر ہوں گے کہ حقوق تو خود باقی ہی تھے ان کی ادامیں پھر تاخیر وتقصیر گناہ تازہ ہوئے اور وہ حج ان کے

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۱۳۵۸ مکتبۃ المعارف الریاض ۲/ ۲۰۰

ازالہ کو کافی نہ ہوگا کہ حج گزرے گناہوں کو دھوتا ہے آئندہ کے لئے پروانہ بیقیدی نہیں ہوتا بلکہ حج مبرور کی نشانی ہی یہ ہے کہ پہلے سے اچھا ہو کر پلٹے **فانّا ﷲ وانا الیہ راجعون ولاحول ولاقوۃ الا باﷲ العلی العظیم** (بے شک ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور یقیناً اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت اللہ تعالٰی بزرگ و برتر کی توفیق کے بغیر کسی میں نہیں۔ت) مسئلہ حج میں بحمد اللہ تعالٰی یہ وہ قول فیصل ہے جسے فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے بعد تنقیح دلائل ومذاہب واحاطہ اطراف وجوانب اختیار کی نفیس تحقیق بعونہ تعالٰی فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے بعد ورود اس سوال کے ایک تحریر جداگانہ میں لکھی، یہاں اس قدر کافی ہے **وباﷲ التوفیق** (اللہ تعالٰی ہی کے کرم سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔ت)

احادیث: ابن ماجہ اپنی سنن میں کاملاً اور ابوداؤد مختصراً اور امام عبداللہ بن امام احمد زوائد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور ابویعلٰی مسند اور ابن حبان ضعفاء اور ابن عدی کامل اور بیہقی سنن کبرٰی وشعب الایمان وکتاب البعث والنشور اور ضیاء مقدسی بافادہ تصحیح مختارہ میں حضرت عباس بن مرداس اور امام عبداللہ بن مبارک بسند صحیح اور ابویعلٰی وابن منیع بوجہ آخر حضرت انس بن مالک اور ابونعیم حلیۃ الاولیا اور امام ابن جریر طبری تفسیر اور حسن بن سفیان مسند اور ابن حبان ضعفاء میں حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم اور عبدالرزاق مصنف اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت عبادہ بن صامت اور دارقطنی وابن حبان حضرت ابوہریرہ اور ابن مندہ کتاب الصحابہ اور خطیب تلخیص المتشابہ میں حضرت زید جد عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے بطرق عدیدہ والفاظ کثیرہ ومعانی متقاربہ راوی:

وھذا حدیث الامام عبداللہ بن المبارك علی سفٰین الثوری عن الزبیر بن عدی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال وقف النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعرفات وقد کادت الشمس ان تغرب فقال یابلال انصت لی الناس فقام بلال فقال فقال انصتوا لرسول اللہ صلی اللہ	(یہ حدیث امام عبداللہ بن مبارک نے امام سفیان ثوری سے انہوں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے۔ت) یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عرفات میں وقوف فرمایا یہاں تک کہ آفتاب ڈوبنے پر آیا اس وقت ارشاد ہوا اے بلال! لوگوں کو میرے لئے خاموش کر، بلال نے کھڑے ہو کر پکارا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

تعالٰی علیه وسلم فنصت الناس فقال یامعاشر الناس اتانی جبریل اٰنفا فاقرانی من ربی السلام وقال ان الله عزوجل غفر لاھل عرفات واھل المعشر وضمن عنهم التبعات فقام عمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه فقال یارسول الله ھذالنا خاصة قال ھذا لکم ولمن اتی من بعدکم الٰی یوم القٰیمة فقال عمر بن الخطاب کثر خیرالله وطاب[1]۔	وسلم کے لئے خاموش ہو جاؤ، لوگ ساکت ہوئے۔ حضور پر نور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے فرمایا اے لوگو! ابھی جبریل نے حاضر ہو کر مجھے میرے رب کا سلام وپیام پہنچایا کہ اللہ عزوجل نے عرفات و مشعرالحرام والوں کی مغفرت فرمائی اور ان کے باہمی حقوق کا خود ضامن ہو گیا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی یارسول اللہ کیا یہ دولت خاص ہمارے لئے ہے؟ فرمایا تمہارے لئے اور جو تمہارے بعد قیامت تک آئیں سب کے لئے عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا اللہ عزوجل کی خیر کثیر و پاکیزہ ہے انتہی (ت)

والحمدلله رب العٰلمین (اور سب تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ت)

دوم: شہید بحر کہ خاص اللہ عزوجل کی رضا چاہنے اور اس کا بول بالا ہونے کے لئے سمندر میں جہاد کرے اور وہاں ڈوب کر شہید ہو حدیثوں میں آیا کہ مولٰی عزوجل خود اپنے دست قدرت سے اس کی روح قبض کرتا اور اپنے تمام حقوق اسے معاف فرماتا اور بندوں کے سب مطالبے جو اس پر تھے اپنے ذمہ کرم پر لیتا ہے۔

احادیث: ابن ماجہ اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت ابوامامہ اور ابونعیم حلیہ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پھُپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب اور شیرازی کتاب الالقاب میں حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے راوی:

واللفظ لابی امامة رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم یغفر لشھید البر الذنوب کلھا الاالدین، و	(حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے الفاظ ہیں۔ت) یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو خشکی میں شہید ہو اس کے سب گناہ بخشے جاتے ہیں مگر حقوق العباد۔

[1] الدرالمنثور بحوالہ ابن مبارك عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه مکتبہ آیۃ العظمی قم ایران ۱/ ۳۱-۳۳۰

يغفر لشهيد البحر الذنوب كلها والدّين[1]۔	اور جو دریا میں شہادت پائے اس کے تمام گناہ و حقوق العباد سب معاف ہو جاتے ہیں۔

اللهم ارزقنا بجاهه عندك صلى الله تعالٰى عليه وسلم وبارك اٰمين (اے اللہ! حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس بلند پایہ رتبہ کے طفیل جو ان کا تیری بارگاہ میں ہے ہمیں یہ دولت نصیب فرما آمین۔ت)

سوم شہید صبر یعنی وہ مسلمان سنی المذہب صحیح العقیدہ جسے ظالم نے گرفتار کرکے بحالت بیکسی و مجبوری قتل کیا، سولی دی، پھانسی دی کہ یہ بوجہ اسیری قتال ومدافعت پر قادر نہ تھا بخلاف شہید جہاد کہ مارتا مرتا ہے اس کی بیکسی وبیدست پائی زیادہ باعث رحمت الٰہی ہوتی ہے کہ حق اللہ وحق العبد کچھ نہیں رہتا ان شاء اللہ تعالٰی (اگر اللہ تعالٰی چاہے۔ت)

احادیث: بزار ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے بسند صحیح راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قتل الصبر لايمر بذنب الا محاه[2]۔	قتل صبر کسی گناہ پر نہیں گزرتا مگر یہ کہ اسے مٹا دیتا ہے۔

نیز بزار ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قتل الرجل صبرا كفارة لما قبله من الذنوب[3]۔ قال المناوی فی التیسیر ظاهره وان كان المقتول عاصيا ومات بلاتوبة ففيه ردّ على الخوارج والمعتزلة[4] اه ورأيتنی كتبت على هامشه مانصه اقول: بل لا محمل له سواه	آدمی کا بروجہ صبر مارا جانا تمام گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہے۔ علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا اس کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ اگرچہ مقتول گنہگار ہو اور بغیر توبہ مر جائے۔ پس اس میں خارجیوں اور معتزلہ کا رد ہے اھ، مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ پر لکھا کہ جس کی عبارت یہ ہے میں کہتا ہوں

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۷۱۶ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/ ۲۰۱، سنن ابن ماجہ کتاب الجہاد باب فضل الغزو البحر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۴

[2] کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب الحدود باب قتل الصبر حدیث ۱۵۴۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۲۱۴

[3] کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب الحدود باب قتل الصبر حدیث ۱۵۴۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۲۱۳

[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث قتل الصبر الخ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/ ۱۹۳

فانہ ان لم یکن عاصیا لم یمر القتل بذنب وان کان تاب فکذالك فان التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔	بلکہ اس کے علاوہ اس کا اور کوئی محمل نہیں اس لئے کہ اگر مقتول گنہگار نہ ہو تو پھر قتل گاگناہ پر گزر نہ ہوگا (گناہ ہی نہ ہو تو اس پر گزر کیسا) اور اگر اس نے توبہ کرلی تو پھر بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہو جاتا ہے کہ جس کا کوئی گناہ ہی نہیں۔ت)

احادیث مطلق ہیں اور مخصص مفقود وحدث عن البحر ولاحرج اور ہم نے سنی المذہب کی تخصیص اس لئے کی کہ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لو ان صاب بدعۃ مکذبا بالقدر قتل مظلوما صابرا محتسبا بین الرکن والمقام لم ینظر اللہ فی شیئ من امرہ حتی یدخلہ جھنم۔رواہ ابو الفرج فی العلل[1] من طریق کثیر من سلیم تا انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فذکرہ۔	اگر کوئی بدمذہب تقدیر ہر خیر وشر کا منکر خاص حجر اسود ومقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان محض مظلوم وصابر مارا جائے اور وہ اپنے اس قتل میں ثواب الٰہی ملنے کی نیت بھی رکھے تاہم اللہ عزوجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے یہاں تک کہ اسے جہنم میں داخل کرے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ (ابو الفرج نے العلل میں کثیر بن سلیم تا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے روایت کیا اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، پھر پوری حدیث کو ذکر کیا۔ت)

چہارم: مدیون جس نے بحاجت شرعیہ کسی نیک جائز کام کے لئے دین لیا اور اپنی چلتی ادا میں گئی نہ کی نہ کبھی تاخیر ناروا رکھی بلکہ ہمیشہ سچے دل سے ادا پر آمادہ اور تا حد قدرت اس کی فکر کرتا رہا پھر بمجبوری ادا نہ ہو سکا اور موت آگئی تو مولٰی عزوجل اس کے لئے اس دین سے درگزر فرمائے گا اور روز قیامت اپنے خزانہ قدرت سے ادا فرما کر دائن کو راضی کر دے گا اس کے لئے یہ وعدہ خاص اسی دین کے واسطے ہے نہ تمام حقوق العباد کے لئے۔

احادیث: احمد وبخاری وابن ماجہ حضرت ابوہریرہ اور طبرانی معجم کبیر میں بسند صحیح حضرت میمون کردی اور حاکم مستدرک اور طبرانی کبیر میں حضرت ابوامامہ باہلی اور احمد وبزار وطبرانی وابو نعیم بسند حسن

[1] العلل المتناہیۃ باب دخول المبتدع النار حدیث ۲۱۵ نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۱۴۰

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق اور ابن ماجه وبزار حضرت عبدالله بن عمرو اور بیہقی مرسلًا قاسم مولائے حضرت امیر معاویه رضی الله تعالٰی عنہم سے راوی واللفظ لمیمون رضی الله تعالٰی عنه:

قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم من ادان دینا ینوی قضائه اداه الله عنه یوم القیمة[1]۔	یعنی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فرماتے ہیں جو کسی دین کا معاملہ کرے کہ اس کے ادا کی نیت رکھتا ہو الله عزوجل اس کی طرف سے روز قیامت ادا فرمائے گا۔

حدیث ابوامامه رضی الله تعالٰی عنه کے لفظ مستدرک میں یہ ہیں حضور اقدس صلوات الله وسلامه علیه فرماتے ہیں:

من تداین بدین وفی نفسه وفاؤہ ثم مات تجاوز الله عنه وارضی غریمه بماشاء[2]۔	جس نے کوئی معاملہ دین کیا اور دل میں ادا کی نیت رکھتا تھا پھر موت آگئی الله عزوجل اس سے درگزر فرمائے گا اور دائن کو جس طرح چاہے راضی کرے گا۔

نیک وجائز کی قید حدیث عبدالله بن عمرو رضی الله تعالٰی عنہما سے ظاہر کہ اس میں ضرورت جہاد وضرورت تجہیز وتکفین مسلمان وضرورت نکاح کو ذکر فرمایا بلکہ بخاری تاریخ اور ابن ماجه سنن اور حاکم مستدرک میں راوی حضور سید عالم صلی الله تعالٰی علیه وسلم فرماتے ہیں:

ان الله تعالٰی مع الدائن حتی یقضی دینه مالم یکن دینه فیمایکرہ الله[3]۔	بیشک الله تعالٰی قرضدار کے ساتھ ہے یہاں تک کہ اپنا قرض ادا کرے جب تک کہ اس کا دین الله تعالٰی کے ناپسند کام میں نہ ہو۔

بمجبوری رہ جانے کی قید حدیث ابن صدیق اکبر رضی الله تعالٰی عنہما سے ثابت کہ رب العزت جل وعلا روز قیامت مدیون سے پوچھے گا تونے کاہے میں یہ دین لیا اور لوگوں کا حق ضائع کیا، عرض کرے گا اے رب میرے! تو جانتا ہے کہ میرے اپنے کھانے پینے پہننے ضائع کردینے کے سبب وہ دین نہ رہ گیا بلکہ اتی علی اما حرق واما سرق واما وضیعة آگ لگ گئی یا چوری ہوگئی یا تجارت میں ٹوٹا پڑا یوں رہ گیا،

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۹ ۲۳/ ۴۳۲ و حدیث ۹۴۹ ۷ ۸/ ۲۹۰ المکتبة الفیصلیة بیروت، السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب البیوع باب ماجاء فی جواز الاستقراض دار الفکر بیروت ۵/ ۳۵۴، کنز العمال بحواله طب عن میمونه حدیث ۱۵۴۲۷ موسسة الرساله بیروت ۶/ ۲۲۱

[2] المستدرك للحاکم کتاب البیوع ان الله مع الدائن الخ دار الفکر بیروت ۳/ ۲۳

[3] المستدرك للحاکم کتاب البیوع ان الله مع الدائن الخ دار الفکر بیروت ۳/ ۲۳، کنز العمال بحواله تخ.ه.ك حدیث ۱۵۴۳۰ مؤسسة الرساله بیروت ۶/ ۲۲۱

مولٰی عزوجل فرمائے گا:

صدق عبدی فانا احق من قضی عنک[1]۔	میرا بندہ سچ کہتا ہے سب سے زیادہ میں مستحق ہوں کہ تیری طرف سے ادافرمادوں۔

پھر مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی کوئی چیز منگا کر اس کے پلہ میزان میں رکھ دے گا کہ نیکیاں برائیوں پر غالب آجائیں گی اور وہ بندہ رحمت الٰہی کے فضل سے داخل جنت ہوگا۔

پنجم: اولیائے کرام صوفیہ صدق ارباب معرفت قدست اسرارہم ونفعنا اللہ ببرکاتہم فی الدنیا والاٰخرۃ (ان کے راز پاک کردیئے گئے، اللہ تعالٰی ہمیں دنیااور آخرت میں ان کی برکتوں سے فائدہ پہنچائے۔ت) کہ بنص قطعی قرآن روز قیامت ہر خوف وغم سے محفوظ وسلامت ہیں۔

قال تعالٰی " اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ "[2]۔	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) آگاہ ہو جاؤ یقینا اللہ تعالٰی کے دوست (ہر خوف اور غم سے محفوظ ہوں گے) نہ انہیں کوئی ڈر ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔(ت)

توان میں بعض سے اگر بتقاضائے بشریت بعض حقوق الٰہیہ میں اپنے منصب ومقام کے لحاظ سے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین کوئی تقصیر واقع ہو تو مولٰی عزوجل اسے وقوع سے پہلے معاف کرچکا کہ:

قداعطیتکم من قبل ان تسألونی وقداجبتکم من قبل ان تدعونی وقد غفرت لکم من قبل ان تعصونی[3]۔	میں نے تمہیں عطافرمادیا اس سے پہلے کہ تم مجھ سے کچھ مانگو، اور میں نے تمہاری درخواست قبول کرلی قبل اس کے کہ تم مجھے پکارو، اور یقینا تمہاری نافرمانی کرنے سے پہلے میں نے تمہیں معاف کردیا۔(ت)

یوہیں اگر باہم کسی طرح کی شکررنجی یا کسی بندہ کے حق میں کچھ کمی ہو جیسے صحابہ رضوان اللہ تعالٰی

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن عبدالرحمن بن ابی بکر المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۹۸، الترغیب والترہیب بحوالہ احمد والبزار و الطبرانی وابی نعیم مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۰۲

[2] القرآن الکریم ۱۰/ ۶۲

[3] مفاتیح الغیب التفسیر الکبیر تحت آیۃ سورۃ القصص وما کنت بجانب الغربی الخ المطبعۃ البہیۃ لمصریۃ ۲۴/ ۲۵۷

علیہم اجمعین کے مشاجرات کہ:

ستکون لاصحابی زلۃ یغفرھا اللہ تعالٰی لھم لسابقتھم معی[1]۔	عنقریب میرے ساتھیوں سے کچھ لغزشیں ہوں گی جنہیں ان کی پیش قدمی کے باعث اللہ تعالٰی معاف فرمادے گا۔(ت)

تو مولٰی تعالٰی وہ حقوق اپنے ذمہ کرم پر لے کر ارباب حقوق کو حکم تجاوز فرمائے گا اور باہم صفائی کراکر آمنے سامنے جنت کے عالیشان تختوں پر بٹھائے گا کہ:

"وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿۴۷﴾"[2]	ان کے سینوں کو کینوں اور کدورتوں سے ہم پاک صاف کردیں گے پھر وہ بھائی بھائی ہو کر ایک دوسرے کے آمنے سامنے تخت نشین ہوں گے۔(ت)

اسی مبارک قوم کے سرور وسردار حضرات اہل بدر رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین جنہیں ارشاد ہوتا ہے:

اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم[3]۔	جو چاہو کرو کہ میں تمہیں بخش چکا۔

انہیں کے اکابر سادات سے حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں جن کے لئے بارہا فرمایا گیا:

ماعلی عثمٰن ماعمل بعد ھذہ ماعلی عثمٰن ماعمل بعد ھذہ[4]۔	آج سے عثمان کچھ کرے اس پر مواخذہ نہیں، آج سے عثمان کچھ کرے اس پر مواخذہ نہیں۔

فقیر غفر اللہ تعالٰی کہتا ہے حدیث:

اذا احب اللہ عبدًا لم یضرہ ذنب رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس[5] و	جب اللہ تعالٰی کسی بندے سے محبت کرنے لگے تو اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا، محدث دیلمی نے

---

[1] الجامع الصغیر حدیث ۴۶۵۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۰۱

[2] القرآن الکریم ۱۵/ ۴۷

[3] صحیح البخاری کتاب المغازی باب فضل من شھد بدرا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۵۶۷

[4] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب عثمان ابن عفان امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۱۱

[5] الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۲۴۳۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۷۷، الدر المنثور بحوالہ القشیری وابن نجار تحت آیۃ ان اللہ یحب التوابین الخ منشورات مکتبۃ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۱/ ۲۶۱

الامام القشیری فی رسالته وابن النجار فی تاریخه عن انس بن مالك رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم۔	اسے مسند الفردوس میں، امام قشیری نے اپنے رسالہ میں اور ابن نجار نے اپنی تاریخ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا۔ (ت)

کا عمدہ محمل یہی ہے کہ محبوبان خدا اول تو گناہ کرتے ہی نہیں ع

ان المحب لمن یحب مطیع

(بے شک محبت کرنے والا جس سے محبت کرتا ہے اس کا فرمانبردار مطیع ہوتا ہے۔ ت)

وھذا ما اختارہ سیدنا الوالد رضی الله تعالٰی عنه (اور اسی کو ہمارے والد گرامی (اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو) نے پسند فرمایا۔ ت) اور احیانًا کوئی تقصیر واقع ہو تو واعظ وزاجر الٰہی انہیں متنبہ کرتا اور توفیق انابت دیتا ہے پھر التائب من الذنب کمن لاذنب له[1] (گناہوں سے توبہ کرنے والا اس آدمی کی طرح ہوجاتا ہے جس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔ ت) اس حدیث کا ٹکڑا ہے وھذا ما مشی علیه المناوی فی التیسیر (یہ وہی ہے جس پر علامہ مناوی نے تیسیر میں روش اختیار فرمائی۔ ت) اور بالفرض ارادۂ الٰہیہ دوسرے طور پر تجلی شان عفو ومغفرت واظہار مکان قبول ومحبوبیت پر نافذ ہوا تو عفو مطلق وارضائے اہل حق سامنے موجود، ضرر ذنب بحمد اللہ تعالٰی ہر طرح مفقود، والحمدلله الکریم الودود، وھذا ما زدته بفضل المحمود (سب تعریف اس خدا کے لئے جو بزرگ وبرتر، معزز اور بندوں کو دوست رکھنے والا اور ان کا محبوب ہے، یہ وہ ہے جس کا میں نے اللہ تعالٰی ستودہ صفات کے فضل وکرم سے اضافہ کیا ہے۔ ت)

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کے گمان میں حدیث مذکور ام ہانی رضی اللہ تعالٰی عنہا ینادی مناد من تحت العرش یا اھل التوحید، الحدیث[2] (عرش کے نیچے سے ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا اے توحید پرستو، الحدیث۔ ت) میں اہل توحید سے یہی محبوبان خدا مراد ہیں کہ توحید خالص تام کامل ہر گونہ شرک خفی واخفی سے پاک ومنزہ انہیں کا حصہ ہے بخلاف اہل دنیا جنہیں عبد الدینار عبد الدرہم عبد طمع عبد ہوٰی عبد رغب فرمایا گیا۔

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۴۳۲ دار لکتب العلمیة بیروت ۲/ ۷۷

[2] المعجم الاوسط حدیث ۱۳۵۸ مکتبۃ المعارف الریاض ۲/ ۲۰۰

وقال اللہ تعالٰی "اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ"[1]۔	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (اے محبوب!) کیا آپ نے دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔(ت)

اور بیشک بے حصول معرفت الٰہی اطاعت ہوائے نفس سے باہر آنا سخت دشوار، یہ بندگان خدا نہ صرف عبادت بلکہ طلب وارادت بلکہ خود اصل ہستی ووجود میں اپنے رب جل مجدہ کی توحید کرتے ہیں **لاالٰہ الا اللہ** (اللہ تعالٰی کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ت) کے معنی عوام کے نزدیک **لامعبود الا اللہ** (اللہ تعالٰی کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کی عبادت کی جائے۔ت)، خواص کے نزدیک **لامقصود الا اللہ** (اللہ تعالٰی کے سوا مقصود ومطلوب نہیں۔ت)، اہل ہدایت کے نزدیک **لامشھود الا اللہ** (اللہ تعالٰی کے کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کی وحدانیت کی گواہی دی جائے اور جس کی بارگاہ میں مخلوق حاضر ہونے والی ہو۔ت) ان اخص الخواص ارباب نہایت کے نزدیک **لاموجود الا اللہ** (اللہ تعالٰی کے سوا حقیقتًا کوئی موجود نہیں۔ت) تو اہل توحید کا سچا نام انہیں کو زیبا، وللہٰذا ان کے علم توحید کہتے ہیں:

جعلنا اللہ تعالٰی من خدامھم و تراب اقدامھم فی الدنیا والاٰخرۃ وغفرلنا بجاھھم عندہ انہ اھل التقوٰی واھل المغفرۃ اٰمین!	اللہ تعالٰی ہمیں ان کے خادموں میں شامل فرمائے اور دنیاوآخرت میں ان کے قدموں کی مٹی بنادے اور ان کے اس مرتبہ عالیہ کے طفیل جو ان کا اس کی بارگاہ میں ہے ہمیں بخش دے بیشک وہی اس لائق ہے کہ اس سے خوف رکھا جائے اور وہی بخش دینے کی اہلیت رکھتا ہے۔اے اللہ! میری دعا قبول ومنظور فرما۔(ت)

امید کرتا ہوں کہ اس حدیث کی یہ تاویل تاویل امام غزالی قدس سرہ العالی سے احسن واجود، **وباللہ التوفیق**۔

پھر ان صورتوں میں بھی جبکہ طرز یہی برتی گئی کہ صاحب حق کو راضی فرمائیں اور معاوضہ دے کر اسی سے بخشوائیں تو وہ کلیہ ہر طرح صادق رہا کہ حق العبد بے معافی عبد معاف نہیں ہوتا۔ غرض معاملہ نازک ہے اور امر شدید اور عمل تباہ امل بعید، اور کرم عمیم اور رحم عظیم، اور ایمان

---

[1] القرآن الکریم ۴۵/ ۲۳

خوف ورجاکے درمیان۔

وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی شفیع المذنبین نجاۃ الھالکین مرتجی البائسین محمد واٰلہٖ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العٰلمین، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	اور ہمیں اللہ تعالٰی ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے، اور گناہوں سے کنارہ کش ہونے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قدرت اس کی توفیق وعنایت کے بغیر کسی میں نہیں، وہ بلند مرتبہ بزرگ وبرتر ذات ہے، اللہ تعالٰی کی بے پایاں رحمتیں ہوں گنہگاروں کیلئے سفارش کرنے والی ذات پر، تباہ حالوں کے وسیلہ نجات پر اور ناامید ہونے والوں کے مرکز امید پر یعنی ہمارے آقا ومولٰی حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم پر، ان کی سب اولاد اور ساتھیوں پر، سب تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کاپروردگار ہے اور اللہ تعالٰی پاک بلند وبالا سب سے بڑا عالم ہے اور اس عظمت والی ذات کا علم نہایت درجہ کامل اور محکم ومضبوط ہے۔ (ت) ۱۴/ جمادی الاولٰی ۱۳۱۰ھ

رسالہ

اعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد

ختم ہوا

سوگ ونوحہ وجزع وفزع

مسئلہ ۱۶۹تا۱۷۱: از محمد گنج ضلع بریلی مرسلہ عبدالقادر خاں صاحب رامپوری ۱۹ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) اگر کسی شخص مسلمان کے تین بچے سال سال بھر کے یا دو دو برس یا تین تین کے کہ قضائے الٰہی سے فوت ہوجائیں اور وہ شخص رنج کی حالت میں نماز پڑھ کر خدا کا شکر ادا کرے اور صبر کرے جب اس شخص نے اپنے بچوں کے مرنے پر اللہ کا شکر کیا اور صبر کیا تب اس صبر کی جزا بچوں کے والدین کو قیامت میں کچھ ملے گی یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا۔**

(۲) جو شخص بچوں کے مرنے پر چلا کر روتے ہیں اس چلا کے رونے سے میت پر کچھ تکلیف ہوتی ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا۔**

(۳) چلا کے رونا جائز ہے یا ناجائز؟ **بیّنوا توجروا۔** (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب:

(۱) اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝" [1]	یوہیں ہے کہ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر پورا پورا دیا جائے گا بے شمار۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۱۰

اور فرماتا ہے:

" اُولٰٓئِکَ عَلَیۡہِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَ رَحۡمَۃٌ ۟ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُہۡتَدُوۡنَ ﴿۱۵۷﴾ "[1]	ایسے لوگوں پر درودیں ہیں ان کے رب کی طرف سے اور مہربانی، اور یہی لوگ راہ پانے والے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مامسلم یموت له ثلثة لم یبلغوا الحنث الا ادخله الجنة بفضل رحمته یاھم۔رواہ الشیخان [2] و النسائی وابن ماجة عن انس بن مالك واحمد عن امّه وعن عمروبن عبسة وعن ابی ھریرة وعبداللّٰه بن احمد فی زوائد المسند وابویعلٰی بسند صحیح والحاکم وصححه عن الحارث بن اقیش رضی اللّٰه تعالٰی عنھم۔	جس مسلمان کے تین بچے نابالغی میں مریں گے اللہ تعالٰی اسے جنت میں داخل فرمائے گا اس رحمت کی برکت سے جو ان بچوں پر فرمائے گا (امام بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالک کے حوالہ سے اس کو روایت کیا ہے۔احمد نے اپنی والدہ، اور عمرو بن عبداللہ اور ابوہریرہ سے روایت کیا۔ابن حبان نے حضرت ابوذر سے اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ سے اور عبداللہ بن احمد نے زوائد مسند میں اور ابویعلٰی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔اور حاکم نے اسے صحیح قرار دے کر حضرت حارث بن اقیش سے روایت کیا ہے، اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو۔(ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

مامن مسلم یموت له ثلثة من الولد لم یبلغوا الحنث الاتلقوہ من ابواب الجنة الثمانیة من ایھا شاء دخل۔رواہ ابن ماجة[3]	جس مسلمان کے تین بچے نابالغ مریں گے وہ جنت کے آٹھوں دروازوں سے اس کا استقبال کریں گے کہ جس سے چاہے داخل ہو۔(ابن ماجہ نے اس کو

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۷

[2] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ماقیل فی اولاد المسلمین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۴، سنن ابن ماجہ ابواب ماجاء فی الجنائز باب ماجاء فی ثواب من اصیب الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۶، سنن النسائی کتاب الجنائز باب ثواب من احتسب الخ نور محمد کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۶۴

[3] سنن ابن ماجہ ابواب ماجاء فی الجنائز باب ماجاء فی ثواب من اصیب الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۶، کنزالعمال حدیث ۶۵۶۰ مؤسسة الرسالہ بیروت ۳/ ۲۸۴

عن عتبة بن عبدالسلمی رضی الله تعالٰی عنه بسند حسن۔	سند حسن کے ساتھ عتبہ ابن عبدالسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔(ت)

ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہی حدیث کہ پہلے مذکور ہوئی بیان فرمائی صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ او اثنان یادو، فرمایا: او اثنا یا دو۔ عرض کی: اوواحد یا ایک، فرمایا: وواحد یا ایک۔ پھر فرمایا:

والذی نفسی بیده ان السقط لیجرامه بسرره الی الجنة اذا احتسبته۔ رواه الامام احمد[1] بسند صالح والطبرانی عن معاذ رضی الله تعالٰی عنه۔	قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ کچا بچہ جو گر جاتا ہے اگر ثواب الٰہی کی امید میں اس کی ماں صبر کرے تو وہ اپنے نال سے اپنی ماں کو جنت میں کھینچ لے جائے گا۔ (اس کو امام احمد نے سند صالح کے ساتھ اور امام طبرانی نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا مات ولد العبد قال الله لملئکته قبضتم ولد عبدی، فیقولون نعم فیقول قبضتم ثمرة فواده، فیقولون نعم، فیقول ماذاقال عبدی، فیقولون حمدك واسترجع، فیقول ابنوالعبدی بیتًا فی الجنّة وسمّوه بیت الحمد۔ رواه احمد والترمذی[2] وحسنه	جب مسلمان کا بچہ مرتا ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے: تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کرلی۔ عرض کرتے ہیں: ہاں۔ فرماتا ہے: تم نے اس کے دل کا پھل لے لیا۔ عرض کرتے ہیں: ہاں۔ فرماتا ہے: پھر میرے بندے نے کیا کہا: عرض کرتے ہی: تیرا شکر ادا کیا اور انا للہ وانّا الیه رٰجعون کہا فرماتا ہے: میرے بندے کے لئے جنت میں ایک گھر بناؤ اور اس کا نام "حمد کا مکان" رکھو۔ (امام احمد نے اسے روایت کیا ہے اور

---

[1] مسند احمد بن حنبل معاذ بن جبل المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۴۱

[2] جامع الترمذی ابواب الجنائز باب فصل المصیبة اذا احتسب امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۲۲

وابن حبان فی صحیح التقاسیم والانواع عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	امام ترمذی نے اس کی تحسین فرمائی اور محدث ابن حبان نے "صحیح التقاسیم والانواع" میں حضرت ابوموسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۲) چِلّاکے رونے سے مُردے کو ضرور تکلیف ہوتی ہے۔ اہلسنت کے مذہب میں موت سے روح نہیں مرتی، نہ اس کا علم و سمع وبصر زائل ہوتا ہے بلکہ ترقی پاتا ہے، جنازہ رکھا ہوتا ہے لوگ جو کچھ کہتے کرتے ہیں مردہ سب سنتادیکھتاہے۔ یہ سب امور احادیث کثیرہ سے ثابت ہیں **کما بیّنّاہ فی "حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات"** (جیساکہ ہم نے اس مسئلہ کو "حیات الموات فی بیان سماع الاموات" میں بیان کیا ہے۔ت) چلاکے رونے سے زندے پریشان ہوجاتے ہیں ایذا پاتے ہیں نہ کہ مردہ جس پر ابھی ایسی سخت تکلیف چلانے کی گزرچکی ہے اس کی پریشانی اس کی ایذا، بیان سے باہر ہے۔ پھر وہ تودار حق میں گیا اب اسے ہر مصیبت رنج دیتی اور ہر حسنہ سرور بخشتی ہے یہ امر اس کے لئے صد گونہ ایذا کا باعث ہوتا ہے، بچہ ہو یا جوان اس میں سب یکساں ہیں۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتؤذوا امواتکم بعویل۔[1] رواہ ابن مندۃ والدیلمی عن ام المومنین ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔	چلا کر رونے سے اپنے مردوں کو ایذانہ دو (محدث ابن مندۃ اور دیلمی نے ام المومنین سیدہ ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اس کو روایت کیا ہے۔ت)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک جنازے میں کچھ عورتیں دیکھیں فرمایا:

ارجعن مأزورات غیرماجورات انکن لتفتن الاحیاء وتؤذین الاموات۔ رواہ سعید[2] بن منصور فی سننہ۔	پلٹ جاؤ وبال سے بھری ثواب سے بَری، تم زندوں کو فتنوں میں ڈالتی اور مُردوں کو ایذادیتی ہو (سعید بن منصور نے اس کو اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ت)

امام بکر بن عبداللہ مزنی تابعی فرماتے ہیں:

[1] الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۳۱۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۹۸

[2] کنز العمال بحوالہ الخطیب عن ابی ھدیۃ حدیث ۴۲۶۰۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۶۵۷

انه مامن میت یموت الاوروحه فی ید ملك الموت فهم یغسلونه ویکفنونه وهو یری مایصنع اهله فلم یقدر علی الکلام لنهاهم عن الرنة والعویل۔رواه الامام ابوبکر[1] بن ابی الدنیا۔	مجھے حدیث پہنچی کہ جو مرتا ہے اس کی روح ملک الموت کے ہاتھ میں ہوتی ہے لوگ اسے غسل وکفن دیتے ہیں اور وہ دیکھتا ہے جو کچھ اس کے گھر والے کرتے ہیں ان سے بات نہیں کرتا کہ انہیں شور وفریاد سے منع کرے(امام ابوبکر بن ابی الدنیا نے اس کو روایت کیا۔ت)

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ماں باپ پر ان کی موت کے بعد آدمی کے اعمال پیش ہوتے ہیں، نیکیوں پر شاد ہوتے ہیں اور ان کے منہ اور زیادہ چمکنے لگتے ہیں **فاتقوا اللّٰه ولاتؤذوا امواتکم** تو اللہ سے ڈرو اپنے مردوں کو اپنے گناہوں سے ایذا نہ دو۔**رواه الامام الترمذی[2] الحکیم عن والد عبدالعزیز** (امام حکیم ترمذی نے عبد العزیز کے والد سے اس کو روایت کیا ہے۔ت) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان المیت لیعذب ببکاء اهله علیه[3]۔رویاه الشیخین عن عمر وعمر رضی اللّٰه تعالٰی عنهما۔	بیشک مردے پر جو اس کے گھر والے روتے ہیں اس سے اسے عذاب والم ہوتا ہے(اس کو بخاری مسلم نے عمرو عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

علماء فرماتے ہیں:

المراد بالعذاب هوالالم الذی یحصل للمیّت اذ سمعهم یبکون اوبلغه ذلك فانه یحصل له تألم بذلك نقله ملا علی القاری	(حدیث مذکور میں)عذاب سے وہ احساس دکھ مراد ہے جو میت کو حاصل ہوتا ہے جو انہیں روتے پیٹے سنتی ہے کیونکہ اس رویہ سے وہ درد والم محسوس کرتی ہے، چنانچہ ملا علی قاری نے

[1] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا باب معرفۃ المیت من یغسلہ الخ خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۴

[2] الجامع الصغیر بحوالہ الحکیم عن والد عبدالعزیز حدیث ۳۳۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۹۹

[3] جامع الترمذی ابواب الجنائز باب ماجاء فی کراھیۃ البکاء امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۱۹

في المرقاة[1] عن السيد الشاه ميرك المحدّث عن الامام شمس الدين محمد بن محمد بن محمد الجزري انه قال في تصحيح المصابيح عندي والله اعلم لكن المراد بالعذاب الخ **قلت** وقد تخالج صدري قبل ان اطلع عليه حتى رأيته فيهما ولله الحمد، والله سبحٰنه وتعالٰى اعلم۔	مرقات شرح مشکوٰۃ میں سید میرک شاہ محدث بخاری کے حوالہ سے اسے نقل فرمایا اس نے امام شمس الدین محمد بن محمد بن محمد جزری سے نقل کیا انہوں نے تصحیح المصابیح میں ذکر فرمایا اللہ تعالٰی سب کچھ بہتر جانتا ہے مگر میرے نزدیک حدیث مذکور میں عذاب سے درد و کرب مراد ہے الخ **میں کہتا ہوں** اس پر مطلع ہونے سے پہلے میرے دل میں بھی یہی بات کھٹکتی تھی یہاں تک کہ میں نے ان دونوں بزرگوں کے کلام میں اسے دیکھ لیا۔ اور اللہ تعالٰی ہی کے لئے تمام خوبیاں، محاسن، محامد ہیں۔ اور اللہ تعالٰی پاک اور برتر بڑا عالم ہے۔ (ت)

(۳) میت پر چلا کر رونا جزع فزع کرنا حرام سخت حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اثنتان في الناس هما بهم كفر في النسب والنياحة۔ رواه مسلم[2] عن ابي هريرة رضي الله تعالٰى عنه ورواه ابن حبان والحاكم وزادا شق الجيب۔	لوگوں میں دو یا تین کفر ہیں کسی کے نسب پر طعنہ اور میت پر نوحہ۔ (امام مسلم نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے روایت کیا، ابن حبان اور حاکم نے بھی اس کو روایت کیا ہے مگر حاکم نے یہ اضافہ "اور گریبان پھاڑنا"۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

صوتان ملعونان في الدنيا والاٰخرة مزمار عند نعمة ورنّة عند المصيبة، رواه البزار[3] عن انس	دو آوازوں پر دنیا وآخرت میں لعنت ہے، نعمت کے وقت باجا اور مصیبت کے وقت چلانا (محدث بزار نے اس کو صحیح سند کے ساتھ

[1] مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الجنائز باب البکاء علی المیت مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۲۲۴

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اطلاق اسم الکفر علی الطعن فی النسب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۸

[3] کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب الجنائز باب ماجاء فی النوح مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۳۷۷

رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔	حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے روایت کیا ہے۔ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

النائحة اذا لم تتب قبل موتها تقام یوم القیمة و علیها سربال من قطران ودرع من جرب رواہ مسلم [1] عن ابی مالك الاشعری۔	چلّا کر رونے والی جب اپنی موت سے قبل توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن کھڑی کی جائے گی یوں کہ اس کے بدن پر گندھک کا کُرتا ہوگا اور کھجلی کا دوپٹہ۔(امام مسلم نے اسے ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ت)

اور ایک روایت میں ہے:

قطع اللہ ثیابا من قطران ودرعا من لهب النار۔رواہ ابن ماجة عنه [2]۔	اللہ تعالٰی اسے گندھک کے کپڑے پہنائے گا اور اوپر سے دوزخ کی لپٹ کا دوپٹہ اڑھائے گا۔(ابن ماجہ نے اس کو ابومالک اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان ھؤلاء النوائح یجعلن یوم القیمة صفین فی جهنّم صف عن یمینهم وصف عن یسارهم فینبحن علی اهل النار کما تنبح الکلاب۔رواہ الطبرانی [3] فی الاوسط عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنه۔	یہ نوحہ کرنے والیاں قیامت کے دن جہنّم میں دو صفیں کی جائیں گی دوزخیوں کے دائیں بائیں وہاں ایسے بھونکیں گی جیسے کتیاں بھونکتی ہیں۔(امام طبرانی نے اس کو "الاوسط" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے روایت کیا ہے۔ت)

[1] صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی الوعید للنائحة الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۰۳

[2] سنن ابن ماجہ ابواب ماجاء فی الجنائز، باب فی النهی عن النیاحة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۴

[3] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۵۲۲۵ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/ ۱۱۰

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انابریٔ ممن حلق وسلق وخرق۔رواہ الشیخان عن ابی موسی الاشعری رحمہ اللہ تعالٰی۔[1]	میں بیزار ہوں اس سے جو بھدرا کرے اور چلاکر روئے اور گریبان چاک کرے(بخاری ومسلم نے حضرت ابوموسٰی اشعری رحمہ اللہ تعالٰی کے حوالہ سے اسے روایت کیا۔ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الاتسمعون ان اللہ لایعذب بدمع العین ولابحزن القلب ولکن یعذب بھذا واشار الٰی لسانہ اویرحم وان المیت یعذّب ببکاء اھلہ علیہ۔رویاہ عن ابن عمر[2] رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	ارے سنتے نہیں ہو بیشک اللہ نہ آنسوؤں سے رونے پرعذاب کرے نہ دل کے غم پر(اور زبان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا) ہاں اس پر عذاب ہے۔یا رحم فرمائے اور بیشک مردے پر عذاب ہوتا ہے اس کے گھر والوں کے اس پر نوحہ کرنے سے۔(اس کو بخاری ومسلم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ت)

عالمگیری میں جامع المضمرات سے ہے:

النوح العالی لایجوز والبکاء مع رقۃ القلب لاباس بہ[3]۔	بلند آواز سے رونا اور بین کرنا(اسلام میں) جائز نہیں لیکن بغیر آواز کے رونا اور آنسو بہانا ممنوع نہیں۔(ت)

درمختار میں ہے:

لاتصح الاجارۃ لاجل المعاصی مثل الغناء والنوح و الملاھی[4]۔	گناہوں پر اجارہ(مزدوری کرنا) درست نہیں،گانا بجانا رونا پیٹنا یہ افعال گناہ ہیں،واللہ تعالٰی اعلم(ت)

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم ضرب الخدود قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۰

[2] صحیح بخاری کتاب الجنائز باب البکاء عند المریض قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷۴

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الصلوٰۃ الفصل السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۶۷

[4] درمختار کتاب الاجارہ فاسدہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۷۹

مسئلہ ۱۷۲: ۱۲ شعبان ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس حدیث کاترجمہ کیاہے اور اس سے میت پر نوحہ کرنے کاجواز بعض غیر مقلد نکالتے ہیں، یہ صحیح ہے یا نہیں؟

عن انس قال لما ثقل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جعل یتغشّاہ فقالت فاطمۃ واکرب اباہ فقال لہا لیس علی ابیک کرب بعد الیوم فلما مات قالت یاابتاہ اجاب ربادعاہ یاابتاہ من جنّۃ الفردوس ماواہ یاابتاہ الی جبرئیل ننعاہ فلما دفن قالت فاطمۃ یاانس اطابت انفسکم ان تحثوا علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم التراب۔رواہ البخاری[1]۔

بیّنوا توجروا۔ (ترجمہ جواب میں موجود ہے)

الجواب:

انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے جب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مرض سے گرانی ہوئی، بے چینی نے غلبہ کیا، حضرت بتول زہرا نے کہاہائے میرے باپ کی بے چینی، سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایاآج کے بعد تیرے باپ پر کبھی کسی قسم کی بے چینی نہیں، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انتقال فرمایا حضرت بتول زہرا نے کہااے باپ میرے اللہ کے بلانے پر تشریف لے گئے، اے باپ میرے وہ کہ فردوس کے باغ میں جن کاٹھکانا، اے باپ میرے ہم ان کے انتقال کی مصیبت جبریل سے بیان کرتے ہیں جب سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دفن کرچکے حضرت بتول زہرا نے فرمایا اے انس! تمہارے دلوں نے کیونکر گوارا کیاکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسم اطہر کو خاک میں پنہاں کرو۔یہ حدیث بخاری نے روایت کی۔

حضرت بتول زہرا نے یہ کلمات نہ صیحہ وفریاد کے ساتھ کہے نہ ان میں کوئی غلطی یا بے تحقیق وصف بیان فرمایانہ کوئی کلمہ شکایت رب العزۃ وناراضی قضائے الٰہی پر دال تھا، لہٰذا اس میں کوئی وجہ ممانعت نہیں۔زرقانی میں ہے:

فقال لہا لاکرب علی ابیک بعدالیوم وھذا یدل علی انہالم ترفع	حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی بیٹی سے فرمایا آج کے بعد تیرے والد گرامی کو گھبراہٹ

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۴۱

صوتها والا انهاها[1]۔	اور کوئی بے چینی نہ ہوگی، یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے کہ سیدہ نے اپنی آواز (کلمات مذکورہ کہتے ہوئے) بلند نہ کی تھی ورنہ آپ منع فرمادیتے۔(ت)

اسی میں فتح الباری سے ہے:

یؤخذ منه ان تلك الالفاظ کان المیت متصفا بها انه لایمنع ذکرہ بهابعد موته بخلاف ما اذا لایتحقق اتصافه بهافتدخل فی المنع[2]۔	اس سے استدلال کیاجاتاہے کہ آدمی کے مرنے کے بعد یہ الفاظ کہناجبکہ وہ ان سے متصف ہو منع نہیں،بخلاف اس کے کہ آدمی ان سے متصف نہ ہوتو پھرایسے الفاظ کہنا ممانعت میں داخل ہیں۔(ت)

تحریم نوحہ میں احادیث متواترہ موجود ہیں اس سے جواز نوحہ ثابت نہ کرے گا مگر جاہل۔**واللہ الهادی** (اللہ تعالٰی ہدایت فرمانے والاہے۔ت) **واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۷۳: مسؤلہ سید مقبول عیسٰی میاں صاحب بریلی نو محلّہ صفر ۱۳۳۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس امر کے اہلسنت وجماعت کو عشرہ محرم الحرام میں رنج وغم کرنا جائز ہے یا نہیں؟**بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

اہل سنت وجماعت کامدار ایمان حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت ہے جبتک اپنے ماں، باپ،اولاد، تمام جہان سے زیادہ حضور کی محبت نہ رکھے مسلمان نہیں،خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والدہ و ولدہ والناس اجمعین[3]۔	تم میں کوئی مسلمان نہیں ہوتا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ اور اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔

اور محب کو محبوب کی ہر شے عزیز ہوتی ہے یہاں تک کہ اس کی گلی کا کتا بھی۔ حضرت مولانا قدس سرہٗ

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة المقصد العاشر الفصل الاول دار المعرفة بیروت ۸/ ۲۷۳

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة المقصد العاشر الفصل الاول دار المعرفة بیروت ۸/ ۲۸۳

[3] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷

مثنوی شریف میں حضرت مجنوں رحمہ اللہ تعالٰی کی حکایت تحریر فرمائی کہ کسی نے ان کو دیکھا کمال محبت کے طور پر ایک کتے کے بوسے لے رہے ہیں، اعتراض کیا کہ کتا نجس ہے چنیں ہے چناں ہے۔ فرمایا نہیں جانتا ؎

کاین طلسم بستہ مولٰی ست ایں پاسبان کوچہ لیلٰی ست ایں[1]

(جیسے یہ اللہ کی بنائی ہوئی تصویر ہے، یہ (کتا) لیلٰی کی گلی کا چوکیدار ہے۔ ت)

یہ کتا لیلٰی کی گلی کا ہے محبان صادق کا جب دنیا کے محبوبوں کے ساتھ یہ حال ہے جن میں ایک حسن فانی کا کمال سہی ہزاروں عیب ونقص بھی ہوتے ہیں، تو کیا کہنا ہے ہمارے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جنہیں تمام اوصاف حمیدہ میں اعلٰی کمال، اور جن کا ہر کمال ابدی اور لازوال اور جو ہر عیب ونقص سے منزہ وبے مثال، ان کا ہر علاقہ والا سنی کے سر کا تاج ہے، صحابہ ہوں خواہ ازواج خواہ اہلبیت رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔ پھر یہ کہنا ہے ان کا جو حضور کے جگر پارے اور عرش کی آنکھ کے تارے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حسین منّی وانا من حسین، احب اللہ من احب حسینا، حسین سبط من الاسباط[2]۔	حسین میرا اور میں حسین کا، اللہ دوست رکھے اسے جو حسین کو دوست رکھے، حسین ایک نسل نبوت کی اصل ہے۔

یہ حدیث کس قدر محبت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے، ایک بار نام لے کر تین بار ضمیر کافی تھی مگر نہیں ہر بار لذت محبت کے لئے نام ہی کا اعادہ فرمایا، کماقالوا فی قول القائل ؎

تاللہ یاظبیات القاع قلن لنا الیلای منکن ام لیلٰی من البشر

(خدا کی قسم اے ہموار زمین کے ہرنو! ہمیں یہ بتادو کیا لیلٰی تم میں سے ہے یا انسانوں میں سے ہے۔ ت)

کون سا سنی ہوگا جسے واقعہ ہائلہ کربلا کا غم نہیں یا اس کی یاد سے اس کا دل محزون اور آنکھ پر نم نہیں، ہاں مصائب میں ہم کو صبر کا حکم فرمایا ہے، جزع فزع کو شریعت منع فرماتی ہے، اور جسے واقعی دل میں غم نہ ہو اسے جھوٹا اظہار غم ریاء ہے اور قصداً غم آوری وغم پروری خلاف رضا ہے جسے اس کا غم نہ ہو اسے بیغم نہ رہنا چاہئے

---

[1] مثنوی معنوی قصہ نواختن مجنون آن سگ الخ نورانی کتب خانہ پشاور دفتر سوم ص ۱۷

[2] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب ابی محمد الحسن الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۱۹

بلکہ اس غم نہ ہونے کا غم چاہئے کہ اس کی محبت ناقص ہے اور جس کی محبت ناقص اس کا ایمان ناقص۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۷۴: جناب انتظام علی خاں چھتہ شیخ منگلو زیر جامع مسجد دہلی ۱۸ جمادی الآخرہ

ہر میلاد شریف میں شہادت کا بیان اور نوحہ اشعاروں کے پڑھتے ہی میلاد خواں خود روتے ہیں اور دوسروں کو بھی رُلاتے ہیں۔ مثال کہ زینب، کلثوم، صغرٰی وغیرہ وغیرہ اس طرح سے پڑھتی تھیں اور روتی تھیں جائز ہے یا نہیں؟ یعنی اس طرح سے پڑھنا۔

الجواب:

نوحہ ماتم حرام ہے، بیان شہادت حسین ناجائز طور پر جاہلوں میں رائج ہے خود ہی ممنوع اور مجلس میلاد مبارک میں کہ مجلس سرور عالم کے ساتھ اس کا ملانا اور حماقت۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۷۵تا۱۷۸: ۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وخلیفہ مرسلین مسائل ذیل میں:

(۱) بعض سنت جماعت عشرہ ۱۰ محرم الحرام کو نہ تو دن بھر روٹی پکاتے ہیں اور نہ جھاڑو دیتے ہیں کہتے ہیں کہ بعد دفن تعزیہ روٹی پکائی جائے گی۔

(۲) ان دس دن میں کپڑے نہیں اُتارتے ہیں۔

(۳) ماہ محرم میں بیاہ شادی نہیں کرتے ہیں۔

(۴) ان ایّام میں سوائے امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کسی کی نیاز فاتحہ نہیں دلاتے ہیں، آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

پہلی تینوں باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے، اور چوتھی بات جہالت ہے ہر مہینہ ہر تاریخ میں ہر ولی کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ ہوسکتی ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

تعزیہ اور اس سے متعلقہ بدعات

مسئلہ ۱۷۹: از بسولی ضلع بدایوں مرسلہ خلیل احمد صاحب ۹ شوال ۱۳۱۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ کا بنانا اور دیکھنا ان پر دل سے معتقد ہونا اہل سنت وجماعت کو چاہئے یا نہیں؟ اور جو ایسا کرے اس پر بموجب شرع کیا حکم صادر ہوگا؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب:

تعزیہ رائجہ مجمع بدعات شنیعہ سیئہ ہے، اس کا بنانا دیکھنا جائز نہیں، اور تعظیم وعقیدت سخت حرام واشد بدعت۔ اللہ سبحانہ وتعالٰی مسلمان بھائیوں کو راہ حق کی ہدایت فرمائے۔ آمین! **واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۸۰: از عیسٰی نگر ضلع کھیری ملک اودھ مرسلہ سید مظہر حسن صاحب ۱۵ صفر ۱۳۲۰ھ

جناب مولوی صاحب! ہم لوگ ساکنان عیسٰی نگر ضلع کھیری وڈاک خانہ خاص عیسٰی نگر کے ہیں اور جناب کا نام سنا ہے کہ بریلی میں جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب محلّہ سوداگران میں بہت بڑے مولوی ہیں اور بہت اچھا حکم شریعت کا دیتے ہیں، ہمارے یہاں تھوڑے دنوں سے ایک شخص نے واہی بات مچائی ہے کہ محمدی جھنڈا مت کھڑا کرو اور تعزیہ مت بناؤ اور تعزیہ پر مٹھائی چڑھاتے ہیں اسے کھانے کو منع کرتا ہے اور خدائی رات میں ڈھول بجانے کو منع کرتا ہے اور مولود شریف رنڈی اور بھانڈی کے یہاں

پڑھنے کو نہیں جاتا کہتا ہے مزدوری کرکے لاؤ شیرینی تو پڑھ دوں گا یا شیرینی مت لاؤ تمہارے یہاں ویسے ہی پڑھ دوں گا تو مولوی صاحب ہم کو شیرینی بغیر ثواب کیوں کریں اور ہم تعزیہ وغیرہ بنانا چھوڑدیں تو یہاں مسلمان کا نام بھی نہ رہے گا اب ایک مولوی صاحب آئے ہیں وہ مولود شریف اور گیارہویں کو بھی منع کرتے ہیں تو مولوی صاحب اور احمد کا جھگڑا خوب ہوا اور جھگڑا ہو کر یہ بات ٹھہری کہ وہ دو دو تین تین آدمی مل کر غزلیں سرہلا کر نہ پڑھا کریں اور قصہ ہرنی کا نہ پڑھیں صحیح کتاب کی روایات پڑھا کریں اور کھڑے نہ ہوں جب سے احمد ویسے ہی کھڑا ہو کر مولود شریف پڑھتا ہے اور مولوی صاحب بھی ویسے ہی کھڑے رہتے ہیں اور جوڑ کے خمسہ پڑھتے ان کے پڑھنے کو کہتے ہیں اور جو غزل خود پڑھتے ہیں۔

اب یہ بات ٹھہری ہے کہ جس بات کو تحریر مذکورہ بالا میں اچھا لکھ دیں گے مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے وہ ہم سب مل کر کریں گے اور کسی بات کا جھگڑا نہیں ہے جو باتیں اس کاغذ میں اوپر درج ہیں ان میں سے جو جو بات بہتر اور ثواب زیادہ جس کے کرنے میں ہو وہ تحریر کردیجئے گا اور گیارہویں کی بابت یہ فیصلہ ہوگیا ہے چاہے جس تاریخ میں فاتحہ کرو اور اس کا ثواب نذراللہ کرکے حضرت بڑے پیر صاحب کی روح کو ایصال ثواب کریں، یہ مت خیال کرو کہ اگر گیارہویں کو نہ کریں گے تو ہم کو کچھ نقصان ہوگا جس کا دل چاہے گیارہویں کرے جس کا دل چاہے دسویں نویں کرے ہر وقت ثواب ہے۔

اب ایک بات کو اور منع کرتے ہیں کہ غازی میاں سید سالار کے بیاہ میں مت جاؤ بہرائچ، اب ہمارے کچھ لوگ وہاں کو بھی نہیں جانا چاہتے ہیں یہاں تک کہ ان کے نشان کو بھی منع کرتے ہیں اور ہماری آپس میں شادی ہے، آپ کے جواب آنے کے بعد شادی میں شریک ہوں گے، صاف صاف جواب لکھ دیجئے گا، بہت ثواب کے مرتکب ہوں گے، جواب کے واسطے ارسال خدمت منسلک ہے۔

الجواب:

جھنڈا ایک تو جہاد کا ہوتا ہے وہ لشکر سلطانِ اسلام کے ساتھ خاص ہے یہاں اس کا اصل محل نہیں کہ یہاں نہ سلطان اسلام نہ لشکر اسلام تو اس جھنڈے کا کیا کام۔ اور اگر کسی اور غرض سے کوئی جھنڈا بنایا جاتا ہو تو اس کا معلوم ہونا چاہئے، اگر غرض محمودہ اور اس میں شہرت اور علامت کی حاجت ہے تو حرج نہیں **وقد حققنا فی فتاوٰنا** (اس کی تحقیق ہم نے اپنے فتاوٰی میں کردی ہے۔ت) اور اگر غرض مذموم یا عبث وفضول ہے تو منع کرنا ٹھیک ہے تعزیہ ممنوع ہے شرع میں کچھ اصل نہیں اور جو کچھ بدعات ان کے ساتھ کی جاتی ہیں سخت ناجائز ہیں **وفصلت بعضھا فی الفتاوٰی** (بیشک میں نے فتاوٰی میں بعض مسائل کی تفصیل بیان کردی ہے۔ت) مسلمان اتباع احکام شرع سے ہوتے ہیں

نہ امور ناجائزہ سے تعزیہ پر جو مٹھائی چڑھائی جاتی ہے اگرچہ حرام نہیں ہو جاتی مگر اس کے کھانے میں جاہلوں کی نظر میں ایک امر ناجائز شرعی کی وقعت بڑھانے اور اس کے ترک میں اس سے نفرت دلانی ہے لہٰذا نہ کھائی جائے۔ ڈھول بجانا حرام ہے اور جس رات کا نام خدائی رات رکھا ان میں بجائے عبادت گناہ و معصیت کرنا گویا گناہ کو معاذاللہ عبادت ٹھہرانا ہے اور یہ اور زیادہ حرام ہے۔ رنڈیوں، ڈومنیوں، بھانڈوں کے یہاں جو مجلس میلاد شریف ان کے حرام مال سے کی جائے ان میں شرکت ہر گز نہ کی جائے،

فان اللہ طیب لایقبل الا الطیب [1]۔	بلاشبہہ اللہ تعالٰی پاک ہے اور پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے۔ (ت)

بلکہ رنڈیوں ڈومنیوں کے یہاں کسی طرح جانا نہ چاہئے اگرچہ وہ حلال مزدوری کے مال سے مجلس کریں کہ ان کے یہاں جانے میں تہمت ہے اور تہمت سے بچنے کا حکم ہے۔ حدیث میں ہے:

من کان یومن باللہ والیوم الاٰخر فلایقفن مواقف التھم [2]۔	جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ تہمت کی جگہ کھڑا نہ ہو۔

یہ سمجھنا محض غلط ہے کہ بغیر شیرینی کے ثواب نہ ہوگا، کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت شریف کا ذکر اقدس ویسے ہی موجب ثواب نہیں! ہاں شیرینی میں زیادہ ثواب ہے کہ ذکر شریف کے ساتھ صدقہ فقراء وہدیہ احبّا بھی شامل ہو گیا قربت بدنی کے ساتھ قربت مالی بھی ہو گئی، مجلس میلاد شریف اعلٰی مستحب ومندوب وبہتر وخوب ہے اور ان میں قیام بھی مستحسن ومرغوب ہے اور گیارہویں شریف بھی حسن ومحبوب ہے اور گیارہویں تاریخ کی تخصیص میں بھی شرعًا کوئی حرج نہیں، ہاں یہ سمجھنا غلط ہے کہ خاص گیارہویں ہی کو ثواب ملے گا اور دن نہ ملے گا۔ چند آدمیوں کا مل کر خوش الحانی سے پڑھنا بھی جائز ہے جبکہ شعر شرعًا اچھے ہوں اور راگنی کا قصد نہ کریں مگر امرد لڑکوں کو ان میں شریک نہ کیا جائے کہ ان میں فتنہ ہے۔ یہ سب مسائل بارہا ذکر ہو گئے ہیں۔ ہرنی کا قصہ جس قدر حدیث میں آیا ہے ضرور مقبول ومعتبر ہے اور اس کا پڑھنا اور سنانا سب ثواب ہے ہاں اپنی طرف سے کچھ بڑھا دیا ہو تو غلط ہے اسے نکال دینا ضرور ہے۔ حدیث میں یہ قصہ یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جنگل میں تشریف رکھتے تھے کہ کسی کے پکارنے کی آواز آئی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دیکھا کسی کو نہ پایا پھر نظر

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب صلوٰۃ الاستسقاء دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۳۴۶

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص۲۴۹

فرمائی تو ایک ہرنی بندھی ہوئی پائی اور اس نے عرض کی: ادن منّی یارسول اللہ! حضور میرے پاس تشریف لائیں۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہرنی کے قریب تشریف لے گئے، فرمایا: تیری کیاحاجت ہے؟ اس نے عرض کی:

ان لی خشفین فی ذٰلک الجبل فحلّنی حتی اذھب فارضیعھاثم ارجع الیک۔	اسی پہاڑ میں میرے دو بچے ہیں حضور مجھے کھول دیں کہ میں جا کر انہیں دودھ پلاآؤں پھر حضور کے پاس حاضر ہو جاؤں گی۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تو اپنا سچا کرے گی؟ ہرنی نے عرض کی:

عذبنی اللہ عذاب العشار ان لم افعل۔	میں ایسانہ کروں تو اللہ تعالٰی مجھ پر ان لوگوں کا عذاب کرے جو ظلماً لوگوں سے مال تحصیلتے تھے۔

رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسے کھول دیا، وہ گئی، بچوں کو دودھ پلا کر واپس آئی، مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسے پھر باندھ دیا، وہ بادیہ نشین جس نے یہ ہرنی باندھی تھی ہوشیار ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ! حضور کا کوئی کام ہے کہ میں بجالاؤں۔ فرمایا: ہاں یہ کہ تو اس ہرنی کو چھوڑ دے اس نے چھوڑدی۔ وہ ہرنی دوڑتی ہوئی یہ کہتی ہوئی چلی گئی کہ:

اشھد ان لاالٰہ الااللہ وانک رسول اللہ۔	میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور یہ کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں،

یہ حدیث طبرانی نے معجم کبیر[1] میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی۔

غازی میاں کا بیاہ کوئی چیز نہیں محض جاہلانہ رسم ہے، نہ ان کے نشان کی کوئی اصل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۱: ۲۶ محرم ۱۳۳۰ھ

عَلم تعزیہ کو بنانا، ڈھول تاشہ یا کسی انگریزی باجے کے ساتھ ہندو کہار بیلداروں سے اٹھوانا اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے اسم مقدس کو بتشدید کہنا اور زور زور سے دونوں ہاتھ سے سینہ پیٹنا اور تعزیہ کو بازاروں میں لئے پھرنا، ہندو مسلمانوں کو بطور تماشہ کے دکھانا اور دس محرم کو ایک میلہ لگانا اور امام باڑہ میں تعزیہ رکھ کر بتاشہ ریوڑی ہندو مسلمانوں سے پڑھوانا اور امام باڑہ پر نوبت رکھوانا اور اس میں روشنی کرنا اور خوب مرصّع کرنا اور دس محرم کو ہندو کہاروں یا

[1] المعجم الکبیر مرویات ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حدیث ۷۶۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۳/ ۳۲۔۳۳۱

بیلداروں سے گڑھا کھدوا کر اس میں تعزیہ دفن کرادینا اور تخت کو واپس لانا اور عوام الناس کی یہ مرادیں مانگنا اور ان کا فقیر بنانا، گھر گھر سے مانگ کر نیاز دلوانا اور رنگین ہرے ہرے کپڑے نئے نئے پہننا، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بچہ پیدا ہوتے ہی مر جاتا ہے ایسی حالت میں یہ مراد مانگنا کہ یاحضرت امام حسین! آپ کی دعا سے اگر ہمارا بچہ زندہ رہا تو ہم دس برس تک آپ کے نام کے بچہ کو فقیر یا بہشتی یا پیک بنادیں گے، اور بعد دس برس کے برادری محتاج یا مساکین کو نہایت خوشی اور جلوس کے ساتھ کھانا کھلا کر فقیری کو ختم کرائیں گے اور جابجا مرثیہ جاکر پڑھنا دھنیا بنا کر برادری میں بطور حصہ یا عیدی کی طرح بٹوؤں میں رکھ کر بچوں کے لئے بھیجنا اور کھچڑا پکا کر برادری میں تقسیم کرنا اور خود کھانا محتاجوں کو کھلانا اور یہ کہاں سے ثابت ہوا ہے اور روٹیاں پکوا کر اس طرح لنگر لٹانا کہ ہاتھ میں گرے یا جہاں کہیں اس فعل کا کرنے والا کون ہے اور یہ افعال کس کے ہیں اور مومن کو امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کے واقعہ میں ان دس ایام میں کیا کرنا چاہئے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب:

مسلمانوں کو ان ایام میں صدقات وخیرات ومبرات وحسنات کی کثرت چاہئے خصوصًا روزے خصوصًا روز عاشورکا کہ سال بھر کے روزوں کا ثواب اور ایک سال گزشتہ کے گناہوں کی معافی ہے **کما ثبت فی الحدیث الصحیح** (جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ت) اور بہتر یہ ہے کہ نویں دسویں دونوں کا روزہ رکھے۔

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لئن بقیت الی قابل لاصومن التاسع[1]۔	اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر میں آئندہ سال میں زندہ رہا تو ضرور میں نوتاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا(ت)

حضرت شہزادہ گلگوں قبا امام حسین شہید کربلا ودیگر شہدائے کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نام پاک پر جس قدر ہوسکے تصدق وایصال ثواب کریں بلکہ ان روزوں وغیرہا تمام حسنات کا ثواب اسی جناب گردوں قباب کی نذر کریں گرمیوں میں ان کے نام پر شربت بلائیں جاڑے میں چائے پلائیں اور نیک نیت پاک مال سے شربت چائے کھانے کو جتنا چاہیں لذیذ وبیش قیمت کریں سب خیر ہے کھچڑا پلاؤ فرنی جو چاہیں اور بے دقت میسر ہو برادری میں بانٹیں محتاجوں کو کھلائیں اپنے گھر والوں کو کھلائیں

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصیام باب یوم عاشوراء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۵۹

نیک نیت سے، سب ثواب ہے۔

کما ثبت فی الاحادیث الصحاح حتی قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مااطعمت نفسك فھو لك صدقۃ[1]۔	جیسا کہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے، یہاں تک کہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کچھ تو اپنے آپ کو کھلائے وہ بھی تیرے لئے صدقہ ہے۔(ت)

رہا یہ کہ کھچڑا کہاں سے ثابت ہوا، جہاں سے شادی کا پلاؤ دعوت کا زردہ ثابت ہوا۔ یہ تخصیصات عرفیہ ہیں نہ شرعیہ، ہاں جو اسے شرعًا ضروری جانے وہ باطل پر ہے۔ روٹیاں پکا کر تقسیم کرنا بھی خیر ہے مگر پھینکنا منع ہے اور ان کا پاؤں کے نیچے آنا یا ناپاک جگہ گرنا سخت شدید مواخذہ کا موجب، ایک تو روٹی کی بیحرمتی جس کی تعظیم کا حدیث میں حکم فرمایا، دوسرے نیاز کی چیز کی بے توقیری نیاز کی چیز معظم ہوتی ہے کما دلّ علیہ حدیث نفیس فی بھجۃ الاسرار (جیسا کہ اس پر ایک عمدہ حدیث دلالت کرتی ہے جو بہجۃ الاسرار میں مذکور ہے۔ت) بے ادب وہابیوں کا کہنا کہ اس میں تو صدقہ کے سبب سے اور خباثت آگئی، ان کی قلبی خباثت ہے کہ محبوبان خدا کے نام سے انہیں عداوت ہے، بہشتی بننا اگر بدعات سے خالی ہو اور بدعات سے خالی ہو اور محض نام و نقل نہ ہو بلکہ کام اور فعل ہو یعنی پانی بھر بھر کر مسلمانوں کو پلائیں وضو کرائیں تو ضرور اچھا کام اور باعث اجر ہے اور اس کا ثواب بھی نذر شہدائے کرام ہو سکتا ہے اور پیک بننا نری نقالی اور بیہودہ بے معنی ہے اور گھنٹے لٹکانا حدیث میں منع فرمایا، یونہیں فقیر بن کر بلاضرورت و مجبوری بھیک مانگنا حرام، کما نطقت بہ احادیث مستفیضۃ (جیسا کہ بہت سی مشہور و معروف حدیثیں اس معنی پر ناطق ہیں۔ت) اور ایسوں کو دینا بھی حرام لانہ اعانۃ علی المعصیۃ اس لیے کہ یہ گناہ کے کام پر دوسرے کی امداد کرنا ہے جیسا کہ درمختار میں مذکور ہے۔ت) اور وہ منت ماننی کہ دس برس تک ایسا کریں گے سب مہمل و ممنوع ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لانذر فی معصیۃ[2]۔	حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گناہ کے کام میں کوئی نذر (منت) نہیں۔(ت)

[1] مسند امام احمد بن حنبل حدیث حضرت مقدام بن معدی کرب دار الفکر بیروت ۴/ ۱۳۱

[2] سنن ابی داؤد کتاب الایمان باب من رأی علیہ کفارۃ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۱۱

ہاں سیدنا حضرت عالی مقام علٰی جدہ الکریم ثم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اپنی حاجت میں استمداد واستعانت وطلب دعاوشفاعت جائز ومحبوب،

قال اللہ تعالٰی "وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ"[1]۔ وقال اللہ تعالٰی "اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّہِمُ الْوَسِیْلَۃَ"[2]۔	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالٰی کی بارگاہ تک رسائی کے لئے وسیلہ تلاش کرو، اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: یہی وہ ہیں جن کی وہ عبادت کرتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔(ت)

دھنیابنانے کھانے بٹوؤں میں رکھ کر بچوں کو بھیجنے میں فی نفسہٖ کچھ حرج نہ تھا مگر وہ مبنی جس کی بنا پر یہ کیاجاتاہے شرعًاناجائز ہے، اس کی اصل یوں ہے کہ پان کھانے کے عادی ہیں محرم کے عشرہ میں سوگ کے خیال سے پان چھوڑدیتے ہیں اس کی جگہ پر دھنیا ایجاد ہوا ہے، شریعت نے عورت کو شوہر کی موت پر چارمہینے دس دن سوگ کاحکم دیاہے اوروں کی موت کے تیسرے دن تک اجازت دی ہے باقی حرام ہے اور ہر سال سوگ کی تجدید توکسی کے لئے اصلًا حلال نہیں پھر حقیقت دیکھئے تودعوٰی غم بھی جھوٹا، غم میں آدمی سے پان نہ کھایاجائے تودھنیئے کے یہ تکلفات کہ وقت میں اس سے سوجگہ زائد اور خرچ بھی زیادہ اور لذت بھی افزوں، یہ ضرور ہوسکیں گے، یونہیں عشرہ محرم کے سبز رنگے ہوئے کپڑے بھی ناجائز ہیں یہ بھی سوگ کی غرض سے ہیں، سوگ میں اصل سیاہ لباس ہے وہ تورافضیوں نے لیااور انہیں زیبا بھی تھاکہ ایک توان کے دلوں کی بھی یہی رنگت ہے۔ دوسرے یہ کہ سیدناامام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

الشیعۃ نساء ھذہ الامّۃ[3]۔	شیعہ اس امت کی عورتیں ہیں۔

سوگ وماتم عورتوں ہی کو خوب آتے ہیں۔ ہمارے جاہل سنی بھائی سیاہی سے توبچے کہ رافضیوں کی مشابہت نہ ہومگر اس سے قریب تر رنگت سبزی پائی اسے اختیار کیا، سبزی جب گہری ہوگی سیاہی لے آئے گی ہلکی سیاہی کو سبزی کہتے ہیں، آسمان نیلاہے اسے عربی میں خضراء، فارسی میں چرخ سبزہ فام، کہتے ہیں، اردو میں مسیں بھیگنے کو، اس وقت بالوں کی سیاہی خوب گہری نہیں ہوتی، سبزہ آغاز کوکہتے ہیں،

[1] القرآن الکریم ۵/ ۳۵
[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۵۷
[3]

لہٰذا اس نیت سے یہ بھی ناجائز، مسلمان کو چاہئے عشرہ مبارک میں تین رنگوں سے بچے: سیاہ، سبز، سرخ، سیاہ، سبز کی وجہیں تو معلوم ہو گئیں اور سرخ آج کل ناصبی خبیث خوشی کی نیت سے پہنتے ہیں، سیاہ میں اُودا، نیلا، کاسنی۔ سبز میں کاہی، دھانی، پستئی۔ سرخ میں گلابی، عنابی، نارنجی سب داخل ہیں۔ غرض جس پر ان میں کوئی رنگ صادق آئے اگر سوگ یا خوشی کی نیت سے پہنے جب تو خود ہی حرام ہے ورنہ ان کی مشابہت سے بچنا بہتر ہے، یوہیں مرثیے کہ رائج ہیں سب حرام و ناجائز ہیں۔ حدیث میں ہے:

نھی رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم عن المراثی[1]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا۔

اور ماتم کرنا، چھاتی پیٹنا بھی حرام ہے **نطقت بتحریمه احادیث بالغة حدالاشتهار** (درجہ شہرت تک پہنچی ہوئی حدیثیں اس کے حرام ہونے پر ناطق ہیں۔ت) حسّن حسّن بتشدید کہنا تو جہالت ہی تھا مگر ماتم سخت منع ہے۔ یوہیں عَلَم، تعزیے، تخت، جریدے، باجے، کھیل تماشے سب بیہودہ وبدعت وممنوع ہیں۔ یوہیں تعزیہ، چڑھاوا، امام باڑے کا مکان، اس کی نوبت، روشنی، آرائش سب بشرح صدر ہیں، غم والم کا نام اور لہو ولعب کی یہ دھوم دھام اور اس پر امید خوشنودی حضرت امام۔ اور اس الٹی مت کا کیا ٹھکانا کہ یہ تو تعزیہ کی وہ تعظیم کہ گویا معاذاللہ بعینہٖ یہی نعش مبارک حضور پرنور امام عالی مقام ہے بلکہ اس سے بھی زائد، یہاں تک کہ اسے سجدہ کرنے سے بھی باک نہیں۔ اور کہاں یہ حرکت کہ کہار بیلدار وغیرھم کفار اسے اٹھائے پھریں اور اس پر پڑھا یہ جائے کہ اسے مومنو! اٹھاؤ جنازہ حسین کا۔ **استغفر اللّٰه**، پھر گلی کوچوں میں گشت، پھر توڑ تاڑ کر دبا دینا کتنی شتر گرگی ہے، پھر مصنوعی کربلا میں جسے حقیقی کے مثل ٹھہراتے ہیں، کوئی دقیقہ لغویات وممنوعات کا اٹھا نہیں رکھتے، رنڈیوں کے جھولے تک ہوتے ہیں بلکہ تختوں پر ایک ایک رنڈی جلوہ گر ہوتی ہے، کہاں امام عالی مقام کی طرف نسبت اور کہاں یہ سخت شنیع حرکت، کاش اللہ عزوجل ہمارے بھائیوں کو سمجھ دیتا کہ ہزاروں روپے جو یوں نیکی برباد گناہ لازم میں تباہ کرتے انہیں حضرات شہیدان پاک کے نام پر تصدّق کرتے، مساکین کو دیتے جاڑے میں ان کے لحاف رضائی گرم کپڑے بناتے وغیرہ وغیرہ افعال حسنہ کرتے تو کتنا بہتر ہوتا۔ اللہ ہدایت دے آمین! **واللّٰه تعالٰی اعلم**۔

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن عبداللہ بن ابی اوفٰی المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۳۵۶

مسئلہ ۱۸۲و۱۸۳: مسئولہ مولانا ظفرالدین صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۰ھ

ملفوظات حضرت سید عبدالرزاق ہانسوی قدس سرہ میں یہ حکایتیں ہیں یا نہیں؟

(۱) محرم کی دس تھی کہ حضرت مولانا ممدوح ایک تعزیہ کے ساتھ ہولئے جو جلاہوں کا تھااور مصنوعی کربلامیں دفن ہونے کے لئے لوگ لئے جاتے تھے آپ کی وجہ سے اور خدام ومریدین بھی ساتھ ہولیے کربلاتک ساتھ ساتھ رہے بلکہ دیر تک قیام فرمایا کچھ دنوں بعد بعض خاص مریدین نے پوچھاتوفرمایاکہ مجھے تعزیوں سے کچھ مطلب نہیں ہم توامام عالی مقام کو دیکھ کر ساتھ ہولئے تھے کہ ان کے ساتھ اولیائے کرام کا مجمع تھا۔

(۲) انہیں بزرگ کا قصہ ہے کہ ایک دن عاشورہ کو مسجد میں بیٹھے وضو کررہے تھے ٹوپی مبارک فصیل پررکھی تھی کہ یکایک اسی طرح سربرہنہ نیچے تشریف لے آئے اور ایک تعزیہ کے ساتھ ہولئے اس دفعہ لوگوں نے دریافت کیا توفرمایاکہ حضرت سیدۃ النساء تشریف فرما تھیں۔

دونوں روایتیں کہاں تک صحیح ہیں؟

الجواب:

دونوں حکایتیں محض غلط وبے اصل ہیں، تعزیہ داروں کو نہ کوئی دلیل شرعی ملتی ہے نہ کسی معتمد کا قول، مجبورانہ حکایت بناتے ہیں، اسی ساخت کی حکایت کوئی شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کرتا ہے، کوئی مولانا شاہ عبدالمجید صاحب سے، کوئی حضرت مولانا فضل رسول صاحب سے، کوئی مولوی فضل الرحمٰن سے، کوئی میرے حضرت جدامجد سے، رحمۃ اللہ علیہم، اور سب باطل ومصنوع ہیں۔ میں تو ابھی زندہ ہوں میری نسبت کہہ دیا کہ ہم نے اسے تعزیہ شاید عَلَم بتائے کہ ان کے ساتھ جاتے دیکھا اور اس حکایت کا کذب تو خود اسی سے روشن کہ فرمایا: "مجھے تعزیوں سے کچھ مطلب نہیں ہم توامام عالی مقام کودیکھ کر ساتھ ہولئے تھے کہ ان کے ساتھ اولیائے کرام کا مجمع تھا"۔ سبحان اللہ! جب تعزیے ایسے معظم ومقبول ومحبوب بارگاہ ہیں کہ خود حضور پرنور امام انام علٰی جدہ الکریم ثم علیہ الصلوٰۃ والسلام بنفس نفیس ان کی مشایعت فرماتے ہیں، ان کے ساتھ چلتے ہیں توان سے کچھ مطلب نہ ہونا اللہ عزوجل کے محبوب ومعظم سے مطلب نہ ہونا ہے جو ولی تو ولی کسی مسلمان کی شان نہیں۔ پھر آگے تتمہ کلام ملاحظہ ہو کہ "اُن کے ساتھ اولیائے کرام کا مجمع تھا" یہ کاف بیانیہ تو ہو نہیں سکتا ضرور تعلیلیہ ہے یعنی حضرت امام کے ساتھ ہونے پر بھی کچھ توجہ نہ ہوتی مگر کیا کیجئے ان کے ساتھ مجمع اولیاء تھا لہٰذا شامل ہونا پڑا۔ عیب بھی کرنے کو ہنر چاہئے، ہاں خوب یاد آیا ۳ جمادی الاٰخرہ ۱۳۲۷ھ کو تلہر سے ایک سوال آیا تھا کہ تُونے تعزیہ داری کو جائز کر دیا ہے اس خبر کی کیا حقیقت ہے؟ ایک

رافضی بڑے فخر سے اس روایت کو نقل کرتا ہے ایضًا تیرا اور دیگر چند علمائے بریلی کافتوٰی تیار ہوا ہے کہ آیت تطہیر کے تحت میں ازواج مطہرات داخل نہیں، اس فتوٰی کی نقل اس رافضی کے پاس دیکھنے میں آئی ہے فقط، اب فرمایئے اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت درکار، جب زندوں کے ساتھ یہ برتاؤ ہے تواحیائے عالم برزخ کی نسبت جو ہو کم ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۸۴: امیر علی سرنیا ضلع بریلی ۱۱ محرم ۱۳۳۱ھ

کیافرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جواشخاص سنت جماعت ہوں وہ منت تعزیہ وعَلَم ومہندی کی مانتے ہیں ان کواصل تعزیہ دار کے تعزیہ پر لے جاکر چڑھاتے ہیں اور شیرینی اور کھانا ہر قسم کالیجا کر وہاں فاتحہ دیتے ہیں اور اس کوبطور تبرک کے تقسیم کرتے ہیں اور گھر سے لیجاتے وقت چار چار قدم پر مرثیہ بآواز بلند پڑھتے ہیں اور ڈھول تاشے مجیرے وغیرہ کی آواز بلند ہوتی ہے اور اکثر چھاتی کوٹتے ہیں اس کو ماتم قرار دیتے ہیں، اکثر عورات کو دیکھا ہے کہ سات ونوتاریخ کی شام سے اور دس کی فجر سے گشت کرتی ہیں عَلَم ومہندی وتعزیہ اور آدمیوں وغیرہ کانظارہ کرتی ہیں اور اکثر عشرہ کو صبح سے شام تک جس کو کربلا شریف قرار دیا ہے ہر ایک تماشے دیکھتے ہیں اکثر لوگ اور عورات تعزیہ کو دفن کرکے روٹی اور شیرنی قبر پر رکھ کرماتم کرتے اور پھر فاتحہ دیتے ہیں، دیگر زید سنت جماعت ہو کر تعزیہ پر جاکر ذکر شہادت یعنی جس کو مجلس قرار دیتے ہیں شوق سے جاکر پڑھتے ہیں مرثیہ بھی، دیگرایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں یاایک محلّہ سے دوسرے محلّہ میں تخت یاعَلَم وغیرہ جائے عمرو دیکھنے نہ جائے اور شرکت تربت دے، دیگر بکر کہتاہے کہ ان یوم میں فاتحہ سوائے امام حسین علیہ السلام کے اور کسی پیغمبر اوراولیاء کرام کی نہیں ہوگی۔ دیگر زید کہتاہے کہ تخت اور تعزیہ وغیرہ کاکام اور خوشنمائی دیکھنے جائے توکوئی نقصان نہیں ہے۔ دیگر زید کہتاہے کہ دس یوم روزہ رکھنا حرام ہے کیونکہ یزید کی ماں نے بغرض لڑائی جیت کے رکھی تھی۔ ان سب سوالوں کا شرع میں کیا حکم ہے؟

الجواب:

عَلَم، تعزیے، مہندی، ان کی منت، گشت، چڑھاوا، ڈھول، تاشے، مجیرے، مرثیے، ماتم، مصنوعی کربلا کوجانا، عورتوں کاتعزیے دیکھنے کونکلنا، یہ سب باتیں حرام وگناہ وناجائز ومنع ہیں۔ فاتحہ جائز ہے روٹی شیرینی شربت جس چیز پر ہو، مگر تعزیہ پر رکھ کریااس کے سامنے ہوناجہالت ہے اور اس پرچڑھانے کے سبب تبرک سمجھنا حماقت ہے ہاں تعزیہ سے جداجو خالص سچی نیت سے حضرات شہدائے کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی نیازہو وہ ضرور تبرک ہے وہابی خبیث کہ اسے خبیث کہتاہے خود خبیث ہے۔ تعزیہ داروں کے شربت میں بھی شرکت نہ کرے کہ تعزیہ میں شرکت سمجھی جائے گی بلکہ الگ شربت

کرے اور آجکل کہ جاڑے کا موسم ہے شربت کی جگہ چائے ہونا چاہئے۔ محرم وغیرہ ہر وقت ہر زمانہ میں تمام انبیاء واولیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ جائز ہے اگرچہ خاص عشرہ کے دن ہو۔ بکر غلط کہتا ہے اور شریعت مطہرہ پر افتراء کرتا ہے، جو کام ناجائز ہے اسے تماشے کے طور پر دیکھنے جانا بھی گناہ ہے۔ عشرہ محرم کے روزے بہت ثواب نہایت افضل ہے۔ حدیثوں میں ان کی فضیلت ارشاد ہوئی ہے خصوصًا دسویں محرم کا روزہ کہ سال بھر کے روزوں کے برابر ثواب ہے اور ایک سال کے گناہوں کی معافی ہے۔ زید جھوٹا ہے اور شرع شریف پر افتراء کرتا ہے کہ ان روزوں کو حرام بتاتا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۸۵: از بدایوں محلّہ جالندھری مسئولہ محمد ادریس خاں صاحب ۲۸ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بنابر شوکت ودبدبہ اسلام تعزیہ بنانا اور نکالنا وعَلم وبیرق اور مہندی وغیرہ نکالنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز تعزیہ کو حاجت روا سمجھنا یا یہ کہنا کہ تعزیہ ہماری منت کا ہے اگر بند کریں نہ بنائیں تو ہمارا نقصان اولاد ومال ہوگا، کیسا ہے؟ تعزیہ دار یا تعزیہ پرست کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

عَلَم، تعزیہ، بیرق، مہندی جس طرح رائج ہیں بدعت ہیں اور بدعت سے شوکت اسلام نہیں ہوتی تعزیہ کو حاجت روا یعنی ذریعہ حاجت روا سمجھنا جہالت پر جہالت ہے اور اسے منت جاننا اور حماقت، اور نہ کرنے کو باعث نقصان خیال کرنا زنانہ وہم ہے مسلمان کو ایسی حرکات وخیال سے باز آنا چاہئے بایں ہمہ تعزیہ دار مسلمان ہے اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ ضرور حلال ہے کوئی جاہل سا جاہل مسلمان بھی تعزیہ کو معبود نہیں جانتا، تعزیہ پرست کا لفظ وہابیہ شرک پرست کی زیادتی ہے جس طرح تعظیم وتکریم مزارات طیبہ پر مسلمانوں کو قبر پرست کا لقب دیتے ہیں، یہ سب اُن کا جہل وظلم ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۸۶: از سیتاپور محلّہ قضیارہ مکان قاضی سیّد محمد رضا صاحب ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ بنانا کیسا ہے؟ اور اس پر شیرینی وغیرہ چڑھانا کیسا ہے؟ اور بنانے والے اور تعظیم کرنے والے کا عندالشرع کیا حکم ہے؟ اور جو شخص تعزیہ کے ناجوازی کا قائل ہے اس کو کافر یا مرتد کہنا اور کافر سمجھ کر اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا کیسا ہے؟ اور تعزیہ داری میں غلو کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

تعزیہ رائجہ ناجائز وبدعت ہے اور اس کا بنانا گناہ ومعصیت اور اس پر شیرینی وغیرہ چڑھانا محض جہالت اور اس کی تعظیم بدعت و جہالت۔اور جو تعزیہ کو ناجائز کہے اس بناپر اسے کافر یا مرتد کہنا اشد عظیم گناہ کبیرہ ہے،کہنے والے کو تجدید اسلام ونکاح چاہئے، یوہیں اس وجہ سے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا مردود وباطل ہے البتہ اگر کسی وہابی کو کافر مرتد کہا تو مضائقہ نہیں،اور وہابی کے پیچھے نماز بیشک ناجائز ہے،جو تعزیہ داری میں غلو رکھے یا اس سے معروف ہو اگرچہ غلو نہ رکھے اس کے پیچھے بھی نماز نہ چاہئے مگر پڑھیں تو ہو جائے گی،ہاں اسے امام بنانا منع ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۸۷تا۱۹۱: مرسلہ جناب مولوی محمد ابوذر از سنبھل ضلع مرادآباد محلّہ دیپا سرائے

کیافرماتے ہیں علمائے اہل سنت وجماعت رحمہم اللہ وکرمہم اللہ تعالٰی مسائل ذیل میں:

(۱) ایصال ثواب بر روح سیدنا امام حسین علیہ السلام بروز عاشورہ جائز ہے یانہیں؟

(۲) تعزیہ بنانا اور مہندی نکالنا اور شب عاشورہ کو روشنی کرنا جائز ہے یانہیں؟

(۳) مجلس ذکر شہادت قائم کرنا اور اس میں مرزا دبیر اور انیس وغیرہ روافض کے کلام پڑھنا بطور سوز خوانی یا تحت اللفظ جائز ہے یانہیں اور اہل سنت کو ایسی مجالس میں شریک ہونا مکروہ ہے یا حرام یا جائز ہے؟

(۴) حضرت قاسم کی شادی کا میدان کربلا میں ہونا جس بنا پر مہندی نکالی جاتی ہے اہلسنت کے نزدیک ثابت ہے یانہیں؟ در صورت عدم ثبوت اس واقعہ میں حضرت امام حسن علیہ السلام کی صاحبزادی کی نسبت حضرت قاسم کی طرف کرنا خاندان نبوت کے ساتھ بے ادبی ہے یانہیں؟

(۵) روز عاشورہ کو میلہ قائم کرنا اور تعزیوں کو دفن کرنا اور ان پر فاتحہ پڑھنی جائز ہے یانہیں؟ اور بارھویں اور بیسویں محرم اور بیسویں صفر کو تیجا اور دسواں اور چالیسواں اور مجلسیں قائم کرنا اور میلہ لگانا جائز ہے یانہیں؟

الجواب:

(۱) روح پرفتوح ریحانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ایصال ثواب بروجہ صواب عاشورہ اور ہر روز مستحب ومستحسن ہے۔

(۲) تعزیہ مہندی روشنی مذکور سب بدعت وناجائز ہے۔

(۳) نفس ذکر شریف کی مجلس جس میں ان کے فضائل ومناقب واحادیث وروایات صحیحہ ومعتبرہ سے

بیان کئے جائیں اور غم پروری نہ ہو مستحسن ہے اور مرثیے حرام خصوصًا رافضیوں کے کہ تبرائے ملعونہ سے کمتر خالی ہوتے ہیں اہلسنت کو ایسی مجالس میں شرکت حرام ہے۔

(۴) نہ یہ شادی ثابت نہ یہ مہندی سوا اختراع اختراعی کے کوئی چیز۔ نہ یہ غلط بیانی حد خاص توہین تک بالغ۔

(۵) عاشورہ کا میلہ لغو ولہو وممنوع ہے۔ یوہیں تعزیوں کا دفن جس طور پر ہوتا ہے نیت باطلہ پر مبنی اور تعظیم بدعت ہے اور تعزیہ پر فاتحہ جہل وحمق وبے معنٰی ہے۔ مجلسوں اور میلوں کا حال اوپر گزرا، نیز ایصال ثواب کا جواب کہ ہر روز محمود ہے جبکہ بروجہ جائز ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۹۲: از مراد آباد بازار سنبھل مرسلہ اللہ بخش صاحب

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے تعزیہ پر جاکر یہ منت مانی کہ میں یہاں سے ایک خرما لئے جاتا ہوں درصورت کام پورا ہونے کے سال آئندہ میں نقرئی خرما تیار کراکر چڑھاؤں گا۔ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

یہ نذر محض باطل وناجائز ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۹۳: از ملک برار مقام نیر بیر سوئنیتھ محلّہ داروہ ضلع ایوت محل محمد زماں عرف شیخ جھو چہار شنبہ بتاریخ ۱۲ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص تعزیہ داری کو جائز کہتا ہے اگر کوئی انکار کرتا ہے تو سخت کلامی سے پیش آتا ہے چنانچہ پیش امام مسجد نیز واقع تعلقہ داروہ ضلع ایوت محل ملک برار نے جب انکار کرکے کہا کہ تعزیہ داری سخت منع ہے تو اس نے کہا کہ تم خلاف کہتے ہو اور تمہاری امامت جائز نہیں ہے تم سور کھاتے اور حرام کھاتے ہو۔ اس پر تمام بستی کے مسلمانوں نے جمع ہوکر اس سے پوچھا تو تمام مسلمانوں کو کہا کہ تم سب سور کھاتے ہو۔ اور کہا کہ اجرت پر امامت جائز نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسے شخص کا قول کہاں تک صحیح ہے؟ کیا تعزیہ داری درست ہے اور اجرت پر امامت جائز نہیں؟ اور جو تمام مسلمانوں کو سور کھانے والا بولے تو وہ گنہگار ہے فاسق ہے یا نہیں اسے توبہ کرنا چاہئے یا نہیں؟ مسلمانوں کو ایسے شخص سے برتاؤ کیا رکھنا چاہئے؟ ایک مسلمان کی آمدنی کھیتی وتجارت سے بھی ہے اور سود سے بھی ہے ایسے شخص کے یہاں کھانا کھانا درست ہے یا نہیں؟ اگر کسی مسلمان نے اس کے یہاں کھانا کھایا تو اس کو سود کھانے والا کہیں گے یا ایسا کہنا اس کو جائز ہے یا نہیں؟ شاہ مدار کے مہینہ سولہ چراغوں کی عید کرنا کتب فقہ سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

تعزیہ داری ناجائز ہے اور فتوٰی اس پر ہے کہ امامت پر اجرت لینا حلال ہے **کما فی ردالمحتار وعامۃ الاسفار** (جیسا کہ فتاوٰی شامی اور عام بڑی بڑی کتابوں میں مذکور ہے۔ت) جس کے یہاں حلال وحرام دونوں طرح کی آمدنی ہے اس کا کھانا حرام نہیں ہوتا جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ خاص کھانا حرام مال سے ہے۔ ذخیرہ وفتاوٰی عالمگیریہ میں امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ [1]۔	ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی معین چیز کے حرام ہونے کو نہ جانیں۔(ت)

یہ دوسری بات ہے کہ سودخور کے یہاں کھانا اگرچہ حلال مال سے ہو چاہئے یا نہ چاہئے مگر مطلقًا اس کے کھانے والے کو سود کھانے والا کہنا شریعت پر افترا ہے اور عام مسلمانوں کو ایسا کہنا اور زیادہ شیطانی لفظ ہے اس پر توبہ فرض ہے اور مسلمانوں سے معافی مانگے، اگر نہ مانے اور اصرار کئے جائے تو وہ فاسق ہے اس سے وہی برتاؤ چاہئے جو ایک فاسق سے کرنے کا حکم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلمًا فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ [2]۔	جس نے کسی مسلمان کو بلاوجہ شرعی ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔

اس نے اتنے مسلمانوں کو ایذا دی بے شک وہ ظالم ہوا اور ظالم کے پاس بیٹھنے کو قرآن عظیم میں منع فرمایا، قال اللہ تعالٰی:

"وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾" [3]	اگر تمہیں شیطان بھلادے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھو(ت)

یہ سولہ چراغوں کی عید کیسی ہوتی ہے اس میں کیا کیا جاتا ہے کیا نیت ہوتی ہے ہمارے دیار میں یہ بالکل نہیں اس کا حال کبھی سننے میں نہیں آیا تفصیل ہونے پر جواب ہو سکتا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۲

[2] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/ ۳۷۳

[3] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

مسئلہ ۱۹۴: مسئولہ سید مقبول عیسٰی میاں صاحب بریلی نومحلّہ ۷ صفر ۱۳۳۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس امر کے کہ تعزیہ بنانا بدعت سیئہ ہے۔ یاشرک وگناہ کبیرہ؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب:

تعزیہ بنانا شرک نہیں یہ وہابیہ کا خیال ہے، ہاں بدعت وگناہ ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۹۵: ازبدایوں اسلام نگر مرسلہ عزیز حسن کانسٹیبل ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، اگر کوئی شخص تعزیہ بنائے یا تعزیہ پرچڑھاوا چڑھائے یا مرثیہ پڑھے یا مرثیہ کی مجلس میں شریک ہو یا باجا بجائے بجوائے یا اس میں شریک ہو یا شیرینی تقسیم کرے یا کھائے یا کھلائے یا تاریخ مقرر کرکے خیرات کرے، محرم کی ساتویں نویں دسویں تاریخ کو یہ باتیں مذہب اسلام میں جائز ہیں یا نہیں؟ اگر جائز ہیں تو کیا ثبوت ہے ثبوت مع نام کتاب صفحہ وسطر اور قرآن وحدیث سے ہو اگر ناجائز ہو تو بھی ثبوت مع صفحہ وسطر قرآن وحدیث سے تحریر فرمائیں۔

الجواب:

شیرینی تقسیم کرنا، کھانا کھلانا، فاتحہ دینا، نیاز دلانا اگرچہ تعین تاریخ کے ساتھ ہو جبکہ اس تعین کو واجب شرعی نہ سمجھے یہ باتیں شریعت میں جائز ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعه[1]۔	جو کوئی تم میں سے اپنے بھائی کو فائدہ پہنچانے کی طاقت رکھتا ہے تو اسے اپنے بھائی کو فائدہ پہنچانا چاہئے۔(ت)

امام بدرالدین محمود عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں خوبی ایصال ثواب پر اجماع امت نقل فرمایا ہے اور فرمایا اہلسنت وجماعت کا یہی مذہب ہے، باقی جو باتیں سوال میں ہیں تعزیہ اور باجا اور مرثیہ اور مرثیہ کی مجلسیں اور تعزیہ کا چڑھاوا یہ سب ناجائز وبدعت وگناہ ہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۹۶: از موضع اومری کلاں ڈاکخانہ کانٹھ ضلع مرادآباد مرسلہ ظفر احسن صاحب ۶ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اول محرم کا جاری ہونا شاہ تیمور کے وقت سے ہوا جب سنت وجماعت نہیں تھا وہاں کے روضوں کی تصویریں جو منسوب امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے

---

[1] صحیح مسلم کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ من العین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۲۴

روضے تھے اُتروا کر رکھ کر شاہ اپنا خیال پورا کرلیتا تھا اور چونکہ یہ امر بھی حکم خدا و نیز کسی حدیث نبوی سے ثابت نہیں ہے اس لئے وہ کیا حکم رکھتا ہے اور جبکہ محرم کو جاہل لوگ سجدہ کرتے ہیں اور منتیں لوگ تازیوں پر از قسم اناج پکا ہوا یا شیرینی چڑھاتے ہیں فاتحہ دیتے ہیں تازیہ کے ساتھ باجہ ہوتا ہے اور مرثیہ انیس وغیرہ کے جو سنی نہیں ہیں ان کی تصنیف کے جو اصل واقع کے برخلاف طویل ہیں وہ سُر راگنی اور کئی آواز سے ڈھپ سے پڑھتے ہیں بازار گلی کوچوں میں آل عبا کی عورتوں کی حالت وہ بیان کرتے ہیں معاذاللہ تازیوں پر روٹی پکوا کر رکھتے ہیں کربلا ایک مخصوص جگہ مقرر کرکے وہاں روٹی بانٹتے ہیں اکثر یہاں بھی آگے پیچھے کی بحث میں لڑائیاں ہوجاتی ہیں عورتیں اکثر مسلمانوں کی بلا پردہ تازیوں پر جاتی ہیں تازیوں کا سوم چہلم کرتے ہیں فاتحہ دلاتے ہیں معذرات گروہ تازیہ داری یہ ہیں ہمیشہ سے یہی رسم جاری ہے ناتعلیم یافتہ کہتے ہیں کہ ہم سجدہ نہیں کرتے محض یادگاری امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ وشہیدان وشب کربلا بناتے ہیں اور تازیہ کی وجہ سے صدقہ ہوتا ہے تازیہ یادگاری کا باعث، بعض کہتے ہیں پھری گدکہ کھیلنے کا موقع ملتا ہے، نتیجہ صدہا سال سے یہ نکل رہا ہے کہ جابجا لڑائی دنگہ فساد اس تازیہ کے بدولت ہوتے ہیں، امروہہ کا واقعہ قریب کا ہے جس میں بہت سے مسلمان جیل خانہ گئے قتل بھی ہوا ہزاروں روپیہ مسلمانوں کا مقدمہ بازی میں خرچ ہوا بہت سے گھرویران ہوگئے۔ پس گزارش عالمان ومفتیان شرع سے ہے کہ تازیہ بنانے والے، ہمدردی کرنے والے، باجہ بجانے والے، اس گروہ میں شامل ہونے والے، اس طریقہ متذکرہ بالا کہ بموجب صدقہ کے نام سے خرچ کرنے والے کس امر کے مستحق ہیں اور اس طریقہ سے خرچ کسی مد میں شمار ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

تعزیہ جس طرح رائج ہے ضرور بدعت شنیعہ ہے، جس قدر بات سلطان تیمور نے کی کہ روضہ مبارک حضرت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صحیح نقل تسکین شوق کو رکھی وہ ایسی تھی جیسے روضہ منورہ وکعبہ معظّمہ کے نقشے اس وقت تک اس قدر حرج میں نہ تھا اب بوجہ شیعی وشبیہ اس کی بھی اجازت نہیں، یہ جو باجے، تاشے، مرثیے، ماتم، برق پری کی تصویریں، تعزیے سے مرادیں مانگنا اس کی منتیں ماننا، اسے جھک جھک کر سلام کرنا، سجدہ کرنا وغیرہ وغیرہ بدعات کثیرہ اس میں ہوگئی ہیں اور اب اسی کا نام تعزیہ داری ہے یہ ضرور حرام ہے دبیر وانیس وغیرہ اکثر روافض کے مرثیے تبرا پر مشتمل ہوتے ہیں اگرچہ جاہل نہ سمجھیں اور نہ بھی ہو تو جھوٹی ساختہ روایتیں خلاف شرع کلمات اہل بیت طہارت کی معاذاللہ نہایت ذلت کے ساتھ بیان اور سرے سے غم پروری کے مرثیے کس نے حلال کئے۔ حدیث میں ہے:

نہٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

وسلم عن المراثی[1]۔	مرثیوں سے منع فرمایا۔

اور اس کے سبب صدقہ خیرات ہونا جھوٹا عذر ہے اللہ کے بندے کہ تعزیہ وغیرہا بدعات کو حرام جانتے ہیں نیاز وخیرات کرتے ہیں ربیع الاول شریف میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نیازیں ہوتی ہیں ربیع الآخر شریف میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نیازیں ہوتی ہیں ان میں کون سا تعزیہ ہوتا ہے اور بفرض غلط اگر تعزیہ ہی باعث خیرات ہو تو خیرات ایک مستحب چیز ہے اور بدعات حرام، مستحب کے لئے حرام حلال نہیں ہوسکتا، عجب ان سے کہ مستحب نہ کریں گے جب تک حرام اس کی یاد نہ دلائے، پھری گدکا ایک مباح بات ہے، مباح کے لئے حرام کیونکر حلال ہوسکتا ہے غرض عذرات سب بیہودہ ہیں اور ان افعال کے مرتکب سب گنہگار اور انہیں مدد دینا ناجائز اور علم تعزیے تخت میں جو کچھ صرف ہوتا ہے سب اسراف وحرام اور تعزیے کی نیاز لنگر کا لٹانا روٹیوں کا زمین پر پھینکنا پاؤں کے نیچے آنا سب بیہودہ ہے ہاں نیاز کے طور پر سب بدعات سے بچ کر حضرات شہدائے کرام کی نیاز کریں تو عین برکت وسعادت ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۹۷ تا ۲۰۳: از لہرپور ضلع سیتاپور مدرسہ اسلامیہ مرسلہ محمد فیض اللہ طالب العلم بنگالی ۶ شعبان ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مدعی حنفیت کہتا ہے کہ تعزیہ چونکہ نقشہ ہے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے روضہ مقدسہ کا، اور منسوب ہے سیدنا امام ہمام رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف، لہٰذا اس کا بنانا امر ضروری ہے اور باعث ثواب و قابل تعظیم وذریعہ نجات ہمارے لئے ہے اور جو شخص ان کی تعظیم وبنانے کا مخالف ہے وہ یزید ہے پس امور ذیل تحقیق طلب ہیں:

(۱) تعزیہ بنانا جائز ہے یا بدعت اور حرام اور باعث ثواب وتعظیم ہے یا باعث عذاب نار جحیم ہے۔

(۲) اس کے بنانے میں کسی قسم کی امداد جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اس کا بنانے والا فاسق مشابہ اہل تشیع ہے یا نہیں اور برتقدیر حرام وبدعت اس کا جائز سمجھنے والا کافر ہے یا اشد فاسق؟

(۴) مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ میں بھی اس کا ثبوت ہے یا نہیں برتقدیر ثانی اس کا

[1] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث عبداللہ بن ابی اوفٰی المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۳۵۶

بنانے والا متبع امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ہے یا نہیں اور اس کا یہ دعوٰی کہ میں حنفی ہوں جس سے عوام بھی تعزیہ بنانے کی طرف راغب ہوتے ہیں یہ دھوکا دینا ہے یا نہیں اور باعث گمراہی ہے یا نہیں؟

(۵) ایسے شخص کو اگر حنفی لوگ اپنا پیشوا و پیر بنائیں تو جائز ہے یا حرام، اور مریدین پر فسخ بیعت واجب ہے یا نہیں اور ایسے شخص کی اقتدا فی الصلوٰۃ جائز ہے یا مکروہ بکراہت تنزیہی یا تحریمی یا حرام؟

(۶) منکرین تعزیہ کو یزیدیا بد دین کہنا کیسا ہے اگر منکرین محل اس طعن و تشنیع کے نہیں ہیں تو یہ قول خود قائلین کی طرف رجوع کرتا ہے یا نہیں یعنی اس کا وبال و گناہ قائلین پر کتنا ہوگا اور حدیث شریف کے اس قاعدے کے تحت میں داخل ہوں گے یا نہیں کہ اگر کسی کو کافر کہے اور وہ فی الحقیقت ایسا نہیں تو قائل خود کافر ہوتا ہے۔

(۷) بانی تعزیہ چونکہ عام مسلمانوں کے حضوری کا باعث ہوتا ہے پس بر تقدیر حرام و بدعت حاضرین و بانی دونوں گناہ میں مساوی ہیں یا اکمل وانقص ہیں۔

الجواب:

تعزیہ جس طرح رائج ہے نہ ایک بدعت مجمع بدعات ہے نہ وہ روضہ مبارک کا نقشہ ہے اور ہو تو ماتم اور سینہ کوبی اور تاشے باجوں کے گشت اور خاک میں دبانا یہ کیا روضہ مبارک کی شان ہے اور پریوں اور براق کی تصویریں بھی شاید روضہ مبارکہ میں ہوں گی امام عالی مقام کی طرف اپنی ہوسات مخترعہ کی نسبت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کی توہین ہے کیا توہین امام قابل تعظیم ہے۔ کعبہ معظّمہ میں زمانہ جاہلیت میں مشرکین نے سیدنا ابراہیم و سیدنا اسمٰعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تصویریں بنائیں اور ہاتھ میں پانسے دئے تھے جن پر لعنت فرمائی اور ان تصویروں کو محو فرمادیا یہ تو انبیائے عظام کی طرف نسبت تھی کیا اس سے وہ ملعون پانسے معظّم ہوگئے یا تصویریں قابل ابقا۔ اور اسے ضروری کہنا تو اور سخت تر افترائے اخبث ہے وہ بھی کس پر شرع مطہر پر،

"اِنَّ الَّذِیۡنَ یَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ لَا یُفۡلِحُوۡنَ ﴿۶۹﴾ "[1]	بے شک جو اللہ تعالٰی کے ذمے جھوٹ لگاتے ہیں وہ کبھی کامیاب اور بامراد نہ ہوں گے۔ (ت)

اور اس کے منکر کو یزید کہنا رفض پلید ہے تعزیہ میں کسی قسم کی امداد جائز نہیں۔

قال اللہ تعالٰی "وَلَا تَعَاوَنُوۡا عَلَی الۡاِثۡمِ	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: گناہ اور زیادتی کے

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۶۹

وَالْعُدْوَانِ ص "[1]	معاملات میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو(ت)

طریقہ مذکورہ ضرور فسق واتباع روافض اور تعزیہ کو جائز سمجھنا فسق عقیدہ مگر انکار ضروریات دین نہیں کہ کافر ہو نہ اس سے حنفیت زائل ہو کہ گناہ مزیل حنفیت ہو تو سوا اجلہ اکابر اولیاء کے کوئی حنفی نہ ہوسکے معتزلہ اصولاً بددین تھے اور فروعاً حنفی، جو قول باطل دوسرے کو کہا جائے اس کا وبال قائل پر آتا ہے بعینہٖ وہی قول پلٹنا مطلق نہیں کسی کو ناحق گدھا کہنے سے قائل گدھا نہ ہو جائے گا، یوہیں کسی مسلمان سنی کو یزید کہنے والا یزید نہ ہو جائے گا بلکہ اس میں روافض کا پیرو۔اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اس سے بیعت ممنوع و ناقابل ابقا۔حاضرین میں ہر ایک پر اپنا گناہ ہے اور بانی دواعی پر اُن سب کے برابر۔**لاینقص من اوزارھم شیئ**[2] (اور ان کے گناہوں میں سے کچھ کمی نہ ہوگی۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۰۴: از حبیب والا ضلع بجنور تحصیل دھامپور مرسلہ منظور احمد صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ بنانے اور ان پر ملیدے چڑھانے اور ایسی مجلسیں کرنا کہ جس میں اہلبیت کی فضیحت اور رسوائی ہو اور نتیجہ یہ ہو کہ ان کو سجدے کئے جائیں اور منتیں ان سے مانگی جائیں، یہ فعل یا اس فعل میں شرکت کرنے والے کیسے ہیں جائز ہیں یا ناجائز؟ حالانکہ مسئلہ اصول کا ہے کہ فعل مستحب جب کسی لوازم کی وجہ سے وہ اپنے درجہ کو چھوڑ کر واجب یا فرضیت میں آجائے تو اس وقت اس کا ترک مستحب ہے تو اب بنا بر اصول کہ یہ مسائل مذکورہ بالا جائز ہیں یا نہیں نقصان ہے؟ مدلّل تحریر کیجئے۔

الجواب:

تعزیہ ناجائز ہے اور ایسی مجلس جس میں معاذ اللہ توہین اہلبیت کرام ہو قطعاً حرام اور ان میں شرکت ناجائز و حرام۔**واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۰۵: سلطان الاسلام احمد صاحب اجمیر شریف

تعزیہ بنا کے نکالنا، اس کے ساتھ ڈھول نقارے بجانا، قبر کی صورت بنا کر جنازہ کی طرح نکالنا، اس پر پھول وغیرہ چڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب:

یہ سب باتیں ناجائز ہیں۔**واللہ تعالٰی اعلم**

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲

[2] صحیح مسلم کتاب العلم باب من سن سنۃ حسنۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۱

مسئلہ ۲۰۶: از ریاست راجگڑھ بیادرہ، ایجنسی بھوپال، سنٹرل انڈیا، مسئولہ محمد اسمٰعیل سوار رسالہ باڈی گارڈ ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ محرم میں تعزیہ بنانا اور اس سے منتیں مرادیں مانگنی، عَلَم اٹھانے، مہندی چڑھانا، بچوں کو سبز کپڑے پہنانے اور ان کے گلوں میں ڈوریاں باندھ کر ان کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کا فقیر بنانا، دس روز تک سوگوار رہنا، اور اس کے بعد سوئم اور دسواں چالیسواں کرنا، ایسے مرثیوں کا پڑھنا جس میں اہلبیت کے سرپیٹنے اور بین کرنے، خلاف شرع امور کاذکر ہے، اور یہ کہ ان مراسم کی ادائیگی کو حب اہلبیت سمجھنا عام طور سے ہمراہیان یزید کو لعین مردود کافر کہنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو برا کہنا اور اس کو مقتضائے حب علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سمجھنا، حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو جملہ انبیاء سے بھی رتبہ میں بڑھ کر سمجھنا بایں خیال کہ حضرات صوفیہ کرام نے بھی ایسا ہی سمجھا ہے اور ایسا سمجھنے کو عین ایمان کہنا کیسا ہے؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

حضرات امامین رضی اللہ تعالٰی عنہما خواہ کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل کہنا کفر ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ یا کسی صحابی کو برا کہنا رفض ہے۔ ہمراہیان یزید یعنی جو ان مظالم ملعونہ میں اس کے مددومعاون تھے ضرور خبیث ومردود تھے، اور کافر وملعون کہنے میں اختلاف ہے، ہمارے امام کا مذہب سکوت ہے، اور جو کہے وہ بھی موردالزام نہیں کہ یہ بھی امام احمد وغیرہ بعض ائمہ اہلسنت کا مذہب ہے، سوم، دسواں، چالیسواں ایصال ثواب ہیں اور یہ تخصیصات عرفیہ ہیں اور ایصال ثواب مستحب، باقی مراسم کہ سوال میں مذکور ہوئے سب ممنوع وناجائز ہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۰۷ تا ۲۱۹: از سنبھل ضلع مرادآباد محلّہ گھگر سرائے متصل زیارت حبیب اللہ شاہ مسئولہ محمد فاروق حسین صاحب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین جزاہم اللہ تعالٰی خیر الجزاء عن المسلمین ان مسائل میں کہ:

(۱) حضرت قاسم بن حسین رضی اللہ تعالٰی عنہما کا نکاح جناب کبرٰی بنت حسین علیہ السلام سے بروز عاشورہ بمقام کربلا ہوا تھا یا نہیں اور روایات صحیح سے ثابت ہے یا نہیں، نزدیک اہلسنت وجماعت کے؟

(۲) تعزیہ داری کس وقت سے جاری ہے؟

(۳) تعزیہ داری مروجہ، شب شہادت کو روشنی وغیرہ کرنا، بروز عاشورہ تعزیہ کو دفن کرنا،

بروز ۱۲ محرم سوم کی فاتحہ دینا یوم عاشورہ کے حساب سے چالیسواں کرنا اہلسنت وجماعت کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟

(۴) ایسی مجلسوں میں شریک ہونا جس میں مرثیہ وغیرہ ہوتے ہیں؟

(۵) جو لوگ ڈھول تاشے بجاتے ہوں ان کو سبیل کا شربت پلانا یا میلہ میں سبیل لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسی سبیل موجب ثواب ہوگی یا موجب عذاب؟

(۶) بعد شہادت جناب امام حسین علیہ السلام کی زوجہ جناب شہر بانو کہاں گئیں؟

(۷) حضرت مسلم کے صاحبزادے کوفہ میں شہید ہوئے یا نہیں؟ تاریخ طبری میں ہے کہ کوفہ میں صاحبزادے ہمراہ نہ تھے۔

(۸) قوالی کا سننا کن اشخاص کو جائز ہے؟

(۹) تعزیہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۰) اگر تعزیہ بنائے تو کس قدر گناہ ہے؟

(۱۱) انگوٹھے چومنا وقت تلاوت آیہ کریمہ "**مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ**"[1] (محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ت) اور اذان میں لفظ **اشھد انّ محمدًا رسول اللہ** پر جائز ہے یا نہیں؟

(۱۲) بعد شہادت کس قدر سر مبارک دمشق کو روانہ ہوئے تھے اور کس قدر واپس آئے؟

(۱۳) مہندی وغیرہ کا کس وقت سے رواج ہے؟

الجواب:

(۱) اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۲) بہت جدید، ہندوستانیوں کی ایجاد ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۳) فاتحہ ہر وقت جائز ہے اور تعزیہ وغیرہ بدعات ناجائز۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۴) حرام ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۵) پانی یا شربت ہر مسلمان کو پلاسکتے ہیں اور میلہ میں سبیل نہ لگائی جائے، نہ اس وجہ سے کہ سبیل کی مخالفت ہے بلکہ میلہ میں شرکت کی۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

(۶) مدینہ طیبہ۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۷) یہ نہ مجھے اس وقت یاد، نہ تاریخ دیکھنے کی فرصت، نہ اس سوال کی حاجت۔

(۸) قوالی مع مزامیر سننا کسی شخص کو جائز نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۹) ناجائز۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۱۰) بدعت کا جو گناہ ہے وہ ہے، گناہ کی ناپ تول دنیا میں نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۱۱) اذان سنتے وقت جائز بلکہ مستحب ہے اور آیہ کریمہ سنتے وقت جس طرح رائج ہے ناجائز ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۱۲) حدیث میں فرمایا آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بیکار باتیں چھوڑے۔

(۱۳) مہندی ناجائز ہے اور اس کا آغاز کسی جاہل سفیہ نے کیا ہوگا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**



رساله

اعالی الافادة فی تعزیة الھند وبیان شھادة ۱۳۲۱ھ

(ہندوستان میں تعزیہ داری اور بیان شہادت کے احکام سے متعلق بُلند پایہ فوائد)

مسئلہ ۲۲۰ تا ۲۲۷:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان احسن تعزیة لقلوب المسلمین فیما ھجم من البدعات علی اعلام الدین ان الحمدﷲ رب العٰلمین و افضل الصلٰوۃ و اکمل السلام علٰی سیّد الشھداء بالحق یوم القیام و علٰی اٰله وصحبه الغرر الکرام اٰمین!	دینی شعائر پر بدعات کے ہجوم کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں کے لئے بہترین تعزیت، اللہ تعالٰی رب العالمین کی حمد، اور قیامت کے روز حق کی شہادت دینے والوں کے سردار پر بہترین صلوٰۃ اور کامل ترین سلام اور ان کی آل واصحاب ممتاز عزت والوں پر۔ آمین!

سوال اول: ۲۴ صفر ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ داری کا کیا حکم ہے؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب:

تعزیہ کی اصل اس قدر تھی کہ روضہ پر نور شہزادہ گلگوں قبا حسین شہید ظلم وجفا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علٰی جدہ الکریم وعلیہ کی صحیح نقل بنا کر بہ نیت تبرک مکان میں رکھنا اس میں شرعًا کوئی حرج نہ تھا کہ تصویر مکانات وغیرہا ہر غیر جاندار کی بنانا، رکھنا، سب جائز، اور ایسی چیزیں کہ معظمان دین کی طرف منسوب ہو کر عظمت پیدا کریں ان کی تمثال بہ نیت تبرک پاس رکھنا قطعًا جائز، جیسے صدہا سال سے طبقۃً فطبقۃً ائمہ دین وعلمائے معتقدین نعلین شریفین حضور سید الکونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نقشے بناتے اور ان کے فوائد جلیلہ ومنافع جزیلہ میں مستقل رسالے تصنیف فرماتے ہیں جسے اشباہ ہو [عہ] امام علامہ تلمسانی کی فتح المتعال وغیرہ مطالعہ کرے، مگر جہال بیخرد نے اس اصل جائز کو بالکل نیست ونابود کرکے صدہا خرافات وہ تراشیں کہ شریعت مطہرہ سے الاماں الاماں کی صدائیں آئیں، اول تو نفس تعزیہ میں روضہ مبارک کی نقل ملحوظ نہ رہی، ہر جگہ نئی تراش نئی گھڑت جسے اس نقل سے کچھ علاقہ نہ نسبت، پھر کسی میں پریاں، کسی میں براق، کسی میں اور بیہودہ طمطراق، پھر کوچہ بکوچہ ودشت بدشت، اشاعت غم کے لئے ان کا گشت، اور ان کے گرد سینہ زنی، اور ماتم سازشی کی شور افگنی، کوئی ان تصویروں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے، کوئی مشغول طواف، کوئی سجدہ میں گرا ہے، کوئی ان مایہ بدعات کو معاذ اللہ معاذ اللہ جلوہ گاہ حضرت امام علٰی جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سمجھ کر اس ابرک پنّی سے مرادیں مانگتا منّتیں مانتا ہے، حاجت روا جانتا ہے، پھر باقی تماشے، باجے، تاشے، مردوں عورتوں کا راتوں کو میل، اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل ان سب پر طرہ ہیں۔ غرض عشرہ محرم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت ومحل عبادت ٹھہرا ہوا تھا، ان بیہودہ رسوم نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کردیا پھر وبال ابتداع کا وہ جوش ہوا کہ خیرات کو بھی بطور خیرات نہ رکھا، ریاء وتفاخر علانیہ ہوتا ہے پھر وہ بھی یہ نہیں کہ سیدھی طرح محتاجوں کو دیں بلکہ چھتوں پر بیٹھ کر پھینکیں گے روٹیاں زمین پر گر رہی ہیں رزق الٰہی کی بے ادبی ہوتی ہے پیسے ریتے میں گر کر غائب ہوتے ہیں، مال کی اضاعت ہو رہی ہے، مگر نام تو ہو گیا کہ فلاں صاحب لنگر لٹا رہے ہیں، اب بہار عشرہ کے پھول کھلے، تاشے باجے بجتے چلے، طرح طرح کے کھیلوں کی دھوم، بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم، شہوانی میلوں کی پوری رسوم، جشن یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا یہ ساختہ تصویریں بعینہا حضرات شہداء رضوان اللہ

عہ: ہمارا رسالہ شفاء الوالہ فی صور الحبیب ومزارہ ونعالہ دیکھئے صلی اللہ تعالٰی علی الحبیب وآلہٖ وبارک وسلم ۱۲ منہ۔

تعالٰی علیہم اجمعین کے جنازے ہیں، کچھ نوچ اتار باقی توڑتاڑ دفن کر دیئے۔ یہ ہر سال اضاعت مال کے جرم دو بال جداگانہ رہے۔ اللہ تعالٰی صدقہ حضرات شہدائے کربلا علیہم الرضوان والثناء کا ہمارے بھائیوں کو نیکیوں کی توفیق بخشے اور بری باتوں سے توبہ عطافرمائے، آمین! اب کہ تعزیہ داری اس طریقہ نامرضیہ کا نام ہے قطعًا بدعت وناجائز وحرام ہے، ہاں اگر اہل اسلام جائز طور پر حضرات شہدائے کرام علیہم الرضوان کی ارواح طیبہ کو ایصال ثواب کی سعادت پر اقتصار کرتے تو کس قدر خوب ومحبوب تھااور اگر نظر شوق ومحبت میں نقل روضہ انور کی حاجت تھی تو اسی قدر جائز پر قناعت کرتے کہ صحیح نقل بغرض تبرک وزیارت اپنے مکانوں میں رکھتے اور اشاعت غم وتصنع الم ونوحہ زنی وماتم کنی ودیگر امور شنیعہ وبدعات قطعیہ سے بچتے اس قدر میں بھی کوئی حرج نہ تھامگراب اس نقل میں بھی اہل بدعت سے ایک مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کاخدشہ اور آئندہ اپنی اولاد یا اہل اعتقاد کے لئے ابتلاء بدعات کااندیشہ ہے، اور حدیث میں آیا ہے: **اتقوا مواضع التھم**[1] (تہمت کے مواقع سے بچو۔ ت)

اور وارد ہوا:

من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلایقفن مواقف التھم[2]۔	جو شخص اللہ تعالٰی اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ہر گز تہمت کے مواقع میں نہ ٹھہرے۔ (ت)

لہذا روضہ اقدس حضور سید الشہداء رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ایسی تصویر بھی نہ بنائے بلکہ صرت کاغذ کے صحیح نقشے پر قناعت کرے اور اسے بقصد تبرک بے آمیزش منہیات اپنے پاس رکھے جس طرح حرمین محترمین سے کعبہ معظّمہ اور روضہ عالیہ کے نقشے آتے ہیں یادلائل الخیرات شریف میں قبور پر نور کے نقشے لکھے ہیں والسلام علی من اتبع الھدی، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

سوال دوم:

ازامروہہ مرسلہ مولوی سید محمد شاہ صاحب میلاد خواں ۲۲ شعبان ۱۳۱۱ھ

کیاارشاد ہے علمائے دین متین کااس مسئلہ میں کہ مجالس میلاد شریف میں شہادت نامہ کا

[1] کشف الخفاء حدیث ۸۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۷، اتحاف السادۃ کتاب عجائب القلب بیان تفصیل مداخل الشیطان الی القلب، دار الفکر بیروت ۷/ ۲۸۳

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی کتاب الصلوٰۃ باب ادراك الفریضۃ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص۲۴۹

پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

شہادت نامے نثر یا نظم جو آج کل عوام میں رائج ہیں اکثر روایات باطلہ وبے سروپا سے مملو اور اکاذیب موضوعہ پر مشتمل ہیں، ایسے بیان کا پڑھنا سننا وہ شہادت ہو خواہ کچھ، اور مجلس میلاد مبارک میں ہو خواہ کہیں اور، مطلقاً حرام وناجائز ہے، خصوصاً جبکہ وہ بیان ایسی خرافات کو متضمن ہو جن سے عوام کے عقائد میں تزلزل واقع ہو کہ پھر تو اور بھی زیادہ زہر قاتل ہے، ایسے ہی وجوہ پر نظر فرماکر امام حجۃ الاسلام محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی وغیرہ ائمہ کرام نے حکم فرمایا کہ شہادت نامہ پڑھنا حرام ہے۔ علامہ ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں:

قال الغزالی وغیرہ یحرمہ علی الواعظ وغیرہ روایۃ مقتل الحسن والحسین وحکایتہ[1] الخ	امام غزالی وغیرہ نے فرمایا کہ واعظ کے لئے حرام ہے کہ وہ شہادت حسنین کریمین اور اس کے بے سروپا واقعات لوگوں کو سنائے الخ (ت)

پھر فرمایا:

ماذکرہ من حرمۃ روایۃ قتل الحسین ومابعدہ لاینافی ماذکرتہ فی ہذا الکتاب لان ہذا البیان الحق الذی یجب اعتقادہ من جلالۃ الصحابۃ وبرائتہم من کل نقص بخلاف مایفعلہ الوعاظ الجہلۃ فانہم یأتون بالاخبار الکاذبۃ والموضوعۃ ونحوہا ولا یبیّنون المحامل والحق الذی یجب اعتقادہ[2] الخ۔	امام حسین کی شہادت اور اس کے بعد کے واقعات کی روایات کا حرام ہونا جو بیان کیا گیا وہ اس کے خلاف نہیں جو کچھ میں نے اس کتاب میں ذکر کیا کیونکہ یہ سچا بیان جو صحابہ کرام کی جلالت شان اور ہر نقص وکمزوری سے ان کی برأت پر مشتمل ہے اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے، بخلاف اس کے جو جاہل واعظین بیان کرتے ہیں، وہ جھوٹی، بناوٹی اور خودساختہ خبریں لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور ان کا محمل نہیں بیان کرتے حالانکہ حق پر عقیدہ رکھنا ضروری ہے الخ (ت)

[1] الصواعق المحرقۃ الخاتمۃ فی بیان اعتقاد اہل السنۃ مکتبۃ مجیدیہ ملتان ص ۲۲۳
[2] الصواعق المحرقۃ الخاتمۃ فی بیان اعتقاد اہل السنۃ مکتبۃ مجیدیہ ملتان ص ۲۲۴

یونہی جبکہ اس سے مقصود غم پروری وتصنع وحُزن ہو تو یہ نیت بھی شرعاً نا محمود، شرع مطہر نے غم میں صبر وتسلیم اور غم موجود کو حتی المقدور دل سے دور کرنے کا حکم دیا ہے نہ کہ غم معدوم بتکلف وزور لانا نہ کہ بتصنع وزور بنانا، نہ کہ اسے باعث قرب و ثواب ٹھہرانا، یہ سب بدعات شنیعہ روافض ہیں جن سے سنی کو احتراز لازم، حاشاللہ اس میں کوئی خوبی ہوتی تو حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وفات اقدس کی غم پروری سب سے زیادہ اہم وضروری ہوتی، دیکھو حضور اقدس صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلٰی آلہ کا ماہ ولادت وماہ وفات وہی ماہ مبارک ربیع الاول شریف ہے پھر علمائے امت وحامیان سنت نے اسے ماتم وفات نہ ٹھہرایا بلکہ موسم شادی ولادت اقدس بنایا، امام ممدوح کتاب موصوف میں فرماتے ہیں:

ایاہ ثم ایاہ ان یشغله ای یوم العاشوراء ببدع الرافضة ونحوهم من الندب والنیاحة والحزن اذ لیس ذٰلك من اخلاق المؤمنین والا لکان یوم وفاته صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اولٰی بذٰلك واحرٰی[1] الخ	بچے اور پرہیز کرے اس بات سے کہ کہیں یوم عاشورہ میں روافض اور ان جیسے لوگوں کی بدعات میں نہ مشغول ہوجائے جو رونا پیٹنا اور غم کرنا ہوتا ہے کیونکہ یہ امور مومنوں کے اخلاق سے نہیں ورنہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا یوم وصال ان چیزوں کا زیادہ حق رکھتا ہے اھ (یعنی اگر رونے پیٹنے اور دکھ غم کے مظاہروں کی گنجائش اور اجازت ہوتی تو سب سے زیادہ یہ چیزیں آپ کے یوم وصال پر عمل میں آتیں اور دیکھی جاتیں)۔(ت)

عوام مجلس خواں اگرچہ بالفرض صرف روایات صحیحہ بروجہ صحیح پڑھیں بھی تاہم جو ان کے حال سے آگاہ ہے خوب جانتا ہے کہ ذکر شہادت شریف پڑھنے سے ان کا مطلب یہی بہ تصنع رونا بہ تکلف رلانا اور اس رونے رلانے سے رنگ جمانا ہے اس کی شناعت میں کیا شبہہ ہے، ہاں اگر خاص بہ نیت ذکر شریف حضرات اہلبیت طہارت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علٰی سیدہم وعلیہم وبارک وسلم ان کے فضائل جلیلہ ومناقب جمیلہ روایات صحیحہ سے بروجہ صحیح بیان کرتے اور اس کے ضمن میں ان کے فضل جلیل صبر جمیل کے اظہار کو ذکر شہادت بھی آجاتا اور غم پروری وماتم انگیزی کے انداز سے کامل احتراز ہوتا تو اس میں حرج نہ تھا مگر ہیہات ان کے اطوار ان کی عادات اس نیت خیر سے یکسر جدا ہیں، ذکر فضائل شریف مقصود ہوتا تو کیا ان محبوبان خدا کی فضیلت صرف یہی شہادت تھی، بے شمار مناقب عظیم اللہ عزوجل نے انہیں عطا فرمائے

[1] الصواعق المحرقة الباب الحادی عشر مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۸۳

انہیں چھوڑ کر اسی کو اختیار کرنا اور اس میں طرح طرح سے بالفاظ رقت خیز و نوحہ نما و معانی حُزن انگیز و غم افزا بیان کو وسعتیں دینا انہیں مقاصد فاسدہ کی خبریں دے رہا ہے، غرض عوام کے لئے اس میں کوئی وجہ سالم نظر آنا سخت دشوار ہے پھر مجلس ملائک مآنس میلاد اقدس تو عظیم شادی و خوشی و عید اکبر کی مجلس ہیں اذکار غم و ماتم اس کے مناسب نہیں، فقیر اس میں ذکر وفات والا بھی جیسا کہ بعض عوام میں رائج ہے پسند نہیں کرتا حالانکہ حضور کی حیات بھی ہمارے لئے خیر اور حضور کی وفات بھی ہمارے لئے خیر، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اس تحریر کے بعد علامہ محدث سیدی محمد طاہر فتنی قدس سرہ الشریف کی تصریح نظر فقیر سے گزری انہوں نے بھی اس رائے فقیر کی موافقت فرمائی والحمدللہ رب العلمین، آخر کتاب مستطاب مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

شھر السرور والبھجة مظھر منبع الانوار والرحمة شھر ربیع الاول، فانه شھر امرنا باظھار الحبور فیه کل عام، فلانکدره باسم الوفاة، فانه یشبه تجدید المأتم، وقد نصوا علی کراھیته کل عام فی سیدنا الحسین مع انه لیس له اصل فی امھات البلاد الاسلامیة، وقد تحاشوا عن اسمه فی اعراس الاولیاء فکیف فی سیّد الاصفیاء صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔[1]	یعنی ماہ مبارک ربیع الاول خوشی وشادمانی کامہینہ ہے اور سرچشمہ انوار رحمت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کازمانہ ظہور ہے، ہمیں حکم ہے کہ ہر سال اس میں خوشی کریں، تو اسے وفات کے نام سے مکدر نہ کریں گے کہ یہ تجدید ماتم کے مشابہ ہے، اور بیشک علماء نے بتصریح کی کہ ہر سال جو سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کاماتم کیاجاتاہے شرعًا مکروہ ہے، اور خاص اسلامی شہروں میں اس کی کچھ بنیاد نہیں، اولیائے کرام کے عرسوں میں نام ماتم سے احتراز کرتے ہیں تو حضور پرنور سیدالاصفیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معاملہ میں اسے کیونکر پسند کرسکتے ہیں۔ فالحمدللہ علی ماالھم، واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

سوال سوم:

از ریاست رامپور محلّہ میانگاناں مرسلہ مولوی محمد یحیٰی صاحب — محرم ۱۳۲۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہادت نامہ پڑھنا کیساہے اور اس میں اور

[1] مجمع بحار الانوار خاتمہ الکتاب دار الایمان المدینۃ المنوّرۃ ۵/ ۳۰۷

تعزیہ داری میں فرق احکام کیا ہے؟**بیّنوا توجروا۔**

الجواب: ذکر شہادت شریف جبکہ روایات موضوعہ وکلمات ممنوعہ ونیت نامشروعہ سے خالی ہو عین سعادت ہے۔

عند ذکر الصّٰلحین تنزّل الرحمۃ[1]۔	صالحین کے ذکر پر اللہ تعالٰی کی رحمت نازل ہوتی ہے(ت)

اس کی تفصیل جمیل فتاوٰی فقیر میں ہے اوراس میں اور تعزیہ داری میں فرق احکام ایک مقدمہ کی تمہید چاہتا ہے،

فاقول:وباللہ التوفیق(میں کہتاہوں کہ اللہ تعالٰی ہی کی مدد سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔ت) شے کے لئے ایک حقیقت ہوتی ہے اور کچھ امور زوائد کہ لوازم یا عوارض ہوتے ہیں،احکام شرعیہ شے پر بحسب وجود ہوتے ہیں مجرد اعتبار عقلی ناصالح وجود مطمح احکام شرع نہیں ہوتا کہ فقہ افعال مکلفین سے باحث ہے جو فعلیت میں آنہیں سکتا موضوع سے خارج ہے تغائر اعتبار سے تغائر احکام وہیں ہوسکتاہے جہاں وہ اعتبارات واقعیہ مفارقہ متعاقبہ ہوں کہ شَے کبھی ایک کے ساتھ پائی جائے کبھی دوسرے کے،تو ہر دو انحائے وجود کے اعتبار سے مختلف حکم دیاجاسکتاہے اور ایسی جگہ مقصود ہے کہ نفس شے کا حکم ان بعض احکام شے مع بعض الاعتبار سے جدا ہو مگر زوائد کہ لوازم الوجود ہوں ان کے حکم سے جدا کوئی حکم حقیقت کے لئے نہ ہوگا کہ لازم سے انفکاک محال ہے جب لوازم میں یہ حال ہے تو ارکان حقیقت کہ سلخ ماہیت میں داخل ہوں ان سے قطع نظر ناممکن،پھر ماہیت عرفیہ میں رکنیت تابع عرف ہے اور بعد اجزاء سے سلخ ماہیت کا تغیر اعتبار شے نہیں بلکہ تغیر ماہیت عرفیہ ہے مثلاً نماز عرف شرع میں مجموع ارکان مخصوصہ بہیأت معلومہ کا نام ہے،اب اگر کوئی ان ارکان سے جدا بلکہ تبدیل ہیأت ہی کے ساتھ ایک صورت کا نام نماز رکھے جو قعود سے شروع اور قیام پر ختم ہو اور اس میں رکوع پر سجود مقدم،تو یہ حقیقت نماز ہی تبدیل ہوگی نہ کہ حقیقت حاصل،اور اعتبار مبتدل،جب یہ مقدمہ ممہد ہولیا فرق احکام ظاہر ہوگیا شہادت نامہ پڑھنے کی حقیقت عرفیہ صرف اس قدر کہ ذکر شہادت شریف حضرات ریحانین رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسلمانوں کے آگے پڑھاجائے،معاذاللہ روایات کا موضوع وباطل یا ذکر کا تنقیص شان صحابہ پر مشتمل ہونا ہر گز نہ داخل حقیقت ہے نہ لازم وجود،ولہذا جولوگ روایات صحیحہ معتبرہ نظیفہ مطہرہ

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب آداب العزلۃ الباب الثانی دار الفکر بیروت ۶/ ۳۵۰

مثل سر الشہادتین وغیرہ پڑھتے ہیں اسے بھی قطعًا شہادت ہی پڑھنا اور مجلس کو مجلس شہادت ہی کہتے ہیں تو معلوم ہوا کہ وہ امور نامشروعہ کہ عارض ہوگئے ہنوز عوارض ہی سمجھے جاتے ہیں اور عوارض قبیحہ سے نفس شیئ مباح یا حسن قبیح نہیں ہو جاتی بلکہ وہ اپنی حد ذات میں اپنے حکم اصلی پر رہتی اور نہی عوارض قبیحہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے جیسے ریشمیں کپڑے پہن کر نماز پڑھنا کہ نفس ذات نماز کو معاذاللہ قبیح نہ کہیں گے بلکہ ان عوارض وزوائد کو تو شہادت ناموں میں ان عوارض کالحوق بعینہٖ ایسا ہے جیسے آج کل بعض جہّال ہندوستان نے مجلس میلاد مبارک میں روایات موضوعہ وقصص بے سروپا بلکہ کلمات توہین ملائکہ وانبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء پڑھنا اختیار کیا ہے، اس سے حقیقت مبتدل نہ ہوئی، نہ عوارض نے دائرہ عروض سے آگے قدم رکھا جو مجالس طیبہ طاہر ہوتی ہیں انہیں بھی قطعًا مجالس میلاد مبارک ہی کہا جاتا ہے اور ہر گز کسی کو یہ گمان نہیں ہوتا کہ یہ کوئی دوسری شیئ ہے جو ان مجالس سے حقیقت وجداگانہ رکھتی ہے، بخلاف تعزیہ داری کہ اس کا آغاز اگرچہ یوں ہی سنا گیا ہے کہ سلطان تیمور نے ازانجا کہ ہر سال حاضری روضہ مقدسہ حضور سید الشہداء شہزادہ گلگوں قبا علٰی جدہ الکریم علیہ الصلوٰۃ والثناء کو مخل امور سلطنت دیکھا تو بنظر شوق وتبرک تمثال روضہ مبارک بنوائی اور اس قدر میں کوئی حرج شرعی نہ تھا مگر یہ امر حقیقت متعارفہ سے وجودًا وعدمًا بالکل بے علاقہ ہے اگر کوئی شخص روضہ انور مدینہ منورہ وکعبہ معظّمہ کے نقشوں کی طرح کاغذ پر تمثال روضہ حضرت سید الشہداء آئینہ میں لگا کر رکھے ہر گز نہ اسے تعزیہ کہیں گے نہ اس شخص کو تعزیہ دار، حالانکہ اُتنا امر قطعًا موجود ہے اور یہ ہر سال نئی نئی تراش وخراش کی کھپچی پنّیاں، کسی میں براق، کسی میں پریاں، جو گلی کوچے گشت کرائی جاتی ہیں، ہر گز تمثال روضہ مبارک حضرت سید الشہداء نہیں کہ تمثال ہوتی تو ایک طرح کی نہ کہ صدہا مختلف، انہیں ضرور تعزیہ اور ان کے مرتکب کو تعزیہ دار کہا جاتا ہے تو بداہۃً ظاہر کہ حقیقت تعزیہ داری انہیں امور نامشروعہ کا نام ٹھہرا ہے نہ کہ نفس حقیقت عرفیہ وہی امر جائز ہو اور یہ نامشروعات امور زوائد وعوارض مفارقہ سمجھے جاتے ہوں، ولہٰذا فقیر نے اپنے فتاوے میں قدر مباح کو ذکر کرکے کہا کہ جہال بیخرد نے اس اصل جائز کو بالکل نیست ونابود کرکے الخ، اور آخر میں کہا اب کہ تعزیہ داری اس طریقہ نامرضیہ کا نام ہے قطعًا بدعت وناجائز وحرام ہے۔ یہ اُسی فرق جلیل ونفیس کی طرف اشارہ تھا جو اس مقدمہ ممہدہ میں گزرا۔

بالجملہ شہادت نامے کی حقیقت ہنوز وہی امر مباح ومحمود ہے اور شنائع زوائد وعوارض اگر ان سے خالی اور نیت نامحمود سے پاک ہو ضرور مباح ہے اور تعزیہ داری کی حقیقت ہی یہ امور ناجائزہ

ہیں، "اس قدر جائز ہے" سے کوئی تعلق نہ رہا، نہ اس کے وجود سے موجود ہوتی ہے نہ اس کے عدم سے معدوم، تو یہ فی نفسہٖ نا جائز وحرام ہے۔ اس کی نظیر امم سابقہ میں آغاز اصنام ہے، وَد وسواع ویغوث ویعوق ونسر صالحین تھے ان کے انتقال پر اُن کی یاد کے لئے ان کی صورتیں تراشیں، بعد مرورزماں پچھلی نسلوں نے انہیں کو معبود سمجھ لیا تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ان بتوں کی حالت اپنی انہیں ابتدائی حقیقت پر باقی تھی یہ شنائع زوائد عوارض خارجہ تھے، ولہٰذا شرائع الٰہیہ مطلقًا ان کے رَدّوانکار پر نازل ہوئیں، بخاری وغیرہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

کانوا اسماء رجال صالحین من قوم نوح فلما ھلکوا اوحی الشیطٰن الٰی قومھم ان انصبوا الٰی مجالسیھم التی کانوا یجلسون انصابا وسمّوھا باسمائھم ففعلوا فلم تعبد حتی اذا ھلك اولٰئك ونسخ العلم عبدت[1]۔	وَد، سواع وغیرہ قوم نوح علیہ السلام کے نیک لوگوں کے نام تھے جب وہ وفات پاگئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ ان کی مجلسوں میں جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے ان کے مجسمے بنا کر کھڑے کردو اور ان کے اسماء کاذکر کرو (یعنی انہیں یاد کرو) چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا مگر وہ ان کی عبادت میں مشغول نہیں ہوئے تاآنکہ وہ لوگ دنیا سے رخصت ہوگئے اور علم مٹ گیا اور پچھلے لوگ یعنی بعد میں آنے والی نسل حقیقت سے ناآشنا ہوتے ہوئے ان کی پوجا کرنے لگی۔ (ت)

فاکہی عبیداللہ بن عبید بن عمیر سے راوی:

قال اول ماحدثت الاصنام علی عھد نوح وکانت الابناء تبرالآباء فمات رجل منھم فجزع علیہ ابنہ فجعل لایصبر عنہ فاتخذ مثالا علٰی صورتہ فکلما اشتاق الیہ نظرہ ثم مات ففعل بہ کما فعل ثم تتابعوا	عبداللہ ابن عبید نے کہا سب سے پہلے بت پرستی کا ظہور زمانہ نوح میں ہوا، اور بیٹے اپنے آباء سے حسن سلوک کیا کرتے تھے، پھر ان میں سے کوئی شخص مر جاتا تو اس کا بیٹا اس کے لئے بیقرار اور بے چین ہوجاتا اور صبر نہ کرسکتا اور اپنی تسکین کے لئے اس کی مورتی بنالیتا اور جب اصل کو دیکھنے کا شوق ہوتا تو اس شبیہ کو دیکھ کر

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورہ نوح ۷۱ باب ودًا اولا سواعًا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۳۲

علٰی ذٰلك فمات الآباء فقال الابناء ما اتخذ اٰباؤنا ھٰذہ الا انھا اٰلھتھم فعبدوھا[1]۔	دل کو تسلی دے لیتا اور جب وہ مر جاتا تو اس کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جاتا، عرصہ دراز تک لگاتار اور مسلسل یہ کام ہوتا رہا، اور جب پہلے باپ دادا مر گئے تو آنے والی اولاد کہنے لگی کہ یہ تو ہمارے پہلے باپ دادوں کے معبود تھے پھر یہ ان کی عبادت کرنے لگے (پس اس طرح بت پرستی کا آغاز ہوا)۔(ت)

یہ فرق نفیس خوب یاد رکھنے کا ہے کہ اسی سے غفلت کرکے وہابیہ اصل حقیقت پر حکم عوارض لگاتے اور تعزیہ دار تبدیل حقیقت کو اختلاف عوارض ٹھہراتے اور دونوں سخت خطائے فاحش میں پڑجاتے ہیں **وباللّٰہ العصمۃ واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم** (اور اللہ تعالٰی ہی کی توفیق سے بچاؤ ممکن ہے اور اللہ سبحانہ وتعالٰی بڑا عالم ہے۔ت)

سوال چہارم:

از دھام پور ضلع بجنور مرسلہ حافظ سید بنیاد علی صاحب ۸ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یوم عشرہ میں سبیل لگانا اور کھانا کھلانے اور لنگر لٹانے کے بارے میں دیوبند کے علماء ممانعت کرتے ہیں ونیز کتب شہادت کو بھی، جو امر صحیح ہو عندالشرع ارقام فرمایئے اور مجلس محرم میں ذکر شہادت اور مرثیہ سننا کیسا ہے؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

پانی یا شربت کی سبیل لگانا جبکہ بہ نیت محمود اور خالصًا لوجہ اللہ ثواب رسانی ارواح طیبہ ائمہ اطہار مقصود ہو بلاشبہہ بہتر و مستحب و کار ثواب ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا کثرت ذنوبك فاسق الماء علی الماء تتناثر کما یتناثر الورق من الشجر	جب تیرے گناہ زیادہ ہوجائیں تو پانی پر پانی پلا گناہ جھڑ جائیں گے جیسے آندھی میں پیڑ کے

[1] فتح الباری بحوالہ فاکہی عن عبیداللہ بن عبید سورۃ نوح مصطفی البابی مصر ۱۰/ ۲۹۵، الدرالمنثور بحوالہ فاکہی عن عبیداللہ بن عبید سورۃ نوح منشورات مکتبہ آیۃ اللہ قم ایران ۶/ ۲۶۹

فی الریح العاصف۔رواہ الخطیب[1] عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنه۔	بٹے۔(اس کو خطیب نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا۔ت)

اسی طرح کھانا کھلانا لنگر بانٹنا بھی مندوب و باعث اجر ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ عزوجل یباھی ملئکته بالذین یطعمون الطعام من عبیدہ۔رواہ ابوالشیخ فی الثواب[2] عن الحسن مرسلا۔	اللہ تعالٰی اپنے اُن بندوں سے جو لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں فرشتوں کے ساتھ مباہات فرماتا ہے کہ دیکھو یہ کیسا اچھا کام کررہے ہیں(اس کو ابوالشیخ نے ثواب میں حسن سے مرسلاً روایت کیا(ت)

مگر لنگر لٹانا جسے کہتے ہیں کہ لوگ چھتوں پر بیٹھ کر روٹیاں پھینکتے ہیں، کچھ ہاتھوں میں جاتی ہیں کچھ زمین پر گرتی ہیں، کچھ پاؤں کے نیچے ہیں، یہ منع ہے کہ اس میں رزق الٰہی کی بے تعظیمی ہے، بہت علماء نے توروپوں پیسوں کالٹانا جس طرح دلہن دولہا کی نچھاور میں معمول ہے منع فرمایا کہ روپے پیسے کو اللہ عزوجل نے خلق کی حاجت روائی کے لئے بنایا ہے تو اسے پھینکنا نہ چاہئے، روٹی کا پھینکنا تو سخت بیہودہ ہے، بزازیہ کتاب الکراہیۃ، النوع الرابع فی الہدیۃ والمیراث میں ہے:

ھل یباح نثر الدراھم قیل لاوقیل لاباس به وعلی ھذا الدنانیر والفلوس وقد یستدل من کرہ بقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الدراھم والدنانیر خاتمان من خواتیم اللہ تعالٰی فمن ذھب بخاتم من خواتیم اللہ تعالٰی قضیت حاجته[3]۔	کیادراہم لٹانا مباح ہے، بعض نے کہا مباح نہیں اور بعض نے کہا کوئی حرج نہیں ہے،اسی حکم میں دنانیر اور پیسے ہیں، ناپسند کہنے والوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کہ "دراھم ودنانیر اللہ تعالٰی کی مُہروں سے مُہریں ہیں تو جس نے کوئی مہرپائی اس نے اللہ تعالٰی کی مُہر سے حاجت پائی" سے استدلال کیا۔(ت)

[1] تاریخ بغداد ترجمہ ۳۴۶۴ اسحق بن محمد دار الکتاب العربی بیروت ۶/ ۴۰۳و۴۰۴

[2] الترغیب والترھیب بحوالہ ابی الشیخ فی الثواب الترغیب فی اطعام الطعام حدیث۲۱ مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۸

[3] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ النوع الرابع فی الھدیۃ والمیراث نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۶۴

کتب شہادت جو آج کل رائج ہیں اکثر حکایات موضوعہ وروایات باطلہ پر مشتمل ہیں، یوہیں مرثیے ایسی چیزوں کا پڑھنا سننا سب گناہ وحرام ہے۔ حدیث میں ہے:

نھٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم عن المراثی۔ رواہ ابوداؤد [1] والحاکم عن عبداللّٰه بن ابی اوفٰی رضی اللّٰه تعالٰی عنه۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا (اسے ابوداؤد اور حاکم نے عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

ایسے ہی ذکر شہادت کو امام حجۃ الاسلام وغیرہ علمائے کرام منع فرماتے ہیں **کما ذکرہ امام ابن حجر المکی فی الصواعق المحرقة** (جیسا کہ امام ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں اسے روایت کیا ہے۔ت) ہاں اگر صحیح روایات بیان کی جائیں اور کوئی کلمہ کسی نبی یا ملک یا اہلبیت یا صحابی کی توہین شان کا مبالغہ مدح وغیرہ میں مذکور نہ ہو، نہ وہاں بَین یا نوحہ یا سینہ کوبی یا گریبان دری یا ماتم یا تصنّع یا تجدید غم وغیرہ ممنوعات شرعیہ نہ ہوں تو ذکر شریف فضائل ومناقب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بلاشبہہ موجب ثواب ونزول رحمت ہے **عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة** [2] (صالحین کے ذکر پر رحمت الٰہیہ نازل ہوتی ہے۔ت) ولہٰذا امام ابن حجر مکی بعد بیان مذکور کے فرماتے ہیں:

ماذکر من حرمة روایة قتل الحسین ومابعدہ لا ینافی ماذکرته فی ھذا الکتاب لان ھٰذا البیان الحق الذی یحب اعتقادہ من جلالة الصحابة وبرائتھم من کل نقص، بخلاف مایفعله الوعاظ الجھلة، فانھم یأتون بالاخبار الکاذبة الموضوعة ونحوھا ولایبینون	شہادت حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بیان کی حُرمت اور اس کے بعد جو کچھ ذکر کیا وہ میری اس کتاب میں ذکر کردہ روایات کے منافی نہیں ہے کیونکہ یہ صحابہ کرام کی جلالت اور ہر نقص سے ان کی برأت پر مشتمل حق کا بیان ہے، بخلاف جاہل واعظین کے کہ وہ جھوٹ اور موضوع قسم کی خبریں سناتے ہیں اور صحیح محمل اور قابل اعتقاد

[1] سنن ابن ماجه ابواب ماجاء فی الجنائز باب ماجاء فی البکاء علی المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۵، المستدرك للحاکم کتاب الجنائز البکاء علی المیت دارالفکر بیروت ۱/ ۳۸۳

[2] اتحاف السادۃ المتقین کتاب آداب العزلة الباب الثانی دارالفکر بیروت ۶/ ۳۵۰

المحامل والحق الذی یجب اعتقادہ[1] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	کو بیان نہیں کرتے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

سوال پنجم: از مفتی گنج ضلع پٹنہ ڈاک خانہ ایکنگر سرائے مرسلہ محمد نواب صاحب قادری و دیگر سُکّانِ مفتی گنج ۷ ۲/ رمضان شریف ۱۳۱۸ھ

یہاں عشرہ محرم میں مجلس مرثیہ خوانی کی ہوتی ہے، اور مرثیے صوفیہ کرام کے پڑھے جاتے ہیں، اور سینہ کوبی وبَین نہیں ہوتا، اور میر مجلس سنی المذہب ہے، ایسی مجلس میں شرکت یا اس میں مرثیہ خوانی کا کیا حکم ہے؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

جو مجلس ذکر شریف حضرت سیدنا امام حسین واہلبیت کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی ہو جس میں روایات صحیحہ معتبرہ سے ان کے فضائل ومناقب ومدارج بیان کئے جائیں اور ماتم وتجدید غم وغیرہ امور مخالفہ شرع سے یکسر پاک ہو فی نفسہٖ حسن ومحمود ہے خواہ اس میں نثر پڑھیں یا نظم، اگرچہ وہ نظم بوجہ ایک مسدّس ہونے کے جس میں ذکر حضرت سید الشہداء ہے عرف حال میں بنام مرثیہ موسوم ہو کہ اب یہ وہ مرثیہ نہیں جس کی نسبت ہے:

نھٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن المراثی[2]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

سوال ششم:

از نواب گنج ۲۰ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان صورتوں میں:

---

[1] الصواعق المحرقۃ الخاتمۃ فی بیان اعتقاد اھل السنۃ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۲۲۴

[2] المستدرک للحاکم کتاب الجنائز البکاء علی المیت دار الفکر بیروت ۱/ ۳۸۳، سنن ابن ماجہ ابواب ماجاء فی الجنائز باب ماجاء فی البکاء علی المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۵

(۱) ایک شخص کہتا ہے کہ میں تعزیہ کا چڑھاہوا نہیں کھاتا ہوں حضرت امام حسین (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کی نیاز کا کھاتا ہوں۔
(۲) ایک شخص کہتا ہے تعزیہ پر کیا منحصر ہے چڑھونا کوئی ہو میں نہیں کھاتا ہوں نیاز کھاتا ہوں۔
(۳) ایک شخص کہتا ہے کہ عشرہ محرم الحرام میں جو کچھ کھانے پینے وغیرہ میں ہوتا ہے دس روز تک تعزیہ کا چڑھاہوتا ہے۔
(۴) ایک شخص کہتا ہے تعزیہ بُت ہے بہ سبب لگانے صورت کے۔
(۵) ایک شخص کہتا ہے کہ یہ صورت وہ ہے جو بُراق اور حُورِ جنت میں ہیں۔
(۶) ایک شخص کہتا ہے کہ تعزیہ اور مسجد میں کچھ فرق نہیں بلکہ کہتا ہے کہ مسجد میں کیا ہے وہ اینٹ گارا ہی تو ہے جو وہاں سجدے کرتے ہو اور تعزیہ میں ابرق کا کاغذ وغیرہ ہیں۔
(۷) ایک شخص نے کہا کہ بھائی یہ باتیں شرع کی ہیں لکھ کر شرع کے سپرد کرو، آپس میں جھگڑا مت کرو۔
(۸) ایک شخص کہتا ہے کہ تم شرع نہیں سمجھتے۔
(۹) ایک شخص نے کہا کہ جس حالت میں تم شرع کو نہیں سمجھتے ہو تو میں تعزیہ کے چڑھونے کو حرام سمجھتا ہوں۔

الجواب:

(۱) پہلا شخص اچھی بات کہتا ہے واقعی حضرت امام کے نام کی نیاز کھانی چاہئے اور تعزیہ کا چڑھاہوا کھانا نہ چاہئے، اگر اس کے قول کا یہ مطلب ہے کہ وہ تعزیہ کا چڑھاہوا اس نیت سے نہیں کھاتا کہ وہ تعزیہ کا چڑھاہوا ہے بلکہ اس نیت سے کھاتا ہے کہ وہ امام کی نیاز ہے تو یہ غلط اور بیہودہ ہے، تعزیہ پر چڑھانے سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نیاز نہیں ہو جاتی، اور اگر نیاز دے کر چڑھائیں یا چڑھا کر نیاز دلائیں تو اس کے کھانے سے احتراز چاہئے اور وہ نیت کا تفرقہ اس کے مفسدہ کو دفع نہ کرے گا، مفسدہ اس میں ہے کہ اس کے کھانے سے جاہلوں کی نظر میں ایک امر ناجائز کی وقعت بڑھانی یا کم از کم اپنے آپ کو اس کے اعتقاد سے متہم کرتا ہے، اور دونوں باتیں شنیع ومذموم ہیں لہٰذا اس کے کھانے پینے سے احتراز چاہئے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) دوسرے شخص کی بات میں ذرا زیادتی ہے اولیاء کرام کے مزارات پر جو شیرینی کھانا بہ نیت تصدق لے جاتے ہیں اسے بھی بعض لوگ چڑھونا کہتے ہیں اس کے کھانے میں فقیر کو اصلاً حرج نہیں۔

(۳) تیسرے شخص نے نیاز اور تعزیہ کے چڑھاوے میں فرق نہ کیا یہ غلط ہے چڑھونا وہی ہے جو تعزیہ پر یا اس کے پاس لے جاکر سب کے سامنے نذر تعزیہ کی نیت سے رکھا جائے باقی سب کھانے

شربت وغیرہ کہ عشرہ محرم میں بہ نیت ایصال ثواب ہوں وہ چڑھاوا نہیں ہو سکتے۔

(۴) مجسم تصویر کو بت کہتے ہیں، اس معنٰی پر وہ تصویریں کہ تعزیہ میں لگائی جاتی ہیں اور مجازًا کل کو بھی کہہ سکتے ہیں اور اگر بت سے مراد معبود مطلق ہو تو یہ سخت زیادتی ہے انصاف یہ کوئی جاہل سا جاہل بھی تعزیہ کو معبود نہیں جانتا۔

(۵) اس شخص کا یہ محض افتراء ہے کہاں حُور و براق اور کہاں یہ کاغذ پنّی کی مُورتیں جس سے کہیں زیادہ خوبصورت کسگروں کے یہاں روز بنتی ہیں، اور اگر ہو بھی تو حُور و براق کی تصویریں بنانی کب حلال ہیں۔

(۶) یہ شخص صریح گمراہ و بد عقل و بدزبان ہے، مسجد کو کوئی سجدہ نہیں کرتا، نہ اس کی حقیقت اینٹ گارا ہے بلکہ وہ زمین کہ نماز و عبادت الٰہی بجالانے کے لئے تمام حقوق عباد سے جُدا کرکے اللہ عزوجل کے حکم سے اس کی طرف تقرب کے واسطے خاص ملک الٰہی پر چھوڑی گئی اب وہ شعائر اللہ سے ہوگئی اور شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم ہے **قال اللہ تعالٰی:**

"وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ "[1]۔	اس مجموعہ بدعات کو اس سے کیا نسبت، مگر جہل مرکب سخت مرض ہے، والعیاذ باللہ۔

(۷) اس شخص نے اچھا کیا مسلمانوں کو یہی حکم ہے کہ جو بات نہ جانے خود اس پر کوئی حکم نہ لگائے بلکہ اہل شرع سے دریافت کرے، **قال اللہ تعالٰی:**

"فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ "[2]	اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔ (ت)

(۸) اس کے قول کا اگر یہی مطلب ہے کہ تم لوگ بے علم ہو آپس میں بحث نہ کرو اہل شرع سے پوچھو تو اچھا کیا، اور اگر یہ مراد ہے کہ تعزیہ شرعًا اچھی چیز ہے تم شرع نہیں سمجھتے تو یہ بہت برا کہا اور شرع پر افتراء کیا اور اگر یہ مقصود ہو کہ شرع سے تو مذمت صاف ظاہر ہے مگر تم لوگ نہیں سمجھتے تو یہ بھی اچھا کیا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۲

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۴۳ و ۲۱/ ۷

(۹) اس کا قول حد سے گزرا ہوا ہے تعزیہ کا چڑھاوا کھانا ان وجوہ سے جو ہم نے ذکر کیں مکروہ وناپسند ضرور ہے مگر حرام کہنا غلط ہے، فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے: "اس بکری کو جو ہندو نے اپنے بُت کے نام پر مسلمان سے ذبح کرایا اور مسلمانوں نے اللہ عزوجل کی تکبیر کہہ کر ذبح کردی تصریح فرمائی کہ حلال ہے ویکرہ للمسلم مسلمان کے لئے مکروہ ہے"۔[1]

جب وہاں صرف کراہت کا حکم ہے تو یہاں تحریم کیونکر۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

سوال ہفتم:

از اترولی ضلع علی گڑھ محلّہ مغلاں مرسلہ اکرام عظیم صاحب ۱۸ جمادی الاولٰی ۱۳۲۱ھ

مجلس مرثیہ خوانی اہل شیعہ میں اہلسنت وجماعت کو شریک وشامل ہونا جائز ہے یانہیں؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

حرام ہے: حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من کثر سواد قوم فھو منھم۔[2]	جس نے کسی قوم کا تشخص کثیر بنایا وہ ان میں کا ہے۔(ت)

وہ بدزبان ناپاک لوگ اکثر تبرا بک جاتے ہیں اس طرح کہ جاہل سننے والوں کو خبر بھی نہیں ہوتی اور متواتر سنا گیا ہے کہ سینوں کو جو شربت دیتے ہیں اس میں نجاست ملاتے ہیں اور کچھ نہ ہو تو اپنے یہاں کے ناپاک قلتین کا پانی ملاتے ہیں اور کچھ نہ ہو تو وہ روایات موضوعہ وکلمات شنیعہ وماتم حرام سے خالی نہیں ہوتی اور یہ دیکھیں سنیں گے، اور منع نہ کرسکیں گے ایسی جگہ جانا حرام ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

"**فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۶۸**"[3]	تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] فتاوٰی ھندیہ کتاب الذبائح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۸۶

[2] المقاصد الحسنۃ حدیث ۱۱۷۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۴۲۶

[3] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

سوال ہشتم:

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ بنانا اور اس پر نذر نیاز کرنا عرائض بامید حاجت برآری لٹکانا اور بہ نیت بدعت حسنہ اس کو داخل حسنات جاننا اور موافق شریعت ان امور کو اور جوکچھ اس سے پیدا اور یا متعلق ہوں کتنا گناہ ہے، اور زید اگر ان باتوں کو جو فی زمانہ متعلق تعزیہ داری وعلم داری کے ہیں موافق مذہب اہل سنت کے تصور کرے تو وہ کس قسم کے مرتکب ہوا اور اس پر شرع کی تعزیر کیا لازم آتی ہے، اور ان امور کے ارتکاب سے وہ شرک خفی یا جلی میں مبتلا ہے یا نہیں، اور اس کی زوجہ اس کے نکاح سے باہر ہوئی یا نہیں، درصورتیکہ وہ امور متذکرہ بالا کو داخل عقیدت اہلسنت وجماعت بنظر ثواب عمل میں لاتا ہو۔ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

افعال مذکورہ جس طرح عوام زمانہ میں رائج ہیں بدعت سیئہ وممنوع وناجائز ہیں انہیں داخل ثواب جاننا اور موافق شریعت مذہب اہلسنت ماننا اس سے سخت تر وخطائے عقیدہ وجہل اشد ہے، شرعی تعزیر حاکم شرع سلطان کی رائے پر مفوض ہے بااینہمہ وہ شرک وکفر ہرگز نہیں، نہ اس بناء پر عورت نکاح سے باہر ہو، عرائض بامید حاجت برآری لٹکانا محض بہ نیت توسل ہے جو اس کا جہل ہے کہ امور ممنوعہ لائق توسل نہیں ہوتے باقی حاجت روا بالذات کوئی کلمہ گو حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بھی نہیں جانتا کہ معاذ اللہ تعالٰی شرک ہو، یہ وہابیہ کا جہل وضلال ہے، **واللہ تعالٰی اعلم فقط**

رسالہ

اعالی الافادۃ فی تعزیۃ الھند وبیان شھادۃ

ختم ہوا



تشبّہ بالغیر

شعارِ کفّار وغیرہ

مسئلہ ۲۲۸: از پیلی بھیت محلّہ محمد واصل مرسلہ مولوی محمد وصی احمد صاحب سورتی ۲۴ صفر ۱۳۱۳ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دھوتی لباس ہند ہے یاکہ خاص ہنود کالباس ہے، ایک عالم صاحب کہتے ہیں کہ دھوتی لباس ہنود ہے اور بموجب **من تشبّہ بقوم فھو منھم**[1] (جو کوئی کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے گا تو وہ انہی میں سے شمار ہوگا۔ت) کے جو مسلمان دھوتی پہنے وہ ہندو ہے اور نماز روزہ وغیرہ کوئی عمل صالح اس کا مقبول نہیں مسلمانوں کو دھوتی پہننے والے کے ساتھ مناکحت ونشست برخاست کھاناپینا کھلانا پلانا صاحب سلامت سب منع ہے بلکہ دھوتی پہننے والا اسلام علیک کرے تواس کے سلام کاجواب بھی نہ دے، پس دھوتی پہننے والے کے ساتھ وہی برتاؤ چاہئے جیساکہ عالم صاحب کہتے ہیں یاکہ مسلمانوں کاسا، اس بارہ میں جو حکم شریعت ہو ارشاد فرمایاجائے۔**بیّنوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب لبس الشھرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۳

الجواب:

اقول: وباللّٰہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق ہی سے کہتا ہوں۔ت) اس جنس مسائل میں حق تحقیق و تحقیق حق یہ ہے کہ تشبہ دو وجہ پر ہے: التزامی ولزومی۔ التزامی یہ ہے کہ یہ شخص کسی قوم کے طرز وضع خاص اسی قصد سے اختیار کرے کہ ان کی سی صورت بنائے ان سے مشابہت حاصل کرے حقیقۃً تشبہ اسی کا نام ہے فان معنی القصد والتکلف ملحوظ فیه کما لایخفی (اس لئے کہ قصد اور تکلف کے مفہوم کا اس میں لحاظ رکھا گیا ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت) اور لزومی یہ کہ اس کا قصد تو مشابہت کا نہیں مگر وہ وضع اس قوم کا شعار خاص ہو رہی ہے کہ خواہی نخواہی مشابہت پیدا ہوگی، التزامی میں قصد کی تین صورتیں ہیں:

اوّل: یہ کہ اس قوم کو محبوب و مرضی جان کر اُن سے مشابہت پسند کرے یہ بات اگر مبتدع کے ساتھ ہو بدعت اور کفّار کے ساتھ معاذاللہ کفر، حدیث **من تشبه بقوم فهو منهم** [1] جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے تو وہ انہی میں سے شمار ہوگا۔ ت) حقیقۃً صرف اسی صورت سے خاص ہے۔ غمز العیون والبصائر میں ہے:

اتفق مشائخنا ان من رأی امر الکفار حسنا فقد کفر حتّٰی قالوا فی رجل قال ترك الکلام عند اکل الطعام حسن من المجوس اوترك المضاجعة عندهم حال الحیض حسن فهو کافر [2]۔	ہمارے مشائخ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ جو کوئی کافروں کے کسی کام کو اچھا سمجھے تو وہ بلاشبہہ کافر ہو جاتا ہے یہاں تک کہ انہوں نے فرمایا کہ جو کوئی کھانا کھاتے وقت باتیں نہ کرنے کو اور حالت حیض میں عورت کے پاس نہ لیٹنے کو مجوسیوں اور آتش پرستوں کی اچھی عادت کہے تو وہ کافر ہے۔(ت)

دوم: کسی غرض مقبول کی ضرورت سے اسے اختیار کرے وہاں اس وضع کی شناعت اور اس غرض کی ضرورت کا موازنہ ہوگا اگر ضرورت غالب ہو تو بقدر ضرورت کا وقت ضرورت یہ تشبیہ کفر کیا معنی ممنوع بھی نہ ہوگا جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی کہ بعض فتوحات میں منقول رومیوں کے لباس پہن کر بھیس بدل کر کام فرمایا اور اس ذریعہ سے کفار اشرار کی بھاری جماعتوں پر باذن اللہ غلبہ پایا اسی طرح سلطان مرحوم صلاح الدین یوسف انار اللہ تعالٰی برہانہ کے زمانے میں جبکہ تمام کفار یورپ

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب لبس الشهرة آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۳

[2] غمز عیون البصائر مع الاشباه والنظائر الفن الثانی کتاب السیر باب الردة ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۹۵

نے سخت شورش مچائی تھی دو عالموں نے پادریوں کی وضع بنا کر دورہ کیا اور اس آتش تعصب کو بجھادیا۔ خلاصہ میں ہے:

لوشد الزنار علی وسطه ودخل دار الحرب لتخلیص الاساری لایکفر ولودخل لاجل التجارة یکفر ذکرہ القاضی الامام ابوجعفر الاستروشنی[1]۔	اگر کوئی شخص اپنی کمر میں زُنّار باندھے اور قیدیوں کو چھڑانے کے لئے دارحرب میں داخل ہو تو کافر نہیں ہوگا اور اگر اس مدت میں تجارت کے لئے جائے تو کافر ہوجائے گا۔ امام ابو جعفر استروشنی نے اس کو ذکر کیا ہے۔ (ت)

ملتقط میں ہے:

اذا شد الزنار او اخذ الغل اولبس قلنسوة المجوس جادا اوهازلا یکفر الا اذا فعل خدیعة فی الحرب[2]۔	جب کسی شخص نے زُنّار باندھا یا طوق لیا یا آتش پرستوں کی ٹوپی پہنی خواہ سنجیدگی کے ساتھ یا ہنسی مذاق کے طور پر تو کافر ہوگیا، مگر جنگ میں (دشمن کو مغالطے میں ڈالنے کے لئے) بطور تدبیر ایسا کرے تو کافر نہ ہوگا۔ (ت)

منح الروض میں ہے:

ان اشد المسلم الزنار ودخل دار الحرب للتجارة کفر ای لانه تلبس بلباس کفر من غیر ضرورة شدیدة ولافائدہ مترتبة بخلاف من لبسها لتخلیص الاساری علی ماتقدم[3]۔	اگر مسلمان زنّار باندھ کر دارالکفر میں کاروبار کیلئے جائے تو کافر ہوجائے گا اس لئے کہ اس نے بغیر کسی شدید مجبوری کے اور بغیر کسی ترتب فائدہ کے لباس کفر پہنا (جو اس کے لئے روانہ تھا)، بخلاف اس شخص کے جس نے قیدیوں کو آزاد کرانے کے لئے لباس کفر (برائے حیلہ) استعمال کیا، جیسا کہ پہلے ذکر ہوا (ت)

[1] خلاصة الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر الفصل الثانی المجلس السادس مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۷

[2] منح الروض الازهر بحواله الملتقط فصل فی الکفر صریحًا وکنایةً مصطفی البابی مصر ص۱۸۵

[3] منح الروض الازهر علی الفقه الاکبر فصل فی الکفر صریحًا وکنایةً مصطفی البابی مصر ص۱۸۵

سوم: نہ توانہیں اچھا جانتا ہے نہ کوئی ضرورت شرعیہ اس پر حامل ہے بلکہ کسی نفع دنیوی کے لئے یا یوہیں بطور ہزل واستہزاء اس کا مرتکب ہوا توحرام وممنوع ہونے میں شک نہیں اور اگروہ وضع ان کفار کامذہبی دینی شعار ہے جیسے زنّار، قشقہ، چُٹیا، چلیپا، تو علماء نے اس صورت میں بھی حکم کفر دیا کماسمعت اٰنفا (جیسا کہ تم نے ابھی سنا۔ت) اور فی الواقع صورت استہزاء میں حکم کفر ظاہر ہے کمالایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت) اور لزومی میں بھی حکم ممانعت ہے جبکہ اکراہ وغیرہ مجبوریاں نہ ہوں جیسے انگریڑی منڈا، انگریزی ٹوپی، جاکٹ، پتلون، اُلٹا پردہ، اگرچہ یہ چیزیں کفار کی مذہبی نہیں مگرآخر شعار ہیں توان سے بچنا واجب اور ارتکاب گناہ۔ ولہٰذا علماء نے فسّاق کی وضع کے کپڑے موزے سے ممانعت فرمائی۔ فتاوٰی خانیہ میں ہے:

الاسکاف اوالخیاط اذا استوجر علی خیاطة شیئ من زی الفساق ویعطی له فی ذٰلك کثیر اجر لایستحب له ان یعمل لانه اعانة علی المعصیة[1]۔	موچی یا درزی فسّاق وفجّار کی وضع کے مطابق معمول سے زیادہ اُجرت پر لباس تیار کرے تواس کے لئے یہ کام مستحب نہیں اس لئے کہ یہ گناہ پر امداد واعانت ہے۔(ت)

مگراس کے تحقق کواس زمان ومکان میں ان کا شعار خاص ہونا قطعًا ضرور جس سے وہ پہچانے جاتے ہوں اوران میں اور ان کے غیر میں مشترک نہ ہو ورنہ لزوم کا کیا محل، ہاں وہ بات فی نفسہٖ شرعًا مذموم ہوئی تواس وجہ سے ممنوع یامکروہ رہے گی نہ کہ تشبّہ کی راہ سے، امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں دربارہ طیلسان کہ پوشش یہود تھی فرماتے ہیں:

اما ماذکرہ ابن اقیم من قصة الیهود فقال الحافظ ابن حجر انما یصح الاستدلال به فی الوقت الذی تکون الطیالسة من شعارهم وقد ارتفع ذٰلك فی هذه الازمنة فصار داخلا فی عموم المباح وقد ذکرہ ابن عبدالسلام رحمه الله تعالٰی فی امثلة	رہا یہ کہ جو کچھ حافظ ابن قیم نے یہودیوں کا واقعہ بیان کیا ہے تو اس بارے میں حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ استدلال اس وقت درست تھا جبکہ مذکورہ چادر اُن کا (مذہبی) شعار ہوا کرتی تھی لیکن اس دَور میں یہ چیز ختم ہورہی ہے لہٰذا اب یہ عموم مباح میں داخل ہے، چنانچہ علامہ ابن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بدعت مباح کی مثالوں

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۰

البدعة المباحة[1]۔	میں ذکر فرمایا ہے۔(ت)

امام اجل فقیہ النفس فخر الملۃ والدین قاضی خاں پھر امام محمد محمد محمد ابن الحاج حلبی حلیہ شرح منیہ فصل مکروہات الصلوٰۃ پھر علامہ زین بن نجیم مصری بحر الرائق پھر علامہ محمد بن علی دمشقی در مختار میں فرماتے ہیں:

التشبہ باھل الکتاب لایکرہ فی کل شیئ فانا ناکل ونشرب کمایفعلون ان الحرام التشبہ بھم فیماکان مذموما اوفیمایقصد بہ التشبہ[2]۔	ہر چیز میں اہل کتاب سے مشابہت مکروہ نہیں جیسے کھانے پینے وغیرہ کے طور طریقے میں کوئی کراہت نہیں۔ان سے تشبہ ان کاموں میں حرام ہے جومذموم یعنی برے ہیں یاجن میں مشابہت کاارادہ کیاجائے۔(ت)

علامہ علی قاری منح الروض میں فرماتے ہیں:

انا ممنوعون من التشبیہ بالکفرۃ واھل البدعة المنکرۃ فی شعارھم لامنھیون عن کل بدعة ولوکانت مباحة سواء کانت من افعال اھل السنة اومن افعال الکفر واھل البدعة فالمدار علی الشعار[3]۔	ہمیں کافروں اور منکر بدعات کے مرتکب لوگوں کے شعار کی مشابہت سے منع کیاگیاہے ہاں اگر وہ بدعت جو مباح کادرجہ رکھتی ہواس سے نہیں روکاگیاخواہ وہ اہل سنت کے افعال ہوں یاکفار اوراہل بدعت کے۔لہٰذا مدارِکار شعار ہونے پر ہے۔(ت)

فتاوٰی عالمگیری میں محیط سے ہے:

قال ھشام فی نوادرہ ورأیت علی ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی نعلین محفوفین بمسامیر الحدید فقلت لہ اتری بھٰذا الحدید بأسا قال لافقلت لہ ان سفین و	ہشام نے نوادر میں فرمایا میں نے امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کوایسے جوتے پہنے ہوئے دیکھا جن کے چاروں طرف لوہے کی کیلیں لگی ہوئی تھیں، میں نے عرض کی، کیاآپ اس لوہے سے کوئی حرج سمجھتے ہیں؟ توفرمایاکہ نہیں، میں نے

[1] المواہب اللدنیة النوع الثانی اللباس لبس الطیلسان المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۵۰

[2] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۰

[3] منح الروض الازھر علی الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحاً مصطفی البابی مصر ص۱۸۵

ثوربن یزید کرھا ذٰلك لانه تشبه بالرهبان فقال ابویوسف رحمه الله تعالٰی کان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم یلبس النعال التی لها شعور وانها من لباس الرهبان[1] الخ	عرض کی لیکن سفیان اور ثور بن یزید تو انہیں پسند نہیں فرماتے کیونکہ ان میں عیسائی راہبوں سے مشابہت پائی جاتی ہے۔امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسے جوتے پہنتے تھے جن کے بال ہوتے تھے حالانکہ یہ بھی عیسائی راہبوں کا لباس تھا الخ۔(ت)

اس تحقیق سے روشن ہوگیا کہ تشبُّہ وہی ممنوع ومکروہ ہے جس میں فاعل کی نیت تشبہ کی ہو یا وہ شے ان بدمذہبوں کا شعار خاص یا فی نفسہ شرعًا کوئی حرج رکھتی ہو،بغیر ان صورتوں کے ہر گز کوئی وجہ ممانعت نہیں۔اب مسئلہ مسئولہ کی طرف،چلئے دھوتی باندھنے والے مسلمانوں کا یہ قصد توہر گز نہیں ہوتا کہ وہ کافروں کی سی صورت بنائیں،نہ مدعی نے اس پر بنائے کلام کی بلکہ مطلقًا دھوتی باندھنے کو ان سخت شدید اختراعی احکام کا مورد قرار دیا نہ زنہار قلب پر حکم روا نہ بدگمانی جائز،

قال اللہ تعالٰی "وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۶﴾"[2]۔	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:ان باتوں کے پیچھے نہ پڑو جن کا تمہیں کچھ علم نہیں۔بے شک کان،آنکھ اور دل کے متعلق (بروز قیامت)پوچھا جائے گا۔(ت)

اور فی نفسہٖ دھوتی کی حالت کو دیکھا جائے تو اس کی اپنی ذات میں کوئی حرج شرعی بھی نہیں بلکہ ساتر مامور بہ کے افراد سے ہے اصل سنت ولباس پاک عرب یعنی تہبند سے صرف لٹکتا چھوڑنے اور پیچھے گھرس لینے کا فرق رکھتی ہے اس میں کسی امر شرعی کا خلاف نہیں تو دو وجہ ممانعت تو قطعًا منتفی ہیں۔رہا خاص شعار کفار ہونا،وہ بھی باطل۔بنگالہ وغیرہ پورب کے عام شہروں میں تمام سکان ہندو مسلمان سب کا یہی لباس ہے۔یوہیں سب اضلاع ہند کے دیہات میں ہندو مسلمین یہی وضع رکھتے ہیں۔رہے وسط ہند کے شہری لوگ،ان میں بھی فنائے شہر اور خود شہر کے اہل حرفہ وغیرہم جنہیں کم قوم کہا جاتا ہے بعض ہر وقت اور بعض اپنے کاموں ضرورتوں کی حالت میں دھوتی باندھتے ہیں۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۳۳

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۶

ہاں یہاں کے معزز شہریوں میں اس کارواج نہیں مگر اس کاحاصل اس قدر کہ اپنی تہذیب کے خلاف جاتے ہیں نہ یہ کہ جو باندھے اسے فعل کفر کامرتکب سمجھیں تو غایت یہ کہ ان اضلاع کے شہری وجاہت دار آدمی کو گھر سے باہر اس کا باندھنا مکروہ ہوگا کہ بلاوجہ شرعی عرف وعادت قوم سے خروج بھی سبب شہرت و باعث کراہت ہے۔علامہ قاضی عیاض مالکی،امام اجل ابو زکریا نووی شافعی شارحان صحیح مسلم پھر عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی حنفی شارح طریقہ محمدیہ فرماتے ہیں:

خروجه عن العادة شهرة ومكروه[1]۔	عادت اور عرف کی خلاف ورزی مکروہ اور باعث شہرت ہے(ت)

اور اگر وہاں کے مسلمان اسے لباس کفار سمجھتے ہوں تو احتراز مؤکد ہے،حرج پیچھے گھرسنے میں ہے،ورنہ تہ بند تو عین سنت ہے۔اس سے زائد کچھ لفّاظیاں شخص مذکور نے کہیں محض بے اصل و باطل اور حلیہ صدق وصواب سے عاطل ہیں،بالفرض اگر دھوتی باندھنا مطلقاً ممنوع بھی ہوتا تاہم اس میں اُتنا وبال نہ تھا جو شرع مطہر پر دانستہ افترا کرنے میں۔

والعیاذ باللہ تعالٰی،نسئل اللہ ھدایۃ سبیل الرشاد و العصمۃ عن طریق الزیغ والفساد،اٰمین،واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	اوراللہ تعالٰی کی پناہ،ہم اللہ تعالٰی سے راہ راست کی رہنمائی چاہتے ہیں اور کجی اور فساد کی راہ سے اے اللہ! حفاظت چاہتے ہیں،یا اللہ میری دعا قبول فرما،اللہ تعالٰی پاک و برتر،بڑا عالم ہے(ت)

مسئلہ ۲۲۹: مسئولہ مولٰینا مولوی عبدالحمید صاحب از بنارس محلّہ پر کنڈہ ۱۰ شعبان ۱۳۳۵ھ

زید کوٹ وکالر ونکٹائی پہنتا ہے اور پیشوری پائجامہ وترکی ٹوپی وبُوٹ جُوتا پہنتا اور انگریزی فیشن کے بال رکھتا ہے۔عمرو کہتا ہے کہ اس میں تشبّہ بالنّصارٰی ہے،اور زید کہتا ہے کہ ہرگز نہیں اس لئے کہ ادنی فرق تشبیہ کے لئے کافی ہے۔ان دونوں میں کون حق پر ہے؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب:

جو بات کفار یا بدمذہباں اشرار یا فسّاق فجّار کا شعار ہو بغیر کسی حاجت صحیحہ شرعیہ کے

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن اعظامہ الخ عبدالتواب اکیڈمی بوہڑ گیٹ ملتان ۲/ ۴۴

برغبت نفس اس کا اختیار ممنوع وناجائز وگناہ ہے اگرچہ وہ ایک ہی چیز ہو کہ اس سے اس وجہ خاص میں ضرور اُن سے تشبّہ ہوگا اسی قدر منع کو کافی ہے اگرچہ دیگر وجوہ سے تشبّہ نہ ہو، اس کی نظیر گلاب اور پیشاب ہیں۔ شیشہ بھرا ہوا گلاب اور اس میں ایک قطرہ پیشاب ہے تو وہ ناپاک وخراب ہے نہ کہ پورا شیشہ پیشاب ہو جبھی نجس وخراب ہو۔ ولہٰذا عموماً احادیث ارشادات فقہ میں ہر ایسی چیز پر حکم حرمت وممانعت دیا ہے نہ یہ کہ سر سے پاؤں تک من جمیع الوجوہ ان سے تشبّہ ہو اسی وقت منع ہو، یہ محض جہل یا عقل کا فساد ہے اور اگر دانستہ ہو تو شریعت مطہرہ سے کھلا عناد ہے، ابطال وہم کو یہاں صرف پچیس مسائل حدیث وفقہ سے سنائیں:

مسئلہ ۱: صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشابھات من النساء بالرجال[1]۔	اللہ کی لعنت اُن مردوں پر جو عورتوں سے تشبہ کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں پر۔

یہ اصل کلی ہے اس کے فروع دیکھئے زنان عرب جو اوڑھنی اوڑھتیں حفاظت کے لئے سر پر پیچ دے لیتیں اس پر ارشاد ہوا کہ ایک پیچ دیں دو نہ ہوں کہ عمامہ سے مشابہت نہ ہو عورت کو مرد، مرد کو عورت سے تشبہ حرام ہے: امام احمد وابوداؤد وحاکم نے بسند حسن ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دخل علیھا وھی تختمر فقال لیۃ لالیتین[2]۔	نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے ہاں تشریف لے گئے تو (کیا دیکھا) کہ وہ اوڑھنی اوڑھ رہی ہیں تو ارشاد فرمایا سر پر صرف ایک پیچ دو دو[۲] پیچ نہ ہوں۔ (ت)

تیسیر شرح جامع صغیر میں ہے:

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب المتشبھین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۴

[2] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب کیف الاختمار آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۲، مسند احمد بن حنبل عن ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۲۹۴ و ۲۹۶

حذرا من التشبه بالمتعمين[1]۔	اس خطرہ سے کہ کہیں پگڑی باندھنے والے مردوں سے مشابہت نہ ہوجائے۔(ت)

دیکھو تمام زنانہ لباس دفع تشبّہ کے لئے کافی نہ ہوا صرف دوپٹہ کے سر پر دو پیچ مورث تشبّہ ہوئے۔

مسئلہ ۲: ایک عورت کندھے پر کمان لگائے گزری رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لعن الله المتشابهات من النساء بالرجال رواه الطبرانی[2] فی الکبیر عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما والحدیث من دون القصة عند احمد وابی داؤد والترمذی وابن ماجة بل قد تقدم عن البخاری و ایهام التیسیر انهم جمیعا رووا القصة لیس بالواقع۔	اللہ تعالٰی نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں سے تشبّہ کریں(امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی سند سے اس حدیث کو روایت فرمایا۔امام احمد(مسند احمد)،ابوداؤد،ترمذی،ابن ماجہ بلکہ امام بخاری سے پہلے گزرچکی،ان تمام محدثین نے بغیر قصہ ذکر کئے اس کو روایت فرمایا مگر مصنف التیسیر کا یہ وہم کرنا کہ سب نے قصہ مذکورہ سمیت اس کو روایت کیا ہے خلاف واقع ہے(لہٰذا وہم درست نہیں۔ت)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما نے ام سعید بنت ام جمیل کو کمان لگائے مردانی چال چلتے دیکھا،فرمایا:

سمعت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم یقول لیس منّا من تشبّه بالرجال من النساء ولا من تشبّه بالنساء من الرجال،رواه احمد[3] والطبرانی۔	میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا،وہ عورت ہم میں سے نہیں جو مردوں سے مشابہت اختیار کرے،اور وہ مرد بھی ہم میں سے نہیں جو عورتوں سے تشبہ اختیار کرے۔امام احمد اور امام طبرانی نے اس کو روایت فرمایا۔(ت)

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث لیۃ لالیتین مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۳۳۵

[2] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۱۶۴۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۲۵۲،سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب فی المتشبھین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۸

[3] مسند احمد بن حنبل مسند عبداللہ بن عمرو المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۰۰،مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب الادب فی المتشبھین دار الکتاب بیروت ۸/ ۱۰۳

مسئلہ ۳: عورتوں کو حکم فرمایا کہ ہاتھوں میں مہندی لگائیں کہ مردوں کے ہاتھ سے مشابہ نہ ہو۔ابوداؤد ام لمومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی:

ان ھندۃ بنت عتبۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا قالت یانبی اللہ بایعنی قال لاابایعك حتی تغیری کفیك کانّھما کفاسبع [1]۔	عتبہ کی بیٹی ہندہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے عرض کی: اے اللہ تعالٰی کے مکرم نبی! مجھے بیعت فرمایئے۔ارشاد فرمایا: میں تمہیں بیعت نہیں کرتا جب تو اپنی ہتھیلیوں میں (انہیں رنگین کرکے) تبدیلی نہ لائے، تیری ہتھیلیاں تو درندے کی ہتھیلیوں کی طرح ہیں۔(ت)

مرقاۃ میں ہے:

شبہ یدیھا حین لم تخضبھما بکفی سبع فی الکراھیۃ لانھا حینئذ شبیھۃ بالرجال [2]۔	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ناپسندیدگی کی وجہ سے اسے غیر رنگین ہاتھوں کو جنگلی درندے سے تشبیہ دی کیونکہ اس حالت میں وہ مردوں کے مشابہ ہو گئی۔(ت)

ایک حدیث میں ارشاد ہوا کہ زیادہ نہ ہو تو ناخن ہی رنگین رکھیں۔احمد وابوداؤد ونسائی بسند حسن ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی:

اومأت امرأۃ من وراء ستر بیدھا کتاب الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقبض النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یدہ فقال ماادری اید رجل ام ید امرأۃ قالت بل ید امرأۃ قال لوکنت امرأۃ لغیرت اظفارك	ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے اشارہ کیا کہ جس کے ہاتھ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ایک خط تھا، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر ارشاد فرمایا مجھے معلوم نہیں کہ کیا یہ کسی مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا۔اس نے عرض کی یہ مرد کا ہاتھ نہیں بلکہ عورت کا ہاتھ ہے۔ ارشاد فرمایا اگر تو عورت ہوتی تو ضرور اپنے ہاتھوں کی سادگی کو مہندی

[1] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی الخضاب للنساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۸

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل تحت حدیث ۴۴۶۶ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۴۴

بالحناء[1]۔	لگا کر تبدیل کر دیتی۔ (ت)

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

وگفتہ اند کہ وجہ کراہت وانکار تشبہ برجال ست وسابقا معلوم شد کہ زنان راتشبّہ برجال مکروہ ست[2]۔	ائمہ کرام نے فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ناپسندیدگی اور انکار کرنے کی وجہ مردوں سے مشابہت ہے۔اور پہلے معلوم ہوگیا ہے کہ عورتوں کا مردوں سے مشابہت کرنا مکروہ ہے (یعنی ناپسندیدہ امر ہے) (ت)

اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) بلکہ یہ تعلیل منصوص ہے کہ فرمایا: بے مہندی لگائے اپنا ہاتھ مرد کا سا رکھتی ہو۔

احمد فی مسندہ عن امرأۃ صلت القبلتین مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قالت دخل علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال اختضبی تترک احدٰکن الخضاب حتی تکون یدھا کیدالرجل قالت فماترکت الخضاب حتی لقیت اللہ تعالٰی وھی بنت ثمانین[3]۔	مسند احمد میں ایک ایسی خوش نصیب عورت سے روایت ہے کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اقتداء میں دو قبلوں (کعبہ شریف اور بیت المقدس) کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی،اس نے کہا کہ میں ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا: ہاتھوں کو خضاب سے رنگین کیجئے۔تم میں سے ایک،ہاتھوں کو خضاب وغیرہ سے رنگنا چھوڑدیتی ہے،یہاں تک کہ اس کے ہاتھ مردوں کے ہاتھوں کی طرح (سفید) ہوتے ہیں۔پھر اس کے بعد انہوں نے ہاتھوں پر خضاب لگانا نہ چھوڑا حالانکہ ان کی عمر اسی سال کی ہوگئی (ت)

مسئلہ ۴: جامع ترمذی میں سیدنا بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی الخضاب للنساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۸،مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۲۶۲

[2] اشعۃ اللمعات کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۸۱

[3] مسند احمد بن حنبل عن امرأۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۴۳۷

نظفوا افنیتکم ولاتشبّھوا بالیھود [1]۔	اپنے پیش دروازہ زمینیں ستھری رکھو یہودیوں سے تشبّہ نہ کرو کہ جب سے ان پر ذلّت ومسکنت ڈالی گئی ان کی زمینیں میلی کثیف رہتیں۔ یہاں محض ایک بیرونی شَے پر جسے جسم ولباس سے بھی علاقہ نہیں تشبّہ فرمایا گیا۔

مسئلہ ۵: سنن ابی داؤد میں ابن ابی ملیکہ سے ہے:

قیل لعائشة ان امرأة تلبس النعل فقالت لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الرجلة من النساء [2]۔	ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے عرض کی گی ایک عورت مردانہ جوتا پہنتی ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردانی وضع اختیار کریں۔

مرقاۃ میں ہے:

تلبس النعل ای التی تختص بالرجال [3]۔	تلبس النعل یعنی عورت وہ جوتا پہنتی جو مردوں سے خصوصیت رکھتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۶: نماز میں کسی فعل وحالت میں اہل کتاب سے تشبّہ منع ہوا اور نماز مسلمین کا اپنے عامہ افعال وصفت وہیأت میں ان کی نماز سے جدا ہونا مانع تشبہ نہ ہوا اسی لئے امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ہدایہ میں ہے:

یکرہ ان یقوم فی الطاق لانه یشبه صنیع اھل الکتاب من حیث تخصیص الامام بالمکان [4]۔	امام کا مکمل طور پر محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ کارروائی اہل کتاب سے مشابہت رکھتی ہے اس حیثیت سے کہ امام کی ایک جگہ (محراب) سے تخصیص کردی۔ (ت)

مسئلہ ۷: اسی لئے امام کا سب مقتدیوں سے بلندی ممتاز پر ہونا مکروہ ہوا۔ ہدایہ میں ہے:

یکرہ ان یکون الامام وحدہ علی الدکان	تنہا امام کا کسی بلند ممتاز جگہ کھڑا ہونا مکروہ ہے،

[1] جامع الترمذی ابواب الاستیذان والادب باب ماجاء فی النظافة امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۳

[2] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۰

[3] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوۃ کتاب اللباس حدیث ۴۴۷۰ المکتبة الحبیبیه کوئٹہ ۸/ ۲۴۶

[4] الھدایة کتاب الصلوۃ باب مایفسد الصلوۃ المکتبة العربیه کراچی ۱/ ۱۲۰

لماقلنا[1]۔	اور اس کی وجہ وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کردی۔(ت)

بحر الرائق ورد المحتار میں ہے:

علّلوہ بانہ تشبہ باھل الکتاب فانھم یتخذون لامامھم دکّانا[2]۔	فقہائے کرام نے اس کی علت یہ قرار دی کہ یہ رویہ اہل کتاب سے مشابہت رکھتا ہے کیونکہ وہ لوگ اپنے امام کے لئے (سب سے الگ) ایک نمایاں، ممتاز اور بلند چبوترہ متعین کرتے تھے(ت)

مسئلہ ۸: نماز میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک تو مفسد نماز ہے صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی نماز صحیح مانتے ہیں مگر مشابہت اہل کتاب کے باعث مکروہ جانتے ہیں۔ ہدایہ میں ہے:

اذا قرأ الامام من المصحف فسدت صلاتہ عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وقالا ھی تامۃ الا انہ یکرہ لانہ تشبہ بصنع اھل الکتاب[3]۔	جب امام (بحالت نماز) قرآن مجید دیکھ کر تلاوت کرے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک نماز فاسد ہوجائے گی (یعنی ٹوٹ جائے گی) لیکن ان کے دونامور شاگردوں نے فرمایا نماز پوری ہوگئی مگر اس طرح کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ طریقہ اہل کتاب کی کارروائی سے مشابہت رکھتا ہے(ت)

مسئلہ ۹: جہاں جاندار کی تصویر کھلی ہوئی بے اہانت رکھی ہو اگرچہ نمازی کے پس پشت، وہاں نماز بوجہ تشبہ مکروہ ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

وعلۃ حرمۃ التصویر المضاھاۃ لخلق اللہ تعالٰی وعلۃ کراھۃ الصلاۃ بھا التشبہ[4]۔	تصویر کے حرام ہونے کی علت (وجہ) اللہ تعالٰی کی تخلیق (بنائی ہوئی چیزوں) میں مشابہت اختیار کرنا ہے (جو شرکت کا وہم پیدا کرتا ہے) اور تصویر کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے، پس اس کی علت تشبّہ ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۰: یونہی جہت قبلہ میں اگر صلیب ہو نماز مکروہ ہے کہ نصارٰی سے تشبّہ ہے۔ ردالمحتار

[1] الہدایۃ کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/ ۱۲۰

[2] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۴

[3] الہدایۃ کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/ ۱۱۶

[4] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۵

میں بعد عبارت مذکورہ یہ مسئلہ تصویر ہے۔

اقول: والظاھر انہ یلحق بہ الصلیب وان لم یکن تمثال ذی روح لان فیہ تشبھا بالنصارٰی ویکرہ التشبہ بھم فی المذموم وان لم یقصدہ[1] اھ اقول: فی الصورۃ علۃ اخری سوی التشبہ و ھو امتناع الملئکۃ من دخول بیت ھی فیہ غیر مھانۃ ولم یثبت مثلہ فی الصلیب فلایتأتی الالحاق علی الاطلاق الااذاکانت فی جھۃ القبلۃ وح یلتحق بکافون فیہ ضرام من جمر اونار۔واللہ تعالٰی اعلم۔	اقول: ظاہر یہ ہے کہ تصویر کے ساتھ صلیب کاالحاق کیاجائے جبکہ تصویر کسی جاندار کی نہ ہو، یعنی صلیب اور تصویر دونوں کا حکم ایک ہے۔اس لئے کہ اس میں عیسائیوں سے مشابہت ہے اور برے کاموں میں ان سے مشابہت رکھنامکروہ ہے اگرچہ غیرارادی طور پر ہواھ اقول: (میں کہتاہوں) یہاں تصویر میں "تشبہ" کے علاوہ ایک اور علت (وجہ) بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس گھر میں بغیرتذلیل تصویر رکھی ہو وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔اور یہ وجہ (علت) صلیب میں نہیں۔لہذا تصویر کے ساتھ صلیب کاعلی الاطلاق الحاق نہیں ہو سکتا، مگر یہ کہ صلیب جہت قبلہ میں ہو۔پھراس صورت میں اس چولہے اور انگیٹھی سے اس کاالحاق کردیاجائے گا کہ جس میں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں۔واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱: مرد کو ہتھیلی یا تلوے بلکہ صرف ناخنوں ہی میں مہندی لگانی حرام ہے کہ عورتوں سے تشبّہ ہے۔

الحناء سنّۃ للنساء ویکرہ لغیرھن من الرجال الا ان یکون لعذر لانہ تشبہ بھن[2] اھ اقول: والکراھۃ تحریمیۃ للحدیث المار لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء	مہندی لگانی عورتوں کے لئے سنت ہے لیکن مردوں کے لئے مکروہ ہے مگر جبکہ کوئی عذر ہو (توپھر اس کے استعمال کرنے کی گنجائش ہے) اس کی وجہ یہ ہے کہ مردوں کے مہندی استعمال کرنے میں عورتوں سے مشابہت ہوگی اھ اقول: (میں کہتا ہوں) کہ یہ کراہت تحریمی ہے

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۵

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب اللباس حدیث ۴۴۲۸ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۱۷، شرعۃ الاسلام فصل فی اللباس مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۳۰۱۔۳۰۲

فصح التحریم ثم الاطلاق شمل الاظفار **اقول:** وفیه نص الحدیث المار لوکنت امرأۃ لغیرت اظفارك بالحناء [1] اما ثنیا العذر **فاقول** هذا اذا لم یقم شیئ مقامه ولاصلح ترکیبه مع شیئ ینفی لونه واستعمل لاعلی وجه تقع به الزینة۔	گزشتہ حدیث پاک کی وجہ سے کہ جس میں یہ آیا ہے کہ اللہ تعالٰی نے ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں، لہٰذا تحریم یعنی کراہت تحریمی صحیح ہوئی۔ اور اطلاق (الفاظ حدیث) ناخنوں کو بھی شامل ہے۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں) اس میں بھی گزشتہ حدیث کی صراحت موجود ہے (حدیث: اگر تُو عورت ہوتی تو ضرور اپنے سفید ناخنوں کو مہندی لگا کر تبدیل کر دیتی) رہا عذر کا استثناء کرنا، تو اس کے متعلق میری صوابدید یہ ہے کہ (عذر اس وقت تسلیم کیا جائے گا کہ) جب مہندی کے قائم مقام کوئی دوسری چیز نہ ہو، نیز مہندی کسی ایسی دوسری چیز کے ساتھ مخلوط نہ ہوسکے جو اس کے رنگ کو زائل کردے۔ اور مہندی استعمال میں بھی محض ضرورت کی بناپر بطور دوا اور علاج ہو، زیب وزینت اور آرائش مقصود نہ ہو۔ (ت)

مسئلہ ۱۲: عورت کو اپنے سر کے بال کترنا حرام ہے اور کترے تو ملعونہ کہ مردوں سے تشبّہ ہے۔ درمختار میں ہے:

قطعت شعر رأسها اثمت ولعنت والمعنی المؤثر التشبه بالرجال [2]۔	کسی عورت نے سر کے بال کتر ڈالے تو وہ گنہگار ہوئی، نیز اللہ تعالٰی کی اس پر لعنت برسی۔ اور اس میں جو علت مؤثرہ ہے وہ مردوں سے "تشبّہ" ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۳: مرد کو اپنا سر کھلوانا جسے پان بنوانا کہتے ہیں حلال ہے جبکہ اطراف کے بال باقی رکھے اور گوندھے نہیں ورنہ پیشانی یا قفا کے بال مونڈنا مجوس سے تشبّہ ہے اور گوندھنا بعض دیگر کفار سے۔ ذخیرہ وتاتارخانیہ وہندیہ وردالمحتار میں ہے:

لاباس للرجل ان یحلق وسط رأسه ویرسل شعره من غیر ان یفتله وان فتله فذٰلك مکروه لانه یصیر مشابها ببعض الکفرة	کوئی حرج نہیں کہ مرد اپنے سر کا درمیانی حصہ منڈوائے اور بقیہ بال بغیر گوندھے کھلے چھوڑدے، اور اگر اس نے انہیں گوندھ ڈالا تو ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس صورت میں وہ بعض کافروں سے مشابہ

[1] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی الخضاب للنساء ۲/ ۲۱۸ ومسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا ۶/ ۲۶۲

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۰

والمجوس فی دیارنا یرسلون الشعر من غیر فتل ولکن لایحلقون وسط الرأس بل یجزون الناصیة، ینابیع[1]۔	ہو جائے گا۔اور ہمارے علاقائی آتش پرست بغیر گوندھے اپنے بال کھلے چھوڑتے ہیں لیکن وہ سر کی چوٹی کے بال نہیں مونڈھتے بلکہ پیشانی کے بال کتر ڈالتے ہیں۔(ت)

عالمگیریہ میں ہے:

عن ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه یکرہ ان یحلق قفاہ الاعند الحجامة[2]۔	امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ گُدّی کے بال مونڈھنا مکروہ ہیں مگر جبکہ پچھنے لگوائے۔(ت)

مسئلہ ۱۴: مرد کو ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی جائز ہے دو یا زیادہ نگ حرام کہ زیورِ زنان ہو گیا۔
جامع الرموز و ردالمحتار میں ہے:

انما یجوز التختم بالفضة لو علی هیأة خاتم الرجال اما لوله فصان او اکثر حرم[3]۔	چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے بشرطیکہ مردانہ انگوٹھیوں کی شکل وصورت پر ہو (نیز اس کا ایک نگینہ ہو) اگر دو یا زیادہ نگینے ہوں تو حرام ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۵: چاندی کی مردانی انگوٹھی عورت کو نہ چاہئے اور پہنے تو زعفران وغیرہ سے رنگ لے۔ شیخ محقق اشعۃ اللعات میں فرماتے ہیں:

زنان را تشبّہ برجال مکروہ است تا آنکہ انگشتری نقرہ زنان رامکروہ است واگر بکنند باید کہ رنگ کنند بزعفران وما نندآں[4]۔	عورتوں کو مردوں سے مشابہت اختیار کرنی مکروہ ہے اور اس کالحاظ اس حد تک ہے کہ عورتوں کو چاندی کی انگوٹھی پہننی مکروہ ہے اگر کبھی اتفاقاً پہننی پڑے تو اسے زعفران وغیرہ سے رنگ لے۔(ت)

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۱
[2] فتاوٰی ہندیة کتاب الکراہیة الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۷
[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۳۱
[4] اشعة اللمعات شرح المشکوٰة کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۸۱

مسئلہ ۱۶: مرد کو عورت کی طرح چرخہ کاتنا مکروہ ہے کہ زنانہ کام ہے تشبّہ ہوگا۔ درمختار میں ہے:

کسی مرد کا عورتوں کی طرح چرخے پر سُوت کاتنا مکروہ ہے(ت)	غزل الرجل علٰی ھیأۃ غزل المرأۃ یکرہ[1]۔

طحطاوی میں ہے:

اس لئے کہ اس میں تشبّہ ہے(اور وہ ممنوع ہے)اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں سے مشابہت کرنے والے مردوں، اور مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے(ت)	لما فیہ من التشبہ وقد لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المتشبھین والمتشابھات[2]۔

مسئلہ ۱۷: بلاضرورت صحیحہ عورت کو گھوڑے پر چڑھنا منع ہے کہ مردانہ کام ہے، حدیث میں اس پر لعنت آئی، ابن حبان اپنی صحیح میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

میری اُمت کے آخر میں کچھ ایسی عورتیں ہوں گی جو مردوں کی طرح جانوروں پر سوار ہوں گی، الحدیث، اور اس کے آخر میں یہ الفاظ آئے ہیں: اُن عورتوں پر لعنت بھیجو کیونکہ وہ ملعون ہیں۔(ت) **اقول:** (میں کہتا ہوں کہ) گویا مشہور حدیث کے جو الفاظ ہیں وہ اسی حدیث مذکور سے نقل معنوی کے طور پر لئے گئے ہیں "اللہ تعالٰی ان فروج (شرمگاہوں) پر لعنت کرے جو زینوں (کاٹھیوں) پر سوار ہوں"۔(ت)	یکون فی اخر امّتی نساء یرکبن علی مرج کاشباہ الرجال الحدیث وفی اٰخرہ العنوھن فانھن ملعونات[3]۔ **اقول:** وکانّ مااشتھر حدیثا بلفظ لعن اللہ الفروج علی السروج[4] ماخوذ من ھذا نقلا بالمعنی۔

مسئلہ ۱۸: مرد سیدھے ہاتھ میں انگوٹھی نہ پہنے کہ رافضیوں کا شعار ہے۔ درمختار میں ہے:

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۳

[2] طحطاوی علی الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۴/ ۲۱۱

[3] مواردالظمآن باب فیما یحرم علی النساء مما یصف البشرۃ حدیث ۱۴۵۴ المطبعۃ السلفیہ ص ۳۵۱

[4] اسرار الموضوعۃ حدیث ۷۱۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۱۸۵

يجعله لبطن كفه فى يده اليسرى وقيل اليمنى الا انه من شعار الروافض فيجب التحرز عنه قهستانى[1] وغيره اه **اقول:** والجواز فى نفسه لاينافى وجوب الاحتراز لغيره، على انه لم يعزه للقهستانى وحده فلعله عن غيره فاندفع مافى ش هذا وقال فى الدر بعده قلت ولعله كان وبان فتبصر[2] قال ش "اى كان ذٰلك من شعارهم فى الزمن السابق ثم انقطع فلاينهى عنه و فى غاية البيان قدسوى الفقيه ابوالليث فى شرح الجامع الصغير بين اليمين واليسار وهو الحق لانه قد اختلف الروايات عن رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم فى ذٰلك وقول بعضهم انه فى اليمين من علامات	انگوٹھی اپنے بائیں ہاتھ میں اس طرح پہنے کہ اس کا نگینہ ہاتھ کی اندرونی سطح کی طرف ہو۔اور یہ بھی کہا گیا کہ دائیں ہاتھ میں پہنے۔مگر یہ رویہ رافضیوں کا شعار (علامت) ہے۔ لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے، قہستانی وغیرہ اھ۔**اقول:** (میں کہتا ہوں کہ) کسی چیز کا بذاتہٖ جواز، احتراز لغیرہٖ کے وجوب کے منافی نہیں۔(وضاحت: ایک چیز بالذات جائز ہے لیکن کسی اور چیز کی بناء پر قابل ترک ہے تو ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں، لہٰذا یہ نہ کہا جائے گا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک چیز جائز بھی ہو اور منع بھی ہو، اس لئے کہ یہاں جواز و عدم جواز کی جہات بدل گئیں لہٰذا تناقض نہ پایا جائے گا کیونکہ وجود تناقض کے لئے اتحاد جہات ضروری ہے جیسا کہ کتب منطق میں مذکور ہے۔یہاں غور کیجئے اصل کے اعتبار سے انگوٹھی دونوں ہاتھوں میں پہننی جائز ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں لیکن چونکہ روافض دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے ہیں لہٰذا ان کی مشابہت سے بچنے کے لئے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی نہ پہنے۔لہٰذا اگر وہ اس معمول کو چھوڑ دیں تو پھر دائیں ہاتھ میں بھی پہن سکتا ہے۔مترجم) اور اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ اس مسئلہ کا انتساب صرف علامہ قہستانی ہی کی طرف نہیں (جیسا کہ ظاہر ہے) لہٰذا یہ مسئلہ

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۰

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۰

اهل البغی لیس بشیئ لان النقل الصحیح عن رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ینفی ذٰلك[1] اھ وتمامه فیه **اقول:** لیس فیه زیادة علی هذا بل ذکر روایتین بیانا لقوله قداختلف الروایات لکن فی المرقاة عن شرح السنة للامام البغوی تحت حدیث الصحیحین عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما قال اتخذ النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم خاتما من ذهب وجعله فی یدہ الیمنی ثم القاہ الحدیث، هذا الحدیث یشتمل علٰی امرین تبدل الامر فیهما من بعد، احدهما لبس خاتم الذهب، وصار الحکم فیه ای التحریم فی حق الرجال، وثانیهما لبس الخاتم فی الیمین وکان اٰخر الامرین من النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم لبسه فی الیسار[2] اھ وانما یؤخذ بالاٰخر فالاٰخر من فعله صلی الله تعالٰی علیه وسلم۔ والله تعالٰی اعلم۔	قہستانی کے علاوہ دوسرے اہل علم سے بھی منقول ہے، لہٰذا اس کی شرح "ش" میں جو کچھ کہا گیا اس کا دفاع ہوگیا ہے۔ اور پھر اس کے بعد در مختار میں ہے **اقول:** (میں مصنف در مختار) کہتا ہوں) شاید یہ زمانہ سابقہ میں شعارِ روافض تھا لہٰذا اب ان کا شعار نہیں رہا (لہٰذا غور سے دیکھئے اور سوچئے) ش (شارح) نے فرمایا یعنی دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا گزشتہ زمانے میں رافضیوں کا شعار تھا اور وہ ختم ہوگیا ہے لہٰذا اب وجہ اشتباہ زائل ہوجانے کی بنا پر ممانعت نہ رہی۔ اور غایۃ البیان میں ہے کہ فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح جامع صغیر میں دائیں اور بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کو یکساں طور پر جائز قرار دیا ہے، اور یہی حق ہے کیونکہ اس باب میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے مختلف روایات مروی ہیں۔ اور بعض کا یہ کہنا کہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا باغیوں کی علامت ہے اپنے اندر کچھ حقیقت اور وزن نہیں رکھتا، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحیح طور پر منقول ہونا اس کی نفی کرتا۔ عبارت مکمل ہوگئی اور پوری تفصیل اس میں موجود۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں) اس میں اس سے زائد نہیں، بلکہ موصوف نے دو روایتیں اپنے قول (قد اختلف الروایات) کی وضاحت کے لئے ذکر فرمائیں۔ لیکن شرح مشکوۃ ملا علی قاری میں امام بغوی کی شرح السنۃ کے حوالے سے بخاری اور مسلم کی حدیث جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی سند سے مروی ہے اس کے ذیل میں

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۳۰

[2] مرقاة المفاتیح کتاب اللباس باب الخاتم حدیث ۴۳۸۳ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۱۷۷

	ارشاد فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سونے کی انگوٹھی بنوائی پھر اسے اپنے دائیں ہاتھ میں پہنا پھر اسے پھینک دیا (الحدیث)، اور یہ حدیث دو باتوں پر مشتمل ہے، پھر اس کے بعد دونوں میں امر تبدیل ہوگیا، ان دونوں میں سے ایک یہ ہے کہ سونے کی انگوٹھی پہنی، اس میں حکم کی تبدیلی اس طرح ہوئی کہ سونا مردوں کے حق میں حرام ہوگیا، دوسری بات یہ ہے کہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری امر (طرز عمل) کتب روایات میں یہ آیا ہے) کہ آپ نے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی اھ (اور اصول یہ ہے کہ) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری عمل کو لیا جاتا ہے (یعنی اس پر عمل کیا جاتا ہے) اور آپ کا آخری عمل یہی ہے کہ آپ نے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۹: بعض اعصار وامصار میں ایک ٹوپی لباس روافض تھی علماء نے فرمایا اس کا پہننا گناہ ہے منح الروض میں ہے:

لبس تاج الرفضة مکروه کراھة تحریم وان لم یکن کفرا بناء علی عدم تکفیرھم لقوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم من تشبه بقوم فھو منھم [1]۔	رافضیوں کی ٹوپی پہننا مکروہ تحریمی ہے اگرچہ کفر نہیں، اس وجہ سے کہ ان کی تکفیر مروی نہیں (اور کراہت کی وجہ یہ ہے کہ) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ (درحقیقت) اُن ہی میں سے ہے (ت)

مسئلہ ۲۰: یہ تو مرد وعورت کا تشبّہ تھا یا گمراہ سے پھر معاذاللہ اس کی خباثت کا شمار جس میں کفّار سے تشبّہ ہو، ائمہ دین نے فرمایا بلا ضرورت شرعیہ مجوس کی ٹوپی پہننی کفر ہے اگرچہ ہنسی سے پہنے اور اگر کوئی پہنے اور اس پر اعتراض ہو تو کہے، دل مستقیم چاہیے کپڑا کسی وضع کا ہو، وہ کافر ہوجائے گا کہ اس نے احکام شریعت کو رَد کیا۔ خزانۃ المفتین میں ہے:

اذا وضع قلنسوة مجوس علی راسه الاصح انه یکفر [2]۔	جب کوئی شخص اپنے سر پر آتش پرستوں کی ٹوپی رکھے تو زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ کافر ہوجائے گا۔ (ت)

ملتقط پھر منح الروض میں ہے:

[1] منح الروض الازہر شرح الفقه الاکبر فصل فی الکفر صریحًا وکنایةً مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵

[2] خزانة المفتین فصل فی الالفاظ الکفر قلمی نسخہ ۱/ ۲۰۱

لبس قلنسوۃ المجوس جادا اوھازلا یکفر الا اذا فعل خدیعۃ فی الحرب[1]۔	آتش پرستوں کی ٹوپی پہنی خواہ سنجیدگی سے ایسا کیا خواہ ہنسی مذاق سے۔دونوں صورتوں میں کافر ہوگیا مگر جبکہ جنگ میں کفار کو فریب دینے کے لئے ایسا کیا(ت)

اسی میں فتاوٰی امام ظہیر الدین مرغینانی سے ہے:

من وضع قلنسوۃ المجوس علی راسہ فقیل لہ فقال ینبغی ان یکون القلب سویا کفر "قال"ای لانہ ابطل حکم ظواھر الشریعۃ[2]۔	جس نے اپنے سر پر آتش پرستوں کی ٹوپی رکھی، پھر اس سے کہا گیا(تو نے ایسا کیوں کیا) تو اس نے کہا دل سیدھا ہونا چاہئے۔ تو وہ کافر ہوگیا فرمایا(یعنی اس کے کفر کی وجہ یہ ہے کہ) اس نے ظاہر شریعت کے حکم کو باطل قرار دیا اور اس کا رد کیا۔(ت)

مسئلہ ۲۱: وضع کفار کی ٹوپی، الگ رومال اس شکل پر بنا کر سر پر رکھنا بھی حرام ہے یہاں تک کہ بعض ائمہ نے اس صورت میں حکم کفر دیا۔جامع الفصولین میں ہے:

جعل مندیلہ یشبہ قلنسوۃ المجوسی ووضعہ علی راسہ کفر ،لاعند اکثرھم[3]۔	آتش پرستوں کی ٹوپی کے مشابہ رومال بنا کر اپنے سر پر رکھا تو ائمہ کرام کے نزدیک کافر ہوگیا لیکن اکثر ائمہ کے نزدیک ایسا نہیں۔(ت)

مسئلہ ۲۲و۲۳: ماتھے پر قشقہ تِلک لگانا یا کندھے پر صلیب رکھنا کفر ہے۔

وفی منح الروض ،لووضع الغل علی کتفہ فقد کفر اذا لم یکن مکرھا[4] وفیہ عن الملتقط ،اخذ الغل جادا اوھازلا یکفر الا اذا فعل خدیعۃ فی الحرب[5] اھ **اقول:** وھذا	منح الروض میں ہے اگر کسی نے اپنے کندھے پر زنجیر (صلیب) رکھی تو کافر ہوگیا بشرطیکہ مجبور نہ کیا گیا ہو، اور اسی (منح الروض) میں فتاوٰی ملتقط کے حوالے سے ہے۔زنجیر خواہ سنجیدگی سے رکھی یا ہنسی مذاق سے، دونوں صورتوں میں کافر

[1] منح الروض الازہر شرح فقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحاً وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص۱۸۵
[2] منح الروض الازہر شرح فقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحاً وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص۱۸۵
[3] جامع الفصولین الفصل الثامن فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۲
[4] منح الروض الازشرح فقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحاً وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص۱۸۵
[5] منح الروض الازہر شرح فقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحاً وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص۱۸۵

شیئ لایعرف فی دیارنا ولفظ جامع الفصولین وضع صلیبا علی کتفه کفر[1] اھ وھذا واضح فلعل مافی المنح تصحیف۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	ہوگیا مگر یہ کہ جنگ میں کفار کو مغالطہ دینے کے لئے ایسا کیا (تو گنجائش ہے) اھ **اقول:** (میں کہتاہوں) (غل کے معنی زنجیر ہیں) اور یہ اس معنی میں ہمارے شہروں میں متعارف نہیں۔ اور جامع الفصولین کے الفاظ یہ ہیں" کسی نے اپنے کندھے پر صلیب رکھی تو بلاشبہ کافر ہوگیا اور یہ واضح ہے، للذا منح الروض میں جوکچھ مذکور ہوا وہ کتابت کی غلطی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴: زنّار باندھنا کفر ہے۔ منح الروض میں ہے:

لوشد الزنار علی وسطه فقد کفر ای اذالم یکن مکرھا[2]۔	اگر کسی نے اپنی کمر پر زنّار (علامت کفر کا دھاگہ) باندھا تو بیشک کافر ہوگیا بشرطیکہ اس پر زبردستی نہ کی گئی ہو۔ (ت)

اسی میں ملتقط سے ہے:

شدالزنار جادا اوھازلا یکفر الا اذافعل خدیعة فی الحرب[3]۔	زنّار باندھا خواہ سنجیدگی سے ایسا کیا یاہنسی مذاق سے، تو کافر ہوگیا مگر جبکہ جنگ میں دشمن کو دھوکے میں ڈالنے کے لئے ایسا کیا (تو کسی قدر گنجائش ہے) (ت)

اسی میں محیط سے ہے:

ان شدالمسلم الزنار ودخل دارحرب للتجارة کفر[4]۔	اگر کسی مسلمان نے زنّار گلے میں باندھا اور دار حرب (دار کفر) میں کاروبار کے لئے گیا تو کافر ہوگیا۔ (ت)

اسی طرح جامع الفصولین وخزانۃ المفتین میں ہے اشباہ والنظائر میں ہے:

عبادة الصنم کفروکذا لو تزنر بزنار الیھود والنصاری دخل کنیستھم	بُت کی پرستش کفر ہے، اور اسی طرح حکم کفر ہے اگر کسی نے یہودیوں یا عیسائیوں کا زنّار گلے میں باندھا

---

[1] جامع الفصولین الفصل الثامن فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۲

[2] منح الروض الازہر شرح الفقه الاکبر فصل فی الکفر صریحًا وکنایةً مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵

[3] منح الروض الازہر شرح فقه الاکبر فصل فی الکفر صریحًا وکنایةً مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵

[4] منح الروض الازہر شرح فقه الاکبر فصل فی الکفر صریحًا وکنایةً مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵

(تو اس حرکت سے کافر ہو جائے گا) خواہ ان کے گرجے میں جائے یا نہ جائے۔(ت)	اولم یدخل[1]۔

بحرالرائق میں ہے:

کمر میں زنّار باندھنے سے کافر ہو جائے گا مگر جبکہ جنگ میں کفار کو مغالطہ اور دھوکا دینے کے لئے ایسا کرے یا لشکر اسلام سے کفار کے حالات معلوم کرنے کے لئے پہلے جائے (اور زنّار باندھ لے)۔(ت)	یکفر بشد الزنار فی وسطه الا اذا فعل ذٰلك خديعة فی الحرب وطليعة للمسلمين[2]۔

مسئلہ ۲۵: زُنّار بھی نہیں کوئی رسّی کا ٹکڑا کمر سے باندھا کسی نے کہا یہ کیا ہے، کہا زنار۔ کافر ہو جائے گا۔ خلاصہ وعالمگیریہ وبزازیہ وظہیریہ وجامع الفصولین وخزانۃ المفتین وغیرہ میں ہے:

کسی عورت نے اپنی کمر میں کوئی رسی باندھی (تو اس سے پوچھا گیا یہ کیا ہے؟) اس نے جواب دیا یہ زنّار ہے تو وہ کافرہ ہو جائے گی۔(ت)	امرأۃ شدت علی وسطها حبلا وقالت هذا زنار تكفر[3]۔

ظہیریہ ومنح الروض میں ہے: **وحرم الزوج**[4] (اس عورت پر شوہر حرام ہو گیا یعنی وہ نکاح سے نکل گئی۔ت) یہاں تو خود اس چیز ہی میں مشابہت صوری میں کتنا فرق ہے مگر نام رکھنے سے کفر آیا تو جہاں صورت ونام سب موجود حکم تشبہ کیونکر مفقود۔ بالجملہ ایک بات میں تشبّہ کو اور باتوں میں تشبّہ نہ ہونے سے مندفع جاننا ہرگز کام نہیں مگر مجنوں یا بددین کا، نہ کہ زید کا ادعاء باطل، جس کا حاصل یہ کہ سو باتیں تشبّہ کی ہوں ایک نہ ہو تو تشبّہ نہ رہے گا، ایسوں کی نگاہ میں شریعت مطہرہ کی توجو قدر ہوتی ہے بدیہی ہے مگر انسانی عقل وتہذیب کو بھی رخصت کر دیا، کیا زید کے سے مسلک والا بشرطیکہ مجنون نہ ہو گوارا کرے گا کہ سر سے پاؤں تک زنانہ لباس انگیا، کُرتی، کلیوں دار پاجامے، ہاتھ پاؤں میں مہندی رچائے صرف ٹوپی سر پر رکھ لے تشبّہ نہ رہا، کہ ادنٰی فرق دفع تشبّہ کے لئے کافی ہے بلکہ ٹوپی کی بھی کیا حاجت ہے اس زنانے کپڑے کے

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب السیر باب الردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۹۵

[2] بحر الرائق کتاب السیر باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۳

[3] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ خلاصہ کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۷

[4] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحًا وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵

ساتھ بنت کا دوپٹہ بھی سر پر اوڑھئے اور چوٹی بھی گندھوایئے، منہ کی مونچھیں ہی دفع تشبّہ کو بس ہوں گی حالانکہ ہر عاقل ایسے شخص کو زنانہ جانے گا بلکہ اگر تمام لباس مردانہ ہو ہتھیار لگائے گھوڑے پر سوار ہو اور بات کرے ناک پر انگلی رکھ کر تو یقیناً تمام عقلاء اس پر ہنسیں گے اور اسے زنانہ کہیں گے، اس ایک ہی بات کے آگے وہ تمام لباس وسلاح واسپ کام نہ دیں گے، جس وضع کفار میں وہ جھوٹی تاویلیں سوجھیں کیا یہ حرکت کرنا بھی قبول کرے گا کہ آخر کافر سے تشبہ، عورت سے تشبّہ پر خبث وشناعت میں ہزار درجہ فائق ہے۔ اللہ عزوجل مسلمانوں کو ہدایت فرمائے۔ آمین! **واللہ تعالٰی اعلم۔**



حقہ وپان

مسئلہ ۲۳۰تا۲۳۲: از مظفر نگر کھاتولی مسئولہ اختر میاں محرر بروز شنبہ تاریخ ۴ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھاتولی میں ایک مولوی صاحب مقیم ہیں، حقہ اور پان دونوں استعمال کرتے ہیں اور دونوں کو جائز جانتے ہیں اور سرپر پان کھلوانا جائز بتلاتے ہیں۔اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس کا حکم قرآن وحدیث سے مفصل ومدلل تحریر فرمایئے گا۔

الجواب:

(او۲) پان بلاشبہہ جائز ہے اور زمانہ حضرت شیخ العالم فریدالدین گنج شکر وحضرت سلطان المشائخ نظام الملۃ الدین علیہما الرضوان سے مسلمانوں میں بلانکیر رائج ہے، حقہ کا دم لگانا جس طرح جہّال وقت افطار کرتے ہیں جس سے حواس صحیح نہیں رہتے حرام ہے اور کثیف اور بدبور کھاجائے تومکروہ تنزیہی، جیسے کچا لہسن اور پیاز، ورنہ مباح خالص ہے۔

(۳) سرپر پان کھلوانا بھی جائز ہے جبکہ پیشانی کے بال باقی رکھے جائیں، ہندیہ میں ہے:

ولابأس للرجل ان یحلق وسط راسه[1]۔	کوئی حرج نہیں کہ مرد اپنے سر کی چوٹی (سنٹر) مونڈ ڈالے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراهیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۷

مسئلہ ۲۳۳: مسئولہ حافظ عبدالمجید صاحب از قصبہ تحصیل سوار خاص علاقہ ریاست رامپور بروز سہ شنبہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاہ مولانا عبدالحق صاحب اور اصحاب کہف کا جو توشہ ہوتاہے اس میں حقہ پینے والوں کو اگر شریک کرلیاجائے توکیاقباحت لازم آئے گی اور حقہ پیناشرع شریف میں کیاحکم رکھتاہے؟

الجواب:

حُقّے تین قسم ہیں، ایک وہ جس طرح جہّال رمضان شریف میں افطار کے وقت دم لگاتے ہیں جس سے آنکھیں چڑھ جاتی ہیں حواس متغیر ہوجاتے ہیں وہ حرام ہے، حدیث میں ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن مسکر ومفتر[1]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہر نشہ آور اور جسم میں سستی پیدا کرنے والی چیز کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔(ت)

دوسرا وہ جسے بے احتیاط لوگ پیتے ہیں جن کے تازہ ہونے کا اہتمام نہ ہو اور تمبا کو کثیف وبدبو ہو وہ مکروہ تنزیہی وخلاف اولٰی ہے جیسے کچا لہسن اور کچی پیاز، درمختار میں ہے:

الحاقا بالثوم والبصل[2]۔	اس کو کچے لہسن اور پیاز کے ساتھ الحاق کیاگیا لہٰذا دونوں کا ایک حکم رکھاگیا(ت)

تیسرا وہ کہ اسے بدبو سے بچایا جائے اور کسی منکر شرعی پر مشتمل نہ ہو وہ مباح خالص ہے،

قال اللہ تعالٰی: "خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا"[3]۔	(وہی اللہ تعالٰی ہے کہ) جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا فرمایاجو زمین میں موجود ہے۔(ت)

توشہ اصحاب کہف میں حقہ نہ پینے کی کوئی شرط نہیں البتہ توشہ حضرت شاہ عبدالحق ردولوی قدس سرہ العزیز میں یونہی معمول ہے کہ حقہ پینے والے کو نہ دیاجائے اس میں کوئی حرج نہیں،

[1] سنن ابی داؤد کتاب الاشربہ باب ماجاء فی السکر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۶۳

[2] درمختار کتاب الاشربہ مطبع مجتبائی ۲/ ۲۶۱

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۹

نہ اس سے حقہ پینے کی مطلقاً مذمت ثابت ہوتی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی ایک صاحبزادی کے دفن میں فرمایا ان کی قبر میں وہی اترے جو آج کی رات اپنی عورت کے پاس نہ گیا ہو"۔اس سے اپنی عورت کے پاس جانے کی مذمت ثابت نہیں ہوتی، یہ مصالح خاصہ ہیں جن کے اسرار اہل باطن جانتے ہیں، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۳۴: از گونڈل علاقہ کاٹھیاواڑ عبدالستار بن اسمٰعیل رضوی بروز شنبہ ۱۷ رجب ۱۳۳۴ھ

تمباکو کا کھانا پان میں یایوں ہی بلا پان کے جائز ہے یا نہیں، تمباکو خالص ہو یا خوردنی خوشبودار جو لکھنؤ میں بنتا ہے؟

الجواب:

تمباکو اور حقہ کا ایک حکم ہے، جیساوہ حرام ہے یہ بھی حرام ہے اور جیساوہ جائز ہے یہ بھی جائز، بدبو ہے تو باکراہت ورنہ بلا کراہت۔ فقط ایک فرق ہے جو لوگ غیر خوشبودار تمباکو کھاتے ہیں اور اسے منہ میں دبا رکھنے کے عادی ہیں ان کا منہ اس کی بدبو سے بس جاتا ہے کہ قریب سے بات کرنے میں دوسرے کو احساس ہوتا ہے اس طرح تمباکو کھانا جائز نہیں کہ یہ نماز بھی یوں ہی پڑھے گا اور ایسی حالت سے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ بخلاف حقہ کے کہ اس میں کوئی جرم منہ میں باقی نہیں رہتا اور اس کا تغیر کلیوں سے فوراً زائل ہو جاتا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۳۵: مسئولہ معرفت آدم جی سیٹھ اثم بیگ گونڈل اور کاٹھیاواڑ شنبہ یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

حقہ، چروٹ، بیڑی کا پینا کیسا ہے؟

الجواب:

چرٹ بوجہ نصارٰی مکروہ ہے اور بیڑی میں حرج نہیں اور حقہ جیسا عام طور پر رائج ہے مباح اور ترک اولٰی۔

مسئلہ ۲۳۶: از توپخانہ بازار کمپ مسئولہ محمد حسین ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسافر پانی پت کرنال سے آیا ہے وہ یہ کہتا ہے کہ حقّہ پینا اور پان کھانا حرام ہے، جو شخص حقہ پیئے گا اور پان کھائے گا اس کے مکان کا آٹا تک نہیں کھائیں گے جنہوں نے کھانا چھوڑ دیا وہی لوگ جماعت میں شریک ہوتے ہیں اور دوسروں کو نہیں ہونے دیتے وہ یہ کہتے ہیں علیحدہ اپنی نماز پڑھ لو، ظہر کے وقت جماعت تیار تھی میں نے وضو کرکے جماعت میں شامل ہونا چاہا مجھ کو منع کر دیا اور یہ کہا کہ اپنی نماز علیحدہ پڑھ لو میں نے اپنی نماز علیحدہ پڑھ لی، عصر کا وقت ہوا جب بھی جماعت

تیار تھی اس وقت بھی منع کر دیا گیا۔

الجواب:

پان بیشک حلال ہے، حضرت محبوب الٰہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالٰی عنہ بلکہ ان سے پہلے اولیاء کرام نے اس کا استعمال فرمایا ہے، حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے اس کی مدح فرمائی اس میں چونے کا جواز کتاب نصاب الاحتساب میں مصرح ہے، حقہ کا جواز غمزالعیون وشرح ہدیہ ابن العماد وکتاب الصلح بین الاخوان ودر مختار وطحطاوی وردالمحتار وغیرہ کتب معتمدہ میں مصرح ہے، حلال کو حرام کہنا اس شخص کی بڑی جرات اور یہ کہ پان کھانے والا یا حقہ پینے والا جماعت میں شریک نہ ہو اس کا ظلم شدید بلکہ ضلال بعید ہے وہ اسے حکم شرع ٹھہرا کر شرع مطہر پر افتراء کرتا ہے اور اللہ پر افتراء کرنے والا عذاب شدید کا مستحق ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

"وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ؕ "[1]	جو کچھ تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں، اس کے متعلق یہ نہ کہا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام، تاکہ تم اللہ تعالٰی کے ذمے جھوٹ لگاؤ، بے شک جو اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھتے ہیں یعنی اس کے ذمے جھوٹ لگاتے ہیں وہ کبھی کامیاب اور بامراد نہیں ہو سکتے۔ (ت)

اس پر توبہ فرض ہے، اگر توبہ نہ کرے اور اپنے ان احوال وحرکات سے باز نہ آئے تو وہی اس کا مستحق ہے کہ مسلمان اسے مسجد میں نہ آنے دیں۔ درمختار میں ہے:

وکذا یمنع منه کل موذ ولوبلسانه[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اسی طرح ہر تکلیف دینے والے کو خواہ زبانی ہی ہو اسے مسجد روک دینا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۷ تا ۲۴۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) حقہ جائز ہے یا نہیں؟ مولوی پاک بتلاتا ہے۔

(۲) تصویر کار کھنا بنانا جائز ہے یا نہیں اور جائز کرنے والے پر کیا حکم ہے؟

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶

[2] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۴

(۳) گانا سننا جائز ہے یا نہیں؟ مزامیر باجے کے ساتھ یا شادی یا سنت (ختنہ) وغیرہ میں جائز ہے یا نہیں یعنی بچہ کی سنت وغیرہ میں؟

(۴) ایک مولوی پیش امام نے یہ فتوی دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کھڑے کھڑے پیشاب کیا تھا اور جائز ہے۔

(۵) تعزیہ داری جائز ہے یا نہیں؟ اور ایک مولوی نے ان سب کو جائز کر دیا ہے۔

الجواب:

(۱) حقہ جائز ہے مگر دَم لگانا جس سے حواس میں فرق آتا ہے حرام ہے، حقہ کا پانی شریعت کے نزدیک پاک ہے اسے ناپاک کہنے والا شرع پر افترا کرتا ہے۔

(۲) جاندار کی تصویر بنانا مطلقًا حرام ہے، جو اسے جائز کہے شریعت پر افتراء کرتا ہے گمراہ ہے مستحق تعزیر وسزائے نار ہے رکھنا تین صورتوں میں جائز ہے: ایک یہ کہ چہرہ کاٹ دیا ہو یا بگاڑ دیا ہو۔ دوسرے یہ کہ اتنی چھوٹی ہو کہ زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھیں تو اعضاء کی تفصیل نظر نہ آئے۔ تیسرے یہ کہ خواری وذلت کی جگہ پڑی ہو جیسے فرش پا انداز میں ورنہ رکھنا بھی حرام، ہاں غیر جاندار مثل درخت ومکان کی تصویر کھینچنا رکھنا سب جائز ہے۔

(۳) مزامیر حرام ہیں، بغیر باجے کے سادہ گانا سنت وغیرہ کی شادی میں جائز ہے جبکہ نہ اندیشہ فتنہ ہو نہ خفیف الحرکاتی۔

(۴) کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بدتہذیبی وبے ادبی وسنت نصرانی ومکروہ ومنع ہے، حضور اقدس نے ایک بار درد کے عذر سے ایسا کیا وہ بھی بڑے اہتمام کے ساتھ، اور صریح حدیث میں اسے منع فرمایا۔

(۵) تعزیہ داری ناجائز ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۴۲: از بیکانیر مارواڑہ محلّہ مہاوتان مرسلہ قاضی قمر الدین ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پان کھانا سنت ہے یا کیا؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب:

پان کھانا نہ سنت ہے نہ مستحب صرف مباح ہے، ہاں بعض عوارض خارجیہ کے باعث مستحب ہو سکتا ہے جیسے نہ کھانے میں میزبان کی دل شکنی ہو یا بوسہ زوجہ کے لئے منہ کو خوشبودار کرنے کی نیت سے

بلکہ واجب بھی جیسے ماں باپ حکم دے اور نہ ماننے میں اس کی ایذا ہو یونہی عارض کے سبب مکروہ بھی ہوسکتا ہے جیسے تلاوت قرآن مجید میں بلکہ حرام بھی جیسے نماز میں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۳: از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور نعمت شاہ خاکی بوڑاہ

پان، چونا اور حقہ اور تمباکو اور سرتی کھانا کیسا ہے؟

الجواب:

پان کھانا جائز ہے اور اُتنا چُونا بھی کہ ضرر نہ کرے اور اتنا تمباکو بھی کہ حواس پر اثر نہ آئے، یہاں سرتی تمباکو ہی کہتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم



تصویر

مسئلہ ۲۴۴: از پیلی بھیت ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۱۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہر مسلمان کاریگر شبیہ شکر کی حلال جانور اور حرام جانور کی بناتے ہیں نیز شبیہ مسجد جامع دہلی کی بناتے ہیں۔ کس شبیہ کا بنانا جائز ہے اور کس تصویر کا کھانا جائز و ناجائز ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمایئے اجر پایئے۔ت)

الجواب:

جاندار کی تصویر بنانا مطلقاً حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اشد الناس عذابا یوم القیمۃ المصورون۔ اخرجه احمد[1] ومسلم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنه۔	سب سے زیادہ سخت عذاب روز قیامت ان پر ہوگا جو جاندار کی تصویر بناتے ہیں (امام احمد اور مسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کی تخریج فرمائی ہے۔ت)

اور اس کی خرید وفروخت بھی جائز نہیں یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں: جو تصویر دار کپڑے بنائے بیچے اس کی

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۲۶، صحیح مسلم کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۰۱

گواہی مردود ہے۔

فی الھندیۃ عن المحیط عن الاقضیۃ اذا کان الرجل یبیع الثیاب المصورۃ اوینسجھا لاتقبل شھادتہ[1]۔	فتاوٰی ہندیہ میں محیط عن الاقضیہ کے حوالے سے منقول ہے کہ جب کوئی شخص تصویروں والے کپڑے بنائے یا بیچے تو اس کی گواہی نامقبول ہے۔(ت)

اور حرام جانور کی تصویر میں ایک شنیع وبد نسبت ہے جو کھانے والے کی طرف ہوگی کہ اہل عرف تصویر کو اصل ہی کے نام سے یاد کرتے ہیں تو مثلاً تصویر کا کتا کسی نے کھایا تو اسے بھی کہاجائے گا کہ فلاں شخص نے کتا کھایا، آدمی کو جیسے بُرے کام سے بچنا ضرور ہے یوہیں برے نام سے بھی بچناچاہئے۔ غیر جاندار کی تصویر بنانی اگرچہ جائز ہے مگر دینی معظم چیز مثل مسجد جامع وغیرہ کی تصویروں میں انہیں توڑنا اور کھانا خلاف ادب ہوگا اور وہی بری نسبت بھی لازم آئے گی کہ فلاں شخص نے مسجد توڑی مسجد کو کھالیا اور ان سب باتوں سے خالی ہو تو کفار کے تہواروں ان کے بیہودہ رسم میں ایک طرح کی شرکت ہے جس سے شرعاً اجتناب کاحکم، بلکہ اگر معاذاللہ یہ چیزیں خریدنا کھانا خاص بہ نیت دوالی منانے کے ہو تو حکم نہایت سخت ہے اور نرے کھانے پینے کی نیت سے ہو جب بھی ان ایام میں احتراز چاہئے، ہاں دوالی سے پہلے یا ختم کے بعد ایسی چیزوں کی تصویر جو جاندار نہ ہوں نہ ان کے توڑنے یا کھانے سے کوئی مکروہ نسبت لازم آئے بنائیں بیچیں خریدیں کھائیں توکچھ حرج نہیں۔

فی الدر المختار لواھدی لمسلم ولم یرد تعظیم الیوم بل جری علی عادۃ الناس لایکفر وینبغی ان یفعلہ قبلہ اوبعدہ نفیاً للشبھۃ ولو شری فیہ مالم یشترہ قبلہ ان اراد تعظیمہ کفر وان اراد الاکل و الشرب التنعیم لایکفر زیلعی[2] اھ وفی ردالمحتار عن	درمختار میں ہے اگر کسی مسلمان نے تحفہ وہدیہ دیا (اگر کسی مسلمان کو ہدیہ دیا گیا) لیکن ہندو تہوار کی تعظیم کاارادہ نہ کیا بلکہ لوگوں کی عادت کے مطابق ایسا ہوا تو کافر نہ ہوگا۔ لیکن مناسب یہ ہے کہ یہ کام تہوار سے پہلے یا بعد میں کرے تاکہ شبہہ نہ ہونے پائے اور اگر اس نے ہندو تہوار والے دن کچھ خریدا جو پہلے نہیں خریدا تھا تو اگر اس نے تعظیم کاارادہ کیا تو کافر ہوگیا، اور محض کھانے پینے اور عیش وعشرت کاارادہ کیا تو کافر نہ ہوگا، زیلعی اھ، فتاوٰی شامی میں

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشھادات الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۶۹

[2] درمختار مسائل شتّٰی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۵۰

جامع الفصولین، الاولی للمسلمین ان لایوافقواھم علی مثل ھذہ الاحوال لاظھار الفرح والسرور[1] اھ ذکرہ فی حق دعوۃ اتخذھا مجوسی لحلق راس ولدہ، قلت ولیس ذٰلک شیئا من رسوم مذھبھم الباطل فماکان کذٰلک کان اولی بالاجتناب واجدرو الامر واضح لاینکر۔	جامع الفصولین کے حوالے سے منقول ہے کہ مسلمانوں کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ ان حالات میں خوشی اور سرور کا اظہار کرتے ہوئے غیر مسلموں کی موافقت ہر گزنہ کریں اھ، اس کو اس دعوت کے حق میں ذکرفرمایا جو کسی مجوسی نے اپنے بچہ کے سرمنڈوانے کے موقع پر کی ہو۔میں کہتاہوں کہ ان کے باطل مذہب کی رسومات میں سے کوئی چیزنہ ہو، پھر بھی جو اس طرح کاکام ہو اس سے بھی بچنازیادہ بہتر اور زیادہ مناسب ہے اور معاملہ واضح ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔(ت)

یوہیں ان ایام کے قبل یا بعد حلال جانور کی تصویر اگر خود نہ خریدی بلکہ دوسرے نے دی تواس کے کھانے میں بھی مضائقہ نہیں،

فان البأس فی اتخاذہ واشترائہ فاذا عدمالم یبق الا اعدامہ وھو مطلوب لامھروب کما لایخفی واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	کیونکہ حرج تصویر بنانے اور خریدنے میں ہے۔جب یہ دونوں کام نہ ہوں تو صرف اعدام یعنی نہ ہونا باقی رہے گا اور وہی مطلوب ہے نہ کہ مہروب یعنی اس سے بھاگاجائے۔جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔اور اللہ تعالٰی خوب جانتاہے اور اس بڑی بزرگی والے کا علم زیادہ کامل اور پختہ ہے۔(ت)

مسئلہ ۲۴۵: ازملاحسن پیشاوری ۲ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ازجناب سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امتناع تصاویر مطلقہ بہ ثوت رسیدہ است یامقید یعنی کامل یاناقص کہ عکسی ودستی مشہورست	علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیافرماتے ہیں کہ جناب سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تصویروں کا مطلق ممنوع ہونا ثابت ہے یانہیں؟

[1] ردالمحتار مسائل شتّٰی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۸۱

جابجادریں امر معارضہ ومباحثہ بوقوع رسیدہ بعضے می گویند کہ مطلق تصویر ممنوع ست وبعضے میگویند کہ تصویرے کہ مثل سایہ برکاغذ یابردیوار کشیدہ شدہ باشد ودستی نباشد وسطح نیز ہموار باشد آں تصویر کشیدن وباخود داشتن جائزست وانچہ جسم می دارد واز ہیزم وآہن ساختہ باشد کہ سطح آں ہموار نباشد جائز نباشد ونگاہ داشتن آں نیز ممنوع غیر مشروع ست۔ **بیّنوا توجروا۔**

یا مقید تصویریں یعنی کامل یا ناقص، عکسی یا دستی ممنوع ہیں یا نہیں؟ جگہ جگہ تصاویر سازی کے متعلق مقابلے، ان کی نمائش اور مباحثوں تک نوبت پہنچ چکی ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بلاقید مطلق تصویر منع ہے جبکہ بعض کہتے ہیں کہ جو تصویر سایہ کی طرح کاغذ یا دیوار پر بنائی گئی ہو اور ہاتھ سے بنی ہوئی نہ ہو اور اس کی سطح بھی ہموار اور برابر ہو ایسی تصویر کھینچنا اور اپنے پاس رکھنا جائز ہے لیکن وہ تصویر جو جسم رکھتی ہو مٹی، لکڑی یا لوہے سے بنائی گئی ہو اس کی سطح ہموار اور برابر نہ ہو وہ جائز نہیں پس اس کا محفوظ رکھنا ممنوع اور ناجائز ہے۔ بیان فرماؤ اجر پاؤ(ت)

الجواب:

صورت گری مطلقًا حرام ست سایہ دار باشد یا بے سایہ دستی باشد یا عکس، درزمان برکت نشان سیدالانس والجان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر دوگانہ تصویرے ساختند ہم مجسم وہم مسطح ودراحادیث از مطلق صورت گری نہی اکید وبرصنعت او وعید شدید بے تخصیص وتقیید ورود یافت پس جمیع اقسام او زیر منع درآمد تصویر بے سایہ را روا داشتن مذہب بعض روافض ست وبس، ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا وسادہ باتصویر خرید سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ملاحظہ فرمود درون خانہ قدم مبارک نہ نہاد ام المومنین چوں اثر خشم وملال درچہرہ باجمال محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالٰی علیہ

کسی جاندار کی تصویر بنانا بغیر کسی قید اور شرط کے حرام ہے خواہ سایہ دار ہو یا بے سایہ خواہ ہاتھ کی بنی ہوئی ہو یا محض عکس ہو۔ آقائے انس وجان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ بابرکت میں لوگ دونوں قسم کی تصاویر بنایا کرتے تھے جو مجسمات کی صورت میں یا محض عکس اور سایہ کی صورت میں ہوتی تھیں چنانچہ احادیث میں مطلق تصویر سازی پر نہی اور بغیر کسی تخصیص وتقیید کے سخت وعید وارد ہوئی ہے لہٰذا تصویر کی تمام اقسام ممانعت میں داخل ہیں، اور بے سایہ تصویر کو جائز قرار دینا صرف بعض روافض کا مذہب ہے چنانچہ ام المومنین سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ایک دفعہ تصویر والا تکیہ خرید لائیں اور سیدالانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

وسلم می بیند برخود ہچو بیدمی لرزد وعرضہ می وارد یارسول اللہ اتوب الی اللہ والٰی رسولہ ماذا اذنبت یارسول اللہ من توبہ می کنم بسوئے خدا ورسول خداچہ گناہ کردم سرورعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود ان اصحاب ھٰذہ الصور یعذبون یوم القٰیمۃ ویقال لھم احیوا ماخلقتم وقال ان البیت الذی فیہ الصور لاتدخلہ الملٰئکۃ ایں صور تگراں روز قیامت عذاب کردہ شوند وایشاں راگفتہ شود کہ زندہ کنند انچہ آفریدہ اید وفرمودہ خانہ کہ دروتصویر ست فرشتگان درودر نیایند اخرجہ الشیخان[1] عنہا رضی اللہ تعالٰی عنہا پیداست کہ انچہ بروسادہ باشد ہمیں تصویر منقوش وبے سایہ است نہ منحوت ومجسم، لاجرم علماء بتحریم مطلق تصریح فرمودہ اند مولانا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری درمرقات فرمود قال اصحابنا وغیرھم من العلماء تصویر صورۃ الحیوان حرام شدید التحریم وھو من الکبائر لانہ متوعد علیہ

گھرمیں تشریف لاتے ہی دیکھ لیاتوآگے جانے سے قدم مبارک روک لئے، ام المومنین نے رب ذوالجلال کے محبوب مکرم کے چہرہ مقدس پرغصے اور ناراضگی کے اثرات دیکھے تو بید کے درخت کی طرح لرزنے اور کانپنے لگیں اور عرض کرنے لگیں اے اللہ کے رسول! میں اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں مجھ سے کونسی خطاہوئی ہے؟ یا رسول اللہ میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع لاتی ہوں میں نے کون ساقصور کیا؟ سرورعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یقینا تصویر ساز قیامت کے دن عذاب دیئے جائیں گے اور ان سے کہاجائے گا کہ اپنی بنائی ہوئی تصویروں میں جان (روح) ڈالو۔ اور ارشاد فرمایا کہ جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتے نہیں آتے۔ بخاری ومسلم نے سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اس کو روایت کیاہے ظاہر ہے کہ تکیہ پر تصویر تھی وہ عکسی اور نقاشی ہی ہوگی نہ کہ تراشیدہ مجسّمہ۔ بلاشبہ اہل علم نے بلاقید مطلق تصویر کے حرام ہونے کی صراحت فرمائی ہے، چنانچہ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ میں فرمایاہمارے اصحاب اور دیگر علماء کرام نے فرمایا حیوانات کی تصویر بنانا شدید حرام ہے اور یہ کبیرہ گناہوں میں شامل ہے کیونکہ اس پر شدید وعید

[1] صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ باب تحریم صورۃ الحیوان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۰۱، صحیح البخاری کتاب البیوع باب التجارۃ فیما یکرہ لبسہ للرجال والنساء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۸۳

بھٰذا الوعید الشدید المذکور فی الاحادیث سواء صنعه فی ثوب اوبساط اودرھم اودینار او غیرذٰلك[1] علامہ شامی دررد المحتار فرماید فعل التصویر غیرجائز مطلقا لانه مضاھاۃ لخلق الله تعالٰی[2] ہمدران از بحر الرائق ست صنعته حرام بکل حال لان فیه مضاھاۃ لخلق الله تعالٰی وسواء کان فی ثوب اوبساط اودرھم و اناء وحائط وغیرھا[3] وچوں علت تحریم مشابہت بخلق الٰہی ست تفاوت نمی کند کہ بخامہ کشند یا عکس را منطبع سازند زیرا کہ علت ہمہ جا حاصل ست سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود اشدالناس عذابا یوم القیٰمة الذین یضاھون بخلق الله تعالٰی روز قیامت در سخت عذاب آناں باشند کہ مشابہت می کنند باآفرینش خداوند عزوجل	آئی ہے جو احادیث میں مذکور ہے خواہ کسی کپڑے پر تصویر بنائی جائے، کسی بچھونے پر بنائی جائے یا درہم و دینار اور سکے پر بنائی جائے یا ان کے علاوہ کسی بھی اور چیز پر تصویر کشی ناجائز، حرام اور شریعت کی خلاف ورزی کا ارتکاب ہے۔علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں تصویر بنانا مطلقاً جائز نہیں اس لئے کہ یہ اللہ تعالٰی کی تخلیق سے مشابہت ہے۔اسی میں بحر الرائق سے نقل ہے کہ تصویر سازی ہر حال میں حرام ہے کیونکہ اس میں تخلیق الٰہی سے مشابہت ہے،خواہ یہ کام کپڑے پر ہو یا کسی اور چیز پر مثلاً بچھونا، درہم دینار، برتن، دیوار اور کاغذ وغیرہ۔جب حرام ہونے کی علت اور وجہ بناوٹ الٰہی کے ساتھ مشابہت ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ قلم سے تصویر بنائی جائے یا عکسی چھاپ سے، کیونکہ یہ علت سب جگہ موجود ہے، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب پانے والے وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالٰی کی تخلیق سے مشابہت کرتے تھے۔ قیامت کے دن سخت عذاب والے وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالٰی کی صفت پیدائش (بناوٹ) سے

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب اللباس باب التصاویر مکتبہ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۶۶، مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب اللباس باب من لم یدخل شیئا مکتبہ الحبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۸۸۱

[2] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۷

[3] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۵

رواہ الائمۃ احمد والبخاری[1] ومسلم والنسائی عن اُمّ المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا عبارات ردالمحتار حالا گذشت وہمدر انست علّۃ حرمۃ التصویر المضاہاۃ لخلق اللہ تعالٰی وھی موجودۃ فی کل ماذکر[2] ایں حکم تصویر گری وصورت کشی ست اما تصویر پیش خود یا درخانہ نگاہداشتن ایں جا تفصیل ست تحریم ومنع اورا بچند شرط مشروط کردہ اند کہ اگرھمہ بہم آید نگاہداشتن ناروا باشد ورنہ جائز، یکے آنکہ صورت جاندار بحالت جانداری باشد نہ چنانکہ بدیدن نفس صورت بیجان بودنش پیدا بود چنانکہ تصویر چہرہ بخلاف آنکہ دست یاپائے چشم یابنی یا گوش ندارد کہ عدم اینہا موجب خروج ازاعضائے ظاہر یہ ازسرنساختہ اند یاساختہ راقطع یا محو نمودہ اند نگاہداشتنش روا باشد۔ دوم آنکہ تصویر درنہایت صغر وباریکی نباشد بحدیکہ اگر برزمین نہادہ استادہ بیبند

مشابہت کرتے رہے۔ ائمہ کرام مثلًا حضرت امام احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے اس کو ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے، ابھی ردالمحتار کی عبارات گزری ہیں اور اسی میں یہ بھی ہے کہ تصویر کے حرام ہونے کی علت تخلیق الٰہی سے مشابہت ہے، اور یہ علت تمام مذکورہ صورتوں میں موجود ہے اور یہ حکم تصویر سازی اور تصویر کشی کے بارے میں ہے۔ تصویر اپنے سامنے اور روبرو رکھنے اور اپنے گھر میں محفوظ کرنے وغیرہ کے بارے میں کچھ تفصیل ہے۔ تصویر کے حرام ہونے کو اہل علم حضرات نے چند شرائط کے ساتھ مشروط کیا ہے اگر سب جمع ہوں تو پھر اس کا حفاظت سے رکھنا ناجائز ہے ورنہ جائز۔ (۱) زندہ چیز کی تصویر اس کی زندگی کی حالت میں ہو، نہ اس طرح کہ صرف صورت دیکھنے سے اس کا بے جان ہو نا ظاہر ہو جائے، جیسا کہ چہرہ کی تصویر بخلاف ہاتھ پاؤں، آنکھ ناک یا کان نہ رکھتی ہو کہ ان کا نہ ہونا اعضائے ظاہری سے نکلنے کا سبب ہے کہ سر کے ساتھ یہ نہیں بنائے گئے یا بنائے گئے مگر انہیں کاٹ دیا گیا ایسی تصویر کو بحفاظت رکھنا جائز ہے۔ (۲) دوسری شرط: تصویر انتہائی چھوٹی اور باریک نہ ہو۔ اگر زمین پر

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب ماوطی من التصاویر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۰، صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۰۱

[2] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۵

تفصیل اعضایش پدیدار نشود ہمچو صورت ساختن حرام ود اشتن جائز۔ سوم آنکہ صورت راخوار نداشتہ باشد چنانکہ در فرش پاانداز یادر بساط پامال یابروئے خاک وامثال ذٰلک کہ ایں چنیں داشتن منظور نیست فی الدر المختار لایکرہ لو کانت تحت قدمیه اومحل جلوسه لانها مهانة[1] اھ فی رد المحتار وکذا لوکانت علی بساط یوطاء او مرفقة یتکاء علیها کما فی البحر[2] اھ وفی الدر اوکانت صغیرة لا تتبین تفاصیل اعضائها للناظر قائما وهی علی الارض ذکرہ الحلبی اومقطوعة الرأس اوالوجه اوممحوة عضو لاتعیش بدونه[3] اھ وتمام تفصیله فی حواشیه، واللہ تعالٰی اعلم۔	رکھی جائے تو کھڑی صورت میں دکھائی دے تو دے مگر اس کے اعضاء کی تفصیل ظاہر نہ ہو۔ پس اس نوع کی تصویر بنانا حرام ہے مگر اس کا رکھنا جائز ہے **(۳)** تیسری شرط: تصویر کو ذلیل حالت میں نہ رکھا جائے کہ فرش پر پاؤں میں پڑی ہو یا بچھونے (قالین وغیرہ) پر پامال ہو یا سطح زمین پر پڑی ہو یا اس نوع کی دوسری صورتیں ہوں کہ اس طرح رکھنا منظور نہ ہو۔ در مختار میں ہے تصویر رکھنا ممنوع نہیں جبکہ قدموں کے نیچے ہو یا بیٹھنے کی جگہ پر ہو کیونکہ اس صورت میں اس کی تذلیل ہے، ردالمحتار میں ہے اسی طرح اگر پامال شدہ بچھونے پر ہو یا مِرفق (آرام گاہ) پر ہو جس پر تکیہ لگایا جائے جیسا کہ بحر رائق میں ہے۔ در مختار میں ہے یا زمین پر ہو مگر اتنی چھوٹی ہو کہ اس کے اعضاء کی تفصیل دیکھنے والے پر واضح نہ ہو۔ ابراہیم حلبی نے اس کو ذکر کیا ہے یا سر کٹا ہوا یا چہرہ یا ایسے اعضاء مٹے ہوئے ہوں کہ جن کے بغیر زندگی نہ ہو سکے۔ اس کی مکمل تفصیلات اس کے حواشی میں ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۶: ۷ شعبان المعظم ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی کپڑے پر تصویریں چھپی ہوئی ہوں اس سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ تصویریں پرندوں کی ہوں۔ اور اگر اسی کپڑے کا کوئی عدد تیار ہوگیا تو اس کا کیا کرنا چاہئے اور وہ تصویریں جس میں جاندار زندہ رہ سکتا ہے؟ بیّنوا توجروا۔ (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

[1] درمختار کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۲
[2] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۴۳۵
[3] درمختار کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۲

الجواب:

کسی جاندار کی تصویر جس میں اس کا چہرہ موجود ہو اور اتنی بڑی ہو کہ زمین پر رکھ کر کھڑے سے دیکھیں تو اعضا کی تفصیل ظاہر ہو، اس طرح کی تصویر جس کپڑے پر ہو اس کا پہننا، پہنانا یا بیچنا، خیرات کرنا سب ناجائز ہے، اور اسے پہن کر نماز مکروہ تحریمی ہے جس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ایسے کپڑے پر سے تصویر مٹادی جائے یا اس کا سر یا چہرہ بالکل محو کردیا جائے۔اس کے بعد اس کا پہننا، پہنانا، بیچنا، خیرات کرنا، اس سے نماز، سب جائز ہوجائے گا۔اگر وہ ایسے پکے رنگ کی ہو کہ مٹ نہ سکے دھل نہ سکے تو ایسے ہی پکے رنگ کی سیاہی اس کے سر یا چہرے پر اس طرح لگادی جائے کہ تصویر کا اُتنا عضو محو ہوجائے صرف یہ نہ ہو کہ اتنے عضو کا رنگ سیاہ معلوم ہو کہ یہ محو ومنافی صورت نہ ہوگا۔**واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۴۷: مرسلہ محمد صدیق بیگ صاحب مراد آباد از بریلی

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آج کل دنیامیں عام رواج مصوری کا یہ ہے کہ بغیر قلم وروشنائی کے اور بغیر ہاتھ لگائے اس طرح پر تصویر بناتے ہیں کہ ایک بکس سامان مصوری کا ہوتا ہے جس کو انگریزی میں کیمرہ میں لگا کر جس شیئ کی تصویر لینا مقصود ہو اس کو سامنے رکھتے ہیں شیشہ کے اثر سے کشش کے ساتھ تصویر معمولی شیشہ پر جو آتشی شیشہ یعنی لَینس کے پاس لگا ہوتا ہے آجاتی ہے۔اس کو انگریزی مصالحہ میں ڈال کر کاغذ پر لکھ کر خشک کرتے ہیں اس طرح سے تصویر بن جاتی ہے۔ شرع شریف میں اس کی بابت کیا حکم ہے یعنی ایسی تصویر کھینچنے والے، کھنچوانے والے، رکھنے والے، فروخت کرنے والے، خریدنے والے کس حد تک گنہگار ہوسکتے ہیں اور جس مکان میں تصویریں ہوں وہاں نماز جائز ہے یانہیں؟ یا شرع کے موافق اس میں کوئی گناہ نہیں ہے؟ جواب باصواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب:

شرع نے تصویر حرام فرمائی اور کسی طریقہ ساخت کے ساتھ حکم کو مقید نہ فرمایا، نہ کسی خصوصیت طریقہ کو اس میں دخل، نہ فوٹو بے اس کے عزم وفعل وحرکات کے خود بخود بن سکے، دستی وعکسی میں صرف تخفیف عمل کا فرق ہے جیسے پیادہ اور ریل۔ جہاں جانا شرعًا حرام ہے پیادہ وریل دونوں یکساں ہیں۔وہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں مجھے پاؤں کو حرکت دینی نہ پڑی نہ منزل منزل ٹھہرتا گیا، بالجملہ تصویر عکس ودستی کے بنانے، رکھنے سب باتوں کے احکام قطعًا ایک ہیں اور فرق کی کوئی وجہ نہیں، عرف ہی کو دیکھے، کیا جو تصویر بنانی عرفًا توہین وبے حیائی اور قانونی جرم ہے وہ عکسی بناسکتا ہے اور وہی عذر کرسکتا ہے کہ بے قلم و روشنائی اور بے ہاتھ لگائے بنائی، ہرگز نہیں، توظاہر ہوا کہ عکسی ہونے سے تصویر کے مقاصد میں کچھ فرق نہیں آتا بلکہ بسااوقات کچھ زیادت ہی ہوجاتی ہے اور شیئ اپنے مقاصد ہی کے لحاظ سے ممنوع یا مشروع ہوتی ہے،

کمالایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت) واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۸: مرسلہ سید عبدالرشید صاحب جواہر کن از بمبئی نیا قاضی محلّہ چاند بلڈنگ ۴۰ پوسٹ ۹ ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ فوٹو نصف شکل کا بنوانا اور خود بنانا کس حد تک جائز ہے اور تمام قد کا سراپا عکس کیوں ناجائز ہے؟ حدیث وآیات سے جواب مرحمت فرمائیں، دونوں صورتوں کا نصف قد اور قد تمام کن کن شرعی دلائل سے جائز اور ناجائز قرار دیا جاتا ہے؟

الجواب:

فوٹو ہو یا دستی تصویر پوری ہو یا نیم قد، بنانا، بنوانا سب حرام ہے نیز اس کا عزت سے رکھنا حرام اگرچہ نصف قد کی ہو کہ تصویر فقط چہرہ کا نام ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اشد الناس عذابا یوم القیامۃ من قتل نبیا اوقتلہ نبی والمصورون[1]۔	قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اس پر ہے جس نے کسی نبی کو شہید کیا یا اسے نبی نے قتل فرمایا اور تصویر والوں پر۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان الملئکۃ لاتدخل بیتا فیہ کلب ولا صورۃ[2]۔	رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

امام اجل ابو جعفر طحاوی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرماتے ہیں:

الصورۃ ھو الرأس[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	فقط چہرہ تصویر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۹: مرسلہ محمد تقی مقام بکسر متصل اسٹیشن ریلوے بتوسط حاجی رحیم بخش ۳۰ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

تصویر کھینچنا جائز ہے یا نہیں؟

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۹۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/ ۲۶۰، کنزالعمال حدیث ۹۳۶۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۳۵

[2] سنن ابن ماجہ کتاب اللباس باب الصور فی البیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۸

[3] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب التصاویر فی الثوب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۶۶

الجواب:

جاندار کی تصویر کھینچنی حرام ہے۔ صحیح حدیث میں ارشاد ہوا:

اشد الناس عذابا یوم القٰیمۃ من قتل نبیا اوقتلہ نبی والمصورون [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	قیامت میں سب سے سخت تر عذاب اس پر ہوگا جس نے کسی نبی کو شہید کیا یا جسے کسی نبی نے قتل کیا اور مصور۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)



[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۹۷ و ۱۰۵۱۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/ ۲۶۰، ۲۶۶، کنز العمال حدیث ۹۳۶۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۳۵



رسالہ

العطایا القدیر فی حکم التصویر ۱۳۳۱ھ

(تصویر کے حکم کے بارے میں قدرت والے کی عطائیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ وحدہ والصلٰوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ المکرمین عندہ

مسئلہ ۲۵۰: از احمد آباد محلّہ جمالپور متصل مسجد کانچ مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب ۲۹ صفر المظفر ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ان دنوں شہر احمد آباد میں کاپیاں فوٹو گراف کی قیمت ۲۰/ کے بک رہی ہیں اور نمونہ اصل خدمت میں آپ کی مرسل ہے آپ اس کو ملاحظہ فرمائیں، یہ فوٹو حضرات پیر ابراہیم بغدادی عم فیضہ الصوری والمعنوی سجادہ نشین خانقاہ حضرت غوث اعظم حضرت پیران پیر قدس سرہ العزیز کا ہے اس کو احمد آبادی وغیرہ تبرک کے طور پر رکھتے ہیں اس کا رکھنا مکانوں میں حرام ہے یا نہیں؟ اور جن مکانوں میں یہ فوٹو ہوگا ان میں رحمت کے فرشتے آئیں گے یا نہیں؟ اور اس فوٹو کے رکھنے سے برکت نازل ہوگی یا نہیں؟ اور برزخ شیخ جمانے کے لئے فوٹو شیخ کا سامنے رکھ کر اس کا برزخ جمانا شریعت وطریقت میں جائز ہے یا نہیں؟ **بیّنوا بیانا شافیا توجروا اجرا وافیا** (شفا بخش بیان فرماؤ اور اللہ تعالٰی کی بارگاہ سے پورا پورا اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

الحمدللّٰہ الخالق البارئ المصور الذی صورنا فاحسن صورنا وخلق وحدہ العالم فقیرہ وقطیرہ وقضی بالعذاب اشد ھو العقاب علی الذین یضاھؤن خلق اللہ فیخلقوا ذرۃ اولیخلقوا حبۃ اویخلقوا شعیرۃ او الصلٰوۃ والسلام علی من اتی بمحق الاوثان و توحید الرحمٰن وحرم التصویر صغیرۃ وکبیرۃ وجعلہ کبیرۃ وعلٰی اٰلہ وصحبہ وابنہ الاکرم الغوث الاعظم وسائر حزبہ صلٰوۃ وسلاما توازیان عزہ وتوقیرہ رب انی اعوذ بك من ھمزات الشیطین واعوذ بك رب ان یحضرون۔	ہر قسم کی تعریف وتوصیف اس اللہ تعالٰی کے لئے ہے جو (تخلیق کا) اندازہ کرنے والا، بنانے والا اور تصویر کشی کرنے والا کہ جس نے ہماری صورتیں بنائیں اور ہمیں حسین وجمیل صورتوں سے نوازا، اور اس نے تنہا ساری دنیا کو پیدا فرمایا خواہ تخمِ خُرما کا گڑھا ہو یا اور کوئی معمولی چیز ہو، اور اس نے عذاب دینے کا بڑا سخت فیصلہ فرمایا کہ ان لوگوں پر نزول عقاب ہے جو اللہ تعالٰی کی تخلیق میں اس سے مشابہت اختیار کرتے ہیں تو وہ کوئی ذرہ یا کوئی دانہ یا جَو پیدا کر دکھائیں اور درود وسلام ان پر جو بتوں کو مٹانے اور وحدانیت رحمان کو بیان فرمانے کیلئے تشریف لائے اور انہوں نے چھوٹی بڑی تصویر کو حرام ٹھہرایا او اس کام کو کبیرہ گناہ قرار دیا، اور ان کی آل اور ساتھیوں پر، اور ان کے مکرم شہزادے غوث اعظم (بڑے فریادرس) پر، اور ان کے باقی تمام گروہ پر (ہدیہ درود وسلام ہو) ایسا شاندار درود و سلام کہ ان کی عزت وتوقیر کے برابر اور مساوی ہو۔ اے میرے پروردگار! میں شیاطین کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں، میرے پروردگار! میں تیری پناہ چاہتا ہوں، کہ وہ میرے پاس آئیں (اور مجھے اپنے مکروفریب سے پریشان کریں)۔(ت)

اللہ عزوجل ابلیس کے مکر سے پناہ دے، دنیا میں بت پرستی کی ابتداء یوہیں ہوئی کہ صالحین کی محبت میں ان کی تصویریں بنا کر گھروں اور مسجدوں میں تبرکا رکھیں اور ان سے لذت عبادت کی تائید سمجھی، شدہ شدہ وہی معبود ہوگئیں، صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے آیہ کریمہ:

"وَ قَالُوۡا لَا تَذَرُنَّ اٰلِہَتَکُمۡ وَ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّ لَا سُوَاعًا ۬ۙ وَّ لَا یَغُوۡثَ وَ یَعُوۡقَ وَ نَسۡرًا ﴿ۚ۲۳﴾ "[1]	کافروں نے کہا ہرگز اپنے خداؤں کو نہ چھوڑو، اور ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو کبھی نہ چھوڑو۔ (ت)

کی تفسیر میں ہے:

قال کانوا اسماء رجال صالحین من قوم نوح فلما ھلکوا اوحی الشیطان الی قومھم ان نصبوا الی مجالسھم التی کانوا یجلسون انصابا وسموھا باسمائھم ففعلوا فلم تعبد حتی اذا ھلك اولئك ونسخ العلم عبدت[2]۔	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا یہ حضرت نوح (علیہ السلام) کی قوم کے نیک اور پارسالوگوں کے نام ہیں، جب وہ وفات پاچکے تو شیطان نے بعد والوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ جہاں یہ لوگ بیٹھتے تھے وہیں اُن مجالس میں انہیں نصب کردو (یعنی قرینے سے انہیں کھڑا کردو) اور جو ان کے نام (زندگی میں) تھے وہی نام رکھ دو، تو لوگوں نے (جہالت سے) ایسا ہی کیا۔ پھر کچھ عرصہ ان کی عبادت نہ ہوئی، یہاں تک کہ جب وہ تعظیم کرنے والے مرگئے اور علم مٹ گیا (اور ہر طرف جہالت پھیل گئی) تو پھر ان کی عبادت شروع ہوگئی۔ (ت)

عبد بن حمید اپنی تفسیر میں ابو جعفر بن المھلب سے راوی:

قال کان ود رجلا مسلما وکان محببا فی قومه فلما مات عسکروا حول قبرہ فی ارض بابل وجزعوا علیه فلما رأی	ابو جعفر نے فرمایا: "ود" ایک مسلمان شخص تھا جو اپنی قوم میں ایک پسندیدہ اور محبوب شخص تھا جب وہ مرگیا تو سرزمین بابل میں لوگ اس کی قبر کے آس پاس جمع ہوئے اور اس کی جدائی پر

[1] القرآن الکریم ۷۱/ ۲۳

[2] صحیح البخاری کتاب التفاسیر باب وَدًّا وسواعًا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۳۲

ابلیس جزعھم علیه تشبه فی صورة انسان ثم قال اری جزعکم علی ھذا فھل لکم ان اصورلکم مثله فیکون فی نادیکم فتذکرونه به قالوا نعم فصورلھم مثله فوضعوه فی نادیھم وجعلوا یذکرونه فلما رأی ما لھم من ذکره قال ھل لکم ان اجعل لکم فی منزل کل رجل منکم تمثالامثله فیکون فی بیته فتذکرونه قالوا نعم فصورلکل اھل بیت تمثالامثله فاقبلوا فجعلوا یذکرونه به قال وادرك ابنائھم فجعلوا یرون مایصنعون به وتناسلوا ودرس امر ذکرھم ایاه حتی اتخذوه الٰھا یعبدونه من دون الله قال وکان اول ماعبد غیرالله فی الارض ود الصنم الذی سموه بود[1]۔	بیقرار ہوئے (اور صبر نہ کرسکے) جب شیطان نے اس کی جدائی میں لوگوں کو بیتاب پایا تو وہ انسانی صورت میں اُن کے پاس آیا اور کہنے لگا میں اس شخص کے مرنے پر تمہاری بیقراری دیکھ رہاہوں کیا مناسب سمجھتے ہو کہ میں بالکل اس جیسی تمہارے لئے اس کی تصویر بنادوں، پھر وہ تمہاری مجلس میں رہے پھر اس کی تصویر دیکھ کر تم اسے یاد کرو۔ لوگوں نے کہا ہاں یہ تو اچھی تجویز ہے۔ پھر شیطان نے لوگوں کے لئے بالکل اسی جیسی اس کی تصویر بنادی اور لوگوں نے اسے اپنی مجالس میں سجارکھا اور اس کی یاد کرنے لگے۔ پھر جب شیطان نے دیکھا کہ اس کے ذکر سے لوگوں کی جو حالت ہوتی ہے۔ پھر شیطان کہنے لگا کیا تم یہ مناسب کہتے ہو کہ میں تم میں سے ہر شخص کے لئے اس کے گھر میں اس کے بزرگ کا عکس تیار کرکے سجادوں تاکہ وہ اس کے گھر میں موجود ہو، اور تم سب لوگ (انفرادی اور اجتماعی طورپر) اس کا تذکرہ کرتے رہو۔ لوگ کہنے لگے ہاں یہ بالکل ٹھیک ہے۔ پھر اس نے سب گھروالوں کے لئے بالکل اسی جیسا اس کا ایک ایک فوٹو تیار کردیا پھر لوگ اس کی طرف متوجہ ہوگئے اور اس کا فوٹو دیکھ کر اُسے یاد کرتے رہے۔ راوی نے کہا اور ان کی اولاد نے یہ دَور پالیا، پھر وہ دیکھتے رہے کہ جو کچھ ان کے بڑے کرتے رہے، اور پھر نسل آگے بڑھی (اور پھیلی) جب اس کے ذکر کا سلسلہ کچھ پرانا ہوگیا یہاں تک کہ جہالت سے پچھلے اور آنے والی نسلوں نے اسے خدا بنالیا کہ اللہ تعالٰی کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرنے لگے۔ (راوی نے کہا) سب سے پہلے زمین پر اللہ تعالٰی کے علاوہ جس کی عبادت کی گئی وہ یہی بت ہے کہ جس کا نام لوگوں نے وَدرکھا ہے۔ (ت)

[1] الدرالمنثور بحوالہ عبدبن حمید تحت آیۃ۷۱/ ۲۳ داراحیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۲۷۴۔۲۷۳

نیز صحیحین بخاری ومسلم میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

لما اشتکی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ذکر بعض نسائه کنیسة یقال لها ماریة وکانت ام سلمة وام حبیبة رضی اللہ تعالٰی عنهما اتتا ارض الحبشة فذکرتا من حسنها وتصاویر فیها فرفع صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم رأسه فقال اولئك اذا مات فیهم الرجل الصالح بنوا علی قبرہ مسجدا ثم صوّروا فیه تلك الصور واولئك شرار خلق اللہ عند اللہ[1]۔	جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپ کی بعض بیویوں نے ایک گرجے کا ذکر فرمایا کہ جس کو ماریہ کہا جاتا تھا چنانچہ سیدہ ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہما (اللہ تعالٰی ان دونوں سے راضی ہو) ملک حبشہ میں تشریف لے گئیں، پھر انہوں نے وہاں یہ گرجا دیکھا، دونوں نے اس کے حسن اور اس میں سجی تصویروں کا تذکرہ فرمایا، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک اٹھا کر فرمایا: جب ان لوگوں میں کوئی نیک اور صالح آدمی مر جاتا تو اس کی قبر پر مسجد تعمیر کرتے پھر ان تصویروں کو سجا کر اس میں رکھ دیتے وہی اللہ تعالٰی کی بدترین مخلوق ہیں۔ (ت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے:

صوروا ای صور الصلحاء تذکیرا بهم ترغیبا فی العبادۃ لاجلهم ثم جاء من بعدهم فزیّن لهم الشیطٰن اعمالهم وقال لهم سلفکم یعبدون هذہ الصور فوقعوا فی عبادۃ الاصنام[2]۔	(حدیث شریف میں ہے کہ) وہ نادان لوگ اچھے اور صالح لوگوں کی تصویریں بنا کر اپنی عبادت گاہوں میں سجا کر رکھ دیتے تاکہ ان کی یاد آتی رہے اور ان کے ذریعے عبادت الٰہی کی طرف رغبت پیدا ہو۔ پھر ان کے بعد جب اور لوگ دنیا میں آئے تو شیطان نے پہلوں کے کارنامے ان آنے والے لوگوں کی نگاہوں میں آراستہ کرکے پیش کئے اور ان سے کہا کہ تمہارے اسلاف ان تصویروں کی پرستش کیا کرتے تھے، تو پھر یہ بھی ان کی عبادت میں مصروف ہوگئے۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب بناء المسجد علی القبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷۹، صحیح مسلم کتاب المساجد باب النهی عن بناء المسجد علی القبور قدیمی کتب خانہ ۱/ ۲۰۱

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب اللباس باب التصاویر المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۸۲

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتدخل الملئکۃ بیتافیہ کلب ولاصورۃ[1]۔رواہ الائمۃ احمد والستۃ والطحاوی عن ابی طلحۃ[2]،والبخاری والطحاوی عن ابن[3] عمر وعن ابن عباس،ومسلم و ابوداؤد والنسائی الطحاوی[4] عن ام المؤمنین میمونۃ،ومسلم وابن ماجۃ والطحاوی عن ام المؤمنین الصدیقۃ واحمد ومسلم والنسائی و الطحاوی وابن حبان عن ابی ھریرۃ[5] والامام احمد والدارمی وسعید بن منصور وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ وابویعلٰی والطحاوی وابن حبان والضیاء والشاشی وابونعیم فی	رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جس میں کتایا تصویر ہو(ائمہ محدثین مثلاً امام احمد،دوسرے چھ ائمہ حدیث اور امام طحاوی نے حضرت ابوطلحہ سے اس کو روایت فرمایا، نیز بخاری اور طحاوی نے حضرت عبداللہ ابن عمر،اور حضرت ابن عباس سے اس کوروایت کیا۔امام مسلم،ابوداؤد، سنن نسائی اور طحاوی نے ام المؤمنین سیدہ میمونہ سے اور مسلم وابن ماجۃ اور طحاوی نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ سے اس کو روایت کیاہے۔مسنداحمد، مسلم،نسائی،طحاوی اورا بن حبان نے بحوالہ حضرت ابوہریرہ اس کوروایت کیاہے(اوراسی طرح)امام احمد،دارمی،سعید بن منصور،ابوداؤد،نسائی،ابن ماجہ،ابن خزیمہ،ابویعلٰی،طحاوی،ابن حبان،الضیاء،الشاشی، اورابونعیم نے

[1] مسند احمد بن حنبل،عن ابی طلحہ ۴/ ۲۸ و صحیح البخاری کتاب بدؤالخلق ۱/ ۴۵۸،۴۶۸،صحیح مسلم کتاب اللباس ۲/ ۲۰۰ و سنن ابی داؤد کتاب اللباس ۲/ ۲۱۶،جامع الترمذی ابواب الاب ۲/ ۱۰۳ و سنن النسائی ص۲۹۹،شرح معانی الآثار کتاب الکراھیۃ باب الصور تکون فی الثیاب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۰۰

[2] شرح معانی الآثار عن ابن عباس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۴۰۰،صحیح البخاری کتاب المغازی ۲/ ۵۷۰ و کتاب اللباس ۲/ ۸۸۱

[3] صحیح مسلم ۲/ ۱۹۹ و مسند احمد بن حنبل ۶/ ۳۳۰ وسنن ابی داؤد ۲/ ۲۱۷

[4] صحیح مسلم ۲/ ۲۰۰و۲۰۱ سنن ابن ماجہ ص۲۱۸ و شرح معانی الآثار ۲/ ۴۰۱و۴۰۰

[5] صحیح مسلم ۲/ ۲۰۲ و سنن النسائی ۲/ ۳۰۱ وشرح معانی الآثار ۲/ ۳۰۴

الحلیة عن امیرالمؤمنین[1] علی والامام مالك فی المؤطا،والترمذی والطحاوی عن ابی سعید[2] الخدری،واحمد والطحاوی والطبرانی فی الکبیر[3]عن اسامة بن زید والطحاوی عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہم وقد فصلناھا فی فتاوٰنا۔	حلیہ میں امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔نیزامام مالک نے "موطا" میں ترمذی اور طحاوی نے "معجم کبیر" میں حضرت اسامہ بن زید سے اس کو روایت فرمایا۔اور اسی طرح طحاوی نے حضرت ابوایوب انصاری کے حوالہ سے اس کو روایت فرمایا،اللہ تعالٰی ان تمام بزرگوں سے راضی ہو۔اور ہم نے ان سب باتوں کو اپنے فتاوٰی میں تفصیل سے بیان فرمایا ہے(ت)

اور اس میں کسی معظم دینی کی تصویر ہونا نہ عذر ہوسکتا ہے نہ اس وبال عظیم سے بچاسکتا ہے بلکہ معظم دینی کی تصویر زیادہ موجب وبال ونکال ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے گی اور تصویر ذی روح کی تعظیم خاصی بت پرستی کی صورت اور گویا ملت اسلامی سے صریح مخالفت ہے۔ابھی حدیث سن چکے کہ وہ اولیاء ہی کی تصویریں رکھتے تھے جس پر ان کو بدترین خلق اللہ فرمایا۔انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر کون معظم دین ہوگا اور نبی بھی کون حضرت شیخ الانبیاء خلیل کبریا سیدنا ابراہیم علٰی ابنہ الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کہ ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد تمام جہان سے افضل واعلٰی ہیں ان کی اور حضرت سیدنا اسمٰعیل ذبیح اللہ وحضرت بتول مریم علیہم الصلوٰۃ کی تصویریں دیوار کعبہ پر کفار نے منقش کی تھیں،جب مکہ معظمہ فتح ہوا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو پہلے بھیج کر وہ سب محو کرا دیں،جب کعبہ معظّمہ میں تشریف فرما ہوئے بعض کے نشان کچھ باقی پائے پانی منگا کر بنفس نفیس انہیں دھویا اور بنانے والوں کو قاتل اللہ فرمایا اللہ انہیں قتل کرے۔

ھذا معنی ماروی البخاری[4] فی صحیحه والامام	جو کچھ امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت فرمایا

[1] سنن ابی داؤد ۲/ ۲۱۶ و سنن النسائی ۲/ ۳۰۰ و شرح معانی الآثار ۲/ ۴۰۰

[2] جامع الترمذی ۲/ ۱۰۴ و مؤطا امام مالك ماجاء فی الصور والتماثیل ص ۷۲۶

[3] مسند احمد بن حنبل ۵/ ۲۰۳ و المعجم الکبیر حدیث ۳۸۷ ۱/ ۱۶۲ و شرح معانی الآثار ۲/ ۴۰۰

[4] شرح معانی الآثار کتاب الکراھیة باب الصور تکون فی الثیاب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۰۰،صحیح البخاری کتاب المناسك ۱/ ۲۱۸ و کتاب الانبیاء ۱/ ۴۷۳ قدیمی کتب خانہ کراچی،سنن ابی داؤد کتاب المناسك ۱/ ۲۷۷ و مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس ۱/ ۳۳۵ و ۳۶۵

الطحاوی عن ابن عباس والامام احمد وابو داؤد عن جابر بن عبداللہ وعمر بن شیبۃ والامام الطحاوی عن اسامۃ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنھم کما فصلناہ فی فتاوٰنا۔	اس کامفہوم اور معنی یہی ہے، امام طحاوی نے حضرت عبداللہ بن عباس سے۔ امام احمد، ابو داؤد نے حضرت جابر بن عبداللہ کے حوالہ سے۔ اور عمر بن شیبہ اور امام طحاوی نے اسامہ بن زید سے اس کو روایت کیا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کو مفصل بیان کیا ہے۔ (ت)

ہاں بادی النظر میں یہاں یہ شبہ گزر سکتا ہے کہ صاحبزادہ موصوف کی یہ تصویر صرف سینے تک ہے اور انسان اتنے جسم سے زندہ نہیں رہتا۔ اور در مختار میں ہے کہ جب تصویر سے وہ عضو محو کر دیا جائے جس کے بغیر حیات نہ ہو تو وہ ممانعت سے مستثنٰی ہے۔

حیث قال(اوکانت صغیرۃ)لاتتبین تفاصیل اعضائھا للناظر قائما وھی علی الارض ذکرہ الحلبی (او مقطوعۃ الراس اوالوجہ)اوممحوۃ عضو لاتعیش بدونہ(اولغیرذی روح)لایکرہ[1]۔	چنانچہ فرمایا اگر تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ زمین پر رکھی ہو تو کھڑے ہو کر دیکھنے والے کو اس کے اعضاء کی تفصیل معلوم نہ ہوسکے۔ چنانچہ حلبی نے اس کو بیان فرمایا یا اس کا سر یا چہرہ کاٹ دیا گیا ہو یا اس کے کسی ایسے اندام کو مٹا دیا گیا ہو کہ جس کے بغیر وہ زندہ نہ رہ سکے، یا کسی غیر جاندار کی تصویر ہو تو ان ساری صورتوں میں کراہت نہ ہوگی (ت)

اور بنانے کے بعد مٹا دینا اور سرے سے نہ ہونا دونوں کا ایک حکم ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

قولہ اومقطوعۃ الرأس ای سواء کان من الاصل اوکان لھا رأس ومحی[2]۔ **اقول**:و باللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق۔	مصنف کا قول کہ یا تصویر کا سر کاٹ دیا گیا، یعنی اصل سے اس کا سر نہ ہو، یا سر ہو لیکن اسے مٹا دیا گیا ہو۔ **اقول**: (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی کے کرم ہی سے توفیق حاصل ہوتی ہے اور اسی کی وجہ سے آدمی تحقیق کی چوٹی تک پہنچ سکتا ہے (ت)

یہاں یہ قول اس کا ہو سکتا ہے جس نے خدمت فقہ وحدیث نہ کی، نہ اسے مقاصد شرع پر نظر ملی، **اولًا** مقام تنقیح میں سرے سے یہ عبارت دُرہی محل نظر ہے فقیر نے جس قدر کتب فقہیہ متون وشروح

[1] درمختار کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیھا مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۲

[2] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیھا داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۶

وفتاوٰی حاضر ہیں سب کی طرف مراجعت کی، بیان حکم میں اس تعمیم میں درمختار کاسلف نہ پایا یہاں تک کہ بحر ودرر کہ اکثر ماخذ کتاب ہیں ان میں بھی اس کانشان نہیں، عامہ کتب مثل ۱بدایہ و۲وقایہ و۳نقایہ و۴کنزو ۵وافی و۶غرر و۷اصلاح و۸ملتقی و۹منیہ و۱۰نور الایضاح و۱۱ہدایہ و۱۲شرح وقایہ و۱۳برجندی و۱۴تبیین و۱۵کافی و۱۶درر و۱۷ایضاح و۱۸مجمع الانہر و۱۹مراقی الفلاح و۲۰فتح القدیر و۲۱عنایہ و ۲۲خانیہ و۲۳خزانۃ المفتین و۲۴ہندیہ حتی کہ خود ۲۵جامع صغیر محرر مذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی میں صرف ذکر راس پر اقتصار فرمایا کہ اگر تصویر بے سر کی ہو یا اس کا سر کاٹ دیں تو کراہت نہیں، اور ۲۶خلاصہ پھر اس کی تبعیت سے ۲۷تنویر الابصار و۲۸حلیہ و ۲۹بحر الرائق و۳۰جامع الرموز و۳۱غنیہ و۳۲صغیری و۳۳شرنبلالی و۳۴عبدالحلیم علی الدرر میں "وجہ" کا اضافہ کیا کہ چہرہ مٹادینا بھی سرکاٹ دینے کی مثل ہے ۳۵ذخیرۃ العقبٰی و۳۶شلبی علی الزیلعی و۳۷حسن عجیمی علی الدرر و۳۸سعدی افندی علی العنایہ و۳۹مسکین علی الکنز کہ ۴۰سید ابوالسعود ازہری نے بھی کہ درمختار سے کثیر الاخذ ہیں زیادت سے اصلاً تعرض نہ کیا **اقول:** اور ذکر "وجہ" حقیقۃً زیادت نہیں کہ راس کا اطلاق اکثر چہرہ پر آتا ہے گردن جدا کردینے کو سرکاٹنا ہی کہتے ہیں تو مقصود خلاصہ اس کا افادہ بھی ہے کہ محو بھی مثل قطع ہے اس کی عبارت یہ ہے:

ان کان مقطوع الراس لاباس بہ ولو محی وجہ الصورۃ فھو کقطع الراس [1]۔	اگر تصویر کا سر کاٹ دیا گیا تو پھر اس کے رکھنے میں کوئی حرج نہیں، اور تصویر کے چہرے کو مٹادینا سر کاٹنے کی طرح ہے۔(ت)

ثم اقول: (پھر میں کہتا ہوں۔ت) دیگر اعضاوجہ وراس کے معنی میں نہیں اگرچہ مدار حیات ہونے میں مماثل ہوں کہ چہرہ ہی تصویر جاندار میں اصل ہے، ولہٰذا سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسی کا نام تصویر رکھا اور شک نہیں کہ فقط چہرہ کو تصویر کہتے اور بنانے والے بارہا اسی پر اقتصار کرتے ہیں ملوک نصارٰی کہ سکہ میں اپنی تصویر چاہتے ہیں اکثر چہرہ تک رکھتے ہیں اور بیشک عامہ مقاصد تصویر چہرہ سے حاصل ہوتے ہیں **وانما الشیئ بمقاصدہ** (یہی بات ہے کہ شَے اپنے مقاصد پر مبنی ہوتی ہے۔ ت) امام اجل ابوجعفر طحاوی حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال الصورۃ الراس فکل شیئ لیس لہ راس فلیس بصورۃ [2]۔	فرمایا: تصویر "سر" کا نام ہے لہٰذا جس چیز کا سر نہ ہو وہ تصویر نہیں (ت)

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الصلوٰۃ الفصل الثانی الجنس فیما یکرہ فی الصلوٰۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۵۸

[2] شرح معانی الآثار کتاب الکراھیۃ باب الصورۃ تکون فی الثیاب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۰۳

اور اسی طرف عبارت ہدایہ ناظر:

حیث قال اذا کان التمثال مقطوع الراس فلیس بتمثال[1]۔	چنانچہ (صاحب ہدایہ نے) فرمایا کہ جب کسی مجسّمے کا سر کاٹ دیا گیا ہو تو پھر وہ مجسمہ نہ ہوگا۔ (ت)

بلکہ یہ جامع صغیر میں نص امام کبیر ہے:

محمد عن یعقوب عن ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنھم اذا کان راس الصورة مقطوعا فلیس بتمثال[2]۔	امام محمد نے امام ابویوسف کے حوالہ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت فرمائی کہ اگر تصویر کا سر کاٹ دیا گیا ہے تو پھر وہ بلاشبہہ تمثال (مورتی) نہیں (ت)

لاجرم امام نسفی نے وافی وکافی میں تصریح فرمائی کہ اگر تصویر کا سر مقطوع نہیں کراہت مدفوع نہیں۔

وھذا نصه لوکان فوق راسه فی السقف او بین یدیه او بحذائه صورة غیر مقطوع راسھا کرہ[3]۔	امام نسفی کی تصریح یہ ہے، اگر تصویر کسی شخص کے سر کے اوپر چھت میں موجود ہو یا اس کے سامنے ہو یا اس کے مقابل ہو لیکن اس کا سر نہ کاٹا گیا ہو تو کراہت ہوگی (ت)

ظاہر ہے کہ نیم قد یا سینہ تک کی تصویر پر بھی صادق ہے کہ اس کا سر مقطوع نہیں تو حکم منع مدفوع نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

ثانیًا: قول درمختار ہی لیجئے جس پر محشیوں نے تقریر اور خادمی نے حاشیہ درر میں تبعیت کی،

حیث قال مقطوعة الراس والمراد ممحوة عضولا تعیش بدونه کالوجه[4]۔	چنانچہ اس نے کہا تصویر کا سر کاٹ دیا گیا ہو، مراد یہ ہے کہ اس کے کسی ایسے اندام کو مٹادیا گیا ہو کہ جس کے بغیر زندگی نہیں ہو سکتی جیسے چہرہ۔ (ت)

بیان مسئلہ میں اگرچہ یہ تعمیم فقیر نے کہیں نہ پائی مگر ایک مسئلہ کی دلیل میں کلام فتح سے اس کی

---

[1] الھدایة کتاب الصلوٰة باب مایفسد الصلوٰة ومایکرہ فیھا المکتبة العربیه کراچی ۱/ ۱۲۲

[2] الجامع الصغیر کتاب الصلوٰة باب فی الامام این تستحب له ان یقوم مطبع یوسفی لکھنو ص ۱۱

[3] کافی شرح وافی

[4] حاشیة الدرر علی الغرر للخادمی کتاب الصلوٰة باب مایفسد الصلوٰة مطبع عثمانیه ص ۷۰

طرف اشارہ سمجھا گیا:

اذ قال لوقطع یدیھا ورجلیھا لاترفع الکراھة لان الانسان قدتقطع اطرافه وھو حی[1]۔	جبکہ فتح القدیر میں فرمایا اگر کسی نے تصویر (فوٹو) کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے تو کراہت مرفوع نہ ہوگی اس لئے کہ کبھی انسان کے اطراف یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ کاٹ دیئے جاتے ہیں مگر اس کے باوجود وہ زندہ ہوتا ہے۔(ت)

علامہ طحطاوی نے اس سے وہ تعمیم استنباط فرمائی حاشیہ مراقی الفلاح میں لکھا:

افاد بھذا التعلیل ان قطع الراس لیس بقید بل المراد جعلھا علی حالة لاتعیش معھا مطلقا[2]۔	اس تعلیل نے یہ فائدہ دیا کہ قطع الراس کا ذکر بطور قید نہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ تصویر کو ایسی حالت میں کردینا کہ جس کی موجودگی میں وہ مطلقاً زندہ نہ رہ سکے۔(ت)

اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) اس استنباط میں نظر ظاہر ہے،

فان حاصل کلام الفتح ان ھذا مکروہ لکونه علی حالة یعاش معھا وکل ماکان کذا فھو مکروہ ولایلزم منه ان کل ماھو مکروہ فھو کذا فان الموجبة الکلیة لا تنعکس کنفسھا ووجدت نظیرہ فی الھدایة اذقال الطلاق علی ضربین صریح وکنایة فالصریح قوله انت طالق ومطلقة و	فتح القدیر کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے اس لئے کہ شیئ ایسی حالت پر ہے کہ جس کی موجودگی میں زندگی پائی جا سکتی ہے (مراد یہ کہ وہ حالت مانع حیات نہیں) اور ہر کام جو اس طرح ہو وہ مکروہ ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ ہر کام جو مکروہ ہے وہ اس طرح ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ موجبہ کلیہ کا عکس بنفسہا نہیں (یعنی موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ نہیں) میں نے ہدایہ میں اس کی نظیر پائی ہے کیونکہ صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ طلاق کی دو قسمیں ہیں: (۱) صریح، (۲) کنایہ، چنانچہ طلاق صریح کی مثال مثلاً یہ

[1] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ فصل ویکرہ للمصلی الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۶۳

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوٰۃ فصل فی المکروہات نور محمد کارخانہ تجارت کتب ص ۱۹۹

طلقتك فهذا يقع به الطلاق الرجعی لان هذه الالفاظ تستعمل فی الطلاق ولاتستعمل فی غيره فكان صريحا وانه يعقب الرجعة بالنص ولايفتقر الى النية لانه صريح فيه لغلبة الاستعمال[1] اھ **اقول:** فمناط الصراحة هو غلبة الاستعمال كما افاد اٰخرا مالم يستعمل فی غيرالطلاق كان اولٰی بالصراحة فيه فلذا علل الصراحة به فی الالفاظ الثلٰثة وهو لايفيد ان يستعمل فی غيره نادرا لايكون صريحا فيه وبالجملة وهو تعليل بما يتضمن العلة مع شيئ زائد يفيده من باب اولٰی كذا هٰهنا مناط المنع هو الراس ولووحده فاذا كان جميع مايحتاج اليه للحياة باقيا تضمن العلة شيئ مع زائده افاد المنع	کہنا (اپنی منکوحہ کو مخاطب کرتے ہوئے) توطلاق والی ہے (انت طالق)، توطلاق ہو گئی ہے (انت مطلقۃ) میں نے تجھے طلاق دے دی (طلقتک) پس ان الفاظ سے طلاق رجعی واقع ہو گئی۔اس لئے کہ الفاظ مذکورہ صرف طلاق میں استعمال کئے جاتے ہیں لہٰذا کسی دوسرے مفہوم میں استعمال نہیں کئے جاتے (اس لئے یہ طلاق کے الفاظ صریحہ ہیں) لہٰذا ان میں سے کسی ایک کے وقوع کے بعد رجعت ہوگی، اور یہ محتاج نیت نہیں، اس لئے کہ یہ افادیت معنٰی نہیں، "صریح" ہیں، اور اس کی وجہ غلبہ استعمال ہے اھ۔**اقول:** (میں کہتا ہوں۔ت) صراحت کامدار غلبہ استعمال ہے جیسا کہ آخر میں صاحب ہدایہ نے یہ افادہ پیش کیا، جو الفاظ بغیر طلاق نہ استعمال کئے جائیں وہ باب طلاق میں صریح ہونے کے زیادہ لائق ہیں۔ لہٰذا یہی وجہ ہے کہ مصنف نے الفاظ ثلاثہ مذکورہ میں صراحت بالطلاق ہونے کی تعلیل ذکرفرمائی ہے، یعنی الفاظ مذکورہ طلاق صریح کے الفاظ ہیں اور علت غلبہ استعمال ہے اور یہ اس بات کیلئے مفید نہیں کہ اگرالفاظ مذکورہ بطور نادر غیر طلاق میں استعمال کئے جائیں توپھر وہ مفہوم طلاق میں صریح نہ ہوں گے (بلکہ اس کے باوجود وہ صریح طلاق کے الفاظ ہیں) (خلاصہ کلام) وہ ایک ایسی چیز

[1] الهداية كتاب الطلاق باب ايقاع الطلاق المكتبة العربيه کراچی ۲/ ۳۲۹

بالاولی فلاتدافع بین کلامی الھدایۃ اولا واٰخرا و قد کان افاد ھذا فی الفتح نفسہ اذقال ما غلب استعمالہ فی معنی بحیث یتبادر حقیقۃ اومجازًا صریح فان لم یستعمل فی غیرہ فاولی بالصراحۃ فلذا رتب الصراحۃ فی ھذہ الالفاظ علی الاستعمال فی الطلاق دون غیرہ[1] اھ ثم زعم التدافع مع انہ قد اندفع بما قرر۔	کے ساتھ تعلیل ہے جو شیئ زائد سمیت علت پر مشتمل ہے، جو بطریق اولٰی حکم کے لئے مفید ہے پس یہاں بھی اسی طرح ہے کہ منع کامدار راس (سر) ہے اگرچہ اکیلا ہو، پھر جب تمام محتاج الیہ حیات باقی ہوں تو پھر علت شیئ زائد پر مشتمل ہوگی، تو پھر اس سے ممانعت بطریق اولٰی کا فائدہ ہوگا، لہٰذا صاحب ہدایہ کے پہلے اور پچھلے کلام میں کوئی تدافع اور تناقض نہیں، فتح القدیر میں بالکل یہی افادہ پیش فرمایا، جس لفظ کا استعمال کسی معنٰی میں غالب اور زیادہ تر ہو کہ بطور حقیقت یا مجاز وہی معنٰی متبادر ہو تو پھر وہ لفظ اس معنی میں "صریح" ہے۔اور اگر کسی دوسرے معنی میں بالکل استعمال نہ کیا جائے تو پھر وہ اولٰی بالصراحۃ ہوگا، لہٰذا یہی وجہ ہے کہ ان الفاظ میں صراحت اس بات پر مرتّب ہے کہ الفاظ مذکورہ صرف معنی طلاق میں مستعمل ہیں نہ کہ کسی دوسرے معنی میں اھ پھر اس نے تدافع سمجھا حالانکہ وہ اس کی تقریر (اور اثبات) سے دفع ہوگیا ہے۔(ت)

وللہ الحمد اسی طرز پر ایک بحث میں اُن کے تلمیذ امام ابن امیر حاج کے کلام سے اشارہ نکل سکتا ہے اور ویسا ہی اس کا جواب ہے،

حیث یقول اما قطع الراس عن الجسد بخیط مع بقاء الراس علی حالہ فلاینفی	چنانچہ موصوف فرماتے ہیں اگر سر کو کسی دھاگے سے جدا اور قطع کیا جائے باوجودیکہ سر بدستور اپنے حال پر باقی رہے تو اس سے کراہت منفی

[1] فتح القدیر کتاب الطلاق باب ایقاع الطلاق مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۳۵۱

الکراھۃ لان من الطیر ماھو مطوق فلایتحقق القطع بذٰلك کذا ذکروہ ھو قاصر علی الطیر والظاھر ان الکراھۃ لاتنتفی فی غیرہ من الحیوانات بھذا الضنیع کمالاتنتفی فیه فیحتاج الغیر الی توجیه غیر ھذا ولعل الاولی ان یقال لان الحیوان الحی قدیجعل علی رقبته شیئ ساترلھا من خیط اوغیرہ لغرض من الاغراض فیکون ھذا بمنزلته فلاتزول به الکراھۃ ثم لم اقف علی انه لو فصل بین نصفه الاعلی والاسفل بخیط حتی صار کانه مقطوع شطرین ھل تزول الکراھۃ الظاھر انھا لاتزول کمافی الراس لنحو ماذکرنا انفا فی الراس ولاسیما فی الاٰدمی فان ذٰلك یکون فیه بمنزلۃ شد الوسط واللّٰه تعالٰی اعلم[1] اھ۔ **اقول:** والاتیان	نہ ہوگی کیونکہ کچھ پرندے مطوق (یعنی طوق کئے ہوئے ہوتے ہیں) تواس سے قطع نہیں پایاجاتا چنانچہ ائمہ کرام نے اسی طرح ذکرفرمایا۔اور یہ صرف پرندے میں منحصر (بند) ہے۔لیکن ظاہر یہ ہے کہ کراہت باقی حیوانات میں بھی اس توجیہ کے علاوہ کسی اور توجیہ کی ضرورت ہے،شاید اولٰی یہ ہے کہ کہاجائے کہ کبھی ایساہوتاہے کسی نہ کسی غرض کی وجہ سے۔اکثر دھاگہ وغیرہ کسی حیوان کی گردن پر رکھ دیاجاتاہے جواس کی گردن کوڈھانپ دیتاہے۔للذا یہ اس کی جگہ یعنی اس کے قائم مقام ہے،پس اس سے کراہت زائل نہ ہوگی۔ پھر میں اس پر واقف اور مطلع نہیں ہواکہ اگرنصف اعلٰی اور نصف اسفل (یعنی اوپراور نیچے کے حصہ میں) کسی دھاگے سے فصل کردیاجائے اور وہ اس طرح ہوجائے کہ گویا دو حصوں میں قطع کردیاگیاہے تو کیااس صورت میں کراہت زائل ہوجائے گی یانہیں؟ظاہر یہ ہے کہ کراہت زائل نہ ہوگی،جیسا کہ حالت راس (سر) میں کراہت زائل نہ ہوگی بشرطیکہ راس میں اس طریقہ کے مطابق کارروائی کی جائے کہ جس کو راس میں ہم نے بیان کیاہے،خصوصًا انسان میں، کیونکہ اس میں وہ کاروائی کمربستگی کے قائم مقام ہے۔**واللّٰہ**

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

بلفظ الظاهر فی الموضعین من شدة ورعه رحمه الله تعالٰی والا فالحکم مقطوع به فیهما ولایتوهم احد ان لو ربط خیط فی عنق صورة انسان لابهیمة اوفی وسطها ذهب الحکم الشرعی وجاز اقتناؤها. ثم لیس حاصله الامثل مافی الفتح ان کل ما لاینافی الحیاة لاینفی الکراهة ولایلزم منه ان کل ماینافی الحیاة ینفی الکراهة کمالایخفی الاتری ان کل مالاینافی الانسانیة لاینفی الحیوانیة اذلونفی الحیوانیة ینافی الانسانیة ولیس ان کلما ینافی الانسانیة ینفی الحیوانیة کالصهیل والنهیق و التوهب فان کل ذٰلك ینافی الانسانیة ولاینافی الحیوانیة۔	تعالٰی اعلم، **اقول:** (میں کہتا ہوں) لفظ "ظاہر" دوجگہ ذکر کرنے سے مصنف علیہ الرحمۃ کی شدت ورع اور احتیاط ہے ورنہ دونوں میں حکم یقینی ہے اور کوئی یہ وہم نہ کرے کہ اگر کسی انسانی تصویر کی گردن میں کوئی دھاگہ باندھا جائے یا اس کے وسط (درمیان) میں ایسا کیا جائے نہ کہ چوپایہ میں۔ پس اس صورت میں حکم شرعی ختم ہوجائے گا اور پھر اس کو محفوظ رکھنا جائز ہوگا۔ پھر اس کا حاصل بالکل وہی ہے جو فتح القدیر میں مذکور ہے، جو چیز حیات کے منافی نہ ہو تو وہ کراہت کی نفی نہیں کرتی اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو چیز حیات کے منافی ہو وہ کراہت کی نفی کرتی ہے جیسا کہ یہ امر مخفی اور پوشیدہ نہیں، کیا تم دیکھتے نہیں کہ جو چیز انسانیت کے منافی نہیں وہ حیوانیت کی نفی نہیں کرتی کیونکہ اگر حیوانیت کی نفی ہوتو انسانیت کی نفی ہوجائے، اور ایسا نہیں کہ جو انسانیت کے منافی ہو اس سے حیوانیت کی نفی ہوجائے جیسے صہیل (گھوڑے کا ہنہنانا) اور نہیق (گدھے کا ڈھیچوں کرنا) اور ترہب (راہب بننا) اس لئے کہ یہ سب کچھ انسانیت کے منافی ہے لیکن حیوانیت کے منافی نہیں۔ (ت)

عجب نہیں کہ مدقق علائی نے انہیں عبارات فتح وحلیہ کو دیکھ کر یہ تعمیم اضافہ فرمائی ہو حالانکہ وہ مفید تعمیم نہیں، ہاں کلام امام ابو جعفر طحاوی میں فقیر نے اس کی طرف اشارہ پایا،

حیث قال رحمه الله تعالٰی بعد مااحتج علی من قال بکراهة الصورة مطلقا ولو لغیر حیوان کشجر	چنانچہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کے خلاف استدلال پیش کرنے کے بعد فرمایا جنہوں نے یہ کہہ دیا کہ تصویر مطلقًا مکروہ ہے اگرچہ غیر حیوان کی کیوں نہ ہو، مثلًا درخت وغیرہ

مثلًا باحادیث فیها الامر بقطع راس التماثیل مانصه فلما ابیحت التماثیل بعد قطع راسها الذی لو قطع من ذی الروح لم یبق، دل ذلك علی اباحة تصویر مالاروح له وعلی خروج مالاروح لمثله من الصورمماقدنهی عنه فی الاٰثار التی ذکرنا فی هذا الباب وقدروی عن عکرمة فی هذا الباب ایضا ما حدثنا محمد بن النعمٰن (نذکر بسنده) عن عکرمة عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه قال الصورة الراس الٰی اٰخر ماتقدم۔[1]	کی تصویر، ان روایات کی وجہ سے کہ جن میں تماثیل (مجسمے) کے سر کاٹنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ موصوف کی یہ نص ہے۔ جب قطع راس (سرالگ کردینا) کے بعد تماثیل کی اجازت دی گئی (اور اسے مباح قرار دیا گیا) للذا اگر ذی روح کا سر کاٹ دیا جائے تو پھر وہ ذی روح کی صورت نہ رہے گی، اور یہ غیر ذی روح کی تصویر کے مباح ہونے کی دلیل ہے اور جس میں روح نہ ہو وہ اس تصویر سے خارج ہے کہ جس سے ان آثار میں منع کردیا گیا کہ جنہیں ہم نے اس باب میں ذکر کیا ہے، چنانچہ اس باب میں نیز حضرت عکرمہ سے وہ حدیث مروی ہے کہ جس کو ہم سے محمد بن نعمان نے بیان فرمایا ہم اسے سند سے بحوالہ عکرمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کرتے ہیں، فرمایا: تصویر سر کا نام ہے۔ آخر تک وہی کلام ہے جو پہلے بیان ہوچکا۔ (ت)

کلام دُر کے لئے یہ غایت ابدائے سند ہے اقول: اگرچہ ان کا آخر کلام اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے استناد بتارہا ہے کہ تصویر نہ رہنا حکم منع سے خارج کرنے کا مدار ہے اور یہی چاہئے کہ شرع نے حکم منع تمثال ظاہر غیر مستہان پر فرمایا تو جب تک تمثال بلااہانت ظاہر ہے منع باقی ہے، ہاں جب تمثال نہ رہے یا اہانت ہو منع نہ رہے گا کہ مناط منع منتفی ہوگیا قطع سر میں تمثال نہیں رہتی جیسا کہ حدیث ابوہریرہ وعبارت ہدایہ سے خود کلام امام اعظم سے گزرا بخلاف دیگر اعضا کہ جب تک چہرہ باقی تصویر باقی اگرچہ اور اعضا نہ ہوں وللذا جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حدیث آئندہ اور محرر مذہب امام محمد نے جامع صغیر اور جملہ کتب مذکورہ مذہب متون وشروح وفتاوٰی میں صرف نفی راس پر اقتصار فرمایا، **واللہ تعالٰی اعلم**، بہرحال اگر اسی پر چلئے۔ **فاقول: وباللہ التوفیق** (اللہ تعالٰی کی توفیق ہی کے سہارے میں کہتا ہوں۔ ت) تصویر میں حیات

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب الصور تکون فی الثیاب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۰۳

آپ تو کسی حالت میں نہیں ہوتی نہ وہ کسی حال میں جملہ اعضائے مدار حیات کااستیعاب کرتی ہے عکسی میں توظاہر کہ اگر پورے قد کی بھی ہوتو صرف ایک طرف کی سطح بالا کاعکس لائے گی خول میں نصف جسم بھی ہوتا تو عادۃً حیات ناممکن ہوتی نہ کہ صرف نصف سطح اور بت میں بھی اندرونی اعضا مثل دل وجگر وعروق نہیں ہوتے اور ڈاکٹری کی ایک تصویر خاص لیجئے جس میں اندر باہر کے رگ پٹھے تک سب دکھائے جاتے ہیں تو رگوں میں خون کہاں سے آئے گا غرض تصویر کسی طرح استیعاب مابہ الحیاۃ نہیں ہوسکتی فقط فرق حکایت وفہم ناظر کا ہے اگر اس کی حکایت محکی عنہ میں حیات کا پتادے یعنی ناظر یہ سمجھے کہ گویا ذوالتصویر زندہ کو دیکھ رہا ہے تو وہ تصویر ذی روح کی ہے اور اگر حکایت حیات نہ کرے ناظر اس کے ملاحظہ سے جانے کہ یہ حی کی صورت نہیں، میت وبے روح کی ہے تو وہ غیر ذی روح کی ہے، سنن ابی داؤد جامع ترمذی وسنن نسائی وصحیح ابن حبان وشرح معانی الآثار امام طحاوی ومستدرک حاکم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم اتانی جبریل قال اتیتك البارحة فلم یمنعنی ان اکون دخلت الا انه کان علی الباب تماثیل وکان فی البیت فرام ستر فیه تماثیل کلب فمر براس التمثال الذی علی باب البیت فیقطع فیصیر کهیأة الشجرة ومر بالستر فلیقطع فلیجعل وسادتین منبوذتین توطان ومر الکلب فلیخرج ففعل رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم[1]۔	(حضرت ابوہریرہ نے) فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میری خدمت میں حضرت جبرائیل حاضر ہوئے اور فرمایا کہ میں گزشتہ رات آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا لیکن مجھے اندر داخل ہونے سے صرف اس چیز نے روکا کہ دروازے پر تصویریں تھیں اور گھر میں بھی باریک پردہ تھا کہ جس پر تصویریں موجود تھیں نیز گھر میں کتا تھا لہٰذا آپ اس تصویر کے متعلق فرمادیں کہ اس کا سر کاٹ دیا جائے تاکہ وہ درخت کی طرح ہوجائے، اور پردے کے بارے میں فرمادیں کہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے اور دو مسندیں بنائی جائیں جو زمین پر ڈالی اور پاؤں سے روندی جائیں، اور کتے کے بارے میں فرمادیجئے کہ اسے باہر نکال دیا جائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب کچھ اس طرح کیا۔ (ت)

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی الصور آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۷ جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء ان الملائکۃ لاتدخل بیتا الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۴، شرح معانی الآثار کتاب الکراہۃ باب الصور تکون فی الثیاب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۰۲

دیکھئے جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بھی عرض کی کہ ان تصویروں کے سر کاٹنے کاحکم فرمادیجئے جس سے ان کی ہیأت درخت کے مثل ہوجائے حیوانی صورت نہ رہے اس کا صریح مفاد تو وہی ہے کہ بے قطع راس حکم منع نہ جائے گا کہ بغیر اس کے نہ پیڑ کی مثل ہوسکتی ہیں نہ صورت حیوانی سے خارج، اور اگر تنزل کیجئے تو اس قدر تولازم کہ ایسا کردیجئے جس سے وہ ایک بے جان کی صورت معلوم ہو اس سے حالت بے روحی مفہوم ہو، ولہذا علامہ سید طحطاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے اسی قولِ دُر کی شرح میں فرمایا:

قولہ لاتعیش بدونہ انما لاتکرہ الصلٰوۃ الیھا لانھا صورۃ میت وھو لایعبد[1] اھ **اقول**: والاولٰی وھی لاتعبد لان المشرکین انمایعبدون المیت قال اللہ تعالٰی "اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ"[2]، نعم لایصورونھم صورۃ میت بل حی۔	مصنف کاارشاد کہ اس کے بغیر زندگی نہ ہو۔ پس ایسی تصویر کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا مکروہ نہیں کیونکہ وہ مردے کی تصویر ہے جبکہ مردے کی عبادت نہیں کی جاتی اھ۔ **اقول**: (میں کہتاہوں کہ) زیادہ بہتر یہ ہے کہ کہاجاتا کہ مردے کی صورت کی عبادت نہیں کی جاتی، اس لئے کہ مشرک تومُردوں کی عبادت کیاکرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: "وہ مُردے ہیں جو زندہ نہیں" ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ مُردوں کی صورت پر ان کی تصویریں نہیں بناتے بلکہ زندوں کی صورت پر ان کی تصویریں بناتے ہیں۔ (ت)

اور شک نہیں کہ عکسی تصویریں اگرچہ نیم قد یا سینہ تک بلکہ اگر صرف چہرہ کی ہو ہرگز نہ مثل شجر ہوتی ہیں نہ مردہ، ذوالصورۃ کی حکایت کرتی ہیں بلکہ یقینا جیتے جاگتے کی صورت دکھاتی ہیں، اور ناظرین کا ذہن ان سے حالت حیات ذوالصورۃ ہی کی طرف جاتا ہے کوئی نہیں سمجھتا کہ یہ مردہ کی صورت ہے اور مدار حکم اسی فہم پر تھا، نہ حیات وموت حقیقی پر جس سے تصویر کو بہرہ نہیں۔ آیا نہیں دیکھتے کہ سلاطین نصارٰی اپنی ایسی ہی ناقص تصویریں سکہ پر منقوش کراتے ہیں اگر اس سے حالت موت مفہوم ہوتی تو کبھی نہ چاہتے کہ سکہ میں اپنی مردہ کی صورت دکھائیں توانصافاً یہ عبارتِ دُرمختار بھی ان تصویروں سے نفی ممانعت نہیں کرتی وہ اس تصویر کے لئے ہے جسے توڑ پھوڑ کر اس حالت پر کردیں کہ اس میں حالت حیات کی حکایت نہ رہے جو اسے دیکھے میت بے روح کی صورت جانے۔ **اقول**: (میں کہتاہوں۔ ت) اور اب عجب نہیں کہ چہرہ کے سوادیگر اعضائے مدار حیات کے عدم اصلی واعدام بنقص وابطال میں معنی مقصود بحکایۃ الحیاۃ عرفاً مفہوم ہونے نہ ہونے سے بعض صور میں فرق پیدا ہو بخلاف چہرہ کہ سرے سے نہ بنایا یا

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۷۴

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۲۱

بناہوا توڑ دیا بہر حال حکایت نہیں ہوتی **کمالایخفی فلیتسأل وباللّٰہ التوفیق** (جیسا کہ یہ بات پوشیدہ نہیں، پھر پوچھنا چاہئے، اور اللہ تعالٰی کے فضل ہی سے توفیق حاصل ہوسکتی ہے۔ت)

ثالثاً: بتوفیق اللہ وجل کے وہ تحقیق بیان کریں جس سے اس مبحث کے تمام علل واحکام واصول وفروع متجلی ہوں۔ تصویر ممنوع میں کراہت نماز وحکم ممانعت کی علت مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالٰی نے مشابہت عبادت صنم بتائی، ہدایہ میں صراحۃً اسی میں حصر فرمایا:

حیث قال لاباس بان یصلی وبین یدیہ مصحف معلق اوسیف معلق لانھما لایعبدان وباعتبارہ تثبت الکراھۃ[1]۔	چنانچہ فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ آدمی نماز پڑھے جبکہ اس کے سامنے مصحف شریف یا تلوار لٹکی ہوئی ہو اس لئے کہ ان دونوں کی عبادت نہیں کی جاتی، اور باعتبار عبادت کراہت ثابت ہوتی ہے۔(ت)

فتح القدیر میں ہے:

قولہ وباعتبارہ تثبت الکراھۃ قدم المعمول لقصد افادۃ الحصر[2]۔	مصنف کا یہ کہنا کہ عبادت کی وجہ سے کراہت ثابت ہوتی ہے اس میں معمول کو مقدم کیا گیا ہے تاکہ حصر کا فائدہ حاصل ہو۔(ت)

تبیین الحقائق میں ہے:

لاتعبد اذاکانت صغیرۃ بحیث لاتبدو للناظر والکراھۃ باعتبار العبادۃ فاذا لم یعبد مثلھا لایکرہ[3]۔	جب تصویر چھوٹی ہو کہ دیکھنے والے کے لئے واضح نہ ہو تو اس کی عبادت نہیں کی جاتی اور کراہت بلحاظ عبادت ہے، پھر جب اس قسم کی تصویر کی عبادت نہ کی گئی تو کراہت نہیں۔(ت)

اور مصلی کے کپڑوں پر تصویر ہونے کی ممانعت کو حامل صنم کی مشابہت سے تعلیل فرمایا جیسا کہ ہدایہ وکافی وتبیین میں ہے:

[1] الہدایۃ کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/ ۱۲۲

[2] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ فصل ویکرہ للمصلی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۶۱

[3] تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/ ۱۶۶

واللفظ للھدایة، لو لبس ثوبا فیه تصاویر یکرہ لانه یشبه حامل الصنم والصلوٰۃ جائزۃ فی جمیع ذٰلك لاستجماع شرائطھا وتعاد علی وجه غیر مکروہ۔[1]	ہدایہ میں یہ الفاظ ہیں کہ اگر کسی نے ایسا کپڑا پہنا کہ جس میں تصویریں ہیں تومکروہ ہے اس لئے کہ یہ حالت بت اٹھانے والے کے مشابہ ہے اور نماز ان تمام صورتوں میں جائز ہے،اس لئے کہ اس کی تمام شرائط موجود ہیں البتہ غیر مکروہ صورت پر نماز کولوٹایاجائے۔(ت)

اس حصر کے منافی نہیں کہ وقت عبادت حامل صنم سے مشابہت بھی عبادت صنم سے مشابہت ہے مگرانہیں کتب سے تعلیل مسائل میں دو علتیں اور مفہوم ہوتی ہیں،ایک یہ کہ جہاں تصویر ممنوع رکھی ہو ملائکہ اس مکان میں نہیں جاتے اور جس مکان میں ملائکہ رحمت نہ آئیں وہ ہر جگہ سے بدتر ہے،دوسرے تعظیم تصویر۔ہدایہ میں ہے:

یکرہ ان یکون فوق راسه فی السقف او بین یدیه او بحذائه تصاویر اوصورۃ معلقة لحدیث جبریل انا لاندخل بیتا فیه کلب وصورۃ[2]۔	یہ مکروہ ہے کہ کسی انسان کے سر کے اوپر چھت میں تصویر لگی ہوئی ہو یااس کے سامنے ہو یااس کے مقابل تصویریں ہوں یاکوئی تصویر لٹکی ہوئی ہو،اور اس کراہت کی وجہ حدیث جبرائیل ہے کہ انہوں نے فرمایا:"ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے کہ جس میں کتایاتصویر ہو۔(ت)

کافی میں اتنازائد کیا:

وبیت لاتدخل فیه الملئکة شر البیوت[3]۔	جس گھر میں فرشتے داخل نہ ہوں وہ بدترین گھر ہے۔(ت)

امام زیلعی نے دونوں تعلیلوں کو جمع فرمایا:

حیث قال لقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لاتدخل الملئکة بیتا فیه	چناچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی وجہ سے فرمایا اور وہ یہ ہے کہ فرشتے ایسے

[1] الھدایة کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا المکتبة العربیه کراچی ۱/ ۱۲۲

[2] الھدایة کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا ۱/ ۱۲۲

[3] کافی شرح وافی

کلب ولاصورۃ ولانہ یشبہ عبادتہا فیکرہ[1]۔	گھر میں داخل نہیں ہوتے کہ جس میں کتایا تصویر ہو۔اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں عبادت تصویر کی مشابہت ہے لہٰذا یہ مکروہ ہے۔(ت)

نیز کتب ثلثہ میں ہے:

لوکانت الصورۃ علی وسادۃ ملقاۃ او بساط مفروش لایکرہ لانہا تداس و توطأ بخلاف ما اذا کانت الوسادۃ منصوبۃ اوکانت علی السترۃ لانہ تعظیم لہا[2] اھ ھذا لفظ الھدایۃ ولفظ الکافی والتبیین اوکانت علی الستر[3] اعنی بدون التاء وھو اولی کما لایخفی۔	اگر کوئی تصویر پڑے ہوئے تکیے پر ہو یا بچھے ہوئے بچھونے پر ہو تو مکروہ نہیں اس لئے کہ اس صورت میں اسے پامال کیا جاتا ہے اور پاؤں میں رکھا جاتا ہے.بخلاف اس صورت کے کہ جب تکیہ کھڑا کیا جائے یا پردے پر کوئی تصویر ہو(اس صورت میں کراہت ہوگی)اس لئے کہ تصویر کی تعظیم پائی گئی اھ یہ الفاظ ہدایہ کے ہیں،اور کافی اور تبیین کے یہ الفاظ ہیں یا کسی پردے پر تصویر کے نقوش ہوں۔میری مراد یہ ہے کہ لفظ ستر کے آخر میں حرف تاء نہیں ہونا چاہئے اور یہ زیادہ بہتر ہے،جیسا کہ مخفی نہیں۔(ت)

محقق نے فتح القدیر میں صرف مکان میں تصویر ممنوع بروجہ اکرام رکھے ہونے کی کراہت کو نماز کی طرف ساری بتایا اگرچہ تشبّہ عبادت نہ ہو،

حیث قال لوکانت الصورۃ خلفہ او تحت رجلیہ ففی شرح عتاب لاتکرہ الصلٰوۃ ولکن تکرہ کراھۃ جعل الصورۃ فی البیت للحدیث ان الملئکۃ لاتدخل بیتا فیہ کلب اوصورۃ الا	چنانچہ فتح القدیر نے فرمایا اگر تصویر پس پشت ہو یا اس کے دونوں پاؤں کے نیچے پڑی ہو تو شرح عتاب میں فرمایا کہ اس صورت میں نماز مکروہ نہ ہوگی لیکن تصویر کا گھر میں رکھنا مکروہ ہے اس حدیث کی بناء پر کہ "اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو"۔مگر

[1] تبیین الحقائق کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/ ۱۶۶

[2] الہدایۃ کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/ ۱۲۲

[3] تبیین الحقائق کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/ ۱۶۷

ان هذا یقتضی کراهة کونها فی بساط مفروش وعدم الکراهة اذاکانت خلفه وصریح کلامهم فی الاول خلافه وقوله(ای صاحب الهدایة)اشدها کراهة ان تکون امام المصلی الی ان قال ثم خلفه یقتضی خلاف الثانی ایضا لکن قدیقال کراهة الصلٰوة ثبت باعتبار التشبه بعبادة الوثن ولیسوا یستدبرونه ولا یوطونه فیها ففیما یفهم مماذکرنا من الهدایة (ای من الکراهة اذاکانت خلف المصلی)نظروقدیجاب بانه لابعد فی ثبوتها فی الصلٰوة باعتبار المکان کما کرهت الصلٰوة فی الحمام علی احد التعلیلین وهو کونها ماوی الشیاطین فان قیل فلم لم یقل بالکراهة ان کانت تحت القدم وماذکرت یفیده لانها فی البیت، وبه یعترض علی المصنف ایضا حیث یقول لایکره کونها	اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ اگر تصویر کسی بچھے ہوئے بچھونے پر ہو تو کراہت ہوگی لیکن اس وقت کراہۃ نہ ہوگی جبکہ تصویر اس کے پیچھے ہو۔اور درصورت اول ائمہ کرام کا صریح کلام اس کے خلاف ہے۔اور صاحب ہدایہ کا ارشاد کہ شدید تر کراہت ہوگی، اگر کوئی تصویر نمازی کے آگے ہو۔یہاں تک کہ فرمایا پھر اس سے کم درجہ کراہت ہوگی جبکہ تصویر اس کے پیچھے ہو۔اور یہ صورت ثانیہ کے خلاف کا تقاضا کرتی ہے لیکن کبھی یہ بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ نماز میں ثبوت کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں عبادت صنم سے تشبہ ہے، حالانکہ کسی صنم کے پجاری دونوں صورتوں میں نہ تو اس سے پیٹھ پھیرتے ہیں نہ ہی اسے پامال کرتے ہیں لیکن جو کچھ ہم نے ہدایہ سے ذکر فرمایا اس سے تو یہی مفہوم ہوتا ہے کہ اگر تصویر نمازی کے پیچھے ہو تو بھی کراہت ہوگی۔لہٰذا اس قول میں نظر اور اشکال ہے۔لیکن کبھی یہ جواب دیا جاتا ہے کہ بحیثیت مکان کراہت نماز کے ثبوت میں کوئی بعد نہیں۔جیسا کہ ایک تعلیل کے مطابق حمام میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اس لئے کہ وہ شیاطین کا ٹھکانا (اور مرکز) ہے۔اگر کہا جائے کہ یہ کیوں نہ کہا گیا کہ اگر تصویر پاؤں میں پڑی ہو تو بھی کراہت ہوگی، حالانکہ جو کچھ بیان فرمایا گیا اس سے تو یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے، اس لئے کہ تصویر گھر میں موجود ہے، باوجودیکہ اس سے

فی وسادۃ ملقاۃ فالجواب لایکرہ جعلھا فی المکان کذٰلك لیتعدی الی الصلٰوۃ وحدیث جبریل مخصوص بذٰلك[1] اھملخصاً۔	مصنف علیہ الرحمۃ پر اعتراض کیا جاسکتا ہے اس لئے کہ وہ فرما رہے ہیں کہ اگر پڑے ہوئے گدے میں تصویر ہو تو کراہت نہ ہوگی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ مکان میں بایں طور تصویر رکھنا مکروہ نہیں تاکہ نماز کی طرف تعدیہ ہو۔اور حدیث جبریل اس سے مخصوص ہے اھ ملخصًا (ت)

ان کے تلمیذ محقق ابن امیر الحاج نے حلیہ میں صرف امتناع ملٰئکہ کے علت ہونے کا استظہار اور تشبہ پر مدار سے انکار فرمایا، ہاں اسے موجب زیادت کراہت بتایا،

وھذا نصہ فان قیل ان کانت العلۃ فی الکراھۃ کون المحل الذی تقع فیہ الصلٰوۃ لاتدخلہ الملٰئکۃ حینئذ لان شر البقاع بقعۃ لاتدخلہ الملٰئکۃ فینبغی ان تکرہ الصلٰوۃ فی بیت فیہ الصورۃ سواء کانت مھانۃ اوغیر مھانۃ فان ظاھر نص الصحیحین عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتدخل الملٰئکۃ بیتا فیہ کلب ولاصورۃ یقتضی انہ لاتدخل الملٰئکۃ ھذا البیت ایضا(ای مافیہ الصورۃ مھانۃ)لان النکرۃ فی سیاق النفی عامۃ غایۃ الامر ان کراھۃ الصلٰوۃ فیھا	چنانچہ محقق موصوف کی یہ تصریح ہے، اگر کہا جائے کہ کراہت کی علت گھر میں فرشتوں کا داخل نہ ہونا ہے تو جس گھر میں تصویر موجود ہو وہاں نماز مکروہ ہو وہ تصویر خواہ تذلیل کی صورت میں ہو یا غیر تذلیل کی صورت میں ہو، کیونکہ بخاری اور مسلم کی ظاہر نص یہی چاہتی ہے کہ اس گھر میں فرشتے داخل نہ ہوں گے جس میں تصویر بصورت تذلیل ہی رکھی ہو کیونکہ نکرہ سیاق نفی میں عام ہوتا ہے، اور نص جو حضور اکرم (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) سے مروی ہے وہ یہ ہے کہ اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے کہ جس میں کتا یا تصویر موجود ہو۔ (نکرہ سیاق نفی میں عام ہوتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث پاک میں لفظ "بیتا" نکرہ ہے جس کا معنی "کوئی گھر" ہے اور یہ "لاتدخلہ" جو جملہ منفیہ ہے اس کے تحت داخل ہے یعنی فرشتے

[1] فتح القدیر کتاب الصلٰوۃ باب یفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیھا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۶۲

اذا کانت الصورۃ فی موضع سجودہ اوامامہ اوفوقہ اشد وان کانت العلۃ فی الکراھۃ التشبہ بعبادۃ الصورۃ فلاتکرہ اذالم تکن امامہ ولافوق راسہ لان التشبہ لایظھر الااذاکان علی احد ھٰذین الوجھین فالجواب ان الذی یظھر ان العلۃ ھی الامر الاول واما الباقی فعلاوۃ تفید اشدیۃ الکراھۃ غیر ان عموم النص المذکور مخصوص باخراج ماتقدم اخراجہ من الکراھۃ[1] اھملخصًا۔	کسی ایسے گھر میں نہیں جاتے جہاں کسی بھی حالت میں تصویر موجود ہو۔ مترجم) انتہائی امر یہ ہے کہ نماز میں اس صورت میں شدید تر کراہت ہوگی جبکہ تصویر محل سجدہ میں ہو یا نمازی کے آگے یااس کے اوپر، اور اگر کراہت کی علت عبادت تصویر سے تشبہ ہو تو اگر تصویر نمازی کے آگے یااس کے سرکے اوپر نہ ہو تو کراہت نہ ہوگی کیونکہ تشبّہ صرف ان دو صورتوں میں ظاہر ہوتاہے۔ جواب یہ ہے کہ جوکچھ ظاہر ہوتاہے وہ یہ ہے کہ علت صرف پہلاامر ہے اور اس کے علاوہ جوکچھ باقی ہے وہ شدید تر کراہت کافائدہ دیتاہے۔ علاوہ یہ کہ نص مذکور کاعموم، مخصوص منہ البعض ہے کہ اس سے وہ کراہت خارج کردی گئی کہ جس کے اخراج کا ذکر پہلے آگیاہے اھ ملخصًا (ت)

اسی بناپر صور صغار سے نفی کراہت کی دلیل کہ ہدایہ وکافی وتبیین وعامہ مشائخ کرام نے افادہ فرمائی اور ان کے شیخ محقق علی الاطلاق نے اس پر تقریر کی، اعتراض فرمادیا،

فقال اما عدم الکراھۃ اذاکانت الصورۃ صغیرۃ لا تظھر للناظر علی بعد فقالوا لانھا لاتعبد والکراھۃ انماکانت باعتبار شبہ العبادۃ[2] وقد عرفت مافی ھذا۔	محقق ابن ہمام نے فرمایا، رہی یہ بات کہ کراہت نہ ہوگی جبکہ تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ دیکھنے والے کے لئے دور سے واضح اور نمایاں نہ ہوتوائمہ فقہ نے عدم کراہت کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اس قدر چھوٹی تصویر کی عبادت نہیں کی جاتی، اور تحقق کراہت باعتبار شبہ عبادت ہے، بلاشبہہ اس میں جو نقص ہے آپ اسے پہچان گئے (ت)

صاحب بحر نے بحر میں ان کی تبعیت کی بلکہ ان کے استظہار پر جزم کیا،

فقال انمالم تکرہ الصلٰوۃ فی بیت	مصنف بحر رائق نے فرمایا، ایسے گھر میں نماز پڑھنی

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

فیه صورة مهانة مع عموم الحدیث ان الملئکة لاتدخله وهو علة الکراهة لوجود مخصص(الٰی ان قال)الا ان تکون صغیرة لان الصغار جدا لاتعبد والکراهة انما کانت باعتبار شبه العبادة کذا قالوا وقد عرفت مافیه[1] اھ قال فی منحة الخالق مافیه ای ان العلة لیست التشبه بل عدم دخول الملئکة علیهم السلام[2] اھ **اقول**:کل کلامه ھٰهنا ماخوذ عن الحلیة و ان لم یعزالیها ولم یقدم ماقدم هو لنفی علیة التشبه من لزوم ان لاتکرہ اذا لم تکن امامه ولا فوقه فلم یستقم له قوله قد عرفت مافیه۔	مکروہ نہیں کہ جس میں تصویر کی تذلیل ہو باوجود عموم حدیث کہ تصویر والے گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے،اور ان کا غیر دخول کراہت کے لئے علت ہے باوجودیکہ اس کا مخصص موجود ہے،یہاں تک کہ فرمایا،مگر یہ کہ تصویر چھوٹی ہو،کیونکہ بلاشبہہ چھوٹی تصویروں کی عبادت نہیں ہوتی،اور کراہت باعتبار شبہ عبادت ہے،ائمہ کرام نے یونہی ذکر فرمایا۔ اور تمہیں معلوم ہے جوکچھ اس میں کمزوری ہے اھ،منحۃ الخالق میں فرمایا جوکچھ اس میں ہے(مافیہ)یعنی علت محض تشبّہ نہیں بلکہ ملائکہ کرام علیہم السلام کاوہاں عدم دخول ہے اھ **اقول**:(میں کہتاہوں)یہاں ان کاسارا کلام الحلیہ سے ماخوذ ہے اگرچہ اس کی طرف نسبت نہیں کی اور مقدم نہیں کیا (یعنی پہلے ذکر نہیں کیا)جوکچھ اس نے مقدم کیاتھا"علیۃ"تشبّہ کی نفی کے لئے بوجہ اس لزوم کے کہ نماز مکروہ نہیں ہوتی جبکہ تصویر آگے اور اوپر نہ ہو۔لہٰذا اس کا یہ کہنا کہ قد عرفت مافیہ ٹھیک اور مستقیم نہیں۔(ت)

پھر محقق حلبی نے اثنائے کلام میں دوعلت باقی اعنی تشبّہ وتعظیم کی طرف بھی میل فرمایا یہاں تک کہ صورت تشبّہ وشبہہ تعظیم کو موجب ٹھہرایا،اور بحر نے بدستور اتباع کیا،

وهذا نص الحلیة بعد ماقدمنا عنها وذکر الاحادیث المخصصة،قال نعم علی هذا یقال ینبغی ان لاتکرہ الصلٰوة علی بساط فیه صورة وان کانت فی	حلیہ کی یہ تصریح،اس کے بعد سے جوکچھ ہم اس کے حوالہ سے پہلے بیان کرآئے ہیں اور بعد ذکرفرمانے احادیث مخصصہ کے فرمایا چنانچہ اس نے کہاکہ ہاں اس روش پر یہ کہاجاسکتاہے کہ پھر تومناسب ہے کہ نماز ایسے بچھونے پر

[1] بحرالرائق کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۸،۲۷

[2] منحۃ الخالق علی البحرالرائق باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۸،۲۷

موضع السجود لان ذٰلك ليس بمانع من دخول الملئكة كما افادته هذه النصوص[1]. فان قلت الكراهة فی هذه الصورة انما هی معللة بالتشبه بعبادة الاصنام لاغير قلت يمكن ان يقال وجود التشبه المذكور فی هذه الصورة ممنوع فان عباد التماثيل والصور لا يسجدون عليها وانما ينصبونها ويتوجهون اليها بل الذی ينبغی ان يكره علی هذا ماذا كانت الصورة امامه لافی موضع سجوده اللهم الا ان يقال انها اذا كانت امامه فی موضع سجوده تكون فی الصلٰوة صورة الشبه بالعبادة لها فی حالة القيام والركوع ثم فی حالة السجود عليها ان لم يوجد التشبه بعبادتها فهو لايعری عن نوع شبه بتعظيم الصور لان ذٰلك يشبه فی صورة الخضوع لها وتقبيلها ولاباس بهذا التوجيه وان لم يذكروه۔	مکروہ نہ ہو کہ جس میں تصویر ہوا گرچہ وہ جائے سجدہ میں ہو کیونکہ یہ دخول ملائکہ سے مانع نہیں جیسا کہ ان نصوص نے افادہ بخشا۔ اگر کہا جائے کہ اس صورت میں کراہت معللہ کی علت صرف تشبہ عبادت اصنام ہے اور کچھ نہیں۔ **میں کہتا ہوں** ممکن ہے یہ کہا جائے کہ اس صورت میں "تشبہ" مذکور کا پایا جانا ممنوع (غیر مسلم) ہے اس لئے کہ مورتیوں اور تصویروں کے پجاری ان پر سجدہ نہیں کرتے بلکہ انہیں کھڑا کرکے ان کی طرف متوجہ رہتے ہیں بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس صورت میں کراہت اس وقت ہو کہ جب تصویر اس کے آگے ہونہ کہ اس کے محل سجدہ میں ہو۔ اے اللہ! تیری ہی نصرت سے یہ کہا جائے کہ جب تصویر اس کے آگے اس کی جائے سجدہ میں ہوتو پھر نماز میں بحالت قیام اور رکوع تشبہ عبادت صورتًا پایا جائے گا، پھر تصویر پر سجدہ کرنے کی صورت میں اگرچہ تصویر کے لئے تشبہ عبادت نہ پایا جائے گا تاہم یہ حال اس سے خالی نہ ہوگا کہ اس میں تعظیم تصویر کا ایک نوع شبہ ہوگا، کیونکہ یہ صورت تصویر کے لئے عاجزی اور اس کی بوسہ زنی کے مشابہ ہوگی اور اس توجیہ کے ذکر کرنے میں کچھ حرج نہیں اگرچہ ائمہ کرام نے اسے ذکر نہیں فرمایا۔ (ت)

علامہ شامی نے تشبّہ و تعظیم دو علتیں رکھیں اور امتناع ملائکہ سے تعلیل کو نامناسب ٹھہرایا

[1] حلية المحلی شرح منية المصلی

اولاً باتباع ہدایہ وغیرہا فرمایا:

علة کراھة الصلٰوۃ بھا التشبه[1]۔	تصویر کے ساتھ نماز پڑھنے کی کراہت کی علت تشبہ عبادت ہے (ت)

پھر چند قول کے بعد لکھا:

قد ظھر من ھذا ان علة الکراھة فی المسائل کلھا اما التعظیم او التشبه علی خلاف مایاتی[2]۔	اس سے یہ ظاہر اور واضح ہوا کہ ان تمام مسائل میں کراہت کی علت دو چیزوں میں سے ایک چیز ہے۔ **(۱)** تعظیم **(۲)** یا تشبہ عبادت۔ اس کے خلاف ہے جو کچھ آگے آئے گا۔ (ت)

پھر ایک صفحہ کے بعد کلام مذکور حلیہ و بحر تلخیص کرکے فرمایا:

اقول: الذی یظھر من کلامھم ان العلة اما التعظیم او التشبه کما قدمناہ والتعظیم اعم کما لوکانت عن یمینه او یسارہ او موضع سجود فانه لاتشبه فیھا بل فیھا تعظیم، وماکان فیه تعظیم وتشبه فھو اشد کراھة، وخبر جبریل علیه الصلٰوۃ والسلام معلول بالتعظیم بدلیل الحدیث الاٰخر وغیرہ فعدم دخول الملئکة انما ھو حیث کانت الصورۃ معظمة وتعلیل کراھة الصلٰوۃ	**میں کہتا ہوں** جو کچھ ان کے (ائمہ کرام کے) کلام سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کراہت کی علت تعظیم یا تشبّہ ہے، جیسا کہ ہم نے اس کو پہلے بیان کردیا ہے، اور تعظیم زیادہ عام ہے جیسا کہ اگر تصویر اس کی دائیں یا بائیں طرف ہو یا اس کے محل سجدہ میں ہو (تو تعظیم پائی جائے گی) کیونکہ ان صورتوں میں تشبہ عبادت نہیں بلکہ ان میں صرف تعظیم ہے، لیکن جس صورت میں تعظیم اور تشبہ دونوں ہوں تو پھر اس میں شدید تر کراہت ہوگی، اور حضرت جبریل علیہ السلام کی خبر معلول بالتعظیم ہے اس کی دلیل دوسری حدیث وغیرہ ہے اور فرشتوں کا داخل نہ ہونا وہاں ہے جہاں تصویر تعظیم سے رکھی ہو، اور نماز کے مکروہ ہونے کی تعلیل تعظیم کو

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیھا دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۵

[2] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیھا دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۵

بالتعظیم اولٰی من التعلیل بعدم الدخول لان التعظیم قدیکون عارضا لان الصورۃ اذا کانت علی بساط مفروش تکون مھانۃ لاتمنع من الدخول ومع ھذا لوصلی علی ذٰلك البساط وسجد علیھا تکرہ لان فعلہ ذٰلك تعظیم لھا والظاھر ان الملٰئکۃ لاتمنع من الدخول بذٰلك الفعل العارض[1]۔	قرار دینا عدم دخول ملائکہ کو تعلیل قرار دینے سے کہیں بہتر ہے کیونکہ تعظیم کبھی عارضی ہوتی ہے مثلاً تصویر کسی بچھے ہوئے بچھونے پر تذلیل سے پڑی ہو تو پھر یہ دخول ملائکہ سے مانع نہ ہوگی۔ اس کے باوجود اگر اس بچھونے پر نماز پڑھے اور اس تصویر پر سجدہ کرے تو کراہت ہوگی، کیونکہ اس کا یہ فعل تصویر کی تعظیم ہے، اور ظاہر ہے کہ اس عارضی فعل کی وجہ سے فرشتے وہاں جانے سے نہیں رکتے۔ (ت)

عجب یہ کہ علامہ قوام کاکی نے درایہ میں بعض صورتیں تعظیم وتشبہ دونوں منتفی مان کر کراہت ثابت مانی۔ درمختار میں ہے:

اختلف فیما اذاکان التمثال خلفہ والاظھر الکراھۃ[2]۔	اس میں اختلاف کیا گیا جبکہ تصویر پیٹھ پیچھے ہو، زیادہ ظاہر یہ ہے کہ کراہت ہوگی الخ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لکنھا فیہ ایسر لانہ لاتعظیم فیہ ولاتشبہ معراج[3]۔	لیکن کراہت اس میں زیادہ آسان ہے کیونکہ اس میں نہ تو تعظیم ہے اور نہ تشبہ ہے، معراج۔ (ت)

علامہ شامی نے اس نفی کی یہ توجیہ کی:

قلت وکان عدم التعظیم فی التی خلفہ وان کانت علی حائط اوستران فی استدبارھا استھانۃ لھا فیعارض ما فی تعلیقھا من التعظیم بخلاف ماعلی بساط مفروش ولم یسجد علیھا فانھا مستھانۃ	**میں کہتا ہوں** اگر تصویر پیٹھ پیچھے ہو تو گویا اس کی کوئی تعظیم نہیں اگرچہ دیوار یا پردے پر ہو اس لئے کہ اسے پیٹھ پیچھے رکھنے میں اس کی توہین وتذلیل ہے، اور تصویر لٹکانے میں جو اس کی تعظیم ہے وہ اس کے معارض ہے۔ بخلاف اس صورت کے تصویر بچھائے گئے بچھونے پر ہو لیکن اس پر سجدہ نہ کرے پھر وہ توبہر وجہ

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۶

[2] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۲

[3] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۵

من کل وجہ[1]۔	ذلیل وخوار ہے۔(ت)

اقول: (میں کہتاہوں) اور عجب تر یہ کہ باوصف انتفائے وصفین اثبات کراہت کی یہ توجیہ فرما کر اس کے متصل ہی وہ لکھا کہ:

قدظھر من ھذا ان علۃ الکراھۃ فی المسائل کلھا التعظیم اوالتشبہ وھل ھوالاتفریع علی النقض[2]۔	اس میں اختلاف کیاگیاجبکہ تصویرپیٹھ پیچھے ہو (کہ اس کاحکم کیاہے) پس زیادہ ظاہر یہ ہے کہ کراہۃ ہوگی بیشک اس سے واضح ہواکہ ان مسائل میں کراہت کی علت تعظیم یاتشبہ ہے، اور یہ تونہیں مگر تفریع بر نقض۔(ت)

یہ ہیں بظاہر سات رنگ کے اقوال **وانا اقول: وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق** (اور میں کہتاہوں اللہ ہی کی طرف سے توفیق ہے اور اسی سے ہے تحقیق کی بلندیوں تک پہنچنا۔ت) افادات مشائخ کرام کہ ہدایہ واتباع ہدایہ میں مذکور ہوئے ضرور حق و صحیح، اور ہر غبار سے پاک و نجیح ہیں بیشک سواتشبہ کے کچھ علت نہیں، اور بیشک تعظیم علت ہے، اور بیشک امتناع ملائکہ علت ہے، متاخرین کے اختلافات وترددات کامنشاان امور ثلٰثہ میں تفارق سمجھنا ہے حالانکہ ان میں باہم تلازم ہے تشبہ عبادت بے تعظیم ناممکن ہوناتوبدیہی کہ عبادت غایت تعظیم ہے جہاں اصلاً کسی طرح شائبہ تعظیم نہ ہو وہاں شبہ عبادت کیا معنی، ولہذا اگر بساط مفروش میں تصویر ہو اور وہ بساط جانماز نہ ہو نہ مصلی تصویر پر سجدہ کرے تو ہمارے ائمہ کے اجماع سے اصلاً کراہت نہیں کہ اب کوئی وجہ تعظیم نہ پائی گئی توتشبہ عبادت کہ یہی علت تھا متحقق نہ ہوا **کماتقدم من الکتب الثلثۃ ومثلہ فی سائرھن** (جیساکہ تین کتابوں کے حوالے گزرچکے اور باقی کتابوں میں بھی اسی طرح ہے۔ت) یوہیں تعظیم تصویر تشبہ عبادت کومستلزم کہ تعظیم دونوں کوجامع ہے جب اس کادرجہ اعلٰی عبادت ہے ادنٰی میں اس سے مشابہت ہے **اقول:** (میں کہتا ہوں) یہ اس لئے کہ تصویر کوکوئی علاقہ رب عزوجل سے نہیں اور حقیقی مستحق ہر تعظیم وہی حقیقی جلیل عظیم عزجلالہ ہے معظمان دینی کی تعظیم اس کی طرف نسبت وعلاقہ سے ہے وہ غایت عظمت میں ہے تو غایت تعظم اعنی عبادت اسی کے لائق، دوسرے کہ اس سے منتسب ہیں، اپنی اپنی نسبتوں کے قدر اس کے حکم سے دیگر معظمات نازلہ کے مستحق، تو یہ تعظیمیں "اعطاء کل ذی حق حقّہ" کے قبیل سے ہوئیں بلکہ حقیقۃً اسی کی تعظیم ہیں، ولہذا حضور سید العالمین اعظم المعظمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبۃ	بوڑھے مسلمان اور سنی عالم اور عادل بادشاہ کی

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیھا داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۵

[2] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیھا داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۵

المسلم وحامل القراٰن غیرالغالی فیه والجافی عنه واکرام السلطان المقسط رواه ابوداؤد[1] بسند حسن عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنه۔	تعظیمیں اللہ ہی کی تعظیم ہیں (امام ابوداؤد نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت فرمایا ہے۔ت)

مگر جس وجہ کو اس عظیم حقیقی سے علاقہ نہیں وہ اصلًا لائق تعظیم نہیں اور اب جو اس کی ذرا بھی تعظیم کی جائے گی استقلال کی بودے گی کہ علاقہ تبعیت منتفی ہے لاجرم تشبہ عبادت سے مفر نہ ہوگا، ولہذا امام علام فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر میں فرمایا:

امساك الصورة علی سبیل التعظیم ظاهرا مکروه لان ذٰلك یشبه عبادة الصنم اھ نقله عنه فی الحلیة[2]۔	برملا بطور تعظیم کسی تصویر کو اٹھانا مکروہ ہے کیونکہ اس میں عبادت صنم سے مشابہت ہے اھ "الحلیہ" میں اس کو اسی راوی (ابوموسٰی اشعری) سے نقل کیا ہے۔(ت)

یوہیں امتناع ملائکہ اسی گھر میں جانے سے ہوگا جہاں تصویر بروجہ تعظیم رکھی ہو ورنہ ہرگز نہیں، حدیث مذکور ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی اس میں نص صریح ہے، امین الوحی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے نہ حاضر ہونے کی وجہ یہ عرض کی کہ پردہ پر تصویریں منقوش تھیں اور اس کاعلاج یہ گزارش کیا کہ اسے کاٹ کر دو مسندیں بنائی جائیں کہ زمین پر ڈالی اور پاؤں سے روندی جائیں، اگر اس کے بعد بھی امتناع باقی رہتا توعلاج کیا ہوا،

فانتفی قول العتابی فیما کانت تحت قدمیه انها تکره کراهة جعلها فی البیوت لاجل الحدیث وقد تقدم عن الفتح انه خلاف صریح کلامهم **اقول:** بل خلاف صریح کلام	لہٰذا علامہ عتابی کا قول منفی اور زائل ہوگیا کہ اگر تصویر قدموں میں پڑی ہو تو پھر بھی کراہت ہوگی کہ وہ گھر میں موجود ہے اور ایسا حدیث کی وجہ سے ہے، اور فتح القدیر کے حوالہ سے پہلے بیان ہوچکا کہ بات کلام ائمہ کرام کے بالکل صریح خلاف ہے **اقول:** (میں کہتاہوں)

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی تنزیل الناس منازلهم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۹

[2] حلیة المحلی شرح منیة المصلی

محرر المذھب محمد حیث قال فی مؤطاہ بعد ماروی حدیثا فی المعنی وبھذا ناخذ ماکان فیہ من تصاویر من بساط یبسط اوفراش یفرش اووسادۃ فلاباس بذٰلك انما یکرہ من ذٰلك فی الستر وماینصب نصبا وھو قول ابی حنیفۃ والعامۃ من فقھائنا[1] اھ وقد روی الطبرانی فی الاوسط عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ رخص فیما کان یوطأ وکرہ ماکان منصوبا[2]۔	(یہی نہیں) بلکہ یہ محرر مذہب (مذہب کو قلمبند کرنے والا) امام محمد کے کلام کے بھی صریح خلاف ہے جیسا کہ امام محمد نے اپنی موطامیں ارشاد فرمایا، بعد روایت کرنے حدیث کے اس معنی میں، یہی وجہ ہے کہ ہم اسی کواختیار کرتے ہیں کہ جس بچھائے ہوئے بچھونے پر تصویریں ہوں یا بچھائے گئے فرش یا تکیے میں ہوں توان میں کچھ حرج نہیں، ہاں اگر پردے پر نقش ہوں یا کسی کھڑی کی ہوئی چیز میں ہو تو ضرور کراہت ہوگی اور یہی امام ابوحنیفہ اور ہمارے عام فقہائے کرام کاارشاد ہے اھ اور امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے نبی مکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرمائی کہ جو تصویر پامال اور ذلیل شدہ ہو آپ نے اس کی رخصت اوراجازت دی، اور جو استادہ اور بحالت قیام ہو اسے ناپسند فرمایا۔(ت)

ردالمحتار میں ٹھیک کہا کہ:

عدم دخول الملئکۃ انما ھو حیث کانت الصورۃ معظمۃ[3]۔	فرشتوں کا کسی گھر میں داخل نہ ہونا اس وقت ہے جبکہ تصویر عظمت سے رکھی ہو۔(ت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

قال الخطابی انما لاتدخل	علامہ خطابی نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں

[1] مؤطا الامام محمد باب التصاویر والجرس ومایکرہ منہا آفتاب عالم پریس لاہور ص ۳۸۲

[2] المعجم الاوسط حدیث ۵۶۹۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/ ۳۲۹

[3] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۶

الملئکة بیتاً فیه کلب اوصورة ممایحرم اقتناؤه من الکلاب والصور واما مالیس بحرام من کلب الصید و الزرع والماشیة ومن الصورة التی تمتهن فی البساط و الوسادة وغیرهما فلایمنع دخول الملئکة بیته۔قال النووی والاظهر انه عام فی کل کلب وصورة وانهم یمتنعون من الجمیع لاطلاق الاحادیث ولان الجرو الذی کان فی بیت النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم تحت السریر کان له فیه عذر ظاهر لانه لم یعلم به، ومع هذا امتنع جبریل علیه الصلٰوة والسلام من دخول البیت وعلله بالجرو[1] اھ مانقله القاری مقرا علیه۔ اقول: ماقاله الامام النووی رحمه الله تعالٰی ورحمنا به محتمل فی الکلب علی نزاع ظاهر	نہیں داخل ہوتے کہ جس میں ایسا کتا یا ایسی تصویر ہو ان کتوں یا ان تصویروں میں سے کہ جن کا محفوظ رکھنا حرام ہے۔لیکن جس کتے اور تصویر کا محفوظ رکھنا حرام نہیں مثلاً شکاری کتا یا کھیتی باڑی اور مال مویشی کی حفاظت کے لئے کتا رکھنا، یا وہ تصویر جو توہین وتذلیل کی صورت میں بچھونے اور تکیے وغیرہ پر ہو (اور ایسی تصویر کا رکھنا حرام نہیں) لہٰذا یہ فرشتوں کو گھر میں داخل ہونے سے نہیں روکتی۔امام نووی نے فرمایا: زیادہ ظاہر یہ ہے کہ حکم مذکور عام ہے ہر کتے اور ہر تصویر کو شامل ہے لہٰذا فرشتے ان سب وجہوں سے جانے سے رک جاتے ہیں اس لئے کہ احادیث وارده میں اطلاق ہے (یعنی ان میں کوئی قید مذکور نہیں) اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جو بچہ سگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاشانہ اقدس میں تھا وہ تخت کے نیچے روپوش تھا اور اس میں حضور پاک کے لئے ایک واضح عذر تھا کیونکہ آپ کو اس کی پوری تفصیل معلوم نہ تھی (اور اس کی وجہ آپ کی توجہ تھی) پس اس کے باوجود حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام گھر میں داخل ہونے سے رک گئے، اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ گھر میں بچہ سگ موجود ہے اھ جو حضرت ملا علی قاری نے اقرار کرتے ہوئے نقل فرمائی۔ **اقول:**

[1] مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب اللباس تحت حدیث ۴۴۸۹ /۸ ۲۶۵و۲۶۶

فیما استدل له به وان تبعه فیه الشیخ فی اشعة اللمعات ورجع اخرا الی استثناء کلب یحل اقتناؤه و ذٰلك لانه کم من فرق بین مارخصه الشرع لحاجة و بین ماوقع من غیرالمرخص بدون علم وما مثله الا کنجاسة معفوة شرعا واخری کثیرة صلی معها من دون علم بها.اما ماذکر فی الصورة فلایصرح حدیث جبریل المذکور،وایضا اخرج البخاری والامام احمد عن ام المؤمنین انها کانت اتخذت علی سهوة لها سترافیه تماثیل فهتکه النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قالت فاتخذت منه نمرقتین فکانتا فی البیت نجلس علیهما[1] زاد احمد ولقد رأیته متکئا علی احدٰهما	(میں کہتاہوں)جوکچھ امام نووی نے ارشاد فرمایا(اللہ تعالٰی ان پر رحمت برسائے اوران کے طفیل ہم پر بھی رحمت کانزول فرمائے)کتے میں واضح نزاع کی وجہ سے اس کااحتمال ہے کہ جس سے موصوف نے استدلال کیاہے اگرچہ شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی اس مسئلہ میں ان کا ساتھ دیاہے،اورآخرمیں اس کتے کااستثناء فرمایاکہ جس کی حفاظت کرنا شرعًا حلال اور جائز ہے،یہ اس لئے کہ بڑا فرق ہے اس کے درمیان کہ جس کی کسی ضرورت سے شریعت نے اجازت اور رخصت دی اور اس کے درمیان کہ بغیر رخصت دیئے بغیر علم واقع ہوا۔اور اس کی مثال نہیں مگراس مقدارنجاست کی طرح جوشرعًا معاف ہے۔ اور دوسری مقدارعفو سے بہت زیادہ ہے کہ بغیرعلم اس کے ساتھ کسی شخص نے نماز پڑھی۔لیکن جوکچھ تصویر (صورۃ)کے بارے میں ذکرکیاگیاہے توذکرکردہ حدیث جبریل اس کی کوئی تصریح نہیں کرتی،نیز بخاری اور امام احمد نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کے حوالے سے اس کی تخریج فرمائی کہ مائی صاحبہ نے طاق پر ایک پردہ لٹکایا جس میں نقشی تصویریں تھیں،توحضوراکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

[1] صحیح البخاری کتاب المظالم والقصاص باب ھل تکسر الدنان التی فیھا الخمر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۳۷

وفیھاصورۃ[1] اھ ۔وماکان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیترك فی البیت شیئا یمنع دخول جبریل علیہ الصلٰوۃ والتسلیم بل فی حدیثھا رضی اللہ تعالٰی عنھا عند الطحاوی قالت اشتریت نمرقۃ فیھا تصاویر فلما دخل علیّ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فراٰھا تغیر ثم قال یاعائشۃ ماھٰذہ فقلت نمرقۃ اشتریتھا لك تقعد علیھا قال انا لاندخل بیتا فیہ تصاویر[2]۔فالحق ان الامتناع مختص بغیر المھانۃ۔واللہ تعالٰی اعلم۔	نے اسے پھاڑ ڈالا،مائی صاحبہ نے فرمایا: پھر میں نے اس کے دو چھوٹے تکیے بناڈالے،وہ گھر میں رکھے ہوتے،اور ہم اہل خانہ ان پر بیٹھتے(یعنی ان سے ٹیک لگا کر بیٹھتے)امام احمد نے اس پر اتنا اضافہ کیا،بلاشبہہ میں نے حضور پاک کو دیکھا کہ آپ ان دونوں میں سے ایک پر ٹیک لگا کر تشریف فرماہوتے جبکہ اس پر تصویر تھی اھ،حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ہر گزیہ شان نہیں کہ گھر میں کوئی ایسی چیز چھوڑدیتے جو حضرت جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام کو گھر میں داخل ہونے سے روک رکھتی،بلکہ امام طحاوی کے نزدیک مائی صاحبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی روایت کچھ اس طرح ہے،فرمایا: میں نے ایک تکیہ خریدا جس میں نقشی تصویریں تھیں پھر جب حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اور اسے دیکھا تو چہرہ اقدس کا رنگ تبدیل ہوگیا اور ارشاد فرمایا: (اے عائشہ!) یہ کیا ہے؟ میں عرض کی ایک چھوٹا سا تکیہ ہے جو میں نے آپ کی خاطر خریدا ہے،کہ اس سے آپ سہارا لگائیں گے،ارشاد فرمایا: ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے کہ جس میں تصویریں ہوں۔حق یہ ہے امتناع اُن تصویروں سے مختص ہے جو بغیر تذلیل وتوہین باعزت طریقے سے رکھی ہوں۔واللہ تعالٰی اعلم

توظاہر ہوا کہ تینوں علتیں متلازم ہیں اور تینوں سے تعلیل صحیح ہے اور ان میں سے ہر ایک میں حصر بھی کرسکتے ہیں،اور مغز تحقیق یہ ہے کہ اصل علت تعظیم ہے تعظیم ہی سے تشبہ پیدا ہوتا ہے اور تعظیم ہی سے ملائکہ رحمت نہیں آتے،ولہٰذا اہانت کی صورتیں جائز رکھی گئیں کہ فرش

[1] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۲۴۷

[2] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب الصور تکون فی الثیاب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۰۰

میں ہوں جن پر بیٹھیں، کھڑے ہوں، پاؤں رکھیں، یہ تقریر کلام مشائخ ہے **وللہ الحمد**۔

ثم اقول: (پھر میں کہتاہوں۔ت) جبکہ ہر تعظیم تشبّہ عبادت صورت ہے اور ہر تشبّہ عبادت ملائکہ کے لئے قطعًا موجب نفرت، توعارض ولازم میں تفرقہ محض بے اصل، تعلیق ونصب میں بھی تعظیم اسی فعل سے عارض ہوئی نہ کہ نفس ذات صورت کو لازم تھی توبساط مفروش میں جب تصاویر کو موضع سجود میں رکھ کر ان پر سجدہ کیاجائے گا بعینہٖ انہیں معلق ومنصوب کرنے کے مثل ہوگااور اس وقت دخول ملٰئکہ کو منع کرے گاکہ ان کاامتناع بوجہ تعظیم تھااور تعظیم پائی گئی،

فمااستظهره الشامی غیر ظاهر فان فرق بان جعلها فی المفروش اهانة لها فتعارض تعظیم السجود علیها فذٰلك امراٰخر غیر کون التعظیم عارضا وستعلم مافیه بعون الله تعالٰی اما قول الحلیة ذٰلك لیس بمانع من دخول الملئکة[1] کما افادته هذه النصوص اقول:لم تفد النصوص ان مجرد جعلها فی فراش اووسادة یخرجها عن منع الملئکة بل قیدته بقوله منبوذتین توطاٰن وللنسائی فی رایة یجعل بساطا یوطأ[2]	لہٰذا علامہ شامی نے جس کوظاہر قرار دیا ہے وہ (در حقیقت) ظاہر نہیں اور اگر یہ فرق کیاجائے کہ بچھے ہوئے فرش میں کسی تصویر کاہونا (اور پیوستگی رکھنا) اس کی توہین وتذلیل ہے اور اس پر سجدہ کرنے کی وجہ سے حصول تعظیم اس کے متعارض ومتصادم ہے تویہ اور چیز ہے نہ یہ کہ تعظیم کا عارض ہوناہے اور ابھی تمہیں اللہ تعالٰی کی مدد سے معلوم ہوجائے گا جوکچھ اس میں کمزوری اور نقص ہے لیکن صاحب حلیہ کا یہ کہنا کہ یہ دخول ملائکہ سے مانع نہیں جیسا کہ ان نصوص نے افادہ دیا۔ میں اس کے متعلق گزارش کرتاہوں کہ نصوص سے یہ فائدہ حاصل نہیں ہوا کہ کس تصویر کوفرش یا تکیے میں رکھنا اسے امتناع ملائکہ سے نکال دیتاہے بلکہ نصوص نے اس کو اس قول سے مقید کیاہے کہ وہ تصویریں پھینکی ہوئی پامال شدہ ہوں (تاکہ ان کی صحیح اہانت اور تذلیل ہو) اور امام نسائی

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] سنن النسائی کتاب الزینۃ ذکر اشد الناس عذابا میر محمد کارخانہ کتب کراچی ۲/ ۳۰۱

وللطبرانی فی الاوسط رخص فیماکان یوطأ[1] فمن جعلها فی بساط ثم علقه علی الجدار کالاستار اووضعه علی الراس حرم قطعا ومنع الملئکة من الدخول،فکذا من جعلها فی بساط ثم سجد علیها وبالجملة القصد هوالاستهان ولم یحصل،الاتری الی مافی البحر عن المحیط اذاکانت علی الوسادة ان کانت قائمة یکره لانه تعظیم لها وان کانت مفروشة لایکره[2] اھ والی مافی الحلیة من شرح الجامع الصغیر للامام النووی یکره مایکون علی الوسائد الکبار(ای لانتصابه یکرها)وکذٰلك کل شیئ نصیب فیصیر تعظیما له فاما اذاکان تحقیر اله فلاباس کالبساط المفروش والوسادة الملقاة لان فی ذٰلك استهانة بالصورة[3] اھ وقدتقدم معناه عن الھدایة والکافی والتبیین۔	کی رائے میں، تصویر کسی ایسے بچھونے میں ہو کہ اسے پامال کیاجائے۔اور امام طبرانی کی "الاوسط" میں ہے۔اس تصویر کی رخصت دی گئی جو پامال کی جائے،لہٰذا جس نے تصویر کو کسی بچھونے میں رکھا،پھر پردوں کی طرح دیوار پرلٹکادیا یا اسے سرپر رکھ دیاتو یہ قطعی طور پر حرام ہےاور دخول ملائکہ سے مانع ہے اور اسی طرح جس نے اسے فرش میں رکھا اور پھراس پر سجدہ کیا۔(خلاصہ کلام) مقصود اس کی توہین وتذلیل ہے جو یہاں حاصل نہیں ہوا،کیاتم نہیں دیکھتے کہ جوکچھ بحر رائق میں بحوالہ محیط نقل کیاہے۔اگر کوئی تصویر کسی تکئے پر ہو اگروہ کھڑا ہے توکراہت ہوگی کیونکہ اس صورت میں تصویر کی تعظیم ہوگی،اور اگر وہ بچھاہواہے تو پھر کراہۃ نہ ہوگی اھ (ارے)تم وہ نہیں دیکھتے جوکچھ حلیہ شرح جامع صغیر امام نووی میں مذکور ہے.بڑے بڑے تکیوں میں جو نقشی تصویریں ہوں(ان کے استعمال میں) کراہت ہے،اس لئے کہ ان کے اونچا کرنے سے تصویریں کھڑی رہتی ہیں،اور یہ حکم ہر کھڑی چیز کاہے کیونکہ اس میں تصویر کی تعظیم ہے، لیکن جب ان کی تحقیر اور ذلت ہوتو پھر کچھ حرج نہیں جیسے بچھے ہوئے فرش اور پاؤں میں پڑے ہوئے تکئے وغیرہ، کیونکہ اس میں تصویر کی توہین وتذلیل ہے

[1] المعجم الاوسط حدیث ۵۶۹۹ مکتبة المعارف ریاض ۶/ ۳۲۹

[2] بحرالرائق کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ مایکرہ فیھا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۷

[3] حلیة المحلی شرح منیة المصلی

	(جو مقصد شریعت ہے) اھ اور اس کا مفہوم ہدایہ، کافی اور تبیین کے حوالہ سے پہلے گزر چکا ہے(ت)

ثم اقول: (پھر میں کہتا ہوں۔ت) تصویر کہ مصلی کے پس پشت ہو اسی حالت میں مکروہ ہے کہ منصوب یا معلق یا دیوار پر منقوش یا چسپاں یا آئینہ میں لگی ہو اور یہ قطعًا تعظیم ہے،

فانتفی قول المعراج، لاتعظیم فیه ولاتشبه کما تقدم ولیت شعری اذا انتفیا فما الموجب للکراهة فان میل الی التمسك بامتناع الملئکة قلنا اذلا تعظیم فلاامتناع۔	لہٰذا مصنف معراج الدرایہ کا قول منفی اور زائل ہوگیا کہ اس صورت میں تعظیم اور تشبہ دونوں نہیں، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، کاش میں (اس راز کو) سمجھ لیتا کہ جب تعظیم اور تشبّہ دونوں منتفی اور زائل ہیں تو پھر وجہ کراہت کیا ہے۔ اگر امتناع ملٰئکہ کے استدلال کی طرف میلان کیا جائے تو ہم کہتے ہیں جب تعظیم نہیں تو امتناع کہاں ہے(ت)

ثم اقول: شرع مطہر نے جس شے کی تعظیم حرام اور توہین واجب کی اس سے اگر ایسا برتاؤ کیجئے جس میں ایک جہت سے توہین اور دوسری جہت سے تعظیم ہو وہ حرام و ناجائز ہی ہوگا اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ تعظیم و توہین متعارض ہو کر برابر ہوگئیں۔

اذلایجتمع الحلال والحرام الاغلب الحرام واعتبر هذا لمن یقبل الوثن ویضربه بالنعل فهل یقال تکافأ التقبیل والضرب فیجوز، کلابل یحرم لانه خلط عملا صالحا واخر سیئا۔	اس لئے کہ حلال اور حرام جمع نہیں ہوتے (مگر بربنائے احتیاط) حرام غالب ہوگا۔ اور اس کا اعتبار اس شخص کے (متضاد کام سے) کیا جاسکتا ہے کہ وہ ایک طرف تو صنم کو چومتا چاٹتا ہے اور دوسری طرف دیکھئے تو اس کی حالت یہ ہے کہ وہ جوتوں سے اسے مارتا پیٹتا ہے تو پھر اس کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ بوسہ بازی اور مار پیٹ دونوں کام باہم برابر ہوگئے۔ لہٰذا یہ دونوں فعل جائز ہوگئے، ہر گز ایسا نہیں، بلکہ اس کا صنم کو بوسہ دینا حرام ہے، یہاں اس صورت میں اس نے اچھے اور برے فعل کو باہم مخلوط کر دیا ہے۔(ت)

ولہٰذا محرر المذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی ورحمنابہ (پس اس لئے مذہب کو قید تحریر میں لانے والے حضرت امام محمد، اللہ تعالی ان پر رحم و کرم فرمائے اور ان کے صدقے ہم سب پر بھی رحمت برسائے۔ت) نے کتاب الاصل میں سجادہ یعنی جانماز میں تصویر کا ہونا مطلقًا مکروہ ٹھہرایا اگرچہ تصویر پر سجدہ نہ ہو کہ جانماز معظم ہے تو اس میں تصویر ہونا تصویر کی تعظیم ہے اور یہ لحاظ نہ فرمایا کہ جانماز زمین پر بچھائی جائے گی اور زمین پر بچھانا تصویر کی توہین ہے اس پر پاؤں رکھا جائے گا اور

یہ غایت توہین ہے تو وجہ وہی ہے کہ تعظیم مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ اس کے ساتھ توہین بھی ہو جیسے معظمان دینی کی توہین مطلقاً حرام ہے اگرچہ اس کے ساتھ ہزار تعظیمیں بھی ہوں۔ ہدایہ میں ہے:

اطلق الکراھۃ فی الاصل لان المصلی معظم[1]۔	امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاصل میں کراہۃ کو مطلق رکھا اس لئے کہ جانماز ایک قابل تعظیم چیز ہے۔(ت)

عنایہ میں ہے:

معناہ ان البساط الذی اُعِد للصلٰوۃ معظم من بین سائر البسط فاذا کان فیہ صورۃ کان نوع تعظیم لھا ونحن امرنا باھانتھا فلاینبغی ان تکون فی المصلی مطلقاسجد علیھا اولم یسجد[2]۔	اس کا معنی ہے کہ جو فرش (اور قالین وغیرہ) نماز کے لئے تیار کئے گئے وہ دوسرے تمام فرشوں سے اعلی، عمدہ اور بڑے ہیں اور قابل تعظیم ہیں، پھر جب ان پر کوئی تصویر ہو تو اس کی ایک گونہ تعظیم ہوگی حالانکہ ہمیں اس کی توہین وتذلیل کرنے کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا علی الاطلاق موزوں اور مناسب نہیں کہ تصویر کسی جانماز میں موجود ہو خواہ کوئی اس پر سجدہ کرے یا سجدہ نہ کرے۔(ت)

اسی طرح تبیین وغیرہ میں ہے:

فانتفی ماوجہ بہ العلامۃ الشامی عدم التعظیم فیما اذاکانت خلفہ علی ستراوحائط، واستقر عرش التحقیق علی التلازم والعلل الثلاث وللہ الحمد۔	لہٰذا وہ کلام زائل اور منتفی ہوگیا کہ جس سے علامہ شامی نے عدم تعظیم کی توجیہ فرمائی تھی۔ اگر کوئی تصویر کسی پردے یا دیوار پر نمازی کے پس پشت ہو (تو کراہۃ نہ ہوگی) لہٰذا عرش تحقیق تینوں علتوں اور تلازم پر قرار پذیر ہوگیا، اور اللہ تعالٰی کے لئے ہی بہر نوع تعریف وتوصیف ہے(ت)

ثم اقول: وباللہ التوفیق (پھر میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ت) تشبّہ دو قسم ہے: **ایک** عام کہ مطلقاً تصویر ممنوع کو بروجہ تعظیم رکھنے سے حاصل ہوتا ہے **کماتقدم**

[1] الہدایۃ کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیھا المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/ ۱۲۲

[2] العنایۃ شرح الہدایہ علی ہامش فتح القدیر باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیھا مکتبہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۶۲

تحقیقه والتصریح به عن الامام فخر الاسلام (جیسا کہ اس کی تحقیق پہلے ہوچکی، اور امام فخر الاسلام کے حوالے سے اس کی تصریح آگئی۔ت)، **دوسرا** تشبّہ خاص کہ اس کے علاوہ نفس نماز میں مصلی کے کسی فعل یاہیأت سے ظاہر ہو مثلاً تصویر کو سامنے رکھ کر اس کی طرف افعال نماز بجالانا یہ اشد واخبث ہے یہ ضرور نفس تعظیم سے اخص ہے،

وعلیه یصدق قول الشامی ان التعظیم اعم[1] وقول الحلیة ان لیس مدار بل یوجب زیادة[2]۔	اور اس پر علامہ شامی کا یہ ارشاد کہ تعظیم زیادہ عام ہے بلاشبہہ صادق آتا ہے، اور مصنف الحلیہ کا یہ کہنا کہ یہ "مدار" نہیں بلکہ موجب زیادت ہے۔(ت)

جہاں یہ نماز میں کراہت تحریم ہوگی ورنہ مکان میں اس کا بروجہ تعظیم رکھنا توقطعاً ممنوع وگناہ ہے،

فی الحلیة والبحر وردالمحتار هذه الکراهة کراهة تحریم[3] زاد فی البحر ینبغی ان یکون حراما لا مکروها ان ثبت الاجماع اوقطعیة الدلیل لتواتره[4]۔	حلیہ، بحرالرائق اور فتاوٰی شامی میں ہے یہ کراہت تحریمی ہے۔اور بحرالرائق میں یہ اضافہ فرمایا: مناسب ہے کہ یہ بجائے مکروہ ہونے کے حرام ہو، اگر اجماع اور دلیل کا قطعی ہونا ثابت ہوجائے اس کے تواتر کی وجہ سے۔(ت)

اور اس کے سبب نماز میں کراہت تنزیہی آجائے گی۔عنایہ میں ہے:

لان تنزیه مکان الصلوٰة عما یمنع دخول الملئکة مستحب[5]۔	اس لئے کہ جائے نماز کو اپنی چیز سے بچانا جو فرشتوں کے داخل ہونے سے مانع ہو مستحب ہے(ت)

حاشیہ علامہ سعدی افندی میں ہے:

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰة باب مایفسد الصلوٰة ومایکرہ فیها داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۶

[2] حلیة المحلی شرح منیة المصلی

[3] ردالمحتار کتاب الصلوٰة باب مایفسد الصلوٰة ومایکرہ فیها داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۵

[4] بحرالرائق کتاب الصلوٰة باب مایفسد الصلوٰة ومایکرہ فیها ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۷

[5] العنایة شرح الهدایة علی ہامش فتح القدیر کتاب الصلوٰة باب مایفسد الصلوٰة ومایکرہ فیها مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۶۳

فتكون الكراهة تنزيهية[1]۔	لہٰذا یہ کراہت، کراہت تنزیہی ہوگی(ت)

یہ ہے وہ کراہت جو محقق نے مکان سے نماز کی طرف ساری مانی، ہمارے اس بیان سے ظاہر ہوا کہ مسئلہ تصاویر میں دربارہ نماز جو لفظ کرہ کتب میں ارشاد ہوا اس سے مراد کراہت تحریمی و تنزیہی سے عام ہے،

وعليه يستقيم قول الشامي، ظاهر كلام علمائنا ان مالايؤثر كراهة فى الصلوٰة لايكره ابقاؤه وقد صرح فى الفتح وغيره بأن الصورة الصغيرة لاتكره فى البيت[2] اھ والافعلة كراهة التحريم فى الصلوٰة هوا لتشبه الخاص وفى الابقاء هو التعظيم وقد اعترف انه اعم من التشبه وانتفاء الاخص لايوجب الانتفاء الاعم۔ **اقول:** وظهر لماقررنا ان السؤال الذى ذكره المحقق لم يكن وارد امن اصله فان المنتفى عندالاستدبار هوالتشبه الخاص والتنحصر الكراهة فيه **واقول:** ظهر ايضا ان الجواب الذى ابداه ليس مماابداه بل هو مفاد كلام المشائخ	اور اس پر علامہ شامی کا قول ٹھیک صادق آتا ہے کہ ہمارے علمائے کرام کاظاہر کلام یہ ہے کہ جو چیز نماز کے مکروہ ہونے میں مؤثر نہ ہو تو اس کا باقی رکھنا بھی مکروہ نہیں۔ اور فتح القدیر وغیرہ میں یہ تصریح فرمائی کہ گھر میں چھوٹی تصویر ہو تو کراہت نہ ہوگی اھ ورنہ نماز میں کراہت تحریمی کی علت تشبّہ خاص ہے اور اس کے باقی رکھنے میں تعظیم ہے، علامہ موصوف نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ تشبّہ سے تعظیم زیادہ عام ہے اور (قاعدہ یہ ہے کہ) خاص کا انتفاء عام کے انتفاء کا موجب نہیں۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں) جو کچھ ہم نے ثابت کیا اس سے یہ واضح ہوگیا کہ جس سوال کو محقق نے ذکر فرمایا وہ بالکل وارد نہیں، اس لئے کہ وقت استدبار تشبّہ خاص منتفی اور زائل ہے، اور کراہۃ اس میں منحصر نہیں **و اقول:** (اور میں کہتا ہوں) اور یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ موصوف نے جس جواب کو ظاہر قرار دیا وہ ظاہر نہیں بلکہ وہ کلام مشائخ اور ان کی تعلیل امتناع ملائکہ

[1] حاشیہ سعدی چلپی علی العنایۃ کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا داراحیاء التراث ۱/ ۳۶۳

[2] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/ ۴۳۷

وتعلیلھم بامتناع الملئکۃ۔**واقول**:ظھر ایضا ان السؤال الذی اوردالمحقق الحلبی علی مسألۃ السجود علی التصویر لم یکن من الوارد ایضا لانه ان انتفی فیه فالتشبه الخاص بل لانسلم انتفائه ایضا فان السجود علی التصویر یشبه عبادته قطعا کما نص علیه فی الکافی ولفظه السجود علیھا یشبه عبادۃ الاوثان[1] والتبیین ونصه السجود علیھا یشبه عبادتھا فیکرہ[2] فانتفی ماذکر العلامۃ الشامی ان لاتشبه فیه اقول:وظھر ایضا ان الجواب الذی ابداہ فی الحلیۃ وظن انھم لم یذکروہ کلامھم محیط به کماعلمت وللّٰه الحمد۔**اقول**:وبتحقیقنا ھذا یحصل التوفیق فی مسألتین **الاولٰی** کراھۃ الصلاۃ حیث کانت الصورۃ خلف فمن اثبت وھم الاکثرون

سے حاصل ہے۔

واقول: (اور میں کہتاہوں)اور یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ تصویر پر سجدہ کرنے کے مسئلہ پر محقق حلبی نے جو سوال اٹھایا وہ اصلاً وارد نہیں کیونکہ اس میں اگر انتفاء بھی ہو تو تشبّہ خاص کاانتفاء ہوگا بلکہ ہم اس کاانتفاء بھی تسلیم نہیں کرتے، کیونکہ تصویر پر سجدہ کرنا یقینا اس کی عبادت کے مشابہ ہے جیسا کہ ''الکافی'' میں اس کی تصریح پائی گئی چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں: کسی تصویر پر سجدہ کرناعبادت صنم کے مشابہ ہے۔اور التبیین کی تصریح یہ ہے: تصویر پر سجدہ کرنااس کی عبادت کے مشابہ ہے لہٰذا مکروہ ہے، لہٰذاعلامہ کایہ ذکر کرنا کہ اس میں کوئی تشبّہ نہیں، بلاشبہہ زائل ہوگیا۔اقول: (میں کہتا ہوں)اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ "الحلیہ" میں اس کے مصنف نے جس جواب کوظاہر کیاہے اور یہ گمان کیاکہ ائمہ کرام نے اسے ذکر نہیں فرمایا حالانکہ ان کاکلام اس جواب پر محیط ہے جیسا کہ آپ جانتے ہیں،اور اللہ تعالٰی کے لئے ہی تعریف و توصیف ہے۔**اقول:** (میں کہتاہوں) ہماری اس تحقیق سے دو مسئلوں کے درمیان موافقت (اور مطابقت) پیدا ہوگئی۔

پہلامسئلہ جہاں تصویر پس پشت ہو تو بھی نماز مکروہ ہے۔جن حضرات نے اس کو

[1] الکافی شرح الوافی

[2] تبیین الحقائق کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیھا المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/ ۱۶۷

وجعله فی التنویر الاظهر، اثبت کراهة التنزیه ومن نفی وهو الذی مشی علیه صدرالشریعة فی شرح الوقایة وجزم به فی متنه النقایة واعتمده فی الغایة کما فی التبیین والدرر والامام العتابی کما فی الفتح و تبعه ابن کمال باشافی الایضاح نفی کراهة التحریم۔ **والثانیة** الصلٰوة علی سجادة فیها تصاویر اذا لم یسجد علیها نفی الامام محمد الکراهة فی الجامع الصغیر، واثبتها فی الاصل والکل صحیح بالتوزیع ای یکره تنزیها لاتحریما والوجه فیهما وجود التشبه العام دون الخاص وذٰلك ظاهر فی الاولی، اما الثانیة فلان وضع التصویر فی المصلی تعظیم له کما سمعت وکل تعظیم له تشبه بعبادته کما علمت وکل صلٰوة کان معها التلبس بھٰذا التشبه کرهت و لاینافیها وجود الاستهانة بوجه اٰخر کما قدمنا فانتفی ماذکر ھٰهنا فی الحلیة حیث قال، قلت یلزم	ثابت کیاہے وہ اکثریت رکھتے ہیں اور "التنویر" میں اس کو زیادہ ظاہر قرار دیا تو کراہت تنزیہی کا اثبات فرمایا اور جن لوگوں نے اس کی نفی فرمائی، چنانچہ شرح وقایہ میں صدرالشریعہ نے یہی روش اختیار فرمائی اور متن "النقایہ" میں اس پر اظہار یقین کیا اور "الغایہ" میں اسی پر اعتماد کیا جیسا کہ تبیین اور درر اور امام عتابی سے منقول ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے، اور الایضاح میں ابن کمال پاشا نے بھی اس کا ساتھ دیا تو کراہت تحریمی کی نفی کی۔ **دوسرا مسئلہ:** ایسی جانماز پر نماز پڑھنا کہ جس میں تصویریں ہوں جبکہ ان پر سجدہ نہ کرے تو اس صورت میں حضرت امام محمد نے جامع صغیر میں کراہت کی نفی فرمائی۔ لیکن کتاب الاصل میں کراہت کو ثابت کیا ہے، اور یہ سب کچھ بلحاظ توزیع (تقسیم) صحیح ہے یعنی مکروہ تنزیہی اور تحریمی پر، اور دونوں میں "وجہ" تشبّہ عام کا پایا جانا ہے نہ کہ تشبہ خاص، اور پہلی صورت میں ظاہر ہے لیکن دوسری صورت، اس لئے کہ جانماز میں تصویر رکھنا بلاشبہہ اس کی تعظیم ہے جیسا کہ آپ سن چکے، اور تعظیم میں اس کی عبادت سے تشبّہ ہے جیسا کہ تمہیں معلوم ہے، اور ہر نماز کہ جس میں اس "تشبّہ" سے تلبس ہو تو وہ مکروہ ہے اور کسی اور وجہ سے اس میں توہین کا پایا جانا اس کے منافی (اور متصادم) نہیں، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کردیا ہے، لہٰذا یہاں جو کچھ حلیہ میں ذکر کیا گیا وہ زائل اور ختم ہوگیا،

چنانچہ مصنف حلیہ نے فرمایا میں کہتاہوں اس طور پر لازم آتاہے کہ جو کچھ اصل میں مذکور ہے وہ اس تصویر کے بارے میں ہو جو صرف جانماز میں رکھی ہوئی ہو،اور جو کچھ جامع صغیر میں مذکور ہے وہ اس کے علاوہ میں ہے اور اس میں جو کمزوری ہے وہ کسی پر پوشیدہ نہیں اھ۔**اقول**:(میں کہتا ہوں) بلکہ یہ دونوں جانماز کے متعلق ہیں،اور اس میں کوئی بعد نہیں بلکہ اس میں وہ طریقہ تطبیق ہے جو ہم نے ذکر فرمایا مصنف حلیہ رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا زیادہ اچھی بات یہ ہے کہ کہاجائے کہ بظاہر دونوں کتابوں میں محل سجود کے علاوہ تعارض ہے(اور دونوں میں مطابقت کی صورت یہ ہے کہ) یا یہ ہو کہ جامع صغیر میں جو قید مذکور ہے اس کو قید اتفاقی تسلیم کیاجائے یاجو کچھ اصل میں ہے وہ جامع صغیر کی عبارت سے مقید ہے اھ اور مزید موافقت کی صورت یہ ہے کہ جو کچھ جامع صغیر میں مذکور ہے اسے اصل کی طرف راجع کیاجائے یعنی کراہت سے مطلق کراہت مراد ہو خواہ تصویر محل سجدہ میں ہو یا محل سجدہ میں نہ ہو،اور جامع صغیر میں جو تقیید واقع ہوئی وہ قید اتفاقی تسلیم کی جائے یاجو کچھ اصل میں مذکور ہے وہ جامع صغیر کی طرف بایں طریقہ راجع ہے کہ یہاں مطلق مقید پر محمول ہے۔	علی ھذا ان یکون مافی الاصل موضوعا فی المصلی لاغیر ومافی الجامع فیما عداہ وفیہ مالایخفی [1] اھ۔ **اقول**:بل کلاھما فی المصلی ولابعد فیہ التطبیق ما ذکرنا قال رحمہ اللہ تعالٰی والاحسن ان یقال ظاھر الکتابین التعارض فیما عداموضع السجود فاما ان یکون مافی الجامع من القید المذکور قیدا اتفاقیا و اما ان یکون ما فی الاصل مقیدا بما فی الجامع [2] اھ و یزید،ان التوفیق اما بارجاع مافی الجامع الی مافی الاصل من اطلاق الکراھۃ سواء کانت فی محل السجود اوغیرہ والتقیید بکونھا فیہ وقع وفاقا او بارجاع مافی الاصل الی مافی الجامع بحمل المطلق علی المقید۔

[1] التعلیق المجلی لمافی منیۃ المصلی علی ہامش منیۃ المصلی بحوالہ الحلیہ مکروہات الصلٰوۃ مکتبہ قادریہ لاہور ص ۳۶۵
[2] التعلیق المجلی لمافی منیۃ المصلی علی ہامش منیۃ المصلی بحوالہ الحلیہ مکروہات الصلٰوۃ مکتبہ قادریہ لاہور ص ۳۶۵

اقول: وكانه عند هذا التحرير لم يتيسر له مراجعة الجامع الصغير فان عبارته لاتحتمل ماذكر من الغاء القيد وانما كان مساغه لوكان منطوقه كراهة الصلوة مقيدا بكون الصورة فی محل السجود فكان يفيد عدم الكراهة فی غيره بطريق المفهوم فقال ان القيد اتفاقی وليس كذٰلك بل اصل منطوقه ماينافی الاصل اعنی عدم الكراهة فاين المساغ لما ذكر وهذا نص الجامع، لاباس ان يصلی علی بساط فيه تصاوير ولايسجد علی التصاوير [1] اھ قال رحمه الله تعالٰی وهذا اولٰی (ای الثانی) لانه لايظهر وجه القول بكراهة الصلوة علی بساط كبير فيه صورة تحت قدم المصلی وهو لازم الاول بخلاف الثانی [2] اھ۔ **اقول:** قد افدناك	**اقول:** (میں کہتا ہوں) یہ تحریر کرتے وقت محقق موصوف کو جامع صغیر کی طرف مراجعت کی توفیق حاصل نہیں ہوئی اس لئے اس کی عبارت قید مذکور کو لغو قرار دینے کا احتمال نہیں رکھتی، اور اس کے جواز کی صورت تب ہوسکتی کہ اس کا منطوق (عبارت ملفوظ) یہ ہوتا کہ نماز مکروہ ہوگی جبکہ تصویر محل سجدہ میں ہو۔ پھر اس سے یہ فائدہ حاصل ہوتا کہ اگر محل سجدہ میں تصویر نہ ہو تو کراہت نہ ہوگی۔ اور یہ فائدہ بلحاظ مفہوم حاصل ہوتا، اور کہا کہ قید اتفاقی ہے، حالانکہ اس طرح نہیں بلکہ اس کا اصل منطوق کتاب الاصل کے منافی ہے۔ میری مراد یہ ہے کہ وہ عدم کراہت ہے تو جو کچھ علامہ موصوف نے ذکر کیا اس کا جواز کہاں ہے، (دیکھئے) جامع صغیر کی یہ تصریح ہے، کوئی حرج نہیں اگر ایسے فرش پر نماز پڑھے کہ جس پر تصویریں ہوں جبکہ ان تصویروں پر سجدہ نہ کرے اھ، موصوف نے فرمایا (اللہ تعالٰی ان پر رحم فرمائے) یہ اولٰی ہے (یعنی دوسری) وجہ کیونکہ اس قول کی وجہ ظاہر نہیں کہ بڑے فرش پر نماز مکروہ ہے کہ جس میں تصویر نمازی کے زیر قدم ہو، اور یہ اول کو لازم ہے۔ بخلاف ثانی اھ۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں) بیشک ہم نے تمہیں

[1] الجامع الصغير كتاب الصلوة باب فی الامام اين يستحب ان يقوم الخ مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۱۱

[2] التعليق المجلی لمافی منية المصلی علی هامش منية المصلی بحواله الحليه مكروهات الصلوة مکتبہ قادریہ لاہور ص ۳۶۵

الوجه فتشکر ،ثم لا وجه یظهر لتقییده بالکبیر بعد فرض الصورة تحت القدم والله تعالٰی اعلم وتبعه البحر فی ھذا البحث کله غیر انه قال اطلق الکراھة فی الاصل فیما اذا کان علی البساط المصلی علیه صورة لان الذی یصلی علیه معظم فوضع الصورة فیه تعظیم لھا بخلاف البساط الذی لیس بمصلی [1] اھ فحمل البساط علی السجادة کما حملنا ثم تبع الحلیة فقال ،وتقدم عن الجامع الصغیر التقیید بموضع السجود فینبغی ان یحمل اطلاق الاصل علیه وانھا اذا کانت تحت قدمیه لایکرہ اتفاقا [2] اھ۔**اقول:**قوله وانھا معطوف علی قوله ان یحمل ،داخل تحت ینبغی فھو بحث منه بناءً علی ماحمل علیه کلام الاصل وقد علمت مافیه بل تکرہ فی المصلی مطلقا	اس وجہ کا فائدہ بخشا للذا شکریہ ادا کیجئے ، پھر لفظ "بساط" کو لفظ "کبیر" سے موصوف اور مقید کرنے کی کوئی ظاہر وجہ موجود نہیں جبکہ یہ فرض کرلیا کہ تصویر (نمازی کے) زیر قدم ہے واللہ تعالٰی اعلم ، بحر رائق نے اس پوری بحث میں اس کی متابعت کی ہے مگر یہ کہ فرمایا اصل میں کراہت کو مطلق رکھا اس حالت میں جبکہ بچھی ہوئی جانماز پر تصویر ہو کیونکہ جس فرش پر نماز پڑھی جائے وہ قابل تعظیم ہے ، پھر اس میں کسی کا رکھنا اس تصویر کی بلاشبہہ تعظیم ہے لیکن وہ فرش ہو جانماز نہ ہو اھ (یہاں) موصوف نے فرش کو جانماز پر حمل کیا ہے جیسا کہ ہم نے حمل کیا ہے ، پھر حلیہ کے اتباع میں فرمایا کہ جامع صغیر کا حوالہ پہلے آچکا کہ اس نے اسے محل سجدہ سے مقید کیا ہے۔ للذا مناسب یہ ہے کہ اصل کے اطلاق کو اس پر حمل کیا جائے ، او رجب تصویر دونوں پاؤں کے نیچے ہو تو باتفاق کراہت نہیں اھ۔**اقول:** (میں کہتا ہوں) اس کا یہ کہنا کہ "**وانھا**" اس کے قول "**ان یحمل**" پر معطوف ہے اور "**ینبغی**" کے ذیل میں داخل ہے اور یہ اس کی بحث ہے اس بناء پر کہ جس پر اس نے کلام اصل کو حمل کیا ہے اور تمہیں معلوم ہے جو کچھ اس میں

[1] بحرالرائق کتاب الصلٰوۃ باب یفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیھا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲ /۲۸
[2] بحرالرائق کتاب الصلٰوۃ باب یفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیھا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲ /۲۸

وان کانت تحت القدم و مافی الدر وغیرہ لایکرہ و لو کانت تحت قدمیہ اومحل جلوسہ لانہا مہانۃ[1] مخصوص بغیر السجادۃ بدلیل الدلیل وقد نقلوا قاطبۃ عن الاصل الاطلاق المرسل فی المصلی وما عللوہ بہ شامل لکل صورۃ کمالایخفی نعم فی بساط غیرہ لایکرہ اذاصلی علیہ ولم یسجد علیہا وان لم تکن تحت قدمیہ بل ولوکانت امامہ لوجودالاہانۃ مطلقامع عدم التعظیم لوجہ قال فی الحلیۃ نقلامن شرح الجامع الصغیر لفخرالاسلام لایکرہ ان یصلی دون وسادۃ علیہا تصاویر[2] اھ۔**اقول**:ھو نص نفس الجامع الصغیر ثم المراد بالوسادۃ الصغیرۃ دون کبیرۃ تورث الصورۃ انتصابا کما	کمزوری ہے، بلکہ جانماز میں تصویر کاہونا علی الاطلاق مکروہ ہے اگرچہ تصویر زیر قدم ہو،اور جوکچھ دُروغیرہ میں ہے کہ یہ مکروہ نہیں اگرچہ تصویر دونوں قدموں کے نیچے ہو یااس کے بیٹھنے کی جگہ میں ہو اس لئے کہ وہ بحالت توہین وتذلیل ہے اور یہ بغیر جانماز مخصوص ہے دلیل وہی دلیل ہے حالانکہ سب نے بالاتفاق کتاب الاصل سے "اطلاق مرسل" نقل کیاہے، اور انہوں نے جواس کی تعلیل ذکرفرمائی وہ ہر تصویر کوشامل ہے جیساکہ یہ پوشیدہ نہیں،ہاں کسی دوسرے تصویر والے بچھونے پر نماز پڑھے اور تصویر پر سجدہ نہ کرے تو کراہت نہ ہوگی اگرچہ تصویر اس کے قدموں کے نیچے نہ ہو،بلکہ اگرچہ تصویر اس کے آگے ہی ہو اس لئے کہ اس حالت میں مطلقاً توہین پائی گئی باوجودیکہ تعظیم کسی وجہ سے بھی نہیں۔الحلیہ میں شرح جامع صغیر سے نقل کرتے ہوئے فرمایا جانماز کے علاوہ کسی اور فرش پر کہ جس میں تصویریں ہوں نماز پڑھے توکراہت نہیں اھ۔**اقول**:(میں کہتاہوں) یہ خود جامع صغیر کی تصریح ہے وسادہ یعنی جانماز سے چھوٹی جانماز مراد ہے نہ بڑی کہ جس سے تصویر کا قیام پیداہوتاہے، جیساکہ

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۲

[2] التعلیق المجلی لمافی منیۃ المصلی علی ہامش منیۃ المصلی مکروہات الصلوٰۃ مکتبہ قادریہ لاہور ص ۳۶۳

تقدم .ثم لایخفی علیك ان التوفیق الذی ذکرہ الفقیراولی مما اختارہ ھذا المحقق لان فیه اھمال احدھما فی بعض متناولاته وفیما ذکرت اعمال کلیھما فی کله فانظر الی کثرۃ الفوائد فی کلام المشائخ رحمھم اللہ تعالٰی وھکذا کلامھم اذا امعن فیه النظر وساعد التوفیق فی اللطیف الخبیر عزجلاله وللہ الحمد۔	پہلے گزرچکا،اورتم پریہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ جو موافقت فقیر(امام احمد رضا) نے پیش کی وہ اس سے بہتر ہے جو اس محقق نے اختیار کی کیونکہ اس میں دو میں سے ایک کے بعض مشمولات کو نظرانداز کردینا ہے،اور جو کچھ میں نے اس باب میں ذکر کیا اس میں یہ فوقیت وخوبی ہے کہ سب میں دونوں کو عمل دینا ہے۔لہٰذا مشائخ رحمہم اللہ تعالٰی کے کلام میں کثیر فوائد کو ملاحظہ فرمائیے،اور ان کا کلام ایسا ہی ہوتا ہے جبکہ اس پر گہری نظر ڈالی جائے اور توفیق دینے میں پروردگار لطیف وخبیر ہے کہ جس کا جلال غالب اور زبردست ہے،اور اللہ تعالٰی کے لئے ہر تعریف وتوصیف ہے۔(ت)

ثم اقول: وبه استعین(پھر میں کہتا ہوں اسی سے طلب مدد کرتے ہوئے۔ت) تنقیح علت اگرچہ بفضلہٖ تعالٰی بروجہ احسن ہوئی مگر ابھی ایک اور تنقیح عظیم باقی ہے جبکہ علت کراہت تشبّہ عبادت ہے خاص ہو یا عام،توضرور ہے کہ وہ تصویر جنس مایعبدہ المشرکون(تصویر اس جنس سے ہو کہ جس کی مشرکین عبادت کرتے ہیں۔ت) سے ہو کہ جسے مشرکین پوجتے ہی نہیں وہ بت کے حکم میں نہیں کہ اس کے بروجہ تعظیم رکھنے یا اس کی طرف نماز پڑھنے میں معاذاللہ عبادت بت سے تشبہ ہو،ولہٰذا جابجا کراہت کو عبادت اور اس کے عدم کو عدم سے تعلیل فرماتے ہیں کہ یہ مشرک اس کی عبادت نہیں کرتے،لہٰذا کراہت نہیں، مثلاً:
(۱) اتنی چھوٹی تصویر کہ زمین پر رکھ کر دیکھو تو اعضا کی تفصیل نہ معلوم ہو مورث کراہت نہیں کہ اتنی چھوٹی کی عبادت مشرکین کی عادت نہیں۔ہدایہ وکافی وتبیین میں ہے:

لوکانت الصورۃ صغیرۃ بحیث لاتبدو للناظر لایکرہ لان الصغار جدالاتعبد[1]۔	اگر تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ دیکھنے والے کیلئے واضح نہ ہو تومکروہ نہیں اس لئے کہ اتنی چھوٹی تصویروں کی پرستش نہیں ہوتی۔(ت)

[1] الھدایة کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیھا المکتبة العربیه کراچی ۱/ ۱۲۲

فتح القدیر میں ہے:

فلیس لہا حکم الوثن فلاتکرہ فی البیت[1]۔	لہٰذا ایسی تصویر کے لئے حکم صنم نہیں لہٰذا اس کا گھر میں رکھنا مکروہ نہیں۔(ت)

اور اس بارے میں امیر المومنین فاروق اعظم وحضرت عبداللہ بن مسعود وحذیفہ بن الیمان ونعمٰن بن مقرن وعبداللہ بن عباس وابوہریرہ وابو موسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہم صحابہ اور سیدنا دانیال علیہ الصلٰوۃ والسلام سے آثار مروی ومذکور ہیں کما بیّنہا فی الحلیۃ (جیسا کہ انہیں حلیہ میں بیان فرمایا۔ت)

(۲) سر بریدہ یا چہرہ محو کردہ کہ اس کی بھی عبادت نہیں ہوتی، اور بھنویں اور آنکھیں مٹا دینا کافی نہیں، نہ چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ دینا نفی کراہت کرے۔ تبیین وبحر میں ہے:

مقطوعۃ الراس لاتکرہ لانہا لاتعبد بدون الراس عادۃ ولااعتبار بازالۃ الحاجبین اوالعینین لانہا تعبد بدونہما[2]۔	سر بریدہ تصویر رکھنا مکروہ نہیں اس لئے کہ بغیر سر عادتًا اس کی عبادت نہیں کی جاتی لیکن دونوں ابرو اور دونوں آنکھیں مٹادینے کا کچھ اعتبار نہیں، اس لئے کہ ان کے بغیر بھی اس کی عبادت کی جاتی ہے۔(ت)

ہدایہ میں فرمایا:

محو الراس لیس بتمثال لانہ لایعبد بدون الراس[3]۔	اگر سر محو کردیا جائے یعنی مٹادیا جائے تو وہ تصویر اور مورتی نہ رہے گی کیونکہ بغیر سر اس کی عبادت نہیں کی جاتی (ت)

عنایہ میں ہے:

انہ لایعبد بلاراس فکان کالجمادات[4]۔	اگر سر نہ ہو تو اس کی عبادت نہ ہوگی کیونکہ وہ محض بے جان چیزوں کی طرح ہے۔(ت)

[1] فتح القدیر کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۶۳

[2] تبیین الحقائق کتاب الصلٰوۃ ۱/ ۱۶۶ و بحر الرائق کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ۲/ ۲۸

[3] الہدایہ کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ الخ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/ ۱۲۲

[4] العنایۃ شرح الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر باب مایفسد الصلٰوۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۶۳

خلاصہ وفتح وحلیہ وبحر میں ہے:

واللفظ له لااعتبار بقطع اليدين او الرجلين [1] اھ وكذا هو فى الخلاصة ثمّ الحلية بحرف الترديد ولفظ المحقق لوقطع يديها ورجليها لاترفع الكراهة [2] اھ اعنى بحرف الجمع وهو المراد۔	بحر الرائق کے الفاظ یہ ہیں: اگر دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹے ہوئے ہوں تو ان کا کچھ اعتبار نہیں اھ اور اسی طرح خلاصہ اور پھر حلیہ میں حرف تردید (لفظ او) کے ساتھ ہے اور محقق کے الفاظ یہ ہیں: اگر دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ ڈالے تو کراہت ختم نہ ہوگی اھ میری مراد یہ ہے کہ (یہاں پر عبارت) حرف جمع (یعنی لفظ واؤ کے ساتھ) ہے اور یہی مراد ہے۔ (ت)

غنیہ میں دونوں مسئلہ صغیرہ ومقطوعۃ الراس کی تعلیل میں لکھا:

لانها لاتعبد فانتفى التشبه الذى هو سبب الكراهة [3]۔	اس لئے کہ (تصویر صغیر اور مقطوع الراس) کی عبادت نہیں کی جاتی، للذا وہ شبہہ زائل ہوگیا جو کراہۃ کا سبب ہے۔ (ت)

(۳) شمع یا چراغ یا قندیل یا لیمپ یا لالٹین یا فانوس نماز میں سامنے ہو تو کراہت نہیں کہ ان کی عبادت نہیں ہوتی اور بھڑکتی آگ اور دہکتے انگاروں کا تنور یا بھٹی یا چولہا یا انگیٹھی سامنے ہوں تو مکروہ کہ مجوس ان کو پوجتے ہیں، عنایہ میں بعد عبارت مذکورہ آنفا ہے:

فصار كالصلٰوة الٰى شمع اوسراج فى انها لايعبد ان و يكره لوكان بين يديه كانون فيه جمر اونار موقدة [4]۔	پھر وہ شمع یا چراغ کی طرح ہے کہ ان کی طرف منہ کرکے نماز پڑھے کیونکہ ان کی عبادت نہیں کی جاتی (للذا کراہت نہیں) لیکن نماز مکروہ ہے جبکہ نمازی کے سامنے ایسا چولہا رکھا ہو کہ جس میں بھڑکتی ہوئی آگ کے انگارے ہوں۔ (ت)

---

[1] بحر الرائق کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۸

[2] فتح القدیر کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۶۳

[3] غنیہ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل کراھیۃ الصلٰوۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۵۹

[4] العنایۃ شرح الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر باب مایفسد الصلٰوۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۶۳

فتح زیر مسئلہ شمع ہے:

لانھم لایعبدونہ بل الضرام جمرا اونارا[1]۔	اس لئے کہ مشرکین اس کی عبادت نہیں کرتے بلکہ بھڑکتے انگارے یا آگ کی۔(ت)

تبیین الحقائق وبحر الرائق میں ہے:

قال رحمہ اللہ تعالٰی او شمع اوسراج لانھما لایعبدان والکراھۃ باعتبارھا وانما یعبدھا المجوس اذاکانت فی الکانون وفیھا الجمر اوفی التنور فلایکرہ التوجہ الیھا علی غیرذٰلك الوجہ[2] اھ اقول:البحر تبع التبیین فی قولہ والکراھۃ باعتبارھا فرجع الی الصواب۔	دونوں نے فرمایا(اللہ تعالٰی ان پررحم فرمائے) شمع یاچراغ کی طرف (بحالت نماز منہ کرنا مکروہ نہیں اس لئے کہ ان دونوں کی عبادت نہیں کی جاتی،اور کراہت عبادت کی وجہ سے ہوا کرتی ہے، اور آتش پرست آگ کی عبادت کرتے ہیں جبکہ چولھے اور تنور میں آگ کے انگارے ہوں۔لہٰذا اس کی طرف رخ کرنا بغیر اس وجہ کے ہو تو مکروہ نہیں اھ اقول:(میں کہتا ہوں) مصنف بحر رائق نے تبیین کے اس قول" کراہت بلحاظ عبادت ہوتی ہے"میں اس کا اتباع کیا لہٰذا وہ راہ صواب کی طرف لوٹ گیا۔(ت)

کافی میں ہے:

ان قطع الراس فلاباس بہ لانہ لایعبد بلا راس ولھذا لوصلی الی تنور اوکانون فیہ نارکرہ لانہ یشبہ عبادتھا والی قندیل اوشمع اوسراج لا،لعدم التشبہ[3]۔	اگر تصویر کا سرکاٹ دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ بغیر سر تصویر کی عبادت نہیں کی جاتی۔لہٰذا اگر ایسے چولھے یا تنور کی طرف نماز پڑھے کہ جس میں آگ ہو تو مکروہ ہے کیونکہ اس کی عبادت کے مشابہ ہے،اور اگر قندیل یا شمع یا چراغ کی طرف(منہ کرکے نماز پڑھے) تو کراہۃ نہیں، اس لئے کہ اس میں کوئی تشبہ عبادت نہیں۔(ت)

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلٰوۃ فصل ویکرہ للمصلی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۶۴

[2] تبیین الحقائق کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ الخ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/ ۱۶۷، بحر الرائق کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۲

[3] الکافی شرح الوافی

محیط امام شمس الائمہ سرخسی پھر ہندیہ میں ہے:

من توجه فی صلٰوته الٰی تنور فیه نار نتوقد اوکانون فیه ناریکره ولوتوجه الی قندیل اوالٰی سراج لم یکره[1]۔	جو شخص اپنی نماز میں ایسے تنور یا چولہے کی طرف منہ کرے کہ جس میں آگ بھڑک رہی ہو تو کراہۃ ہوگی، لیکن اگر قندیل یاچراغ کی طرف منہ کرے تو کراہت نہ ہوگی۔(ت)

فتاوٰی امام اجل قاضی خاں میں ہے:

یکره ان یصلی وبین یدیه تنوراوکانون فیه نار موقدة لانه یشبه عبادة النار وان کان بین یدیه سراج اوقندیل لایکره لان لایشبه عبادة النار[2]۔	یہ مکروہ کہ آدمی (اس حالت میں نماز پڑھے) کہ اس کے آگے ایسا تنور یاچولہا ہو کہ جس میں آگ بھڑک رہی ہو، اس لئے کہ یہ صورت عبادت آگ کے مشابہ ہے اور اگر اس کے سامنے چراغ یاقندیل ہوتومکروہ نہیں کیونکہ یہ عبادت آگ کے مشابہ نہیں۔(ت)

اسی طرح اس سے لایکرہ تک خزانۃ المفتین میں ہے:

اقول: هذه نصوص الائمة الاجلة فسقط مافی القنیة ان المجوس یعبدون الجمر لاالنار الموقدة[3] اھوان تبعه فی الدرو التمرتاشی ثم[4] السید ابوالسعود الازهری ثم السید الطحطاوی فی حاشیة المراقی وایضاً الدرر ولفظه لان المجوس لا یعبدون اللهب بل الجمر[5] اھو مثله فی مجمع الانهر واشار	**اقول:** (میں کہتاہوں) یہ جلیل القدر ائمہ کی تصریحات ہیں۔ لہٰذا قنیہ میں جو ہے وہ ساقط ہوگیا کیونکہ آتش پرست آگ کے انگاروں کی عبادت کرتے ہیں نہ کہ آگ کے شعلوں کی اھ مصنف درمختار، امام تمرتاشی، سیدابومسعود ازہری، سید طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح اور مصنف الدرر ان سب بزرگوں نے اس کا اتباع کیا ہے، اوراس کے الفاظ یہ ہیں: مجوس آگ کے

[1] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ محیط السرخسی کتاب الصلٰوۃ الباب السابع الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۰۸

[2] فتاوٰی قاضی خان کتاب الصلٰوۃ باب الحدث فی الصلٰوۃ ومایکرہ فی الصلٰوۃ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۵۷

[3] القنیۃ المنیۃ کتاب الکراھیۃ باب الکراھۃ فی الوضو وکیفیات الصلٰوۃ مطبوعہ کلکتہ ص ۱۴۹

[4] الدرالمختار کتاب الکراھیۃ باب مایفسد الصلٰوۃ وکیفیات الصلٰوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۳، فتح المعین بحوالہ تمرتاشی کتاب الکراھیۃ باب مایفسد الصلٰوۃ وکیفیات الصلٰوۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۴۶

[5] الدررالحکام شرح غررالاحکام باب مایفسد الصلٰوۃ وکیفیات الصلٰوۃ میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۰

الیہ الشرنبلالی فی مراقیہ ثم الزاھدی نفسہ اظھر ضعفہ اذقال بعدہ حتی قیل لاتکرہ الی النار الموقدۃ[1] اھ۔**اقول**:ان کان صحیحا انھم لایعبدونھا فما معنی تعبیرھذا القیل بقیل الا ان یقال ان الموقدۃ فلما تخلو عن جمر وفیہ نظر بل لاتشمل علیہ الاقرب الانتھاء ثم ربما تکون الموقدۃ من حشیش ونحوہ ولاجمر ثمہ واللہ تعالٰی اعلم۔	شعلوں کی عبادت نہیں کرتے بلکہ آگ کے انگاروں کی عبادت کیا کرتے ہیں اھ اور اسی طرح مجمع الانہر میں ہے،اور علامہ شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے، پھر خود علامہ زاہدی نے اس کے ضعف کی طرف لفظ قیل کے ساتھ اس کی تعبیر فرمائی،چنانچہ اس کے بعد اس نے کہا یہاں تک کہ یہ کہا گیا ہے کہ شعلہ زن آگ کی طرف (نماز میں منہ کرنا)مکروہ نہیں اھ۔**اقول**:(میں کہتا ہوں) اگر یہ بات صحیح ہے کہ آتش پرست نری آگ کی عبادت نہیں کرتے تو اس کی تعبیر لفظ قیل کے ساتھ کرنے کا کیا مطلب ہے، مگر یہ کہ کہا جائے کہ شعلہ زن آگ بہت کم انگاروں سے خالی ہوتی ہے، لیکن یہ موجب اشکال ہے۔بلکہ انگاروں پر صرف آخر میں مشتمل ہوتی ہے(اور یہ بھی غور کرنا چاہئے کہ) بسا اوقات آگ، گھاس اور اس جیسی چیزوں سے جس میں بالکل (برائے نام بھی)انگارے نہیں ہوتے۔واللہ تعالٰی اعلم

(۴) مصحف شریف

(۵) تلوار وغیرہ ہتھیار کا سامنے ہونا مکروہ نہیں کہ ان کی عبادت نہیں ہوتی۔

کما فی الکتب الثلثۃ وعامۃ الکتب ولفظ الامام الزیلعی،انھما لایعبدان و باعتبارھا تثبت الکراھۃ و فی استقبال المصحف تعظیمہ وقدامرنابہ[2]۔	جیسا کہ تین کتابوں اور عام کتابوں میں مذکور ہے اور امام زیلعی کے الفاظ یہ ہیں ان دونوں کی (مصحف شریف اور تلوار کی) عبادت نہیں کی جاتی۔اور کراہت باعتبار عبادت ثابت ہوتی ہے اور مصحف شریف کی طرف منہ کرنا،اس میں اس کی تعظیم،اور ہمیں اس کی تعظیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔(ت)

[1] القنیۃ المنیۃ کتاب الکراھیۃ باب الکراھیۃ فی الوضوء الخ مطبوعہ کلکتہ انڈیا ص ۱۴۹

[2] تبیین الحقائق کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ الخ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/ ۱۶۷

اقول: (میں کہتا ہوں) یہ وہی فرق نفیس ہے کہ صدر کلام میں فقیر نے گزارش کیا،

ولفظ البحر اما المصحف فلان فی تقدیمه تعظیمه وتعظیمه عبادة والاستخفاف به کفر فانضمت هذه العبادة الی عبادة اخری فلا کراهة[1] اھ فاحفظه فانه ینفعک۔	بحر الرائق کے الفاظ یہ ہیں رہا مصحف تو اس کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے اور اس کی تعظیم بلاشبہ عبادت ہے اور اس کا استخفاف کفر ہے۔ پھر یہ عبادت ایک دوسری سے پیوستہ ہوگئی لہٰذا بالکل کراہت نہ رہی اھ پھر اس کو یاد رکھئے بلاشبہہ یہ آپ کو فائدہ دے گا۔ (ت)

(۲) تصویر صغیر پر قیاس فرما کر مستور سے بھی نفی کراہت کی، کہ ظاہر نہ ہونے میں اس کے مثل ہے جیسے جیب یا بٹوے میں روپیہ یا بعض ترکی ٹوپیوں میں کہ نصاریٰ کی بنائی ہوتی ہیں اندر کی جانب تصویر ہوتی ہے ان صورتوں میں نماز مکروہ نہیں مگر ناجائز تصویریں حفاظت سے رکھ چھوڑنا خود ہی منع ہے اگرچہ صندوق میں بند رکھے اور نہ کھولے اگرچہ وہاں نماز مکروہ نہ ہوگی۔ محیط وخلاصہ وحلیہ وبحر میں ہے:

رجل فی یده تصاویر وهو یؤم الناس لاتکره امامته لانها مستور بالثیاب فصار کصورة فی نقش خاتم و هو غیر مستبین[2] اھ ولفظ الخلاصة اذا کانت فی یده (وفی نسخة علی یدیه)وهو یصلی لاباس به لانه مستور بثیابه وکذا لوکانت علی خاتمه[3] اھ عزافی	کسی شخص کے بازو میں تصویریں ہیں اور لوگوں کی امامت کراتا ہے تو اس کی امامت مکروہ نہ ہوگی اس لئے کہ یہ تصویریں کپڑوں سے چھپی ہوئی ہیں اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے انگوٹھی کے نقش میں تصویر ہو جبکہ وہ واضح نہ ہو اھ خلاصہ کے الفاظ یہ ہیں: اگر کسی کے بازو میں، اور ایک نسخہ میں ہے اس کے دونوں بازوؤں میں تصویر ہو اور وہ اس حالت میں نماز پڑھے تو کچھ حرج نہیں کیونکہ وہ کپڑوں سے ڈھانپی ہوئی ہیں۔ اور اسی طرح اگر انگوٹھی پر تصویر ہو اھ

[1] بحر الرائق کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ و مایکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۱

[2] بحر الرائق بحوالہ المحیط کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ و مایکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۷

[3] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الصلٰوۃ الجنس فیما یکرہ فی الصلٰوۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۵۸

الحلية العبارة الاولى للمحيط والخلاصة معاً وفرق فی البحر فاحسن وقال تحت قول المحيط وھو يفيد ان المستبين فی الخاتم تكره الصلٰوة معه[1] اھ۔**اقول:** العادة ان الخاتم لايكون عليها الاغير مستبين بل لعل الخاتم لايحتمل الا اياه فقول المحيط وھو غير مستبين لبيان العلة الجامعة بين نقش الخاتم والمستور، قال البحر ويفيد انه لايكره ان يصلی و معه صرة اوكيس فيه دنانير اودراھم فيها صور صغار لاستتارھا[2] اھ واعترض فی النھر بان عدم الكراھة فی الصغار غنی عن التعليل بالاستتار بل مقتضاه ثبوتھا اذا كانت منكشفة وسيأتی انھا لاتكره الصلٰوة لكن يكره كراھة تنزيه جعل الصورة فی البيت لخبر ان الملئكة لاتدخل بيتا	چنانچہ حلیہ میں پہلی عبارت کی محیط اور خلاصہ کی طرف نسبت کی، اور بحر رائق میں بہت اچھے انداز سے فرق کیا ہے، اور محیط کے قول کے ذیل میں فرمایا اور اس سے یہ فائدہ برآمد ہوا کہ اگر انگوٹھی میں نقوش واضح ہوں تو اس کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے اھ۔**اقول:** (میں کہتا ہوں) عادت کے مطابق انگوٹھی پر نقوش واضح نہیں ہوتے بلکہ شاید انگوٹھی غیر واضح نقوش کے علاوہ کوئی اور دوسرا احتمال ہی نہیں رکھتی، لہٰذا محیط کا یہ کہنا کہ انگوٹھی کے غیر واضح نقوش ہوا کرتے ہیں، ایسی علت کے بیان کے لئے ہے جو انگوٹھی کے نقش مستور کے لئے جامع ہے۔ صاحب بحر رائق نے فرمایا: اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اگر تھیلی یا بٹوہ میں درھم، دینار رکھے ہوں اور ان کے ساتھ نماز پڑھے جبکہ ان میں چھوٹی چھوٹی تصویریں ہوں تو کراہت نہ ہوگی اس لئے کہ وہ مستور ہیں اھ النہر الفائق میں اس پر اعتراض کیا کہ چھوٹی تصویروں میں بوجہ صغر عدم کراہت کے لئے کافی ہے لہٰذا تعلیل بالاستتار کی ضرورت نہیں بلکہ اس کا مقتضٰی ثبوت کراہت ہے جبکہ وہ کھلی ہوں۔ ابھی آئے گا کہ نماز مکروہ نہ ہوگی، لیکن گھر میں تصویر رکھنا مکروہ تنزیہی ہے اس حدیث کی بناء پر کہ "اس گھر میں فرشتے نہیں جاتے جس میں

[1] بحر الرائق کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲ /۲۷

[2] بحر الرائق کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲ /۲۷

فیه کلب اوصورة اھ نقله فی المنحة [1] مقرا علیه **اقول:** وھو کماقال وکانّ زیادة الصغار وقع وفاقا فان المعھود فی الدراھم والدنانیر ھی الصغار لکن فی قوله لکن ماقد علمت ان الصغار لاتکرہ فی البیت ایضا کما مرتصریحه عن الفتح، وقد تظافروا علی نقل اٰثار فیھما عن الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنھم وقدمنا عن الامام فخر الاسلام ان امساك الصورة علی سبیل التعظیم ظاھرا مکروہ الخ فقید بالظاھر فغیرہ لایؤثر کراھة لافی الصلٰوۃ ولافی الامساک، قال البحر ویفید انه لوکان فوق الثوب الذی فیه صورة ثوب ساتر له فانه لایکرہ ان یصلی فیه لاستتارھا بالثوب الاٰخر واللہ سبحنه اعلم [2] اھ	کتا یا تصویر ہو اھ منحۃ الخالق میں اس کا اقرار کرتے ہوئے اسے نقل فرمایا۔ **اقول:** (میں کہتاہوں) اور وہ اسی طرح ہے جیسا کہ موصوف نے کہا ہے، گویا چھوٹے پن کا اضافہ اتفاقیہ واقع ہوا کیونکہ درھم ودینار میں نقوش تصویر کا چھوٹا ہونا ایک امر معہود ہے لیکن اس کے قول "لکن یکرہ" میں آپ جانتے ہیں کہ چھوٹی تصویر گھر میں ہو تو کوئی کراہت نہیں۔ جیسا کہ اس کی تصریح فتح القدیر کے حوالہ سے پہلے گزر چکی۔ ائمہ کرام نے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ایسے آثار نقل کرنے پر باھم اتفاق اور تعاون فرمایا اور ہم اس سے پہلے فخر الاسلام کے حوالے سے ذکر کرچکے ہیں کہ برملا کسی تصویر کو بطور تعظیم اٹھائے رکھنا مکروہ الخ موصوف نے اپنے کلام میں "الظاھر" کی قید لگائی، پس اس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر تصویر ظاہر نہ ہو تو پھر کراہت میں اس کا کوئی اثر نہیں، نہ نماز میں اور نہ اسے اٹھائے رکھنے میں، مصنف بحر رائق نے فرمایا: اس سے یہ فائدہ برآمد ہوا کہ جس کپڑے میں کوئی تصویر ہو پھر اس کے اوپر کوئی دوسرا کپڑا ڈال کر اسے چھپالیا جائے تو پھر ایسے کپڑے پر نماز پڑھنی مکروہ نہیں اس لئے کہ وہ دوسرے کپڑے

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیھا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲ /۲۷

[2] بحر الرائق کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیھا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲ /۲۷

اقول: ولاقرة عين فيه لمن يمسك التصاوير فی صندوقه لينظر فيها متی شاء فانها وان كانت مستورة مادامت فی الصندوق لكنه يفتحه ويخرجها فتظهر فيأتی التحريم والامساك لامر ممنوع ممنوع كمن امسك امرأة ليفجر بها فهو فی اثم الفجور حين لا يفجر لان الاعمال بالنيات، نسأل الله السلامة، بل لو امسكها ولم يقصد النظر فيها متی شاء، كان فيه حفظ مافيه الفساد فكان كامساك اٰلة اللهو كمن لا يضرب قال الامام الاجل قاضی خان فی فتاواه لو امسك شيئا من هذه المعازف والملاهی يكره ويأثم وان كان لايستعملها لان امساك هذه الاشياء للهو عادة[1]۔

سے چھپالیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالٰی پاک ومنزّہ ہے، وہ سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں) اس میں کوئی آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں اس آدمی کے لئے جو اپنے صندوق میں تصویریں بند کر رکھے اس مقصد کے لئے کہ جب چاہے صندوق کھول کر انہیں دیکھ لے، مذکورہ تصویریں اگرچہ صندوق میں بند ہونے کی وجہ سے مستور ہیں جب تک کہ صندوق میں ہیں لیکن جب وہ صندوق کو کھولے گا اور انہیں نکالے گا تو وہ سامنے آجائیں گی پھر حرمت پیدا ہوجائے گی کیونکہ کسی امر ممنوع کے لئے کسی چیز کو روکے رکھنا بھی ممنوع ہے، اس کی مثال اس آدمی جیسی ہے کہ جس نے کسی عورت کو اپنی نگرانی میں پابند کر رکھا تھا تاکہ موقع پر اس سے بدکاری کا ارتکاب کرے، پھر جس وقت تک وہ بدکاری نہ کرے گا اس وقت بھی بدکاری کرنے کے گناہ میں گرفتار ہوگا اور اس لئے کہ اعمال کا مدار انسانی ارادوں پر ہے، لہٰذا ہم اللہ تعالٰی سے سلامتی کا سوال کرتے ہیں، بلکہ اگر اس نے اسے روک رکھا اور جب چاہے دیکھنے کا ارادہ بھی نہ کیا تو پھر بھی اس میں یہ خرابی ہے کہ اس نے اس صورت میں اسی چیز کی حفاظت کی جس میں فساد ہے اور اسی طرح یہ ہے کہ جیسے کوئی آدمی گانا بجانا نہیں کرتا لیکن گانے کے آلات واسباب کو

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی التسبیح والتسلیم الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۹۳

	اپنے پاس روکے رکھتا ہے چنانچہ ہمارے ایک جلیل القدر امام فقیہ قاضی خاں نے اپنے فتاوٰی میں ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص گانے بجانے اور لہو میں سے کسی چیز کو اپنے پاس روکے رکھے مکروہ ہے اور وہ اسی طرح کرنے سے گنہگار ہوگا اگرچہ انہیں اپنے استعمال میں نہ لائے، کیونکہ اس قسم کے آلات واسباب کو روکے رکھنا عادتاً کھیل تماشے کے لئے ہی ہوتا ہے۔(ت)

(۷) چاند، سورج، ستاروں اور درختوں کی تصویریں نماز میں سامنے ہوں تو حرج نہیں کہ مشرکین نے اگرچہ ان اشیاء کو پوجا مگر ان تصویروں کی عبادت نہیں کرتے، سومنات اگرچہ معبد قمر تھا، سوم بمعنی قمر ہے اور ناتھ بمعنی مالک، مگر اس میں بت تھا جسے صورت روحانیت قمر قرار دیا تھانہ شکل ہلالی یا قمری یا بدری کی تصویر، ردالمحتار میں درایہ شرح ہدایہ سے ہے:

فان قیل عبدالشمس والقمر والکواکب والشجرۃ الخضراء قلنا عبد عینه لاتمثاله[1] اھ **اقول:** وبه ظهر بطلان مابحث القاری فی المرقاۃ اذ قال ماعبد من دون الله ولو کان من الجمادات کالشمس والقمر ینبغی ان یحرم تصویرہ[2] اھ وھو کماتری بحث غریب ساقط لادلیل علیه ولااثر له فی کلام الائمه بل مخالف لاطلاقات جمیع کتب المذھب متونا وشروحا وفتاوی والله الموفق ھذا. ثم قال العلامة الکاکی فعلی ھذا ینبغی ان یکرہ	اگر یہ کہا جائے سورج، چاند، ستارے اور سرسبز درختوں کی عبادت کی جاتی ہے (تو پھر ان کی تصویروں کا کیا حکم ہے) ہم اس کے جواب میں عرض کرتے ہیں کہ اشیاء مذکورہ کی عین ذات کی عبادت کی جاتی ہے نہ کہ ان کی تصویروں کی اھ **اقول:** (میں کہتا ہوں) اس سے اس قول کا باطل ہونا واضح ہو گیا کہ ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں جس سے بحث کی، چنانچہ موصوف نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی کے سوا جس کی عبادت کی جائے اگرچہ وہ بے جان چیزوں میں سے ہو جیسے سورج اور چاند وغیرہ، تو مناسب یہ ہے کہ اس کی تصویر حرام قرار دی جائے اھ یہ جو کچھ فرمایا جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں ایک بحث غریب ہے جو درجہ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ اس امر پر کوئی دلیل نہیں، اور نیز ائمہ کرام کے کلام میں اس کی کوئی نشانی موجود نہیں بلکہ وہ ایک مخالف کلام ہے، ان تمام اطلاقات کے لئے جو مذہبی کتابوں میں متون،

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۶

[2] مرقات المفاتیح شرح المشکوٰۃ المصابیح کتاب اللباس باب التصاویر الفصل الاول ۸/ ۲۷۳

استقبال عن ھذہ الاشیاء قال الشامی ای لانھا عین ماعبد بخلاف مالو صورھا واستقبل صورتھا[1]۔ **اقول:** تفریع عجیب وبحث غریب فالمسافرون فی الفضاء والبحر بمالایجدون ملجاء من استقبال الشمس فی العصر والقمر فیھا وفی المغرب اوفی العشاء ولامحید لھم عن استقبال الکواکب فی العشاء واین یھرب المصلی فی الغیاض والریاض عن استقبال شجرۃ خضراء بل ربما لایجدلہ سترۃ غیرھا فیلجأ الیھا بحکم الشرع وروی الامام احمد وابوداؤد وعن المقداد بن الاسود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال مارایت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ	شروح اور فتاوٰی کی صورت میں موجود ہیں، اور اللہ تعالٰی ہی اس کی توفیق بخشنے والا ہے، علامہ کاکی نے فرمایا کہ پھر تو اس بنا پر مناسب یہ ہے کہ ان تمام چیزوں کی بعینہٖ ذات کی طرف منہ کرنا مکروہ ہے، چنانچہ اور علامہ شامی نے فرمایا کہ تمام وہ چیزیں جن کی عبادت کی جاتی ہے ان کا عین ہیں بخلاف اس کے کہ ان کی تصویر بنائیں اور پھر اس تصویر کی طرف منہ کریں اھ۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں) یہ ایک عجیب تفریع اور نادر بحث ہے کہ مسافر کھلی فضا اور سمندر میں کوئی ٹھکانا نہیں پاتے، عصر کے وقت سورج کی طرف منہ کرنے سے اور چاند کی طرف منہ کرنے سے اور مغرب یا عشاء میں اور عشاء کے وقت ستاروں کی طرف منہ کرنے سے لوگ کہیں نہیں بھاگ سکتے۔ اور جنگلات اور باغات میں نمازی کہاں بھاگ کر جاسکتا ہے کیونکہ جنگلوں اور باغوں میں ہرے بھرے درختوں کی طرف منہ کرنے سے بلکہ بسا اوقات وہ ان کے بغیر کوئی سترہ ہی نہیں پاتا، پھر حکم شریعت کی بنا پر ان کی طرف پناہ لیتا ہے، امام احمد اور امام ابوداؤد نے مقداد بن اسود سے روایت کی (اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو) موصوف نے فرمایا میں نے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کو کسی

[1] ردالمحتار بحوالہ معراج الدرایہ کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ الخ داراحیاء التراث العربی ۱/ ۴۳۶

وسلم صلی الی عود ولاعمود ولاشجرة الاجعله علی حاجبه الایسر اوالایمن ولایصمدله صمدا [1] ثم ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم انما نهی عن الصلٰوة حین تشرق الشمس وحین تستوی وحین تتدلی للغروب ولم یقیده بکونها قبالة المصلی بل اینما کانت و لو وراء ظهره ولوفی غیم غلیظ و علله بانها تکون اذ ذاك بین قرنی الشیطٰن لابانها عبدت من دون الرحمٰن ولعل شدة بعدها و القمر والنجوم تغنی عن السترة فلابی داؤد عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم اذا صلی احدکم الی غیر السترة فانه یقطع صلٰوته الحمار والخنزیر والیهودی والمجوسی والمرأة ویجزئ عنه اذا مروا بین یدیه علی قذفة بحجر [2] وللطحاوی یکفیک	لکڑی، کسی ستون اور کسی درخت کی طرف نماز پڑھتے ہوئے نہ دیکھا مگر آپ نے انہیں اپنے دائیں یا بائیں ابرو کی طرف رکھا اور بالکل ان کی طرف سیدھ نہ فرمائی، اور حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے لوگوں کو اس وقت نماز پڑھنے سے روکا جب سورج چڑھ رہا ہو یا دوپہر کے وقت وسط آسمان میں ٹھہر جائے یا غروب کے قریب ہو جائے، اور اس کو اس بات سے مقید نہ کیا کہ وہ نمازی کے سامنے اور اس کے مقابل ہو بلکہ جہاں بھی ہو اس کے لئے یہی حکم دیا اگرچہ وہ اس کے پس پشت ہو اور گھرے بادل میں چھپا ہوا ہو، اور اس کی تعلیل یہ بیان فرمائی کہ اوقات مذکورہ میں سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہوتا ہے نہ یہ کہ اس وقت خدائے رحمان کے علاوہ اس کی پرستش کی جاتی ہے شاید اس کی وجہ زیادہ دور ہونا ہے، چاند اور ستارے نمازی کو سُترہ سے بے نیاز کردیتے ہیں (مطلب یہ کہ ان کے آگے کسی آڑ کی ضرورت نہیں) چنانچہ ابوداؤد میں حضرت عبدالله ابن عباس رضی الله تعالٰی عنہ کے حوالے سے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی ذات گرامی سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص بغیر سترہ کے نماز پڑھے تو گدھا، سور، یہودی، آتش پرست اور عورت اس کی نماز کو قطع کردیتے ہیں، اور جب وہ اس کے آگے سے گزریں تو اس کی طرف سے یہی کافی ہے کہ ایک پتھر پھینکنے

[1] سنن ابی داؤد کتاب الصلٰوۃ باب اذاصلی الی ساریۃ اونحوها آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۰۰

[2] سنن ابی داؤد کتاب الصلٰوۃ باب مایقطع الصلٰوۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۰۲

اذا کانوامنك قدررمیة[1] وفی صلٰوۃ الھندیة عن التتارخانیة ان کانت القبور وراء المصلی لایکرہ فانہ ان کان بینہ وبین القبر مقدار مالوکان فی الصلٰوۃ و یمر انسان لایکرہ فھٰھنا ایضاً لایکرہ[2] اھ اما الشجر، **فاقول**: کونھم عبدوا نوعاً اوشخصاً من الشجر لایلزم کراھة الاستقبال الا الی ذٰلك النوع او الشخص بخصوصه لاالی کل شجرۃ ولیس ذٰلك مثل التمثال فان الحکم متعلق بنفسه من دون نظر الی کونہ صورۃ ماعبدوہ اولا کما سیاتیك تحقیقه ان شاء اللہ تعالٰی بخلاف الاعیان فلا یعتبر فیھا الجنس بل خصوص ماعبد علی وجه	کی مقدار دور ہو (یعنی اگر اتنی مقدار دور سے گزریں تو کوئی حرج نہیں) اور امام طحاوی کی روایت میں ہے (اے نمازی!) تجھے یہی کافی ہے کہ گزرنے والا تجھ سے ایک تیر پھینکنے کی مقدار ہو۔ فتاوٰی عالمگیری بحث صلٰوۃ میں تاتارخانیہ کے حوالے سے منقول ہے اگر قبریں نمازی کے پس پشت ہوں تو کوئی کراہت نہیں بشرطیکہ نمازی اور قبر کے درمیان اتنی مقدار مسافت ہو کہ جتنی نماز میں نمازی کے آگے ہونی چاہئے کہ اگر کوئی آدمی اس کے آگے سے گزرے تو کراہت نہ ہو تو یہاں بھی اس قدر مسافت ہو تو کراہت نہ ہو گی اھ۔ رہا درختوں کا معاملہ، **فاقول**: (تو اس کے متعلق میں کہتا ہوں کہ) مشرکین کسی نوع یا کسی فرد معین درخت کی عبادت کرنے سے اس کی طرف منہ کرنے سے کراہت لازم آئے گی مگر یہ اس وقت ہوگا جبکہ اس نوع یا خصوصی فرد کی طرف منہ کرے اور یہ معاملہ ہر درخت کے ساتھ نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا معاملہ تصویر جیسا نہیں اس لئے کہ حکم اس کی ذات سے وابستہ ہے اس پر نظر کئے بغیر کہ یہ اس کی تصویر ہے کہ جس کی پہلے مشرکین نے عبادت کی یا نہیں جیسا کہ ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب اس کی تحقیق تیرے پاس آجائے گی بخلاف اعیان (ذوات) کہ ان میں

[1] شرح معانی الآثار باب المرور بین یدی المصلی الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۰۹/۱

[2] فتاوٰی ہندیة الباب السابع الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱۰۷/۱

عبد الا تری الی ما مر من الفرق بین تنور فیه نار وبین شمع وسراج اولا تری ان النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم کان یستتر فی صلوته براحلته ولم یمنعه عن ذٰلك کونها من جنس الحیوان الذی یعبده المشرکون نوع البقر وعبدوا شخص عجل السامری، اخرج الشیخان عن ابن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنهما ان النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم کان یعرض راحلته فیصلی الیها[1]، وفی الفتح ان استتر بظهر جالس کان سترة وکذا الدابة واختلفوا فی القائم[2] اھ وفیه وفی الھندیة عن النھایة قالوا حیلة الراکب ان ینزل	جنس کااعتبار نہیں کیاجاتا بلکہ اس میں جس کی عبادت کی جائے جس وجہ پر عبادت کی جائے اس خصوص کو پیش نظر رکھاجاتاہے۔کیاآپ نہیں دیکھتے اس گزشتہ فرق کو جو ایسے تنور کہ جس میں آگ ہو اور شمع اورچراغ کے درمیان کیاگیاہے کیاآپ نہیں دیکھتے کہ حضوراکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی نماز میں اپنی سواری (ناقہ) کوپردہ اورآڑ بناتے اور اس رویّہ سے آپ کو یہ چیز نہ روکتی کہ ناقہ اس جنس حیوان میں سے ہے کہ جس کی ایک قسم گائے کی مشرکین عبادت کرتے رہے اورسامری کے بنائے ہوئے فرد معین بچھڑے کی پرستش کرتے رہے، چنانچہ بخاری اور مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے تخریج فرمائی کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام جب نمازپڑھنے کاارادہ فرماتے تواپنی سواری (ناقہ) کوچوڑائی میں بٹھادیتے پھر اس طرف منہ کرکے نمازپڑھتے۔فتح القدیر میں ہے اگرکسی بیٹھے ہوئے شخص کی پیٹھ کو (نمازپڑھتے وقت) پردہ بنائے توپھر اس کے لئے سُترہ کے قائم مقام ہے، اور کسی دوسرے جانور کا بھی یہی حکم ہے، اور کھڑے ہونے والے شخص میں ائمہ کرام نے اختلاف کیاہے اھ اوراس میں اور فتاوٰی عالمگیری میں نہایہ کے

[1] صحیح البخاری کتاب الصلٰوۃ باب الصلٰوۃ الی الراحلۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۲

[2] فتح القدیر کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مکتبہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۵۴

فیجعل الدابة بینه وبین المصلی فتصیر ھی سترة فیمر[1] اھ فالذی تحرر بماتقرر کراھة استقبال خصوص حیوان اوشجر اخضر یعبدہ المشرکون ان نوعا فنوعا اوشخصا فذلك الشخص عینا دون غیرہ من نوعه بشرط ان لایکون بینه وبین المصلی اکثر ممایؤثم المار ھذا ماظھر لی وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔	حوالے سے ہے۔ائمہ فقہ نے فرمایا(سفر میں سُترہ کے لئے تجویز وتدبیر یہ ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے والا سوار ہے تو زمین پر اترے، پھر گزرنے والا اپنے اور نمازی کے درمیان اپنے جانور کو آڑ بنالے، پس یہی اس کے لئے سُترہ کی حیثیت رکھتا ہے اھ اور جوکچھ اثبات کردہ حقیقت کے مطابق تحریر ہوا کہ مشرکین جن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں بربنائے خصوص خواہ وہ حیوان ہو یا کوئی سرسبزوشاداب درخت ہو، نماز میں اس کی طرف منہ کرنا مکروہ ہے، اگر نوع ہو تو اس نوع کا یہی حکم ہے۔اگر شخص(یعنی فرد معین ہو تو) پھر عین(یعنی اس فرد معین کا یہی) حکم ہے۔لہٰذا اس نوع میں سے کوئی دوسرا مراد نہ ہوگا۔بشرطیکہ اس کے اور نمازی کے درمیان اتنی زیادہ مسافت نہ ہو کہ جس سے گزرنے والا گناہگار ہوتا ہے۔اور یہ وہ تحقیق ہے جو مجھ پر ظاہر ہوئے۔اور مجھے امید ہے کہ وہ ضرور مبنی بر صواب ہوگی بشرطیکہ اللہ تعالٰی چاہے۔اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے(ت)

ان تمام مسائل سے واضح ہوا کہ تشبّہ کے لئے اس شے کا جنس مایعبدہ المشرکون سے ہونا ضروری ہے،

اقول:(میں کہتا ہوں)اب یہاں متعدد سوال پیدا ہوتے ہیں:

اوّل: اعیان میں تو اس کے معنی ظاہر ہیں کہ خود وہی نوع یا شخص ہو جس کی عبادت مشرکین کرتے ہیں مگر تصویر میں ہر گز یہ معنی نہیں شمس وقمر کی تصویر نہ گھر میں رکھنا مکروہ نہ نماز میں سامنے ہونے سے کراہت، حالانکہ وہ معبودان باطل ہیں،اور ہر انسان وحیوان کی تصویر رکھنا بھی حرام،اور اس سے نماز بھی مکروہ، حالانکہ مشرکین ان سب کی عبادت نہیں کرتے،اس کا منشا کیا ہے،وہ جو گزرا کہ شمس وقمر کے عین کی عبادت ہوتی ہے،نہ تصویر کی،یہاں بدرجہ اولٰی وارد ہے کہ ان کے نہ عین کی عبادت ہوتی ہے نہ تصویر کی،اگر کہئے وہ ذی روح نہیں یہ ذی روح ہیں،ہم کہیں گے یہی تو سوال ہے کہ جب مدار عبادت پر ہے تو معبود باطل تو غیر ذی روح کی تصویر کیوں نہ منع ووجہ کراہت ہوئی،اور ذی روح

[1] فتح القدیر کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳۵۴/۱

غیر معبود کی تصویر کیوں حرام و موجب کراہت ٹھہری۔

دوم: سر بریدہ وچہرہ محو کردہ کو استثناء فرمایا کہ ان کی عبادت نہیں ہوتی۔ظاہر ہے کہ یہ نفی نفی امکان نہیں کہ مشرکوں کی بد عقلی سے کسی چیز کی عبادت محال کیا مستبعد بھی نہیں،جب وہ صرف لنگ اور جلہری کی پوجا کرتے ہیں توان کے ساتھ باقی بدن بھی اگر ہوااور سر نہ ہوا تو کون مانع ہے مگر مراد نفی عادت ہے کہ تن بے سر کی عبادت ان کی عادت نہیں۔ تبیین الحقائق و بحر الرائق سے گزرا:

لانھا لاتعبد بدون الراس عادۃ[1]۔	اس لئے کہ بطور عادت، بغیر سر، تصویر کی عبادت نہیں کی جاتی (ت)

اب واضح سوال ہے کہ تصویر کے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ دینے کے بعد جواز کیوں نہ ہوا کہ ایسے لوتھڑے کی عبادت بھی ان کی عادت نہیں بلکہ بھنویں اور آنکھیں مٹادینے پر بھی یہی سوال ہوسکتاہے کہ اس حالت پر بھی عبادت کی عادت محل منع ہے، اگر کہئے بے سروچہرہ حیات نہیں رہتی اور ان اعضاء کے بغیر ممکن ہے، ہم کہیں گے تومدار حیات پر ہوا،نہ عادت عبادت پر، ہٰذا خلف حیات کواس لئے تھا کہ اصل مناط یعنی عادۃً معبود ہونا بے حیات منتفی ہے نہ اس لئے کہ حیات ہی اصل مناط ہے کہ وہ باقی ہو توحکم ثابت رہے اگرچہ عادت عبادت معدوم ہو۔

سوم: سر بریدہ واطراف.بریدہ میں توموت وحیات سے فرق کرلیا چھوٹی تصویر اور اطراف.بریدہ میں کیافرق ہے، قابلیت حیات دونوں میں ہے اور عادۃً عبادت دونوں کی نہیں ہوتی بلکہ.بڑی تصویر صرف مستور رہنے سے کیوں قابل استثناء ہو گئی، اتنا خارجی تغیر کہ صرف ایک ہیأت بدلی مفید ہوااور یہ عظیم تغیر نفس جسم میں کہ چاروں ہاتھ پاؤں جڑ سے کاٹ دیئے کام نہ آیا حالانکہ پردہ ڈالنا اعزاز کا بھی پہلو رکھ سکتاہے اور دست و پاکاٹ دینا صریح اہانت ہے۔

چہارم: کیافرق ہے کہ زید یامثلاً بکر کی تصویر گھر میں بے اہانت رکھنا حرام اور مانع ملٰئکہ رحمۃ علیہم الصلٰوۃ والسلام، حالانکہ مشرکین نہ زید اور بکری کو پوجتے ہیں نہ اُن کی تصویروں کو،اور گائے کا گھر میں بے اہانت رکھنا جائز حالانکہ وہ خود ان کی معبودہ باطلہ ہے اور باندھنا بغرض اہانت نہیں بلکہ حفظ ہے اور بہت گائے بیل بے باندھے بھی رکھے جاتے ہیں،اگر کہئے گائے کا رکھنا

[1] تبیین الحقائق باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/ ۱۶۶، بحر الرائق باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۸

دودھ کے لئے ہے اور تصویر سے کوئی غرض صحیح نہیں، ہم کہیں گے غرض صحیح کے چار درجے ہیں، ضرورت، حاجت، منفعت، زینت۔ گائے اگرچہ درجہ سوم میں ہے لوگ تصویر کو درجہ چہارم میں رکھتے ہیں تو بے غرض یہ بھی نہ ہوئی، معہذا اور اغراض بھی تصویر میں ہو سکتی ہیں مثلاً معرکہ جہاد کی تصویر جس میں اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو کافروں پر غلبہ عطافرمایا ہو کہ اس کے مشاہدہ سے مسلمانوں کی عزت کفار کی ذلت کا سماں نظر آئے گا نعمت الٰہی کی یاد ہو گی ان بندگان خدا کی طرح دین کے لئے جانفشانی کا شوق پیدا ہو گا الی غیر ذٰلك من المصالح (اُن بیان کردہ فوائد کے علاوہ اور بھی بہت سے مصالح ہیں۔ت) حالانکہ ان نیتوں سے بھی اس کا رکھنا حرام و ناجائز ہی ہے تو واجب ہوا کہ تصویر میں مایعبد کے وہ معنی لئے جائیں اور ایسا مناط تجویز کیا جائے جس سے یہ سب سوالات مرتفع ہو جائیں اور تمام مسائل منع واجازت اس پر منطبق آئیں **فاقول:** **وباللہ التوفیق** (پھر میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے ہی کہتا ہوں۔ت) یہاں مناط منع، نہ صورت کی عبادت ہونا ہے نہ ذوالصورۃ کی، نہ اس کی نوع نہ جنس قریب کی۔ نہ اس کا اس حالت پر ہونا کہ ذوالصورۃ اس حال پر ہو تو زندہ رہے ان میں سے کچھ کسی وجہ پر، نہ وہ سوال مرتفع ہوں نہ فروع ملتئم بلکہ مناط تصویر کا معنی وثن میں ہونا ہے جیسا کہ محقق نے فتح میں اشارہ فرمایا:

حیث قال کما تقدم لیس لھا حکم الوثن فلا تکرہ فی البیت[1]۔	جیسا کہ پہلے گزر چکا (کہ اس حالت میں) تصویر کے لئے حکمِ صنم نہیں، لہٰذا اس کا گھر میں ہونا مکروہ نہیں۔(ت)

ولہٰذا صورت حیوانیہ کی تخصیص ہوئی کہ غیر حیوان کی تصویر بت نہیں، بت ایک صورت حیوانیہ مضاہات خلق اللہ میں بنائی جاتی ہے تاکہ ذوالصورۃ کے لئے مرات ملاحظہ ہو اور شک نہیں کہ ہر حیوانی تصویر مجسم خواہ مسطح کپڑے پر ہو یا کاغذ پر دستی ہو یا عکسی اس معنی میں داخل ہے تو سب معنی بت میں ہیں اور بت اللہ عزوجل کا مبغوض ہے تو جو کچھ اس کے معنی میں ہے اس کا بلا اہانت گھر میں رکھنا حرام اور موجب نفرت ملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اسی قدر سے بحمد اللہ تعالٰی سب سوال حل ہو گئے تصویر کواکب تصویر حیوانی نہیں کہ معنی بت میں ہو اور تصویر انسان وحیوان اگرچہ مشرکین ان کی عبادت نہ کرتے ہوں معنی بت میں ہے تو مبغوض رب العزت ہے، **سوال اول**

[1] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۶۳

حل ہوا، تنور صورت حیوانی ہی نہیں اور گائے ہے مگر خود مخلوق رب العزت نہ کہ مضاہات خلق اللہ میں مرات ملاحظہ ہونے کو بنائی ہوئی کہ مبغوض الٰہی ہو تو یہ بھی معنی بت میں نہیں، سوال چہارم حل ہوا، پھر صورت حیوانی کہا جانا اور اس کے لئے مرآۃ ملاحظہ ہونا دونوں کامدار چہرہ پر ہے، اگر چہرہ نہیں تو اسے صورت حیوانی نہ کہا جائے گا، اس پر ایک تو امین الوحی جبریل علیہ الصلٰوۃ و السلام کا قول گزرا کہ ان کے سر کاٹ دیجئے کہ ہیأت درخت پر ہو جائیں، دوسرے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد گزرا کہ صورت سر کا نام ہے جس کے سر نہیں وہ صورت نہیں، تیسرے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد گزرا کہ سر کاٹ دیا تو صورت نہ رہی، چوتھے اس پر اول دلیل ارشاد اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے:

اذا قاتل احدکم اخاہ فلیجتنب الوجه فان اللہ خلق اٰدم علٰی صورته، رواہ[1] مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه حکی النووی فی شرحه ثلثة اقوال امثلها واعدلها واصحها واحملها ان المراد اضافة تشریف واختصاص کقوله تعالٰی ناقة اللہ وکما یقال فی الکعبة بیت اللہ ونظائرہ[2] اھ	تم میں سے جب کوئی شخص اپنے بھائی سے آمادہ جنگ ہو تو اس کے چہرے کو بچائے کیونکہ اللہ تعالٰی نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔ امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت فرمایا۔ امام نووی نے اپنی شرح صحیح مسلم میں علٰی صورتہ کے متعلق تین اقوال کی حکایت فرمائی ان میں سب سے زیادہ حمل والا قول یہ ہے کہ اس اضافت سے شرافت واختصاص مراد ہے۔ اللہ تعالٰی کے اس ارشاد "ناقة اللہ" (اللہ تعالٰی کی اونٹنی) کی طرح، اور جیسا کہ کعبہ شریف کے بارے میں کہا جاتا ہے "بیت اللہ" (اللہ تعالٰی کا گھر) اور اسی طرح اس کے باقی نظائر وامثال اھ (ت)

تکریم صورت کو صرف تعظیم وجہ پر مقصود فرمایا اور مرآۃ ملاحظہ ہونے کا وجودًا وعدمًا اس پر دوران خود ظاہر چہرہ ہی سے معرفت ہوتی ہے چہرہ دیکھا اور باقی بدن کپڑوں سے چھپا ہے تو کہے گا میں اسے پہچانتا ہوں، اور چہرہ نہ دیکھا تو نہیں کہہ سکتا اگرچہ باقی بدن دیکھا ہو، ولہذا اگر عورت نے اپنا منہ کھول کر گواہوں کو دکھایا اور کہا میں لیلٰی بنت زید ہوں اور کچھ اقرار یا عقد کیا گواہوں کو اس پر گواہی دینا جائز ہے اور انہیں اس کی زندگی بھر گواہان شناخت کی اصلًا حاجت نہیں کہ منہ دیکھ کر انہیں خود شناخت ہو گئی وہ اسے دیکھ کر

[1] صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب النھی عن ضرب الوجه قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۲۷

[2] شرح صحیح مسلم للنووی مع صحیح مسلم باب النھی عن ضرب الوجه قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۲۷

بتاسکتے ہیں کہ یہی وہ عورت ہے جس نے ہمارے سامنے اقرار کیااور اگرمنہ کھول کرنہ دکھایاتو گواہان شناخت کے بعد بھی یہ گواہی نہیں دے سکتے کہ فلاں عورت نے یہ اقرار کیابلکہ اتنا کہیں کہ ہمارے سامنے ایک عورت نے یہ اقرار کیااور فلاں فلاں شہود نے ہم سے بیان کیاکہ یہ فلاں عورت ہے۔عالمگیری میں ہے:

لوکشفت امرأۃ وجھھا وقالت انا فلانۃ بنت فلان لا یحتاجون الی شھود المعرفۃ فان ماتت یحتاجون الی شاھدین یشھدان انھا کانت فلانۃ بیت فلان واذا لم تسفر وجھھا وشھد شاھدان انھا فلانۃ بنت فلان لم یحل لھما ان یشھدا بذلك یعنی علی اقرار فلانۃ انما یجوز ان یشھدا ان امرأۃ اقرت بکذا وشھد عندنا شاھدان انھا فلانۃ بنت فلان ھکذا فی الملتقط [1]۔	اگر کسی عورت نے اپنے چہرے سے پردہ اٹھایا اور کہامیں فلاں دختر فلاں ہوں تواس صورت میں لوگوں کوپوری زندگی شناخت کرانے کے لئے گواہوں کی ضرورت نہیں(اس لئے کہ چہرے سے پوری طرح شناخت اور تعارف حاصل ہوگیا) پھر اگروہ مرجائے تولوگوں کواس بات کی ضرورت ہوگی کہ دو گواہ یہ گواہی دیں گے کہ فلاں،دختر فلاں ہے اور اگراس نے اپنا چہرہ کھول کرنہ دکھایا تو پھر دو گواہ یہ گواہی دیں گے کہ وہ فلاں دختر فلاں ہے لیکن ان دو گواہوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ یہ گواہی دیں کہ وہ فلاں عورت ہے کہ جس نے اقرار کیا تھا۔ہاں البتہ یہ جائز ہے کہ وہ یونہی گواہی دیں کہ ایک عورت نے اقرار کیا ہے اور ہمارے پاس دو گواہوں نے گواہی دی کہ وہ عورت فلاں دختر فلاں ہے،فتاوٰی ملتقط میں اس طرح مذکور ہے۔(ت)

اسی میں فتاوٰی ظہیریہ سے ہے:

اختلف المشائخ فی جواز تحمل الشھادۃ علی المرأۃ اذ کانت متنقبۃ،بعض مشائخنا قالوا لایصح التحمل علیھا بدون رؤیۃ وجھھا وبعض مشائخنا توسعوا فی ھذہ وقالوا	مشائخ کرام نے اس بارے میں اختلاف کیاہے کہ جب عورت نقاب پوش ہوتواس پر گواہی دینے کے جواز کی کیا صورت ہوگی، چنانچہ ہمارے بعض مشائخ نے فرمایاکہ چہرہ دیکھے بغیر عورت کے متعلق گواہی نہیں دی جاسکتی،لیکن ہمارے بعض مشائخ نے اس میں کچھ وسعت وگنجائش

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳ /۴۵۳

يصح عندالتعريف وتعريف الواحد كفى والمثنى احوط والى هذا مال الشيخ الامام المعروف بخواهر زاده والى القول الاول مال الشيخ الامام شمس الاسلام الاوزجندى والشيخ الامام ظهيرالدين و ضرب من المعقول يدل على هذا فانا اجمعنا على انه يجوز النظر الى وجهها لتحمل الشهادة[1] اھ **قلت** فقد اجمعوا على حصول المعرفة برؤية الوجه حتى جاز التحمل اجماعا وعلى عدمها بعدم معرفتها لم يجز التحمل عند قوم اصلا واحتيج لما التعريف عند اٰخرين مقاصد۔	رکھی ہے، اور یہ فرمایا ہے کہ تعارف اور شہرت کے وقت اس کے متعلق گواہی دینا صحیح ہے اور صرف ایک آدمی کی پہچان کافی ہے اور دو میں زیادہ احتیاط ہے۔ چنانچہ شیخ امام جو خواہر زادہ کے لقب سے مشہور ہیں اسی طرف مائل ہیں جبکہ شیخ امام شمس الاسلام اوزجندی اور شیخ امام ظہیرالدین پہلے قول کی طرف مائل ہیں چنانچہ معقول قسم اس پر دلالت کرتی ہے اس لئے کہ ہم نے اتفاق کیا ہے کہ تحمل شہادت کے لئے عورت کے چہرہ کی طرف دیکھنا جائز ہے اھ **میں کہتا ہوں** ائمہ کرام نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ چہرہ دیکھنے سے شناخت اور معرفت حاصل ہوتی ہے یہاں تک کہ (اس صورت میں) تحمل شہادت بالاتفاق جائز ہے، اور اگر رؤیت نہ ہو تو معرفت نہ ہوگی لہذا بعض لوگوں کے نزدیک (اس صورت میں) تحمل شہادت بالکل جائز نہیں۔ لیکن کچھ دوسروں کے نزدیک مقاصد میں اس کے لئے شناخت کی ضرورت ہوتی ہے۔ (ت)

اہل تصویر ہی کو دیکھئے جو تصویر کسی کی یادگار کے لئے بنوائیں ہرگز بے چہرہ اس پر راضی نہ ہوں گے نہ اپنے مقصود کو مفید جانیں گے اگرچہ باقی تمام بدن کی تصویر ہو اور بارہانیم قد بلکہ صرف چہرہ پر قناعت کرتے اور اسے اپنے مقصد کے لئے کافی سمجھتے ہیں جیسا کہ مصوّروں میں بکثرت دائر وسائر اور سکہ کی تصویروں سے ظاہر، اور خود یہ تصویر جس سے سوال ہے اس پر شاہد کہ اس کا بنانا یادگار ہی کے لئے تھا اور نصف سینہ تک قناعت کی تو بداہۃً ثابت ہوا کہ صرف چہرہ ہی وہ چیز ہے کہ تصویر کو معنی بت میں کرتا ہے اور صرف چہرہ ہی اس معنی کے افادہ میں کافی ہوتا ہے تو یہاں جنس مایعبد سے مراد صرف معنی بت میں ہونا ہے اگرچہ نہ خود وہ معبود مشرکین ہو نہ اس کا ذوالصورۃ تو وہ اس حالت پر ہو کہ مشرکین اپنی عبادت کے لئے

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشہادات الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۵۲

عادۃً لازم رکھتے ہیں کہ یہ سب زوائد ہیں اور یہاں غیر ملحوظ۔ یہاں صرف اس قدر درکار ہے کہ تصویر کسی صورت حیوانیہ کے لئے مرأۃ ملاحظہ ہو اور اس کامدار صرف چہرہ پر ہے توقطعًا یہ سب تصویریں معنی بت میں ہیں اور ان کامکان میں باعزاز رکھنا، نصب کرنا، چوکھٹوں میں رکھ کردیوار پر لگانا یاپردے یادیوار یاکسی اونچی رہنے والی شے پراس کامنقوش کرنا اگرچہ نیم قدیا صرف چہرہ ہو یادیوار گیروں پرانسان یاحیوان کے چہرے لگانا یاپانی کے نل کے منہ یالاٹھی کی بالائی شام پر کسی حیوان کاچہرہ بنوانا یا ایسی کسی بنی ہوئی چیز کورکھنا استعمال کرنا سب ناجائز وحرام ومانع دخول ملائکہ علیہم الصلٰوۃ والسلام اور اس مکان میں نماز یقینا مکروہ، پھر اگرتشبہ خاص بھی پایاجائے جیسے مصلی کے سامنے ہوناتونماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ، کیاکوئی کہہ سکتاہے کہ قدآدم آئینے جن میں اتنی بڑی بڑی آدمیوں اور جانوروں کی تصویریں ہوں دیوار قبلہ میں نصب کرکے ان کی طرف نماز پڑھنے میں نہ عبادت صورت کی مشابہت ہے نہ شرع مطہر کی مخالفت، حاشاہر گز کوئی نہیں کہہ سکتا، توثابت ہواکہ صواب عامہ کتب ائمہ کے ساتھ ہے جن میں صرف قطع راس ومحو وجہ پراکتفافرمایا اوردیگراعضاء کا ان پر قیاس ہر گز نہ روایۃً منقول نہ درایۃً مقبول۔ لاجرم سربریدہ میں ممانعت نہ ہوئی کہ معنی بت میں نہ رہی، اور دست وپابریدہ ناجائز ہوئی کہ معنی بت باقی سوال دوم حل ہوا، اتنی چھوٹی تصویر کہ نظر میں متمیزنہ ہو مرأۃ ملاحظہ نہیں کہ آپ ہی زیرملاحظہ نہیں یونہی مستور کہ وہ بھی خود ملاحظہ سے مہجور، مرأۃ ملاحظہ ہوناتواور دور، اور معنی بت کے حصول کو یہ بھی ضرور کہ مشرکین بتوں کواسی لئے بناتے ہیں کہ ان کے آلہ مزعومہ باطلہ کے مرأۃ ملاحظہ ہوں تویہاں بھی وہ معنی مفقود، سوال سوم حل ہوا،

وللّٰه الحمد حمدا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیه کمایحب ربنا ویرضی وصلی اللّٰه تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰینا واٰله وصحبه ابدا، ھکذا ینبغی التحقیق واللّٰه تعالٰی ولی التوفیق وقدکان یختلج فی قلبی الکلام علیه منذ مان وکنت ارجوان یفتح اللّٰه تعالٰی بالحق فھذا	اللہ تعالٰی کے لئے ہی بے حساب وشمار تعریف وتوصیف ہے پاکیزہ، ایسی میں برکت رکھی گئی جیسا کہ ہمارا پروردگار پسند فرمائے اور اللہ تعالٰی ہمارے آقا اور ہمارے مولاپر رحمت برسائے اوران کی تمام آل اور ساتھیوں پر ہمیشہ ہمیشہ رحمت ہو، اور مناسب یہ ہے کہ تحقیق اسی طرح ہونی چاہئے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق دینے کامالک ہے۔ مدت سے میرے دل میں اس پر کلام کرنے کی بات کھٹک رہی تھی اور میں یہ بھی امید رکھتا تھا

او ان یسرہ المولی سبحٰنه وتعالٰی وله الحمد اقول وبه انفصل ولله الحمد خلاف مانقله القهستانی عن المحیط فی اتخاذ الراس ونقله عنه فی ردالمحتار ولم یذکروا فیه ترجیحا فثبت بحمدالله تعالٰی ترجیح المنع اقول:ثم لایذهبن عنك وان المراد بالاتخاذ الاقتناء کما فی قول القهستانی بعده باسطر،یکره اتخاذ الصور فی البیوت[1]،ثم قوله بعده لایکره اتخاذها[2]ان صغرت اما اصطناعه فلایجوز بحال وان صرح علماؤنا بجواز اتخاذ الانف والسن والاصبع من فضة لمقطوعها فان الفرق بین ماذکروا وبین اتخاذ الرأس ممالایخفی علی بلید فضلا عن عاقل،والله تعالٰی اعلم۔	کہ (اس معاملہ میں) اللہ تعالٰی مجھ پر حق کھول دے گا یہاں تک کہ یہ وقت آپہنچاکہ جس میں اللہ تعالٰی پاک اور برتر نے (اس عقدہ کو) مجھ پر آسان کردیا لہٰذا اسی کے لئے تعریف و ستائش ہے **اقول:** (میں کہتاہوں) جبکہ اللہ تعالٰی کے لئے حمدو ستائش ہے اس سے وہ اختلاف الگ اور جدا ہوگیا کہ جس کو علامہ قہستانی نے محیط کے حوالے سے سر بنانے کے متعلق نقل کیا اور فتاوٰی شامی میں اس کو نقل فرمایا لیکن اس میں ائمہ کرام نے کوئی ترجیح ذکر نہیں، میں کہتاہوں پھر آپ سے کہیں یہ بات رہ نہ جائے کہ یہاں اتخاذ سے اقتناء (حفاظت کرنا) مراد ہے جیسا کہ چند سطروں بعد علامہ قہستانی کا یہ قول موجود ہے گھروں میں حفاظت سے تصویریں رکھنا منع ہیں"۔ لیکن اس کے کچھ بعد انہوں نے فرمایا کہ اگر تصویریں چھوٹی چھوٹی ہوں تو ان کا گھروں میں رکھنا مکروہ نہیں لیکن ان کا بنانا کسی حال میں بھی جائز نہیں،اگرچہ ہمارے علماء کرام نے یہ تصریح فرمائی کہ چاندی کی ناک،دانت اور انگلی بنانا جائز ہے اور اس کی وجہ ان کا مقطوع ہونا ہے اس لئے کہ جو کچھ انہوں نے ذکر فرمایا اس کے اور سر بنانے کے درمیان واضح فرق ہے جو کسی بے عقل سے بھی پوشیدہ نہیں چہ جائیکہ صاحب عقل سے مخفی رہ جائے،واللہ تعالٰی اعلم (ت)

رابعًا اقول: وبالله التوفیق (میں تعالٰی کی توفیق ہی کے حوالے سے کہتاہوں)

[1] جامع الرموز کتاب الصلٰوۃ فصل مایفسد الصلٰوۃ مکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۱۹۶

[2] جامع الرموز کتاب الصلٰوۃ فصل مایفسد الصلٰوۃ مکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۱۹۵

ایک اور نکتہ بدیعہ ہے جس پر تنبہ لازم، یہاں چار صورتیں ہیں:

اوّل: تصویر کی توہین مثلاً فرش پا انداز میں ہونا کہ اس پر چلیں پاؤں رکھیں یہ جائز ہے اور مانع ملائکہ نہیں اگرچہ بنانا بنوانا ایسی تصویروں کا بھی حرام ہے کما فی الحلیۃ والبحر وغیرھما (جیسا کہ حلیہ، بحر رائق اور ان دو کے علاوہ دوسری کتابوں میں مذکور ہے۔ت)

دوم: جس چیز میں تصویر ہو اسے بلااہانت رکھنا مگروہ ترک اہانت بوجہ تصویر نہ ہو بلکہ اور سبب سے جیسے روپے کو سنبھال کر رکھنا زمین پر پھینک نہ دینا کہ یہ بوجہ تصویر نہیں بلکہ بہ سبب مال، اگر سکہ میں تصویر نہ ہوتی جب بھی وہ ایسی ہی احتیاط سے رکھا جاتا، یہ بحال ضرورت جائز ہے جس طرح روپے میں کہ تکریم تصویر مقصود نہیں اور بے تصویر کا یہاں چلنا نہیں اور اس پر سے تصویر مٹائیں تو چلے گا نہیں الضرورات تبیح المحظورات (ضرورتیں ممنوع کاموں کو مباح کردیتی ہیں۔ت) یونہی اسٹامپ کی تصویریں اور ڈاک کے ٹکٹ، اگر ان کی تصویریں ایسی چھوٹی نہ ہوں کہ زمین پر رکھ کر کھڑے ہوکر دیکھنے سے تفصیل اعضا ظاہر نہ ہو جیسے اشرفی، مہر، اس کے رکھنے کا ویسے ہی جواز ہے کہ اس کی تصویریں ایسی ہی چھوٹی ہیں اور بلاضرورت داخل کراہت کہ اگرچہ ترک اہانت دوسری وجہ سے ہے مگر لازم تو تصویر کی نسبت بھی آیا حالانکہ ہمیں اس کی اہانت کا حکم ہے، عنایہ سے گزرا:

نحن امرنا باھانتھا[1]۔	ہمیں تصویروں کی توہین وتذلیل کا حکم دیا گیا ہے۔(ت)

تو ترک اہانت میں ترک حکم ہے اور ضرورت نہیں کہ حکم جواز لائے، چاقو وغیرہ جو تصویریں ہوتی ہیں اسی حکم میں داخل ہیں اگر بڑی ہوں تو انہیں مٹادے یا کاغذ وغیرہ لگادے ورنہ مکروہ ہے۔ یہ بھی اس وقت کے رکھنے والے کو اس شے سے کام ہو تصویر مقصود نہ ہو ورنہ صورت سوم میں داخل ہوگا۔

سوم: ترک اہانت بوجہ تصویر ہی ہو مگر تصویر کی خاص تعظیم مقصود نہ ہو جیسے جہال زینت وآرائش کے خیال سے دیواروں پر تصویریں لگاتے ہیں یہ حرام ہے اور مانع ملائکہ علیہم الصلٰوۃ والسلام کہ خود صورت ہی کا اکرام مقصود ہوا اگرچہ اسے معظم وقابل احترام نہ مانا۔

چہارم: صرف ترک اہانت نہ ہو بلکہ بالقصد تصویر کی عظمت وحرمت کرنا، اسے معظم دینی سمجھنا، اسے تعظیماً بوسہ دینا، سر پر رکھنا، آنکھوں سے لگانا، اس کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا، اس کے لئے جانے

[1] العنایۃ شرح الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۶۲

پر قیام کرنا، اسے دیکھ کر سر جھکانا وغیر ذلک افعال تعظیم بجالانا یہ سب سے اخبث اور قطعاً یقینا اجماعاً اشد حرام و سخت کبیرہ ملعونہ ہے اور صریح کھلی بت پرستی سے ایک ہی قدم پیچھے ہے اسے کوئی مسلمان کسی حال میں حلال نہیں کہہ سکتا اگرچہ لاکھ مقطوع یا صغیر یا مستور ہو، یہ قیدیں سب صورت سوم تک تھیں قصداً تعظیم تصویر ذی روح کی حرمت شدیدہ عظیمہ میں نہ کوئی تقیید ہے نہ کسی مسلمان کاخلاف متصور بلکہ قریب ہے کہ اس کی حرمت شدیدہ اس ملت حنفیّہ کے ضروریات سے ہو تو اس کا استحسان بلکہ صرف استحلال یعنی جائز جاننا ہی سخت امر عظیم کاخطرہ رکھتا ہے **والعیاذ باللہ تعالٰی** (اور اللہ تعالٰی کی پناہ۔ت) صورت مذکورہ سوال یہی صورت چہارم ہے کہ اسے تبرک کے طور پر رکھنا اس کے سبب نزول برکت جاننا اسے برزخ ٹھہرانا رب عزوجل تک وصول کاذریعہ بنانا یہ سب وہی سخت اشد کبیرہ ہے اور عادۃً اس حالت میں اس کے ساتھ وہی افعال تعظیم بجا لائیں گے جن کے حلال جانے پر تجدید اسلام مناسب ہے۔

نسأل اللہ السلامة ولاحول ولاقوة الاباللہ العلی العظیم۔ ہم اللہ تعالٰی سے (جان وایمان کی سلامتی کاسوال کرتے ہیں۔گناہوں سے بچنے اور بھلائی کرنے کی کسی میں طاقت نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالٰی بڑی شان والا توفیق عطافرمائے۔(ت)

ناواقف سمجھتے ہیں کہ حضور پُرنور سیدالاسیاد، امام الافراد، واہب المراد باذن الجواد، غوث الاقطاب والاوتاد، سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ (سادات کے سردار، افراد کے پیشوا، اللہ تعالٰی سخی کی اجازت سے مرادیں پوری کرنے والے، قطبوں کے فریادرس اور اوتاد کے فریادرس، ہمارے آقا، سب سے بڑے فریادرس، اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو۔ت) ان کی اس حرکت سے خوش ہوں گے کہ ان کے صاحبزادہ کی ایسی تعظیم کی حالانکہ سب سے پہلے اس پر سخت ناراض ہونے والے سخت غضب فرمانے والے حضور اقدس ہوں گے رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ اللہ تعالٰی ہدایت واستقامت بخشے، آمین!

واذقد خرجت العجالة فی صورة رسالة وکان ترصیفها فی النصف الاول من شهر النور والسرور شهر ربیع الاول ۱۳۳۱ھ ناسب ان اسمیها	اچانک جلدی میں کیاہوا کام ایک رسالے کی صورت میں معرض وجود میں آگیا جبکہ اس کی ترتیب وتالیف نور وسرور کے مہینے کے نصف اول یعنی ماہ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ میں ہوئی، لہٰذا مناسب معلوم ہواکہ میں اس کا یہ نام رکھوں

بعطایاالقدیر فی حکم التصویر[۱۳۳۱ھ] وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰینا محمد واٰلہ وصحبہ وسلم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	العطایاالقدیر فی حکم التصویر (بے پایاں قوت وطاقت رکھنے والے پروردگار کے بے شمار عطیات ونوازشات سے تصویر کا حکم بیان کرنے کے بارے میں۔ت) اور اللہ تعالٰی درودو سلام ہمارے آقااور ہمارے مولاپر بھیجے جو کہ محمد کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں اور ان کی آل اور سب ساتھیوں پر اور اللہ تعالٰی پاک وبرتر سب سے زیادہ علم رکھتاہےاوراس کاعلم کہ جس کی شان بڑی ہے سب سے زیادہ کامل اور سب سے زیادہ پختہ ہے(ت)

رسالہ

العطایا القدیر فی حکم التصویر

ختم ہوا

جانوروں کا پالنا، لڑانا اور ان پر رحم وظلم

مسئلہ ۲۵۱: از بلگرام شریف ضلع ہردوئی محلّہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم ۸ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پالنا طیور جیسے طوطا، طوطی، لال، مینا، پدّی وخروس خانگی کا بغرض جی لگنے کے اور لڑوانا ان کا علی الرسم کیسا ہے؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمایئے اجر پایئے۔ت)

الجواب:

لڑانا مطلقًا ناجائز وگناہ ہے کہ بے سبب ایذائے بیگناہ ہے حدیث صحیح میں ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن التحریش بین البھائم، رواہ ابوداؤد[1] والترمذی وحسّنہ وصحّحہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جانوروں کو (لڑائی پر) اکسانے اور آمادہ کرنے سے منع فرمایا ہے، ابوداؤد اور ترمذی نے اس کو روایت کیا ہے اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے اس کی تحسین و تصحیح فرمائی۔ (ت)

اور جانوران خانگی مثل خروس ومائیان وکبوتر اہلی وغیرہا کا پالنا بلاشبہ جائز ہے جبکہ انہیں

[1] سنن ابی داؤد کتاب الجهاد باب فی التحریش بین البهائم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۴۶، جامع الترمذی ابواب الجهاد باب فی التحریش بین البهائم امین کمپنی دہلی ۱/ ۲۰۴

ایذا سے بچائے اور آب ودانہ کی کافی خبر گیری رکھے، خود حدیث میں مُرغ سپید پالنے کی ترغیب ہے:

البیهقی عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما قال قال رسول الله تعالٰی علیه وسلم الدیك یؤذن بالصلٰوة من اتخذ دیکا ابیض حفظ من ثلثة من شرکل شیطان وساحر وکاهن[1] وفی الباب عن ابی زید الانصاری عند الحارث فی مسنده وعن انس بن مالك عند ابی الشیخ فی العظمة وعن خالد بن معدان مرسلا عندالبغوی فی المعجم وعن امّ المؤمنین وعن انس عند الحارث وعن غیرهم رضی الله تعالٰی عنهم۔	امام بیہقی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مرغ نماز کے لئے اذان دیتا ہے جس کسی نے سفید مُرغ پالا وہ تین آفتوں سے محفوظ ہوگیا (شیطان کے شر سے (۲) جادوگر کے شر سے (۳) کاہن کے شر سے۔ اس باب میں حضرت ابوزید انصاری سے روایت ہے جو حارث نے اپنی سند میں ذکر کی ہے۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے جو ابوالشیخ نے العظمۃ میں بیان فرمائی اور خالد نے بن معدان سے مرسلاً (یعنی سند کے ذکر کے بغیر) روایت ہے جو امام بغوی نے المعجم میں ذکر فرمائی۔ اور حارث اور دوسرے ائمہ کے نزدیک ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے۔ (ت)

مگر خبر گیری کی یہ تاکید ہے کہ دن میں ستر دفعہ پانی دکھائے کماورد فی الحدیث (جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ت) ورنہ پالنا اور بھوکا پیاسا رکھنا سخت گناہ ہے،

فانه ظلم والظلم علی الحیوان اشد من الظلم علی الذمی الاشد من الظلم علی سلم کمانص علیه فی الدر المختار[2]۔ وقد قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه و سلم کفٰی بالمرء اثما ان یضیع من	کیونکہ یہ ظلم ہے اور کسی جانور پر ظلم کرنا ذمی (کافر) پر ظلم کرنے سے زیادہ سخت ہے جو کہ مسلمان پر ظلم کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے، جیسا کہ درمختار میں اس کی تصریح فرمائی گئی ہے۔ اور رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انسان کے گناہ کے لئے یہی کافی ہے کہ جس کی روزی کا

[1] کنزالعمال عن ابن عمر رضی اللہ عنهما حدیث ۳۵۲۷۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۳۳۴

[2] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۹

يقوت، رواه الامام احمد[1] وابوداؤد والنسائی والحاکم والبیهقی عن عبدالله بن عمر رضی الله تعالٰی عنهما بسند صحیح۔	وہ ذمہ دار ہو اس کو ضائع کردے۔امام احمد، ابوداؤد، نسائی، حاکم اور بیہقی نے صحت سند کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی روایت فرمائی۔ (ت)

رہا جانوران وحشی کا پالنا جیسے طوطی، مینا، لال، بلبل وغیرہا، عالمگیری میں قنیہ سے اس کی ممانعت نقل کی اگرچہ آب ودانہ میں تقصیر نہ کرے،

حیث قال حبس بلبلا فی قفس وعلفها لایجوز کذا فی القنیة[2]۔	جیسا کہ صاحب قنیہ نے کہا کہ کسی نے بلبل پنجرے میں قید کیا ہو اور اگر اسے آب ودانہ دے تب بھی جائز نہیں، القنیہ میں اسی طرح مذکور ہے (ت)

مگر نص صریح حدیث صحیح واقوال ائمہ نقد وتنقیح سے صاف جواب واباحت مستفاد ہے جبکہ خبر گیری مذکور بروجہ کافی بجا لائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قتل کرنا سانپ کا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب:

قتل سانپ کا مستحب ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم کیا ہے یہاں تک کہ اس کے قتل کی حرم میں اور محرم کو بھی اجازت ہے اور جو خوف سے چھوڑ دے اس کے لئے لفظ **لیس منّی**[3] (وہ شخص مجھ سے یعنی میرے طریقے سے اسے کوئی تعلق نہیں۔ ت) حدیث میں وارد،

فی صحیح البخاری قال عبدالله بینا نحن مع رسول الله تعالٰی علیه	بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ ہم ایک دفعہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے

[1] سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب صلۃ الرحم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۳۸، مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۶۰ و۱۹۴ و۱۹۵

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الثلاثون فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۸۱

[3] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی قتل الحیات آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۶

وسلم فی غار اذ نزلت علیه والمرسلٰت فالتلقینا ھا من فیه وان فاہ لرطب بھا وخرجت حیة فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اقتلوھا قال فابتدرناھا فسبقتنا قال فقال وقیت شرکم کما وقیتم شرھا[1]۔	ساتھ غار میں تھے جبکہ آپ پر سورہ مرسلٰت نازل ہوئی اور ہم نے اسی وقت آپ کے منہ مبارک سے اسے حاصل کیا جبکہ آپ کا مبارک دہن اس سے تروتازہ تھا، پھر اچانک وہاں ایک سانپ نکلا تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسے مار ڈالو۔ ہم نے اس کے مارنے میں بڑی جلدی کی لیکن وہ ہم سے سبقت کرتے ہوئے بھاگ گیا۔ اس آپ نے یہ ارشاد فرمایا وہ تمہارے شر سے بچ گیا اور تم اس کے شر سے بچ گئے۔ (ت)

اور اسی کے مثل مسلم ونسائی نے روایت کیا:

وفی صحیح مسلم، سأل رجل ابن عمر مایقتل الرجل من الدواب وھو محرم قال حدثنی احدی نسوة النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم انه کان یامر بقتل الکلب العقور والفارة والعقرب والحدیا والغراب والحیة قال وفی الصلٰوة ایضا[2]۔ وفی سنن النسائی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم قال خمس یقتلھن محرم، الحیّة و	صحیح مسلم شریف میں ہے کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ ابن عمر سے پوچھ رہا تھا کہ جب کوئی آدمی حالت احرام میں ہو تو وہ کون کون سے جانور مار سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ امہات المومنین میں سے ایک بی بی صاحبہ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے بحالت احرام بعض جانوروں کو مار ڈالنے کا حکم فرمایا اور وہ بعض یہ ہیں: (۱) کاٹنے والا کتا (۲) چوہا (۳) بچھو (۴) چیل (۵) کوا (۶) سانپ۔ ان سب کو مار ڈالنے کا آپ حکم فرمایا کرتے تھے اور فرمایا: نماز میں بھی ان کے بارے میں یہی حکم ہے۔ سنن نسائی میں ہے کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام

---

[1] صحیح البخاری کتاب ابواب العمرہ باب مایقتل المحرم من الدواب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۴۷، صحیح البخاری بدأالخلق باب خمس من الدواب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۶۷، صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ ۷۷ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۳۴۔۷۳۵

[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب ماینذب للمحرم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۲

والفارۃ والحدأۃ والغراب الابقع والکلب العقور [1] وفی سنن ابی داؤد عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال خمس قتلھن حلال فی الحرم الحیۃ والعقرب واحداءۃ والفارۃ والکلب العقور [2]۔ وفی صحیح مسلم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امر محرما بقتل حیّۃ [3] بمعنٰی وفی سنن ابی داؤد عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال اقتلوا الحیات کلھن فمن خاف ثأرھن فلیس منّی [4]۔	سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پانچ جانور ایسے ہیں کہ انہیں محرم مار سکتا ہے: (۱) سانپ (۲) چوہا (۳) چیل (۴) سیاہ وسفید نشان والا کوا (۵) کاٹنے والا کتا۔ سنن ابوداؤد میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ پانچ جانور ایسے ہیں کہ انہیں حدودِ حرم میں بھی مار ڈالنا حلال اور جائز ہے: (۱) سانپ (۲) بچھو (۳) چیل (۴) چوہا (۵) کاٹ کھانے والا کتا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے محرم کو منٰی میں سانپ مار ڈالنے کا حکم فرمایا نیز سنن ابی داؤد میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمام سانپوں کو مار ڈالو پھر جو کوئی ان کے خون کے مطالبے سے خوف کھائے وہ مجھ سے نہیں۔ (ت)

لیکن قتل اسی سانپ کا کہ سپید رنگ ہے اور سیدھا چلتا ہے یعنی چلنے میں بل نہیں کھاتا قبل انداز وتحذیر کے ممنوع ہے،

فی سنن ابی داؤد عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: اقتلوا الحیات کلھا الا الجان الابیض الذی کانہ قضیب فضۃ [5] وروی الزیلعی عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقتلوا	سنن ابوداؤد میں حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے روایت ہے کہ تمام قسم کے سانپ مار ڈالو مگر وہ سفید سانپ جو اس طرح نظر آئے کہ گویا وہ چاندی کی چھڑی ہے۔ امام زیلعی نے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ

[1] سنن النسائی کتاب الحج باب یقتل المحرم من الدواب نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۵

[2] سنن ابی داؤد کتاب المناسك باب یقتل المحرم من الدواب آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۵۴

[3] صحیح مسلم کتاب قتل الحیات قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۵

[4] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی قتل الحیات آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۶

[5] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی قتل الحیات آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۷

ذا الطفيتين والابتر وايا كم والحية البيضاء فانها من الجن[1] وفی الترمذی قال عبدالله بن المبارك انما يكره من قتل الحيات الحية التی تكون دقيقة كانها فضة ولاتلتوی فی مشيتها[2]۔	آپ نے فرمایا کہ جس سانپ کی پیٹھ پر دو سفید خط ہوں یا وہ چھوٹی دُم والا ہو اسے مار ڈالو لیکن سفید سانپ کو مارنے سے پرہیز کرو اس لئے کہ وہ جِنّات میں سے ہے۔ جامع ترمذی میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مبارک نے فرمایا اس سانپ کو مار ڈالنا مکروہ یعنی ناپسندیدہ عمل ہے جو باریک ہوتا ہے جو دیکھنے میں چاندی کی طرح ہے اور اپنی چال میں بل کھاتے ہوئے نہیں چلتا۔ (ت)

اور اسی طرح وہ سانپ جو مدینہ کے گھروں میں رہتے ہیں بے انذار و تحذیر کے نہ قتل کئے جائیں مگر ذوا لطیفتین کہ اس کی پیٹھ پر دو خط سپید ہوتے ہیں اور ابتر کہ ایک قسم ہے سانپ کی کبود رنگ کوتاہ دم، اور ان دونوں قسم کے سانپوں کا خاصہ ہے کہ جس کی آنکھ پر ان کی نگاہ پڑ جائے اندھا ہو جائے، زنِ حاملہ اگر انہیں دیکھ لے حمل ساقط ہو کہ اس طرح کے سانپ اگر مدینہ طیبہ کے گھروں میں بھی رہتے ہوں تو ان کا مارنا بے انذار کے جائز ہے۔

فی صحيح مسلم قال رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم ان بالمدينة نفرا من الجن قد اسلموا فمن راٰی شيئا من هٰذه العوامر فليؤذنه ثلاثا فان بداله بعد فليقتله فانه شيطان[3] اھ (والعوامر هی التی تسكن البيوت تؤذی) وفی روايته ان لهذه البيوت عوامر فاذا رأيتم شيئا هنا فخرجوا	صحیح مسلم میں ہے کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ میں کچھ ایسے جنّات ہیں جو مسلمان ہوگئے ہیں لہذا جو کوئی گھروں میں ان سے کسی کو آباد دیکھے تو تین مرتبہ انہیں آگاہ کردے اگر اس کے بعد بھی ان میں سے کوئی دکھائی دے یعنی وہ غائب نہ ہو تو اسے مار ڈالا جائے اس لئے وہ شیطان ہے اھ عوامر وہ ہیں جو گھروں میں رہتے ہیں اور لوگوں کو ایذا پہنچاتے ہیں اور اسی کی روایت میں ہے کہ ان گھروں میں کچھ رہنے والے

[1] الاشباہ والنظائر بحوالہ الزیلعی الفن الثالث ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۸۳

[2] جامع الترمذی ابواب الصید باب فی قتل الحیات امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۷۹

[3] صحیح مسلم کتاب قتل الحیات وغیرھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۵

علیھا ثلاثا فان ذھب والا فاقتلوہ فانہ کافر[1] وفی روایۃ ان بالمدینۃ جنا قد اسلموا فاذا رأیتم منھم شیأا فاٰذنوہ ثلٰثۃ ایام فان بدالکم بعد ذٰلك فاقتلوہ انما ھو شیطان[2] وفی سنن ابوداؤد. وقال القاضی عیاض۔	سانپ ہیں اگر تم ان میں سے یہاں کسی کو دیکھو تو اسے تین مرتبہ نکل جانے کا کہو، اگر وہ چلا جائے تو فبہا ورنہ اسے مارڈالو کیونکہ وہ کافر ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مدینہ منورہ میں کچھ جن مسلمان ہوگئے ہیں اگر ان میں سے تم کسی کو گھروں میں دیکھو تو تین روز تک اسے متنبہ کرتے رہو لیکن اس کے بعد بھی وہ اگر دکھائی دے تو اسے مارڈالو، اس لئے کہ وہ شیطان ہے۔ اور سنن ابی داؤد میں ہے اور قاضی عیاض نے فرمایا۔ (ت)

لیکن بعض علماء نے قتل ان سانپوں کا کہ گھروں میں رہتے ہیں مطلقًا بے انذار کے ممنوع ٹھہرایا ہے اور منشاء اس کا اطلاق لفظ بیوت ہے بعض احادیث میں ہے:

فی صحیح مسلم کان ابن عمر یقتل الحیات کلھن حتی حدثنا ابولبابۃ بن عبدالمنذر البدری ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھٰی عن قتل جنان البیوت فامسک[3] وفی روایۃ نھٰی عن قتل الجنان التی فی البیوت[4] انتھت، والجنان بجیم مکسورۃ و نون مفتوحۃ ھی الحیات جمع جان وھی الحیۃ الصغیرۃ وقیل	صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر ہر قسم کے سانپوں کو مارڈالتے تھے یہاں تک کہ ابولبابہ بن عبدالمنذر بدری نے بیان فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو مارڈالنے سے منع فرمایا ہے تو پھر وہ اپنے اس عمل سے باز آگئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو مارڈالنے سے منع فرمایا اھ حدیث میں لفظ الجِنَان حرف جیم کے زیر اور نون کے زبر کے ساتھ متلفظ ہے جس کے معنی سانپ کے ہیں یہ لفظ جان کی جمع ہے اور جان چھوٹے سانپ کو

[1] صحیح مسلم کتاب قتل الحیات وغیرھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۵

[2] صحیح مسلم کتاب قتل الحیات وغیرھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۵

[3] صحیح مسلم کتاب قتل الحیات وغیرھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۴

[4] صحیح مسلم کتاب قتل الحیات وغیرھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۴

الدقیقۃ الخفیفۃ وقیل الدقیقۃ البیضاء کذا قال النووی[1]،وفی روایۃ انہ قد نھی عن ذوات البیوت[2]۔	کہتے ہیں،اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ باریک اور ہلکا پھلکا سانپ، اور یہ بھی کہا گیا کہ باریک اور سفید سانپ۔امام نووی نے اسی طرح فرمایا ہے۔ایک روایت میں ہے کہ آپ نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کے مارڈالنے سے ممانعت فرمائی۔(ت)

مگر یہ مذہب ضعیف غیر مختار ہے اور جواب اس کا یہ ہے کہ یہاں مراد بیوت سے بیوتِ مدینہ ہیں،نہ بیوت مطلقًا اور احادیث مذکور جن میں اذن بیوت مقید ہے مفسران حدیثوں کے مفسّر ہیں۔

قال الامام النووی قال المارزی لاتقتل حیات مدینۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الابانذارھا کماجاء فی ھٰذہ الاحادیث فاذا انذرھا ولم تنصرف قتلھا واماحیات غیرالمدینۃ فی جمیع الارض و البیوت والدور فیندب قتلھا من غیرانذار لعموم الاحادیث الصحیحۃ فی الامر بقتلھاو"قال الامام النووی ایضا"قالوا فاخذ بھذہ الاحادیث فی استحباب قتل الحیات مطلقا وخصت المدینۃ بالانذار للحدیث الوارد فیھا وسببہ ماصرح بہ فی الحدیث انہ سلم طائفۃ من الجن بھا[3]اھ	امام نووی نے فرمایا کہ امام مارزی نے فرمایا کہ مدینہ منورہ کے سانپوں کو بغیر متنبّہ کرنے کے نہ مارا جائے،جیسا کہ ان احادیث میں آیا ہے،پھر جب انہیں تنبیہ کرے اور اس کے باوجود وہ غائب نہ ہوں تو پھر مارڈالے۔لیکن جو سانپ مدینہ طیبہ کے علاوہ باقی زمین،مکانات اور گھروں میں رہتے ہوں مستحب ہے کہ انہیں بغیر ڈرائے مارڈالا جائے۔ان صحیح احادیث کی بناپر جو سانپوں کو مارڈالنے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں امام نووی نے بھی فرمایا کہ اہل علم نے علی الاطلاق فرمایا ہے کہ سانپوں کو مار ڈالنے کے استحباب میں ان احادیث کو لیا گیا ہے،البتہ مدینہ منورہ کے سانپوں کی انذار یعنی ڈراوے کے ساتھ تخصیص کی گئی ہے یہ اس حدیث کی بناپر ہے جو مدینہ شریف کے بارے

[1] شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم کتاب قتل الحیات قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۵

[2] صحیح مسلم کتاب قتل الحیات قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۴

[3] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب قتل الحیات قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۴

میں وارد ہوئی اور اس کا سبب وہ حدیث ہے کہ جس میں صراحت کی گئی کہ مدینہ طیبہ میں جنّات کا ایک گروہ مسلمان ہوگیا ہے اھ۔(ت)

اور طریقے انذار و تحذیر کے مختلف ہیں، **ایک** یہ کہ یوں کہا جائے میں تم کو قسم دلاتا ہوں اس عہد کی جو تم سے سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے لیا کہ ہمیں ایذا مت دو اور ہمارے سامنے ظاہر مت ہو۔

قال الامام النووی واما صفة الانذار فقال القاضی روی ابن حبیب عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم انه یقول انشد کن بالعهد الذی اخذ علیکم سلیمٰن ابن داؤد ان لاتؤذونا ولاتظهرن لنا[1]۔	امام نووی نے فرمایا کہ انذار کی کیفیت کے متعلق قاضی عیاض کا ارشاد ہے کہ ابن حبیب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرمائی کہ آپ فرماتے تھے کہ سانپوں کو ڈرانے والا یوں کہے کہ میں قسم دلاتا ہوں اس عہد کی جو تم سے سلیمان بن داؤد (علیہما السلام) نے لیا تھا کہ ہمیں تکلیف نہ دو اور نہ ہمارے سامنے آؤ۔(ت)

دوسرے یہ کہ اس طرح کہا جائے ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں بوسیلہ عہد نوح و عہد سلیمان ابن داؤد علیہم السلام کے کہ ہمیں ایذا مت دے،

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اذا ظهرت الحیة فی المسکن فقولوا لها انا نسئلك بعهد نوح وبعهد سلیمان بن داؤد ان لاتؤذینا فان عادت فاقتلوها رواہ ابو عیسٰی الترمذی ثم قال هذا حدیث حسن غریب[2]۔	حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب گھر میں کوئی سانپ دکھائی دے تو اس سے یوں کہو کہ ہم تجھ سے عہد نوح اور عہد سلیمان بن داؤد کے طفیل یہ سوال کرتے ہیں کہ ہمیں ایذا نہ پہنچاؤ (اگر وہ یہ عہد نہ مانیں اور دوبارہ گھر میں ظاہر ہوں تو انہیں مار ڈالو) امام ابو عیسٰی ترمذی نے اس حدیث کو روایت کرکے فرمایا یہ حسن غریب ہے۔(ت)

[1] شرح صحیح مسلم للنووی مع صحیح مسلم کتاب قتل الحیات قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۴

[2] جامع الترمذی ابواب الصید باب فی قتل الحیات امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۷۹

تیسرے یہ کہ میں تمہیں قسم دلاتاہوں اس عہد کی جو تم سے نوح علیہ السلام نے لیامیں تمہیں قسم دلاتاہوں اس عہد کی جو تم سے سلیمان علیہ السلام نے لیاکہ ایذا مت دو۔

کما فی سنن ابی داؤد ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سئل عن حیات البیوت فقال اذا رأیتم منھن شیأا فی مساکنکم فقولوا انشد کن العھد الذی اخذ علیکن سلیمان ان لاتؤذوا فان عدن فاقتلوھن [1]۔	جیساکہ سنن ابی داؤد میں ہے کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے گھروں میں رہنے والے سانپوں کے متعلق پوچھاگیاتوفرمایاکہ جب تم لوگ اپنے گھروں میں سانپوں کی طرح کوئی چیز دیکھو توان سے یوں کہو کہ میں تمہیں اس عہد کی قسم دلاتاہوں جو تم سے حضرت نوح نے لیاتھا میں تمہیں اس عہد کی قسم دلاتاہوں جو تم سے حضرت سلیمان نے لیاتھا(ان دونوں پر سلام) کہ ہمیں ایذا مت دو۔(ت)

چوتھے یہ کہ لوٹ جاخدا کے حکم سے۔
پانچویں یہ کہ مسلمان کی راہ چھوڑدے۔

قال الطحاوی یقال لھا ارجعی باذن اللہ تعالٰی او خلی طریق المسلمین [2] اھملخصًا وغیرذٰلک۔	امام طحاوی نے فرمایاکہ سانپ سے یوں کہاجائے کہ تو اللہ تعالٰی کے حکم سے واپس چلاجا، یایوں کہاجائے کہ مسلمانوں کاراستہ چھوڑدے، یااس کے کچھ اور الفاظ کے ذریعے اس چلے جانے کوکہے اھ ملخصًا(ت)

بالجملہ قتل سانپ کامستحب اور سپید اور ساکن بیوت مدینہ کاسوا ذوالطفیتین اورابتر کے بے انذار وتحذیر کے ممنوع ہے مگر طحاوی کے نزدیک بے انذار میں بھی کچھ حرج نہیں اورانذار اولٰی ہے۔

فی الاشباہ والنظائر قال الطحاوی لابأس ان بقتل الکل لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عاھدالجن ان لایدخلوا بیوت امتہ ولایظھروا انفسھم	الاشباہ والنظائر میں ہے کہ امام طحاوی نے فرمایاکہ ہرقسم کے سانپوں کو بغیر ڈرائے مارڈالنے میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جنّات سے عہد لیاتھاکہ میری امت کے گھروں میں نہ داخل ہونااور نہ ان کے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الآداب باب فی قتل الحیات آفتاب عالم پریس لاہور ۲ /۳۵۷

[2] الاشباہ والنظائر بحوالہ الطحاوی الفن ثالث احکام الجان ادارۃ القرآن کراچی ۲ /۱۸۳

فاذا خالفوا فقد نقضوا عهدهم فلاحرمة لهم اولاولی هو الانذار والاحذار[1] اھواللہ تعالٰی اعلم۔	سامنے ظاہر ہونا، جب وہ اس عہد کی مخالفت کریں تو گویا وہ عہد شکنی کے مرتکب ہوئے لہٰذا ان کی حرمت باقی نہ رہی ہاں البتہ انہیں ڈرانا اور ہوشیار کرنا زیادہ بہتر ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۳: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیل اور بکرے کو خصّی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنواتوجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب:

بالاتفاق جائز ہے کہ اس میں منفعت ہے۔ خصی کا گوشت بہتر ہوتا ہے اور خصی بیل محنت کی زیادہ برداشت کرتا ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ اگر جانور کے خصی کرنے میں واقعی کوئی منفعت یا دفع مضرت مقصود ہو تو مطلقاً حلال ہے اگرچہ جانور غیر ماکول اللحم ہو مثلاً بلی وغیرہ ورنہ حرام ہے، اسی اصل کی بناء پر ہمارے گھوڑے کو خصی کرنا بھی جائز جانتے ہیں جبکہ مقصود دفع شرارت ہو اگرچہ بعض منع فرماتے ہیں:

لمافیه من تقلیل آلة الجهاد اقول الموجود لایعدم والمرهوم لایعتبر الاتری ان العزل یجوز عن الأمة مطلقا وعن الحرة باذنها بخلاف الاکل فان فیه اعدام موجود۔	اس لئے کہ اس میں آلہ جہاد کی تقلیل ہے، میں کہتا ہوں کہ موجود معدوم نہیں ہوتا اور موہوم کا اعتبار نہیں ہوتا کیاتم نہیں دیکھتے کہ لونڈی سے "عزل" علی الاطلاق جائز ہے جبکہ آزاد عورت سے اس کی اجازت پر موقوف ہے بخلاف کھانے کے کہ اس میں موجود کو معدوم کرنا ہے۔ (ت)

ہاں آدمی کا خصی کرنا بالاجماع مطلقاً حرام ہے۔ درمختار میں ہے:

وجاز خصاء البهائم حتی الهرة واما خصاء الأدمی فحرام قیل والفرس وقیدوه بالمنفعة والافحرام[2]۔	چوپایوں کو خصی کرنا جائز ہے لیکن آدمی کو خصی کرنا حرام ہے اور کہا گیا کہ گھوڑے کو بھی۔ اور فقہائے کرام نے خصی کرنے میں فائدہ اور نفع کی قید لگائی ہے اور اگر یہ نہ ہو تو پھر حرام ہے۔ (ت)

[1] الاشباہ والنظائر بحوالہ الطحاوی الفن الثالث احکام الجان ادارۃ القرآن کراچی ۲ /۵۸۴

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۲۴۶

ردالمحتار میں ہے:

قولہ قیل والفرس ذکر شمس الائمۃ الحلوانی انہ لا باس بہ عند اصحابنا وذکر شیخ الاسلام انہ حرام[1]۔ واللہ تعالٰی علم۔	مصنف کا قول "والفرس" شمس الائمہ حلوانی نے ذکر فرمایا کہ گھوڑے خصی کرنے میں ہمارے اصحاب کے نزدیک کوئی حرج نہیں جبکہ شیخ الاسلام نے ذکر فرمایا کہ اسے خصی کرنا حرام ہے، ط۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۴: ۲۰ ربیع الآخر شریف

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ سگ کا پالنا جائز ہے یا نہیں؟ اور کبوتر پالنا بِلااڑانے کے، بٹیر بازی و مرغ بازی وشکرہ و باز پالنا اور ان سے شکار پکڑوانا اور کھانا درست ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمایئے اجر پایئے۔ ت)

الجواب:

شکرا و باز پالنا درست ہے، اور ان سے شکار کرانا اور اس کا کھانا بھی درست ہے۔

لقولہ تعالٰی "وَمَاعَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ"[2] الآیۃ۔	اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی وجہ سے "اور جن زخمی کرنے والے جانوروں کو تم نے شکار کرنے کا طریقہ سکھا رکھاہے۔ (ت)

مگر یہ ضرور ہے کہ شکار غذا و دوا یا کسی نفع صحیح کی غرض سے ہو، محض تفریح و لہوولعب نہ ہو، ورنہ حرام ہے، یہ گنہگار ہوگا، اگرچہ ان کا مارا ہوا جانور جبکہ وہ تعلیم پاگئے ہوں اور بسم اللہ کہہ کر چھوڑا ہو حلال ہو جائے گا۔

فان حرمۃ فی کونہ ذکاۃ شرعیۃ لکن سمی اللہ تعالٰی وضرب الغنم من قفاہ حر الفعل	کسی شکاری جانور کو محض تفریح طبع کے طور پر شکار کرنے کے لئے چھوڑنے کی حرمت اس کے شرعی طور پر ذبح ہونے کے منافی یا مخالف نہیں لیکن اللہ تعالٰی کا نام لے کر چھوڑے جیسے کسی شخص نے اللہ تعالٰی کا نام لے کر بکری کی گدّی کی طرف سے

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۴۹

[2] القرآن الکریم ۵ / ۴

وحل الاکل۔	ضرب لگائی اگرچہ فعل حرام ہے مگر اس کا کھانا حلال ہے۔(ت)

اور بٹیر بازی، مرغبازی اور اسی طرح ہر جانور کالڑانا جیسے مینڈھے لڑاتے ہیں لعل لڑاتے ہیں یہاں تک کہ حرام جانوروں مثلاً ہاتھیوں ریچھوں کالڑانا بھی سب مطلقاً حرام ہے کہ بلاوجہ بے زبانوں کو ایذا ہے، حدیث میں ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن التحریش بین البھائم اخرجہ ابوداؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما وقال الترمذی حسن صحیح[1]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جانوروں کے لڑانے سے منع فرمایا (امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے اس کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے روایت کیا اور امام ترمذی نے فرمایا: حدیث حسن صحیح ہے۔ت)

کبوتر پالنا جبکہ خالی دل بہلانے کے لئے ہو اور کسی امر ناجائز کی طرف مؤدی نہ ہو جائز ہے اور اگر چھتوں پر چڑھ کر اڑائے کہ مسلمانوں کی عورات پر نگاہ پڑے یا ان کے اڑانے کو کنکریاں پھینکے جو کسی کا شیشہ توڑیں یا کسی کی آنکھ پھوڑیں یا کسی کا دم بڑھائے اور تماشا ہونے کے لئے دن بھر انہیں بھوکا اُڑائے جب اُترنا چاہیں نہ اُترنے دیں ایسا پالنا حرام ہے، درمختار میں ہے:

یکرہ امساك الحمامات ولو فی برجھا ان کان یضربا لناس بنظر او جلب والاحتیاط ان یتصدق بھا ثم یشتریھا اوتوھب بلہ، مجتبی، فان کان یطیرھا فوق السطح مطلعًا علی عورات المسلمین ویکسر زجاجات الناس برمیہ تلك الحمامات عزر ومنع	کبوتروں کو روک رکھنا اگرچہ ان کے برجوں میں ہو مکروہ ہے اگر لوگوں کو نقصان پہنچا ہو دیکھنے یا پکڑنے کی وجہ سے، اور احتیاط یہ ہے کہ انہیں خیرات کردیا جائے پھر انہیں خریدے یا اسے ہبہ کئے جائیں، مجتبٰی، پھر اگر چھتوں پر چڑھ کر اڑانے کہ مسلمانوں کی پردہ دار خواتین پر نگاہ پڑے یا انہیں اڑانے کے لئے کنکر پھینکنے جن سے لوگوں کے گھروں کی کھڑکیوں روشندانوں

[1] جامع الترمذی ابواب فضائل الجہاد باب ماجاء فی التحریش بین البھائم امین کمپنی دہلی ۱/ ۲۰۴، سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب ماجاء فی التحریش بین البھائم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۴۶

اشد المنع فان لم یمتنع ذبحھا المحتسب وصرح فی الوھبانیۃ بوجوب التعزیر وذبح الحمامات ولم یقیدہ بما مر ولعلہ اعتمد عادتھم واما للاستیناس فمباح [1] اھ۔	کے شیشے ٹوٹنے کی نوبت آئے تو یہ سخت منع ہے اور اگر اس حرکت سے باز نہ آئے تو حاکم شہر انہیں ذبح کراڈالے۔ اور وہبانیہ میں تصریح ہے کہ اس صورت میں سزادینا اور کبوتروں کو ذبح کرڈالنا واجب ہے اور اس نے گزشتہ قید کا ذکر نہیں کیا شاید اس نے فقہائے کرام کی عادت پر اعتماد کیا ہے اور اگر کبوتر پروری صرف دل بہلانے اور انس کے لئے ہو تو مباح ہے اھ (ت)

صحیح بخاری وغیرہ میں عبداللہ بن عمر اور صحیح ابن حبان میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

دخلت امرأۃ النار فی ھرۃ ربطتھا فلم تطعمھا ولم تدعھا تاکل من خشاش الارض [2]۔	ایک عورت دوزخ میں گئی ایک بلی کے سبب کہ اسے باندھا رکھا تھا، نہ اسے کھانا دیا نہ چھوڑا کہ زمین کے چوہے وغیرہ کھالیتی۔

ابن حبان کی حدیث میں ہے:

فھی اذا قبلت تنھشھا قبلھا واذا ادبرت تنھشھا [3]۔	وہ بلی دوزخ میں اس عورت پر مسلط کی گئی ہے کہ اس کا آگا پیچھا دانتوں سے نوچ رہی ہے۔

ایک حدیث میں حکم ہے کہ جو جانور پالو دن میں ستر بار سے دانہ پانی دکھاؤ نہ کہ گھنٹوں پہروں بھوکا پیاسا رکھو اور نیچے آنا چاہے تو آنے دو۔

علماء فرماتے ہیں جانور پر ظلم کافر ذمی پر ظلم سے سخت تر ہے اور کافر ذمی پر مسلمان ظلم سے اشد کما فی الدر المختار [4] وغیرہ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ت) اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۹

[2] صحیح البخاری کتاب بدؤ الخلق باب خمس من الدواب فواسق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۶۷

[3] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان فصل فیما یتعلق بالدواب مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۸/ ۴۵۵، موارد الظمآن باب صلٰوۃ الکسوف حدیث ۵۹۵ و۵۹۶ المطبعۃ السلفیہ ص ۱۵۷

[4] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۹

فرماتے ہیں:

الظلم ظلمٰت یوم القیامة [1]۔	ظلم ظلمتیں ہوگا قیامت کے دن۔

اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

" اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ " [2]	سن لو اللہ کی لعنت ہے ظلم کرنے والوں پر۔

کتا پالنا حرام ہے، جس گھر میں کتا ہو اس گھر میں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا، روز اس شخص کی نیکیاں گھٹتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتدخل الملئکة بیتا فیه کلب ولاصورة۔ رواه احمد [3] والشیخان والترمذی والنسائی وابن ماجة عن ابی طلحة رضی اللہ تعالٰی عنهما۔	فرشتے نہیں آتے اس گھر میں جس میں کتا یا تصویر ہو۔ (امام بخاری، مسلم، احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے روایت کیا ہے۔ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من اقتنی کلبا الا کلب ماشیة او ضاریا نقص من عمله کل یوم قیراطان۔ رواه احمد [4] والشیخان والترمذی والنسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنهما۔	جو کتا پالے مگر گلّے کا کتا یا شکاری، روز اس کی نیکیوں سے دو قیراط کم ہوں (ان قیراطوں کی مقدار اللہ و رسول جانے جل جلالہ، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) (امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ت)

---

[1] صحیح بخاری ابواب المظالم والقصاص باب الظلم ظلمات یوم القیٰمة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۳۱

[2] القرآن الکریم ۷/ ۴۴

[3] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق ۱/ ۴۵۸ وکتاب المغازی ۲/ ۵۷۰ وصحیح مسلم کتاب اللباس ۲/ ۲۰۰، جامع الترمذی ابواب الاب ۲/ ۱۰۳ وسنن النسائی ابواب الصید ۲/ ۱۹۳

[4] صحیح البخاری کتاب الذبائح ۲/ ۸۲۴ و صحیح مسلم کتاب المساقات ۲/ ۲۱، جامع الترمذی ابواب الصید ۱/ ۱۸۰ و سنن النسائی ابواب الصید ۲/ ۱۹۴، مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عمر ۲/ ۳،۴،۶۰،۴۷،۷۰

توصرف دو قسم کے کتے اجازت میں رہے ایک شکاری جسے کھانے یادوا وغیرہ منافع صحیحہ کے لئے شکار کی حاجت ہو، نہ شکار تفریح کہ وہ خود حرام ہے، دوسرا وہ کتا جو گلے یا کھیتی یا گھر کی حفاظت کے لئے پالا جائے اور حفاظت کی سچی حاجت ہو، ورنہ اگر مکان میں کچھ نہیں کہ چور لیں یا مکان محفوظ جگہ ہے کہ چور کا اندیشہ نہیں، غرض جہاں یہ اپنے دل سے خوب جانتا ہو کہ حفاظت کا بہانہ ہے اصل میں کتے کا شوق ہے وہاں جائز نہیں، آخر آس پاس کے گھر والے بھی اپنی حفاظت ضروری سمجھتے ہیں اگر بے کتے کے حفاظت نہ ہوتی تو وہ بھی پالتے، خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں حیلہ نہ نکالے کہ وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

مسئلہ ۲۵۵: از بنگالہ ضلع جسر ڈاکخانہ محمود پور موضع دھنوائل مرسلہ عزیز الرحمٰن ۲۰ جمادی الآخرہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں، جانوروں کا خصی کرانا جیسے بیل، بکرا، مرغ وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس طرح پر؟ اور یہ طریقہ کہاں سے ہے اور کس نے جاری کیا؟

الجواب:

جانوروں کے خصی کرنے سے اگر کوئی منفعت جائزہ مقصود ہو یا گوشت اچھا ہونا جیسا بیل، بکری وغیرہ میں مقصود ہوتا ہے یا شرارت دفع کرنا جیسا کہ گھوڑے وغیرہ میں قصد کیا جاتا ہے جب تو جائز ہے ورنہ حرام، صرف گھوڑے کے باب میں علماء ممانعت کی طرف گئے، مگر تحقیق یہ ہے کہ منفعت کے لئے ہو تو وہ بھی جائز ہے البتہ آدمی کو خصی کرنا مطلقاً حرام ہے۔ اور یہ طریقہ خصی کرنے کا مشہور ومعروف اور زمانہ اسلام آنے سے پیشتر جاری ہے۔

فی الدرالمختار جاز خصاء البهائم حتى الهرة واما خصاء الأدمي فحرام قيل والفرس وقيدوه بالمنفعة والافحرام[1]. في ردالمحتار قوله قيل الفرس ذكر شمس الائمة الحلواني	درمختار میں ہے کہ جانوروں کو خصی کرنا جائز ہے یہاں تک کہ بلّے کو خصی کرنا بھی مباح اور جائز ہے، جہاں تک انسان کا تعلق ہے اسے خصی کرنے کی اجازت ہرگز نہیں، مرد کو خصی کرنا حرام ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ گھوڑے کو خصی کرنا حرام ہے، اور اس کے خصی کئے جانے کے جواز

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۶

انہ لاباس بہ عند اصحابنا وذکر شیخ الاسلام انہ حرام ،قولہ وقیدوہ ای جواز خصاء البھائم بالمنفعۃ وھی ارادۃ سمنھا اومنعھا عن العض بخلاف بنی آدم فانہ یراد بہ المعاصی فیحرم ،افادہ الاتقانی عن الطحاوی[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔	کو علماء کرام نے اس کے فائدے کے ساتھ مشروط اور مقید کیا ہے ورنہ اس کو خصی کرنا حرام کہا ہے۔ فتاوٰی شامی میں مصنف کے قول قیل الفرس کے ذیل کیا ہے کہ ہمارے اصحاب گھوڑے کو خصی کرنا جائز قرار دیتے ہیں البتہ شیخ الاسلام نے بیان فرمایا کہ یہ حرام ہے۔ مصنف کا قول قیدوہ یعنی جانوروں کو خصی کرنے کا جواز کسی منفعت سے مقید ہے مثلاً جانور کو موٹا اور طاقتور بنانا یا یہ کہ وہ شوخی اور شرارت سے باز آجائے گا بخلاف بنی آدم کے کہ اس کے خصی ہونے یا کئے جانے سے کئی قسم کے گناہ جنم لیں گے۔ علامہ اتقانی نے امام طحاوی کے حوالے سے یہ حکمت پیش کی ہے اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۶: ۹ ربیع الاول شریف:

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کبوتر اڑانا اور پان اور مرغ بازی، بٹیر بازی، کنکیّا بازی اور فروخت کرنا کنکیّا وڈور اور مانجھا جائز ہے یا ناجائز؟ اور ان لوگوں سے سلام علیک کرنا اور سلام کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمایئے اجر پایئے۔ ت)

الجواب:

کبوتر پالنا جائز ہے جبکہ دوسروں کے کبوتر نہ پکڑے، اور کبوتر اُڑانا کہ گھنٹوں ان کو اُترنے نہیں دیتے حرام ہے اور مرغ یا بٹیر کا لڑانا حرام ہے۔ ان لوگوں سے ابتداء بسلام نہ کی جائے جواب دے سکتے ہیں، واجب نہیں۔ کنکیّا اڑانے میں وقت، مال کا ضائع کرنا ہوتا ہے۔ یہ بھی گناہ ہے اور گناہ کے آلات کنکیّا ڈور بیچنا بھی منع ہے احتراز کریں تو ان سے بھی ابتداء بسلام نہ کی جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۷: اگر بلی یا کتا وغیرہ آدمیوں کی چیز کا نقصان کرتے ہوں یا کاٹ کھاتے ہوں تو ان کا مار ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

کاٹتے ہوں تو درست ہے قتل ان کا۔ واللہ تعالٰی اعلم

---
[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۴۹

مسئلہ ۲۵۸تا۲۶۰: از شہر کہنہ ۱۲رجب ۱۳۳۵ھ بارہ دری مسئولہ مصطفٰی علی خاں

جناب مولوی صاحب بعد ادائے آداب کے گزارش یہ ہے کہ آپ کی خدمت میں آدمی بھیجتا ہوں مہربانی فرما کر سوالوں کا جواب عنایت فرمادیجئے:

(۱) کنکیا اگر آکر گھر پر گر جائے اور معلوم نہ ہو کہ کس کی ہے لے لینے سے گناہ تو نہیں؟

(۲) کنکیا اُڑانا گناہ ہے یا نہیں؟

(۳) بلی تکلیف دیتی ہو تو اس کو بستی میں چھڑوانا گناہ تو نہیں ہے؟

الجواب:

(۱) کنکیا لُوٹنا حرام، اور خود آکر گر جائے تو اسے پھاڑ ڈالے، اور اگر معلوم نہ ہو کہ کس کی ہے تو ڈور کسی مسکین کو دے دے کہ وہ کسی جائز کام میں صَرف کرلے، اور خود مسکین ہو تو اپنے صرف میں لائے، پھر جب معلوم ہو کہ فلاں مسلم کی ہے اور وہ اس تصدق یا اس مسکین کے اپنے پر راضی نہ ہو تو دینی آئے گی اور کنکیا کا معاوضہ بہر حال کچھ نہیں۔

(۲) کنکیا اڑانا منع ہے اور لڑانا گناہ۔

(۳) بلی اگر ایذا دیتی ہو تو اسے باہر چھوڑ دینے میں حرج نہیں اور تیز چھُری سے ذبح بھی کر سکتے ہیں مگر چھڑوانا ایسی جگہ جائز نہیں جہاں سے وہ اپنے کسی رزق تک نہ پہنچ سکے۔ فقط۔

مسئلہ ۲۶۱: از مقام گونڈل علاقہ کاٹھیاوار مرسلہ قاضی قاسم میاں ۱۱صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تواریخ حبیب الٰہ ص ۹۲ میں بحوالہ مشکوٰۃ شریف بروایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ نقل ہے کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قصہ نوجوان انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کو ارشاد فرمایا کہ مکانوں میں ایک قسم کے سانپ ہوتے ہیں کہ عوامر کہلاتے ہیں جب سانپ مکان میں نمودار ہو تو دیکھتے ہی نہ مار ڈالو کہ تین دن اسے کہہ دو کہ پھر نہ نکلیو، پھر اگر وہ دکھائی دے تو اسے مار ڈالو۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اس طرح کہہ کر کیا سانپ کو چھوڑ دیا جائے یا مار ڈالنا چاہئے؟ کیا جن بھی سانپ کی شکل نمودار ہوتے ہیں اور ان کی کچھ نشانی ہے یا نہیں؟

الجواب:

یہ حکم حدیث میں مدینہ طیبہ کے لئے تھا اور جگہ اس کی حاجت نہیں **کما حققہ الامام الطحاوی فی شرح معانی الآثار** (جیسا کہ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۶۲: از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ بوزینہ را در خانہ خود پرورش کردن مکروہ ہست یانہ؟	علمائے دین اس مسئلہ میں کیاارشاد فرماتے ہیں کہ بندر کو اپنے گھر میں پالنا مکروہ اور ناپسندیدہ کام ہے یا نہیں۔(ت)

الجواب:

بلے زیراکہ او از فسقہ است واز وے جز ایذا نیاید واگر بارے مسخر خواہد چنانکہ قلندران می کنند ایں خود حرامست **کما فی الدر المختار**، **وھو تعالٰی اعلم**۔	ہاں بیشک (اس کا پالنا مکروہ ہے) اس لئے کہ وہ فاسق جانوروں میں شمار ہے۔ پس اس سے سوائے ایذارسانی اور کچھ نہیں ہوتا، اگر کبھی تابع کیا جائے جیسا کہ قلندر لوگ (آزاد منش) کیا کرتے ہیں تو یہ بھی حرام ہے جیسا کہ درمختار میں مذکور ہے۔ **وھو تعالٰی اعلم** (ت)

مسئلہ ۲۶۳: از فرید پور مرسلہ جناب جدالحسین صاحب مورخہ ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر گائے یا بھینس کا بچہ مر جائے اور اس بچہ کے چڑے کو سکھا کر بصورت بچہ کے بنا کر اور گائے کے سامنے رکھا، دودھ دوہنا جائز ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا**۔

الجواب:

جائز ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۶۴: از میڑتا روڈ مارواڑ ریاست جودھپور مسئولہ عبدالقادر صاحب ۲۶ جمادی الاولٰی

کیافرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین کہ چیونٹیوں کو دانہ ڈالنا جائز ہے یا ناجائز؟ تحریر فرمائیں، ایک شخص ایک مولوی کے پاس گیا اور کہا کہ میں تنگ دست ہوں، مولانا فرمانے لگے چیونٹیوں کو دانہ ڈالا کرو۔ اس نے یہ فعل کیا، یہ ثواب ہے یا نہیں؟

الجواب:

جائز وکار ثواب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فی کل ذات کبد رطبة اجر رواہ الشیخان [1]	ہر جاندار کی خدمت کرنے میں اجر ہے، بخاری ومسلم

[1] صحیح البخاری کتاب المظالم باب الدبار علی الطریق قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۳۳، صحیح مسلم کتاب السلام باب فضل سقی البھائم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۷

عن ابی ھریرۃ واحمد عن عبداللہ بن عمرو وکابن ماجۃ عن سراقۃ بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنھم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	میں حضرت ابوہریرہ سے اس کو روایت کیا، اور امام احمد نے عبداللہ بن عمرو سے اور ابن ماجہ نے سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اس کو روایت کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)



نام رکھنے کا بیان

مسئلہ ۲۶۵: از کلکتہ دھرم تلا ۱۲۴ مرسلہ جناب محمد یونس صاحب ۸ رجب ۱۳۲۷ھ

علمائے دین سے سوال ہے کہ اس شخص کا کیا حال ہے، بکر نے اپنی اولاد کے نام تین زبانوں میں رکھ چھوڑے ہیں عربی انگریزی ہندی، ایک لڑکے کا مطیع الاسلام ہے، دوسرے کا پالس، لڑکی کا نام کنول دیوی، جو اس سے کہا جاتا ہے تو کہتا ہے کہ زبان کا فرق ہے مگر بُرے نہیں۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب:

یہ اس کا فعل شیطانی حرکت ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً۪ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۝۲۰۸ "[1]	اے ایمان والو! اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (ت)

طحطاوی علی الدر المختار وابوالسعود الازہری علی الکنز میں ہے:

قسم یختص بالکفار کجرجس	ناموں کی ایک قسم کفار سے مختص ہے جیسے جرجس،

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۸

وبطرس ویوحنا. فهذا لایجوز للمسلمین التسمی به لما فیه من المشابهة[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	پطرس اور یوحنا وغیرہ لہٰذا اس نوع کے نام مسلمانوں کے لئے رکھنے جائز نہیں کیونکہ اس میں کفار سے مشابہت پائی جاتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۶: ازنینی تال کاشی پور ڈاکٹر اشتیاق علی بروزیک شنبہ ۱۸صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

بعض لوگ اپنے نام کے آگے صدیقی اور رضوی لکھا کرتے ہیں جیسے سعیداللہ صدیقی واشتیاق علی رضوی، تو یہ لکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر لکھا جائے تو کچھ گناہ ہے؟ فقط۔

الجواب:

اگر نسبت صحیح ہے جائز ورنہ حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۷: مرسلہ محمد فیاض الرحمٰن صاحب روڑکی کیمپ ۲۲ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے نام کے ساتھ اسرائیلی لکھتا ہے جس طرح اور لوگ قریشی صدیقی چشتی وغیرہ لکھتے ہیں کیا لفظ اسرائیلی ایک حنفی المذہب شخص کے لئے صرف نسبت ظاہر کرنے کو جائز ہوتا ہے؟ مناسب ہے کہ بنی اسرائیل کی کچھ تفصیل کردی جائے کیونکہ اکثر لوگ زید پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ نسبت ایک حنفی المذہب کے لئے ناجائز ہے، جبکہ زید کچھ تھوڑی تفصیل یہ بیان کرتا ہے کہ حضرت یعقوب کا دوسرا اسم گرامی اسرائیل تھا جن کے خاندان میں ہم لوگ ہیں امید کہ حضور عالی تشریح اور تفصیل کے ساتھ جلد سے جلد بیان فرمائیں تاکہ اگر کوئی گناہ ہو تو فوراً اس نسبت وترک کردیا جائے۔

الجواب:

اسرائیل سیدنا یعقوب علیہ الصلٰوۃ والسلام کا نام مبارک ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

"كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ "[2]۔	سب کھانے بنی اسرائیل کے لے حلال تھے مگر وہ چیز جو اسرائیل (حضرت یعقوب علیہ الصلٰوۃ والسلام) نے نزول تورات سے پہلے اپنی ذات پر حرام ٹھہرالی (اونٹ کا گوشت اور دودھ وغیرہ)۔ (ت)

زید اگر نسبًا بنی اسرائیل سے ہے تو اس کا اپنے آپ کو اسرائیلی کہنا بجا ہے اور اس کے ناجائز

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الجہاد فصل فی الجزیہ المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۲/ ۴۷۲

[2] القرآن الکریم ۳/ ۹۳

ہونے کی کوئی وجہ نہیں البتہ اب یہ لفظ مسلمانوں میں اجنبی سا ہو گیا ہے لوگ اسرائیلی کو محمدی کے مقابل سمجھتے ہیں اور اجلہ اکابر کے کلام پاک میں یہ مقابلہ آیا ہے، حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

یا اسرائیل قف واسمع کلام المحمدی[1]۔	ٹھہر جائیے اسے اسرائیلی! ذرا محمدی نسبت رکھنے والے (یعنی ایک مسلمان محمدی) کا کلام سن لیجئے (ت)

نسبت نسب ومذہب دونوں اعتبار سے ہوتی ہے اور یہاں بحسب نسب یہ نسبت بہت کم مسموع، لہٰذا عوام مسلمین اسے سن کر چونکتے ہیں اور بلا ضرورت ایسی بات پر اقدام شرع مطہر کو پسند نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بشّروا ولا تنفّروا[2]۔	(لوگو!) خوشخبری سنایا کرو لہٰذا ایک دوسرے کو نفرت نہ دلایا کرو (ت)

دوسری حدیث میں ہے:

ایاك ومایسوء الاذن[3]۔	اس سے بچو جو کانوں کو بری لگے (یعنی غیبت سے بچو) (ت)

لہٰذا اپنے نام کے ساتھ یہ نسبت لکھنی نامناسب و قابل ترک ہے مگر گناہ وحرام اب بھی نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۶۸: از امر تسر کٹرہ گربا سنگھ متصل مسجد کنجری والی دروازہ بھگتا نوالہ مرسلہ منشی نبی بخش ۲۳ شعبان ۱۳۳۵ھ

حامی سنت، ماحی بدعت، مجدد زماں جناب مولانا صاحب بفضل اولٰینا دامت فیوضہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ بعد سلام مسنون الاسلام کے خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آنجناب کا وجود مبارک واسطے گنہگاروں کی ہدایت کے، اور اشرار و دشمنان دین محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مکر وفریب کو ملیامیٹ کرنے کے لئے پیدا کیا۔ دعا ہر دم ہے کہ خداوند کریم تا زمانہ ابد الدہر آنجناب کو سلامت با کرامت رکھے۔ بعد ازاں خدمت بابرکت میں ملتمس ہوں کہ بندے کا نام نبی بخش ہے۔ چونکہ فرقہائے اشرار زمانہ خصوصًا گروہ وہابیہ میں یہ مرض ہے کہ مسلمانوں سے بات بات کی مخالفت کرتے ہیں اگرچہ ان کا سراسر نقصان ہی ہوتا ہے۔ بندے کا نام تو پہلے ہی وہابیوں کے جلانے کے لئے تھا لیکن بندے نے ان کو اور بھڑکانا چاہا یعنی اپنا نام بجائے نبی بخش کے عبدالنبی کر دیا۔ نام تبدیل کرنے سے پہلے بندے نے از حد

[1] بہجۃ الاسرار عن قول الرجل ای شیئ اعملہ مصطفی البابی مصر ص ۴۷

[2] صحیح البخاری کتاب العلم باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیہ یتحولہم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

[3] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث ابی الغاویۃ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۷۶

غور کرلیا جتنا کہ ہو سکا کہ کہیں ان کی مخالفت میں اپنا نقصان نہ ہو یعنی کئی مسلمانوں کا نام عبدالمحمد، عبدالنبی، عبدالرسول لکھا ہوا دیکھا لیکن وہ سب مولوی عالم ہیں اور بندہ محض بے علم ہے، اور سب سے بڑھ کر قولہ تعالٰی "قُلْ یٰعِبَادِیَ"[1] الخ پڑھ کر بے فکر ہو کر نام تبدیل کردیا جو کہ ایک عرصہ تک لکھتا رہا لیکن جناب شاہ صاحب جو کہ بندے کے دینیات کے استاد ہیں کسی شخص نے ان کی خدمت میں ذکر کیا کہ منشی نبی بخش جو خط وہابیوں کو لکھتا ہے اس میں ان کو جلانے کے لئے اپنا عبدالنبی لکھ دیتا ہے۔ پھر اس شخص نے بندے کو آکر کہا کہ جناب شاہ صاحب فرماتے تھے کہ نبی بخش ازحد غلطی کرتا ہے کیونکہ خداوندکریم کا بندہ بننا تو آسان ہے لیکن جناب رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بندہ ہو جانا ازحد مشکل ہے بلکہ ایسا نام لکھنا آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بے ادبی کرنا ہے۔ اور انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ جناب حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب باوجود مجدد زماں ہونے کے اپنا اسم مبارک عبدہ المذنب عبدالمصطفٰی لکھا کرتے ہیں جب سے بندہ نے اس شخص سے یہ بات سنی اسی وقت سے عبدالنبی نہیں لکھا کیونکہ جناب حضرت سید شاہ صاحب ازحد فقیہ عالم فاضل تصوف میں کامل شریعت میں پکے ہیں بندے کو ان کا فرمان ماننے میں ذرا بھی عذر نہیں لیکن کہنے والا دوسرا شخص ہے شاید اس نے سمجھنے میں غلطی کھائی ہو اور بندے میں باعث رعب شاہی کے اتنی جرأت نہیں کہ جناب شاہ صاحب سے دریافت کرسکے لہٰذا خدمت بابرکت میں مؤدبانہ ملتمس ہوں کہ جناب براہ بندہ نوازی ارشاد فرمادیں کہ بندہ اپنا نام عبدالنبی لکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور جو شخص پہلے اپنا نام عبدالرسول، عبدالمحمد لکھتے ہیں وہ کیوں لکھتے ہیں؟ ایسے طور پر جواب تحریر فرمادیں کہ بندہ سمجھ سکے اور ہدایت پائے اور جو اپنا نام بندہ عبدالنبی لکھ سکوں تو کس طرح لکھ سکتا ہوں، کوئی بغیر تبدل یا کوئی لفظ زیادہ کرنا پڑے گا یا نہیں؟ امید ہے آنجناب جلدی جواب ارسال فرمائیں گے، والسلام

الجواب:

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مملوک جانے، تمام عالم ہی ان کے رب عزوجل کی عطا سے ان کی ملک ہے، شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثناعشریہ میں توریت مقدس سے نقل فرماتے ہیں کہ رب عزوجل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت فرماتا ہے:

ملك الارض و رقاب الامم[2]۔	احمد مالک ہیں تمام زمین اور مالک ہیں سب امتوں کی گردنوں کے۔

[1] القرآن الکریم ۳۹ / ۵۳

[2] تحفہ اثناعشریہ باب ششم در بحث نبوت الخ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۶۹

شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں حدیث نقل کرتے ہیں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے صحابہ کرام کو جمع فرما کر اس مجمع کے سامنے خطبہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر شریف کرکے فرمایا:

کنت عبدہ وخادمہ کالسیف المسلول بین دیہ[1]۔	میں حضور کا عبد تھا بندہ تھا خادم تھا اور حضور کے سامنے تیغ برہنہ کی طرح تھا۔

امام طحاوی شرح معانی الآثار میں روایت فرماتے ہیں حضرت اعشٰی مازنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کی:

یامالك الناس ودیّان العرب[2]۔	اے تمام آدمیوں کے مالک اور عرب کے جزاوسزا دینے والے۔

شفاء امام قاضی عیاض ومواہب لدنیہ امام احمد قسطلانی میں ہے حضرت سیدنا سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

من لم یرنفسه فی ملك النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم لم یذق حلاوة سنّته[3]۔	جو اپنے آپ کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مملوک نہ جانے اس نے ان کی سنت کا مزہ نہ چکھا۔

بالجملہ اس معنی پر تمام جہان ان کی ملک ان کا بندہ ان کا عبد ہے یوں اپنا لقب عبدالنبی، عبدالرسول، عبدالمصطفٰی رکھنا عین سعادت ہے، اور اس سے اسلام وکفر کا فرق روشن ہے کہ اللہ عزوجل کی عبدیت سے کسی کافر کو بھی استنکاف نہ ہوگا حتی کہ وہابیہ بھی بڑی خوشی سے اپنے آپ کو عبداللہ کہیں گے اگرچہ واقع میں شیخ نجدی کے بندے اور عبدالشیطان ہیں، مگر مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بندہ ہرگز اپنے آپ کو نہ بتائیں گے، عبدالنبی اور عبدالشیطان دونوں عبداللہ ہیں، وہ عبدالنبی ہیں جن کو فرمایا:

"فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ﴿۲۹﴾ وَ ادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ﴿۳۰﴾"[4]	(اے نفس مطمئنہ) میرے بندوں میں شامل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا۔ (ت)

[1] المستدرك للحاکم کتاب العلم خطبه عمر بعدما ولی علی الناس دار الفکر بیروت ۱/ ۱۲۶

[2] شرح معانی الآثار کتاب الکراهیة باب الشعر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۱۰

[3] المواهب اللدنیة المقصد السابع الرضی بماشرعه المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۹۹و۳۰۰

[4] القرآن الکریم ۸۹/ ۲۹

اور وہ عبدالشیطان ہیں جن کو فرمایا:

"یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝" [1]	ہائے افسوس (نافرمان) بندوں پر کہ ان کے پاس (خدا کا) کوئی رسول نہیں آتا مگر یہ اس کے ساتھ ہنسی ومذاق کرتے ہیں (ت)

مگر عبدالشیطان ہرگز عبدالنبی عبدالمصطفٰی نہیں ہوسکتا اور اسے معاذاللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین سے کیا علاقہ، نقل کرنے والے نے ضرور غلط نقل کیا یا غلط سمجھا، ہاں عبد بمعنی بندہ خاص یعنی مطیع وفرمانبردار ہونا ضرور دشوار ہے اور بایں معنی عبداللہ وعبدالنبی ایک ہے کہ:

"مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ" [2]	جو شخص رسول اللہ کی اطاعت کرتا ہے اس نے درحقیقت اللہ تعالٰی کی اطاعت کی۔(ت)

اس معنی پر اپنے آپ کو اس وصف عظیم سے یاد کرنا ضرور تذکیہ نفس وخودسرائی ہے کہ بنص قرآن مجید حرام ہے، **قال اللہ تعالٰی** "فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ" [3]، (اللہ تعالٰی نے فرمایا: "اپنے نفوس کو پاکیزہ بناؤ۔ت) جو لوگ اپنا لقب مطیع النبی، مطیع الرسول رکھیں جاہل بیخرد ہیں یا قرآن عظیم کے دانستہ مخالف۔ خود انہیں کا قول ان کی تکذیب کو بس ہے جو مطیع النبی و مطیع الرسول ہوگا ہرگز اپنے نفس کا تذکیہ نہ کرے گا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۷۹: از قادر گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگالہ مرسلہ سید ظہور الحسین حسینی قادری رزاقی ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

عبدالمصطفٰی، عبدالرسول، عبدالنبی، غلام مصطفٰی، غلام رسول، غلام نبی، غلام محمد، غلام احمد، غلام پنجتن، عبدالعلی، عبدالحسین، غلام علی، غلام حسین، غلام دستگیر، غلام غوث، غلام محی الدین، غلام پیر، غلام مرشد، غلام مولٰی بخش، غلام بخش، پیر بخش، نذر مصطفٰی، نذر پنجتن، نذر حسین، نذر علی، نذر محی الدین، نذر پیر خادم علی، خادم غوث، کنیز مصطفٰی، کنیز پنجتن، کنز مرتضٰی، کنز حسین، کنیز غوث، کنیز مرشد، کنیز فاطمہ وغیرہ اس طرح کا نام رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جائز ہے تو علمائے متقدمین ومتاخرین میں اس طرح کا نام کس کس کا ہے اور اس کا جواز فقہ سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور اس کے جواز میں آپ کا کوئی رسالہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کا کیا نام اور کس قیمت پر ملتا ہے؟

[1] القرآن الکریم ۳۶/ ۳۰

[2] القرآن الکریم ۴/ ۸۰

[3] القرآن الکریم ۵۳/ ۳۲

الجواب:

فقیر کے اس بارے میں تین رسالے ہیں جو میرے مجموعہ فتاوٰی میں ہیں۔ایک در بارہ غلام مصطفٰی اور اس کا جواز دلائل سے ثابت کیا ہے۔دوسرا در بارہ عبدالمصطفٰی اور اس میں یہ تحقیق کیا ہے کہ توصیفاً بلاشبہہ جائز اور اجلہ صحابہ سے ثابت کراہت کہ بعض متاخرین نے لکھی جانب تسمیہ راجع ہے۔تیسرے میں اسمائے کثیرہ سے بحث ہے اور اس میں محمد بخش اور اس کے امثال کا جواز ثابت کیا ہے۔یہ تینوں رسالے ابھی طبع نہ ہوئے۔علامہ عابد سندی مدنی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے طوالع الانور میں اور حاشیہ در مختار میں عبدالنبی و عبدالرسول کا جواز بہت احادیث سے ثابت کیا ہے۔علامہ جمال بن عبداللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ مفتی حنفیہ بمکہ مکرمہ کے فتاوٰی میں بھی اس کا جواز مصرح ہے۔کنیز ونذر وخادم کے ساتھ نام رکھنے میں بھی حرج نہیں،زمانہ سلف میں رواج نہ ہونا مستلزم ممانعت نہیں دو دو تین تین ناموں پر مشتمل نام رکھنا جیسے محمد علی حسین اس کا بھی رواج سلف کبھی نہ تھا سادے ایک لفظ کے نام ہوتے تھے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۷۰تا۲۷۲: از مراد آباد مرسلہ مولوی محمد عبدالباری صاحب ۷صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) اگر کوئی شخص کسی سنی حنفی رضائی قادری کو لبہڑا کہے جو تصغیر لبھی کی ہے وہابی کا ہے تو ایسے شخص کا شرع شریف کے موافق کیا حکم ہے حنفی رضاعی مذکور در حقیقت ان الفاظ کا محل نہیں تو یہ لفظ اسے کہنے والے پر عائد ہوں گے یا نہیں؟اگر نہ ہوں تو کہاں جائیں گے؟

(۲) ایسا شخص جو ایسے بے جا الزام سنی رضائی پر لگائے اور اس کا اکل بھی حلال نہیں بلکہ کھلا ہوا مشتبہ اور حرام ہے تو اس قول فعل شرع کے احکام میں کہاں تک معتبر ہو سکتا ہے؟

(۳) یہی شخص کسی مسلمان سے بلاسخت کلامی ودشنام کے گفتگو نہیں کرتا اور کہتا ہے مسجد کے لوٹوں میں جو پانی بچتا ہے وہ قطعی ناپاک ہے یہاں تک کہ اس پانی کو دوسرے برتن وغیرہ میں ڈالو گے تو وہ برتن بھی نجس ہو جائے گا اور مسجد میں اس کے فرش یا بوریے پر کبھی نماز نہیں پڑھتا اپنے خاص کپڑے پر جس پر چندہ اور کپڑے ہیں نماز پڑھتا ہے اس قسم کے عادات نماز میں کہاں تک ناجائز ہیں؟

الجواب:

(۱) سنی مسلمان کو لبہڑا کہنا فسق ہے۔نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سباب المسلم فسوق [1]۔	مسلمان کو بلاوجہ شرعی برا کہنا فسق ہے۔

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب خوف المؤمن ان یحبط عملہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

"وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾ "[1]	مسلمانو! آپس میں ایک دوسرے کو برے لقب سے یاد نہ کرو ایمان کے بعد فسق کیا ہی برا نام ہے اور جو توبہ نہ کرے وہی لوگ ظالم ہیں۔

آیہ کریمہ بتارہی ہے کہ تم نے مثلاً سنی مسلمان کا لقب لبھڑا رکھا تو وہ تمہارے کہنے سے لبھڑا نہ ہو جائے گا مگر تمہارا نام بدگیا مومن سے فاسق ہوگیا کتنی بری تبدیلی ہے اور جو توبہ نہ کرے وہی ظالم۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) ایسا شخص اگر اکل حلال بھی کھاتا ہو جب بھی اس کا قول فعل شرع میں معتبر نہیں نہ کہ جبکہ اکل حلال کبھی طرہ ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۳) مسلمان سے سخت کلامی ودشنام کا حکم جواب اول میں گزرا مسجد کے لوٹوں کا پانی ناپاک بتانا باطل ہے اپنا مصلّٰی خاص بنظر احتیاط رکھنے میں حرج نہیں بلکہ درمختار میں اسے افضل بتایا، یہ جبکہ مسجد کی چٹائیوں کو اپنی وہم پرستی سے ناپاک نہ جانے اور عام مسلمانوں کو کہ ان پر نماز پڑھتے ہیں خطا پر اپنے سے کم احتیاط وحقیر نہ سمجھے ورنہ وہی حقیر اور پنجہ شیطان کا اثیر ہے۔ **والعیاذ باللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۷۳: از بھاگلپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مولوی اشرف علی کا مرید ہے، نام اس کا معز الدین، اس نے معیذ الدین کسی خط میں لکھا، اس پر ایک شخص نے سمجھایا کہ اس طرح پر لکھنے سے معنی بدل جاتا ہے اور نعوذ باللہ مسلمانوں کو ایسا نام نہیں رکھنا چاہئے کیونکہ اس وقت یہ معنی ہوتا ہے کہ دین سے پناہ مانگنے والا، لیکن اس کمبخت نے نہ مانا اور یہ کہا کہ میں اپنے حضرت کے پاس برابر اسی املا سے خط لکھتا ہوں لیکن حضرت نے کبھی نہ منع فرمایا اور نہ کوئی برائی اس میں بتائی۔ لہٰذا گزارش ہے کہ جو شخص اپنا نام معیذ الدین بالیا بعد العین وقبل الذال رکھے اور صحیح بتائے تو اس کے واسطے شرعاً کیا حکم ہے؟ اور لغت ومحاورہ سے اس کے کیا معنی ہیں؟ پس اس کو بصورت مسئلہ کے خدمت والا میں روانہ کرتا ہوں۔

الجواب:

علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق دیوبندیوں کا نام بنام جن میں تھانوی کا نام ہے کافر ومرتد بتایا اور شفائے امام قاضی وبزازیہ ومجمع الانہر وغیرہ کے حوالے سے صراحۃً فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۴۹ /۱۱

من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر [1]۔	جو کوئی ان کے کفر وعذاب میں شک کرے تو وہ کافر ہے۔ (ت)

جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے نہ کہ وہ جو انہیں مسلمان جانیں، نہ کہ وہ جو انہیں پیرو مرشد جانیں، ایسوں کے اقوال وافعال سے کیا سوال۔ معیذالدین کے یہ معنی ہیں "دین کو پناہ دینے والا" اور اپنا نام ایسا سخت رکھنا سخت عظیم تزکیہ نفس وخود ستائی ہے اور وہ حرام ہے۔

قال تعالٰی "فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾" [2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: (لوگو!) اپنی جانوں کی پاکیزگی نہ بتایا کرو اس لئے کہ اللہ تعالٰی اچھی طرح جانتا ہے کہ کون پرہیزگار ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

العارف باللہ تعالٰی الشیخ سنان فی کتابه تبیین المحارم، اقام الطامة الکبرٰی علی المستسمین بمثل ذٰلك وانه من التزکیة المنهی عنها فی القراٰن و من الکذب [3] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔	عارب باللہ حضرت شیخ سنان نے اپنی کتاب تبیین المحارم میں اس طرح کے نام رکھنے والوں کے خلاف حجت قاہرہ قائم کی (اور فرمایا) یہ ایسا تزکیہ اور جھوٹ ہے کہ قرآن مجید میں اس سے منع فرمایا گیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۴: از لشکر گوالیار محلّہ حیدر گنج مسئولہ حافظ نبی محمد ۱۳ محرم ۱۳۳۹ھ

حضور سے کسی وقت میں ایک فتوٰی طلب کیا تھا جواب آگیا مگر اس کے ساتھ ہی میرے نام پر اعتراض فرمایا تھا کہ یہ نام رکھنا حرام ہے، اور وجہ کوئی تحریر نہیں فرمائی تھی، ہمارے شہر کے مفتی مقبول حسین صاحب فرماتے ہیں کہ ناجائز نہیں، اس واسطے گزارش ہے کہ آپ اس جملہ کو بالتفصیل تحریر فرمادیجئے گا اور اس کے ساتھ ہی اسی ذیل میں نام بھی خاکسار کا تحریر فرمادیجئے تاکہ اس کو گزٹ کراکر عام لوگوں کو مطلع کیا جائے مگر میرے نام میں محمد یا احمد ضرور ہونا چاہئے چونکہ میرا نام بزرگوں نے نبی محمد رکھا ہے اور اسی نام سے پکارا جاتا ہوں مگر حضور نے فرمایا ہے کہ تمہارا نام ناجائز ہے شریعت کیوں اس نام کو ناجائز کر رہی ہے

[1] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

[2] القرآن الکریم ۵۳/ ۳۲

[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۹

اس کا سبب حضور خلاصہ تحریر فرمائیں اور نام بھی دوسرا تجویز فرمائیں حضور ہی جو نام تجویز فرمائیں گے وہی مشتہر ہوگا وہ یوں کیا جائے گا کہ نام میرا نبی محمد شریعت کے خلاف تھا سواب فلاں نام تجویز ہوا ہے۔

الجواب:

اس مسمّٰی پر محمول ہوتا ہے یہ زید ہے او وصف عنوان سے جو سمجھا جاتا ہے وہ بھی متضمن حمل ہے تو اس میں اپنے آپ کو نبی کہنا اور کہلوانا ہے اور یہ قطعًا حرام ہے، اور علم میں وضع جدید کا عذر بارد ہے وضع اول ضرور ملحوظ رہتی ہے ولہذا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بُرے نام اور تزکیہ کے نام تبدیل فرمادیئے کیا کوئی گوارا کرے گا کہ اپنا نام یا اپنے بچے کا نام شیطان یا ولدالشیطان رکھے حالانکہ وضع جدید میں تو خاص یہ ذات مقصود ہے جب اپنے آپ کو شیطان کہنا گوارا نہیں کرتا نبی کہنا اور کہلوانا روا رکھتا ہے اور یہ خیال کہ نیت دعوی نبوت کی نہ تھی سچ ہے جبھی تو حرام ہوا، ورنہ کفر ہوتا، آپ اپنا نام نبیل احمد رکھئے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۷۵: از شہر ۲۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیا عبدالنبی نام رکھنا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب:

اپنے آپ کو عبدالنبی کہنا جائز ہے مگر نام عبداللہ رکھا جائے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۷۶ تا ۲۷۷: مرسلہ مولوی عابد علی صاحب سیتری ڈاک خانہ سیف اللہ گنج ضلع سلطان پور ۷ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

(۱) احمد بخش، محمد بخش، نبی بخش، رسول بخش، حسین بخش، پیر بخش، مدار بخش، وغیرہ نام رکھنا از روئے احکام شریعت جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس میں شرک ہے یا کیا؟ اور اگر کوئی شخص ایسے ناموں کے رکھنے کو منع کرے اور نام رکھنے والا منع کرنے والے کو مشرک بتائے اور وہابی ٹھہرائے اور ناقابل امامت قرار دے اور بالفاظ واضح یہ ثابت کرنا چاہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب تک نہ بخشیں گے خدائے پاک نہ بخشے گا اور اس کے ثابت کرنے کے لئے آیات قرآنی غیر متعلق کا حوالہ دے تو ایسا شخص کسی خطاب کا مرتکب ہوا یا نہیں اور کس خطاب کا؟ اور یہ بھی مخفی نہ رہے کہ نام رکھنے والا اپنے کو عالم کہتا ہے اور مجمع عام میں ایسی تقریر کرتا ہے۔

(۲) جو شخص اپنا خطاب اپنی جسمانی وضع اپنا لباس اپنا ضروری دیگر اسباب مثل ہندوؤں کے رکھے اور نماز کا بھی پابند نہ ہو ایسا شخص عالم کہلائے گا یا مصداق **من تشبّہ بقوم فھو منھم**[1]۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشھرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲ / ۲۰۳

(جو کوئی کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے تو وہ اسی میں شمار ہے۔ت) کا ہوگا۔ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمایئے اجر پایئے۔ت)

الجواب:

(ا) یہ نام شرعًا درست ہیں، ان میں معاذاللہ کسی طرح کوئی شرک نہیں، نہ شرع سے کہیں ممانعت ہے، بلکہ قرآن عظیم سے اس کا جواز ثابت ہے، حضرت جبریل امین علیہ الصلٰوۃ والسلام نے حضرت مریم سے کہا:

"اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖۗ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا ۝۱۹" [1]	میں تو تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہوں اس لئے کہ میں تم کو ایک ستھرا بیٹا دوں۔

قرآن عظیم سیدنا عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کو جبریل بخش بتا رہا ہے۔ پھر بخش معنی عطا کے لئے متعین نہیں بمعنی حصہ و بہرہ بھی کثیر الاستعمال ہے۔ معہذا علمائے دین تصریح فرماتے ہیں کہ اگر ملحد کہے **انبت الربیع البقل** (بہار نے سبزہ اگایا۔ت) تو اس کے الحاد پر محمول ہے، اور اگر مسلم کہے تو یقینا تجوز ہے اور اس کا اسلام ہی قرینہ بس ہے **کما نص علیہ فی الفتاوٰی وغیرھا** (جیسا کہ فتاوٰی اور اس کے علاوہ دوسری کتابوں میں اس کی صراحت کردی گئی۔ت) منع کرنے والا اگر بربنائے اصول وہابیت منع کرتا ہے تو اس پر لزوم وہابیت بے جا نہیں، "مَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪۟" [2] (سوائے اللہ تعالٰی کے کون گناہ معاف کرنے والا ہے۔ت) اپنا ایمان ہے، اور "وَ لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۴۳" [3] (بے شک جس نے صبر اختیار کیا اور معاف کیا تو بیشک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔ت) بھی ایمان ہے، "وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۱۴" [4] (اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو، تو اللہ تعالٰی بخشنے والا مہربان ہے۔ت) بھی ایمان ہے، "وَ اِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ یَغْفِرُوْنَ ۝۳۷" [5] (اور جب وہ غصہ میں ہو جائیں تو معاف کردیتے ہیں۔ت) بھی ایمان ہے، اس قسم کے استدلال خارجیوں کی ایجاد ہیں کہ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم پر حکم کفر لگایا کہ انہوں نے غیر خدا کو حکم بنایا حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے "اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ" [6] (اللہ تعالٰی کے سوا کسی کا

[1] القرآن الکریم ۱۹/ ۹
[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۳۵
[3] القرآن الکریم ۴۲/ ۴۳
[4] القرآن الکریم ۶۴/ ۱۴
[5] القرآن الکریم ۴۲/ ۳۷
[6] القرآن الکریم ۱۲/ ۴۰

حکم نہیں۔ت) اور نہ دیکھا کہ وہی رب عزوجل فرماتا ہے:

"فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا" [1]	تو پھر ایک پنچ مرد کے خاندان میں سے، اور ایک پنچ عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو۔ (ت)

یہ مضمون کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بخشیں گے اللہ عزوجل نہ بخشے گا۔ اس قائل سے پہلے حضرت شیخ سعدی قدس سرہ، نے فرمایا: ؎

ارحم الراحمین نہ بخشاید بے رضائے تو یارسول اللہ [2]

(سب سے زیادہ رحم وکرم فرمانے والا (اللہ تعالٰی) نہ بخشے گا، یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) جب تک آپ کی مرضی نہ ہوگی۔ت)

حقوق العباد میں کہاجاتا ہے کہ جب تک صاحب حق نہ بخشے اللہ عزوجل نہ بخشے گا، اس کے یہ معنی کسی کے وہم میں نہیں آسکتے کہ معاذاللہ اس کی مغفرت پر رب العزت قادر نہیں یا مغفرت ذنوب میں کوئی اس کا شریک ہے، بندوں کا مالک بھی وہی ہے اور بندوں کے حقوق کا مالک بھی وہی ہے مگر صاحب حق کی دلداری کے لئے اس کی مغفرت اس کے بخشنے پر موقوف رکھی پھر وہ دلداری کہ اسے اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی منظور ہے اس کی مقدار کا جاننا کس کا مقدور ہے، صحیح بخاری میں ہے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں "اری ربك یسارع فی ھواک" [3] میں حضور کے رب کو دیکھتی ہوں کہ حضور کی خواہش میں شتابی فرماتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رحمۃ للعالمین بناکر بھیجے گئے اور مومنین پر بالخصوص کمال مہربان ہیں رؤف رحیم ہیں ان کا مشقت میں پڑنا ان پر گراں ہے ان کی بھلائیوں پر حریص ہیں جیسے کہ قرآن عظیم ناطق:

"لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ عَلَیْكُمْ	بیشک تمہارے پاس تمہاری ہی جانوں میں سے (ایک عظیم الشان) رسول تشریف لائے کہ تمہارا مشقت میں پڑنا انہیں ناگوار گزرتا ہے، وہ تمہاری

[1] القرآن الکریم ۴/ ۳۵

[2]

[3] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الاحزاب باب قولہ من ترجی من تشاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۰۶، صحیح البخاری کتاب النکاح باب ھل للمرأۃ ان تھب نفسھا لاحد قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۶۶

رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ "[1]	(اصلاح کی) بہت چاہت اور حرص رکھتے ہیں۔اور مسلمانوں پر بڑی شفقت اور رحم فرمانے والے ہیں (ت)

تمام عاصیوں کی شفاعت کے لئے تو وہ مقرر فرمائے گئے "**وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ**ؕ "[2] (اور اپنی شان کے خلاف امور کے لئے استغفار کیجئے (یعنی طلب بخشش کیجئے) اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے بھی۔ت) کیا وہ ان میں کسی کی بخشش نہ چاہیں گے، کیا مسلمان کا مشقت میں پڑنا ان پر گراں نہ ہوگا، یہ تو نص آیت کے خلاف ہے، ضرور وہ کہ جس کا بخشا حضور نہ چاہیں گے وہ ہوگا جو مسلمان نہیں، اور جو مسلمان نہیں اللہ اسے نہ بخشے گا، **واللہ تعالٰی اعلم**

(۲) خطاب ولباس ووضع اسباب میں کفار سے مشابہت ممنوع ہے اور عالم ہو کر ایسا کرے تو اور سخت معیوب ہے مگر **فھو منھم**[3] (تو وہ انہی میں سے ہے۔ت) اس کے لئے ہے جو کفار کے دینی شعار میں بالقصد معاذ اللہ اس کی پسند کے طور پر کی جائے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**



---

[1] القرآن الکریم ۹ /۱۲۸

[2] القرآن الکریم ۴۷ /۱۹

[3] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب لبس الشھرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲ /۲۰۳



النور والضیاء فی احکام بعض الاسماء ۱۳۲۰ھ

(بعض ناموں کے احکام کے بارے میں اُجالا اور روشنی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مسئلہ ۲۷۸: مسئولہ شیخ شوکت علی صاحب فاروقی ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۰ھ

علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ چہ مے فرمایند کہ بعض شخص اس طرح نام رکھتے ہیں، علی جان، نبی جان، محمد جان، محمد نبی، احمد نبی، نبی احمد، محمد یٰسین، محمد طٰہٰ، غفور الدین، غلام علی، غلام حسین، غلام غوث، غلام جیلانی، ہدایت علی۔ پس اس طرح کے نام رکھنا جائز ہیں یا نہیں؟ مولوی عبدالحیٔ صاحب لکھنوی نے اپنے فتاوٰی میں ہدایت علی نام رکھنا ناجائز بتایا ہے اس میں حق کیا ہے؟ **بیّنوا توجروا**۔ شوکت علی فاروقی عفی عنہ

الجواب:

محمد نبی، احمد نبی، نبی احمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم پر بے شمار درودیں، یہ الفاظ کریمہ حضور ہی پر صادق اور حضور ہی کو زیبا ہیں، افضل صلوات اللہ واجل تسلیمات اللہ علیہٖ وعلٰی آلہٖ۔ دوسرے کے یہ نام رکھنا حرام ہیں کہ ان میں حقیقۃً ادعائے نبوت نہ ہونا مسلم ورنہ خالص کفر ہوتا۔ مگر صورت ادعاء ضرور ہے اور وہ بھی

یقیناً حرام و محظور ہے۔

اور یہ زعم کہ اعلام میں معنی اول ملحوظ نہیں ہوتے، نہ شرعاً مسلم نہ عرفاً مقبول۔ معنی اول مراد نہ ہونے میں شک نہیں مگر نظر سے محض ساقط ہونا بھی غلط ہے، احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے بکثرت اسماء جن کے معنی اصلی کے لحاظ سے کوئی برائی تھی تبدیل فرمادیئے۔ جامع ترمذی میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

ان النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم کان یغیر الاسم القبیح[1]۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ برے نام کو بدل دیتے۔

سنن ابی داؤد میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عاصی و عزیز وعتلہ وشیطان و حکم و غراب و حباب وشہاب نام تبدیل فرمادیئے، قال ترکت اسانیدھا للاختصار[2] (امام ابوداؤد نے فرمایا میں نے اختصار کے لئے ان کی سندیں چھوڑیں۔ت) اصرم کا نام بدل کر زرعہ رکھا رواہ عن اسامة[3] بن اخدری رضی اللّٰه تعالٰی عنه (اسے اسامہ بن اخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسے روایت کیا۔ت) عاصیہ کا نام جمیلہ رکھا رواہ مسلم[4] عن ابن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنهما (اسے مسلم نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت) برہ کا نام زینب رکھا اور فرمایا:

لاتزکوا انفسکم اللّٰه اعلم باھل البر منکم۔ رواہ مسلم[5] عن زینب بنت ابی سلمة رضی اللّٰه تعالٰی عنهما۔	اپنی جانوں کو آپ اچھا نہ بتاؤ خدا خوب جانتا ہے کہ تم میں نیکوکار کون ہے۔ (اسے مسلم نے زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

برہ کے معنی تھے زن نیکوکار، اسے خودستائی بتاکر تبدیل فرمایا۔

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی تغییر الاسماء امین کمپنی دہلی ۲ /۱۰۷

[2] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی تغییر الاسم القبیح آفتاب عالم پریس لاہور ۲ /۳۲۱

[3] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی تغییر الاسم القبیح آفتاب عالم پریس لاہور ۲ /۳۲۱

[4] صحیح مسلم کتاب الادب باب تغییر الاسم القبیح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۲۰۸

[5] صحیح مسلم کتاب الادب باب تغییر الاسم القبیح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۲۰۸، سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی تغییر الاسم القبیح آفتاب عالم پریس لاہور ۲ /۳۲۱

اور ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم:

انکم تدعون یوم القیٰمۃ باسمائکم واسماء اٰباءکم فاحسنوا اسمائکم۔رواہ احمد[1] وابوداؤد عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند جیّد۔	بے شک تم روز قیامت اپنے اور اپنے والدوں کے نام سے پکارے جاؤگے تو اپنے اچھے نام رکھو۔(اسے احمد اور ابوداؤد نے ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند جید روایت کیا۔ت)

اگر اصلی معنی بالکل ساقط النظر ہیں توفلاں نام اچھافلاں برا ہونے کے کیا معنی،اور تبدیل کی کیاوجہ،اور خود ستائی کہاں، مسمّٰی پر دلالت کرنے میں سب یکساں۔معہذا انہیں لوگوں سے پوچھ دیکھئے کیا اپنی اولاد کانام شیطان ملعون،رافضی خبیث، خوک (سور) وغیرہ رکھنا گوارا کریں گے؟ ہر گز نہیں توقطعًا معنی اصلی کی طرف لحاظ باقی ہے پھر کس منہ سے اپنے آپ اوراپنی اولاد کو نبی کہتے اور کہلواتے ہیں،کیاکوئی مسلمان اپنایا اپنے بیٹے کارسول اللہ یاخاتم النبیین یاسیدالمرسلین نام رکھنا روا رکھے گا؟ حاشا وکلا،پھر محمد نبی،احمد نبی،نبی احمد کیونکر رواہوگیا،یہاں تک کہ بعض خدا ناترسوں کانام نبی اللہ سنا ہے،ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم،کیا رسالت وختم نبوت کاادعاحرام ہے اور نری نبوت کاحلال، مسلمانوں کولازم ہے کہ ایسے ناموں کو تبدیل کردیں۔

ہیچ پسند وخرد جان فروز تاج شہی برسرک کفش دوز

(عقل،جان کوروشن ومنور کرنے والی اس بات کوکب گوارا کرتی ہے کہ شاہی تاج ایک معمولی کفش دوز(موچی)کے سرپر سجایا جائے۔ت)

عجب نہیں کہ ایسی علیل تاویل ذلیل تخیل والے شدہ شدہ اللہ عزوجل یااِلٰہ العالمین نام رکھنے لگیں کہ آخر علم میں اصلی معنی تو ملحوظ نہیں والعیاذباللہ رب العالمین (اللہ تعالٰی کی پناہ جو تمام جہانوں کاپروردگار ہے۔ت) اور نہ بھی رکھیں تواس نام رکھنے کاجواز تو انہیں خواہی نخواہی ماننا ہوگا،جو تقریر محمد نبی کے جواز میں گھڑیں گے بعینہٖ وہی اللہ عزوجل نام رکھنے کے جواز میں جاری ہوگی،اصلی معنی وہاں مراد نہیں تو یہاں بھی نہیں وہ بے لحاظ معنی تبرکا کیوں نہ جائز ہوگا آخر نام الٰہی میں نام نبی سے زیادہ ہی برکت ہے ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم (گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت بجزاللہ تعالٰی بلند

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی تغییر الاسماء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۰،مسند احمد بن حنبل عن ابی الدرداء المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۹۴

مرتبہ بزرگ شان کی توفیق کے کسی میں نہیں۔ت) یونہی نبی جان نام رکھنا نامناسب ہے اگر جان ایک کلمہ جداگانہ بنظر محبت زیادہ کیا ہوا جانیں جیسا کہ غالب یہی ہے جب تو ظاہر ادعائے نبوت ہو اور اگر ترکیب مقلوب سمجھیں یعنی جان نبی، تو یہ تزکیہ خودستائی میں برہ سے ہزار درجے زائد ہو، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پسند نہ فرمایا یہ کیونکر پسند ہوسکتا ہے یہاں تبدیل میں کچھ بہت حرج بھی نہیں ایک "ہ" بڑھانے میں گناہ سے بچ جائے گا اور اچھا خاصہ جائز نام پائے گا۔ محمد نبیہ، احمد نبیہ، نبیہ احمد، نبیہ جان کہا اور لکھا کیجئے۔ نبیہ بمعنی بیدار ہوشیار ہے۔ یونہی یٰسین وطٰہٰ نام رکھنا منع ہے کہ اس مائے الٰہیہ و اسمائے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسے نام ہیں جن کے معنی معلوم نہیں، کیا عجب کہ ان کے وہ معنی وں جو غیر خدا اور رسول میں صادق نہ آسکیں تو ان سے احتراز لازم، جس طرح نامعلوم المعنی رقیہ منتر جائز نہیں ہوتا کہ مبادا کسی شرک وضلال پر مشتمل ہو۔ امام ابوبکر ابن العربی کتاب احکام القرآن میں فرماتے ہیں:

روی اشھب عن مالك لایتسمی احد بیٰسن لانہ اسم اللہ وھو کلام بدیع وذلك ان العبد یجوزلہ ان یسمی باسم الرب اذاکان فیہ معنی منہ کعالم وقادر وانما منع مالك من التسمیۃ بھٰذا الاسم لانہ الاسماء التی لایدری مامعناھا فربما کان ذٰلك معنی یتفرد بہ الرب تعالٰی فلاینبغی ان یقدم علیہ من لایعرف لمافیہ من الخطر فاقتضی النظر المنع منہ[1]۔	اشہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ کوئی شخص بھی یٰس نام نہ رکھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور یہ نادر کلام ہے، یہ اس لئے کہ بندے کے لئے جائز ہے کہ رب کے نام پر اپنا نام رکھے جبکہ اس میں وہ معنی پایا جائے جیسے عالم، قادر وغیرہ، اور امام مالک نے یہ نام رکھنے سے اس لئے منع فرمایا کہ یہ ان اسماء سے ہے جن کے معنی معلوم نہیں، ہوسکتا ہے اس کا وہ معنی ہو جو رب تعالیٰ کے لئے خاص اور منفرد ہو، لہٰذا مناسب نہیں کہ یہ نام رکھا جائے جبکہ اس کے ممنوع معنٰی معلوم ہی نہ ہوں پس نظر اور احتیاط کا تقاضا یہی کہ نام رکھنے سے منع کیا جائے۔ (ت)

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی حنفی مصری نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں: **وھو کلام نفیس**[2] (یہ ایک نفیس اور شاندار کلام ہے۔ت)

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض، بحوالہ ابوبکر ابن العربی، فصل فی اسمائہ دارالکفر بیروت ۲/ ۳۹۰

[2] نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض، بحوالہ ابوبکر ابن العربی، فصل فی اسمائہ دارالکفر بیروت ۲/ ۳۹۰

فقیر نے اس کے ہامش (حاشیہ) پر لکھا:

قد کان ظهر لی المنع عنه لعین هذا المعنی لکن نظرا الی انه اسم النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم، ولاندری معناه فلعل له معنی لایصح فی غیره صلی الله تعالٰی علیه وسلم [1] الخ ولعل هذا اولی مماتقدم لان کونه اسم النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم اظهر واشهر فلایکون له معنی یتفرد به الرب عزوجل، والله تعالٰی اعلم۔	بے شک مجھ پر اس معنی کی بعینہٖ ممانعت ظاہر ہوگئی ہے لیکن اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ نام نہ رکھے جانے کے حق میں ہوں کہ یہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام مبارک ہے اور ہم اس کے معنی سے واقف نہیں، ہوسکتا ہے اس کا کوئی ایسا معنی ہو جو حضور علیہ الصلٰوۃ السلام کے لئے خاص ہو اور آپ کے سوا کسی دوسرے کے لئے اس کا استعمال درست نہ ہو شاید یہ وجہ پہلی وج سے زیادہ مناسب ہے اس لئے اس لفظ کا حضوعلیہ السلام کے لئے بطور مقدس نام کے ہونا زیادہ ظاہر اور مشہور ہے۔ لہٰذا اس کے لئے کوئی ایسا معنی نہیں کہ جس سے اللہ تعالٰی جلیل القدر منفرد ہو لیکن (اس راز کو) اللہ تعالٰی ہی سب سے بہتر جانتا ہے۔ (ت)

بعینہٖ یہی حال اسم طٰہٰ کا ہے والبیان البیان والدلیل الدلیل (بیان وہی سابقہ ہے اور دلیل بھی وہی مرقوم ہے۔ ت) لفظ پاک محمد ان میں شامل کردینا ممانعت کی تلافی نہ کرے گا کہ یٰس وطٰہٰ اب بھی نامعلوم المعنی ہی رہے اگر وہ معنی مخصوص بذات اقدس ہوئے تو محمد ملانا ایسا ہوگا کہ کسی کا نام رسول اللہ نہ رکھا محمد رسول اللہ رکھا، یہ کب حلال ہوسکتا ہے وھذا کلہ ظاہر جدًا (اور یہ تمام خوب ظاہر ہے۔ ت)، یوں ہی غفورالدین بھی سخت قبیح و شنیع ہے، غفور کے معنی مٹانے والا، اللہ عزوجل غفور ذنوب ہے یعنی اپنی رحمت سے اپنے بندوں کے ذنوب مٹاتا عیوب چھپاتا ہے، تو غفورالدین کے معنی ہوئے دین کا مٹانے والا، یہ ایسا ہوا جیسے شیطان کا نام رکھنا جسے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تبدیل فرمادیا، ہاں دین پوش تقیہ کوش یہ ایسا ہوا جیسے رافضی نام رکھنا۔ بہرحال شدید شناعت پر مشتمل ہے اس سے تو عاصیہ نام بہت ہلکا تھا جسے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے تغییر فرمادیا کہ معاصی کا عرفاً اطلاق اعمال تک ہے اور دین پوشی کی بلاملت وعقائد پر، والعیاذ باللہ رب العالمین (اللہ تعالٰی کی پناہ جو تمام جہانوں کا مالک اور پروردگار ہے۔ ت)

---

[1] حاشیہ امام احمد رضاخاں علٰی نسیم الریاض

حدیث میں ہے: **الفال موکل بالمنطق**[1] (فال بولنے کے حوالے کی گئی۔ت)

بعض برے ناموں کی تبدیل کا یہی منشا تھا کما ارشد الیہ غیر ما حدیث (جیسا کہ بہت سی احادیث نے اس کی رہنمائی فرمائی۔ت)

مولانا قاری مرقاۃ میں نقل فرماتے ہیں: **الاسماء تنزل من السماء**[2]، نام آسمان سے اُترتے ہیں، یعنی غالبًا اسم و مسمّٰی میں کوئی مناسبت غیب سے ملحوظ ہوتی ہے، اہل تجربہ نے کہا ہے: ع

مزن فال بد کاورد حال بد

(بری فال مت نکالو اس لئے کہ وہ برا حال لائے گی۔ت)

اللّٰھم احفظنا وارحمنا (یاﷲ! ہماری حفاظت فرما اور ہم پر رحم کر۔ت)

فقیر نے بچشم خود ایسے قبیح ناموں کا سخت برا اثر پڑتے دیکھا ہے بھلے چنگے سنی صورت کو آخر عمر میں دین پوش ناحق کوش ہوتے پایا ہے۔

نسأل اللہ العفو والعافیة اللھم یاقوی یاقدیر یا رحمٰن یارحیم یاعزیز یاغفور صلی وسلم وبارك علٰی سیدنا ومولانا محمد واٰلہ وصحبہ وثبتنا علی دینك الحق الذی ارتضیته لانبیائك ورسلك وملائكتك حتی نلقاك بہ وعافنا من البلاء والبلوی و الفتن ماظھر منھا وما بطن، وصل وسلم وبارك علٰی سیدنا محمد واٰلہ اجمعین	ہم اللہ تعالٰی سے عفو وعافیت کا سوال کرتے ہیں اے طاقت و زور والے، اے بے حد رحم فرمانے والے والے، اے ہمیشہ رحم کرنے والے، اے زبردست ذات (سب پر غالب)، اے (گناہوں کی) پردہ پوشی کرنے والے)، اور انہیں معاف فرمانے والے (مالک)، ہمارے آقا و مولٰی حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام اور برکات نازل فرما اور ان کی آل اولاد اور ساتھیوں پر بھی، اور ہمیں اپنے دین حق پر استوار رکھ جو دین تو نے اپنے انبیائے کرام اور رسولان عظام اور ملائکہ کرام کے لئے پسند فرمایا تاآنکہ ہم اسی دین پر

[1] الاسرار المرفوعة حدیث ۶۳۸ دار الکتب العلمیة بیروت ص ۱۶۵

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب الاسماء تحت حدیث ۴۷۸۱ المکتبة الحبیبیه کوئٹہ ۸/ ۵۳۵

وارحم عجزنا فاقتنا بهم یاارحم الراحمین اٰمین والصلٰوۃ والسلام علی الشفیع الکریم واٰله وصحبه والحمدلله رب العٰلمین۔	قائم رہتے ہوئے تیرے ساتھ جاملیں اور ہمیں ظاہر باطن (کھلے چھپے) فتنوں، مصیبتوں اور ابتلاؤں سے عافیت عطافرما اور ہمارے آقا حضرت محمد کریم پر رحمت وبرکت اور سلام نازل فرما، ان کی طفیل ہمارے عجز اور فاقہ میں ہماری حمات اور مدد فرما اے سب سے بڑے رحم کرنے والے، آمین، درود وسلام ہو شفیع کریم کی ذات اقدس پر اور ان کی تمام آل اولاد اور ساتھیوں پر۔ تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، آمین۔ (ت)

اور ایک سخت آفت یہ ہوتی ہے کہ ایسے قبیح نام والے اپنے نام کے ساتھ حسب رواج نام پاک محمد ملا کر لکھتے، کہتے اور اسی کی اوروں سے طمع رکھتے ہیں، اگر کوئی خالی ان کا نام اقدس لکھے تو گویا اپنی حقارت جانتے اور آدھا نام لینا سمجھتے ہیں، حالانکہ ایسے برے معنے کے ساتھ اس نام پاک کاملانا خود اس نام کریم کے ساتھ گستاخی ہے۔ یہ نکتہ ہمیشہ یاد رہے کہ ان امور کی طرف اسی کو التفات وتنبہ عطافرماتے ہیں جسے ایمان وادب سے حصہ وافیہ بخشتے ہیں، **ولله الحمد**، اسی بناء پر فقیر کبھی جائز نہیں رکھتا کہ کلب علی، کلب حسین، کلب حسن، غلام علی، غلام حسین، ، غلام حسن، نثار حسین، فدا حسین، قربان حسین، غلام جیلانی وامثال ذٰلک کے اسماء کے ساتھ نام پاک ملا کر کہا جائے، **اللّٰھم ارزقنا حسن الادب ونجنا من موثات الغضب**، **اٰمین** (اے اللہ! ہمیں حسن ادب سے نواز اور اسباب غضب سے بچا۔ آمین۔ ت)

نظام الدین، محی الدین، تاج الدین اور اسی طرح وہ تمام نام جن میں مسمّٰی کا معظم فی الدین بلکہ معظم علی الدین ہونا نکلے جیسے شمس الدین، بدرالدین، نورالدین، فخر الدین، شمس الاسلام، بدرالاسلام وغیر ذٰلک، سب کو علماء اسلام نے سخت ناپسند رکھا اور مکروہ وممنوع رکھا، اکابر دین قدست اسرارھم کہ امثال اسلامی سے مشہور ہیں، یہ ان کے نام نہیں القاب ہیں کہ ان مقامات رفیعہ تک وصول کے بعد مسلمین نے توصیفًا انہیں ان لقبوں سے یاد کیا، جیسے شمس الائمہ حلوائی۔ فخر الاسلام بزدوی، تاج الشریعۃ، صدرالشریعۃ، یونہی محی الحق والدین حضور پر نور سیدنا غوث اعظم، معین الحق والدین حضرت خواجہ غریب نواز، وارث النبی سلطان الہند حسن سنجری، شہاب الحق والدین عمر سہروردی، بہاؤالحق والدین نقشبند، قطب الحق والدین بختیار کاکی، شیخ الاسلام فریدالحق والدین مسعود، نظام الحق والدین سلطان الاولیاء محبوب الٰہی، محمد نصیرالحق والدین چراغ دہلوی محمود وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین ونفعنا ببرکاتہم فی الدنیاوالدین۔

حضور نورالنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کالقب پاک خود روحانیت اسلام نے رکھا جس کی

روایت معروف و مشہور اور بہجۃ الاسرار شریف وغیرہ کتب ائمہ و علماء میں مذکور، حق سبحانہ، وتعالٰی فرماتا ہے: "فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ"[1] (پس آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ۔ت)۔ فصول عمادی میں ہے:

لایسمیه بمافیه تزکیة[2]۔	کوئی اس نام کے ساتھ نام نہ رکھے جس میں تزکیہ کااظہار ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

| يؤخذ من قوله ولا بمافيه تزكية المنع عن نحو محي الدين وشمس الدين مع مافيه من الكذب والف بعض المالكية في المنع منه مؤلفا وصرح به القرطبي في شرح الاسماء الحسنى وانشد بعضهم فقال۔
اری الدين ليستحيي من الله ان يری
وهذا له فخر وذاك نصير
فقد كثرت في الدين القاب عصبة
هم مافي مراعي المنكرات حمير
واني اجل الدين عن عزه بهم
واعلم ان الذنب فيه كبير
ونقل عن الامام النووي انه كان يكره من يلقبه بمحي الدين ويقول لا اجعل من دعاني به في حل ومال الی ذٰلك العارف بالله تعالٰی الشيخ سنان في كتابه | مصنف کے قول "لابمافیه تزکیة" سے معلوم ہوتا ہے ممانعت مثل محی الدین و شمس الدین نام رکھنے میں ہے، علاوہ اس کے اس میں جھوٹ بھی ہے، اور بعض مالکی علماء نے ایسے ناموں کے ممنوع ہونے میں ایک کتاب لکھی ہے، اور قرطبی نے اس کی تصریح شرح اسماء حسنٰی میں کی ہے، اور بعض نے اس بارہ میں کچھ اشعار لکھے ہیں، پس کہا ہے:
میں دیکھتا ہوں دین کو حیا کرتا ہے اللہ تعالٰی سے جو دکھایا جائے حالانکہ یہ اس کے لئے فخر ہے اور یہ اس کے لیے نصیر یعنی مددگار ہے، تحقیق بہت ہوئے دین میں القاب اس کے مددگاروں کے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو برائیوں کی رعایت میں گدھے ہیں اور تحقیق دین کی موت ان جیسے لوگوں نے ساتھ اس کی عزت میں کی ہے او رجان لے کہ اس میں ان کا بڑا گناہ ہے۔
اور امام نووی سے نقل کیا ہے کہ وہ محی الدین کے ساتھ اپنے ملقب ہونے کو ناپسند فرماتے تھے اور فرماتے تھے جو شخص مجھے اس لقب سے پکارے گا میں اسے معاف نہیں کروں گا، اور اس کی طرف مائل ہوئے شیخ سنان عارف باللہ اپنی کتاب |

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۳۲

[2] ردالمحتار بحواله فصول العمادی کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۸

تبیین المحارم واقام الطامۃ الکبرٰی علی المتسمین بمثل ذٰلك وانہ من التزکیۃ المنھی عنھا فی القراٰن ومن الکذب قال ونظیرہ مایقال للمدرسین بالترکی اٰفندی وسلطانم ونحوہ ثم قال فان قیل ھذہ مجازات صارت کالاعلام فخرجت عن التزکیۃ فالجواب ان ھذا یردہ مایشاھد من انہ اذا نودی باسمہ العلم وجد علی من ناداہ بہ فعلم ان التزکیۃ باقیۃ[1] الخ۔	تبیین المحارم میں، اور اس طرح کے نام رکھنے والوں کے خلاف حجت قاہرہ قائم کی اور فرمایا کہ تحقیق یہ وہ تزکیہ ہے جس سے قرآن مجید میں منع کیا گیا ہے اور جھوٹ سے ہے، اور کہا مثل اس کے وہ جو کہا جاتا ہے واسطے مدرسین کے ترکی میں آفندی و سلطانم، اور اس کی مثل پھر کہا ہے پس اگر کہا جائے یہ مجازات ہیں جو ناموں کی طرح ہوگئے ہیں پس تزکیہ سے نکل گئے تو جواب یہ ہے کہ ہمارا مشاہدہ اس بات کو رَد کرتا ہے کیونکہ اگر ان اشخاص کو ان کے اسماء اعلام سے پکارا جائے تو پکارنے والے پر لوگ غصہ کریں گے، پس معلوم ہوا کہ تزکیہ کے لئے باقی ہے الخ (ت)

سترہ نام کہ سائل پوچھے ان میں سے یہ دس ناجائز و ممنوع ہیں باقی سات میں حرج نہیں، علی جان، محمد جان کا جواز تو ظاہر کہ اصلی نام علی و محمد ہے اور جان بنظر محبت زیادہ، اور حدیث سے ثابت کہ محبوبان خدا انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کے اسمائے طیبہ پر نام رکھنا مستحب ہے جبکہ ان کے مخصوصات سے نہ ہو۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تسمّوا باسماء الانبیاء۔ رواہ البخاری فی الادب المفرد[2] وابوداؤد والنسائی عن	انبیاء کے ناموں پر نام رکھو (امام بخاری نے ادب المفرد میں، امام ابوداؤد اور نسائی نے

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۶۹۔۲۶۸

[2] ادب المفرد باب احب الاسماء الی اللہ عزوجل حدیث ۸۱۳ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ص۲۱۱، ابوداؤد کتاب الادب باب فی تغییر الاسماء آفتاب عالم پریس لاہور ۲ /۳۲۰، سنن النسائی کتاب الخیل باب مایستحب من شیۃ الخیل نور محمد کتب خانہ کراچی ۲ /۱۲۲

ابی وھب الجشمی ولہ تتمۃ والبخاری فی التاریخ [1] بلفظ سموا عن عبداللہ بن جراد رضی اللہ تعالٰی عنہ ولہ تتمۃ اخری۔	ابو وہب جشمی کے حوالے سے اسے روایت کیااور اس کے لئے تتمہ ہے، نیز امام بخاری نے تاریخ میں سَمُّوا کے لفظ سے حضرت عبداللہ بن جراد رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سنت کے ساتھ اسے روایت کیااور اس کے لئے دوسرا تتمہ ہے۔(ت)

اور محمد واحمد ناموں کے فضائل میں تواحادیث کثیرہ عظیمہ جلیلہ وارد ہیں: **حدیث(۱)** صحیحین ومسند احمد وجامع ترمذی وسنن ابن ماجہ میں حضرت انس **(۲)** صحیحین وابن ماجہ میں حضرت جابر **(۳)** معجم کبیر طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سمّوا باسمی ولاتکنوا بکنیتی [2]۔	میرے نام پر نام رکھواور میری کنیت نہ رکھو۔

حدیث(۴) ابن عساکر وحافظ حسین بن احمد عبداللہ بن بکیر حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

من ولد لہ مولود فسماہ محمدا حبا لی وتبرکا باسمی کان ھو ومولودہ فی الجنۃ [3]۔	جس کے لڑکا پیدا ہوااور وہ میری محبت اور میرے نام پاک سے تبرک کے لئے اس کا نام محمد رکھے وہ اور اس کالڑکا دونوں بہشت میں جائیں۔

---

[1] التاریخ الکبیر للبخاری باب العین عبداللہ بن جراد حدیث ۶۳ دار الباز مکۃ المکرمۃ ۵/ ۳۵

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب من سمّی باسماء الانبیاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۵، صحیح مسلم کتاب الادب باب النھی عن التکنی بابی القاسم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۰۶، جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی کراھیۃ الجمع الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۷، سنن ابن ماجہ ابواب الادب باب الجمع بین اسم النبی وکنیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۳، مسند احمد بن حنبل عن انس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۷۰، المعجم الکبیر حدیث ۱۲۵۱۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۲۷۳، کنزالعمال بحوالہ طب عن ابن عباس حدیث ۴۵۲۱۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۴۲۱

[3] کنزالعمال بحوالہ الرافعی عن ابی امامہ حدیث ۴۵۲۲۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۴۲۲

امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی فرماتے ہیں:

ھذا امثل حدیث ورد فی ھذا الباب واسنادہ حسن[1]۔	جس قدر حدیثیں اس باب میں آئیں یہ سب میں بہتر ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

ونازعہ تلمیذہ الشامی بمارد العلامۃ الزرقانی فراجعہ۔ ان کے شامی شاگرد نے اس میں نزاع کیا کہ جس کو علامہ زرقانی نے رَد کیا تھا لہٰذا اس کی طرف رجوع کریں۔(ت)

حدیث (۵) حافظ ابوطاہر سلفی وحافظ ابن بکیر حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: روز قیامت دو شخص حضرت عزت کے حضور کھڑے کئے جائیں گے حکم ہوگا انہیں جنت میں لے جاؤ، عرض کریں گے: الٰہی! ہم کس عمل پر جنت کے قابل ہوئے ہم نے تو کوئی کام جنت کا نہ کیا۔ رب عزوجل فرمائے گا:

ادخلا الجنۃ فانی اٰلیت علی نفسی ان لایدخل النار من اسمہ احمد ومحمد[2]۔	جنت میں جاؤ میں نے حلف فرمایا ہے کہ جس کا نام احمد یا محمد ہو دوزخ میں نہ جائے گا۔

یعنی جبکہ مومن ہو اور مومن عرف قرآن وحدیث وصحابہ میں اسی کو کہتے ہیں جو سنی صحیح العقیدہ ہو، کما نص علیہ الائمۃ فی التوضیح وغیرہ (جیسا کہ توضیح وغیرہ میں ائمہ کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ت) ورنہ بدمذہبوں کے لئے تو حدیثیں یہ ارشاد فرماتی ہیں کہ وہ جہنم کے کتے ہیں ان کا کوئی عمل قبول نہیں، بدمذہب اگرچہ حجر اسود ومقام ابراہیم کے درمیان مظلوم قتل کیا جائے اور اپنے اس مارے جانے پر صابر وطالب ثواب رہے جب بھی اللہ عزوجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے اور اسے جہنّم میں ڈالے۔ یہ حدیثیں دارقطنی وابن ماجہ وبیہقی[3] وابن الجوزی وغیرہم نے حضرت ابوامامہ وحذیفہ وانس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیں، اور فقیر نے اپنے فتاوٰی میں متعدد جگہ لکھیں تو محمد عبدالوہاب

---

[1] ردالمحتار بحوالہ السیوطی کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۶۸

[2] الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۸۸۳۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵ /۴۸۵

[3] کنزالعمال بحوالہ قط فی الافراد حدیث ۱۱۲۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱ /۲۲۳، العلل المتناہیۃ باب ذم الخوارج حدیث ۲۶۱ و۲۶۲ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱ /۱۶۳

نجدی وغیرہ گمراہوں کے لئے ان حدیثوں میں اصلاً بشارت نہیں، نہ کہ سید احمد خان کی طرح کفار جن کامسلک کفر قطعی کہ کافر پر تو جنت کی ہوا تک یقیناً حرام ہے۔

حدیث(٦) ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں حضرت نبیط بن شریط رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

قال اللہ تعالٰی عزوجل وعزتی وجلالی لااعذب احدا تسمی باسمك بالنار یامحمد [1]	رب عزوجل نے مجھ سے فرمایا اپنی عزت وجلال کی قسم جس کا نام تمہارے نام پر ہوگا اسے دوزخ کا عذاب نہ دوں گا۔

حدیث(۷) حافظ ابن بکیر امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، **حدیث(۸)** دیلمی مسند الفردوس میں موقوفاً راوی کہ مولٰی علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں، حدیث **(۹)** ابن عدی کامل اور ابو سعد نقاش بسند صحیح اپنے معجم شیوخ میں راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ما اطعم طعام علی مائدۃ ولا جلس علیہا وفیہا اسمی الا قُدِّسُوا کل یوم مرتین [2]۔	جس دستر خوان پر لوگ بیٹھ کر کھانا کھائیں اور ان میں کوئی محمد یا احمد نام کا ہو وہ لوگ ہر روز دوبار مقدس کئے جائیں۔

حاصل یہ جس گھر میں ان پاک ناموں کا کوئی شخص ہو دن میں دوبار امکان میں رحمت الٰہی کا نزول ہو۔ لہٰذا حدیث امیر المؤمنین کے لفظ یہ ہیں:

مامن مائدۃ وضعت فحضر علیہا من اسمہ احمد ومحمد الا قدس اللہ ذٰلك المنزل کل یوم مرتین [3]۔	کوئی دستر خوان بچھایا نہیں گیا کہ اس پر ایسا شخص تشریف لائے جس کا نام احمد اور محمد ہو (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم) تو اللہ تعالٰی ہر روز دوبار اس گھر کو تقدس بخشتا ہے یعنی مقدس کرتا ہے (اور ہر روز دوبار وہاں اس کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ مترجم)۔(ت)

[1] تذکرۃ الموضوعات لمحمد طاہر الفتنی باب فضل اسمہ واسم الانبیاء کتب خانہ مجیدیہ ملتان ص۸۹

[2] الکامل لابن عدی ترجمہ احمد بن کنانہ شامی دار الفکر بیروت ۱/ ۱۷۲

[3] الفردوس بمأثور الخطاب عن علی ابن ابی طالب حدیث ۶۱۳۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۴۴، ۴۳

حدیث (۱۰) ابن سعد طبقات میں عثمان عمری مرسلًا راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماضر احدکم لوکان فی بیتہ محمد و محمدان و ثلثۃ[1]۔	تم میں کسی کا کیا نقصان ہے اگر اس کے گھر میں ایک محمد یا دو محمد یا تین محمد ہوں۔

ولہٰذا فقیر غفراللہ تعالٰی نے اپنے سب بیٹوں بھتیجوں کا عقیقے میں صرف محمد نام رکھا پھر نام اقدس کے حفظ آداب اور باہم تمیز کے لئے عرف جدا مقرر کئے بحمد اللہ تعالٰی فقیر کے پانچ محمد اب موجود ہیں سلمھم اللہ تعالٰی وعافاھم والی مدارج الکمال رقاھم (اللہ تعالٰی ان سب کو سلامت رکھے اور عافیت بخشے اور انہیں مدارج کمال تک پہنچائے۔ت) اور پانچ سے زائد اپنی راہ گئے جعلھم اللہ لنا اجرا وذخرا وفرطا برحمتہ وبعزۃ اسم محمد عندہ اٰمین (اللہ تعالٰی اپنی رحمت کے صدقے اور اسم محمد کی اس عزت و توقیر کے صدقے جو اس کی بارگاہ میں ہے ہمارے لئے اپنی رحمت اور ان کی ذات کو ذریعہ اجر، ذخیرہ اور پیشرو بنادے، آمین۔ت)

حدیث (۱۱) ظرائفی وابن الجوزی امیر المومنین مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنی سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما اجتمع قوم قط فی مشورۃ وفیھم رجل اسمہ محمد لم یدخلوہ فی مشورتھم الالم یبارك لھم فیہ[2]۔	جب کوئی قوم کسی مشورے کے لئے جمع ہو اور ان میں کوئی شخص محمد نام کا ہو اور اسے اپنے مشورے میں شریک نہ کریں ان کے لئے مشورے میں برکت نہ رکھی جائے۔

حدیث (۱۲) طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

من ولد لہ ثلثۃ فلم یسم احدھم محمدا فقد جھل[3]۔	جس کے تین بیٹے پیدا ہوں اور وہ ان میں کسی کا نام محمد نہ رکھے ضرور جاہل ہے۔

[1] کنزالعمال بحوالہ ابن سعد عن عثمان العمری مرسلًا حدیث ۴۵۲۰۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۴۱۹

[2] العلل المتناھیۃ باب فضل اسمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیث ۲۶۷ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۱۶۸

[3] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۰۷۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۷۱

حدیث (۱۳) حاکم وخطیب تاریخ اور دیلمی مسند میں امیر المومنین مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا سمّیتم الولد محمدا فاکرموہ واوسعوا لہ فی المجلس والاتقبحوالہ وجھا[1]۔	جب لڑکے کانام محمد رکھو تو اس کی عزت کرو اور مجلس میں اس کے لئے جگہ کشادہ، اور اسے برائی کی طرف نسبت نہ کرو اس پر برائی کی دعا نہ کرو۔

حدیث (۱۴) بزار مسند میں حضرت ابورافع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا سمیتم محمدا فلاتضربوہ ولاتحرموہ[2]۔	جب لڑکے کانا محمد رکھو تو اسے نہ مارو نہ محروم رکھو۔

حدیث (۱۵) فتاوٰی امام شمس الدین سخاوی میں ہے ابوشعیب حرانی نے امام عطا (تابعی جلیل الشان استاذ امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہما) سے روایت کی:

من اراد ان یکون حمل زوجتہ ذکرا فلیضع یدہ علی بطنھا ولیقل ان کان ذکرا فقد سمیتہ محمدا فانہ یکون ذکرا[3]۔	جو چاہے کہ اس کی عورت کے حمل میں لڑکا ہو اسے چاہئے اپناہاتھ عورت کے پیٹ پر رکھ کر کہے: اگر لڑکا ہے تو میں نے اس کانام محمد رکھا۔ ان شاء اللہ العزیز لڑکا ہی ہوگا۔

سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ماکان فی اھل بیت اسم محمدا لاکثرت برکتہ[4]۔ ذکرہ المناوی فی شرح التیسیر تحت الحدیث العاشر والزرقانی فی شرح	جس گھر والوں میں کوئی محمد نام کا ہوتا ہے اس گھر کی برکت زیادہ ہوتی ہے (دسویں حدیث کے ذیل میں علامہ مناوی نے اس کو شرح تیسیر میں ذکر فرمایا اور اسی طرح علامہ زرقانی نے

[1] تاریخ بغداد ترجمہ محمد بن اسمٰعیل العلوی ۱۰۸۲ دار لکتاب العربی بیروت ۳ /۹۱

[2] کشف الاستار عن زوائد البزار باب کرامۃ اسم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیث ۱۹۸۸ بیروت ۲ /۴۱۳

[3] فتاوٰی امام شمس الدین سخاوی

[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ماضر احدکم الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲ /۳۵۲

المواھب۔	شرح مواہب للدنیہ میں ذکر کیا ہے۔ت)

بہتر یہ ہے کہ صرف محمد یا احمد نام رکھے اس کے ساتھ جان وغیرہ اور کوئی لفظ نہ ملائے کہ فضائل تنہا انہیں اسمائے مبارکہ کے وارد ہوئے ہیں۔غلام علی،غلام حسین،غلام غوث،غلام جیلانی اور ان کے امثال تمام نام جن میں اسمائے محبان خدا کی طرف اضافت لفظ غلام ہوں سب کا جواز بھی قطعًا بدیہی ہے۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ،نے اپنے فتاوٰی میں ان ناموں پر ایک فتوٰی قدرے مفصل لکھا اور قرآن وحدیث اور خود پیشوایان وہابیہ کے اقوال سے ان کا جواز ثابت کیا، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَیَطُوۡفُ عَلَیۡہِمۡ غِلۡمَانٌ لَّہُمۡ کَاَنَّہُمۡ لُؤۡلُؤٌ مَّکۡنُوۡنٌ ﴿۲۴﴾"[1]	ان کے غلام گشت کرتے ہوں گے گویا وہ موتی ہیں محفوظ رکھے ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایقولن احدکم عبدی کلکم عبیداللہ ولکن لیقل غلامی[2]،ھذا مختصر۔رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	ہر گز تم میں اب کوئی اپنے مملوک کو یوں نہ کہے کہ میرا بندہ تم سب خدا کے بندہ ہو ہاں یوں کہے کہ میرا غلام۔(اسے مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

وہابیہ کے شرک ہمیشہ ایسے ہی ہوتے ہیں کہ خود قرآن وحدیث میں بھرے ہوتے ہیں خدا اور سول تک ان شرک دوستوں کے حکم شرک سے محفوظ نہیں والعیاذ باللہ رب العالمین (خدا کی پناہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ت)

مزہ یہ ہے کہ لفظ غلام کی اسمائے الٰہیہ جل وعلا کی طرف اضافت خود ممنوع ہے اللہ کا غلام نہ کہا جائے گا،غلام کے معنی حقیقی پسر ہیں،ولہذا عبید کو شفقۃً عربی میں غلام اردو میں چھوکرا کہتے ہیں،سیدی علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں زیر حدیث فرماتے ہیں:

ولکن لیقل غلامی وجاریتی وفتائی	مگر وہ یوں کہے میرا غلام، میری باندی، میرا جوان،

[1] القرآن الکریم ۵۲/ ۲۴

[2] صحیح مسلم کتاب الالفاظ من الادب باب حکم اطلاق لفظۃ العبد الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۸

وفتاتی مراعاۃ لجانب الادب فی حق اللہ تعالٰی لانہ یقال عبداللہ وامۃ اللہ ولایقال غلام اللہ وجاریۃ اللہ ولافتی اللہ ولافتاۃ اللہ[1] اھ باختصار۔	میری لونڈی۔اللہ تعالٰی کے معاملہ میں تقاضائے ادب کو ملحوظ رکھاجائے کیونکہ اس کی نسبت سے یوں کہاجاتا ہے۔اللہ تعالٰی کابندہ،اللہ کی بندی،اوریہ نہیں کہاجاتا کہ اللہ تعالٰی کاغلام یااللہ تعالٰی کی لونڈی اور فتٰی اور فتاۃ(جوان مرد،جوان عورت) کو بھی اللہ تعالٰی کے نام کے ساتھ منسوب نہیں کیاجاتااھ باختصار(ت)

سبحان اللہ! یہ عجیب شرک ہے جوخود حضرت عزت کے لئے روانہیں بلکہ اس کے غیر ہی کے لئے خاص ہے مگر ہے یہ کہ وہابیہ کے دین فاسد میں محبوبان خداکانام ذرا اعزاز وتکریم کی نگاہ سے آیا اور شرک نے منہ پھیلایا،پھر چاہے وہ بات خداکے لئے خاص ہونادرکناخداکے لئے جائزبلکہ متصور ہی نہ ہو،آخر نہ دیکھاکہ ان کے پیشوانے تقویۃ الایمان میں قبرپرشامیانہ کھڑاکرنا مورچھل جھلنا شرک بتادیا،اوراسے صاف صاف ان باتوں میں جوخدانے اپنی تعظیم کے لئے خاص کی ہیں گنادیایعنی اس کے معبود نے کہہ دیا ہے کہ میری ہی قبرپرشامیانہ کھڑاکرنا میری ہی تربت کومورچھل جھلنا ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم(اللہ تعالٰی بزرگ وبرترشان والے کی توفیق کے بغیرگناہوں سے بچنے اورنیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں۔ت) آخرنہ سناکہ ان کے طائفہ غیرمقلدان کے اب نئے پیشواصدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی آنجہانی اپنے رسالہ کلمۃ الحق میں لکھ گئے ع

چوغلام آفتابم از آفتاب گویم[2]

(جب میں سورج کاغلام ہوں توپھرسب کچھ سورج ہی کے حوالہ سے کہوں گا۔ت)

خداکی شان غلام محمد،غلام علی،غلام حسین،غلام غوث تو معاذاللہ شرک وحرام اورغلام آفتاب ہونایوں جائز وبے ملام،حالانکہ ترجمہ کیجئے توجیسا فارسی میں غلام آفتاب ویساہی عربی میں مشرکین عرب کا نام عبدشمس،ہندی میں کفارکانام سورج داس، زبانیں مختلف ہیں اورحاصل ایک،ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم(گناہوں سے بچنے اورنیکی کرنے کی طاقت سوائے اللہ تعالٰی بزرگ وبرتربڑی شان والے کی توفیق کے کسی میں نہیں۔ت) ہدایت علی کاجواز بھی ویساہی ظاہر وباہر

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النوع الثالث والعشرون الخطاء ضدالصواب المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ فیصل آباد ۲/ ۲۷۹

[2] رسالہ کلمۃ الحق لصدیق حسن خاں

جس میں اصلاً عدم جواز کی بو نہیں، وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی کے محبوبان خدا کے نام سے جلتے ہیں آج تک ان کے کبراء نے بھی اس میں کلام نہ کیا البتہ مولوی عبد الحیٔ صاحب لکھنوی کے مجموعہ فتاوٰی جلد اول طبع اول صفحہ ۲۶۴ میں اس نام پر اعتراض دیکھا گیا اول کلام میں تو صرف خلاف اولٰی ٹھہرایا تھا آخر میں ناجائز و گناہ قرار دے دیا حالانکہ یہ محض غلط ہے۔ اس کا خلاصہ عبارت یہ ہے:

استفتاء

کسے نام خود ہدایت علی می داشت بایہام اسمائے شرکیہ تبدیل نمودہ ہدایت العلی نہاد شخصے برآں معترض شد کہ لفظ ہدایت مشترک ست بین میین اراءۃ الطریق وایصال الی المطلوب و ہٰکذا لفظ علی بغیر الف ولام مشترک است بین اسمائے الٰہیہ و حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ۔ مجیب گفت دریں صورت تائید اثبات مدعائے من ست چہ ہرگاہ لفظ ہدایت وعلی مشترک شد بین معنیین پس چہار احتمال مے شوند یکے ازاں از ہدایت معنی اول واز علی اللہ عزوجل شانہ،، دوم از ہدایت معنی ثانی ز علی جل جلالہ، سوم از ہدایت معنی اول واز علی حضرت علی کرم اللہ وجہہ، چہارم از ہدایت معنی ثانی واز علی حضرت علی پس سہ احتمال اول خالی از ممانعت شرعیہ ہستند البتہ رابع خالی از ممنوعیت نیست چہ در جملہ اسمائے شرکیہ مفہوم مے شود پس ہر اسم کہ دائر شود بین اسمائے شرکیہ و عدمہ احتراز ازاں لابدی ست بلکہ واجب واگر کسے براسم متنازع فیہ قیاس نمودہ بر عبداللہ شرک ثابت کند یا یاعلی گفتن ممانعت نماید آیا قیاس او صحیح	ایک شخص کا نام ہدایت علی تھا اس نے اسے شرکیہ نام خیال کرتے ہوئے اسے ہدایت العلی سے بدل دیا پھر اس پر یہ اعتراض کیا گیا کہ لفظ "ہدایت" اِراءۃ الطریق (راستہ دکھانا) اور ایصال الی المطلوب (مطلوب و مقصود تک پہنچادینا ہے) ان دو معنوں میں مشترک ہے اسی طرح لفظ "علی" بغیر الف لام اسمائے الٰہیہ سے بھی ہے اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نام بھی ہے یعنی خالق و مخلوق دونوں میں مشترک ہے۔ جواب دینے والے نے کہا کہ اس صورت میں میری سوچ کی تائید پائی جاتی ہے وہ اس طرح کہ جب لفظ ہدایت اور علی دو معنوں میں مشترک ہوا تو چار احتمال پیدا ہوگئے، (۱) ہدایت سے پہلا معنی اور علی سے اللہ تعالٰی کی ذات مراد ہو۔ (۲) ہدایت سے دوسرا معنی اور علی سے اللہ تعالٰی مراد ہو (۳) ہدایت سے پہلا معنی اور علی سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ مراد ہوں (۴) ہدایت سے دوسرا معنی اور علی سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ مراد ہوں۔ پس تین اول الذکر احتمال شرعی

ست یانہ؟ بیّنوا توجروا۔	ممانعت نہیں رکھتے۔البتہ چوتھے احتمال میں ممانعت کا پہلو موجود ہے، پس تمام اسماء شرکیہ س یہی مفہوم ظاہر ہوتا ہے لہٰذا جو نام اسماء شرکیہ وغیر شرکیہ مشترکہ وغیر مشترکہ میں دائر ہوتا ہو اس سے پرہیز لازمی اور واجب ہے، اگر کوئی شخص اسم مختلف فیہ پر قیاس کرتے ہوئے یا علی کہنے کی ممانعت کرے تو اس کا قیاس درست متصور ہوگا یا نہ؟ بیان فرماؤتا کہ اجروثواب پاؤ۔

الجواب:

ھوالمصوب لفظ علی کہ ازاسمائے الٰہیہ ست الف لام برآں زائد میشود برائے تعظیم چنانکہ درالفضل والنعمان وغیرہ برلفظ علی کہ ازاسمائے مرتضٰی ست لام داخل نمی شود بناءً علیہ ہدایت العلی اولٰی ست از ہدایت علی، چہ در **اولٰی** اشتباہ اضافت ہدایت بسوئے علی مرتضٰی نیست، ودر **صورت ثانیہ** بسبب اشتراک لفظ ہدایت بحسب استعمال واشتراک لفظ ہدایت بحسب استعمال واشتراک لفظ علی اشتباہ امر ممنوع موجود ودراسامی از ہمچواسم کہ ایہام مضموم غیر مشروع سازد احتراز لازم بہ ہمیں سبب علماء از تسمیہ بعبدالنبی وغیرہ منع ساختہ اند والّا در عبداللہ وغیرہ پس ایہام امر غیر مشروع نیست وہمچنیں دریا علی ہرگاہ مقصود ندائے پروردگار باشد نزاعی نیست۔ حررہ ابوالحسنات عبدالحیٔ[1]	وہی ٹھیک بتانے والا ہے، لفظ علی جو کہ اللہ تعالٰی کے ناموں میں سے ہے اس کے ساتھ برائے تعظیم الف لام زائد ہوگا جیسے الفضل، النعمان وغیرہ اور لفظ علی جو بطور نام سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے استعمال ہوتا ہے اس کے ساتھ الف لام زائد نہیں ہوتا لہٰذا اس بناء پر نام ہدایت العلی بنسبت ہدایت علی کے زیادہ بہتر ہے اس ئے کہ اول الذکر میں ہدایت کی نسبت کا حضرت علی مرتضٰی کے ساتھ اشتباہ نہیں پایا جاتا اور دوسری صورت میں بوجہ استعمال لفظ ہدایت کے اشتراک کے سبب ایہام (مغالطہ) پیدا ہوتا ہے اور لفظ علی میں اشتراک کی وجہ سے امر ممنوع کا اشتباہ موجود ہے، پس اس سے پرہیز ضروری ہے، یہ وجہ ہے کہ علمائے کرام عبدالنبی نام رکھنے سے منع کرتے ہیں لیکن عبداللہ وغیرہ میں ایہام غیر مشروع نہیں، اسی طرح یا علی میں اگر اللہ تعالٰی کو ندا کرنا مقصود ہو تو کوئی نزاع نہیں کوئی اختلاف نہیں۔ ابوالحسنات عبدالحیٔ نے اسے تحریر کیا۔ (ت)

[1] مجموعہ فتاوٰی کتاب الحظر والاباحۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/۴۱ و ۴۲

اقول: (میں کہتاہوں۔ت) مگر یہ جواب سخت عجب عجاب ہے **یتساوٰی ھزلا بل یساوی ھزلا** (جواب مذکور خوش طبعی کے برابر ہے بلکہ ہنسی مذاق کے مساوی ہے۔ت) **اولاً:** اس تمام کلام مختل النظام کا مبنی ہی سرے سے پادر ہوا ہے **ممنوع ایہام** ہے نہ کہ مجرد احتمالی **ولو ضعیفا بعیدا** (اگرچہ ضعیف اور بعید ہو۔ت) ایہام واحتمال میں زمین وآسمان کا فرق ہے، ایہام میں تبادر درکا ہے ذہن اس معنی ممنوع کی طرف سبقت کرے، نہ یہ کہ شکوک محتملہ عقلیہ میں کوئی شق معنی ممنوع کی بھی نکل سکے۔ تلخیص میں ہے:

الایھام ان یطلق لفظ له معنیان قریب وبعید ویراد به البعید[1]۔	ایہام یہ ہے کہ ایسالفظ بولا جائے جو دو معانی رکھتاہوایک معنی قریب اور دوسرا معنی بعید ہو اور اس لفظ کو بول کر معنی بعید مراد لیا جائے۔(ت)

علامہ سید شریف قدسی سرہ الشریف کتاب التعریفات میں فرماتے ہیں:

الایھام ویقال له التخییل ایضا وھو ان یذکر لفظ له معنیان قریب وغریب فاذا سمعه الانسان سبق الٰی فھمه القریب و مراد المتکلم الغریب واکثر المتشابھات من ھذا الجنس ومنه قوله تعالٰی: والسمٰوٰت مطویٰت بیمینه[2]۔	ایہام تخییل بھی کہلاتاہے مراد یہ ہے کہ ایسا لفظ ذکر کیا جائے کہ اس کے دو معنی ہوں ایک قریب اور دوراغریب، جب کوئی بندہ اسے سنے تو اس کا فہم معنی قریب کی طرف لپکے (یعنی وہی متبادر الی الفہم ہو) لیکن متکلم کی مراد معنی غریب ہو۔ زیادہ تر متشابہات اسی قسم سے ہوتے ہیں، اور اللہ تعالٰی کا ارشاد کہ "اس دن سب آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں طومار کی طرح لپٹے ہوں گے" اسی قسم سے ہے۔(ت)

مجرد احتمال اگر موجب منع ہو تو عالم میں کم کوئی کلام منع وطعن سے خالی رہے گا، زید آیا گیا اٹھا بیٹھا، عمرو نے کھایا پیا کہا سنا، مجیب صاحب نے سوال دیکھا جواب لکھا وغیرہ وغیرہ سب افعال اختیاریہ کی اسناد دو معنی کو محتمل۔ ایک یہ کہ زید وعمرو مجیب نے اپنی قدرت ذاتیہ مستقلہ تامہ سے یہ افعال کئے، دوسرے قدرت عطائیہ ناقصہ قاصرہ سے اول قطعاً شرک ہے لہٰذا ان اطلاقات

[1] تلخیص المفتاح الفن الثالث مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی ص ۱۰۵ و ۱۰۶

[2] التعریفات لسیّد شریف علی الجرجانی باب الالف انتشارات ناصر خسرو طھران ایران ص ۱۸

سے احتراز لازم ہوجائے گا اور یہ بداہۃً قطعًا اجماعًا باطل ہے۔ فاضل مجیب نے بھی عمر بھر اپنے محاورات روزانہ میں ایسے ایہامات شرک برتے اور ان کی تصانیف میں ہزار درہزار ایسے شرک بالایہام بھرے ہوں گے، جانے دیجئے نماز میں وتعالٰی جدّک توشاید آپ بھی پڑھتے ہوں "جد" کے دوسرے مشہور ومعروف بلکہ مشہورتر معنی یہاں کیسے صریح شدید کفر ہیں، عجیب کہ اتنے بڑے کفر کا ایہام جان کر اسے حرام نہ مانا تو بات وہی ہے کہ ایہام میں تبادر وسبقت واقربیت درکار ہے اور وہی ممنوع ہے نہ کہ مجرد احتمال، یہ فائدہ واجب الحفظ ہے کہ آج کل بہت جُہلا ایہام احتمال میں فرق نہ کرکے ورطہ غلط میں پڑتے ہیں۔

ثانیًا: ایسی ہی نکتہ تراشیاں ہیں تو صرف ہدایت علی پر کیوں الزام رکھئے مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے نام پاک علی کو اس سے سخت تر شنیع کہئے وہاں توچار احتمالوں سے ایک میں آپ کو شرک نظر آیا تھا، یہاں برابر کا معاملہ نصفا نصف کا حصہ ہے۔ علی کے دو معنی ہیں علو ذاتی کہ بالذات للذات متعالی عن الاضافات ہو (بلندی بالذات یعنی ذاتی بلندی بغیر کسی سبب اور واسطہ کے صرف اس ہستی پاک ہی کے لئے ہے جو تمام اضافتوں اور نسبتوں سے مبرا اور بلند ہے۔ت) دوسرا اضافی کہ خلق کے لئے ہے اول کا اثبات قطعًا شرک تو علی میں ایہام شرک ہدایت علی سے دونا ٹھہرے گا ولایقول بہ جاھل فضلا عن فاضل (کوئی جاہل بھی یہ نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ کوئی فاضل یہ کہے۔ت)

ثالثًا: ایک علی ہی کیا جس قدر اسمائے مشترکہ فی اللفظ میں الخالق والمخلوق ہیں، جیسے رشید وحمید وجمیل وجلیل وکریم وعلیم وحلیم ورحیم وغیرہا سب کا اطلاق عباد پر ویساہی ایہام شرک ہوگا جو ہدایت علی کے ایہام سے دوچند رہے گا، حالانکہ خود حضرت عزت نے انبیائے کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام میں کسی کو ایک کسی کو دونام اپنے اسمائے حسنٰی سے عطا فرمایا اور حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے طیبہ میں توساٹھ سے زیادہ آئے کمافصله العلماء فی المواھب[1] وغیرھا (جیسا کہ علماء کرام نے مواہب لدنیہ وغیرہ میں مفصل بیان دیا ہے۔ت) خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے اپنا نام پاک حاشر بتایا، صحابہ کرام وتابعین وائمہ دین میں کتنے اکابر کا نام مالک تھا ان کے ایہام کو کہئے، درمختار وغیرہ معتمدات میں تصریح کی کہ ایسے نام جائز ہیں اور عباد کے حق میں دوسرے معنی مراد لئے جائیں گے نہ وہ جو حضرت حق کے لئے ہیں۔

---

[1] المواھب اللدنیة المقصد الثانی الفصل اول المکتب الاسلامی بیروت ۲ /۱۵تا۲۱

جاز التسمیة بعلی ورشید وغیرھما من الاسماء المشترکة ویراد فی حقنا غیرما یراد فی حق اللہ تعالٰی[1]۔	علی، رشید اور ان کے علاوہ دیگر اسماء مشترکہ کے ساتھ کسی کا نام رکھنا جائز ہے لہذا ہمارے حق میں وہ معنٰی مراد لیاجائے گا جواللہ تعالٰی کے حق میں مراد نہیں لیاجاتا۔(ت)

کیوں نہیں کہتے کہ ایسے نام بوجہ اشتراک ناجائز ہیں کہ دوسرے معنی شرک کااحتمال باقی ہے، ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم (گناہوں سے محفوظ رہنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں سوائے اللہ تعالٰی بزرگ وعظیم ذات کی توفیق کے۔ت)

رابعًا: سائل نے اپنی جہالت سے صرف عبداللہ میں شرک سے سوال کیاتھا حضرت مجیب نے اپنی نبالت سے وغیرہ بھی بڑھا دیا کہ اپنے نام نامی کوایہام شرک سے بچالیں مگرجناب کی دلیل سلامت ہے تواس ایہام سے سلامت بخیر ہے۔ عبدالحیٰ میں دوجزو ہیں اور دونوں کے دودو معنی، ایک عبد مقابل الٰہ، دوم مقابل آقا۔

قال اللہ تعالٰی "وَ اَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ وَ الصّٰلِحِیۡنَ مِنۡ عِبَادِکُمۡ وَ اِمَآئِکُمۡ ؕ"[2]۔	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: لوگو! تم میں سے جو نکاح کے بغیر (یعنی غیرشادی شدہ) ہیں اور جو تمہارے صالح غلام اور لونڈیاں ہیں ان کے ساتھ نکاح کردو(ت)

دیکھو حق سبحانہ، نے ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرمایا، یوں ہی ایک حی اسم الٰہی کہ حیات ذاتیہ، ازلیہ، ابدیہ، واجبہ سے مشعر، اور دوسرا من وتُو، زید وعمروسب پر صادق، جس سے آیت کریمہ "تُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ"[3] (اے اللہ تعالٰی! تو مردے سے زندہ نکالتاہے۔ت) وغیرہا مظہر، اب اگر عبد بمعنی اول اور حی بمعنی دوم لیجئے قطعًا شرک ہے وہی چار صورتیں ہیں اور وہی ایک صورت پر شرک موجود، پھر عبدالحیٰ ایہام شرک سے کیونکر محفوظ، اس سے بھی احتراز لازم تھا، بعینہٖ یہی تقریر حضرت بابرکت فاضل کامل صحیح العقیدہ سنی مستقیم جناب مستطاب مولانا مولوی عبدالحلیم

---

[1] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۲۵۲

[2] القرآن الکریم ۲۴ /۳۲

[3] القرآن الکریم ۳ /۲۷

رحمۃ اللہ علیہ کے اسم میں جاری ہوگی ملاحظہ ہو کہ یہ تشقیق وتدقیق کہاں تک پہنچی نسأل اللہ سلامۃ (ہم اللہ تعالٰی سے سلامتی کاسوال کرتے ہیں۔ت) فقیر کے نزدیک ظاہرًا یہ پھڑکتی ہوئی برہان حضرت مجیب کوجناب سائل کے فیض سے پہنچی، سائل نے ذکر کی، مجیب نے بے غور کئے قبول کرلی ورنہ ان کاذہن شاید ایسی دلیل ذلیل علیل کلیل کی طرف ہرگز نہ جاتا جس سے خود ان کانام نامی بھی عادم الجواز ولازم الاحتراز قرار پاتا۔

خامسًا: یاعلی کوفرمایا جاتاہے کہ جب مقصود ندائے معبود تونزاع مفقود، جی کیا وجہ یہاں بھی صاف دوسرا احتمال موجود، اپنا قصد نہ ہونا ایہام واحتمال کانافی کب ہوسکتاہے، ایہام توکہتے ہی وہاں ہیں جہاں وہ معنی موہم مراد متکلم نہ ہوں، تلخیص وتعریفات کی عبارتیں ابھی سن چکے اور اگر قصد پرمدار واعتماد ہے توہدایت علی پرکیا ایراد ہے، وہاں کب معنی شرک مقصود ومراد ہے۔

سادسًا: علی پرالف لام لاناکب ایسے عالمگیر شرک سے نجات دے گا، علماپرلازم نہ آتا سہی صفۃً پرتو قطعًا آسکتاہے اور وہ یقینا صفات مشترکہ سے ہے تواحتمال اب بھی قائم اور احتراز لازم، بلکہ سراجیہ وتاتارخانیہ ومنح الغفار وغیرہا سے توظاہر کہ العلی باللام نام رکھنا بھی رواہے، ردالمحتار میں ہے:

فی التاتر خانیۃ عن السراجیۃ التسمیۃ باسم یوجد فی کتاب اللہ تعالٰی کالعلی والکبیر والرشید والبدیع جائزۃ الخ ومثلہ فی المنح عنہا وظاہرہ الجواز ولومعرفا بال[1]۔	تاتارخانیہ میں فتاوٰی سراجیہ سے نقل کیاگیاہے کہ ایسے نام رکھناجواللہ تعالٰی کی کتاب میں اللہ تعالٰی کی صفات کے طورپر پائے جاتے ہیں جیسے علیّ، کبیر، رشید اور بدیع وغیرہ جائز ہے الخ، اوراسی طرح منح الغفار میں سراجیہ سے نقل کیاگیاہے پس بظاہر یہ جائز ہے اگرچہ وہ ال سے معرفہ ہو۔(ت)

سابعًا: جب گفتگو احتمال پرچل رہی ہے تو معنیین ایصال الی المطلوب واراءۃ طریق میں تفرقہ باطل، ایصال واراءۃ دونوں دومعنی خلق وتسبّب پرمشتمل بمعنی خلق دونوں مختص بحضرت احدیت ہیں، کیاارائت بمعنی خلق رؤیت غیر سے ممکن ہے اور بمعنی تسبّب دونوں غیر کے لئے حاصل ہیں، کیاانبیاء سے ایصال بمعنی سببیت فی الوصول نہیں ہوتا فطاح التفرقۃ وزاح الشقشقۃ (پس

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۸

دونوں میں تفرقہ نابود ہوگیا اور تذبذب زائل ہوگیا۔ت) ہاں یوں کہئے کہ ادھر علی مشترک ادھر ہدایت خلق وتسبب دونوں میں مستعمل، یوں چار احتمال ہوئے، مگر اب یہ مصیبت پیش آئے گی کہ جس طرح ہدایت بمعنی خلق غیر خدا کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی بمعنی محض تسبب حضرت عزت جل جلالہ، کی طرف نسبت نہیں پاسکتی ورنہ معاذاللہ اصل خالق ومعطی دوسرا ٹھہرے گا اور اللہ عزوجل صرف سبب وواسطہ ووسیلہ، اس کا پایہ شرک بھی اونچا جائے گا کہ وہاں تو تسویہ تھا یہاں اللہ سبحانہ، پر تفضیل دینا قرار پائے گا، علی پر لام لاکر اول کا علاج کرلیا اور اس دوم کا کہ اس سے بھی سخت تر ہے علاج کدھر سے آئے گا اب ایک لام نیا گھڑ کر ہدایت پر داخل کیجئے کہ وہ معنی خلق میں متعین ہوجائے اور احتمال تسبب اُٹھ کر ایہام شرک وبدتر از شرک راہ نہ پائے۔

ثامنًا: ایک ہدایت کیا جتنے افعال مشترکۃ الاطلاق ہیں سب میں اسی آفت کا سامنا ہوگا جیسے احسان وانعام، اذلال واکرام، تعلیم وافہام، تعذیب وایلام، عطا ومنع، اضرار ونفع، قہر وقتل، نصب وعزل وغیرہا کہ مخلوق کی طرف نسبت کیجئے تو معنی خلق موہم شرک اور خالق کی طرف تو معنی تسبب مشعر کفر۔

بہر حال مفر کدھر، اگر کہئے خالق عزوجل کی طرف نسبت ہی دلیل کافی ہے کہ معنی خلق مراد ہیں، ہم کہیں گے مخلوق کی جانب اضافت ہی برہان وافی ہے کہ معنی تسبب مقصود ہیں، ولہذا علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ امثال انبت الربیع البقل وحکم علی الدھر (بہار نے سبزہ اگایا اور دہر نے مجھ پر حکم کیا۔ت) میں قائل کا موحد ہونا ہی قرینہ شافی ہے کہ اسناد مجاز عقلی ہے اب بحمداللہ اس ایہام کی بنیاد ہی نہ رہی۔

تاسعًا: آپ نے (باآنکہ اسمائے الٰہیہ توقیفیہ ہیں اور خصوصًا آپ بہت جگہ صرف نہ وارد ہونے نہ منقول ہونے کو حجت ممانعت جانتے ہیں) حق سبحانہ، کا نیا نام مُصّوب ایجاد فرمایا ہر جواب کی ابتداء **ھوالمصوّب** (وہی درست راستہ بتانے والا ہے۔ت) سے ہوتی ہے یہ کب احتمال شنیع سے خالی ہے، تصویب جس طرح ٹھیک بتانے کو کہتے ہیں یونہی سر جھکانے کو، اور مثلًا جو سر جھکائے بیٹھا ہو اسے مصوّب، اور دونوں معنی حقیقی ہیں تو آپ کے طور پر اسی کلمے میں ایہام تجسیم ہے اور تجسیم کفر وضلال عظیم ہے۔

عاشرًا: جب مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ، کی طرف اضافت ہدایت کا اشتباہ امر ممنوع کا اشتباہ اور موجب لزوم احتراز ہے تو بالقصد اس جناب ہدایت مآب کی طرف ضافت ہدایت کس درجہ

سخت ممنوع و معترض الاحتراز ہوگی، یہاں مولیٰ علی کو ہادی کہنا حرام ہوگیا حالانکہ یہ احادیث صریحہ واجماع جمیع ائمہ اہلسنت و جماعت کے خلاف ہے، شاید یہ عذر کیجئے کہ ہدایت بمعنی خلق کا اشتباہ موجب منع تھا اس معنی پر اضافت قصدیہ ضرور حرام بلکہ ضلال تام ہے، نہ بمعنی تسبب کہ جائز و معمول اہل اسلام ہے، مگر یہ وہی عذر معمول ہے جس کا رَد گزر چکا، کیا جب مولیٰ علی کی طرف اضافت کا اصلاً قصد ہی نہ ہو اس وقت تو بوجہ اشتراک معنی مولیٰ علی کی جانب ہدایت بمعنی خلق کی اضافت کا اشتباہ ہوتا ہے اور جب بالقصد خود حضرت مولیٰ علی ہی کی طرف اضافت مراد ہو تو اب وہ اشتراک معنی جاتا رہتا اور اشتباہ راہ نہیں پاتا، اگر مانع اشتباہ مخلوق کا اس معنی کے لئے صالح نہ ہونا ہے تو صورت عدم قصد میں کیوں مانع نہیں، اور اگر باوصف عدم صلوح اشتباہ قائم رہتا ہے تو صورت قصد میں کیوں واقع نہیں۔

حادی عشر: نہ صرف امیر المومنین علی بلکہ انبیائے کرام ورسل عظام وخود حضور پر نور سید الانام علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والتسلیم کسی کی طرف اضافت ہدایت اصلاً روانہ رہے گی کہ بوجہ احتمال معنی دوم ایہام شرک ہے، اب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہادی کہنا بھی حرام ہوگیا، اور یہ قرآن عظیم وصحاح احادیث واجماع امت بلکہ ضروریات دین کے خلاف ہے۔

ثانی عشر: خود جناب مجیب نے اپنے فتاوٰی جلد سوم ۸۶ میں اس لزوم احتراز کا رَدِّ صریح فرمادیا اور ادعائے ایہام کا فیصلہ بول دیا۔ فرماتے ہیں:

سوال: عبد النبی یا مانند آں نام نہادن درست است یا نہ؟ **جواب:** اگر اعتقاد ایں معنی ست کہ ایں کس کہ عبد النبی نام دارد بندہ نبی است عین شرک است واگر عبد بمعنی غلام مملوک ست آں ہم خلاف واقع است واگر مجازاً عبد بمعنی مطیع ومنقاد گرفتہ شود مضائقہ ندارد لیکن خلاف اولیٰ ست، روی مسلم عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وأله وسلم قال لایقولن احدکم عبدی و	**سوال:** عبد النبی یا اس جیسا نام رکھنا درست ہے یا نہیں؟ **جواب:** اگر یہ اعتقاد ہو کہ عبد النبی نام والا شخص نبی کا بندہ ہے تو عین شرک ہے اور عبد بمعنی غلام مملوک مراد ہو تو یہ خلاف واقع ہے اور اگر مجازاً عبد بمعنی مطیع لیا ہو تو مضائقہ نہیں ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے، امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص ہرگز عبدی (میرا عبد) اور اَمتی (میری باندی) نہ کہے

آمتی کلکم عباد اللہ وکل نسائکم اماء اللہ ولکن لیقل غلامی وجاریتی وفتائی وفتاتی انتھی[1]۔	تم سب مرد اللہ تعالٰی کے بندے اور تمہاری تمام عورتیں اللہ تعالٰی کی باندیاں ہیں، لیکن اگر کہتا ہو تو غلامی (میرا غلام)، جاریتی (میری خادمہ) فتائی (میرا غلام)، فتاتی (میری لونڈی) کہے انتہی۔ (ت)

اقول: قطع نظر اس سے کہ یہ جواب بھی بوجوہ مخدوش ہے **اولاً:** عبد وبندہ میں سوائے اختلاف زبان کے کوئی فرق نہیں ایک دوسرے کا پورا ترجمہ ہے، عبدہ وبندہ دونوں عربی وعجمی دونوں زبانوں میں الٰہ وخدا و مولٰی وآقا دونوں کے مقابل بولے جاتے ہیں تو عبد بمعنی بندہ کو مطلقاً عین شرک کہہ دینا ایسا ہی ہے کہ کوئی کہے کہ عین سے مراد عین ہے تو غلط ہے اور چشمہ مقصود ہو تو صحیح، حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی مثنوی شریف میں حدیث شرائے بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ میں فرماتے ہیں جب صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انہیں خرید لیا اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم نے ہمیں شریک نہ کیا، اس پر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کیا۔

گفت ما دو بندگانِ کوئے تو کردمش آزاد ہم بر روئے تو[2]

(عرض کیا کہ ہم دونوں آپ کے کوچہ کے غلام ہیں، میں نے اس کو آپ کے رخ انور پر آزاد کر دیا۔ ت)

لاجرم جو تفصیل عبد میں ہے وہی بندہ میں۔

ثانیاً: عبد بمعنی بندہ و بمعنی مملوک میں یہ تفرقہ کہ اول شرک اور ثانی خلاف واقع ہے محض بے اصل وضائع ہے، مملوک بھی ملک ذاتی حقیقی وملک عطائی مجازی دونوں کو مشتمل اور اول میں قطعاً شرک حاصل اور بندہ بھی مقابل خدا اور خواجہ دونوں مستعمل، اور ثانی سے یقیناً شرک زائل۔

ثالثاً: آپ نے تو عبد بمعنی ملوک کو خلاف واقع یعنی کذب ٹھہرا کر اس ارادے کو شرک سے اتار کر گناہ مانا مگر ائمہ دین و اولیائے معتمدین وعلمائے مسندین قدس اللہ تعالٰی اسرارہم اجمعین اس اعتقاد کو مکمل ایمان مانتے اور اس سے خالی کو حلاوت ایمان سے بے بہرہ جانتے ہیں، حضرت امام اجل عارف باللہ سید سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ تعالٰی عنہ پھر امام اجل قاضی عیاض شفا شریف پھر امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں نقلاً وتذکیراً پھر علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض پھر علامہ محمد بن عبدالباقی

---

[1] مجموعہ فتاوٰی کتاب العقیقہ ومایتعلق بہا وجہ نام عبدالنبی وغیرہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳ /۸۴

[2] مثنوی المعنوی معاتبہ کردن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باصدیق اکبر حامد اینڈ کمپنی لاہور دفتر ششم ص ۱۱۷

زرقانی شرح مواہب میں شرحًا و تفسیرًا فرماتے ہیں:

من لم یر ولایة الرسول علیه فی جمیع احواله ولم یر نفسه فی ملکه لایذوق حلاوة سنته [1]۔	جو ہر حال میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو اپنا والی اور اپنے آپ کو حضور کا مملوک نہ جانے وہ سنت نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی حلاوت سے اصلًا خبردار نہ ہوگا۔

رابعًا: مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثناء عشریہ میں نقل فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ وتعالٰی زبور شریف میں فرماتا ہے:

یا احمد فاضت الرحمة علٰی شفتیك من اجل ذٰلك بارك علیك فتقلد السیف فان بهائك وحمدك الغالب (الٰی قوله) الامم یخرون تحتك کتاب حق جاء الله به من الیمن والتقدیس من جبل فاران وامتلأت الارض من تحمید احمد وتقدیسه وملك الارض ورقاب الامم [2]۔	اے احمد! تیرے لبوں پر رحمت نے جوش مارا میں اسی لئے تجھے برکت دیتاہوں تو اپنی تلوار حمائل کرکہ تیری چمک اور تیری تعریف ہی غالب ہے سب امتیں تیرے قدموں میں گریں گی، سچی کتاب لایااللہ برکت وپاکی کے ساتھ مکہ کے پہاڑ سے، بھر گئی زمین احمد کی حمد اور اس کی پاکی بولنے سے، احمد مالک ہوا ساری زمین اور تمام امتوں کی گردنوں کا، صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم۔

کیا زبور پاک کے ارشاد کو بھی معاذاللہ خلاف واقع کہا جائے گا۔

خامسًا امام احمد مسند میں بطریق ابی معشر البراء ثنی صدقة بن طیلسة ثنی معن بن ثعلبة المازنی والحی بعد ثنی الاعشی المازنی رضی الله تعالٰی عنه، اور عبدالله بن احمد زوائد المسند میں بطریق عوف بن کهمس بن الحسن عن صدقة و طیلسة الخ، اور امام ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں بطریق ابی معشر المذکور نحو روایة احمد سندًا ومتنًا اور ابن خیثمة وابن شاهین بهذا الطریق وبغیرہ اور بغوی وابن السکن وابن ابی عاصم بطریق الجنید بن امین بن ذروة بن نضلة بن بهصل الحرمازی عن ابیه عن جده نضلة۔

[1] المواهب اللدنیة المقصد السابع الرضی بماشرعه المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۹۹و۳۰۰، شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیه المقصد السابع الرضی بماشرعه الفصل الاول دارالکتب العلمیة ۹/ ۱۲۸

[2] تحفه اثناء عشریه باب ششم دربحث نبوت الخ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۶۹

حضرت اعشٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ یہ خدمت اقدس حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم میں اپنے بعض اقارب کی ایک فریاد لے کر حاضر ہوئے اور اپنی منظوم عرضی مسامع قدسیہ پر عرض کی جس کی ابتداء اس مصرع سے تھی ع

یامالك النّاس و دیّان العرب[1]

(اے تمام آدمیوں کے مالک اور اے عرب کے جزاو سزا دینے والے)

حضرت اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کی فریاد سن کر شکایت رفع فرمادی، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایک شخص کا مالک کہنا آپ کے گمان میں معاذاللہ کذب تھا تو تمام آدمیوں کا مالک بتانا یامالک النّاس کہہ کر حضور کو ندا کرنا معاذاللہ سنکھوں مہاسنکھوں کذب کا مجموعہ ہوگا، حالانکہ یہ حدیث جلیل شہادت دے رہی ہے کہ صحابی حضور کو مالک تمام بشر کہا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے مقبول و مقرر رکھا۔

سادسًا: بات یہ ہے کہ آپ کے خیال شریف میں مالک و مملوک کے یہی معنی تھے کہ زید عمرو کو تانبے کے کچھ ٹکوں یا چاندی کے چند ٹکڑوں پر خریدے جبھی تو محمد رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مالکیت کو خلاف واقع فرمادیا حالانکہ یہ مالکیت سخت پوچ لچر، محض بے وقعت، بے قدر ہے کہ جان درکنار گوشت پوست پر بھی پوری نہیں، سچی کامل مالکیت وہ ہے کہ جان و جسم سب کو محیط اور جن و بشر سب کو شامل ہے یعنی اولٰی بالتصرف ہونا کہ اس کے حضور کسی کو اپنی جان کا بھی اصلًا اختیار نہ ہو یہ مالکیت حقہ صادقہ محیط شاملہ تامہ کاملہ حضور پرنور مالک الناس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بخلافت کبرٰی اور حضرت کبریا عزوعلا تمام جہاں پر حاصل ہے۔ قال اللہ تعالٰی " اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ "[2] نبی زیادہ والی ومالک و مختار ہے، تمام اہل ایمان کا خود ان کی جانوں سے۔

وقال اللہ تعالٰی تبارك " وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ	اللہ و (اللہ تبارک وتعالٰی نے فرمایا) نہیں پہنچتا کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان عورت کو جب حکم کردیں اللہ اور اس کے رسول کسی بات کا کہ انہیں کچھ اختیار رہے اپنی جانوں کا، اور جو حکم

[1] مسند احمد بن حنبل مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۲ /۲۰۱، شرح معانی الآثار کتاب الکراھۃ باب الشعر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲ /۴۱۰

[2] القرآن الکریم ۳۳ /۶

رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۞ "[1]	نہ مانے اللہ و رسول کا تو ہو صریح گمراہ ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اولی بالمؤمنین من انفسهم۔ رواہ احمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن ماجة عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه۔[2]	میں زیادہ والی و مالک و مختار ہوں تمام اہل ایمان کا خود ان کی جانوں سے (اسے بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

اگر یہ معنی مالکیت جناب مجیب کے خیال میں ہوتے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی مالکیت کو خلاف واقع نہ جانتے اور خود اپنی جان اور سارے جہان کو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی مِلک مانتے اور اس سے زائد مرتبہ حق حقائق ہے جس کے سننے کو گوش شنوا سمجھنے کو دل بینا درکار ہے۔

"وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۞ "[3] "وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۞ "[4] "وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۞ "[5]۔	تمہیں صرف تھوڑا سا علم دیا گیا ہے، ہر علم والے پر بڑے علم والا ہے، نہیں پاتے اس کو مگر جو لوگ صبر والے ہوں مگر عظیم حصہ۔ (ت)

سابعًا: حدیث صحیح مسلم محض بے محل مذکور ہوئی حدیث میں تعلیم تواضع و نفی تکبر اور آقاؤں کو ارشاد ہے کہ اپنے غلاموں کو عبد نہ کہو، نہ کہ کہ غلام بھی اپنے کو اپنے مولٰی کا عبد یا دوسرے ان کو ان کے عبید نہ کہیں، یہ ہے قرآن کہ ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرمارہا ہے، آیت عنقریب گزری رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۶

[2] صحیح البخاری کتاب الکفالة ۱/ ۳۰۸ و کتاب الفرائض ۲/ ۲۹۷ قدیمی کتب خانہ کراچی، صحیح مسلم کتاب الجمعة فصل فی خطبة الجمعة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۸۵، صحیح مسلم کتاب الفرائض قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۶، سنن ابن ماجہ ابواب الصدقات باب من ترك دینا الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۶، مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ھریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۳۵

[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۵

[4] القرآن الکریم ۱۲/ ۷۶

[5] القرآن الکریم ۴۱/ ۳۵

لیس علی المسلم فی عبدہ ولا فی فرسه صدقة رواہ احمد[1] والستة عن ابی ھریرۃ۔	مسلمان پر اپنے عبد اور اپنے گھوڑے میں زکوۃ نہیں (اسے احمد اوراصحاب ستہ نے ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

فقہ کا محاورہ عامہ وائمہ صدر اول سے آج تک مستمرہ ہے: اعتق عبدہ ودبر عبدہ (اس نے اپنے عبد کو آزاد، مدبر بنایا۔ت) خود مولوی مجیب صاحب اپنے رسالہ نفع المفتی مسائل متعلقہ جمعہ میں فرماتے ہیں: ان اذن المولی عبدہ لھا یتخیر[2] (اگر مولٰی اپنے عبد کو اجازت دے تو اسے اختیار ہوا۔ت) وہیں ہے: وللمولی منع عبدہ[3] (مولٰی کو اختیار ہے کہ عبد کو روک دے۔ت) عجب ہے کہ زید وعمرو بلکہ کسی کافر مشرک کے غلام کو اس کا عبد کہنے پر حدیث وارد نہ ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کو ان کا عبد کہنے پر معترض ہو، اور سنئے تو سہی امام ابوحذیفہ اسحٰق بن بشر فتوح الشام اور حسن بن بشران اپنی فوائد میں ابن شہاب زہری وغیرہ تابعین سے راوی کہ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں برسر منبر فرمایا:

قد کنت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فکنت عبدہ وخادمه[4]۔	میں حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھا تو میں حضور کا عبد تھا حضور کا بندہ اور حضور کا خدمتی تھا۔

نیز ابن بشران امالی اور ابواحمد دہقان جزء حدیثی اور ابن عساکر تاریخ دمشق اور لالکائی کتاب السنہ میں افضل التابعین سیدنا سعید بن المسیب بن حزن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، جب امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ خلیفہ ہوئے منبر اطہر حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا حمد و درود کے بعد فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۱۶، سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب صدقۃ الرقیق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۲۵، سنن ابن ماجہ کتاب الزکوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۱۳۱، مسند احمد بن حنبل عن ابی ھریرۃ المکتبۃ الاسلامی بیروت ۲/۲۴۲

[2] نفع المفتی والسائل مسائل متعلقہ بالجمعۃ مطبع مجتبائی دہلی ص۱۰۵

[3] نفع المفتی والسائل مسائل متعلقہ بالجمعۃ مطبع مجتبائی دہلی ص۱۰۵

[4] فتوح الشام لاسحق بن بشر

ایھاالناس انّی قدعلمت انکم کنتم تونسون منّی شدّۃ وغلظۃ وذٰلك انی کنت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وکنت عبدہ،وخادمہ[1]۔	لوگو! میں جانتاہوں کہ تم مجھ میں سختی ودرشتی پاتے تھے اور اس کاسبب یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور میں حضور کابندہ اور حضور کاخدمت گزار تھا۔

اب توظاہر ہواکہ حدیث مسلم کواس محل سے اصلاً تعلق نہیں، ذرا وہابی صاحب بھی اتنا سن رکھیں کہ یہ حدیث نفیس جس میں امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے آپ کو عبدالنبی، عبدالرسول، عبدالمصطفٰی کہہ رہے ہیں، اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مجمع عام زیر منبر حاضر ہے، سب سنتے اور قبول کرتے ہیں۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے بھی ازالۃ الخفا ابوحذیفہ وکتاب مستطاب الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ میں استناداً ذکر کی اور مقرر رکھی، امیرالمومنین کو بجرم ترویج تراویح معاذاللہ گمراہ بدعتی لکھ دیا، یہاں عیاذاً باللہ مشرک کہہ دیجئے، اور آپ کے اصول مذہب نامذہب پر ضرور کہنا پڑے گا مگر صاحبو! ذراسوچ سمجھ کرکہ شاہ ولی اللہ صاحب کادامن بھی اسی پتھر کے تلے دباہواہے ع

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم، خیر، بات دور پہنچی، لفظ عبد وبندہ کی تحقیق تام وتفصیل احکام فقیر کی کتاب مجیر معظم شرح اکسیر اعظم میں ملاحظہ ہو۔

یہاں یہ گزارش کرنی ہے کہ مولوی مجیب صاحب کے اس فتوی نے ادعائے ایہام کاکام تمام کردیا، عبدالنبی میں جناب کے نزدیک تین احتمال تھے: ایک شرک، ایک کذب، ایک صحیح، توناجائز احتمال جائز سے دُونے تھے، با ایں ہمہ اس کاحکم صرف خلاف اولٰی فرمایا جوممانعت وکراہت تحریمی درکنار کراہت تنزیہی کو بھی مستلزم نہیں، ہر مستحب کاخلاف ترک خلاف اولٰی ہے مگر مطلقاً تنزیہی نہیں۔ ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے:

لایلزم من ترك المستحب ثبوت الکراھۃ اذ لابد لھا من دلیل خاص[2]۔	مستحب کوترک کرنے پر کراہت لازم نہیں کیونکہ کراہت کے لے دلیل چاہئے۔(ت)

[1] مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر ترجمہ عمر بن الخطاب ۱۸۵ دارالفکر بیروت ۱۸/ ۳۱۴

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۸۴

اسی میں تحریر الاصول سے ہے:

خلاف اولٰی مالیس فیہ صیغۃ نھی کترك صلٰوۃ الضحٰی بخلاف مکروہ تنزیھا[1]۔	خلاف اولٰی وہ ہے جس کے لئے نہی کا صیغہ استعمال نہ ہوا ہو جیسے چاشت کی نماز کا ترک ہے بخلاف مکروہ تنزیہہ کے۔ (ت)

تو ہدایت علی جس میں چار احتمالوں سے صرف ایک باطل ہے، یعنی جائز احتمالات ناجائز سے تگنے ہیں یہ کس طرح خلاف اولٰی درکنار مکروہ تنزیہی سے بھی گزر کر لازم الاحتراز ہوگیا، اربعہ کے حساب سے تو اسے خلاف اولٰی کا نصف بھی نہ ہونا چاہئے تھا بلکہ ۳/۴، یعنی مباح مساوی طرفین سے اگر سیر بھر دوری پر خلاف اولٰی کہا جائے تو ہدایت علی میں صرف ڈیڑھ پاؤ ہوگئی اس لئے ۲/۳، ۱/۴ مجہول پس ۱/۴، ۲/۳،۳/۸، ۲/۱ خیر یہ حساب تو ایک تطییب قلوب ناظرین تھا حق یہ کہ ہدایت علی میں اصلاً کوئی وجہ کراہت تنزیہی کی بھی نہیں، لزوم احتراز تو بڑی چیز ہے، اور فی الواقع ہر ادنٰی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ عبد النبی سے ہدایت کو نسبت ہی کیا ہے، جب وہ صرف خلاف اولٰی ہے تو اسے خلاف اولٰی کہنا بھی محض بے جا ہے، کلام یہاں کثیر ہے اور جس قدر مذکور ہوا طالب حق کے لئے کافی۔ **واللہ یقول الحق ویھدی السبیل، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔**

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ

بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱ھ

عبد المصطفٰی احمد رضا خاں

رسالہ

النور والضیاء فی احکام وبعض الاسماء

ختم ہوا

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۸۴



خط وکتاب

بلا اجازت کسی کا خط روکنا، کھولنا، اور پڑھنا وغیرہ

مسئلہ ۲۷۹: حافظ محمود حسین تلمیذ رشید احمد گنگوہی ۱۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

ایک لفافہ بند جس پر مکتوب الیہ کا نام اس طرح درج تھا زوجہ مولوی محمد فخر الدین وغلام محی الدین کے پاس پہنچے، ڈاکیہ نے لاکر حاجی رمضان ملازم مولوی محمد فخر الدین کو دیا، حاجی موصوف مرد ناخواندہ ہے اس لفافہ کو ہمشیرہ زاد مولوی محمد فخر الدین صاحب کے مکان پر لائے اور کہا کہ کس کے نام کا یہ خط ہے مولوی صاحب موصوف کے ہمشیرہ زاد نے جو اس پر لکھا تھا ان سے کہہ دیا اور ان کو واپس دے دیا، دوسرے وقت حاجی موصوف دوبارہ اس خط کو مولوی صاحب موصوف کے ہمشیرہ زاد کے مکان پر لائے اور چند صاحب باہر مکان میں بیٹھے تھے اس کا لفافہ پڑھوایا، چونکہ مولوی محمد فخر الدین صاحب کی زوجہ جو احد المکتوب الیہما تھیں وہ انتقال کرچکی تھیں اور دوسرا مکتوب الیہ یعنی غلام محی الدین کا نام جو ساتھ میں لکھا ہوا تھا وہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کون شخص ہے فی الجملہ مولوی صاحب کے دونوں ہمشیرہ زادے موجود تھے، ایک کی رائے ہوئی کہ خط کو واپس کر دیا جائے دوسرے نے خیال کرکے کہ کاتب کا جو نام اس پر لکھا ہوا تھا وہ ایسا تھا کہ اس کو تعلق زوجہ مولوی محمد فخر الدین صاحب یعنی اپنے ماموں صاحب کی زوجہ سے تھا اور اب ان کا انتقال ہوا اس خیال سے کہ یہ ٹکٹ چسپاں لفافہ واپس کرنے میں شاید ضائع ہوجائے اور کوئی قصد کاتب یا مکتوب الیہا ضروری ہوا ہو اس کو چاک کرکے سرسری نگاہ سے اس کی ابتداء کو دیکھا جس سے یہ معلوم ہوگیا کہ بیشک مولوی صاحب

یعنی اپنے ماموں صاحب کی زوجہ کا ہی یہ خط ہے اور چونکہ وہ امر جو ابتداء سے معلوم ہوگیا اس خط کے پڑھنے سے متعلق مکتوب الیہا کے تہائی سے معلوم ہوا کہ ان لڑکیوں کے پیام کی نسبت اس میں لکھا ہوا تھا اس لئے بدون پورا پڑھے ہوئے خط کے اس کو لفافہ میں رکھ کے چاک شدہ بدون بند کئے ہوئے حاجی رمضان خاں جو اس خط کو لائے تھے ان کو دے دیا اور کہہ دیا کہ حافظ غفورالدین صاحب یعنی برادر مکتوب الیہا مرحومہ کو دے دیں پس صورت حال یہ ہے اس کی نسبت یہ سوال ہے کہ خواہر زادہ مولوی صاحب نے لفافہ چاک کرکے اس کو سرسری نگاہ سے دیکھ کے پھر اس کو جس شخص سے متعلق مضمون اس کا نظر آیا واپس بھیج دیا، ایسا کرنے میں وہ عندالشرع گنہگار ہے یا موافق نیت اپنی کے عنداللہ وعندالشرع ماجور ہے اور زوج مکتوب الیہا کے ملک عرب میں ہیں وہ یہاں موجود نہیں ہیں۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمایئے اجر پایئے۔ ت)

الجواب:

صورت مستفسرہ میں شخص مذکور گنہگار و مستحق وعید ہے، حدیث میں ہے حضور پرنور سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من نظر فی کتاب اخیہ بغیر اذنه فانما ینظر فی النار۔ رواہ ابوداؤد[1] فی سننه والحاکم وصححه وابن منیع فی مسندہ والقضاعی وغیرهم فی حدیث عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما۔	جو اپنے بھائی کا خط بے اس کی اجازت کے دیکھے وہ بلاشبہہ آگ دیکھ رہا ہے (امام ابوداؤد نے اس کو اپنی سنن میں روایت کیا اور محدث حاکم نے اس کی صحت تسلیم فرمائی اور ابن منیع نے اپنے مسند میں اور قضاعی وغیرہ نے حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے روایت کی۔ ت)

علماء فرماتے ہیں خط کاتب کی ملک ہے یہاں تک کہ اگر وہ لکھے کہ اس پر جواب لکھ دے تو خود مکتوب الیہ کو اس میں تصرف جائز نہیں مالک کو واپس دینا لازم، واپس نہ چاہے تو بحکم عرف مکتوب الیہ مالک ہوجائے گا۔ جوہرہ نیرہ و منح الغفار شرح تنویر الابصار وحاشیہ طحطاوی علی الدرالمختار وغیرہا میں ہے:

رجل کتب الٰی اٰخر کتابا وذکر فیه اکتب الجواب علی ظهرہ لزمه ردہ ولیس له التصرف فیه	ایک آدمی نے کسی دوسرے آدمی کو خط لکھا اور اس میں یہ ذکر کیا کہ اسی قرطاس سوال کی پشت پر جواب لکھ دیں تو اس خط کا واپس کرنا لازم ہوجاتا ہے۔

[1] سنن ابی داؤد کتاب الصلٰوۃ باب الدعاء آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۰۹

والامبلکه المکتوب الیه عرفا[1]۔	اور اس میں کسی قسم کا تصرف کرنا جائز نہیں ہوتا، اور اگر یہ صورت نہ ہو تو عرف اور رواج کے مطابق مکتوب الیہ یعنی جس کی طرف خط لکھا گیا وہ اس کا مالک ہوگیا۔ (ت)

یہاں کہ خط مکتوب الیہ کے ہاتھ میں پہنچنے ہی نہ پایا بلاشبہہ ملک کاتب پر باقی رہا،

فان التملیك لایتم قبل القبض حتی لومات احدهما قبل التسلیم بطل کما نص علی فی الدر وغیره من الاسفار الغر[2]۔	کیونکہ تملیک (کسی کو مالک بنانا) قبضہ کرنے سے پہلے تام (مکمل) نہیں ہوتی اس لئے کہ سپردگی سے پہلے دونوں میں سے کوئی ایک اگر انتقال کرجائے تو معاملہ باطل ہوجاتا ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ بڑی کتب عربی میں اس کی تصریح فرمائی گئی ہے۔ (ت)

بے اس کے اذن کے لفافہ چاک کرنا ملک غیر میں تصرف ناجائز ہوا کہ شرعًا حرام ہے، حدیث وفقہ کا حکم تو یہ ہے، باقی رہے اس کے بیہودہ عذرات جن کی بنا پر وہ نہ صرف اپنی براءت بلکہ الٹا ماجوری کا متمنی ہے بدتر از گناہ ہیں واپسی میں ضائع ہونے کا اندیشہ تھا تو یہ کاتب تھا مکتوب الیہ تھا کون تھا رکھنا واپس کرنا اس سے کیا متعلق تھا اس کے پاس لفافہ پڑھنے کو آیا تھا پڑھ کرلانے والے کو دے دیتا جو مطالبہ ہوتا اس کے ذمہ ہوتا اسے مداخلت بیجا کا کس نے حکم دیا تھا ایسی ہی خیر اندیشی مدنظر تھی تو خط محفوظ رہنے کی ہدایت کرکے کاتب کو اطلاع دی ہوتی وہ جو کہتا اس پر عمل کیا جاتا نہ یہ غضب وخیانت کہ ملک غیر چاک نامہ غیر میں نظر بے باک یعنی زید نے ایک بکری عمرو کہ ہدیۃً بھیجی، عمرو مرچکا تھا لانے والا بکر کے پاس لایا یہاں جنگل میں شام ہوگئی واپس کرنے میں اندیشہ تلف تھا بکر نے بکری براہ خیر اندیشی وہیں ذبح کرکے چھ لی، یہ خیال کہ شاید کوئی امر ضروری مفید کاتب یا مکتوب الیہا ہو یہ خیال نہ کیا کہ شاید کوئی امر رازکا ہو جس پر اطلاع میں ان کی مضرت ہو پرائے مکان میں بے استیذان جانا شرع نے احتمال ضرر کے سبب حرام فرمایا اور احتمال نفی کی بنا پر اجازت نہ دی یہ خیالات سب مناقض شرح محض وسوسہ شیطانی تھے کہ معصیت پر باعث ہوئے سرسری نگاہ سے دیکھنا بھی دیکھنا ہے آخر اس سے مضمون پر اطلاع پائی تو یہ کیا عذر ہو سکتا ہے، جیسے کسی کے دروازہ میں سے جھانکے اور کہے ہم نے بغور تو نہیں دیکھا۔ اسی بنا پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس حالت میں اس کی آنکھیں پھوڑدیں تو کچھ

---

[1] تکمله ردالمحتار فصل فی مسائل متفرقه من الهبة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲ /۳۵۱، حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الهبة فصل فی مسائل متفرقه المکتبة العربیة کوئٹہ ۳ /۴۰۹

[2] درمختار کتاب الهبه باب الرجوع فی الهبه مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۱۶۱

الزام نہیں۔

في الصحيحين عن ابي هريرة رضي الله تعالٰى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم: من اطلع في بيت قوم بغير اذنهم فقد حل لهم ان يفقأوا عينه[1]۔	بخاری اور مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کسی نے لوگوں کے گھروں میں بغیر ان کی اجازت کے جھانک کر دیکھا تو بے شک ان گھر والوں کیلئے حلال ہے کہ اس کی آنکھ نکال دیں۔(ت)

بلکہ دوسری حدیث میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما رجل کشف سترا فادخل بصره من قبل ان یؤذن فقد اتی حدا لایحل له ان یأتیه ولو ان رجلا فقأ عینه لهدرت۔ رواه الامام احمد فی مسنده[2] عن ابی ذر رضی الله تعالٰی عنه۔	جو شخص کوئی پردہ کھول کر قبل اجازت نگاہ کرے وہ ایسی ممنوع بات کا مرتکب ہے جو اسے جائز نہ تھی اور اگر کوئی اس کی آنکھ پھوڑ دے تو قصاص نہیں۔ (امام احمد نے اس کو اپنی مسند میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

انصاف سے دیکھئے تو لفافہ چاک کرکے خط پڑھنا بھی ایک قسم کا پردہ کھول کر نگاہ کرنا ہے اور فقط ابتدائی مضمون دیکھا پورا نہ پڑھا یعنی دروازہ ہی میں سے جھانکا سارا مکان کب نظر پڑا اور طرفہ یہ کہ چاک شدہ بے بند کئے واپس کیا، شاید اسے بھی ذلیل نیک نیتی ٹھہرادیا جاتا کہ فریب ہوتا تو بند کردیا جاتا کیا بند کرنے میں گناہ تھا جو اس سے باز رہنا وجہ برات ہوا یعنی مکان غیر میں بے اجازت قُفل توڑ کر جائیے اور نیک نیتی کا ثبوت یہ کہ ہم نے دروازہ کھلا ہی چھوڑ دیا، طرہ یہ کہ خط زید بنام عمرو بکر نے دیکھا اور خالد کو بھیج دیا گویا خود مالک خط تھا کہ جو چاہا کیا جب سارا خط نہ دیکھا تھا تو کیا معلوم شاید اس میں کوئی مضمون خالد کے خلاف ہی ہوتا اس کا مطلع ہونا ان مسلمانوں کے ضرر کا سبب ہوتا، غرض یہ

[1] صحیح البخاری کتاب الدیات باب من اطلع فی بیت قوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۲۰، صحیح مسلم کتاب الآداب باب تحریم النظر فی بیت غیرہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۱۲

[2] مسند امام احمد بن حنبل ترجمہ عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۸۱

سب حرکات عقل و شرع دونوں کے خلاف تھیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (گناہوں سے کنارہ کش ہونے اور بھلائی کرنے کی قوت کسی میں موجود نہیں بجزاللہ تعالٰی عظمت وشان والے کی توفیق کے۔ اللہ تعالٰی پاک وبرتر اور بڑا عالم ہے۔ت)

مسئلہ ۲۸۰: ۱۰/صفر ۱۳۲۱ھ

خالد کو اس کے چچا نے ہدایت کی کہ باہمی نزاع کی بابت خط وکتابت مسدود رہنا قرین مصلحت ہے اب اگر ظن غالب کی بناپر بکر اپنے بھتیجے خالد کے خطوط خود وصول کرکے اس کو نہ دے حالانکہ خالد تبری کرتا ہے کہ ہرگز میرے کسی خط میں اس ہدایت کا خلاف نہ کیا گیا مگر بکر کو بوجہ مرتبہ بادر ہونے کے سبب خالد کی یقین نہیں آیا ان وجوہ سے بکر معصیت کا مرتکب قرار پائے گا یانہیں؟ نیز اگر ان میں بابت نزاع باہمی تذکرہ ہو تو کیا بکر کو امور متذکرہ بالا کا اختیار حاصل ہے یانہیں؟

الجواب:

بکر کو اصلاً اختیار نہیں، نہ خالد کے خطوط روکنے کا، نہ دیکھنے کا، اور وہ ضرور گنہگار ہوگا، حدیث میں ارشاد ہوا کہ جو بلاضرورت دوسرے کا خط دیکھے وہ جہنم کی آگ دیکھتا ہے [1]۔ اور بدگمانی دوسرا گناہ ہے اور تجسّس تیسرا گناہ۔ اور یہ سوال کہ اگر ان میں خلاف ہدایت ہو تو امومذکورہ کا اختیار ہے یانہیں محض بے معنی ہے بے دیکھے کیونکر معلوم ہوگا کہ خلاف ہدایت ہے، غرض یہ سب کاروائی خود خلاف ہدایت ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۸۱: از ملک گجرات ضلع احمدآباد شہر پیران پاٹن محلّہ محمدی دارہ معرفت سید عبدالقادر صاحب رسیدہ اصغر احمد صاحب بنگالی پنجشنبہ ۱۶ شوال ۱۳۳۴ھ

حضرت شمس علماء الدین، اسوۃ الحکماء المحققین، اعنی مخدومنا ومکرمنا جناب مولانا احمد رضاخان صاحب حفظھم الواھب من النوائب۔ بعد الف الف سلام معروض اینکہ حضور والا کے ارشاد کے بعد جب مراجعت الی الکتب کیا فی الواقع جواب لسان وعلی الفور واجب ہے، اور علامہ مناوی نے **تخییر بین اللفظ والمراسلۃ** (زبانی جواب دینا اور بذریعہ خط جواب دونوں میں (مکتوب الیہ کو) اختیار ہے۔ت) لکھا ہے مگر علامہ شامی نے اسی کا بعد ہی خط کا جواب دینے کو واجب لکھا ہے **وھو لکن فی الجامع الصغیر للسیوطی** "رد جواب الکتاب حق کرد السلام" [2] (لیکن امام سیوطی نے جامع صغیر میں فرمایا خط کا جواب دینا بالکل سلام کے زبانی جواب دینے کی طرح واجب ہے۔ت) اگر اس میں

[1] سنن ابی داؤد کتاب الصلٰوۃ باب الدعاء آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۰۹

[2] جامع الصغیر حدیث ۴۴۴۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۷۲

کوئی خلاف ہو تو اصلاح فرما کر مرہون منت فرمائیں فقط۔

الجواب:

مولانا المکرم ذی اللطف والکرم اکرمکم المولٰی تعالٰی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہمارے نزدیک جواب سلام علی الفور ہے تاخیر میں اثم ہوگا حتی قالوا لو اخرالٰی آخر الکتاب کرہ (یہاں تک فرمایا کہ اگر اس نے جواب لکھنے تک سلام کے جواب میں تاخیر کی تو مکروہ ہے۔ت) علامہ مناوی شافعی ہیں یوں ہی امام سیوطی ولہٰذا عبارت مذکورہ کے بعد مناوی میں ہے:

وبہ قال جمع شافعیۃ منھم المتولی والنووی فی الاذکار زاد فی المجموع انہ یجب الرد فورا[1]۔	شافعیوں کے ایک گروہ نے یہی فرمایا، ان میں سے متولی اور امام نووی ہیں، چنانچہ امام نووی نے الاذکار میں ذکر کیا اور المجموع میں یہ اضافہ کیا کہ سلام کا جواب دینا واجب ہے۔(ت)

اور حدیث کی سند بشدت ضعیف ہے، اور اس کا رفع ثابت نہیں، ہاں جواب کتاب حتی الوسع ضرور دینا چاہئے ولو بعد حین (اگرچہ کچھ عرصہ کے بعد ہو۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث رد جواب الکتاب الخ مکتبۃ الامام شافعی ریاض ۲/ ۲۲

سیاسیات

ممبری، ووٹ، الیکشن اور تنظیم سازی وغیرہ

مسئلہ ۲۸۲: مسئولہ محمد باقر خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر پنشنر رائے بریلی

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں جو اندر حد میونسپلٹی ہے ایک شخص احمد نامی زبان کچہری وزبان انگریزی سے بخوبی واقف ہے اور شریف خاندان اور قابلیت انتظامی میں ماہر اور معزز عہدوں پر ممتاز رہا منجملہ دیگر مسلمان ممبروں کے ایک ممبر میونسپل ہے اور بحیثیت ممبری قوم کے کام بھی نہایت دیانت وامانت سے کر رہا ہے اب زمانہ ممبری احمد کا قریب الاختتام ہے لہٰذا احمد مذکور پھر امیدوار ممبری کا ہے لیکن اس کے مقابلے میں ایک شخص معمولی حیثیت کا جو محض اردو جانتا ہے عمر نامی امیدوار ممبری کھڑا ہوا ہے اس شخص کو انتظامی قابلیت میں کچھ مَس نہیں ہے اور نہ کبھی اس کو ایسا تجربہ ہوا ہے پس عمر نے اپنی کامیابی کی یہ تدبیر اس حیلہ سے سوچی ہے کہ اگر وہ ممبر منتخب ہوگیا تو مبلغ ڈیڑھ سو روپیہ واسطے کارِ خیر کے دے گا یعنی ایک آنہ فنڈ میں جو اس قصبہ میں ہے دے گا تاکہ سیکریٹری ودیگر حصہ ممبران ایک آنہ فنڈ کی کامیابی میں کوشش بلیغ کریں بس ایسی صورت میں مسلمانوں کو احمد کی معاونت کرنی چاہئے جو نہایت بیدامغزی اور دیانت سے ممبری کے کام بخوبی انجام دے رہا ہے یا عمر کی جو امور انتظامیہ کو انجام دینے کے قابل نہیں ہے۔ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب:

ممبری کوئی شرعی بات نہیں مگر یہ ضرور ہے کہ اگر حالت وہ ہے جو سوال میں مذکور ہے تو احمد کے مقابل عمر کے لئے کوشش عقل و نقل سے دور ہے جب وہ حسب بیان سائل ذی علم متدیّن نفع رساں مسلمین ہے تو اس پر ایسے عاری کی ترجیح صرف ڈیڑھ سو روپیہ کے لالچ سے جہل مبین ہے، حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استعمل رجلا علی عشرة وفیھم من ھو ارضی ﷲ منه فقد خان اللہ ورسوله وجماعة المسلمین [1] ۔واللہ تعالٰی اعلم۔	جس نے دس آدمیوں پر کسی کو افسر کیا اور ان میں وہ ہے جو اللہ کو اس سے زیادہ پسند ہے تو اس نے اللہ ورسول اور مسلمانوں کی سب خیانت کی۔

مسئلہ ۲۸۳: از دھوراجی متصل ناریل مسجد مرسلہ احمد علی چامڑیا ۳ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں ملک کاٹھیاوار میں تعلیم کی حالت بہت خراب ہونے کی وجہ سے مختلف شہروں کے مسلمانوں نے مل کر ایک رائے ہو کر ہر شہر کا ایک ایک دو دو شخص منتخب کرکے ۹۵ ممبروں کی کمیٹی مقام راجکوٹ قائم کی ہے جس کا نام مسلم ایجوکیشنل ایسوسی ایشن رکھا ہے، جس میں سنت جماعت ممبر ۹۴ اور ایک خوجہ، اس ایجوکیشنل ایسوسی ایشن کی طرف سے ہر سال کسی ایک بڑے شہر میں جلسہ عام مسلمانوں کا منعقد ہوتا ہے جس میں ہر خاص وعام آسکتا ہے اور جس میں مسلمانوں کی ترقی کے ریزولیشن پاس ہوتے ہیں اور اسٹیٹ اور گورنمنٹ کے پاس سے حق مانگے جاتے ہیں اور ہر شہر میں مسلمانوں کی طرف سے جو مدرسے جاری ہیں ان کے کورس ایک کرنے میں اور دینی اور دنیاوی تعلیم کی ترقی کرنے میں کوشش کی جاتی ہے فی الحال ایک انسپکٹر ایسوسی کی طرف سے مقرر ہے جو کہ ہر مدرسہ میں جاکر تعلیم کی جانچ کرتا ہے اور ایک بورڈنگ بھی اس سال مسلمانوں کے واسطے ایسوسی ایشن نے تیار کی ہے اور ایسوسی ایشن کا تعلق ہندوستان میں کسی شہر سے نہیں ہے ان کے سالانہ جلسے میں ہم اہلسنت وجماعت شریک ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ اور ایسوسی ایشن کمیٹی کے ممبر بھی ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ ہمارے ائمہ دین شرح تفصیل کے ساتھ بیان فرما کر احقر کو مشرف فرمادیں۔

نوٹ: ہمارے یہاں خوجہ آغاخان یا خارجی یا سیدنا کو کہتے ہیں۔ **بیّنوا توجروا۔**

[1] المستدرك للحاکم کتاب الاحکام دار الفکر بیروت ۴/ ۹۲، کتاب الضعفاء الکبیر للعقیلی ترجمہ ۲۹۵ دار الکتب العلمیة بیروت ۱/ ۲۴۸

الجواب:

خوجہ کو اسلامی جلسہ کا رکن بنانا حرام اور مخالفت شارع علیہ الصلٰوۃ والسلام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًاؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْۚۖ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ(۱۱۸) هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا یُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَیْظِكُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ(۱۱۹)"[1]	اے ایمان والو! غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری نقصان رسانی میں گئی نہ کریں گے وہ جی سے چاہتے ہیں کہ تم مشقت میں پڑو۔ بیران کے مونہوں سے ظاہر ہو چکا اور وہ جو ان کے سینوں میں دبا ہے اور بھی بڑا ہے ہم نے تمہارے سامنے نشانیاں کھول دیں اگر تم میں عقل ہے ارے یہ جو تم ہو تم تو ان سے محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں کرتے حالانکہ پورے قرآن پر ایمان لائے اور جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر انگلیاں چباتے ہیں جلن سے، اسے محبوب! تم ان سے فرمادو کہ مر جاؤ اپنی جلن میں، بیشک اللہ دلوں کی جانتا ہے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقر صاحب بدعة فقد اعان علٰی ھدم الاسلام[2]۔	جس نے بدمذہب کی توقیر کی بیشک اس نے دین اسلام ڈھادینے میں مدد دی۔

دوسری حدیث میں ہے:

من لقیه بالبشر فقد استخف بما انزل علی محمد صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم[3]۔	جو کسی بدمذہب سے بکشادہ پیشانی ملا بیشک اس نے حقیر سمجھا اس چیز کو جو محمد صلی اللہ تعالٰی تعالٰی علیہ وسلم پر اتاری گئی۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۹۔۱۱۸

[2] شعب الایمان حدیث ۹۴۶۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۶۱

[3] مسند الشھاب باب من اھان صاحب بدعة الخ مطبوعہ بیروت ۱/ ۳۱۹، فتاوٰی حدیثیه کانت سبابة صلی علیه اطول من الوسطی الخ الطبعة الجمالیه مصر ص ۲۰۴

فتاوی الحرمین میں یہ مضمون مفصل ہے جس پر علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق مہریں کیں سنی بھائیوں کو چاہئے کہ اپنے دین کی قدر کریں اور بدمذہب کو رکنیت سے فوراً جدا کردیں اللہ فرماچکا کہ وہ تمہاری بھلائی کبھی نہ چاہیں گے جہاں تک بن پڑے نقصان ہی پہنچائیں گے قرآن وحدیث کے مقابل یہ جاہلانہ خیال نہ کریں کہ ۹۴ سنیوں میں ایک بدمذہبی کیا اثر کرے گی، دیکھو چورانوے ۹۴ قطرے گلاب ہو اور ایک بوند پیشاب ڈال دو سب پیشاب ہوجائے گا، اہل مجلس ان احکام شرعیہ کا اتباع کریں اور مجلس کو خالص اہلسنت کی کرلیں اور اگر اپنی بیجاہٹ پر قائم رہیں تو شرعی احکام سن چکے کہ وہ دین اسلام کے ڈھادینے پر مدد دیتے ہیں اور جوکچھ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اُترا اس کی تحقیر کرتے ہیں تو مسلمانوں پر لازم کہ انہیں اور ان کی مجلس کو یک لخت چھوڑدیں "لِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾"[1] (چاہئے کہ وہی کمائیں جوکچھ وہ کما رہے ہیں۔ت) کبھی اس میں شریک نہ ہوں۔

قال اللہ تعالٰی "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾"[2]۔	اللہ تعالٰی نے ارشاف فرمایا: اگر تمہیں شیطان بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو۔(ت)

اور اصلاً اس کی مدد نہ کریں،

قال اللہ تعالٰی "وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ"[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: (لوگو!) آپس میں گناہ اور زیادتی کے معاملات میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۸۴: حافظ شمس الدین بیلپور محلّہ درگاپرشاد ضلع پیلی بھیت ۲۵/صفر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سلطان المعظم سلطنت روم خلیفۃ المسلمین ہیں یا نہیں؟ موجودہ حالت میں مسلمانوں میں ان کی ہمدردی کرنا چاہئے یا نہیں؟ اگر اس وقت میں ہم کوئی ہمدردی نہ کریں تو گنہگار تونہ ہوں گے۔ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

سلاطین اسلام نہ صرف سلاطین اسلام کہ ہر جماعت اسلام نہ صرف جماعت کہ ہر فرد اسلام کی

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۳

[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[3] القرآن الکریم ۵/ ۲

خیر خواہی ہر مسلمان پر لازم ہے لحدیث **الدین النصح لکل مسلم** [1] (حدیث "دین ہر مسلمان کی خیر خواہی کا نام ہے" کے مطابق۔ت) مگر ہر فرض بقدر قدرت ہے اور ہر تکلیف بشرط استطاعت **کمانطق به الکلام العزیز** (جیسا کہ اس مسئلہ کو کلام عزیز نے بیان فرمایا۔ت) نامقدور بات پر ابھارنا جو موجب ضرر مسلمین ہو خیر خواہی مسلمین نہیں بد خواہی ہے مثلاً دریا میں طوفان ہے کچھ لوگ ڈوب رہے ہیں جو کنارے پر ہیں اور تیرنا نہیں جانتے انہیں مجبور کرنا کہ ان کے بچانے کے لئے طوفان میں کود پڑو ان کا بچانا نہیں بلکہ ان کا ڈبونا ہے۔ مشرکوں کی یہ کھلی چال ہے جس سے وہ مسلمانوں کو تباہ کرنا چاہتے ہیں اور عقل کے اوندھے بصیرت کے اندھے انہیں اپنا خیر خواہ سمجھ رہے ہیں حالانکہ قرآن کریم صاف فرما چکا ہے کہ وہ تمہاری بد خواہی میں گئی نہ کریں گے ان کی دلی تمنا ہے کہ تم مصیبت میں پڑو، دشمنی ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور وہ جو ان کے دلوں میں دبی ہے اور بڑی ہے ہم نے عاقلوں کے لئے نشانیاں صاف بیان فرمادیں [2]۔ مولٰی تعالٰی کے اتنے صاف ارشاد پر بھی آنکھیں نہیں کھلتیں اور بد خواہوں کو خیر خواہ مانے ہوئے ہیں، مولٰی عزوجل ہدایت دے۔ آمین! **واللہ تعالٰی اعلم۔**

نوٹ

جلد ۲۴ سیاسیات کے عنوان پر ختم ہوئی

جلد ۲۵ ان شاء اللہ کتاب المدانیات سے شروع ہوگی۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الدین النصیحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳، صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان الدین النصیحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۵

[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸